سرکاری رپورٹ

# صوبائی اسمبلی پنجاب

## مباحثات

منگل، 20۔اکتوبر 1992ء

(سہ شنبہ، 22- ربیع الثانی 1413ھ)

جلد 10۔ شمارہ 10

(بشمول شمارہ جات 1 تا 17)

## مندرجات

صفحہ


تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ : ---------- 1

تقلیل المہلت سوال اور اس کا جواب---------- 2

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (محکمہ ایجوکیشن)---------- 5

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)---------- 31

مسئلہ استحقاق :

ڈی ایس پی کھاریاں کی ایم پی اے سے بدسلوکی ---------- 58

تحاریک التوائے کار :

پنجاب پولیس کے لیے گاڑیوں کی خرید اور دفاتر

کی آرائش کے اخراجات---------- 69


(جاری---)

-محکمہ لائیو سٹاک کے ملازمین کو تنخواہوں کی عدم ادائیگی (جاری)---------- 70
-پاکستانی ٹیکسٹائلز کی بین الاقوامی منڈی میں کساد بازاری ---------- 72
-پنجاب میں شراب کا سرعام کاروبار ---------- 74
قرار دادبابت شاہراہ قائد اعظم پر جلسے جلوسوں پر پابندی کے بارے
میں خصوصی مجلس کی رپورٹ کا پیش کیا جانا---------- 78
مجلس قائمہ برائے مال کی رپورٹ کا پیش کیا جانا---------- 78
مسودات قانون : (پیش کرنے کی اجازت کی تحریک)
مسودہ قانون (ترمیم) تعلیمی فاؤنڈیشن پنجاب مصدرہ 1992ء---------- 79
مسودہ قانون (ترمیم) ترقیاتی ادارہ' لاہور- 1992ء---------- 90
قرار دادیں (مفاد عامہ سے متعلق) :
لیاقت ٹاؤن فیصل آباد کو سوئی گیس کی فراہمی---------- 99
دیہی آبادی کو بڑے شہروں جیسی سہولتوں کی فراہمی---------- 102
اقلیتوں کے لیے سرکاری ملازمتوں اور تعلیمی اداروں میں
5 فی صد کوٹے کی تخصیص---------- 105
-اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کے مطابق قوانین میں ترمیم---------- 109
شہید ملت نواب لیاقت علی خان کو خراج عقیدت---------- 119

# صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس)

منگل' 20۔ اکتوبر 1992ء

(سہ شنبہ' 22۔ ربیع الثانی 1413ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں صبح 9 ج کر 53 منٹ پر منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے۔

---

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَ
مَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ⑩
لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ
مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا
بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ
مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ⑪ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا
وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ [illegible] ⑫

(سورۃ الرعد آیات 10 تا 12)

کوئی تم میں سے چپکے سے بات کہے یا پکار کر یا رات کو کہیں چھپ جائے یا دن (کی روشنی) میں کھلم کھلا چلے پھرے (اس کے نزدیک) برابر ہےO اُس کے آگے اور پیچھے خدا کے چوکیدار ہیں جو خدا کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ خدا اس (نعمت) کو جو کسی قوم کو (حاصل) ہے نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنی حالت کو نہ بدلے اور جب خدا کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو پھر وہ پھر نہیں سکتی۔ اور خدا کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں ہوتاO اور وہی تو ہے جو تم کو ڈرانے اور امید دلانے کے لیے بجلی دکھاتا اور بھاری بھاری بادل پیدا کرتا ہےO

وما علینا الا البلاغ O

# قلیل المہلت سوال اور اس کا جواب

جناب سپیکر: وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ ہمارے پاس ایک قلیل المیعاد سوال ہے' سید طاہر احمد شاہ صاحب اس کے mover ہیں۔ جی جناب سید طاہر احمد شاہ صاحب۔

سید طاہر احمد شاہ: سوال نمبر 1995۔

## ڈائرکٹوریٹ تعلیم فیصل آباد کے ایجوکیشن افسران کے تبادلے

1995- سید طاہر احمد شاہ: کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ڈائرکٹوریٹ تعلیم فیصل آباد کے ماتحت ڈپٹی ڈائرکٹر ایڈمن' ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر خواتین' ڈپٹی ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر فیصل آباد اور اسسٹنٹ ایجوکیشن آفیسر فیصل آباد حکومت کی موجودہ پالیسی کے برعکس یعنی تقریباً چار سال یا ساڑھے چار سال سے ایک ہی جگہ تعینات ہے۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو مذکورہ بالا افسران کو اتنے طویل عرصے تک ان کی موجودہ اسامیوں پر تعینات رکھنے اور وہاں سے تبدیل نہ کرنے کی وجوہات کیا ہیں۔ کیا حکومت افسران کو فوری طور پر تبدیل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

جناب سپیکر: جی' جناب وزیر تعلیم۔

وزیر تعلیم: (بیرسٹر عثمان ابراہیم): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

(الف) یہ درست ہے کہ مندرجہ ذیل افسران چار سال سے زائد عرصہ سے فیصل آباد میں تعینات ہیں۔

| نمبر شمار | نام | ڈومیسائل | عہدہ | تاریخ تعیناتی | عرصہ تعیناتی |
|---|---|---|---|---|---|
| 1- | مسز منور میاں | ٹوبہ ٹیک سنگھ | ڈی ای او (زنانہ) فیصل آباد | 25-6-88 | چار سال چار ماہ |
| 2- | میاں محمد رفیق | ایضاً | ڈپٹی ڈی ای او فیصل آباد | 21-3-88 | چار سال 7 ماہ |
| 3- | ممتاز علی نیر | شیخوپورہ | ڈپٹی ڈی ای او (پرائمری) فیصل آباد | 27-3-88 | چار سال 7 ماہ |
| 4- | میاں امجد محمود | ٹوبہ ٹیک سنگھ | اے ای او فیصل آباد | 8-12-87 | چار سال 10 ماہ |
| 5- | ریحانہ شہزادی | فیصل آباد | اے ای او (زنانہ) فیصل آباد | 07-01-88 | چار سال 9 ماہ |

جناب سپیکر! جہاں تک ڈپٹی ڈائرکٹر ایڈمن کا تعلق ہے تو ان کا عرصہ تعیناتی چار سال سے کم ہے۔

(ب) ایک ہی جگہ تعیناتی انتظامی وجوہ اور مفاد عامہ کی خاطر رہنے دی جاتی ہے۔ جونہی ضروری ہو تبدیلی کر دی جاتی ہے۔ فیصل آباد کی ڈائرکٹوریٹ آف ایجوکیشن (سکولز) میں بھی زائد از عرصہ افسران کو بھی حسب ضرورت تبدیل کر دیا جائے گا۔

سید طاہر احمد شاہ : جناب سپیکر! میں وزیر موصوف سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے ڈپٹی ڈائرکٹر ایڈمن سکولز کے بارے میں بھی دریافت کیا تھا مگر اسمبلی سیکرٹریٹ سے جو جواب میرے پاس بھیجا گیا ہے اس میں ڈپٹی ڈائرکٹر ایڈمن کا قطعاً کوئی ذکر نہیں کیا اس کی وضاحت فرمائیں گے ؟

وزیر تعلیم : جناب سپیکر! میں نے زبانی عرض کر دیا تھا کہ ڈپٹی ڈائرکٹر (ایڈمن) کی عرصہ تعیناتی چار سال کے عرصہ سے کم ہے اور اس کے علاوہ ڈپٹی ڈائرکٹر (ایڈمن) tenure پوسٹ نہیں ہے۔

سید طاہر احمد شاہ : جناب سپیکر! وزیر موصوف نے سوال کے جواب جز (ب) میں یہ فرمایا ہے کہ ایک ہی جگہ پر تعیناتی میں انتظامی وجوہ اور مفاد عامہ کی خاطر رہنے دی جاتی ہے تو میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ اس میں کون سی انتظامی وجوہ تھیں اور کیا مفاد عامہ تھا؟

وزیر تعلیم : جناب سپیکر! جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ ان کا عرصہ تعیناتی چار سال سے زیادہ ہے یہ تقریباً 1988ء سے [redacted]۔ ہماری انتظامی وجوہ یہی ہوتی ہے کہ بعض دفعہ اس کیڈر کے اور اس گریڈ کے افسران اگر نہ ملیں تو جو افسر تعینات ہوتا ہے اس کو contin-ue کروایا جاتا ہے۔ تاکہ ہمارے دفتر کے کام میں خلل نہ ہو اور smooth working کے لیے ضروری ہے کہ سیٹ کو unfilled نہ رہنے دیا جائے۔

سید طاہر احمد شاہ : جناب سپیکر! اگر میں وزیر موصوف سے یہ کہوں کہ ان سے بہت زیادہ قابل دیگر تعلیمی افسران جو ان سے زیادہ محنت کرنے والے ہیں ان کو ایک مخصوص وجہ سے نظر انداز کر دیا گیا اور انہیں حکومت کی مروجہ پالیسی کے مطابق جسے tenure کہتے ہیں'

tenure کے زائد عرصہ تک وہاں پر رکھا گیا۔

وزیر تعلیم : جناب سپیکر! اگر یہ سمجھتے ہیں کہ زیادہ قابل اور competent آفیسرز ہیں جو ان کی جگہ لے سکتے ہیں تو میں ان حضرات کو ان سے replace کرنے کے لیے تیار ہوں۔

جناب علی حسن رضا قاضی : جناب سپیکر! میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ یہاں پہ عرصہ تعیناتی 4 سال کا ذکر کیا گیا ہے میرے خیال میں عرصہ تعیناتی تین سال ہوتا ہے اور ڈپٹی ڈائرکٹر (ایڈمن) فیصل آباد کی general reputation بھی اچھی نہیں ہے اور وہ اپنے عرصہ تعیناتی سے زیادہ عرصہ وہاں پہ depute ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

جناب سپیکر : اب تو میرے خیال میں بات طے ہو جانی چاہیے۔

سید طاہر احمد شاہ : جناب سپیکر! چونکہ میں آخری جواب کو سمجھ نہیں سکا اس لیے میں کہتا ہوں کہ وزیر موصوف ذرا دھرا دیں کہ انہوں نے کیا commitment کی ہے۔

جناب سپیکر : وزیر تعلیم نے اس پہ بڑی واضح بات کر دی ہے کہ اگر ان سے بہتر قابلیت کے آدمی ہمیں دستیاب ہو سکیں تو میں ان کو replace کرنے کو تیار ہوں۔

سید طاہر احمد شاہ : جناب والا! میرا آخری ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا وزیر موصوف کے یہ علم میں ہے کہ میاں محمد رفیق ڈپٹی ایجوکیشن آفیسر فیصل آباد جس کا اس سوال میں ذکر کیا گیا ہے ماضی میں اس نے حکومت کی ہدایات اور قوانین کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنی ہی برادری سے تعلق رکھنے والے تین ۔۔ غیر تربیت یافتہ ٹیچرز کو بھرتی کر لیا اور اس کے خلاف جناب ملک محمد دین صاحب نے شکایت کی اور اس سلسلے میں [redacted] کے خلاف انکوائری بھی کی گئی۔

جناب سپیکر : آخری ضمنی سوال' جی' وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم : جناب سپیکر! یہ بات unbelievable ہے کہ حال ہی میں تین سو غیر تربیت یافتہ ٹیچرز کو بھرتی کیا۔ میرا جواب یہ ہے کہ حالیہ ہی میں کوئی تربیت یافتہ یا غیر تربیت یافتہ ٹیچر بھرتی نہیں کیا گیا۔

سید طاہر احمد شاہ : جناب سپیکر! میں نے ماضی کی بات کی ہے حال کی نہیں کی۔ اسی افسر کے اسی تعیناتی دور کی بات کی ہے۔ حال کی بات نہیں کی۔ بات confuse ہو گئی ہے۔

راجہ خلیق اللہ خان : جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال بہت ہی اہم سوال ہے۔

جناب سپیکر : راجہ صاحب!

راجہ خلیق اللہ خان : جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا ان کے محکمے میں چار، پانچ، افسر competent نہیں ہیں کہ وہ ان کو replace کر سکیں۔

وزیر تعلیم : جناب سپیکر! ہمارے پاس سیٹیں بہت زیادہ ہیں اور ہم replace کرتے رہتے ہیں ہمارے پاس سیٹیں چار پانچ نہیں زیادہ ہیں۔

## نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جناب سپیکر : میاں محمود احمد!

میاں محمود احمد : سوال نمبر 639

## وڈ ورکنگ سنٹر سے فرنیچر کی خرید کی وجوہات

☆ 639- میاں محمود احمد : کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) وڈ ورکنگ سنٹر گجرات کی طرف سے فراہم کردہ فرنیچر کے متعلق کتنی شکایات وصول ہوئی ہیں اور کتنی شکایات کو دور کیا گیا ہے۔

(ب) وڈ ورکنگ سنٹر سے ڈائریکٹ پرچیز کے متعلق حکومت کے کیا احکامات ہیں۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ تحصیل پرچیز کمیٹیاں جو کہ عرصہ دراز سے پرچیز کر رہی تھیں ان سے اب پرچیز کا کام واپس لے کر وڈ ورکنگ سنٹر کو فنڈز فراہم کیے گئے ہیں اگر ایسا ہے تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر تعلیم (بیرسٹر عثمان ابراہیم) :

(الف) وڈ ورکنگ سنٹر کے فراہم کردہ سامان کے بارے میں کوئی شکایت موصول نہیں ہوئی۔

(ب) حکومت کی طرف سے ایسی کوئی پابندی نہیں۔ وڈ ورکنگ سنٹر سے براہ راست فرنیچر خریدا جا سکتا ہے۔

(ج) درست نہ ہے تحصیل پرچیز کمیٹیاں حسب معمول کام کر رہی ہیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر! جواب کے جز (ج) میں بتایا گیا ہے تحصیل پرچیز

کمیٹیاں حسب معمول کام کر رہی ہیں۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ تحصیل پرچیز کمیٹی کے ممبران کے نام کیا ہیں اور کس مجاز اتھارٹی نے اس کو نامزد کیا ہے وزیر موصوف لاہور کی تحصیل پرچیز کمیٹی کے نام بتا دیں۔

جناب سپیکر : سیٹھی صاحب! سوال دھرائیے گا۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب والا! جواب میں بتایا گیا ہے کہ تحصیل پرچیز کمیٹیاں کام کرتی ہیں تو ظاہر ہے ضلع میں تحصیل پرچیز کمیٹیاں بنی ہیں اور وہی کام کرتی ہوں گی۔ اس لیے میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ لاہور تحصیل پرچیز کمیٹی کے ممبران کے نام کیا ہیں اور ان کو کس مجاز اتھارٹی نے نامزد کیا ہے۔

وزیر تعلیم : جناب سپیکر! جو کمیٹیاں تحصیل لیول پر ہوتی ہیں ان کو ڈپٹی ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر head کرتے ہیں اور یہ کمیٹیاں عرصہ دراز سے بنی ہوئی ہیں۔ ان کا باقاعدہ ایک طریقہ کار ہے جس کے تحت پرچیز ہوتی ہے اور یہ اسسٹنٹ کمشنر کی supervision میں کام کرتی ہیں۔

جناب احمد خان بلوچ : جناب والا! میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ پرچیز کمیٹیاں ہونے کے باوجود کیا وجوہات تھیں کہ پھر ڈائریکٹ سامان خریدا گیا؟

وزیر تعلیم : جناب سپیکر! 89-1988ء کے اے ڈی پی میں مڈل اور ہائی سکولوں کی پرچیز کے لیے ہمیں فنڈز ملے تھے اور اسی سال صرف مڈل اور ہائی سکولوں کا سامان وڈ ورکنگ سنٹر سے خریدا گیا ہے اور اس کے علاوہ جتنی بھی خریداری [redacted] پرچیز کمیٹیوں کے ذریعے کی گئی اور اس کے بعد جتنی بھی خریداری آئندہ سالوں میں ہوئی وہ بھی پرچیز کمیٹیوں کے ذریعے سے ہوئی۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب سپیکر! سوال یہ ہے یہ پرچیز کمیٹیاں کس حد تک اور کتنی مالیت تک فرنیچر اور دوسرا سامان خرید سکتی ہیں۔ یہاں 11 کروڑ 16 لاکھ 25 ہزار 517 روپے کی رقم ان پرچیز کمیٹیوں کے ذریعے خرچ کی گئی ہے اور ایک ہی وڈ ورکنگ سنٹر سے کی گئی ہے۔ یہ کمیٹیاں کس حد تک یا کتنی مالیت کا سامان خریدنے کی مجاز ہیں؟

وزیر تعلیم : جناب سپیکر! میرے فاضل رکن کو غلط فہمی ہوئی ہے 11 کروڑ روپے کا جو

فرنیچر خریدا گیا ہے یہ پرچیز کمیٹیوں کے ذریعے سے نہیں خریدا گیا میرے پہلے فاضل رکن نے کہا تھا کہ یہ 11 کروڑ کا فرنیچر پرچیز کمیٹیوں کے ذریعے سے کیوں نہیں خریدا گیا۔ ہم اداروں کو فرنیچر خریدنے کے لیے جو فنڈز دیتے ہیں پوری تحصیل میں جتنی allocation ہوتی ہے تحصیل کمیٹی کو اتنی ہی مالیت کا سامان خریدنے کی پاور ہوتی ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! ایک یا دو سال میں اتنی بڑی مالیت کا فرنیچر خریدنے کا فیصلہ کیا گیا تو کیا اس کے لیے اخبارات میں ٹینڈر طلب کیے گئے اور competition میں پارٹیاں آئیں اور اس کے بعد ایک پارٹی کو دیا گیا یا اس کا فیصلہ کسی ایک فرد نے کر لیا۔

وزیر تعلیم : جناب سپیکر! ہم نے quality improve کرنے کے لیے وڈ ورکنگ سنٹر سے یہ سامان پرچیز کیا تھا دو سال میں اور اس کے لیے ہم نے باقاعدہ وزیر اعلیٰ صاحب سے بذریعہ summary اجازت لی تھی کہ ہمیں سامان خریدنے کی اجازت دی جائے۔ کیونکہ جس وقت ہم یہ سامان خریدنے والے تھے تو یہی اعتراض دوسرے فرنیچر بیچنے والوں نے اٹھایا تھا کہ ہم سے بھی سامان خریدا جائے۔ لیکن چونکہ ان کی کارکردگی اچھی نہیں تھی۔ اس سلسلے میں ہم نے وزیر اعلیٰ صاحب سے یہ clearance لی کہ ہمیں اجازت دی جائے کہ ہم یہ سامان وڈ ورکنگ سنٹر سے خریدیں۔

جناب سپیکر : آخری ضمنی سوال ہے۔ جناب ڈاکٹر افضل اعزاز۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب والا کیا سارا فرنیچر اب تک مہیا کیا جا چکا ہے اور کن کن اضلاع میں یہ تقسیم کیا گیا ہے؟

وزیر تعلیم : جناب سپیکر! یہ سارا فرنیچر مہیا ہو چکا ہے اور یہ تقریباً پنجاب کے تمام اضلاع میں گیا ہے۔ ہم نے یہ فرنیچر ضلع وار نہیں دیا بلکہ اس کی مختلف کیٹیگریز تھیں۔ پچھلے دنوں پورے پنجاب میں جو 435 مڈل سکول سے ہائی سکول اپ گریڈ ہوئے تھے ان کو سامان دیا گیا تھا۔ اور اس کے علاوہ جو دوسرے مڈل سکول پنجاب میں ہیں انہیں بھی سامان دیا گیا تھا اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ اس میں پنجاب کے تمام اضلاع شامل ہیں۔

جناب سپیکر : میاں محمود احمد صاحب۔

میاں محمود احمد : سوال نمبر 642

## وڈ ورکنگ سنٹر سے فرنیچر کی خرید کی تفصیل

☆ 642- میاں محمود احمد : کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) محکمہ تعلیم نے کس مالی سال میں وڈ ورکنگ سنٹر گجرات سے فرنیچر خریدنا شروع کیا اور آج تک کتنی مالیت کا فرنیچر خریدا اور آج تک کتنی رقم ایڈوانس وڈ ورکنگ سنٹر کو فراہم کی۔

(ب) جز (الف) کے جواب کی مکمل تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر تعلیم (بیرسٹر عثمان ابراہیم) :

(الف) محکمہ تعلیم نے 1988-89ء سے وڈ ورکنگ سنٹر گجرات سے فرنیچر خریدنا شروع کیا اور 30 ستمبر 1992ء تک مبلغ- 11,16,25,517 روپے کا فرنیچر خریدا مورخہ 24-5-1989 سے لے کر 29-9-1991 تک کے عرصہ کے دوران مذکورہ بالا رقم پیشگی ادا کی گئی۔

(ب) تفصیلات ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ وڈ ورکنگ سنٹر سے جو سامان خریدا گیا ہے اس سلسلے میں جو تین سیٹوں والے ڈیسک مہیا کیے گئے ہیں کیا وزیر موصوف یہ بتائیں گے کہ اس میں صرف لکڑی استعمال کی گئی یا angle iron بھی استعمال کیا گیا ہے؟

وزیر تعلیم : جناب والا! اس سلسلے میں ہم نے ایک ٹیکنیکل آدمی کی ڈیوٹی لگائی تھی مجھے خود تو اس فرنیچر کے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا لیکن وڈ ورکنگ سنٹر سے ہمارا جو ڈیزائن منظور ہوتا ہے وہ باقاعدہ ہمارا ٹیکنیکل ایڈوائزر منظور کرتا ہے۔ کچھ فرنیچر میں angle iron بھی ہوتا ہے اور کچھ angle iron کے بغیر بھی ہوتا ہے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب والا! تین سیٹوں والے جو ڈیسک ہیں ان میں سیٹ اور بیک عموماً لکڑی کی استعمال ہوتی ہے۔ جناب والا! جواب میں تین سیٹوں والے ڈیسک کی قیمت -/100 روپے سے -/1500 روپے بتائی گئی ہے' اس میں کلاس اول دوئم اور سوئم کے

ڈیسک بھی شامل ہیں۔ جناب سپیکر! صورت یہ ہے کہ 22 کلو سے 25 کلو کا ایک بنچ ہوتا ہے جس کی زیادہ سے زیادہ قیمت -/831 روپے ہے اور اس میں دس فیصد منافع بھی شامل ہے۔ لاہور میونسپل کارپوریشن نے ابھی پچھلے سال اس قسم کا فرنیچر 70 لاکھ روپے کا خریدا ہے اور خود پارٹی سے ہولیا ہے۔ جناب والا! میں اس پرچیز کمیٹی کے ممبر کی حیثیت سے یہ بات کر رہا ہوں۔ لہذا اس سے زیادہ اس کی قیمت نہیں ہے۔ جب کہ 29 کلو کا ڈیسک 900 روپے میں ہمیں میسر ہو جاتا ہے۔ اس لیے جناب سپیکر! یہ پندرہ سو روپے میں خرید کیا گیا ہے۔ لہذا میرا ضمنی سوال انتہائی valid ہے' کیونکہ ان ڈیسکوں میں angle iron بھی استعمال ہوا ہے جہاں تک قیمت کا تعلق ہے اس سے محسوس ہوتا ہے کہ کوئی ہیرا پھیری کی گئی ہے۔ یا کسی پارٹی کو ناجائز فائدہ پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے' اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ یہ قابل گرفت بات ہے۔ اس کے بارے میں واضح طور پر ایوان کو اعتماد میں لیا جانا چاہیے۔

وزیر تعلیم : جناب والا! پہلی بات تو یہ ہے کہ میرے فاضل دوست کو شاید تین سیٹوں والے ڈیسک کی قیمت کا علم نہیں ہے' انہوں نے کہا ہے کہ اس کی قیمت پندرہ سو روپے ہے' بلکہ تین سیٹوں والے ڈیسک کی قیمت گیارہ سو روپے ہے اور اگر آپ کوالٹی کے لحاظ سے دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وڈ ورکنگ سنٹر کا جو فرنیچر ہے اس کی کوالٹی اس فرنیچر سے بہت بہتر ہوتی ہے جو ٹھیکے میں سپلائی کیا جاتا ہے۔ اگر ہم سستا فرنیچر خریدتے تو وہ تین یا چار سال کے بعد ٹوٹ جاتا تو اس سے بہتر ہے کہ تھوڑی سی اچھی کوالٹی کا فرنیچر خریدا جائے تاکہ زیادہ دیرپا ثابت ہو سکے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب والا! وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ گیارہ سو روپے قیمت ہے آپ تفصیل سے پڑھیں گیارہ سو پینتالیس روپے بھی قیمت ہے اور-/1500روپے بھی تین سیٹوں والے ڈیسک کی قیمت ہے۔ جناب والا! میں نے غلط بیانی سے کام نہیں لیا' دونوں قیمتیں بتائی گئی ہیں۔ بلکہ -/1480 روپے بھی ہے' -/1520 روپے بھی ہے اور -/1145 روپے بھی ہے۔

وزیر تعلیم : جناب سپیکر! جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ ہم نے جو پہلا کنٹریکٹ کیا تھا وہ 1989ء میں کیا تھا' لہذا پہلے کنٹریکٹ کے تحت ہمیں جو سامان آیا تھا وہ -/1145 روپے میں

آیا تھا۔ جون 1991ء میں ہم نے جو نیا معاہدہ کیا تھا اس وقت قیمتیں بڑھ گئی تھیں اس وقت ڈیسکوں کی قیمت -/1520 روپے مقرر کی گئی۔

ملک محمد دین : جناب والا! ضمنی سوال یہ ہے کہ پہلا جو فرنیچر کا کنٹریکٹ تھا کیا وہ فرنیچر کنٹریکٹ کے مطابق مقررہ تاریخ تک فراہم کر دیا گیا تھا؟

وزیر تعلیم : جناب والا! ہمیں جو پہلی سپلائی ہوئی تھی وہ نومبر 1989ء تک ہوئی تھی اور اس کے بعد بھی یہ سپلائی چلتی رہی تھی' اسی دوران ہم نے نیا کنٹریکٹ بھی place کیا تھا پہلے کنٹریکٹ کی ابھی سپلائی جاری تھی جب دوسرا کنٹریکٹ place کیا گیا۔

ملک محمد دین : جناب والا! میرا تو سوال اتنا تھا کہ جو پہلا کنٹریکٹ ہوا تھا اس کی سپلائی کنٹریکٹ کے مطابق مقررہ تاریخ تک کر دی گئی تھی؟

وزیر تعلیم : جناب والا! میں نے جواب دے دیا ہے کہ ابھی سپلائی جاری تھی جب ہم نے دوسرا کنٹریکٹ کیا تھا۔ چونکہ پہلے ان کے پاس capacity کم تھی' اس وقت صرف ان کا گجرات میں سنٹر تھا لہذا ان کی سپلائی کی رفتار کم تھی اس کے بعد جب انہیں پتہ چلا کہ اتنا بڑا آرڈر ہمیں place ہوا ہے تو پھر انہوں نے ساہیوال میں ایک نئی فیکٹری قائم کی تھی اور نئی فیکٹری قائم ہونے کے بعد ان کی سپلائی تیز ہو گئی تھی ویسے مقررہ تاریخ تک وہ فرنیچر کی سپلائی نہیں کر سکے تھے۔ لیکن ایک بات میں عرض کروں کہ شاید ہمارے ممبران کے ذہن میں یہ بات ہے کہ وڈ ورکنگ سنٹر کوئی پرائیویٹ ادارہ ہے' یہ گورنمنٹ کا ادارہ ہے اور یہ ادارہ ڈیپارٹمنٹ آف انڈسٹریز کے ماتحت ہے۔ اس سے جتنا بھی منافع حاصل ہوتا ہے وہ بالواسطہ طور پر محکمہ انڈسٹریز کو جاتا ہے کسی پرائیویٹ شخص کو نہیں جاتا۔

ملک محمد دین : میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جو فرنیچر مہیا کیا گیا وہ مقررہ میعاد کے اندر فراہم کر دیا گیا تھا؟ اس کی سپلائی جاری تھی اور کنٹریکٹ دوبارہ دے دیا گیا ہے۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ جو معاہدہ تھا اس معاہدے کے مطابق مقررہ تاریخ کے اندر فرنیچر فراہم کر دیا گیا تھا؟

جناب سپیکر : یہ آخری ضمنی سوال ہے۔ وزیر تعلیم۔

وزیر تعلیم : جناب والا! میں عرض کر چکا ہوں کہ چونکہ ان کے پاس capacity کم تھی۔

لہذا مقررہ مدت میں وہ پورا سامان سپلائی نہیں کر سکے۔ لیکن جب ہم نے ان سے یہ کہا کہ ہم آپ کو ایک کنٹریکٹ مزید دے رہے ہیں۔ ہمارا backlog زیادہ ہے تو انہوں نے فوری طور پر ساہیوال میں arrangement کیا۔ اس کے بعد 30 جون 1992ء تک پہلے کنٹریکٹ کا بھی اور دوسرے کنٹریکٹ کا بھی' دونوں کنٹریکٹ کا فرنیچر 30 جون 1992ء تک سپلائی کر دیا۔

جناب سپیکر : اگلا سوال جناب فرید احمد پراچہ۔

جناب فرید احمد پراچہ : سوال نمبر 846

## پی ٹی سی۔ سی ٹی کی خالی اسامیوں کی تفصیل

☆846- جناب فرید احمد پراچہ : کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

صوبہ میں پی ٹی سی۔ سی ٹی' ایس ایس ٹی اور او ٹی اساتذہ کی کتنی اسامیاں خالی ہیں۔

وزیر تعلیم (بیرسٹر عثمان ابراہیم) :

| | |
|---|---|
| صوبہ پنجاب میں پی ٹی سی کی | 15848 |
| سی ٹی کی | 2347 |
| ایس ایس ٹی کی | 2369 |
| اور او ٹی کی | 899 اسامیاں خالی ہیں۔ |

جناب فرید احمد پراچہ : کیا وزیر تعلیم یہ فرمائیں گے کہ مارشل لاء دور سمیت کسی دور میں بھی اتنا طویل عرصہ محکمہ تعلیم میں اتنی اسامیاں کبھی خالی رہی ہیں؟

وزیر تعلیم : جناب والا! انہوں نے میرے خیال میں بڑا مبہم سوال پوچھا ہے اس کے لیے میں سمجھتا ہوں کہ انہیں نیا سوال کرنا چاہیے۔ کیونکہ انہوں نے پیریڈ specify کیا ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ ایجوکیشن پر کسی دور میں بھی تقرری پر پابندی نہیں رہی۔ اس سے جو تعلیمی نقصان اور بے روزگاری کا جو مسئلہ پیدا ہوا ہے یہ بڑا اہم مسئلہ ہے۔ اس پر وزیر تعلیم واضح طور پر بیان فرمائیں کہ یہ اسامیاں کب سے خالی ہیں اور کب تک خالی رہیں گی؟

جناب سپیکر : جناب وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم : جناب والا! آپ اس سوال کو دیکھیں انہوں نے پوچھا ہے کہ صوبہ میں پی ٹی سی' سی ٹی' ایس ایس ٹی اور او ٹی اساتذہ کی کتنی اسامیاں خالی ہیں۔ اگر یہ پورے facts and figures پوچھنا چاہتے ہیں کہ کب سے خالی ہیں پھر ان کو ایک جز اور بڑھا دینا چاہیے تھا کہ یہ اسامیاں کب سے خالی ہیں؟

جناب سپیکر : کب سے خالی ہیں اور اس ضمنی سوال کے دو حصے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ کب سے خالی ہیے اور دوسرا حصہ یہ ہے کہ کب تک خالی رہیں گی؟ تو اس کا یہ حصہ کہ کب سے خالی ہیں اس بارے میں تو نیا سوال چاہیے؟ لیکن کب تک خالی رہیں گی' میرے خیال میں یہ متعلقہ ہے۔

وزیر تعلیم : جناب والا! ہم اس کی بھرتی فوراً شروع کرنے والے ہیں۔ ہم نے اس پر base work کر لیا ہے اور اب چونکہ بھرتی پر پابندی بھی ختم ہو گئی ہے تو ہم انشاء اللہ تعالیٰ مستقبل میں ان اسامیوں کو بہت جلد پر کر دیں گے۔

جناب سپیکر : ضمنی سوال' چودھری محمد فاروق صاحب۔

چودھری محمد فاروق : جناب وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ بھرتی پر سے پابندی اٹھ گئی ہے۔ بھرتیوں پر سے پابندی اٹھنے کا جو آرڈر ہے یا سرکولر ہے یہ کون سے مہینے کی کون سی تاریخ کو جاری ہوا تھا؟

جناب سپیکر : جناب وزیر تعلیم۔

وزیر تعلیم : جناب والا! یہ باقاعدہ 14 اپریل 1992ء کو ایک نوٹیفکیشن ہوا تھا۔ جس کے تحت بھرتی پر سے پابندی اٹھائی گئی تھی۔ اور اب جو نیا نوٹیفکیشن جاری ہوا ہے وہ کوئی ایک ہفتہ پہلے 13 اکتوبر 1992ء کو ہوا ہے۔ اور اب ہم اس نوٹیفکیشن کے تحت بھرتی شروع کرنے والے ہیں۔

چودھری محمد فاروق : جناب والا! اپریل کو یہ نوٹیفکیشن جاری ہو گیا تھا ظاہر ہے کہ اس کے بعد ابھی تک کوئی بھرتی نہیں ہوئی۔ اگر نوٹیفکیشن اپریل کو جاری ہو گیا تھا تو پھر اکتوبر میں دوبارہ نوٹیفکیشن جاری کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

جناب سپیکر : جی وزیر تعلیم۔

وزیر تعلیم : جناب والا! وہ جو 14 اپریل کو نوٹیفکیشن جاری ہوا تھا اس میں باقاعدہ ایک پالیسی دی گئی تھی اور بعد میں جب ہم نے اس پر کام شروع کیا تو اس وقت کچھ عملی مشکلات تھیں۔ اس لیے ہم نے پالیسی کو دوبارہ دیکھا اس کے بعد دوبارہ نیا نوٹیفکیشن جاری کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر : جی' ضمنی سوال چودھری اصغر علی گجر۔

چودھری اصغر علی گجر : شکریہ جناب والا! کیا وزیر موصوف یہ بتائیں گے کہ اب جبکہ نئی بھرتی پر سے پابندی اٹھ چکی ہے اور نئی بھرتی کے لیے سرکولر جاری ہو چکا ہے۔ تو نئی بھرتی کے لیے کون سی پالیسی اختیار کی ہے' کیا وہی جس کا یہ پہلے اعلان کر چکے ہیں کہ میرٹ پر بھرتی کریں گے' یا اس کے علاوہ انہوں نے کوئی پالیسی اختیار کی ہے۔ اگر کی ہے تو وہ اس پالیسی کا اعلان کریں گے کہ کس پالیسی کے تحت نئی بھرتی ہو گی؟

جناب سپیکر : جناب وزیر تعلیم۔

وزیر تعلیم : جناب والا! یہ جو 13 اکتوبر کا نوٹیفکیشن ہے یہ بذات خود ایک پالیسی ہے۔ اگر یہ اس کے مندرجات جاننا چاہتے ہیں تو اس کے لیے انہیں تازہ سوال دینا چاہیے۔ ویسے ہماری بھرتی میرٹ پر ہو گی۔

چودھری اصغر علی گجر : نہیں' سر یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ انہوں نے نوٹیفکیشن جاری کیا ہے' یہ وزیر تعلیم ہیں' گورنمنٹ ہیں' انہیں تو اس بات کا واضح علم ہے کہ وہ کیا پالیسی ہے جس کے تحت نئی بھرتی کی جائے گی۔ ہم تو یہ امید رکھتے ہیں کہ جو اعلان انہوں نے فرمایا ہے کہ یہ میرٹ پر بھرتی کریں گے وہی ہو گا۔ اس کے علاوہ اگر کوئی پالیسی ہے تو وہ بتا دیں وہ کیا ہے؟

وزیر تعلیم : جناب سپیکر! اگر یہ چاہیں تو میں پھر یہ پورا نوٹیفکیشن پڑھ دیتا ہوں۔ میرے پاس نوٹیفکیشن پڑا ہے جو 13 اکتوبر کو جاری ہوا ہے۔ میں اسے تھوڑا تھوڑا کر کے پورا پڑھ دیتا ہوں۔ جناب والا! اگر اجازت ہو تو یہ سات صفحے کا نوٹیفکیشن میرے پاس ہے کہیں تو میں اسے پڑھ دیتا ہوں۔

چودھری اصغر علی گجر : بس اتنی سی بات ہے کہ یہ بھرتی میرٹ پر ہو گی یا بغیر میرٹ کے ہو گی؟

جناب سپیکر : ضمنی سوال یہ ہے کہ جو نئی ریکروٹمنٹ پالیسی جس کا نوٹیفکیشن جاری ہوا ہے اس میں میرٹ پر بھرتی ہوگی یا بغیر میرٹ کے بھرتی ہوگی۔

چودھری اصغر علی گجر : جی ہاں۔

جناب سپیکر : جی' وزیر تعلیم۔

وزیر تعلیم : جناب والا! یہ بھرتی باقاعدہ میرٹ پر ہوگی۔ اس کے لیے ہم نے پہلے ہی ریکروٹمنٹ کمیٹیاں بنائی ہوئی ہیں پہلی پالیسی کے تحت بھی وہی ریکروٹمنٹ کمیٹیاں بنائی گئی تھیں اور اب بھی وہی ریکروٹمنٹ کمیٹیاں اس نئے نوٹیفکیشن کے تحت بھرتی کریں گی۔ پہلے بھی میرٹ پر بھرتی ہوتی تھی۔ اب بھی میرٹ پر بھرتی ہوتی ہے۔

جناب سپیکر : ڈاکٹر افضل صاحب ضمنی سوال۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : کیا یہ حقیقت ہے کہ محکمہ تعلیم کے لیے جو جٹ مختص کیا جاتا ہے اس میں سے اچھی خاصی رقم محض اس لیے بچ جاتی ہے کہ یہ اسامیاں ہزاروں کی تعداد میں خالی پڑی رہتی ہیں۔ وہ جو رقم بچتی ہے اس کا کیا استعمال ہوتا ہے؟

جناب سپیکر : جی جناب وزیر تعلیم۔

وزیر تعلیم : جناب والا ڈاکٹر صاحب ذرا اس ضمنی سوال کو دہرا دیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ ان اسامیوں کے خالی رہنے کی وجہ سے جٹ میں جو رقم مختص کی جاتی ہے وہ بچ جاتی ہے اس کا پھر کیا استعمال ہوتا ہے؟

جناب سپیکر : جی' منسٹر ایجوکیشن پلیز!

وزیر تعلیم : جناب والا! جو رقم بچ جاتی ہے وہ جٹ کا خسارہ دور کرنے کے کام آتی ہے۔ وہ ہمارے پاس ہی رہتی ہے وہ کہیں ادھر ادھر نہیں جاتی۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ رقم آپ اس لیے رکھتے ہیں کہ تعلیم کو فروغ دیا جائے' تعلیم کو عام کیا جائے' لیکن سکولوں کا یہ حال ہے کہ آپ وہ رقم بچا کر دوسری مدات پر خرچ کرتے ہیں یہ کس قدر پالیسی کے خلاف ہے۔ آپ لوگوں کو اسامیاں نہیں دیتے وہ مارے مارے پھرتے رہتے ہیں' جس سے بے روزگاری میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس کے بعد وہی رقم کسی اور مقصد کے لیے استعمال ہو جاتی ہے۔

جناب سپیکر : فرید احمد پراچہ اگلا سوال۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب والا! پہلے سوال پر ایک ضمنی سوال آیا ہوا ہے۔
جناب سپیکر : آپ سوال نمبر 847 پہ آ جایئے۔
جناب فرید احمد پراچہ : جناب والا! ایک سوال کی اور اجازت دے دیجئے۔ جناب والا! اعداد و شمار غلط دیے گئے تھے میں اس بارے میں واضح کرنا چاہتا تھا۔ غیر نشان زدہ سوال میں اعداد و شمار اور ہیں اور نشان زدہ سوال میں اعداد و شمار اور ہیں ایک ہی دن میں دونوں فہرستیں فراہم کی گئی ہیں۔ دونوں میں اعداد و شمار مختلف ہیں۔ تصحیح کے باوجود غلط ہیں۔
جناب سپیکر : سوال نمبر 847 پر آجائیں۔
جناب فرید احمد پراچہ : سوال نمبر 847-

## معلمات کی تعیناتی

☆ 847- جناب فرید احمد پراچہ : کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-
(الف) دیہاتوں میں کتنے گرلز پرائمری اور مڈل سکول ہیں جن میں تقرری کے باوجود معلمات غیر حاضر رہتی ہیں کیونکہ انہیں اپنے گھروں سے دور تعینات کیا گیا ہے۔
(ب) کتنے سکول ایسے ہیں جن میں تمام معلمات حاضر رہتی ہیں۔
(ج) کیا حکومت معلمات کو گھر کے قریب ہی کسی سکول میں تعینات کرنے کے لیے پالیسی بنانے کو تیار ہیں؟
وزیر تعلیم (بیرسٹر عثمان ابراہیم) :
(الف) صوبہ میں عموماً کہیں بھی معلمات غیر حاضر نہیں رہتیں۔ ہاں البتہ جن معلمات کو دور دراز علاقوں میں لگایا جاتا ہے وہ وہاں اپنی ڈیوٹی یا تو" Join" ہی نہیں کرتیں یا اگر اپنی ڈیوٹی Join کرتی ہیں تو بعد ازاں کوشش کر کے نزدیکی دیہاتوں میں تبادلہ کروا لیتی ہیں یا پھر قاعدہ اور قانون میں دی گئی مراعات کے تحت طبی رخصت حاصل کر لیتی ہیں اور تبادلہ کے لیے کوشاں رہتی ہیں۔ اس بنا پر دیہاتی سکولوں میں معلمات کی غیر حاضری کا تاثر پایا جاتا ہے۔
(ب) رخصت پر جانے والی معلمات کے علاوہ باقی معلمات اپنے سکولوں میں ڈیوٹی پر حاضر رہتی ہیں۔

(ج) محکمہ تعلیم پہلے ہی معلمات کو ممکن حد تک ان کے گھروں کے قریب واقع سکولوں میں تعینات کرنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

جناب فرید احمد پراچہ: جناب والا! میرا ضمنی سوال ہے کہ اس سوال کے جزو الف' ب کے جواب میں محکمہ نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ معلمات کو دور دراز علاقوں میں لگانے کی وجہ سے وہ یا تو ڈیوٹی Join نہیں کرتیں یا کوشش کر کے نزدیکی علاقوں میں تبادلہ کرواتی ہیں یا پھر لمبی رخصت لے لیتی ہیں یا وہ اس کے لیے کوشاں رہتی ہیں کہ وہ تبادلہ کروائیں۔ اس لیے دیہاتی سکولوں میں معلمات کی غیر حاضری کا تاثر پایا جاتا ہے۔ یعنی اس بات کا اعتراف ہے کہ ایک بہت بڑا مسئلہ موجود ہے جس کی وجہ سے دیہاتی علاقوں میں تعلیم کا نظام درہم برہم ہے' معلمات پریشان ہیں۔ کیا محکمہ نے اس کے تدارک کے لیے کوئی تجویز یا کوئی عملی اقدامات کیے ہیں؟ جناب سپیکر! میں تھوڑی سی وضاحت کے لیے عرض کرتا ہوں کہ لاہور میں ایسی معلمات ہیں جو کہ صبح چار بجے اپنے گھر سے نکلتی ہیں' چار سواریاں تبدیل کر کے وہ اپنی جائے تعیناتی پہنچتی ہیں اور رات 8-00 بجے وہ واپس اپنے گھر واپس پہنچتی ہیں۔ کئی معلمات پر راستے میں مجرمانہ حملے بھی ہوئے ہیں۔ یہ سارا ایسا گھمبیر مسئلہ ہے اس کا وزیر اعظم صاحب نے اعتراف کرنے کے باوجود کون سا حل ڈھونڈا ہے؟

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! اس بات سے ہمارے فاضل رکن بھی انکار نہیں کریں گے کہ تمام معلمات کو شہروں میں ایڈجسٹ کرنا بالکل ناممکن ہے۔ شہروں میں اتنی پوسٹیں نہیں ہوتیں اور معلمات یا معلمین کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ لامحالہ جب ایک شخص محکمہ تعلیم میں آتا ہے اور اگر ہم اسے ملازمت دیتے ہیں تو اسے پتا ہوتا ہے کہ اسے دیہات میں جانا ہے۔ اس حقیقت کو سامنے رکھ کر وہ ہم سے نوکری لیتا ہے۔ اگر وہ دیہات میں interested نہیں ہے تو اسے ملازمت قبول نہیں کرنی چاہیے۔ لیکن ہمیں اس بات کا احساس ہے اور ہم کوشش کر رہے ہیں کہ ٹیچرز کو ان کے علاقوں میں لگایا جائے۔ اب جو نئی پالیسی بنائی ہے لیکن ہمیں اس بات کا احساس ہے اور ہم کوشش کر رہے ہیں کہ ٹیچرز کو ان کے علاقوں میں لگایا جائے۔ اب جو نئی پالیسی بنائی ہے اس کے تحت خاص طور پر مقامی پی ٹی سی ٹیچرز کو ہم ترجیح دے رہے ہیں۔ پی

ٹی سی ٹیچرز کو مرکز لیول پر وہاں تعینات کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ ہم نے ایک نیا گرلز پرائمری ایجوکیشن فاؤنڈیشن شروع کیا ہے جس کے تحت ہم دیہاتوں میں cluster hos-tels کی سکیم متعارف کروانے والے ہیں۔ مختلف دیہات کے درمیان ہم معلمات کے لیے ایسے ہوسٹل بنائیں گے جہاں اس علاقے کی مرکز تحصیل لیول کی ٹیچرز رہ سکیں گی۔

جناب سپیکر : ضمنی سوال' جناب فرید احمد پراچہ۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا وزیر تعلیم کے علم میں ہے کہ ہندوستان اور بنگلہ دیش جو ہمارے قریبی ممالک ہیں اور ہماری طرح کے ہی حالات رکھتے ہیں وہاں پر اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے ٹرانسپورٹ کا انتظام کیا گیا ہے۔ وہاں اجتماعی بندوبست کرکے ان کو سکولوں میں پہنچایا جاتا ہے۔ کیا اس طرح کا انتظام کرنے کے لیے وزیر موصوف تیار ہیں؟ وہ اپنی تنخواہ میں سے اس کے لیے حصہ کٹوائیں گی۔ کیا وہ اجتماعی انتظام کرنے کے لیے تیار ہیں کہ انہیں کم از کم ٹرانسپورٹ تو فراہم کی جائے جو انہیں ان کے سکولوں تک پہنچائے؟

وزیر تعلیم : جناب سپیکر! محکمہ تعلیم کا کام تعلیم دینا ہے' ٹرانسپورٹ چلانا نہیں ہے۔ ویسے بھی ہمارا ٹرانسپورٹ کا نظام بڑا comprehensive ہے اور پرائیویٹ سیکٹر بھی اس میں شامل ہے۔ وزیر ٹرانسپورٹ تشریف فرما ہیں۔ اس سلسلے میں وہ ان سے بہتر طور پر پوچھ سکتے ہیں۔

جناب فرید احمد پراچہ : انہوں نے کہا ہے کہ محکمے کی ذمہ داری تعلیم دینا ہے۔ لیکن اس اہم مسئلے کی وجہ سے تعلیم ہی نہیں دی جا رہی۔ صرف تنخواہیں مل رہی ہیں اور سکول خالی ہیں۔ تو اتنے بڑے مسئلے کا جواب یہ نہیں ہے کہ یہ ہماری ذمہ داری نہیں ہے۔ یہ ان کی ذمہ داری ہے۔ اس کے لیے چاہے پرائیویٹ سیکٹر کو آپ اس میں شامل کریں' ان کو بلائیں' دعوت دیں' اس کے لیے انتظام کریں' سوچ و بچار کریں۔ لیکن اس طرح سے اس کو چھوڑ دینا کہ یہ ہماری ذمہ داری نہیں ہے تو یہ ٹھیک نہیں ہے۔

جناب سپیکر : ضمنی سوال کیا ہوا؟ ڈاکٹر محمد افضل اعزاز صاحب ضمنی سوال۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : دیہاتوں اور شہروں میں تعینات اساتذہ کے کنوینس الاؤنس' ہاؤس

رینٹ اور دوسرے الاؤنسوں میں کتنا تفاوت ہے؟

وزیر تعلیم : جناب سپیکر! یہ سٹی الاؤنس کی بات کر رہے ہیں۔ بڑے شہروں میں یہ الاؤنس 45 فی صد ہے اور چھوٹے شہروں میں 35 فی صد کے قریب یہ الاؤنس ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جو چھوٹے شہروں میں تعینات ہیں انہیں تو پینتیس فی صد دیتے ہیں اور بڑے شہروں میں جہاں ٹرانسپورٹ کی تمام سہولتیں میسر ہیں انہیں پینتالیس فی صد دیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اساتذہ دیہاتوں میں نہیں جاتے جس سے تعلیم کا ہرج اور نقصان ہوتا ہے۔ کیا کوئی ایسی پالیسی مرتب کی جا رہی ہے جس میں یہ الاؤنس برابر کیا جائے یا دیہاتوں میں جانے والے اساتذہ کی مراعات بڑھائی جائیں؟

وزیر تعلیم : جناب سپیکر! ہم اس پر غور کر رہے ہیں کہ دیہاتوں میں جو اساتذہ تعینات ہوتے ہیں ہم ان کے لیے کوئی incentive مہیا کریں تاکہ اگر استاد صرف تنخواہ کے پہلو کی وجہ سے دیہات میں نہیں جاتا تو وہ ہاں جانا شروع کر دے۔ لیکن اس میں صرف تنخواہ کا پہلو شامل نہیں ہے' بلکہ اس میں دور دراز علاقوں میں جانے کا پہلو بھی شامل ہوتا ہے۔

جناب سپیکر : حاجی احمد خان صاحب ضمنی سوال۔

خان احمد خان بلوچ : جناب والا! سوال میں تسلیم کیا گیا ہے کہ دیہاتوں میں غیر حاضری ہے۔ یہ زیادتی دیہاتوں کے سکولوں کے ساتھ ہوتی ہے کہ وہاں معلمات نہیں ہیں' سکول بند پڑے ہیں۔ صرف گرلز سائیڈ پر یہ نہیں بلکہ بوائز سائیڈ پر بھی یہی حال ہے' چاہے مڈل سکول ہو یا ہائی سکول ہو' دیہاتوں میں وہ نہیں جاتیں۔ جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ آیا حکومت کے ذہن میں کوئی ایسی تجویز ہے کہ جس طرح ڈاکٹروں سے پہلے ایک اقرار نامہ لیا جاتا ہے کہ اگر تم یہاں جانا پسند کرتے ہو تو دو سال نہ تو تبادلہ کراؤ گے اور نہ لمبی چھٹی پر جاؤ گے۔ پہلے تو استانیاں/استاد خوشی سے وہاں کے آرڈر لے لیتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ لمبی چھٹی کی وجہ سے غیر حاضر ہو جاتے ہیں۔ اگر پہلے ان سے پوچھ لیا جائے کہ اگر آپ اس سکول میں جائیں گی تو دو سال تک آپ کو دیہات کے سکول میں پڑھانا پڑے گا۔ جیسے ڈاکٹروں کے لیے پالیسی بنا دی گئی ہے کہ وہ اقرار نامہ دے دیتے ہیں کہ ہم دو سال دیہات میں پورے کریں گے اور اس کے بعد شہروں میں آئیں گے۔ کیا ڈاکٹروں کی طرح اساتذہ

کے لیے بھی حکومت کے ذہن میں کوئی ایسی پالیسی ہے کہ وہ بھی ڈاکٹروں کی طرح دیہاتوں میں دو سال پورے کریں تاکہ دیہاتوں کے سکول بند نہ پڑے رہیں اور دیہاتوں میں بھی اچھے اساتذہ جا سکیں۔ اور دیہاتی بچے بھی اچھی تعلیم سے بہرہ ور ہو سکیں؟

وزیر تعلیم : جناب سپیکر! پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم نے یہ تسلیم نہیں کیا کہ معلمات غیر حاضر ہوتی ہیں۔ ہم نے کہا کہ یہ تاثر پایا جاتا ہے۔ چونکہ وہ وہاں جانا پسند نہیں کرتیں اس وجہ سے یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ وہ غیر حاضر ہیں۔ جہاں تک انہوں نے تجویز دی ہے تو ہم اس پر بھی غور کر رہے ہیں کہ ہم جو نئی پالیسی بنانے والے ہیں اس کے تحت ہم ٹیچرز کو نہ صرف دیہاتوں میں بلکہ شہروں میں بھی جس جگہ تعینات کریں گے ہم انہیں اس بات کا پابند کریں گے اور ایک عرصہ مقرر کریں گے اور جو بھی ٹیچر آئندہ بھرتی ہوگا ایک یا دو سال تک اس کا تبادلہ بالکل نہیں ہوگا۔

جناب سپیکر : راجہ خلیق اللہ خان۔

راجہ خلیق اللہ خان : سوال نمبر 877-

## جنرل کیڈر کی پوسٹوں پر تعینات غیر متعلقہ افراد کی تفصیل

☆ 877- راجہ خلیق اللہ خان : کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :

(الف) اس وقت صوبہ میں جنرل کیڈر کی پوسٹوں پر نیشنلائزڈ فلوٹنگ کے کتنے افسر متعین ہیں۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو اس بے قاعدگی کی وجوہ کیا ہیں اور اس بے قاعدگی کے مرتکب افراد کے خلاف کیا کارروائی کی گئی ہے؟

وزیر تعلیم (بیرسٹر عثمان ابراہیم) :

(الف) اس وقت جنرل کیڈر کی پوسٹوں پر نیشنلائزڈ فلوٹنگ کے 4 افسران کر رہے ہیں۔

(ب) یہ کوئی بے قاعدگی نہیں قوانین اور ضوابط کے تحت ایسی کوئی پابندی نہیں کہ جنرل کیڈر کی اسامیوں پر نیشنلائیزڈ کیڈر کے اساتذہ کو تعینات نہ کیا جا سکتا ہے۔

راجہ خلیق اللہ خان : جناب والا! جواب میں کہا گیا ہے کہ جنرل کیڈر کی پوسٹوں پر صرف چار افسران نیشنلائزڈ فلوٹنگ لیے گئے ہیں۔ لیکن میری اطلاع کے مطابق نو افسران ہیں جو

نیشنلائزڈ کیڈر کے ہیں۔ انہیں جنرل پوسٹنگ پر پوسٹ کیا گیا ہے۔ ان کے نام یہ ہیں۔ مس شمیم شاہ جو گوجرانوالہ سے ہے' اسحاق راولپنڈی سے ہے' اقبال کھوکھر ڈی ای او نارووال سے ہے' چودھری حیات محمد۔۔۔ یہ نو ہیں۔ یہ سب جنرل پوسٹ پر ہیں یا نیشنل پوسٹ پر ہیں؟

وزیر تعلیم : جناب سپیکر! انہوں نے سوال یہ پوچھا ہے۔ اس وقت صوبہ میں جنرل کیڈر کی پوسٹوں پر نیشنلائزڈ فلوٹنگ کے کتنے افسر متعین ہیں۔ تو میں نے جو جواب دیا ہے وہ نیشنلائزڈ فلوٹنگ کے افسران کا دیا ہے' نیشنلائزڈ افسران کا نہیں دیا۔ جناب سپیکر! اصولی طور پر سوال کرنے سے پہلے انہیں اس فرق کا پتا ہونا چاہیے تھا۔ اگر فرق کا ہی پتا نہیں کہ نیشنلائزڈ کیڈر کیا ہے اور نیشنلائزڈ فلوٹنگ کیڈر کیا ہے تو پھر انہیں سوال ہی نہیں کرنا چاہیے تھا۔ لیکن میں انہیں فرق بتا دیتا ہوں۔ جب پرائیویٹ ادارے نیشنلائزڈ ہوئے تھے تو اس وقت جو ایس ایس ٹی حضرات ہیڈ ماسٹر تھے نیشنلائزیشن کے بعد ان کی سینیارٹی لسٹ مقرر کی گئی تھی۔ اور جب سینیارٹی میں ہیڈ ماسٹر کے لیے ان کا نام نہیں آیا تھا تو ان کو فلوٹنگ کر دیا گیا تھا تاکہ وہ جہاں بھی جائیں گے اپنی پوسٹ کو ساتھ لے کر جائیں گے۔ تو اس لحاظ سے ان کو فلوٹنگ کہا جاتا ہے۔ آہستہ آہستہ یہ کیڈر close ہوتا جا رہا ہے۔ جوں نیشنلائزڈ فلوٹنگ کے آفیسرز ریٹائر ہو رہے ہیں ان کی پوسٹیں ختم ہو رہی ہیں اور جو پوسٹیں اپ گریڈ ہوتی ہیں وہ دوبارہ ایس ایس ٹی کے گریڈ میں revert ہو جاتی ہیں۔

راجہ خلیق اللہ خان : جناب والا! انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ فلوٹنگ او نیشنلائزڈ میں کوئی فرق نہیں تو میں ایک سرکولر نمبر 1335 مورخہ 2-5-91 جو ان کے دفتر سے جاری ہوا ہے پڑھتا ہوں۔

> "Mrs. Surraya Bashir a holder of a post in the office of District Education Officer, Gujranwala has been posted adjusted against the post of District Education Officer Tehsil Wazirabad. Her posting is contrary to the policy of the Government."

تو میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ چار آدمی جو انہوں نے نیشنلائزڈ کیڈر پر لگائے ہوئے ہیں کیا

یہ گورنمنٹ کی پالیسی کے مطابق ہیں؟ اور جو میں نے 9 افراد کا ذکر کیا ہے کیا وہ نیشنلائزڈ یا فلوٹنگ کیڈر کے نہیں ہیں اور انہیں وہاں کیوں لگایا گیا ہے؟

وزیر تعلیم : جناب سپیکر! اس کا جواب تو ہم نے دے دیا ہے۔ یہ کوئی بے قاعدگی نہیں ہے کہ جنرل کیڈر کی اسامیوں پر نیشنلائزڈ کیڈر کے اساتذہ کو تعینات نہ کیا جائے۔ جس محترمہ کا یہ خاص طور پر ذکر کر رہے ہیں وہ اب ڈپٹی ڈی ای وزیر آباد نہیں ہیں۔ وہاں سے وہ واپس آگئی ہیں۔

راجہ خلیق اللہ خان : جناب سپیکر! وزیر موصوف انکار کر دیں کہ وہ ڈپٹی ڈی ای او نہیں لگی ہوئی۔ میرے پاس ثبوت ہے۔ اگر یہ چاہیں تو میں پیش کر سکتا ہوں۔

جناب سپیکر : راجہ صاحب۔ آپ کا ضمنی سوال کیا ہوا؟

راجہ خلیق اللہ خان : جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ فلوٹنگ پوسٹ پر 4 آدمی لگے ہوئے ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ 9 آدمی لگے ہوئے ہیں اور گورنمنٹ کی پالیسی ہے کہ جنرل کیڈر پر' نیشنلائزڈ پوسٹ یا فلوٹنگ پوسٹ کے استاد نہیں لگ سکتے۔ اس سلسلے میں میرے پاس ان کا لیٹر ہے۔

جناب سپیکر : ضمنی سوال کیا ہوا؟

راجہ خلیق اللہ خان : جناب والا! بات یہ ہے کہ انہوں نے خود ہی ایک پالیسی کی viola-tion کی ہے اپنے مخصوص ٹیچرز کو اپنانے کے لیے اور ان کو procure کرنے کے لیے یہی میرا سوال ہے۔

جناب سپیکر : راجہ صاحب۔ یہ سوال تو نہ ہوا۔ یہ تو ایک بات ہوئی۔ ویسے یہ ایک alle-gation ہو سکتا ہے سوال نہیں ہو سکتا۔

راجہ خلیق اللہ خان : جناب والا! انہوں نے کہا ہے کہ چار لگے ہوئے ہیں۔ تو میں ان کو چیلنج کرتا ہوں کہ نہیں۔ فلوٹنگ پوسٹ پر 9 افسران لگے ہوئے ہیں وہ اس بات سے انکار کریں کہ نہیں لگے ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر : تو سوال کیا ہوا؟

راجہ خلیق اللہ خان : جناب والا! میرا سوال یہ ہے کہ انہوں نے جواب میں کہا ہے کہ

صرف چار افراد فلوٹنگ پوسٹ پر گورنمنٹ نے لگائے ہوئے ہیں۔ میں یہ پڑھ کر سناتا ہوں۔ "اس وقت جنرل کیڈر کی پوسٹوں پر نیشنلائزڈ فلوٹنگ کے 4 افسران کام کر رہے ہیں۔" یہ ان کا جواب ہے۔ تو میں اس کو چیلنج کر رہا ہوں کہ جناب کے 4 افسران فلوٹنگ پوسٹ پر نہیں ہیں بلکہ اس سے زیادہ لوگ نیشنلائزڈ پوسٹ پر کام کر رہے ہیں ان کی تعداد 9 ہے۔ یہ انکار کریں کہ نہیں ہیں۔

جناب سپیکر : تو سوال کیا ہوا؟

راجہ خلیق اللہ خان : جناب والا! سوال یہ ہے کہ انہوں نے ایک پالیسی بنائی ہوئی ہے۔ میں نے یہ عرض کیا ہے کہ نو افسران فلوٹنگ پوسٹ کے جنرل کیڈر پر لگے ہوئے ہیں تو وہ کیوں لگے ہوئے ہیں؟

جناب سپیکر : ہاں یہ بات ہوئی Now it is a question and it is a relevant question. Minister Education please.

وزیر تعلیم : جناب والا! معزز رکن اس لیے سوالات کر رہے ہیں کہ انہیں نیشنلائزڈ کیڈر کا اور نیشنلائزڈ فلوٹنگ کیڈر کے فرق کا ابھی تک پتا نہیں ہے۔ اگر وہ سمجھتے ہیں کہ جواب غلط ہے تو تحریک استحقاق پیش کریں۔

راجہ خلیق اللہ خان : جناب والا! یہ دونوں لکھا ہوا ہے کہ نیشنلائزڈ اور فلوٹنگ کے چار افسران کام کر رہے ہیں۔ یہ جواب پڑھ لیں۔

بیگم فوزیہ بہرام : ضمنی سوال جناب والا!

جناب سپیکر : بیگم صاحب۔ آپ اس میں صلح کرانا چاہتی ہیں؟

بیگم فوزیہ بہرام : جی نہیں۔ میں ایک ضمنی سوال کرنا چاہتی ہوں۔ انہوں نے یعنی راجہ صاحب نے جو سوال کیا ہے وہ اسے واضح نہیں کر رہے۔ نیشنلائزڈ کیڈر اور جنرل کیڈر کو انہوں نے آپس میں مدغم بھی کیا ہے۔ اس لیے کسی حد تک منسٹر صاحب بھی صحیح ہیں۔ بات یہ بنتی ہے کہ erratic posting ہوئی ہیں۔ اور erratic posting کی ان کے محکمے میں اجازت نہیں ہے جس کا ثبوت ابھی راجہ صاحب کے ہاتھ میں ہے۔ تو منسٹر صاحب صرف یہ بتائیں کہ صوبہ میں محکمہ کی جو erratic posting ہیں کیا وہ ان کو ختم کرنے کو

تیار ہیں یا ان کو continue رکھیں گے against the policy of the department and against the policy of the Goverment?

وزیر تعلیم : جناب سپیکر! میں اپنی فاضل بہن سے یہ عرض کروں گا کہ erratic post-ing کی definitions ذرا آپ ملاحظہ فرمائیں۔ erratic posting وہ ہوتی ہیں کہ لوئر گریڈ والا ہائر گریڈ پر چلا جائے۔ یا ایک جغرافیے کا لیکچرار' ہسٹری میں چلا جائے۔ لیکن erratic posting کی ٹرم کو کالج کیڈر میں استعمال کیا جاتا ہے' سکول کیڈر میں استعمال نہیں کیا جاتا۔ اور میں یہ پہلے کہہ چکا ہوا کہ جنرل کیڈر پر نیشنلائزڈ فلوٹنگ کی تعیناتی کوئی بے قاعدگی نہیں۔

بیگم فوزیہ بہرام : جناب والا! اگر سکول تک آتے ہیں تو میں ان کو بتاؤں میرے ضلع میں انہوں نے گذشتہ کئی سالوں سے erratic posting کی سکول کے ایک ڈپٹی ڈی ای او جو کہ گریڈ سولہ کی ہے اس کو گریڈ 18 میں تعینات رکھا۔ حال ہی میں ہم نے ان کو ٹرانسفر کروایا کیونکہ ہمارے پاس گریڈ 18 کی سینئر خواتین موجود تھیں۔ جب ہم نے ان کو ٹرانسفر کروایا تو اسی خاتون کو انہوں نے پھر جنڈ میں erratic posting کے اوپر ڈپٹی ڈی ای او لگا دیا۔ اس کو یہ کیسے Justify کریں گے ؟

وزیر ٹرانسپورٹ (ملک سلیم اقبال) : جناب والا! ضمنی سوال کے' پیچھے ایک کہانی ہے۔

بیگم فوزیہ بہرام : جناب والا! اگر وزیر ٹرانسپورٹ ان کی مدد کرنا چاہتے ہیں تو کسی اور طریقے سے کریں۔ اس کے پیچھے کوئی کہانی نہیں یہ حقیقت ہے کہ انہوں نے میرے ضلع میں ایک خاتون لگائی رکھی ہے۔ جسے میں نے بڑی مشکل سے ٹرانسفر کروایا کیونکہ سینئر خواتین موجود تھیں۔ اور اب جب ان کو ہٹایا تو پھر ایک اور ضلع میں اسی خاتون کو لگا دیا اور اس گریڈ 16 کی خاتون اور ان کا میرے ساتھ گلہ تھا کہ آپ نے ایسا کام کیوں ہونے دیا ڈی ای او لگا دیا۔ تو چلیں' اگر ایک ہی خاتون کے ساتھ یہ مہربانی ہے تو کیوں ہے میں اگر دیکھنا چاہوں تو اس قسم کے پیسیوں کیس ہیں وزیر موصوف سے میرا تو سیدھا سا سوال ہے کہ اگر انہوں نے مجھے erratic posting کی definition بتائی تو اس definition کے مطابق بھی میں نے انہیں ایک کیس نکال دیا۔ تو یہ بتا دیں کہ erratic posting میں سکول کیڈر

میں، یعنی کالج کو ہم چھوڑ دیتے ہیں اور سوال بھی سکول کے متعلق ہے، صرف ڈی ای او کی حد تک یہ erratic posting remove کرنے کو تیار ہیں یا ان کو continue رکھیں گے؟ میرا صرف یہ سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر تعلیم صاحب۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! یہ اصل میں لوکل مسئلہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ آپس میں فیصلہ کریں تو بہتر ہے۔ کیونکہ یہ کسی محترمہ کا ذکر کر رہی ہیں جو پہلے وہاں تعینات تھیں اور وہاں سے انہوں نے تبدیل کروایا ہے اور ہمارے جناب ٹرانسپورٹ منسٹر صاحب نے شاید کسی اور جگہ لگوایا ہے۔ تو میرا خیال ہے کہ یہ آپس میں بیٹھ کر طے کر لیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔

(قطع کلامیاں)

بیگم فوزیہ بہرام: جناب سپیکر! میں نے یہ سوال قطعی کسی مذاق کے زمرے میں نہیں کیا اور نہ میں نے آج تک اس اسمبلی کے اوپر سوال یا کسی بھی business hour میں کسی قسم کا مذاق کیا ہے؟ مجھے ان کے جواب پر بہت اعتراض ہے۔ اور اگر یہ میرے سوال کا جواب نہیں دینا چاہتے تو نہ دیں۔ میرا اس سے کوئی ذاتی تعلق نہیں یہ تو راجہ صاحب سوال کر رہے تھے جو relevant تھا۔ میرے علم میں بہت سی بے قاعدگیاں ہیں۔ میں اپنے ضلع کی مشاورتی کمیٹی تعلیم کی چیئرپرسن بھی ہوں اور میرے علم میں بہت سے واقعات ہیں۔ اگر منسٹر صاحب یہ سمجھتے ہیں تو میں بتا دوں کہ میرا اس سے کسی قسم کا کوئی ذاتی تعلق نہیں۔ If he wants to continue with the erratic posting he is most welcome. میں نے تو صرف ایک سوال کیا کہ یہ اس کو continue رکھنا چاہتے ہیں یا remone کر رہے ہیں۔ He should just give me its answer, and I have got nothing behind. I have never got anything behind. اور اس بات کو میں اپنے self respect کے against سمجھتی ہوں کہ میں کسی کے خلاف اس طرح ذاتی بات کروں I have spoken against a policy.

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! میں اپنی بہن سے معذرت چاہتا ہوں اگر انہیں اس بات سے دکھ پہنچا ہے۔ میں نے تو ایک جنرل بات کی تھی۔ مجھے ان کے ساتھ کام کرتے ہوئے بہت

عرصہ ہو گیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ان کا مزاج کیسا ہے۔ ہم نے خاص طور پر ویمن یونیورسٹی کی تکمیل کے بارے میں اکٹھے بہت کام کیا ہے اور ان کے مشوروں سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ جہاں تک اس particular مسئلے کا تعلق ہے تو ہماری پالیسی یہی ہے کہ یہ جو پوسٹنگ ہوتی ہے وہ صحیح کیڈر کے صحیح گریڈ کے لوگوں کو لگاتے ہیں۔ لیکن اگر کسی جگہ ہمیں دقت پیش آ رہی ہو تو پھر کام کو چلانے کے لیے محکمے کے نظام کو چلانے کے لیے ہمیں لوئر گریڈ کی پوسٹنگ کرنی پڑتی ہے لیکن یہ بہت کم مواقع پر ایسا کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : ضمنی سوال۔

جناب سپیکر : جی' ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب ضمنی سوال۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب سپیکر! محترمہ فوزیہ بہرام صاحبہ نے ابھی ایک سوال اٹھایا اور اس کے جواب میں وزیر اطلاعات و ٹرانسپورٹ نے یہ فرمایا تھا کہ اس کے پس منظر میں ایک کہانی ہے۔ تو میرا سوال یہ ہے کہ وہ کہانی یہاں بیان کر دی جائے تو ہمارے لیے معلومات میں اضافہ ہوگا۔

بیگم فوزیہ بہرام : جناب سپیکر! میری بھی گزارش ہے کہ منسٹر ٹرانسپورٹ صاحب وہ کہانی بیان کر دیں۔ جس کی انہوں نے نشان دہی کی ہے۔

جناب سپیکر : جی' وہ تو ٹرانسپورٹ کے وقفہ سوالات میں ان سے کہیں گے۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! کیا وقفہ سوالات میں کوئی کہانی بیان کی جا سکتی ہے؟

جناب سپیکر : جی' نہیں کی جا سکتی۔

Raja Sahib, is there any supplementary question?

راجہ خلیق اللہ خان : جناب سپیکر! یہ جو ابھی سوال ہوا ہے اس میں بھی انہوں نے یہی لکھا ہے کہ۔

Director of public instructions has taken a serious notice of erratic postings. تو میں یہ سوال کرنا چاہتا ہوں کہ کب تک یہ erratic posting ہیں اور ان کو کب تک ختم کرنے کا ارادہ ہے؟

جناب سپیکر : جی منسٹر ایجوکیشن پلیز۔

This is the last supplementary question.

وزیر تعلیم : جناب سپیکر! آپ next بول چکے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ رولز کے مطابق یہ ضمنی سوال نہیں بنتا تھا۔

جناب سپیکر : نہیں' next میں نے ابھی نہیں بولا تھا۔

وزیر تعلیم : جناب سپیکر! آپ نے next کہا تھا۔ (قہقہے) آپ ریکارڈ ملاحظہ فرمائیں۔

راجہ خلیق اللہ خان : جناب سپیکر! اگر ان کے پاس جواب نہیں ہے تو یہ کہہ دیں میں سوال واپس لے لیتا ہوں۔

وزیر تعلیم : جناب سپیکر! میں جواب دیتا ہوں کہ پہلے بھی میں عرض کر چکا ہوں کہ ہم نے خاص طور پر بہت سختی سے اس پالیسی پر عمل کیا ہے کہ erratic postings نہیں ہونے دیں گے اور میں پھر دھراتا ہوں کہ نیشنلائزڈ فلوٹنگ کا جو آفیسر ہے اگر اسے جنرل کیڈر کی پوسٹنگ پر تعینات کر دیا جائے تو یہ کوئی erratic posting نہیں۔

راجہ خلیق اللہ خان : جناب سپیکر! میرے پاس ڈائریکٹر ایجوکیشن کا لیٹر ہے اس میں اس بات کو نظر انداز کیا ہوا ہے کہ آپ نے اس کی پوسٹنگ غلط کی ہے۔ وہ فلوٹنگ پوسٹ کی لیڈی ہے اور اس کو آپ نے جنرل کیڈر پر لگایا ہوا ہے۔ یہ یا ان کی پالیسی غلط ہے یا انہوں نے اپنے محکمے کو گمراہ کیا ہے یا یہ غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں؟

جناب سپیکر : راجہ صاحب۔ اس کو تو آپ دوسرے انداز میں بھی لے سکتے ہیں۔ یہ آپ کے پاس remedy ہے۔ تو اگلا سوال حاجی احمد خان ہرل صاحب۔ حاجی احمد خان ہرل کے ایماء پر

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : سوال نمبر 1032 (طبع شدہ دریافت کیا گیا۔)

## خالی اسامیاں پُر کرنے کے لیے اقدام

☆ 1032- حاجی احمد خان ہرل : کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ گورنمنٹ گرلز ہائی سکول منڈی پھلروان تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا میں ہیڈ مسٹریس کی سیٹ خالی پڑی ہے۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ اسی سکول میں سائنسی ٹیچریس کی اسامیاں بھی خالی پڑی ہیں۔ جس کی وجہ سے طالبات کا قیمتی وقت ضائع ہو رہا ہے۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت ان اسامیوں کو پُر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم (بیرسٹر عثمان ابراہیم):

(الف) جی نہیں۔

(ب) یہ درست ہے کہ اس وقت سکول مذکورہ میں سائنس ٹیچریس کی اسامی خالی ہے' تاہم متبادل انتظام کے ذریعے کمی پوری کی جا رہی ہے

(ج) سائنس ٹیچریس کی اسامی پبلک سروس کمیشن کی طرف سے سفارشات ملنے پر پُر کر دی جائے گی۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب۔ ضمنی سوال ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب سپیکر! یہاں اکثر دیکھا گیا ہے کہ ہمارے وزراء کرام جب جواب دیتے ہیں تو اس میں یہ کہا جاتا ہے کہ انتظام کے ذریعے کمی پوری کی جا رہی ہے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: پوائنٹ آف آرڈر' ملک اقبال احمد خان صاحب۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب سپیکر! یہ میرے خیال میں کل ہی کی بات ہے یا پرسوں کی کہ آپ نے یہ رولنگ دی تھی کہ جو معزز رکن یہاں موجود نہ ہوں تو ان کے جو سوالات ہیں وہ نہ پڑھے جائیں۔ تو میرے خیال میں ایسی بات کل یا پرسوں ہوئی تھی۔

جناب سپیکر: جی' ملک صاحب۔ میں نے یہ رولنگ نہیں دی تھی کہ جو معزز اراکین یہاں موجود نہ ہوں ان کے ایماء پر سوال کو فیک اپ نہ کیا جائے' بلکہ میں نے یہ کہا تھا کہ آج ایوان میں میں نے یہ اچھا trend دیکھا ہے کہ جو معزز اراکین نے سوال کیے ہیں وہ موجود نہیں تھے ان کے ایماء پر ان کے سوالات کو فیک اپ نہیں کیا گیا۔ لیکن یہ آپ کی صوابدید ہے۔ یہ آپ کا اختیار ہے۔ اس کو سلب نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نہ کریں تو آپ کی اپنی مرضی

ہے۔ آپ ٹیک اپ کرنا چاہیں تو آپ کی اپنی مرضی ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب سپیکر! میرا سوال یہ ہے کہ وزرائے کرام یہاں اکثر جو جوابات دیتے ہیں اس میں یہ کہا جاتا ہے کہ ہم اس کمی کو پورا کر رہے ہیں۔ ہم پالیسی مرتب کر رہے ہیں۔ ہم سزا دینے کی تجاویز لے رہے ہیں اور اس کے بعد سفارشات ملنے پر ہم یہ اسامیاں پُر کر رہے ہیں۔ یہ اس قدر غیر واضح اور مبہم سوال ہوتے ہیں کہ جب تک یہ specific جواب نہ دیں اور پیریڈ کا تعین نہ کریں تو یہ بالکل سوالات کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ اگر اس قسم کے سوالات پر جواب دیا جائے تو وہ صرف ٹال مٹول ہوتی ہے۔ براہ کرم ان سے یہ کہا جائے کہ وہ باقاعدہ تاریخ کا تعین کریں کہ کب تک یہ بات پوری کی جائے گی۔

جناب سپیکر : ڈاکٹر صاحب۔ آپ کا ضمنی سوال کیا ہے؟

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس سوال کے جواب جز (ب) میں یہ کہا گیا ہے کہ "ٹیچرز کی اسامیاں خالی ہیں تاہم متبادل انتظام کے ذریعے کمی پوری کی جا رہی ہے" اس سے کیا مراد ہے؟

جناب سپیکر : جی، منسٹر ایجوکیشن پلیز۔

وزیر تعلیم : جناب سپیکر! ہر سوال کی nature علیحدہ ہوتی ہے اور کسی سوال کا specific دینا ممکن ہوتا ہے وہ ہم دے دیتے ہیں۔ یہ سوال کی نوعیت پر ہوتا ہے۔ جہاں تک ان کا یہ ضمنی سوال ہے۔ ہم نے یہ جواب دیا ہے کہ "تاہم متبادل انتظام کے ذریعے کمی پوری کی جا رہی ہے"۔ تو اس کے لیے ہم نے اس سیٹ پر مس بشریٰ پروین ہیں، وہ بھی ایس ایس ٹی ہیں، جنرل کیڈر میں ہیں لیکن ان کو اس سیٹ پر لگایا ہوا ہے۔ اور وہ اس سائنس ٹیچر کی کمی کو پورا کر رہی ہیں۔ جہاں تک ان کا سوال ہے کہ یہ کب تک ہے؟ تو اس سلسلہ میں ہم نے ایس ایس ٹی کی ریکوزیشن پبلک سروس کمیشن کو بھیج دی ہوئی ہے کیونکہ اب ایس ایس ٹی ٹیچرز پبلک سروس کمیشن کے ذریعہ بھرتی ہوں گے۔ انہوں نے اس کے لیے مورخہ 28 3-1992 کو اخبار میں بھرتی کے لیے اشتہار بھی دیا ہوا ہے۔ اب وہ ظاہر ہے کہ پبلک سروس کمیشن کا اپنا ایک طریق کار ہے۔ جب وہ اس سے گزریں گے اور بھرتی کریں گے تو

اس کے بعد ان ٹیچرز کی پوسٹنگ کر دیں گے۔

حاجی غلام ربانی : ضمنی سوال۔ جناب سپیکر! کیا وزیر تعلیم یہ بیان فرمائیں گے کہ جن گرلز مڈل سکول یا گرلز ہائی سکول میں سائنس ٹیچرز کی اسامیاں خالی ہیں۔ کیا ٹرینڈ سائنس ٹیچرز نہ ملنے کی صورت میں وہاں ان ٹرینڈ ایم ایس سی خواتین کی تقرری ہو سکتی ہے؟

جناب سپیکر : جی' منسٹر ایجوکیشن پلیز!

وزیر تعلیم : جناب سپیکر! یہ چونکہ کیڈر ایسا ہے کہ جو اب ہمارے کنٹرول میں نہیں ہے۔ یہ پبلک سروس کمیشن کا ہے اور جو بھی پوسٹ پبلک سروس کمشن کی ہو وہ ہم نہیں کرتے۔ ایسا کرنا تو پبلک سروس کمیشن کا کام ہے۔ لیکن جو لوئر کیڈر کی پوسٹیں ہوتی ہیں ان کے لیے ہماری پالیسی ہے کہ پی ٹی سی تو ان ٹرینڈ ویسے ہو نہیں سکتا۔ سوائے چند دور دراز علاقے ہیں جہاں ٹرینڈ نہ ہو وہاں ان ٹرینڈ لگاتے ہیں اور اس کے لیے بھی یہ ہے کہ ہم ٹائم پیریڈ specify کرتے ہیں کہ اس پیریڈ کے اندر اندر وہ مطلوبہ کوالیفکیشن پوری کرے ورنہ اسے نوکری سے برخاست کر دیا جاتا ہے۔

حاجی غلام ربانی : جناب سپیکر! اگر میں یہ کہوں کہ کیا یہ بات درست نہیں ہے کہ عرصہ دو سال سے دیہات کے جو گرلز ہائی سکول ہیں وہاں پر سائنس ٹیچرز نہ ہونے کے وجہ سے وہ خالی پڑے ہیں کیونکہ اکثر رجحان ہوتا ہے کہ جو بچیاں دیہات میں زیر تعلیم ہوتی ہیں ان کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ سائنس سبجیکٹ کو لیں تاکہ وہ آئندہ ڈاکٹر' سائنس ٹیچر' کیمسٹری سائنس یا اس مضمون کی طرف زیادہ توجہ دے سکیں۔ اس طرح سے میں خصوصاً اپنے علاقے کی بات کروں گا کہ جہاں چار گرلز ہائی سکول ہیں اور چاروں کے چاروں تقریباً ناکام ہو رہے ہیں اور تمام بچیاں وہاں سکول ہونے کی صورت میں بھی شہروں میں داخلہ لے رہی ہیں۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ایسے سکول میں ان ٹرینڈ ایم ایس سی ٹیچرز کی تقرری کرنی مناسب نہیں ہوگی؟

وزیر تعلیم : جناب سپیکر! میں عرض کر رہا ہوں کہ ان سیٹوں پر ان ٹرینڈ تو نہیں ٹرینڈ ٹیچرز بھی مہیا ہیں لیکن ایس ایس ٹی کا جو کیڈر ہے اس پر ہم تقرری کر ہی نہیں سکتے۔ تو یہ ٹرینڈ اور ان ٹرینڈ کا مسئلہ نہیں ہے۔ یہ تقرری کا مسئلہ ہے۔ اگر سیٹیں خالی ہیں تو ان کے لیے ہم

نے اب ریکوزیشن دی ہے اور پبلک سروس کمیشن باقاعدہ اس پر اپنا کام کر رہا ہے اور ہمیں امید ہے کہ بہت جلدی ہم یہ کمی پوری کر دیں گے۔

جناب ریاض فتیانہ : ضمنی سوال۔

جناب سپیکر : ریاض فتیانہ صاحب۔ ضمنی سوال۔

جناب ریاض فتیانہ : جناب سپیکر! شاید وزیر تعلیم حاجی غلام ربانی صاحب کا سوال صحیح معنوں میں سمجھ نہیں سکے۔ میرے بہترین علم میں ہے کہ پنجاب کے نہ صرف زنانہ بلکہ مردانہ تعلیمی اداروں میں بھی سائنس ٹیچرز نہ ہونے کے برابر ہیں اور اس وقت تعلیمی اداروں میں شدید نقصان ہو رہا ہے۔ تو جس طرح محترم چیف منسٹر صاحب نے اعلان کیا ہے کہ سبجیکٹ سپیشلسٹ اور لیکچرر ایڈھاک بنیادوں پر تقرر کیے جائیں گے تو میں نہیں سمجھتا کہ اس میں کوئی ایسی پرابلم ہو۔ اگر محترم وزیر تعلیم اپنی سمری موو کریں اور تجویز دیں کہ ایڈھاک بنیادوں پر ایس ایس ٹی سائنس کی تقرری بھی کی جا سکتی ہے اور اس میں وزیر موصوف کیا فرمائیں گے کہ محکمہ تعلیم میں ایسی کوئی تجویز ہے کہ بی ایس سی یا ایم ایس سی پاس بے روزگار نوجوانوں کو جب تک کہ پبلک سروس کمیشن سے سلیکشن نہیں آ جاتے درمیانی مدت کے لیے ایڈھاک بنیادوں پر تقرر کیا جائے۔

وزیر تعلیم : جناب سپیکر! ایڈھاک تقرری بنیادی طور پر صرف چھ ماہ کے لیے ہوتی ہے اور جہاں تک لیکچرار اور ایس۔ ایس۔ ٹی کا تعلق ہے ان کی پبلک سروس کے ذریعے تقرری کے لیے ذرا زیادہ عرصہ درکار ہے۔ لیکن جہاں تک سائنس ٹیچرز کا تعلق ہے اس کے متعلق پروسیس شروع ہو چکا ہے۔ فاضل رکن تو چھ ماہ کی بات کر رہے ہیں مگر ہمیں امید ہے کہ چھ ماہ سے پہلے ہی پبلک سروس کمیشن سائنس ٹیچرز کی تقرری کر کے ہمیں بھیج دیں گے۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ ان کے لیے ایڈھاک کی پالیسی بنانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : جناب سپیکر : میں آپ کے توسط سے وزیر موصوف سے پوچھنا چاہوں گا کہ انہوں نے ایس۔ ایس۔ ٹی کے لیے کمیشن کا ذکر کیا ہے۔ جناب والا! ایس۔ ایس۔ ٹی ڈویژنل بیسز پر بھرتی کرتے ہیں۔ تو جناب والا! کیا اس میں کوئی ایسی گنجائش رکھی جائے گی کہ ایس ایس ٹی ڈویژنل بیسز پر بھرتی کیے جائیں۔ کیونکہ اگر پنجاب بیسز پر ہوئے تو دور

افتادہ علاقوں میں استاد پڑھانے کے لیے نہیں جا سکیں گے۔ یہی وہ مسئلہ ہے جسے مجھے یہاں پیش کرنا پڑا ہے۔ لیکچرار اور گریڈ 17 کی تقرریاں پبلک سروس کمیشن ہمیشہ پراونشل بیسز پر مدٔ کرتا ہے اور ایس۔ ایس۔ ٹی کے بارے میں انہوں نے کمیشن کو کہا ہوا ہے تو کیا انہوں نے اس میں یہ وضاحت کی ہوئی ہے کہ ان کو ڈویژنل بیسز پر مدٔ کیا جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ ڈاکٹر صاحب کی یہ اچھی تجویز ہے۔ وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر تعلیم: جناب والا! میں نقطہ وضاحت پر عرض کرتا ہوں کہ یہ ڈسٹرکٹ بیس کی پوسٹیں ہیں اور ہم نے ان کو ڈسٹرکٹ بیس پر ہی بھیجا ہے۔

بقیہ سوالات کے جوابات میں ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے اور بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیے گئے ہیں۔

## نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

## سکول کی عمارت کی مرمت اور توسیع

☆1033- حاجی احمد خان ہرل: کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ گورنمنٹ مڈل سکول برائے طلباء پھلروان منڈی تحصیل پھلوال ضلع سرگودھا کا رقبہ محکمہ تعلیم کو منتقل ہو چکا ہے۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ اس سکول کی عمارت ناکارہ اور بوسیدہ ہونے کی وجہ سے گرنے کا خطرہ ہے۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اس سکول کی عمارت کی مرمت اور توسیع کا ارادہ رکھتی ہے اگر رکھتی ہے تو کب تک' اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر تعلیم (بیرسٹر عثمان ابراہیم):

(الف) یہ درست نہیں۔

(ب) یہ درست ہے۔

(ج) عمارت مذکورہ بلدیہ پھلروان کی ملکیت تھی۔ اس کی مرمت کا تخمینہ لگوا لیا ہے اور

زمین و عمارت کی باضابطہ منتقلی کے بعد مرمت کے لیے تخمینہ کی رقم مبلغ -/4,48,900 روپے فراہم کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

## قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی کے مرتکبین کے خلاف کارروائی

☆ 1038- خان غلام سرور خان : کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) آیا یہ درست ہے کہ محکمہ تعلیم کی طرف سے ایک گشتی مراسلہ نمبر ایس او (سی ای۔ II)1-89/32 مورخہ 14 ستمبر 1989ء کو محکمہ تعلیم کے جملہ ماتحت دفاتر کے سربراہان کے نام جاری ہوا تھا ایسا ہے تو کیا اس پر عمل درآمد ہو رہا ہے۔

(ب) اگر جز (الف) بالا کا جواب اثبات میں ہے تو مندرجہ ذیل ڈپٹی ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسرز اپنے ہی آبائی ضلع تحصیل میں کس کے حکم سے اور کب سے تعینات ہیں۔

1- حاجی منظور احمد ڈی ڈی ای او تحصیل ڈسکہ۔

2- محمد انور قریشی ڈی ڈی او تحصیل سیالکوٹ۔

3- محمد اسحاق ڈی ڈی او (پی ای پی) سیالکوٹ۔

4- چودھری غلام حسین ڈی ڈی او ہیڈ کوارٹر سیالکوٹ۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو متذکرہ بالا افسران کو قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی کرکے تعینات کرنے والے حکام کے خلاف کوئی انضباطی کارروائی کرنے کا ارادہ ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر تعلیم (بیرسٹر عثمان ابراہیم) :

(الف) جاری کیا گیا تھا۔ بعض ناگزیر انتظامی حالات کے تحت ایسی پالیسی پر جزوی طور پر عمل نہیں کیا گیا۔

(ب) ان افسران کے کوائف درج ذیل ہیں۔

1- ناظم تعلیمات (مدارس) گوجرانوالہ کے حکم مورخہ 5-4-1990 سے

2- حکم سیکرٹری تعلیم مورخہ 5-2-1989 سے

3- حکم ناظم تعلیمات عامہ پنجاب مورخہ 23-8-1989 سے

4- حکم ناظم تعلیمات عامہ پنجاب مورخہ 26-2-1986 سے

(ج) ناگزیر انتظامی حالات کے پیش نظر ایسا کیا گیا تھا۔ لہذا کسی کے خلاف کارروائی کرنے کی ضرورت نہ ہے۔

## حلقہ نمبر 146 کے سکولوں کی چار دیواری کی تکمیل

☆1145- حاجی سردار خان : کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ موضع کچا پکہ موضع پتھر۔ موضع حویلی بلا قدسنگھ بشمولہ ہردوسماری حلقہ پی پی نمبر 146 میں گرلز مڈل سکولوں کی عمارتیں تعمیر ہو چکی ہیں۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ مذکورہ گرلز سکولوں کی چار دیواریاں ابھی تک نہ بنی ہیں۔ اگر ایسا ہے تو مذکورہ سکولوں کی چار دیواریاں کب تک بنا دی جائیں گی؟

وزیر تعلیم (بیرسٹر عثمان ابراہیم) :

(الف) درست ہے۔

(ب) یہ درست ہے۔ کہ مذکورہ سکولوں کی چار دیواریاں ابھی تک نہیں تعمیر کرائی جا سکیں۔ سال رواں کے دوران گرلز مڈل مدارس کی چار دیواریوں کے لیے فنڈز سالانہ ترقیاتی پروگرام کے تحت میسر نہیں ہے۔ البتہ فاضل ایم پی اے اپنے صوابدیدی فنڈ سے چار دیواریاں تعمیر کروا سکتے ہیں۔

## جنرل کیڈر کے سٹور کیپروں کے لیے سروس رولز بنانا

☆1182- جناب ریاض فتیانہ : کیا وزیر تعلیم ازارہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ عرصہ 36 سال سے محکمہ تعلیم جنرل کیڈر میں کام کرنے والے سٹور کیپروں کے لیے سروس رولز بنانے سے قاصر رہا اور اب 1990ء کے کلیریکل سروس رولز کے تحت ان سٹور کیپروں کو کلیریکل سٹاف میں مدغم کر دیا گیا ہے۔

(ب) اگر جز (الف) بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا ان سٹور کیپرز کی سنیارٹی کا کلیریکل سٹاف میں تاریخ تقرری سے اندراج کیا گیا ہے اگر نہیں تو ان کی 36 سالہ سروس کس سنیارٹی میں شمار کی جائے گی اور ان کو ترقی اور سلیکشن گریڈ کہاں سے ملے گا

تفصیلاً بتایا جائے؟

وزیر تعلیم (بیرسٹر عثمان ابراہیم):

(الف) درست نہ ہے۔ البتہ جو سٹور کیپر کالج ونگ میں کام کرتے ہیں ابھی تک ان کو کلیریکل سٹاف میں مدغم کرنے کی کوئی تجویز زیر غور نہیں۔ جہاں تک سکول ونگ کا تعلق ہے۔ سٹور کیپروں کو کلیریکل سٹاف میں مدغم کرنے کا معاملہ زیر غور ہے۔

(ب) جہاں تک کالج ونگ کا تعلق ہیں اس سلسلہ میں پوزیشن اوپر (الف) میں واضح کر دی گئی ہے۔ سکول ونگ میں رولز میں ترمیم کرنے کے بعد سٹور کیپروں کی سینارٹی ان کی تاریخ تقرری کے مطابق کلیریکل سٹاف سینئر کلرک اور جونیئر کلرک کے ساتھ مدغم کر دی جائے گی۔ اور اس سنیارٹی کے مطابق ان سٹور کیپروں کو سکول ونگ میں سلیکشن گریڈ اور ترقی ملے گی۔

## ورکشاپ سپرنٹنڈنٹ کی اسامیوں کو اپ گریڈ کرنا

☆1183- جناب ریاض فتیانہ: کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے محکمہ تعلیم میں ایس ایس ٹی اساتذہ کو اپ گریڈ کرتے ہوئے انہیں سکیل نمبر 16 دے دیا ہے اگر ایسا ہے تو کیا گورنمنٹ ٹیکنیکل ہائی سکول فیصل آباد گورنمنٹ ٹیکنیکل گورنمنٹ ہائی سکول جوہر آباد اور گورنمنٹ ٹیکنیکل ہائی سکول بہاولپور میں ورکشاپ سپرنٹنڈنٹ کی اسامیاں جو کہ شروع ہی سے سکیل نمبر 16 میں چلی آ رہی ہیں ان کو بھی اپ گریڈ کر دیا گیا ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر تعلیم (بیرسٹر عثمان ابراہیم):

درست ہے۔

ایس ایس ٹی کی اسامی کے لیے کم از کم مطلوبہ تعلیمی قابلیت بی اے / بی ایس سی، بی ایڈ ہے۔ جب کہ ورکشاپ سپرنٹنڈنٹ کی اسامی کے لیے مطلوبہ تعلیمی قابلیت ایف ایس اس کے برابر ہے۔ لہذا ورکشاپ سپرنٹنڈنٹ کی اسامی کا سکیل بڑھانے کا جواز نہ ہے۔

## خلاف میرٹ داخلے کی تحقیقات

☆1203- ملک محمد ذاکر : کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) ہیلی کالج آف کامرس کلاس سال 1991ء (بی کام) کا میرٹ کتنا تھا۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ ہیلی کالج آف کامرس میں جتنے لڑکے داخل کیے گئے ان میں سے اکثر میرٹ پر نہیں آتے تھے اور انہیں بی بھگت کے ساتھ داخل کیا گیا ہے۔

(ج) اگر جز (ب) بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت اس بی بھگت کا جائزہ لینے کو تیار ہے اور ان افسران کے خلاف کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے جنہوں نے خلاف قانون میرٹ کے مطابق داخلے نہیں کیے ؟

وزیر تعلیم (بیرسٹر عثمان ابراہیم) :

(الف) پنجاب یونیورسٹی ہیلی کالج آف کامرس میں بی کام سال اول کا شفٹ وار میرٹ درج ذیل تھا۔

| | پہلی شفٹ کا میرٹ | | دوسری شفٹ کا میرٹ | |
|---|---|---|---|---|
| (الف) | ایف اے | 703 نمبر | ایف اے | 661 نمبر |
| | ایف ایس سی | 741 نمبر | ایف ایس سی | 717 نمبر |
| | آئی کام | 584 نمبر | آئی کام | 540 نمبر |
| | ڈی کام | 453 نمبر | ڈی کام | 423 نمبر |

(ب) درست نہ ہے۔ داخلے میرٹ کی بنیاد پر ہوئے ہیں۔

(ج) جزو "ب" کے جواب کی روشنی میں مطلوبہ کارروائی کی ضرورت نہیں تھی۔

## پرائیویٹ تعلیمی اداروں کو بند کرنے کے لیے اقدامات

☆ 1212- ملک طیب خان اعوان : کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ حکومت نے پچھلے کئی سال سے پی ٹی سی / سی ٹی اور ایس ایس ٹی کلاسوں کے لیے پرائیویٹ سکولوں کے اجراکی بھی اجازت دے رکھی ہے۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ ان اداروں سے فارغ التحصیل ہونے والے طالبعلموں کو بعد

میں روزگار کی تلاش میں کافی دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے جبکہ حکومت کے وسائل اتنے نہیں ہیں۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت ان پرائیویٹ اداروں کو بند کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر تعلیم (بیرسٹر عثمان ابراہیم):

(الف) درست نہ ہے۔ صرف سال 1991ء میں چند پرائیویٹ اداروں کے امیدواران کو ایک دفعہ کے لیے پی ٹی سی / سی ٹی امتحان دینے کی اجازت دی گئی تھی۔ جہاں تک ایس ایس ٹی کلاسز کا تعلق ہے۔ محکمہ تعلیم نے ایسی کلاسز کا کبھی بھی اجراء نہیں کیا نہ کسی پرائیویٹ اداروں میں ایسی کلاسیں ہوتی ہیں اور نہ ہی ایسی کوئی تجویز زیر غور ہے۔

(ب) حکومت وسائل کے مطابق نئے سکولوں کا اجراء کرتی رہتی ہے۔ اور اہلیت کے حامل اساتذہ کو بھرتی کیا جاتا ہے۔ کافی افراد پرائیویٹ سکولوں میں بطور تربیت یافتہ اساتذہ بھی ملازمت اختیار کر لیتے ہیں۔

(ج) حکومت وقتاً فوقتاً اخبارات اور دیگر ذرائع سے عوام اور پرائیویٹ اداروں کے مالکان کو متنبہ کرتی رہتی ہے کہ پی ٹی سی / سی ٹی کے پرائیویٹ تربیتی ادارے قانوناً کھولنے کی اجازت نہ ہے۔

## سیکنڈری سکول تکمیل کے لیے فوری اقدامات

☆1219- جناب پیر احمد شاہ کھگہ: کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ قصبہ نور شاہ ضلع ساہیوال میں واقع سیکنڈری ہائی سکول کی عمارت کو صحیح طریقہ سے تعمیر نہیں کیا گیا اور نہ ہی اس کی کوئی چار دیواری ہے۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں تو کیا حکومت اس سکول کی چار دیواری اور بقیہ عمارت کو تعمیر و مرمت کرانے کا کوئی پروگرام ہے اگر ہے تو کب تک؟

وزیر تعلیم (بیرسٹر عثمان ابراہیم):

(الف) یہ درست ہے کہ ہائر سیکنڈری سکول نور شاہ کی تعمیر میں چند خامیاں رہ گئی تھیں۔

مگر ڈی ای او ساہی وال کی نشاندہی پر محکمہ بلڈنگز نے ان خامیوں کو دور کرا دیا ہے۔ البتہ سکول کی چار دیواری پختہ نہیں تھی۔ جو اب تعمیر کرا دی گئی ہے۔

(ب) جز "الف" کے جواب کی روشنی میں اس کی ضرورت نہیں رہتی۔

## باہمی تبادلہ نہ کرنے کی وجوہات

☆ 1255- ملک احمد علی اولکھ : کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ نواب دین جونیئر کلرک دفتر ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر خواتین لاہور سٹی نے باہمی تبادلہ کے لیے درخواست دی۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ گورنمنٹ رحمانیہ گرلز ہائی سکول راوی روڈ کا کلرک محمد اصغر بھی رضا مند ہے۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ ان دونوں کلرکوں کی درخواست نمبر ای۔ III/ 1979ء کے تحت دفتر ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر خواتین لاہور سٹی نے بھی سفارش کی ہے۔

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو اب تک مذکورہ باہمی تبادلہ نہ کرنے کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم (بیرسٹر عثمان ابراہیم):

(الف) درست ہے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) درست ہے۔

(د) مذکورہ اہلکاران نے درخواستیں واپس لے لی ہیں۔

## سکول کی عمارت کی الاٹمنٹ

☆1265- رانا اکرام ربانی : کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ چک نمبر 2/24 آر تحصیل اوکاڑہ میں محکمہ اوقات کی زمین پر ڈسٹرکٹ کونسل فنڈ سے ایک سکول کی عمارت تعمیر کی گئی تھی۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ سکول کی نئی عمارت تعمیر کے بعد ایک شخص محمد رفیق کو 161

روپے ماہانہ مسلم لیگ کا دفتر قائم کرنے کے لیے الاٹ کر دی گئی ہے۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ چک ہذا کو دیگر عوامی ضروریات کے لیے اس رقبہ اور عمارات کی ضرورت ہے۔

(د) متذکرہ کرہ عمارت کی تعمیر کے اخراجات کی تفصیل اور الاٹمنٹ کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر تعلیم (بیرسٹر عثمان ابراہیم):

(الف) سکول مذکورہ کا اجراء 1960ء میں ایک گوردوارہ میں ہوا تھا جس میں یونین کونسل نے دو کمرے اور برآمدہ 75-1974ء میں تعمیر کرائے جو سکول کے زیر استعمال رہے۔

(ب) سکول مذکورہ مڈل کا درجہ پا کر مورخہ 3-1-1991 سے اپنی نئی عمارت میں منتقل ہو گیا تھا۔ اور گوردوارہ کی عمارت محکمہ غیر مسلم اوقات کو واپس کر دی تھی۔

(ج) غیر متعلقہ ہے۔

(د) 75-1974ء میں یونین کونسل نے 55000 کے تصرف سے دو کمرے اور برآمدہ تعمیر کروایا تھا جو 3 جنوری 1991ء تک محکمہ تعلیم کے استعمال میں رہا۔ اب یہ گوردوارہ محکمہ اوقات کو واپس ہو گیا ہے۔ اس عمارت کی محکمہ تعلیم نے کسی کو الاٹمنٹ نہیں کی۔

## ڈگری کالج کا قیام

☆ 1285- جناب ارشاد حسین سیٹھی: کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ شمالی لاہور میں پی پی 117 میں صرف یہ ایک گرلز ڈگری کالج شاد باغ طالبات کے حصول تعلیم کے لیے ناکافی ہے اور وہاں مزید گرلز ڈگری کالج کی اشد ضرورت ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ سکیم نمبر 2 وسن پورہ میں 19 کنال اراضی پر گرلز کالج کی تعمیر کے لیے محکمہ نے میری تجویز سے اتفاق فرمایا ہے۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب ہاں میں ہے تو محکمہ سال 92-1991ء میں یہاں کالج کی

تعمیر کا ارادہ رکھتا ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر تعلیم (بیرسٹر عثمان ابراہیم):

(الف) درست ہے۔

(ب) مذکورہ سکیم میں 18 کنال رقبہ حاصل کر لیا گیا ہے۔ جہاں تک مذکورہ زمین پر کالج کے لیے عمارت کی تعمیر کا تعلق ہے۔ اس کا اصولی فیصلہ نہیں ہوا۔

(ج) مالی وسائل کی کمیابی کی بنا پر سال رواں میں نئے کالج کے قیام کے لیے فنڈز کی فراہمی ممکن نہیں۔ آئندہ ترقیاتی پروگراموں کے ذریعے مذکورہ علاقہ میں کالج کے قیام پر غور کیا جائے گا۔

## تجاوزات والا رقبہ تحویل میں لینے کے لیے اقدامات

☆ 1294- جناب ارشاد حسین سیٹھی: کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ اصلاح معاشرہ ہائی سکول فار بوائز عمارت نزول لینڈ چراغ پارک شاد باغ پر تعمیر کی گئی ہے۔

(ب) اگر ایسا ہے تو متذکرہ بالا نزول لینڈ کا کل کتنا رقبہ محکمہ نے اپنی تحویل میں لیا۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ تجاوزات والا رقبہ اپنی تحویل میں نہیں لیا گیا۔

(د) اگر جز (ج) کا جواب اثبات میں ہے تو آئندہ تجاوزات والے رقبہ کے بارے میں کیا لائحہ عمل اختیار کیا جائے گا؟

وزیر تعلیم (بیرسٹر عثمان ابراہیم):

(الف) درست ہے۔

(ب) 11 کنال 18 مرلے اور 23 مربع فٹ رقبہ محکمہ تعلیم نے اپنی تحویل میں لیا ہے۔

(ج) جی ہاں۔

(د) تجاوزات کو گرا دیا گیا ہے۔ محکمہ مال کے ذریعہ نشان دہی ہونے پر رقبہ تحویل میں لے لیا جائے گا۔

## ایم اے انگلش اور اکنامکس کلاسوں کا اجراء

☆1295- ڈاکٹر سید خاور علی شاہ: کیا وزیر تعلیم ازراہ کرام بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) صوبے کے کن کن کالجوں میں یونیورسٹی کے علاوہ ایم اے انگلش اور اکنامکس کی کلاسوں کا اجراء ہو چکا ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ گورنمنٹ گرلز ڈگری کالج ملتان میں ایم اے اکنامکس اور انگلش کی کلاسیں جاری ہیں اس کے علاوہ فیصل آباد اور ڈی جی خان کے کالجوں برائے طلباء و طالبات میں بھی ایم اے انگلش اور اکنامکس کی کلاسوں کا اجراء ہو چکا ہے۔

(ج) اگر جز (ب) کا جواب اثبات میں ہے تو پھر گورنمنٹ کالج بوسن ملتان میں کن وجوہات کی بناء پر ابھی تک ایم اے اکنامکس اور انگلش کی کلاسوں کا اجراء نہیں کیا جا رہا ہے؟

وزیر تعلیم (بیرسٹر عثمان ابراہیم):

(الف) صوبہ کے مندرجہ ذیل کالجوں میں ایم اے (انگلش / اکنامکس) کلاسز کا اجراء ہو چکا

1- گورنمنٹ کالج لاہور — انگلش۔ اکنامکس

2- گورنمنٹ ایف سی کالج لاہور — انگلش۔ اکنامکس

3- اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور — انگلش۔ اکنامکس

4- اسلامی کالج ریلوے روڈ لاہور — انگلش۔

5- گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ — انگلش۔

6- گورنمنٹ کالج برائے طلباء میانوالی — انگلش۔

7- مرے کالج سیالکوٹ — انگلش۔

8- گورنمنٹ زمیندارہ کالج گجرات — انگلش۔ اکنامکس

9- گورنمنٹ کالج فیصل آباد — انگلش۔ اکنامکس

10- گورنمنٹ کالج جھنگ — انگلش۔

11- گورنمنٹ PST کالج کمالیہ — انگلش۔ اکنامکس

12- گورنمنٹ کالج برائے اصغر مال راولپنڈی — انگلش۔ اکنامکس

13- گورنمنٹ گارڈن کالج راولپنڈی — انگلش

14- گورنمنٹ کالج چکوال — انگلش۔

15- گورنمنٹ کالج سرگودھا — انگلش۔ اکنامکس

16- گورنمنٹ کالج لیہ — انگلش۔

17- گورنمنٹ کالج (طلباء) ڈی جی خان — انگلش۔

18- گورنمنٹ کالج (خواتین) لاہور — انگلش۔ اکنامکس

19- گورنمنٹ کھرڑ ا کالج لاہور — انگلش۔

20- گورنمنٹ کالج (خواتین) گوجرانوالہ — انگلش۔

21- گورنمنٹ کالج (خواتین) سیالکوٹ — انگلش۔

22- گورنمنٹ کالج (خواتین) ملتان — انگلش۔

23- گورنمنٹ کالج (خواتین) مدینہ ٹاؤن فیصل آباد — انگلش۔ اکنامکس

24- گورنمنٹ کالج سائنس وحدت روڈ لاہور۔ — اکنامکس۔ ریاضی

(ب) گورنمنٹ کالج برائے خواتین ملتان میں ایم اے اکنامکس کی کلاسز جاری ہیں اکنامکس کی نہیں۔ فیصل آباد اور ڈی جی خان کے کالجوں کا جواب جز الف میں دیا جا چکا ہے۔

(ج) کالجوں میں ایم۔ اے۔ کلاسز کا اجراء اس علاقہ کی ضرورت اور مضمون کی اہمیت کو مد نظر رکھ کر کیا جاتا ہے اس وقت آرٹس کے مضامین کا تناسب سائنس کے مضامین سے زیادہ ہے چنانچہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ فرق کو کم کرنے کے لیے سائنس کلاسز کو ترجیح دی جائے چنانچہ اس فیصلہ کے مطابق حکومت نے گورنمنٹ کالج بوسن روڈ ملتان میں ایم۔ اے۔ زوآلوجی (Zoology) کی کلاسز جاری کی ہیں نیز اس وقت بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان میں ایم۔ اے انگریزی اور ایم اے اکنامکس کی کلاسیں جاری ہیں۔

## گورنمنٹ کالج بوسن روڈ برائے طلباء میں ایم اے انگلش اور ایم اے سائیکالوجی کی کلاسز کا اجراء

☆ 1299- ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :

(الف) آیا یہ امر واقع ہے کہ ضلع ملتان کے گورنمنٹ کالج برائے خواتین میں ایم اے انگلش اور ایم اے سائیکالوجی کی کلاسز کا اجراء ہو چکا ہے۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو گورنمنٹ کالج بوسن روڈ برائے طلباء میں ایم اے انگلش اور ایم اے سائیکالوجی کی کلاسز کا اجراء نہ ہونے کے وجوہ کیا ہیں ؟

وزیر تعلیم (بیرسٹر عثمان ابراہیم) :

(الف) جی ہاں۔ یہ درست ہے۔

(ب) کسی بھی مضمون میں ایم اے کلاسز کا اجراء اس کی ضرورت اور اہمیت کو مد نظر رکھ کر کیا جاتا ہے اس وقت آرٹس کے مضامین سائنس کے مضامین سے زیادہ ہیں۔ اس فرق کو دور کرنے کے لیے حکومت سائنس مضامین کی ترویج دے رہی ہے۔

## گورنمنٹ گرلز سیکنڈری سکول نوشہرہ میں سبجیکٹ سپیشلسٹ کی اسامیاں

☆ 1317- ملک مختار احمد : کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :

گورنمنٹ گرلز ہائر سیکنڈری سکول نوشہرہ ضلع خوشاب میں سبجیکٹ سپیشلسٹ کی کتنی اسامیاں منظور ہیں اور اس وقت کتنی اسامیاں خالی ہیں اور کب سے نیز حکومت ان خالی اسامیوں پر کب تک تعیناتی کا ارادہ رکھتی ہے ؟

وزیر تعلیم (بیرسٹر عثمان ابراہیم):

(5) اسامیاں منظور ہیں۔

(5) اسامیاں خالی ہیں۔ اور 1986ء سے خالی ہیں۔ صرف ایک اسامی 7-9-1988 سے 15-1-1991 تک پر رہی ہے۔

جونہی سٹاف دستیاب ہوگا ان اسامیوں پر تعیناتی کر دی جائے گی۔

## کمرشل انسٹی ٹیوٹ نوشہرہ میں اسامیوں کی تعداد

☆ 1318- ملک مختار احمد: کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے:

کمرشل انسٹیٹیوٹ نوشہرہ ضلع خوشاب میں منظور شدہ کل اسامیوں کی تعداد کیا ہے اور اس وقت کتنی اسامیاں خالی ہیں اور کب سے نیز حکومت ان اسامیوں کو کب تک پر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

وزیر تعلیم (بیرسٹر عثمان ابراہیم):

(الف) منظور شدہ اسامیوں کی کل تعداد 25 ہے تفصیل درج ذیل ہے۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| پرنسپل | 1 | پے سکیل نمبر | 18 |
| انسٹرکٹرز | 6 | -- | 17 |
| جونیئر انسٹرکٹرز | 5 | -- | 14 |
| ڈی پی ای | 1 | -- | 16 |
| لائبریرین | 1 | -- | 16 |
| ہیڈ کلرک | 1 | -- | 11 |
| سنیئر کلرک | 1 | -- | 7 |
| جونیئر کلرک | 2 | -- | 5 |
| نائب قاصد | 2 | -- | 1 |
| مالی | 2 | -- | 1 |
| چوکیدار | 2 | -- | 1 |
| سویپر | 1 | -- | 1 |

(ب) اس ادارہ میں درج ذیل اسامیاں خالی ہیں۔

| | |
|---|---|
| 1- انسٹرکٹر انگریزی | 1 جولائی 1986ء سے |
| 2- انسٹرکٹر انگریزی مختصر نویسی | 1 نومبر 1987ء سے |
| 3- انسٹرکٹر کامرس | 1 نومبر 1991ء سے |

4- انسٹرکٹر اردو مختصر نویسی 1 نومبر 1992ء سے

5- ڈی پی ای 1 جولائی 1990ء سے

6- مالی چوکیدار نائب قاصد 6 اگست 1990ء سے

7- سویپر (خاکروب) 1 جولائی 1987ء سے

(ج) (1) ڈائریکٹر فزیکل ایجوکیشن (ڈی پی ای) کی تقرری عنقریب کی جارہی ہے

(2) اسسٹنٹ پروفیسر کی اسامیوں پر ترقی پانے والے انسٹرکٹرز کو عدالت عالیہ میں چیلنج کیا گیا ہے جونہی اس کیس کا فیصلہ ہو انسٹرکٹر کی خالی اسامیاں پر کر دی جائیں گی۔ نیز مالی / چوکیدار / نائب قاصد اور خاکروب کی اسامیاں جلد پُر کر دی جائیں گی۔

## پنڈ مکو سکول میں ہائی کلاسز کا اجراء

☆ 1330- حاجی محمد افضل چن : کیا وزیر تعلیم میرے نشان زدہ سوال نمبر 31 جس کا جواب ایوان میں مورخہ 10 مارچ 1991ء کو دیا گیا تھا کے حوالہ سے ازراہ کرم بیان کریں گے کہ : اب جبکہ محکمہ مقامی حکومت نے سکول کی عمارت محکمہ تعلیم کو منتقل کر دی ہے تو پھر پنڈ مکو سکول میں ہائی کلاسز کا اجراء کیوں نہیں کیا جارہا؟

وزیر تعلیم (بیرسٹر عثمان ابراہیم) :

بوائز ہائی سکول کی عمارت محکمہ لوکل گورنمنٹ نے محکمہ تعلیم کے حوالے کر دی ہے۔ اس میں ہائی کلاسز کے اجراء کی یکم مئی 1992ء سے منظوری دی جا چکی ہے۔ اور ہائی کلاسز کا اسی تاریخ سے اجراء بھی ہو چکا ہے۔

## وڈ ورکنگ سنٹر کو رقم کی فراہمی

☆ 1331- حاجی محمد افضل چن : کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) وڈ ورکنگ سنٹر کی فراہم کردہ ڈرائنگ اور دیگر فنی تصریحات کی منظوری میں محکمہ فنی تعلیم کا کون سا نمائندہ شامل تھا۔

(ب) کیا حال ہی میں تحصیل کھاریاں تحصیل گجرات اور وزیر آباد کے ڈپٹی ایجوکیشن آفیسر / مردانہ زنانہ سے نکلوائی گئی 20 کروڑ روپے کی رقم کس مجاز اتھارٹی کے حکم سے نکالی گئی اور اس رقم کی تقسیم وڈ ورکنگ سنٹر گجرات کو کس معاہدہ کے تحت کی گئی۔

(ج) وڈ ورکنگ سنٹر اور محکمہ تعلیم کے مابین معاہدہ برائے سپلائی کی تفصیل اور نقل ایوان میں پیش کی جائے؟

وزیر تعلیم (بیرسٹر عثمان ابراہیم):

(الف) محمد امین قریشی پرنسپل کالج آف ٹیکنالوجی ریلوے روڈ' لاہور نے محکمہ فنی تعلیم کی طرف سے نمائندگی کی۔

(ب) یہ درست نہیں ہے۔

(ج) جزو "(ب)" کے جواب کی روشنی میں اس کی ضرورت نہیں رہتی۔

## بورڈ آف انٹر میڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن اور ٹیکنیکل ایجوکیشن بورڈ کا بجٹ

☆ 1348- ڈاکٹر سید وسیم اختر: کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) پنجاب میں بورڈ آف انٹر میڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن اور ٹیکنیکل ایجوکیشن بورڈ کون کون سے ہیں اور مالی سال 92-1991ء کے لیے ان کے بجٹ کی تفصیل بورڈ وار بتائی جائے۔

(ب) تمام بورڈ کے اکاؤنٹس کن بنکوں او مالیاتی اداروں میں ہیں اور ان اکاؤنٹس میں ان بورڈز کی کتنی رقم موجود ہے۔ تفصیل الگ الگ بتائی جائے۔

وزیر تعلیم (بیرسٹر عثمان ابراہیم):

(الف) پنجاب میں کل آٹھ تعلیمی بورڈ ہیں جو ڈویژن کی سطح پر موجود ہیں۔ اور ایک پنجاب بورڈ آف ٹیکنیکل ایجوکیشن ہے۔ ان کے مالی سال 92-1991ء کے بجٹ کی تفصیل بورڈ وار درج ذیل ہے۔

| نام بورڈ | آمدن | خرچ |
|---|---|---|
| لاہور | 10,74,15,374 | 10,85,26,922 |
| گوجرانوالہ | 6,50,86,400 | 8,41,16,169 |
| ملتان | 4,90,18,64,81 | 4,13,06,299.72 |
| بہاولپور | 3,19,42,033 | 3,97,33,179 |

| | | |
|---|---|---|
| فیصل آباد | 3,60,42,011 | 5,36,17,140 |
| سرگودھا | 3,06,90,288 | 2,60,38,762 |
| راولپنڈی | 4,87,63,76 | 3,79,32,401 |
| ڈیرہ غازی خان | 2,00,53,880 | 1,78,22,353 |
| پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ | 2,95,29,000 | 2,93,52,000 |

(ب) تمام بورڈز کے اکاؤنٹس معہ رقم کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھی دی گئی ہے۔

## تعلیمی اداروں میں فیسوں کا اضافہ

☆ 1349- ڈاکٹر سید وسیم اختر: کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ امر واقع ہے کہ پنجاب کے تعلیمی اداروں میں فیسوں میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اگر ہاں تو یہ اضافہ کتنا ہے اور اس کی وجوہ کیا ہیں۔

(ب) آیا یہ بھی امر واقع ہے کہ پنجاب کے مختلف امتحانی بورڈوں نے بھی امتحانی فیسوں میں اضافہ کر دیا ہے۔ اگر ہاں تو یہ اضافہ کتنا ہے۔ اور ایسا کرنے کی وجوہ کیا ہیں اور آیا دوسرے صوبوں میں بھی ایسا ہی اضافہ کیا گیا ہے؟

وزیر تعلیم (بیرسٹر عثمان ابراہیم):

(الف) درست نہ ہے۔

(ب) درست ہے۔ امتحانی بورڈوں میں فیسوں میں اضافہ کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

بورڈ ملازمین کی تنخواہ اور الاؤنسز و امتحانی عملہ کے معاوضہ جات میں اضافہ کے علاوہ کاغذ اور پرنٹنگ کے اخراجات میں بے پناہ اضافہ ہو جانے اور بجلی' پانی' سوئی گیس اور ٹیلی فون کے نرخوں میں اضافہ ہو جانے کی وجہ سے امتحانی فیسوں میں اضافہ کرنا ناگزیر ہو گیا تھا۔

## ڈپٹی ڈی ای او شیخوپورہ کو سلیکشن گریڈ کی عطائیگی

☆ 1369- چودھری وجاہت حسین: کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ قاضی ذوالفقار احمد سابق ڈپٹی ڈی ای او شیخوپورہ کو سیکنڈ ریونیو کمیٹی کے احکامات مورخہ 29 اکتوبر 1989ء کے باوجود 1984ء سے واجب

الادا سترہ گریڈ سے موو اوور 7 مارچ 1991ء کو نہیں دیا گیا ہے جس کی وجہ سے تنخواہ کی فکسیشن اور نئے سرے سے پنشن کا تعین کرانے کے لیے مذکورہ اہلکار کو کافی جدو جہد کرنا پڑے گی تعلیمی اہلیت اور پنجاب سروس ٹریبونل کے فیصلے کے مطابق مذکور اہلکارہ کو تین پیشگی ترقیاں بھی ملنی ہیں جس کی سفارش ڈی پی آئی سکولز نے اپنی چھٹی نمبر 13585/85/1/8 ایڈمن ا مورخہ 29 اپریل 1991ء میں بھی کی ہے اور جو ایسے معاملات کے تصفیہ کے لیے محکمہ تعلیم کی مسل نمبر ایس ڈی ایس ای۔ II-85/8 میں زیر التواء ہے۔

(ب) آیا یہ امر واقع ہے کہ مذکورہ اہل کار 11- ستمبر 1986ء سے سلیکشن گریڈ کا حقدار ہے جس کے لیے اس نے متعدد درخواستیں پیش کی ہیں۔ لیکن ابھی تک ان پر کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا اگر ایسا ہے تو اس کی وجوہ کیا ہیں اور حکومت اس معاملہ کو حل کرنے کے لیے کیا اقدامات کر رہی ہے؟

وزیر تعلیم (بیرسٹر عثمان ابراہیم):

(الف) درست نہ ہے۔ مذکورہ افسر کو 1-12-1984 سے بی ایس 18 میں موواوور تین زائد ترقیاں دی جا چکی ہیں۔

(ب) مذکورہ افسر کے سلیکشن گریڈ کیس کا بھی فیصلہ کر دیا گیا ہے اور اسے اس کا مستحق نہیں پایا گیا۔

## عارضی تعیناتی کی پالیسی

☆1435- جناب ایس اے حمید: کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف کیا محکمہ تعلیم نے ابھی تک سکولوں میں عارضی تعیناتی کی پالیسی اپنا رکھی ہے اگر ہاں تو ضلع گوجرانوالہ میں کتنے اساتذہ عارضی طور پر تعینات ہیں تفصیل سکول وار فراہم کی جائے۔

(ب) محکمہ نے ماہ جنوری' فروری 1992ء میں کتنے عارضی ملازمین کی تعیناتی کے حکم جاری کیے؟

وزیر تعلیم (بیرسٹر عثمان ابراہیم):

(الف) محکمہ تعلیم ضلع گوجرانوالہ نے عارضی تعیناتی کی کوئی پالیسی نہیں اپنا رکھی ہے۔

(ب) ماہ جنوری' فروری 1992ء میں عارضی تعیناتی کا کوئی حکم جاری نہ ہوا ہے۔

## گوجرانوالہ میں گرلز پرائمری سکولوں کی تعداد

☆1436- جناب ایس اے حمید : کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) ضلع گوجرانوالہ میں ایسے گرلز پرائمری سکولوں کی تعداد کیا ہے جو اساتذہ کی غیر حاضری یا عدم تعیناتی کی وجہ سے بند پڑے ہیں۔

(ب) موضع کوٹلی پیر احمد شاہ اور موضع کھکھیکی تحصیل و ضلع گوجرانوالہ کے سکولوں میں بچوں کی تعداد کتنی ہے اور وہاں تعینات عملہ کے ناموں کی تفصیل کیا ہے؟

وزیر تعلیم (بیرسٹر عثمان ابراہیم):

(الف) اساتذہ کی غیر حاضری کی وجہ سے کوئی سکول بند نہ ہے۔ البتہ عدم تعیناتی اساتذہ کی وجہ سے 73 سکول بند ہیں۔

(ب) موضع کوٹلی پیر احمد شاہ میں کوئی سکول نہ ہے اور موضع کھکھیکی کا گرلز پرائمری سکول سٹاف نہ ہونے کی وجہ سے بند ہے اور اب یہاں کوئی طالب علم داخل نہ ہے۔

## ڈپٹی ڈسٹرکٹ ایجوکیشن افسر کا تبادلہ

☆ 1438- جناب انوار الحق پراچہ : کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ ڈپٹی ڈسٹرکٹ ایجوکیشن افسر چنیوٹ ضلع جھنگ کا رہائشی ہے اور عرصہ تقریباً تین سال سے اسی جگہ تعینات ہے۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ مذکورہ افسر کا سال 1991ء سے لے کر آج تک کئی بار تبادلہ کا حکم جاری کیا گیا تھا مگر اس پر عمل درآمد نہیں ہو سکا اگر ہاں تو سال 1991ء سے لے کر آج تک اس افسر کے تبادلہ کے احکامات کتنی دفعہ جاری کیے گئے جاری شدہ اور منسوخ ہونے والے مراسلہ کی نقول ایوان میں پیش کی جائیں۔ اور تبادلہ منسوخ کرنے کی وجوہ بتائی جائیں نیز حکومت اس افسر کا چنیوٹ سے تبادلہ کب تک کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر تعلیم (بیرسٹر عثمان ابراہیم):

(الف) درست نہ ہے۔

(ب) موجودہ ڈپٹی ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر چنیوٹ مسمی اصغر علی جولائی 1992ء سے تعینات ہے۔ سوال میں تفصیلات کا اس شخص سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

## گورنمنٹ پولی ٹیکنیکل کالج کے لیے عمارت کی فراہمی

☆ 1439- چودھری نور محمد تارڑ: کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گورنمنٹ پولی ٹیکنیکل کالج عرصہ تقریباً تین سال سے حافظ آباد میں قائم ہے اگر جواب ہاں میں ہو تو کیا یہ بھی درست ہے کہ یہ کالج کرایہ کی ایک بلڈنگ میں تقریباً ایک سال گزارنے کے بعد دوسری بلڈنگ میں اس لیے منتقل ہو گیا کہ عمارت ناکافی تھی۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ موجودہ عمارت موزونیت کے اعتبار سے انتہائی غیر موزوں اور ناکافی ہے۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ افادیت کے لحاظ سے متذکرہ کالج کسی دوسرے تعلیمی ادارہ سے کم نہیں ہے اور ہر سال درجنوں طالبعلم فارغ ہو کر اپنے اور والدین کے لیے ذریعہ معاش ثابت ہوتے ہیں۔

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہو تو آیا حکومت متذکرہ کالج کو اس کی اپنی بلڈنگ فراہم کرنے اور وہاں ضرورت کے مطابق متعلقہ سامان کی فراہمی کو یقینی بنانے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر تعلیم (بیرسٹر عثمان ابراہیم):

(الف) درست نہ ہے حافظ آباد میں پولی ٹیکنیکل کالج موجود نہ ہے البتہ گورنمنٹ کمرشل انسٹیٹیوٹ کرایہ کی ایک عمارت میں 1986ء سے کام کر رہا ہے اور 1987ء میں ایک عمارت سے دوسری عمارت میں تبدیل ہوا۔

(ب) درست ہے کرایہ کی بلڈنگ ایک تعلیمی ادارے کی مخصوص ضرورتوں کو مکمل طور پر پوری نہیں کرتی۔

(ج) درست ہے اس ادارے سے پچھلے سال 25 طالب علم ڈی کام پاس کر کے فارغ ہوئے۔

(د) حکومت ایسے اداروں کو جو اپنی بلڈنگز میں کام نہیں کر رہے بتدریج بلڈنگ کی تعمیر کے لیے فنڈ مہیا کر رہی ہے اس سلسلے میں متذکرہ ادارے کالج کے لیے زمین کے حصول کے لیے ڈپٹی کمشنر گوجرانوالہ سے درخواست کی گئی جہاں سے یہ اطلاع دی گئی کہ پورے ضلع میں کوئی سرکاری زمین نہ ہے۔ اب اس اطلاع پر کہ تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال کے سامنے محکمہ اوقاف کا 36 کنال کا قطعہ موجود ہے۔ پرنسپل اور جنرل سیکرٹری اصلاح و ترقی حافظ آباد کے ذریعہ محکمہ اوقاف سے اس زمین کے حصول کی سعی جاری ہے۔ زمین کے حصول کے بعد حکومت سے فنڈز مہیا کیے جا سکیں گے۔

ادارہ کے اجراء کے وقت ادارے کو ضروری سامان برائے تدریس مہیا کیا گیا تھا اب عمارت کی تعمیر پر طلباء کی تعداد کے مطابق مزید سامان مہیا کیا جائے گا۔

## حلقہ پی پی 83 میں پرائمری سکولوں کی بندش

☆ 1443- چودھری عبد الوکیل خان : کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کاموکی حلقہ پی پی 83 میں کتنے پرائمری سکول بند پڑے ہیں۔

(ب) یہ سکول کتنے عرصے سے بند پڑے ہیں اور اس کی وجہ کیا ہے۔ مردانہ اور زنانہ پرائمری سکولوں کی تفصیل سے آگاہ کیا جائے؟

وزیر تعلیم (بیرسٹر عثمان ابراہیم):

(الف) حلقہ پی پی 83 کاموکی میں اس وقت کوئی گرلز / پرائمری سکول بند نہ ہے

(ب) جزو (الف) کے جواب کی روشنی میں غیر متعلقہ ہے۔

## حلقہ پی پی 83 میں اساتذہ کی حاضری

☆ 1444- چودھری عبد الوکیل خان : وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

کیا یہ درست ہے کہ حلقہ پی پی 83 کے سکولوں کے استادوں کو اپنے سکولوں کی بجائے کسی اور سکول میں عارضی تعینات کرنے کی خصوصی اجازت دی گئی ہے اگر

جواب نفی میں ہے تو پھر جو استاد سکولوں میں حاضر نہیں ہو رہے کیا ان کے خلاف کوئی کارروائی کی جا رہی ہے؟

وزیر تعلیم (بیرسٹر عثمان ابراہیم):

حلقہ پی پی 83 کے سکولوں کے کسی بھی استاد کو عارضاً کسی دوسرے سکول میں تعینات نہ کیا گیا ہے۔ البتہ بعض سکولوں میں چند اسامیاں خالی ہیں جو یہ تاثر دیتی ہیں کہ سٹاف کسی اور جگہ کام کر رہا ہے یا غیر حاضر ہے۔

## گرلز کالج صادق آباد کو بس کی فراہمی

☆ 1451- چودھری شوکت داؤد: کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) آیا یہ درست ہے کہ سابق وزیر اعلیٰ پنجاب میاں نواز شریف نے صادق آباد کے دورہ کے موقع پر گرلز کالج صادق آباد کے لیے ایک بس کا اعلان فرمایا تھا۔

(ب) اگر جواب اثبات میں ہو تو یہ بس مذکورہ کالج کو کب تک فراہم کر دی جائے گی اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر تعلیم (بیرسٹر عثمان ابراہیم):

(الف) درست ہے۔

(ب) محکمہ خزانہ کی منظوری کے بعد بس کی فراہمی کا باقاعدہ نوٹیفکیشن پہلے ہی جاری کیا جا چکا ہے۔ بس کی انسپکشن برائے ڈلیوری بمقام کراچی ہو چکی ہے بس نمبر 700342 اور انجن نمبر J-56-2614 ہے۔ وصولی کے بعد بس جلد ہی کالج کے حوالے کر دی جائے گی۔

## مڈل اور ہائی سکولوں کی عمارات کی تکمیل

☆ 1455- جناب محمد بشارت راجہ: کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ درج ذیل مڈل اور ہائی سکولوں (تحصیل گوجر خان) کی عمارات کی تعمیر کو شروع ہوئے چند سال گزر چکے ہیں مگر ابھی تک پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکی۔

(1) گرلز مڈل سکول سنگوری سرور شہید نشان حیدر۔ (2) گرلز مڈل سکول موہڑہ نوری)

(3) گرلز ہائی سکول جاتلی۔ (4) بوائز ہائی سکول مانہدر۔
(5) بوائز ہائی سکول درکالی۔ (6) بوائز ہائی سکول دارا کیال)
(7) بوائز ہائی سکول مرال۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ کام مکمل نہ ہونے کی وجہ سے جس قدر کام ہوا ہے وہ برباد ہو رہا ہے اور طلباء کو تعلیمی ماحول صحیح نہیں مل رہا۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو مذکورہ سکولوں کی عمارتیں کب تک مکمل ہونے کی توقع ہے؟

وزیر تعلیم (بیرسٹر عثمان ابراہیم):

(الف) درست ہے۔

(ب) فنڈز کی عدم فراہمی کے باعث اس بات کا خدشہ تھا کہ شاید موسمی تغیر و تبدل کیے ہوئی کام میں خرابی کا باعث بنے۔ مگر اب جب کہ فنڈز فراہم ہو چکے ہیں اور تعمیر کا کام دوبارہ شروع کیا جا چکا ہے اور تکمیلی مراحل میں ہے اس قسم کی خرابی پیدا ہونے کا کوئی احتمال نہیں۔ البتہ بوائز ہائی سکول ہرنالی کے لیے تاحال فنڈز مہیا نہیں کیے جائیں گے۔

(ج) توقع ہے کہ مندرجہ بالا مدارس کی اضافی عمارات رواں مالی سال کے اختتام تک مکمل ہو جائیں گی اور محکمہ تعلیم کے حوالے کر دی جائے گی۔

چودھری محمد فاروق: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! صفحہ نمبر 12 سوال نمبر 171 ہے اس کا جواب دانستہ طور پر غلط دیا گیا ہے لیکن جو طریق کار ہے اس کے مطابق میں وزیر تعلیم کے خلاف تحریک استحقاق پیش نہیں کرنا چاہتا' اس لیے وزیر تعلیم ہمارے ایک شریف وزیر ہیں۔

جناب اس سوال نمبر 171 جزو (ج) میں یہ بات کہی گئی ہے کہ "یہ درست نہیں ہے سٹوڈنٹ ویلفیئر آفیسر کی اسامی کے ساتھ بھی ابھی تک کوئی خصوصی تنخواہ نہیں۔ لیکن جناب سپیکر! میں نے گورنر پنجاب کے نوٹیفکیشن کی کاپی آپ کی خدمت میں بھیجی ہے اور میں وزیر تعلیم کی خدمت میں بھی پیش کرنا چاہتا ہوں اور جناب والا اس آرڈر میں یہ لکھا گیا ہے

کر۔"

"The Governor of the Punjab is pleased to allow special pay of Rs. 100/- PM to Mr Noor Hussain Bhatti, Students Welfare Officer, Directorate of Education, (Colleges), Lahore Division, Lahore."

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : سیٹھی صاحب' آپ تشریف رکھیں۔ وہ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر رہے ہیں۔

چودھری محمد فاروق : تو جناب سپیکر! جب انہوں نے اس سوال کے جواب میں یہ بات کہی ہے کہ سٹوڈنٹ ویلفیئر آفیسر کو کوئی تنخواہ نہیں ملتی جناب سپیکر! یہ اس سوال کے جواب میں صفحہ نمبر 13 پر ہے لیکن گورنر صاحب کے نوٹیفکیشن کے مطابق ایک سو روپے سپیشل تنخواہ سٹوڈنٹ ویلفیئر آفیسر کو مل رہی ہے' اس لیے جو جواب محکمہ نے ان کو دیا ہے یہ دانستہ طور پر غلط دیا ہے۔ لہذا میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس سوال کے جواب کو رد قرار دیا جائے اور جناب وزیر موصوف ایوان کے اندر یہ یقین دھانی کرائیں کہ اس کا درست جواب لے کر آئیں گے جناب والا! اس قسم کا غلط جواب ایوان کے اندر propose نہیں کیا جا سکتا۔ یہ میرا پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

جناب شوکت داؤد : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : شوکت داؤد صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب شوکت داؤد : جناب والا!.....

چودھری محمد فاروق : جناب والا! آپ نے میرے پوائنٹ آف آرڈر پر کیا حکم صادر فرمایا۔ آیا وزیر تعلیم کے جواب کو درست تسلیم کیا جائے یا گورنر صاحب کے نوٹیفکیشن کو درست تسلیم کیا جائے۔

جناب سپیکر : چودھری صاحب' اگر آپ کے سامنے کوئی جواب غلط ہے جو سوال ٹیبل کر دیا گیا ہے تو آپ کے پاس رولز کے مطابق remedy موجود ہے جس کے مطابق آپ pro-

ceed کر سکتے ہیں۔

چودھری محمد فاروق : جناب والا! میں وزیر موصوف کو اس کا غلط جواب دینے پر چاہتا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر : اگر آپ چاہتا چاہتے ہیں تو پھر آپ اس کی نشان دہی نہ کیجیے۔

جناب شوکت داؤد : جناب سپیکر! آج کے اخبار میں یہ خبر ہے کہ نئے ایم۔ پی۔ اے ہوسٹل کی تعمیر ہو چکی ہے اور ہمارے کئی ممبران کو کمرے الاٹ کر دیے گئے ہیں۔ میں نے آج سے دو سال پہلے آپ سے ملاقات بھی کی تھی اور ایک درخواست بھی دی تھی تو جناب والا! میں آپ سے صرف یہ دریافت کرنا چاہوں گا کہ کیا اس کے لیے کوئی میرٹ پالیسی رکھی گئی ہے؟ اور کس طریقہ کار کے تحت یہ الاٹمنٹ ہوئی ہے؟

جناب سپیکر : شوکت داؤد صاحب۔ کیا یہ کوئی اسمبلی بزنس ہے جس کے بارے میں آپ یہاں فرما رہے ہیں؟

جناب شوکت داؤد : جناب والا! یہ بھی اسمبلی سے متعلقہ ہے۔

جناب سپیکر : نہیں یہ اسمبلی بزنس نہیں ہے۔ آپ میرے ساتھ رابطہ کیجیے۔ میرے ساتھ بات کیجیے۔

جناب شوکت داؤد : شکریہ جناب والا!

جناب فرید احمد پراچہ : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ آج تعلیم سے متعلقہ سوالات تھے اور سوالات کے وقفے کے دوران کئی سوالات تشنہ رہ گئے ہیں آپ نے گزشتہ سیشن میں دو دن تعلیم کے موضوع پر بحث کے لیے وقف فرمائے تھے لیکن بعد میں یہ سیشن ملتوی ہو گیا تھا۔ اس سیشن میں ابھی تک یہ طے نہیں کیا گیا کہ وہ دو دن کون سے ہوں گے لہذا میری گزارش ہے کہ تعلیم پر بحث کے لیے دو دن مختص کیے جائیں تاکہ اس پر اٹھنے والے سوالات کے بارے میں گفتگو کی جا سکے۔

جناب سپیکر : میرے خیال میں اس دفعہ گورنمنٹ نے سیلاب کی صورت حال پر بحث کے لیے تین دن از خود مخصوص کیے جس پر آپ نے سیر حاصل بحث کی اور اس کے بعد اراکین عامہ پر بحث ملتوی چلی آ رہی تھی۔ اب آپ اس پر بحث کر رہے ہیں اس بارے میں وزیر

قانون صاحب نے آپ کی تجویز سن لی ہے کہ تعلیم بہت ہی اہم مضمون ہے اور حزب اختلاف والے چاہتے ہیں کہ اس کو زیر بحث لایا جائے۔ اور اس کے لیے چند ایام مخصوص کیے جائیں۔ تو گورنمنٹ سے اس معاملے کو ٹیک اپ کیا جائے۔

## مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر : اب ہم تحاریک استحقاق کو ٹیک اپ کرتے ہیں۔

وزیر قانون صاحب توجہ فرمائیں گے کہ تحاریک استحقاق نمبر 6 اور 11 کے بارے میں کل بات ہوئی تھی کہ آج ارشد لودھی صاحب ان کا جواب دینے کے لیے یہاں ایوان میں موجود رہیں گے اور وہ اس کا جواب دیں گے۔ جب بات ہو رہی تھی اسی دوران وہ خود ہی تشریف لے آئے اور انہوں نے سنا اور میں نے بھی ان کو یہ کہا کہ آپ کل اس سلسلے میں تشریف لائیں اور اس کا جواب دیں۔ اب میں دیکھ رہا ہوں کہ وزیر مال صاحب تشریف نہیں رکھتے ہیں تو آپ اس بارے میں کیا فرمائیں گے۔

وزیر قانون : جناب والا! تحریک استحقاق نمبر 6 کے بارے میں مجھے جو اطلاع ملی ہے اس کے مطابق جناب وزیر مال صاحب نے جناب علی حسن رضا صاحب کی موجودگی میں ڈی۔ ایس۔ پی چنیوٹ کو بلوایا تھا اور اس بارے میں ان کی آپس میں بات چیت ہو گئی ہے اس کی تفصیلات کے بارے میں جناب وزیر مال آپ کو آگاہ کر دیں گے۔ میرے علم میں اتنا ہے کہ ان کی آپ میں میٹنگ ہو چکی ہے اور کوئی پیش رفت ہوئی ہے اور اس کا کیا نتیجہ نکلا ہے اس بارے میں صحیح پوزیشن جناب وزیر مال آپ کو بتا دیں گے۔

جناب سپیکر : یہی تو میں عرض کرتا ہوں کہ کل وزیر مال صاحب سے آپ کی بھی بات ہوئی تھی اور میری بھی بات ہوئی تھی کہ وہ تحاریک استحقاق نمبر 6 اور 11 کا جواب دینے کے لیے کل ایوان میں تشریف رکھیں اور وہ اس بارے میں جواب دیں۔ اور میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ تشریف نہیں رکھتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور : جناب سپیکر! میں ان کا پتا کرتا ہوں آپ اس دوران دوسری تحاریک استحقاق ٹیک اپ فرمائیں۔

جناب سپیکر : ٹیک اپ کرتا ہوں لیکن ایوان کی کارروائی کو اہمیت دینا اور سپیکر کے فیصلے کو اہمیت دینا یہ بہت لازمی چیز ہے' اس کے بغیر معاملات نہیں چل سکتے۔ کل وزیر مال یہاں تشریف رکھتے تھے' میں نے ان سے یہ خود عرض کیا تھا کہ کل ایوان میں تشریف لائیں تاکہ یہ تحریک استحقاق جو عرصہ دراز سے معرض التواء میں چلی آ رہی ہے' اس کو ٹیک اپ کیا جائے۔ ان کو تشریف لانا چاہیے تھا۔ آپ ان سے رابطہ کیجیے اور انہیں یہ کہیے گا کہ ایوان میں تشریف لانا چاہیے۔ یہ بڑی افسوس ناک بات ہے کہ وہ تشریف نہیں لائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور : درست بات ہے جناب والا!

جناب سپیکر : محمد حنیف صاحب' آپ کی تحریک استحقاق نمبر 19 مؤخر شدہ ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور : جناب والا' میں تحریک استحقاق نمبر 33 اور 34 کے بارے میں عرض کرنا چاہتا تھا کہ اگر اسے مؤخر فرما دیں اور کچھ وقت دے دیں تو میں' منسٹر صاحب اور چودھری حنیف صاحب آپ سے مل کر ان کے بارے میں طے کر لیں گے۔

جناب سپیکر : یہ درست بات ہے۔ ملک صاحب' آج ہی اس بارے میں بات کر لیں۔

وزیر اطلاعات و ثقافت : ٹھیک ہے' جناب والا!

جناب سپیکر : رانا اکرام ربانی صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 22 بھی مؤخر ہے۔ اس کے بارے میں تعین کرنے کے لیے کہ subjudice ہے یا نہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال (ملک محمد عباس کھوکھر) : جناب والا! میں اس بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر : آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال : جناب والا! یہ معاملہ subjudice تو نہیں ہے۔ ملتان ہائیکورٹ نے رٹ نپٹا دی ہے۔ انہوں نے حکم بھی صادر کیا ہے کہ وہ کیس رجسٹر کریں اور اس کے بارے میں تعمیل ہو رہی ہے۔ اب subjudice نہیں رہی۔

جناب سپیکر : subjudice نہیں ہے لیکن اس پہ وزیر مال نے اس دن فرمایا تھا کہ یہ sub-judice ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال : انہوں نے اس روز یہی فرمایا تھا کہ میں پتا کر کے بتاؤں گا کہ آیا یہ subjudice رہی ہے یا نہیں۔ ہائی کورٹ نے کیا فیصلہ دیا ہے اس بارے میں میں اب یہ عرض کر رہا ہوں کہ یہ subjudice نہیں رہی۔

رانا اکرام ربانی : جناب والا! جس تاریخ کو رٹ نپٹائی گئی ہے اس کا بھی تعین کر لیں اور جس روز یہاں بات کی گئی تھی کہ یہ معاملہ اب بھی عدالت میں زیر التواء ہے اس کا بھی تعین کریں تو کیا وزیر مال کی سٹیٹمنٹ درست ہے؟

جناب سپیکر : ملک صاحب اس دن وزیر مال نے یہ فرمایا تھا کہ یہ معاملہ subjudice ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال : اس روز انہوں نے یہ گزارش کی تھی کہ میں پتا کر کے بتاؤں گا کہ آیا یہ subjudice ہے یا نہیں ہے۔ آیا اس رٹ کا فیصلہ ہو چکا ہے یا ابھی تک التواء میں ہے۔ اس کا جواب آج میں نے عرض کرنا تھا کہ یہ رٹ نپٹائی جا چکی ہے۔

رانا اکرام ربانی : جناب والا! یہ ایوان کی بدقسمتی ہے۔ یہ تحریک استحقاق 18 اکتوبر کو زیر بحث لائی گئی تھی اس وقت میں نے یہ عرض کی تھی کہ جو رٹ ریاض خان کی طرف سے دائر ہوئی تھی وہ ملتان ہائی کورٹ نے پہلے ہی نمٹا دی ہے۔ لیکن وزیر مال نے فرمایا تھا کہ یہ اب بھی ملتان ہائی کورٹ میں زیر بحث ہے۔ میں اس سٹیٹمنٹ کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کیا وہ سٹیٹمنٹ صحیح تھی۔ پھر آپ نے اسے اسی نکتے پہ مؤخر کر دیا تھا تو آج آپ مجھے یہ بتائیں کہ اس کی کیا پوزیشن ہے؟

جناب سپیکر : ملک صاحب یہ بات کر رہے ہیں اور وزیر مال کی اس روز کی سٹیٹمنٹ contra-diction میں بات کر رہے ہیں کہ یہ معاملہ عدالت میں زیر سماعت نہیں تھا۔ بلکہ نپٹایا جا چکا تھا۔ تو میرے خیال میں جب وزیر مال تشریف لے آئیں تو اس کو فیک اپ کیا جائے۔ چونکہ اس وقت primarily انہوں نے سٹیٹمنٹ دی تھی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال : انہوں نے کہا تھا کہ کل صبح میں اس کا جواب دوں گا کہ آیا یہ زیر سماعت ہے یا اس پہ فیصلہ ہو چکا ہے۔ آج وہ کسی ضروری کام سے رحیم یار خان چلے گئے ہیں۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ یہ عدالت میں زیر سماعت نہیں ہے بلکہ نپٹائی جا چکی

ہے۔ اگر جواب چاہیں تو وہ میں دے سکتا ہوں اور اس پر بحث کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر : رانا صاحب آپ کا کیا خیال ہے؟

رانا اکرام ربانی : ٹھیک ہے جناب والا! اس حوالے سے میں اپنی اس تحریک استحقاق کا حق محفوظ رکھتا ہوں' یہ ایک علیحدہ مسئلہ ہے۔ لیکن ابھی اس کو ٹیک اپ کرنا چاہتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

جناب سپیکر : میرے خیال میں اس کو مؤخر کر دیا جائے۔ چونکہ اس پر وزیر مال نے جواب دیا تھا اور انہوں نے بات کی تھی اس لیے ان کی موجودگی میں ہی اس کو ٹیک اپ کرنا چاہیے۔

رانا اکرام ربانی : ٹھیک ہے جناب والا!

جناب سپیکر : وزیر مال کی تشریف آوری پر اس کو take up کریں گے۔

چودھری محمد فاروق صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 31 ہے۔ چودھری صاحب۔ کیا آپ اسے پیش کر چکے ہیں؟

چودھری محمد فاروق : جناب سپیکر! مجھے پیش کرنی ہے۔ براہ کرم مجھے اس کی کاپی مہیا کی جائے۔

## ڈی ایس پی کھاریاں کی ایم پی اے سے بدسلوکی

چودھری محمد فاروق : جناب سپیکر! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ کل یکم اکتوبر 1992ء سہ پہر 4 بجے مجھے علم ہوا کہ تھانہ سرائے عالمگیر میں پولیس کے عملہ نے ایک تنازعہ کے نتیجہ میں اصل ملزموں کے علاوہ دیگر کثیر تعداد میں دیہاتیوں کو تھانہ میں بند کر دیا ہے اور کارروائی مسلسل جاری ہے۔ میں وائس چیئرمین یونین کونسل سمبل کے سابق چیئرمین یونین کونسل کریالہ اور کونسلر کھنبی کے ہمراہ عوام کی طرف سے شدید احتجاج کا ماحول دیکھتے ہوئے امن عامہ کے مقصد کے پیش نظر تھانہ میں گیا۔

وہاں ڈی ایس پی نے استفسار پر بتایا کہ تھانہ میں اس وقت اصل ملزمان کے علاوہ تقریباً 50 افراد خانہ پری کے لیے بٹھائے گئے ہیں۔ میں نے بطور منتخب نمائندہ اور وکیل ان

بے گناہ افراد سے ملاقات کی اجازت چاہی تو ڈی ایس پی نے انکار کر دیا اور پولیس ملازمین سے کہا کہ محبوس افراد کے کمرے کے باہر تالا لگا دیا جائے اور ملاقات نہ کرنے دی جائے۔ پھر ڈی ایس پی صلاح مشورہ کے بہانے تھانہ سے باہر نکل گئے۔ آج مورخہ 2 اکتوبر شام تک جب مذکورہ افراد کو رہا نہ کیا گیا تو ایک دفعہ پھر میں بلدیہ سرائے عالمگیر کے 5 کونسلر صاحبان کے ہمراہ تھانہ سرائے عالمگیر میں گیا اور ایس ایچ او سے بات چیت شروع کی۔ اسی اثناء میں ڈی ایس پی تھانہ میں تشریف لائے اور ایس ایچ او نے جا کر انہیں بتایا کہ دوسرے کمرہ میں حلقہ کے ایم پی اے اور کچھ کونسلر صاحبان بات کرنے کے لیے بیٹھے ہوئے ہیں تو ڈی ایس پی مذکورہ نے میری موجودگی کا علم ہونے پر با آواز بلند کہا کہ ان سے کوئی تعاون نہ کیا جائے اور نہ ہی کوئی بات سنی جائے اور پھر بدکلامی اور بدتمیزی سے گفتگو کرتے ہوئے ڈی ایس پی تھانے سے باہر چلا گیا اور دو گھنٹے تک تھانہ واپس نہ آیا۔

جو کہ حبس بے جا میں بے گناہ لوگوں سے بطور وکیل اور منتخب نمائندہ مجھے ملاقات کی اجازت نہ دے کر بدتمیزی اور بدکلامی کر کے اور خود معاملہ کے بارے میں مجھ سے تھانہ کے اندر آج ملاقات سے انکار کر کے اور بات سنے بغیر تھانہ سے جا کر ڈی ایس پی کھاریاں نے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح کیا ہے اس لیے یہ تحریک استحقاق باضابطہ قرار دے کر بحث کے لیے منظور کی جائے۔

جناب سپیکر! میں اس معاملے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بے شک پولیس کی بدتمیزی' بدکلامی اور بداخلاقی کے بارے میں کہانیاں زبان زد خاص و عام ہیں اور پولیس کا رویہ عام شہریوں سے بھی مناسب نہیں ہے۔ عام آدمی تھانے میں جاتے ہوئے ڈرتا ہے۔ پولیس جس کا کام اور ذمہ داری یہ ہے کہ عوام کو تحفظ دے' تحفظ دینے کی بجائے بدکلامی اور بداخلاقی کے ذریعے سے عوام کو پولیس نے اس انداز سے ڈرا رکھا ہے کہ شریف آدمی تھانے میں جانے کا نام تک نہیں لیتا۔ جناب سپیکر! یہ ایک بہت ہی اہم اور ایسا واقعہ تھا جس میں بے گناہ افراد کو تھانے میں بند رکھا گیا اور پولیس نے علاقے میں اس انداز میں دہشت مچائی ہوئی تھی کہ تین گاؤں میں کوئی مرد اپنے گھروں میں موجود نہیں تھا۔ بلکہ اس راستے سے گزرنے والے ہر آدمی کو پکڑ کر تھانے میں لے جایا جا رہا تھا۔ اس صورت حال کا علم ہونے پر

عوام کے کچھ وفود میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ ہم جی ٹی روڈ کو بلاک کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے یہ سوچا کہ اس سے امن عامہ کا مسئلہ پیدا ہو جائے گا۔ لہذا جی روڈ بلاک کروانے یا ہونے کی جائے میں ذاتی طور پر تھانے گیا جبکہ میرا تجربہ یا طور طریقے تھانے جانے کے نہیں ہیں۔ لیکن امن عامہ کی صورت حال کو دیکھتے ہوئے میں تھانے میں چلا گیا اور وہاں پر مجھے ڈی ایس پی مذکورہ نے ذاتی طور پر بتایا کہ یہاں پر بیٹھے ہوئے ایک کمرہ میں بند جو پچاس افراد ہیں۔ ان کا ہمارے مقدمے یا تنازعہ سے کوئی تعلق نہ ہے۔ ڈی ایس پی مذکورہ اگر ان افراد کو نہ بھی رہا کرتا تو یہ ان کا اپنا معاملہ تھا اس کے لیے میرے پاس قانونی طور طریقے یا ان افراد کے پاس قانونی راستے موجود تھے لیکن جناب سپیکر! جب اتنی کثیر تعداد میں افراد کو بٹھایا جائے تو بطور منتخب نمائندہ ان سے ملاقات کرنا میرا حق ہے اور میں ان سے واقعات اور حقائق کے بارے میں پوچھ سکتا ہوں۔ لیکن ڈی ایس پی مذکورہ نے کہا کہ آپ ان سے ملاقات نہیں کر سکتے۔ اور جناب والا! ان کی بے گناہی کا اس سے بڑا ثبوت اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ ان پچاس افراد کو دو روز بعد چھوڑ بھی دیا گیا' جناب سپیکر! دوسرے روز جبکہ ابھی وہ افراد تھانے میں موجود تھے میں اس تھانے میں جا کر ایس ایچ او کے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا اور میں اس سے بات کر رہا تھا کہ آپ نے کل بھی وعدہ کے باوجود بے گناہ افراد کو رہا نہیں کیا اور آج ان کی رہائی کے لیے آپ کیا کر رہے ہیں تو اس نے کہا کہ جناب میں ابھی ڈی ایس پی سے صلاح کر کے آپ کو صورت حال بتاتا ہوں۔ اسی دوران ڈی ای پی مذکورہ تھانے کے اندر تشریف لائے۔ ہم لوگ ایس ایچ او کے کمرے میں بیٹھے رہے اس نے باہر جا کر صحن میں ڈی ایس پی سے بات کی تو ڈی ایس پی نے انتہائی بد تمیزی' انتہائی ناروا طریقے' غلط رویہ اختیار کرتے ہوئے بدکلامی کی اور اس نے کہا کہ ایم پی اے کو بے شک یہ وکیل ہیں ان افراد سے نہ ملنے دیا جائے۔ اور اس نے یہ بھی کہا کہ قانون وہ ہے جو ہم بناتے ہیں یا جو ہم کرتے ہیں۔ ہم پچاس کی جائے اگر دو سو افراد کو تھانے میں بھی بٹھا لیں تو یہی ہمارا قانون ہے۔ یہی ہمارا ضابطہ ہے۔ ہم کسی دوسرے قانون اور کسی دوسرے ضابطے کو نہیں جانتے۔ اور اس نے یہ کہا کہ ایم پی اے' یہ وکیل یا دوسرے نمائندے جتنی دیر بھی یہاں پر بیٹھے رہتے ہیں اتنی دیر تک اس کمرے کو تالا لگا دیا جائے اور ان کو ان محبوس افراد سے ملاقات کی اجازت نہ دی جائے۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر عام آدمی سے پولیس کا رویہ درست نہیں ہے تو یہ بھی نامناسب بات ہے ڈی ایس پی اس معاملے میں جو بھی فیصلہ کرتا۔ لیکن میرے ساتھ اس نے تھانے کی حدود کے اندر ملاقات سے انکار کر کے اور میری بات سنے بغیر بدکلامی کرتے ہوئے اس ڈی ایس پی کا تھانے سے باہر چلے جانا میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کا اپنی ذمہ داریوں کو بطور احسن ادائیگی سے انحراف کے مترادف ہے۔ اس نے میرے استحقاق کو بھی مجروح کیا ہے اس نے اس ایوان کے استحقاق کو بھی مجروح کیا ہے اور اس نے انتظامیہ اور بیوروکریسی کے بارے میں عوام کے اندر جو تاثر پایا جاتا ہے کہ عوام کو ذلیل اور رسوا کرنا انہوں نے اپنی ایک ذمہ داری اور فرض منصبی سمجھ لیا ہے۔ اس نے اس غلط رویے کا مظاہرہ کیا' اس لیے جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس واقعہ سے' ڈی ایس پی مذکورہ کے اس رویے سے میرا استحقاق مجروح ہوا ہے اس ایوان کا استحقاق مجروح ہو ہے۔ لہذا اس تحریک کو باضابطہ قرار دے کر استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

**پارلیمانی سیکرٹری ہوم (ملک محمد عباس کھوکھر)**: جناب سپیکر! جس وقوعہ کا ذکر معزز رکن نے کیا ہے اس کا مقدمہ سرائے عالمگیر تھانہ میں 1-10-1992 کو درج کیا گیا ہے۔ اس مقدمہ کا نمبر 318 ہے۔ ان کی رپورٹ کے مطابق کچھ لوگوں کو اس مقدمہ میں شامل تفتیش کیا گیا معزز رکن کے وہاں تشریف لے جانے سے انہوں نے 16 آدمیوں کو جو شامل تفتیش تھے اسی دن چھوڑ دیا اور باقی پانچ ملزمان کے بارے میں انہوں نے لکھا ہے کہ یہ ایف آئی آر میں نامزد تھے۔ ہم نے چودھری صاحب سے گزارش کی کہ ہم ان 5 ملزموں کو مدعی کے سامنے شامل تفتیش کر رہے ہیں اور اگر انہوں نے اپنی صفائی دی تو ان کو بھی چھوڑ دیا جائے گا' چنانچہ وہ ان کو چھڑانے کے لیے بضد ہوئے ان کی رپورٹ کے مطابق' تو چودھری صاحب تشریف لے گئے۔ ہم نے انہیں باعزت طریقے سے بٹھایا ہے ان کی بات سنی ہے ان کا پورا احترام کیا ہے۔ دوسرے دن ہم نے پھر وہ پانچ آدمی شامل تفتیش کیے دوسرا فریق آیا اور ان کی آپس میں صلح ہو گئی اور ہم نے ان کو بھی چھوڑ دیا۔ بہر حال میں چودھری صاحب سے گزارش کروں گا کہ ان کی عزت ہمارے لیے بڑی مقدم ہے۔ اگر یہ چاہیں تو ہم ان کو بلوا کر ان کے سامنے باتیں کروا سکتے ہیں اور ان کی تسلی کرائیں گے۔ اگر اس میں ان کا قصور ہوا تو

دوبارہ رپورٹ آپ کو پیش کر دیں گے۔ ان کی رپورٹ کے مطابق تو یہ ان پانچ آدمیوں کے متعلق بند تھے لیکن وہ نامزد ملزم تھے ان کو شامل تفتیش کیا جانا تھا' اس لیے ہم نے ان کو شامل تفتیش کیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہم معزز رکن کی عزت کے لیے اگر یہ چاہیں تو ان کو بلوا لیں گے ان کے سامنے گفتگو کرا کر ان کی تسلی کروا دیں گے اور اگر وہ پھر بھی چاہیں گے تو ہم دوبارہ رپورٹ ایوان میں پیش کر دیں گے۔ اور آپ جو مناسب فیصلہ چاہیں وہ کریں۔

جناب سپیکر : شکریہ ملک صاحب۔

چودھری محمد فاروق : جناب سپیکر! میں پارلیمانی سیکرٹری صاحب کی خدمت میں ایک تو یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں ہر ایسے ویسے واقعے پر تحریک استحقاق پیش کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ اس تحریک کو بھی میں اپنی عزت اور وقار کے منافی سمجھتا ہوں۔ لیکن استحقاق کی بنیاد بنا کر اسے اس لیے پیش کیا ہے کہ اس وقت ہمارے صوبے کے اندر پولیس کے عملے نے اتنی اندھیر نگری مچائی ہوئی ہے کہ کسی شریف آدمی کی عزت محفوظ نہیں ہے' کسی شریف آدمی کی پگڑی محفوظ نہیں ہے اگر پارلیمانی سیکرٹری صاحب' ایک ڈی ایس پی کو بلوا کر میری بات کرانا چاہتے ہیں تو میں اس سے بات نہیں کرنا چاہتا۔ اگر ہمارا وقار بحال نہیں ہے تو میں بات کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا اور اور ہر ایسے ویسے معاملے میں کیا جیسے بھی واقعات ہوتے رہے ہیں میں خود تھانے میں جا کر بات کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا کہ مجھے تھانے میں جا کر معاملات میں مداخلت کرنی چاہیے۔ یہ ایک امن عامہ کا معاملہ تھا۔ انہوں نے تسلیم کیا کہ لوگ بٹھائے ہوئے تھے' انہیں چھوڑ دیا گیا۔

جناب سپیکر! قانون یہ ہے' ضابطہ یہ ہے کہ وارنٹ کے بغیر کسی شخص کو پکڑا نہیں جا سکتا۔ مقدمہ درج ہوئے بغیر کسی شخص کو تھانے میں نہیں بٹھایا جا سکتا اور یہی بات میں نے اس وقت ڈی ایس پی سے کہی کہ جو آپ نے یہ 50 افراد تھانے میں بند کیے ہوئے ہیں اگر ان کے خلاف کوئی ایف آئی آر نہیں ہے تو آپ انہیں تھانے میں نہیں بٹھا سکتے۔ اس نے کہا کہ آپ قانون نہیں جانتے۔ قانون وہ ہے جو ہم بناتے ہیں' جو ہم کرتے ہیں اور جو ہمارا فعل ہے اور جناب سپیکر! جو آدمی مجھے' میں وکیل بھی ہوں میں عوام کا منتخب نمائندہ بھی ہوں اور

میرے ساتھ لوکل نمائندے بھی موجود تھے ان کی موجودگی میں وہ یہ بات کہے کہ قانون وہ ہے جو ہم کرتے ہیں بے شک ان کے خلاف مقدمہ نہیں بے شک ان کے خلاف وارنٹ نہیں لیکن ہم انہیں تھانے میں بٹھا سکتے ہیں۔ جناب سپیکر! وہ ضابطہ فوجداری کے تحت بھی اور تعزیرات پاکستان کے تحت بھی حبس بے جا کا کیس تھا۔ اس کے بعد یہ کہتے ہیں کہ ہم نے انہیں چھوڑ دیا۔ وہ شخص ملزم نہیں جس کے اوپر الزام نہیں لگایا گیا اور جو ملزم نہیں اس کو یہ شامل تفتیش کیسے کر سکتے ہیں؟ ڈی ایس پی یا ان کے محکمے نے ان کو جواب دیا ہے کہ ہم نے انہیں با عزت بٹھایا۔ اگر دوسرے روز جب ان افراد کو چھوڑا نہیں گیا تب میں تھانے گیا اور ڈی ایس پی' مجھے ملا ہی نہیں۔ اس نے تھانے کے گیٹ سے ایک حکم نامہ جاری کیا کہ بے شک ایم پی اے تھانے کے اندر بیٹھا ہے۔ اس کی بات نہ سنیے وہ تھانے سے باہر بدکلامی کرتے ہوئے گیا۔ کیا اس نے میری عزت کی؟ کیا اس نے بطور نمائندہ میرے وقار کا احساس کیا؟ اگر اس نے بطور نمائندہ میرے وقار کا احساس نہیں کیا تو اس وقت اسمبلی میں جو دوسرے ممبران بیٹھے ہیں ان کو بھی سوچنا چاہیے کہ آج یہ صرف میرا معاملہ نہیں ہے میں رولز کے مطابق آپ کا فیصلہ چاہتا ہوں۔ اگر اس تحریک کی بنیاد اس کا وجود اور اس میں جو واقعات mention کیے گئے ہیں جناب والا! ایک اور بات میں آپ کے نوٹس میں لاتا ہوں کہ یکم تاریخ کو جب میں تھانے گیا تو اس وقت تک کسی شخص کے خلاف کوئی پرچہ نہیں تھا۔ وہ 50 افراد یا جو یہ باقی افراد کا کہہ رہے ہیں کہ ایف آئی آر میں ان کا نام موجود ہے کوئی ایف آئی آر' نہیں تھی۔ ڈی ایس پی نے مجھے کہا کہ بیشک کوئی ایف آئی آر نہیں ہم جب چاہیں گے ان کے خلاف ایف آئی آر درج کر لیں گے۔

جناب سپیکر : شکریہ چودھری صاحب۔ میرے خیال میں آپ اپنا مؤقف واضح کر چکے ہیں۔ بلاشبہ ہاؤس میں استحقاقات کے ایسے معاملات آنے چاہئیں جو رولز کے مطابق' آئین کے مطابق اور ممبرز کی prescribed privileges کے مطابق ہوں۔ یہی بات ہمارے معزز اراکین کے وقار کے مطابق ہے۔ لیکن پارلیمانی سیکرٹری نے یہ کہا ہے کہ اگر چودھری فاروق صاحب چاہیں تو متعلقہ آفیسر کو یہاں بلوا کر بات کرتے ہیں۔ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایک منتخب نمائندے کی بات کو مانا جائے یا نہ مانا جائے کم از کم ان سے بات تو ہونی چاہیے۔ اگر وہ

کسی official سے بات کرنا چاہتے ہیں تو اسے منتخب نمائندے سے بات تو کرنی چاہیے اور re-spectful طریقے سے بات کرنی چاہیے۔ اس انداز سے جو معاملہ چودھری فاروق صاحب نے پیش کیا ہے۔ اور اس بارے میں پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے جو جواب دیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک استحقاق کا fit کیس ہے میں اسے admit کرتا ہوں۔ اگر آپ کی طرف سے کوئی تحریک آتی ہے کہ اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

چودھری محمد فاروق : جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اس تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر : ہاؤس اس کی اجازت دیتا ہے کہ اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے؟

(ایوان نے تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کرنے سے اتفاق کیا)

جناب سپیکر : ایوان کو اس سے اتفاق ہے۔ اس تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جاتا ہے اور اس کی رپورٹ 30 دن کے اندر آنی چاہیے۔

ملک محمد دین صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 33 کل پیش ہوئی تھی۔ وزیر قانون صاحب' یہ تحریک استحقاق وزیر خزانہ کے متعلقہ ہے۔ آپ انہیں ارشاد فرمائیں کہ وہ تشریف لائیں اور اپنا مؤقف بیان کریں کہ وہ کب تک تشریف لا سکیں گے؟

وزیر قانون : میں آج ہی check up کر لیتا ہوں اور کل آپ کو بتا دوں گا۔ اگر وہ avail-able ہیں تو میں ان سے درخواست کروں گا کہ وہ کل تشریف لائیں اور اگر وہ available نہ ہوئے تو جو صورت ہوگی میں کل آپ کو بتا دوں گا۔

## تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر : تحاریک التوائے کار کو take up کرتے ہیں۔

ملک محمد دین : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر میں نے ایک تحریک دے رکھی ہے جس کا نمبر 110 ہے۔ تقریباً اسی مضمون کی ایک تحریک میں نے پچھلے اجلاس میں بھی پیش کی تھی' میں نے محترم قائد حزب اختلاف جناب وزیر قانون اور جناب ڈاکٹر محمد افضل اعزاز صاحب سے اور آپ سے خصوصی طور پر اس تحریک کے بارے میں گفتگو کی تھی۔ تمام احباب نے مجھے یہ یقین دہانی کروائی تھی کہ

آپ کی اس تحریک کو جلد از جلد ٹیک اپ کر لیا جائے گا۔ لیکن اسمبلی کا اجلاس ختم ہو جانے کی وجہ سے یہ تحریک پھر از سر نو پیش کی گئی ہے اور اب اس کا نمبر 110 ہے۔ میری یہ گزارش ہے کہ یہ ایک انتہائی اہمیت کی حامل تحریک ہے۔ تقریباً بیس پچیس دیہات ایسے ہیں جن میں چار پانچ قصبات ہیں جن کا معاملہ ہے۔ کم از کم مجھے اس تحریک کو پڑھنے تو دیا جائے۔ اسمبلی کے ابتدائی اجلاسوں میں میں نے ایک سوال بھی دیا' پھر ایک اور اجلاس میں بھی میں نے سوال دیا' تیسرے اجلاس میں میں نے پھر سوال دیا۔ لیکن بات جوں کی توں ہے۔ جناب والا! پچیس تیس دیہات ایسے ہیں جن کے لیے آمدورفت کا سرے سے کوئی ذریعہ نہیں۔ ایک قیمتی جان صرف اس وجہ سے ضائع ہو گئی کہ وہاں سڑک پر چار چار پانچ پانچ فٹ گڑھے پڑے ہوئے ہیں۔ میری بدقسمتی یہ ہے کہ تین چار دفعہ یہ مسئلہ اٹھانے کے بعد بھی مجھے اس تحریک پر بات کرنے کا موقع نہیں دیا گیا۔ میں آپ سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ کم از کم مجھے اس تحریک کو پڑھنے تو دیا جائے۔ اگر آپ محسوس کریں اور یہ ہاؤس محسوس کرے کہ یہ تحریک اس قابل ہے کہ اس پر بحث کی جائے تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ میں آپ کے حکم کے مطابق بات کروں گا۔

جناب سپیکر : ملک صاحب یہ کون سی تحریک التوائے کار ہے؟

ملک محمد دین : جناب والا! اس کا نمبر 110 ہے۔

جناب سپیکر : آپ کا مطلب ہے اسے آؤٹ آف ٹرن لے لیا جائے؟

ملک محمد دین : جی ہاں۔

جناب سپیکر : تحریک التوائے کار کو آؤٹ آف ٹرن کا طریق کار ایک ہی ہے کہ سارا ہاؤس اس سے اتفاق کرے کہ واقعی یہ بے حد اہمیت کی حامل تحریک التوائے کار ہے' اس سے پہلے جتنی تحاریک التوائے کار ہیں۔ ان سب میں سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ اس لیے اس کو آؤٹ آف ٹرن ٹیک اپ کیا جائے۔ اگر آپ چاہیں تو میں اسے ہاؤس کے سامنے پیش کر دیتا ہوں۔ کیونکہ آپ کی یہ تحریک ہے کہ اسے آؤٹ آف ٹرن ٹیک اپ کیا جائے۔

ملک محمد دین : جناب سپیکر! اس سلسلے میں میری ایک گزارش ہے کہ اس وقت موفجی کی فصل تقریباً تیار ہو چکی ہے۔ 25 دیہاتوں کے لیے کوئی راستہ نہیں ہے کم از کم سو ڈیڑھ سو

میل کا چکر کاٹ کر ان لوگوں کو منڈی میں آنا پڑتا ہے۔ اس لیے یہ تحریک انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ اس لیے میں یہ گزارش کروں گا۔

جناب سپیکر : میں آپ کی بات سمجھ رہا ہوں' میں آپ کی بات کو بھی سراہتا ہوں۔ لیکن اس کا طریق کار وہی ہے جو میں نے آپ کو بتایا ہے۔ اس سلسلے میں بہتر یہ ہوگا کہ جس وقت میں یہ سوال کروں کہ اس تحریک کو آؤٹ آف ٹرن لیا جائے یا نہ لیا جائے' آپ اس سے پہلے لیڈر آف اپوزیشن اور وزیر قانون سے رابطہ کر لیں تاکہ اگر وہ اس سے اتفاق کریں تو پھر آپ کی اس تحریک کو پذیرائی حاصل ہو جائے گی۔

ملک محمد دین : ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر : پہلے آپ ان سے رابطہ کرلیں اس کے بعد میں سوال پیش کردوں گا۔

ملک محمد دین : ٹھیک ہے۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر میاں مناظر علی رانجھا کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر : وزیر قانون صاحب یہ تحریک التوائے کار نمبر 15 اور 24 نمبر مؤخر تھیں اس پر کوئی پیش رفت ہوئی؟

وزیر قانون : جناب والا! کل دو محرکین چودھری حنیف صاحب اور میاں محمود الرشید صاحب تشریف لے آئے تھے' وزیر کوآپریٹو بھی موجود تھے' سیکرٹری کوآپریٹو اور رجسٹرار کوآپریٹو بھی موجود تھے۔ ہم نے ساری بات تفصیل سے کرلی ہے۔ جناب فرید احمد پراچہ بھی تشریف لائے تھے۔ محکمے کے نقطۂ نظر اور محرکین کے نقطۂ نظر کو سنا اور بات چیت کی۔ پوائنٹ آف difference یہ تھا کہ جو payments ہو رہی ہیں ان میں لوگوں کو بہت دِقت ہے۔ اس سلسلے میں میاں محمود الرشید صاحب اور چودھری حنیف صاحب فرید احمد پراچہ صاحب اس قسم کے کیسز رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹی کے نوٹس میں کل تک لائیں گے۔ اس میں جو رکاوٹیں ہیں ان کو بھی دور کریں گے' اور in the light of spirit of the order of the Supreme Court اس کے علاوہ ہم کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں ہونے دیں گے اور یہ مسئلہ انشاء اللہ حکومت ان کی تسلی کے مطابق حل کرنے کی کوشش کرے گی اور اس سلسلے میں چودھری حنیف صاحب بھی تشریف رکھتے ہیں۔

فرید احمد پراچہ صاحب بھی تشریف رکھتے ہیں' میاں محمود الرشید صاحب تشریف نہیں رکھتے ہیں۔ بہر حال یہ مسئلہ ہم نے کل settle کر لیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : کل تک ہو جائے گا؟

وزیر قانون : جناب والا! ہم نے یہ settle کر لیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : اچھا۔ settle کر لیا ہے۔

وزیر قانون : چودھری حنیف صاحب موجود ہیں اس پر اگر further بات کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : چودھری صاحب آپ اسے پریس نہیں کرتے؟

چودھری محمد حنیف : جناب والا! اس میں ہمارا مقصد تو یہی تھا کہ جن کو رقم کی ادائیگی نہیں ہو رہی تو ان کو ادائیگی ہو اور ان کے مسائل حل ہوں۔ ہماری اس سلسلے میں بات چیت ہوئی ہے' عملہ بھی موجود تھا اور سیکرٹری بھی موجود تھے۔ انہوں نے کہا ہے کہ وہ ان مشکلات کو دور کرنے کے لیے ہمارے ساتھ تعاون کریں گے۔ تو پھر ٹھیک ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : اس کا مطلب ہے آپ اسے پریس نہیں کرتے 15 ,24 ,78 کر پریس نہیں کرتے۔

چودھری محمد حنیف : جی' ہم انہیں پریس نہیں کرتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : شکریہ۔

لاء منسٹر صاحب یہ 34 بھی پینڈنگ تھی' میرا خیال ہے کہ ڈاکٹر صاحب سے متعلق ہے۔ کیا اس کو ابھی پینڈنگ رکھیں؟

وزیر قانون : اسے ابھی پینڈنگ رکھیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : تحریک التوائے کار نمبر 55 ہے۔ منسٹر لائیوسٹاک اگر تشریف رکھتے ہوں تو انہوں نے اس پر بات کرنی تھی۔

چودھری محمد فاروق : جناب والا! ابھی تحریک التوائے کار نمبر 43 پر جواب آنا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : لاء منسٹر صاحب نے فرمایا ہے کہ اسے ابھی پینڈنگ رکھا جائے۔

پارلیمانی سیکرٹری (ملک محمد عباس کھوکھر) : جی ہاں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے یہ تو اس لیے پینڈنگ رکھی گئی تھی کہ منسٹر صاحب تشریف نہیں رکھتے تھے۔

چودھری محمد فاروق: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! پارلیمانی سیکرٹری صاحب اور وزیر قانون صاحب کے درمیان رابطہ حال کروا دیا جائے یا ان کی کوئی افہام و تفہیم کروا دی جائے۔ کیونکہ تحریک استحقاق بھی ہو تو وزیر قانون یہ چاہتے ہیں پینڈنگ ہو جائے تاکہ یہ نہ پھنسیں اور کہتے ہیں کہ پھر جواب دوں گا۔ اگر کوئی تحریک التوائے کار آتی ہے تو وزیر قانون کہتے ہیں کہ پینڈنگ کر دیں۔ لیکن پارلیمانی سیکرٹری صاحب کہتے ہیں کہ میرے پاس جواب موجود ہے۔ براہ مہربانی ان کے درمیان افہام و تفہیم کروا کے حکومت کا کوئی ایک مؤقف سامنے لایا جائے۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! اس سلسلے میں میری گزارش یہ ہے کہ اتنا اہم کام چودھری فاروق صاحب سے بہتر کوئی اور سر انجام نہیں دے سکتا' کیونکہ یہ آدھے ادھر ہیں اور آدھے اُدھر ہیں۔

چودھری محمد فاروق: جناب والا! میں پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کر رہا ہوں کہ پارلیمانی سیکرٹری ہاؤس کے اندر جو بیان دیتا ہے وہ بھی حکومت کا مؤقف ہوتا ہے۔ کوئی وزیر جو بیان دیتے ہیں وہ بھی حکومت کا مؤقف ہوتا ہے۔ ایک ہی مسئلے پر ایک منسٹر کا مختلف مؤقف اور پارلیمانی سیکرٹری کا دوسرا مؤقف ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات درست نہیں ہے اور انہیں ایوان میں بات کرنے سے پہلے آپس میں صلاح مشورہ کرکے حکومت کی طرف سے ایک مؤقف پیش کرنا چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کی بات درست ہے۔ کیا اب آپ کی اس تحریک التوائے کار کا جواب پارلیمانی سیکرٹری صاحب دیں؟

چودھری محمد فاروق: میں تو پیش کر چکا ہوں۔

پالیمانی سیکرٹری: ہم نے اس بارے میں پہلے بھی یہ نہیں کہا کہ ہم تحریک التوائے کار نمبر 43 کا جواب نہیں دیتے۔ وہ تو ہم نے اس بارے میں کہا ہے جو وہ اور ڈاکٹر صاحب آپس میں discuss کر رہے ہیں۔ اس بارے میں تو ہم جواب دینے کو تیار ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی! آپ جواب دیں۔

## پنجاب پولیس کے لیے گاڑیوں کی خرید اور دفتروں کی آرائش کے اخراجات (...جاری)

پارلیمانی سیکرٹری : جناب والا! پہلی بات یہ ہے کہ یہ تحریک التوائے کار اخباری خبر پر منحصر ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس میں کوئی ایک specific واقعہ بیان نہیں کیا گیا بلکہ اس میں ایک کی جائے کئی معاملات اٹھائے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ recent occurrence بھی نہیں ہے۔ لیکن میرے فاضل دوست اس میں ایک معاملے پر زیادہ زور دے رہے ہیں کہ سوزوکی موٹر سائیکل والوں نے پولیس کو دو سو (200) موٹر سائیکلیں تحفے میں دی تھیں جو کہ گم ہو گئی ہیں۔ جو کہ قوم کا بڑا نقصان ہوا ہے۔ میں فاضل دوست کی اطلاع کے لیے عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ وہ کسی بھی کمپنی نے موٹر سائیکلیں پولیس کو تحفے میں نہیں دی ہیں اور نہ ہی یہ گم ہوئی ہیں۔ دوسرا یہ کہ یہ اخباری خبر پر منحصر ہے۔ اس کے علاوہ جو معاملات dis-cuss کیے گئے ہیں تین چار اور گاڑیوں کی خرید و فروخت کے متعلق' ایمبولینس کے متعلق یا دوسری گاڑیوں کے متعلق' تو وہ علیحدہ بحث کا مسئلہ ہے یہ تین چار معاملات ہیں۔ یہ جس بات پر زور دے رہے ہیں کہ موٹر سائیکلیں گم ہو گئی ہیں۔ میں عرض کرتا ہوں کہ نہ تو کسی نے موٹر سائیکل تحفے کے طور پر دیے ہیں نہ ہی وہ گم ہوئے ہیں۔ لہٰذا میں ان کی اطلاع کے لیے عرض کروں گا کہ یہ تحریک التوائے کار نہیں بنتی' اس لیے وہ اس کو پریس نہ کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : چودھری صاحب۔ آپ محترم پارلیمانی سیکرٹری صاحب کے جواب سے مطمئن ہیں۔

چودھری محمد فاروق : جناب والا! آپ رولز کے مطابق اس پر اپنی رولنگ دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : نہیں' یہ جو آپ نے بنیاد بنائی ہے کہ وہ گم ہیں اور تحفہ میں ملی ہیں۔ تو پارلیمانی سیکرٹری صاحب فرما رہے ہیں کہ ایسی کوئی بات نہیں۔

چودھری محمد فاروق : جناب والا! انہوں نے اپنا ایک مؤقف پیش کر دیا ہے۔ کل تک ان کا مؤقف تھا کہ یہ یاماہا موٹر سائیکل والوں نے دی ہیں۔ اور آج وہ کہتے ہیں کہ یہ کسی بھی کمپنی

نے نہیں دیں۔ جناب والا! چونکہ آج ان کا باقاعدہ اسمبلی میں جواب آیا ہے۔ کل تو ہماری آپس میں بات ہو رہی تھی۔ آج جو انہوں نے باقاعدہ جواب دیا ہے اس پر آپ بھی باقاعدہ رولنگ دے دیں۔ آپ کی رولنگ کے بعد مجھے اپنے اطمینان کے لیے جو بھی بات کرنی ہوگی میں کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : مجھے تو ان کی بات پر اعتماد ہے۔ کیونکہ وہ ہاؤس میں جو بیان دے رہے ہیں میں تو اس پر یقین کرتا ہوں۔

چودھری محمد فاروق : جناب والا! میں ان کے بیان کو ان کی حد تک ظاہر ہے درست تسلیم کرتا ہوں۔ اس لیے انہوں نے جو بیان دیا ہے آپ اس پر رولنگ دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : میں نے تو عرض کر دیا ہے کہ وہ صحیح ہے۔ اب آپ اس کو پریس کرتے ہیں یا نہیں کرتے ؟

چودھری محمد فاروق : جناب والا! میں اس تحریک التوائے کار کو پریس نہیں کرتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : آپ اس کو پریس نہیں کرتے۔ not pressed لاء منسٹر صاحب۔ ایک تحریک التوائے کار نمبر 55 ہے یہ منسٹر لائیو سٹاک کے متعلقہ تھی۔ میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ اس کا جواب آپ دیں گے۔ یہ پہلے ہاؤس میں پیش ہو چکی ہے اب آپ نے اس کا جواب دینا ہے۔

## محکمہ لائیوسٹاک کے ملازمین کو تنخواہوں کی عدم ادائیگی(جاری)

وزیر قانون : جناب والا! یہ تحریک التوائے کار جو میرے فاضل بھائیوں نے پیش کی ہے یہ 15 ستمبر کے روز نامہ "نوائے وقت" کو بنیاد بنا کر پیش کی گئی ہے۔ اس پر میرے فنی اعتراضات ہیں۔ یہ واحد متعین معاملہ نہیں ہے' حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والا معاملہ نہیں ہے اور یہ تحریک التوائے کار مبہم ہے۔ یہ واضح نہیں ہے۔ چنانچہ فنی لحاظ سے قاعدہ 65 اور قاعدہ 67 (اے) کے تحت یہ تحریک التوائے کار اس ایوان میں زیر بحث لانے کے قابل نہیں ہے۔ تاہم میں فاضل محرکین کی تسلی اور اطلاع کے لیے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے تین catagories کے ملازمین کا ذکر کیا ہے اور انہیں تنخواہیں نہیں مل رہیں ایک کیٹیگری ہے محکمہ لائیوسٹاک میں تبدیلی والی ان ملازمین کو تنخواہیں مل چکی ہیں۔

دوسری کیٹیگری محکمہ انتظامیہ' ایس اینڈ جی اے ڈی کے سرپلس پول میں کچھ ملازمین چلے گئے ہیں۔ سرپلس پول والے ملازمین کو بھی تنخواہ مل گئی ہے۔ تیسری کیٹیگری کارپوریشن کو نجی شعبے میں دینے کے سٹاف کی ہے۔ ان کی پوزیشن یہ ہے کہ ان کے چیک وصول ہو چکے ہیں اور انشاء اللہ اگلے ایک دو دن میں ان کو ادائیگی ہو جائے گی۔ چوتھی کیٹیگری گولڈن شیک ہینڈ والوں کی ہے۔ اس سلسلے میں محکمہ لائیوسٹاک نے یہ معاملہ فنانس ڈیپارٹمنٹ کے ساتھ ٹیک اپ کیا ہوا ہے اور ان کے ساتھ ان کی میٹنگ ہونی ہے۔ انشاء اللہ اس سلسلے میں بھی بہت جلد فیصلہ کر لیا جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ گورنمنٹ already cognizant ہے۔ نہ ہی یہ مسئلہ اہمیت عامہ کا ہے' نہ ہی متعین معاملہ ہے۔ اس کو اور میری وضاحت کو مد نظر رکھتے ہوئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک التوائے کار قابل پذیرائی نہیں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی پراچہ صاحب۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب والا! یہ واحد متعین معاملہ ہے۔ بالکل ایک ہی محکمے کے افراد کے بارے میں ہے اور اس کے علاوہ اہمیت عامہ کا اور مفاد عامہ کا مسئلہ ہے۔ اس کے علاوہ یقین دہانی پھر بھی نہیں کرائی گئی۔ دو سال گزر گئے ہیں اور ابھی تک اس معاملے میں گفتگو ہو رہی ہے۔ اگر واضح طور پر یقین دہانی کرا دی جائے کہ جن لوگوں کو تنخواہیں ملنی ہیں انہیں تنخواہیں ایک یا دو مہینوں میں مل جائیں گی۔ تو ہم اس کو پریس نہیں کریں گے۔ ہمارا مطلب یہی ہے کہ لوگوں کا مسئلہ حل ہو۔

جناب ڈپٹی سپیکر : کئی ایک ملازموں کو تو تنخواہ مل گئی ہے' کئی ایک کے چیک تیار ہو گئے ہیں اور باقی لوگوں کا معاملہ بھی وہ کافی سنجیدگی سے لے رہے ہیں۔

جناب فرید احمد پراچہ : تعین تو ہو کہ یہ کب تک معاملہ حل ہو جائے گا۔ اگر تنخواہیں ملی ہیں تو یہ بھی اب ہی ملی ہیں۔ اس کو بھی چیک کریں گے۔ لیکن اگر ملی ہیں تو دو سال گزرنے کے بعد اب ملی ہیں۔ تحریک دینے کے نتیجے میں ملی ہیں۔

جناب محمد حنیف چودھری : جناب والا! لائیو سٹاک نے خود ایک سوال کے جواب میں کہا تھا کہ چار بار وزارت خزانہ کو ان لوگوں کی تنخواہوں کے لیے چٹھی لکھ چکے ہیں اور ابھی تک ان کا مسئلہ حل نہیں ہو رہا۔ وزیر قانون صاحب آج فرما رہے ہیں کہ یہ جلدی ہو جائے گا تو

کیسے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: انہوں نے اسمبلی میں یہ بیان دیا ہے۔ تو آپ اس کو پریس نہیں کرتے؟ ---- پریس نہیں کرتے۔ تحریک التوائے کار نمبر 56۔

## پاکستانی ٹیکسٹائلز کی بین الاقوامی منڈی میں کساد بازاری

جناب محمد حنیف چودھری: میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے مسئلہ یہ ہے کہ روز نامہ "پاکستان" میں جاپانی ماہرین کی یہ رپورٹ شائع ہوئی ہے کہ پاکستان کے ٹیکسٹائل کی بین الاقوامی منڈی سے آؤٹ ہونے کے خدشات پیدا ہو گئے ہیں فوری اقدامات نہ کیے گئے تو 5 سال میں پاکستان کی ٹیکسٹائل کی برآمدات دیگر ممالک کے مقابلہ نہیں کر سکیں گی۔ ٹیکسٹائل کی برآمدات میں پاکستان بارہویں نمبر پر ہے۔ اور اسے بنگلہ دیش مراکش اور سری لنکا سے سخت مقابلہ کا سامنا ہے حکومتی پالیسیوں سے انڈسٹری بحران کا شکار ہو گئی ہے۔ گارمنٹس کی اشیاء کی کوالٹی پر بیرونی ممالک اعتبار نہیں کرتے۔ حکومت ٹیکسٹائل مالکان کے مشورے سے پالیسیاں مرتب کرے تو پاکستان دنیا کا لیڈر بن جائے گا۔ یعنی یہ ایک تشویش ناک خبر ہے۔ پاکستان کی اہم برآمدات میں کپاس سر فہرست ہے۔ اور پنجاب کپاس کی پیداوار میں سر فہرست ہے بلکہ پاکستان کی کپاس کا بڑا حصہ پنجاب میں ہی پیدا ہوتا ہے نیز سپننگ weaving ملوں کا بڑا حصہ بھی پنجاب میں ہی موجود ہے کپاس و ٹیکسٹائل کی برآمدات میں کمی سے پنجاب کے کاشتکاروں کا متاثر ہونا لازمی ہے۔ وزارت تجارت کے دیے گئے اعداد و شمار کے مطابق سال 91 - 1990ء میں پاکستان سے 12- ارب 52- کروڑ روپے کی مالیت کی کپاس برآمد ہوئی۔ جبکہ سال 92 - 1991ء میں پاکستان سے 10- ارب 27- کروڑ روپے کی کپاس برآمد کی گئی یعنی ایک سال میں 2- ارب روپے کی کمی واقع ہوئی ہے۔ یہ صورت حال تقاضا کرتی ہے کہ اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر کے اس اہم موضوع کو زیر بحث لایا جائے۔

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیمO

جناب سپیکر! اخباری خبر کا حوالہ دیتے ہوئے فاضل ممبران نے تحریک التوائے کار پیش کی

ہے۔ میں اس ضمن میں صرف یہ عرض کروں گا کہ جاپانی ماہرین کی رپورٹ' یا اخبار میں اس کا آنا یا فاضل اراکین کا تحریک التواء پیش کرنا' یہ جس معاملے میں تحریک التوائے کار پیش کی گئی ہے یہ معاملہ چونکہ برآمدات کی پالیسی سے متعلق ہے جو وفاقی وزارت تجارت طے کرتی ہے۔ صوبائی حکومت کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں' اس لیے میں عرض کروں گا کہ اگر یہ تحریک پیش کرنا چاہتے ہیں تو کسی طریقے سے قومی اسمبلی میں پیش کریں۔ یہاں یہ تحریک نہیں لائی جا سکتی۔ اس لیے میں گزارش کروں گا کہ اس کو پریس نہ کریں۔ اس کو واپس لیں اور proper forum پر اس کو پیش کریں۔

جناب فرید احمد پراچہ : اس ضمن میں گزارش ہے کہ اس مسئلے کا تعلق پنجاب کے عوام سے بہت زیادہ ہے اور یہ پنجاب حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ مرکزی حکومت تک اپنی سفارشات اور اپنے اضطراب کو پہنچائے' اپنے عوام کے مسائل کو مرکزی حکومت تک پہنچائے۔ اس احساس کو یاد دلانے کے لیے ہم نے یہ تحریک التوائے کار دی ہے۔ اگر یہ یقین دہانی کروائیں کہ مرکزی حکومت تک پنجاب کے کسانوں کے احساسات پہنچائیں گے۔ انڈسٹری بھی پنجاب میں ہے اور اس کی فصل بھی پنجاب میں ہے۔ متاثر بھی پنجاب ہوتا ہے۔ اس لیے یہ بات بالکل پنجاب سے تعلق رکھتی ہے۔ اگر یہ اس بات کی یقین دہانی کروائیں کہ مرکزی حکومت تک ان احساسات کو اسی شدت کے ساتھ پہنچائیں گے اور وہاں سے مسئلہ حل کروانے کی کوشش کریں گے تو ہم اس کو پریس نہیں کرتے۔

وزیر ہاؤسنگ فزیکل پلاننگ : جناب سپیکر! فاضل ممبران کی یہ بات درست ہیں لیکن اس کو پیش کرنے کا ایک طریق کار ہے۔ اگر وہ اس کو ایک قرار داد کی شکل میں اسمبلی میں لائیں تو پنجاب حکومت کو قطعاً کوئی اعتراض نہیں کہ وفاقی حکومت کو اپنی سفارشات کے ساتھ یہ بھیجا جائے۔ لیکن میں فاضل ممبران اور معزز ایوان کی اطلاع کے لیے یہ عرض کردوں کہ پنجاب حکومت پہلے ہی اس صورت حال کا جائزہ لے رہی ہے اور اپنی سفارشات تیار کر رہی ہے۔ تاکہ وفاقی حکومت کو بھیجی جائیں۔ اگر فاضل ممبران چاہیں کہ ان کا حصہ بھی اس کار خیر میں پڑے تو ایک قرار داد اسمبلی میں لے آئیں تو اس پر پنجاب حکومت کو قطعاً کوئی اعتراض نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : پراچہ صاحب۔ مناسب یہ رہے گا کہ متعلقہ منسٹر صاحب اور لاء منسٹر صاحب کے ساتھ بیٹھ کر تمام محرک صاحبان ایک متفقہ قرار داد لے آئیں اور اس کو اسمبلی میں پیش فرمائیں۔ آپ اس کو پریس نہیں کرتے؟ پریس نہیں کرتے۔ تحریک التوائے کار نمبر 57 بھی آپ ہی کی طرف سے ہے۔

## پنجاب میں شراب کا سر عام کاروبار

جناب فرید احمد پراچہ : میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے مسئلہ یہ ہے کہ روز نامہ "جنگ" کی اشاعت جمعہ میگزین 18 ستمبر میں ایک سروے رپورٹ شائع ہوئی ہے جس کے مطابق صوبہ پنجاب میں شراب کا کاروبار زوروں پر ہے۔بڑے پیمانے پر جعلی شراب تیار کرنے کے کارخانے ہیں۔ جہاں قانون کے سائے تلے جعلی شراب تیار کی جاتی ہے۔ پنجاب میں 92-1991ء میں 21 ہزار 8 سو 93 غیر مسلموں کو پرمٹ جاری کیے گئے۔ سروے کے مطابق جعلی انگلش شراب کی تیاری میں بڑی اہم شخصیات شامل ہیں اس کی زیادہ تر تیاری والٹن گارڈن ٹاؤن بجر وال بارڈر ایریا' گلبرگ' ڈیفنس' اور آر اے بازار میں ہوتی ہے۔ اس کی فروخت میں بعض ایسی خواتین بھی شامل ہیں جنہوں نے بڑے بڑے لوگوں سے تعلقات بنائے ہوئے ہیں۔ بڑے بڑے ہوٹلوں میں پرمٹ کی آڑ میں مسلمان افسروں اور امیر طبقہ میں شراب فروخت کرنے کا کاروبار کھلے عام ہو رہا ہے اخبار کی یہ سروے رپورٹ ایک انتہائی پریشان کن صورت حال کی نشان دہی کرتی ہے۔ قومی اسمبلی میں شراب پر مکمل بندش کی قرار داد منظور ہونے کے باوجود صوبہ پنجاب میں غیر مسلموں کے لیے جاری شدہ پرمٹوں کی آڑ میں اصلی اور پولیس کے تعاون سے جعلی شراب کی فروخت کا کام کھلے عام ہو رہا ہے۔ شراب ام الخبائث ہے پولیس اور ایکسائز کے عملہ کے تعاون سے اس کا کاروبار لاہور اور دوسرے شہروں میں وسیع پیمانے پر ہو رہا ہے۔ یہ صورت حال تقاضا کرتی ہے کہ اجلاس کی کارروائی ملتوی کر کے اس اہم موضوع کو زیر بحث لایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : اس کا جواب کون صاحب دیں گے ؟ آپ دیں گے ؟

پارلیمانی سیکرٹری آب کاری و محصولات (چودھری شاہد اکرم بھنڈر) : جی جناب!

جناب ڈپٹی سپیکر : جی فرمایئے۔

پارلیمانی سیکرٹری آب کاری و محصولات : جناب سپیکر جو فاضل محرک نے تحریک التوائے کار "جنگ" کی اشاعت مورخہ 18 ستمبر 1992ء میں ایک سروے رپورٹ کی بنا پر پیش کی ہے اس کے مطابق پنجاب میں شراب کا کاروبار زوروں پر ہے اور بڑے پیمانے پر جعلی شراب تیار کی جا رہی ہے۔ تو اس میں میری گزارش یہ ہے کہ ایک تو انہوں نے اخباری خبر کو بنیاد بنایا ہے اور ویسے بھی یہ definite and specific matter نہیں ہے۔ یہ spec-ulation ہے جس پر یہ اپنی تحریک التوائے کار کو base کرتے ہیں۔ اس پر ویسے ہی لاء اینڈ آرڈر پر بحث ہو رہی ہے۔ فرید پراچہ صاحب اس پر بول چکے ہیں۔ لیکن انہوں نے اس موضوع کو اپنی تقریر میں ٹچ نہیں کیا۔ میرے دوسرے دوستوں کو یہ موقع مل سکتا ہے۔ امن عامہ پر بحث کے دوران یہ اس پر بحث کر لیں۔ اور یہ رول 67 (ای) کی زد میں نہیں آتی کیونکہ لاء اینڈ آرڈر پر بحث کے لیے دن مقرر ہو چکا ہے۔ تو جہاں تک ان کا تعلق اس بات پر ہے کہ یہ لاہور میں جعلی شراب کے کارخانے کام کر رہے ہیں تو میں اپنے دوستوں سے گزارش کرتا ہوں کہ یہ جناب' pin point کریں۔ محکمہ اس پر فوری طور پر کارروائی کرے گا۔ جناب والا! ان کی تحریک رولز کے خلاف ہے' اس لیے اسے rule out فرمایا جائے۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میں اس تحریک پر زور دیتا ہوں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بہت اہم موضوع ہے۔ شراب اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے قطعی طور پر حرام قرار دی ہے۔ اور اس کے بارے میں کل جب وقفہ سوالات میں بیان کیا گیا تھا تو بتایا گیا کہ دس لاکھ لیٹر سے زیادہ شراب لاہور میں پرمٹوں کے اوپر ہوٹلوں کے ذریعے فروخت کی جاتی ہے۔ اور محکمہ ایکسائز یہ حرام کمائی حاصل کر رہا ہے۔ اس لحاظ سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ معاملہ بڑی اہم نوعیت کا ہے' لہٰذا اسے زیر بحث لایا جائے اور اس کے حوالے سے میں اسے پریس کروں گا اور زور دوں گا۔

شیخ محمد طاہر رشید : پوائنٹ آف آرڈر۔
جناب ڈپٹی سپیکر : جی' فرمایئے شیخ صاحب!
شیخ محمد طاہر رشید : جناب سپیکر! محترم پراچہ صاحب نے شراب سے متعلق جو اعداد و شمار ایوان میں پیش کیے ہیں تو میں جناب کے توسط سے یہ جو پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ اعداد و شمار انہیں کہاں سے ملے؟
جناب ڈپٹی سپیکر : آپ نے کیا پوائنٹ آف آرڈر فرمایا ہے؟
شیخ محمد طاہر رشید : جناب سپیکر! میں چیئر سے یہ انفرمیشن چاہتا تھا۔ کہ محترم پراچہ صاحب کی طرف سے جو اعداد و شمار ایوان میں پیش کیے گئے ہیں۔ یہ اعداد و شمار انہوں نے کہاں سے لیے ہیں؟
جناب ڈپٹی سپیکر : یہ آپ بعد میں بھی پوچھ سکتے ہیں۔ یہاں پر ضروری نہیں۔
جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! یہ ابھی پوچھ لیں لیکن جب وقفہ سوالات ہوتا ہے تو اس میں یہ جاگتے رہیں اور وقفہ سوالات میں وہ پڑھ لیا کریں اور کبھی اس کا مطالعہ فرما لیں تو انہیں پتا چلے گا کہ یہ اعداد و شمار ہمیں کہاں سے ملتے ہیں۔ یہ خود حکومت کے ہی بیان کردہ اعداد و شمار ہیں جو وقفہ سوالات میں بیان کیے گئے ہیں۔
جناب پیٹر گل : پوائنٹ آف آرڈر۔
جناب ڈپٹی سپیکر : جی' فرمایئے۔
جناب پیٹر گل : جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے جناب پالیمانی سیکرٹری سے یہ دریافت کروں گا کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ جعلی شراب کے بارے میں pin point کیا جائے۔ تو کیا جو اصلی شراب ہے۔ اس کے بارے میں ان کو معلوم نہیں ہے کہ کہاں کہاں بکتی ہے اور کہاں کہاں فروخت ہوتی ہے؟
پارلیمانی سیکرٹری آب کاری ومحصولات : شراب تو حرام ہے چاہے اصلی ہو یا جعلی ہو۔ جناب والا! اس پر ڈیبیٹ نہیں ہونی چاہیے۔ معزز ممبر نے اپنی تحریک پیش کی ہے اور میں نے اس کا جواب دیا ہے۔ اس پر جناب آپ کی رولنگ آنی ہے۔
جناب ڈپٹی سپیکر : جناب پراچہ صاحب نے ایک تجویز دی ہے کہ جس طرح قومی اسمبلی

میں پاس ہوئی ہے تو ایسی کوئی قرار داد آپ محرک کے ساتھ مل کر یعنی شراب پر پابندی یا اس قسم کا کوئی بزنس ہے' اس پر قرار داد تیار کر لیں اس پر حکومت کی طرف سے تو کوئی اعتراض نہیں ہوگا؟

پارلیمانی سیکرٹری آب کاری و محصولات : جناب والا! اس سلسلے میں میں نے وقفہ سوالات میں بھی یہ عرض کی تھی قرار داد کی تب تک کوئی حیثیت نہیں جب تک کہ ایک قانون سٹینڈ کرتا ہے۔ وہ قانون قومی اسمبلی کا بنایا ہوا ہے' یعنی وہ صدارتی آرڈیننس 1979ء کا ہے۔ اس کی موجودگی میں ایسے ریزولیوشن کی کوئی وقعت نہیں ہاں' جناب! ان کی جماعت قومی اسمبلی میں بیٹھی ہے۔ وہ قومی اسمبلی میں پیش کریں اور اس لیجسلیشن کو منسوخ کرائیں۔ اور جب وہ لیجسلیشن منسوخ ہو جائے گی تو اس پر مکمل پابندی عائد ہو جائے گی۔ جب تک قانون اجازت دیتا ہے تب تک پرمٹوں پر اس کی فروخت ہوگی۔ اور اس پر پابندی نہیں لگائی جا سکتی۔

جناب ڈپٹی سپیکر : میں نے آپ سے یہ گزارش کی تھی کہ جس طرح قومی اسمبلی میں ایک ریزولیوشن پاس ہوا ہے اس قسم کا ریزولیوشن اگر یہاں پنجاب اسمبلی کی طرف سے پاس ہو تو آپ اس سلسلے میں کیا تجویز فرمائیں گے؟

پارلیمانی سیکرٹری آبکاری و محصولات : جناب والا! وہ اس سلسلے میں موو تو کریں۔ قرار داد لے آئیں اور اسمبلی میں آپ put کریں تو زیادہ مناسب رہے گا۔ اور آپ کو اس سلسلے میں اعتراض تو نہیں ہوگا؟

پارلیمانی سیکرٹری آبکاری و محصولات : جناب والا! وہ تو جس وقت لائیں گے اس وقت بیٹھ کر اسے کر لیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : آپ کو اس پر اعتراض تو نہیں ہوگا؟

پارلیمانی سیکرٹری آبکاری ومحصولات : جناب والا! وہ ریزولیوشن تو لے آئیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : آپ ایسا کریں کہ ایک متفقہ قرار داد متعلقہ وزیر صاحب اور وزیر قانون کے ساتھ مل کر تیار کر کے لے آئیں اور اسمبلی میں پیش کر دیں۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! یہ بالکل صحیح ہے۔ لیکن ابھی پارلیمانی سیکرٹری صاحب

فرما رہے ہیں کہ قومی اسمبلی کی قرار داد کی بھی کوئی حیثیت نہیں یعنی قرار داد کی کل حیثیت یہ ہے کہ یہاں قومی اسمبلی کی پاس کردہ قرار داد پر پارلیمانی سیکرٹری صاحب کا تبصرہ ہے کہ اس کی کوئی حیثیت نہیں تو پنجاب اسمبلی کی پھر کیا حیثیت ہوگی اور یہاں کی قرار داد کو کیا اہمیت دی جائے گی؟

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ بات تو نہیں ہے کہ ایک اسمبلی جو پنجاب کا اور قومی اسمبلی پاکستان کا ایک بہت ہی اہم قانون ساز ادارہ ہے جس کی پاس کردہ قرار داد کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ میں تو اس سے اتفاق نہیں کرتا۔ تو آپ ایسا کریں کہ آپ منسٹر صاحب کے ساتھ مل کر یعنی متعلقہ منسٹر صاحب اور وزیر قانون صاحب اور آپ صاحبان جو محرک ہیں مل کر اس پر متفقہ قرار داد لے آئیں تو زیادہ مناسب رہے گا۔ تو آپ اس کو پریس نہیں کرتے؟

جناب فرید احمد پراچہ: ٹھیک ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: not pressed تحریک التوائے کار کا وقفہ ختم ہوتا ہے۔ جی بیگم صاحبہ۔

## قرار داد بابت شاہراہ قائد اعظم پر جلسے' جلوسوں پر پابندی کے بارے میں خصوصی مجالس کی رپورٹ کا پیش کیا جانا

بیگم فوزیہ بہرام: جناب سپیکر! آپ کی اجازت سے میں میاں محمود الرشید ایم پی اے کی طرف سے پیش کردہ قرار داد بابت شاہراہ قائد اعظم پر جلسے اور جلسوں پر پابندی کے بارے میں کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتی ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رپورٹ پیش کر دی گئی ہے۔

## مجلس قائمہ برائے مال کی رپورٹ کا پیش کیا جانا

جناب پیٹر گل: جناب والا! میں مسودہ قانون (ترمیم) (مدت برائے ادائیگی معاوضہ کی توثیق و توسیع) مزارعت پنجاب مصدرہ 1992ء (مسودہ قانون نمبر 20 بابت 1992ء کے بارے میں مجلس قائمہ برائے مال کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رپورٹ پیش کر دی گئی ہے۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! میں نے ایک مفاد عامہ کی قرار داد آپ کو بھیجی ہے جس کے لیے میں نے یہ درخواست کی ہے کہ تمام رولز کو relax کر کے میری اس مفاد عامہ کی قرار داد کو take up کیا جائے۔ جناب سپیکر! یہ ایک متفقہ قرار داد ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب۔ آپ اس کی کاپی بھجوا دیں۔ میں نے ابھی وہ نہیں پڑھی۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! یہ ان کا جو ریزولیوشن ہے جسے یہ آؤٹ آف ٹرن ٹیک اپ کرنے کے لیے کہہ رہے ہیں' پہلے دوسرے ریزولیوشن ہو جائیں پھر اسے لیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ پرائیویٹ ممبرز ڈے ہے اس پر جن لوگوں نے مسودہ قانون پیش کیے تھے' ہم ان کو ٹیک اپ کریں گے۔

وزیر قانون: جی ہاں' دوسرے کام سارے نمٹ جائیں گے۔ پھر اس کو ٹیک اپ کریں گے۔

## مسودات قانون

### (پیش کرنے کی اجازت کی تحریک)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی ہاں۔ جس وقت ریزولیوشنز کی باری آئے گی اس وقت اس کو دیکھیں گے۔ تو پہلے یہ مسودہ قانون رانا اکرام ربانی صاحب کی طرف سے ہے۔ میں ان سے درخواست کروں گا کہ وہ اسے پیش کریں۔

### مسودہ قانون (ترمیم) تعلیمی فاؤنڈیشن پنجاب مصدرہ 1992ء

رانا اکرام ربانی: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"مسودہ قانون (ترمیم) تعلیمی فاؤنڈیشن پنجاب بابت 1992ء پیش کرنے کی اجازت دی جائے"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"مسودہ قانون (ترمیم) تعلیمی فاؤنڈیشن پنجاب بابت 1992ء پیش کرنے کی اجازت دی جائے"

MINISTER FOR LAW: I oppose it.

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' رانا صاحب۔

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! میں نے اس تحریک کے ذریعے جو بل اس ایوان میں پیش کرنے کی اجازت طلب کی تھی۔ وہ ایک ایکٹ جو اس ایوان نے پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن ایکٹ کے نام سے پاس کیا تھا اس میں کچھ ترامیم تجویز کی تھیں جو میں معزز اراکین کی

معلومات کے لیے عرض کرنا چاہتا ہوں تاکہ ان کو اس تحریک کا فیصلہ کرتے وقت کم از کم پتہ تو ہو کہ وہ کس چیز کی مخالفت کر رہے ہیں یا حمایت کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! سب سے پہلے میں نے سیکشن 13 آف ایکٹ 1 آف 1991ء میں جٹ' آڈٹ اینڈ اکاؤنٹس کی کلاز میں ترمیم دی تھی کہ....

"Budget, Audit & accounts: The budget of the Foundation shall be approve and its accounts shall be maintained and audited by the Auditor General of Pakistan.

جناب سپیکر! جو اوریجنل ایکٹ یہاں پر پاس کیا گیا تھا اس میں یہ تھا کہ۔

"The budget of the Foundation shall be approved and its accounts shall be maintained and audited in such a manner as may be prescribed."

جناب سپیکر! اس تجربے کے بعد کہ ایوان سے may be specified may be prescribed" کے حوالے سے ایکٹ پاس کرانے کے بعد اپنے مفاد کے پیش نظر' سیاسی مجبوریوں یا مصلحتوں کے پیش نظر اس قانون کا اتنا حلیہ بگاڑ دیا جاتا ہے یا کم از کم اس کلاز کو اپنے ends achieve کرنے کے لیے اتنا misuse کیا جاتا ہے کہ جس سے اب یہ بات میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ یہ جو may be prescribed اور may be specified والے لفظ استعمال کیے جاتے ہیں یہ قطعاً نیک نیتی پر مبنی نہیں ہوتے اور اس کو قانونی شکل میں پابند کرنے کے لیے میں نے اس میں یہ ترمیم پیش کی تھی کہ۔۔۔ and audited by the Auditor General of Pakistan اور یہ ترمیم میں نے اس لیے پیش کی کہ یہاں پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ پیش کی جاتی ہے اور پنجاب حکومت کے دوسرے اداروں کی طرح اگر اس فاؤنڈیشن کا جٹ بھی آڈیٹر جنرل آڈٹ کریں گے تو اس کی رپورٹ بھی اس ایوان میں پیش کی جائے گی۔ جس کے ذریعے سے auditing سے بچنے کے لیے جو گھپلے کیے جاتے ہیں یا متعلقہ اہلکاران کی وجہ سے جو گڑبڑ سامنے آتی ہے اس کا آنے

والے وقت کے لیے تدارک کیا جا سکے۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ آڈیٹر جنرل آف پاکستان کوئی میں نے نامزد تو نہیں کرنا یا اس نے حزب اختلاف سے پوچھ کر auditing تو نہیں کرنی۔

دوسری چیز جو میں نے اس کے ذریعہ سے پیش کی ہے وہ سیکشن 13 (اے) اور 13 (بی) نئے سیکشن کی addition کے لیے میں نے یہ تجویز پیش کی تھی۔

13-A. (1) The Foundation shall, not later than fifteenth day of February in each year, prepare a report as to the work done by it during the proceeding year ending on the thirty first day of December and submit the report to the Governor.

(2) The Governor shall cause a copy of the report to be laid before the Provincial Assembly each year."

جناب سپیکر! یہ اس ترمیم کے ذریعہ سے اس فاؤنڈیشن کو اس چیز کا پابند بنانا ہے کہ وہ اپنی سرگرمیوں کی یا اپنے تمام کیے ہوئے سنہری کارناموں کی رپورٹ اس ایوان کے سامنے پیش کرے۔ پھر یہ ایوان اس پر بحث کرے یا اس ایوان کی رپورٹ کی اشاعت کے بعد پبلک میں سے یا معزز اراکین اسمبلی میں سے کس کو اس چیز کا اندازہ ہو کہ اس رپورٹ میں یہ خامیاں ہیں یا اس رپورٹ کے مطابق فاؤنڈیشن کی کارکردگی جس کے ذریعے سے کروڑوں روپیہ لوگوں میں تقسیم کیا جانا مقصود ہے۔ اس کی کارکردگی کس لحاظ سے قابل اعتراض ہے یا اس کارکردگی کو مزید بہتر بنانے کے لیے اس میں کچھ ضروری ترامیم یا تجاویز پیش کی جائیں۔ جناب سپیکر! مجھے سمجھ نہیں آتی کہ اپنی کارکردگی اگر اچھی ہے تو اسے اس ایوان میں پیش کرنے سے یہ کیوں گھبراتے ہیں؟ اس میں کون سی چیز ایسی ہے جو میں نے قابل اعتراض کی ہے۔

تیسری ترمیم میں نے 13 (بی) سیکشن کے ذریعہ سے تجویز کی ہے کہ۔۔

13- B. If at any time it is found that the grants, loans

and other assistance received by any institution or agency from the Foundation are being used in a manner detrimental to the public interest or against the specific purpose for which these grants, loans or assistance were received, the Foundation shall take proper legal action to recover the same."

جناب سپیکر! اس میں اس ترمیم کے ذریعہ سے فاؤنڈیشن کو یہ اختیار دیا جانا مقصود ہے کہ اگر کسی مرحلے پر یہ فاؤنڈیشن کے علم میں آئے یا کسی حوالے سے یہ ثابت ہو جائے کہ فاؤنڈیشن کی طرف سے کسی شخص کو جو گرانٹ یا assistance دی گئی ہے وہ کسی ایسے مقصد کے لیے استعمال کی جا رہی ہے جو عوامی مفاد میں نہیں ہے یا کم از کم اس مقصد کے لیے استعمال نہیں ہو رہی کہ جو مقصد بیان کر کے اس فاؤنڈیشن سے وہ رقم یا زمین حاصل کی گئی تھی۔ اگر یہ چیز ثابت ہو جائے یا فاؤنڈیشن کے علم میں آ جائے تو فاؤنڈیشن اس پیسے یا اس زمین کو واپس لینے کے لیے ضروری قانونی کارروائی کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔

جناب سپیکر! ہر مرحلے پر اصلاح کی گنجائش موجود ہوتی ہے۔ قانون میں ترامیم لیجسلیشن کے ذریعے سے' قانون میں ترامیم آنریبل ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کی رولنگ کے ذریعے سے مسلسل ہوتی رہتی ہیں اور وہ اس چیز کا ثبوت ہوتی ہیں کہ جس وقت فائنل ڈرافٹ کسی بھی ایکٹ کا پاس کیا جائے' ہو سکتا ہے کہ بنانے والوں کے ذہن میں وہ ساری چیزیں اس وقت نہ آ سکیں جو کسی قانون کو ہر لحاظ سے مکمل بنانے کے لیے ضروری ہوتی ہیں یا کم از کم consider کرنی ضروری ہوتی ہیں۔ یہ ایک اور tendency جو جائے اس کے کہ ممبرز کو encourage کیا جائے کہ وہ بلز جو سٹڈی کریں' وہ قوانین کو سٹڈی کریں اور اس کے بعد اپنی سمجھ کے مطابق اگر ان کے خیال میں کچھ ترامیم ضروری لائی جانی ہیں تو وہ اس ایوان میں پیش کریں۔ لیکن یہاں پر ایکسرسائز یہ ہے کہ جو بھی ترمیم یا جو بھی بل اپوزیشن کی طرف سے پیش کیا جائے حکومت اس پر انا کا مسئلہ بنا کر لاء منسٹر صاحب فوراً کھڑے ہو

جاتے ہیں کہ بھئی "No"

جناب سپیکر! ان ایوانوں کا مقصد بنیادی طور پر قانون سازی ہے اور اگر ان ایوانوں نے قانون سازی کے مقصد کو پورا نہیں کرنا یا جو رکن قانون سازی کے لیے تجاویز پیش کریں' ان کی حوصلہ شکنی ہی کرنی ہے تو پھر ان عمارات کا کوئی اور استعمال بھی کیا جا سکتا ہے۔ ہم یہ کوشش کرتے ہیں کہ ان ایوانوں کو یہ خود ثابت کرنے سے باز رہیں کہ ان کے دانست میں' ان کے ایکشن سے' ہم تو زبانی طور پر کہتے ہوں گے یہ اپنے ایکشن کے ذریعہ سے ثابت کرتے ہیں کہ یہ ایوان محض ایک تماشہ کی جگہ ہیں۔

جناب سپیکر! بجٹ میں آڈیٹر جنرل کی آڈٹ حکومت کے سارے محکمے کراتے ہیں اور میں یہ چیز معزز اراکین کے سامنے دھرانا چاہتا ہوں کہ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ آڈیٹر جنرل کی رپورٹ کے ذریعے سے ان اداروں کی اچھی یا بری کارکردگی ایوان کے سامنے آتی ہے اور میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ اس فاؤنڈیشن کی کارکردگی بھی ایوان کے سامنے آڈیٹر جنرل کی رپورٹ کے ذریعہ پیش ہو۔

دوسرے جناب سپیکر! ان کے ایک بل کی کاپی ہمارے پاس آ گئی اور یہ ہیلتھ فاؤنڈیشن سے متعلقہ ہے۔ جس کو انہوں نے ابھی introduce کرنا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آنے والے وقت میں ایوان کی معرفت جو مسودات پیش ہوں منظور ہوں اس کے حوالے سے ان میں کوئی contradiction نہ ہو۔ ہیلتھ فاؤنڈیشن کی ایک رپورٹ میرے سامنے ہے۔ یہ بل ہمارے سامنے ہیں۔ جو میرے خیال میں اس سیشن میں پیش کیا جائے گا اس میں کلاز (2) 14 ہے کہ

> 14 (2) The Government shall cause a copy of the report to be laid before the Provincial Assembly.

تو جناب سپیکر! انہی لائنز پر ایک فاؤنڈیشن کا بل آتا ہے۔ تو اس میں یہ رپورٹ کی کلاز رکھتے ہیں۔اسی طرح سے دوسری فاؤنڈیشن کے بل میں رپورٹ کی ترمیم ہماری طرف سے پیش کی جاتی ہے۔ تو جناب سپیکر! ان کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ "No" جناب سپیکر! اس

contradiction کو دیکھ کر مجھے تعجب ہوا اور میں چاہتا ہوں کہ ان تمام بلوں میں اس قسم کے flaws کو دور کرنے کے لیے اس فاؤنڈیشن کی رپورٹ بھی ایوان میں پیش کی جائے۔

جناب سپیکر! میں نے جو تیسری ترمیم پیش کی ہے وہ یہ ہے کہ اگر کسی وقت بھی یہ معلوم ہو جائے کہ فنڈز misuse ہو رہے ہیں جناب سپیکر! میں قطعاً یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں بہت بڑا قانون دان ہوں یا بہت بڑا قانون ساز بننا چاہتا ہوں۔

جناب والا! میں نے بھی یہ تمام ترامیم اسی ایوان کے پاس کیے ہوئے مسودات قانون کی comparative statement کے بعد بنائی ہیں اور مجھے قطعاً یہ توقع نہیں تھی کہ ماضی میں اس ایوان نے جن چیزوں کی منظوری دی ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر : آرڈر۔ پلیز! جی رانا صاحب!

رانا اکرام ربانی : جناب والا! جس وقت یہ ہجوم ایوان میں داخل ہوا اس وقت میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ میں نے جو ترامیم اس مسودہ قانون میں پیش کی ہیں اور جن کو میں اس معزز ایوان کے اراکین کے سامنے بار بار دھرانا چاہوں گا اور اس خیال سے دھرانا چاہوں گا جو میں نے ترامیم پیش کی ہیں یہ اسی ایوان کے پاس کیے ہوئے بہت سارے مسودات قانون میں موجود ہیں۔ اگر اس ایوان کی کارکردگی یا اس ایوان کا کردار اس حوالے سے عوام میں جائے گا کہ نو بجے ایک بل پاس کیا جاتا ہے اور اس میں یہ چیز موجود ہے۔ 10 بجے رانا اکرام ربانی کی طرف سے دوسرے بل میں یہ ترمیم پیش کی جاتی ہے۔ تو یہی ایوان جس میں پہلے زور زور سے ہاں کہہ کر' وہ بل پاس کیا جاتا ہے اور اس پر میزیں بجائی جاتی ہیں پھر اس کے آدھے گھنٹے کے بعد' یا دو دن کے بعد ایک مہینے کے بعد اسی ایوان میں کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ "نہیں" (قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر : وزیر قانون صاحب بڑی دلچسپی سے آپ کی باتیں سن رہے ہیں۔

رانا اکرام ربانی : جناب والا! آپ ان کی دلچسپی ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ان کے کان آپ ہی کی طرف ہیں۔ اور آپ کے ساتھی ہی ان کو مصروف کیے ہوئے ہیں۔ رانا صاحب میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

رانا اکرام ربانی : جناب سپیکر! یہ لمحات جو اس وقت اس ایوان میں ہیں یہ ایوان اسی مقصد کے لیے منتخب کیا گیا تھا اور اگر صحافت والے اس ایوان کی سنجیدگی کو اس حوالے سے لکھ دیں گے تو پھر اس ایوان میں مختلف طرز سے پوائنٹس آف آرڈر اٹھائیں گے کہ ان ایوانوں کے خلاف سازش ہو رہی ہے کسی کو اس ایوان کے خلاف سازش کرنے کی کیا ضرورت ہے یہ ثابت کرنے کے لیے کہ یہ ایوان احترام کے قابل نہیں ہے ہم خود ہی کافی نہیں ہیں؟ جناب سپیکر! کیا آپ خود کافی نہیں ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر : آپ اپنی تحریک کے مطابق ارشاد فرمائیں۔

شیخ محمد طاہر رشید : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں اپوزیشن کے ان الفاظ کا "کہ یہ ایوان ان کے تئیں وقار کا مستحق نہ ہے" میں ریکارڈ پر یہ چیز لانا چاہتا ہوں کہ یہ ان کے اپنے جذبات اپنے دھڑے کے متعلق تو ہو سکتے ہیں۔ مگر اس ایوان میں بیٹھا ہوا ہر آدمی معزز اور قابل احترام ہے اور ان کو کہیے کہ وہ معزز اراکین کا احترام کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی آپ تشریف رکھیں۔ یہ ان کی اپنی سوچ ہے۔ جی' رانا صاحب فرمایئے۔

رانا اکرام ربانی : جناب سپیکر! میں ان گزارشات کی روشنی میں اس ایوان کے "معزز اراکین" سے یہ گزارش کروں گا کہ یہ بل جس کے ذریعے سے میں نے اس فاؤنڈیشن کے ایکٹ میں ترامیم تجویز کی ہیں ان میں سے کوئی بھی ترمیم ایسی نہیں جو مختلف مسودات قانون میں یہ ایوان پہلے ہی پاس نہیں کر چکا۔ اس حوالے سے بھی میں اس ایوان سے گزارش کروں گا کہ ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے ایکٹ میں جو flaws رہ گئے تھے ان کو دور کرنے کے لیے میں نے جو ترمیم تجویز کی ہیں ان کو پاس کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : شکریہ۔ جی' وزیر قانون صاحب!

وزیر قانون : جناب والا! اس سے پہلے کہ میں اس بل کے بارے میں اپنی گزارشات پیش کروں۔ میرے محترم قائد حزب اختلاف نے اس وقت بات فرمائی۔ میں اس وقت مداخلت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اگر ایک فاضل رکن آکر میرے ساتھ بات کریں میں اپنی پارٹی کے ممبر کو تو روک سکتا ہوں کہ محترم قائد حزب اختلاف تقریر کر رہے ہیں۔ مجھے ان کی بات ذرا

غور سے سننے دیں۔ لیکن جب حزب اختلاف کا معزز رکن آکر میرے ساتھ بات کرتا ہے تو اخلاقی طور پر میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ ان کی بات کو ضرور توجہ سے سنا جائے۔ تو اس وجہ سے میں ذرا مصروف ہو گیا تھا۔ پھر جناب والا! میرے بھائی جناب لنگڑیال صاحب نے پوائنٹ آؤٹ کیا۔ تو جناب والا! میں اس بارے میں عرض کرتا ہوں کہ ہمارے بھی پارلیمانی سیکرٹری جناب لطیف مغل صاحب بھی اکثر جا کر ان کی سیٹ پر بیٹھے رہتے ہیں کبھی بھی کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ یہ ایوان ہم سب کا مشترکہ ہے۔ میں آج صبح خود قائد حزب اختلاف کی سیٹ پر بیٹھ کر کسی مسئلے کے بارے میں ان سے بات چیت کرتا رہا ہوں۔ تو جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ اس قسم کی کسی بات کو اس انداز میں نہیں لینا چاہیے تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : نہیں' انہوں نے lightly لیا ہے' کوئی سنجیدہ نہیں لیا۔ انہوں نے بڑے لائٹ انداز میں بات کی ہے۔ اس میں کوئی ایسی بات نہیں تھی۔

رانا اکرام ربانی : نکتہ وضاحت جناب والا! میں نے specifically وزیر قانون صاحب کے بارے میں بات نہیں کی تھی آپ نے ضرور اس کا نوٹس لیا ہوگا۔ اس ایوان نے اس کی منظوری یا نا منظوری دینی تھی۔ اس وقت میں آپ کے حوالے سے پورے ایوان سے مخاطب تھا اور میں نے اس پورے ایوان کے رویے کے بارے میں بات کی تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی' وزیر قانون صاحب۔ فرمایے۔

وزیر قانون : جناب والا! محترم قائد حزب اختلاف نے جو پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن ترمیمی بل 1992ء اس ایوان میں پیش فرمایا ہے اور انہوں نے اس میں جو ترامیم تجویز کی ہیں۔ ان کے بارے میں پہلے ہی ہمارا موجودہ قانون نافذ العمل ہے اور یہ چیزیں اس میں پہلے سے ہی موجود ہیں۔ جناب والا! انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ جٹ منظور کرانا اور حسابات رکھنا محکمہ کی ذمہ داری ہے' نہ یہ ذمہ داری آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی ہے۔ یہ چاہتے ہیں کہ ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے حساب کتاب آڈیٹر جنرل آف پاکستان رکھے۔ تو جناب والا! میں عرض کرتا ہوں کہ اس کی جانچ پڑتال تو آڈیٹر جنرل آف پاکستان نے ہی کرنی ہے' اس کی رپورٹ ان کے پاس جانی ہے۔ جہاں تک جٹ منظور کرنے اور اس کے حسابات کے رکھنے کا کام ہے یہ متعلقہ محکمے کی ذمہ داری ہے نہ کہ آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی۔ جہاں تک حسابات کے آڈٹ

کا تعلق ہے آڈیٹر جنرل آف پاکستان نے فاؤنڈیشن کے اکاؤنٹ کا آڈٹ کرنے کے لیے ڈائریکٹر جنرل (سول آڈٹ) پنجاب پہلے ہی مقرر کر دیا ہے۔ تو اس طریقے سے ان کی ترمیم کا مقصد پہلے ہی سے پورا ہو چکا ہے۔

جناب والا! یہ ان کی ایک اور ترمیم ہے جس میں اس خدشے کا اظہار فرمایا گیا ہے کہ کہیں ان کے فنڈز خورد برد نہ ہوں۔ جناب والا! اس کی پوزیشن یہ ہے کہ فاؤنڈیشن کی کارکردگی کی رپورٹ ہر تین ماہ بعد بورڈ آف ڈائرکٹر میں پیش کی جاتی ہے۔ یہ اجلاس جناب وزیر اعلیٰ پنجاب کی زیر صدارت منعقد ہوتا ہے۔ جناب سپیکر! یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ فاؤنڈیشن کے بورڈ آف ڈائرکٹرز کے جناب قائد حزب اختلاف خود بھی ممبر ہیں۔ چونکہ یہ رپورٹ ہر تین ماہ بعد وزیر اعلیٰ کے خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔ یہ ساری چیزیں اس بات کا احاطہ کرتی ہیں۔ جن کے بارے میں میرے فاضل قائد حزب اختلاف نے ذکر فرمایا ہے۔ 13 (ب) میں انہوں نے یہ ذکر فرمایا ہے کہ "نادہندگان سے قرضہ کی وصولی کے لیے کوئی طریق کار مرتب کیا جائے" جناب والا! قواعد پہلے سے موجود ہیں۔ پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن فراہمی امداد قرضہ جات و پٹہ جات مجریہ 1991ء کے ضمیمہ "ب" کے قاعدہ 13 کے تحت اگر کوئی فریق' فرد یا افراد مالی امداد قرضہ کی منظوری منظور شدہ مقاصد کے علاوہ خرچ کرتے ہوئے پائے گئے تو مالی امداد' قرضہ کی غیر صرف شدہ رقم واپس لے لی جائے گی۔ مزید امداد روک دی جائے گی اور پہلے سے صرف شدہ رقم مالی امداد قرضہ کے نصف کے برابر ساری اضافی رقم' بقایا جات بطور arears of land revenue وصول کیے جائیں گے۔ تو جناب والا! یہ ساری چیزیں پہلے ہی اس میں covered ہیں۔ جو ترامیم محترم قائد حزب اختلاف نے پیش فرمائی ہیں یہ غیر ضروری ہیں اس لیے انہیں مسترد فرمایا جائے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سوال یہ ہے کہ "مسودہ قانون (ترمیم) تعلیمی فاؤنڈیشن پنجاب بابت 1992ء پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

(تحریک نا منظور ہوئی)

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔

Rule 119 of the Rules of Procedure of the

Provincial Assembly of the Punjab says that:-

"There shall be elected by the Assembly after a general election the following Standing Committees for the duration of the Assembly which shall deal with legislation relating to the departments noted against each Committee..."

اس قاعدہ کے تحت میں نے ایک تحریک 13 فروری کو پیش کی۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ آپ کی یہ تحریک حیثیت سٹینڈنگ کمیٹی کے چیئرمین کے specific نہیں آپ یہ بیان کریں کہ کن قوانین میں آپ تبدیلی چاہتے ہیں۔ مؤقف یہ تھا کہ ہمارے قوانین مبہم اور فرسودہ ہیں اور آج کل کی ضروریات پوری نہیں کرتے' اس لیے ہمیں اسمبلی کی طرف سے یہ اجازت دی جائے تاکہ ہم کمیٹی کا اجلاس بلائیں اور اس میں قانون و پارلیمانی امور سے متعلقہ حضرات کو بلا کے اس میں ردو بدل یا ترمیم کر سکیں۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ یہ جائز ہے' لیکن آپ یہ specifically بتائیں کہ کون سے قوانین آپ بدلنا چاہتے ہیں۔ دوسری تحریک جو میں نے 16-5-1992 کو پیش کی۔ اس سلسلے میں میں نے کہا کہ پنجاب پولیس کا پولیس کوڈ 1861ء اور Prison Act, 1900' یعنی پون صدی پہلے جو قوانین بنے ہوئے ہیں وہ اس ملک میں رائج ہیں اور سٹینڈنگ کمیٹی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ قانون سازی کے بارے میں اپنی تمام تجاویز پیش کرے' اسمبلی اسے منظور کرے اور اس کے بعد ہم غور و خوض کریں۔ اس کے لیے میں نے ایک سال کا وقت مانگا لیکن مجھے افسوس ہے کہ کل مجھے اسمبلی کی جانب سے ایک مراسلہ ملا ہے۔ جس میں یہ لکھا گیا ہے کہ۔

"I am directed to refer to your notice dated 16.5.1992 on the subject noted above and inform you that your motion does not fulfil the requiements of Rule 165 of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab,1973,in so far as it is not a self contained proposal capable of being expressed as

decision of the Assembly."

یعنی اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں تحریک اسمبلی میں پیش نہیں کر سکتا۔ لیکن مجھے حیثیت ممبر اور سٹینڈنگ کمیٹی کے چیئرمین کے حق ہے کہ میں وہ تحریک پیش کروں اور اس کے بعد آپ اس پر فیصلہ دیں اور اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس سلسلے میں میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ آپ نے جس مسئلہ کی طرف نشاندہی کی ہے مجھے اس سے اتفاق ہے لیکن آپ اس سلسلہ میں ایسا طریق کار اختیار کریں جس سے آپ کی خواہش کے مطابق یہ مسئلہ حل ہو سکے۔ اس سلسلہ میں وزیر قانون اور جناب سپیکر کے ساتھ بیٹھ کر میٹنگ کر لیں اور ان کے ساتھ میٹنگ کرنے کے بعد کوئی فیصلہ دیں۔ یہ طریق کار مناسب رہے گا اور اس میں زیادہ بہتر صورت پیدا ہو سکے گی۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب والا! آپ کے ارشادات سے قبل میں وزیر قانون بلکہ پارلیمانی امور کے تمام متعلقہ افسر سے بھی ملا ہوں۔ اور اسمبلی میں بھی جو متعلقہ آفیسرز ہیں' ان سے بھی میں نے بات چیت کی ہے اور ان کے ایما پر اور ان کی اجازت سے یہ ساری تحریک پیش کرنے کی کوشش کی اور انہوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ آج یہ کہتے ہیں کہ ہم نے سمری چیف منسٹر کو بھیجی ہے' کبھی کہتے ہیں محکمہ قانون کو بھیجی ہے اور کبھی کہاں بھیجی ہے۔ سات مہینے ہو چکے ہیں اور سات مہینوں کے بعد آج مجھے جواب ملا ہے کہ یہ اس قابل نہیں ہے کہ آپ کو یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔ اس میں میری گزارش یہ ہے کہ یا تو اسے مؤخر کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ بہتر یہی ہے کہ آپ اس سلسلہ میں بیٹھ کر بات کریں۔ اس میں بہتری کی توقع پیدا کی جا سکتی ہے۔ وزیر قانون کے ساتھ بیٹھ کر یہ discussion کر لیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب والا! وزیر قانون نے پہلے مجھے یقین دلایا' اس کے بعد انہوں نے مجھے کہا کہ آپ پیش کر سکتے ہیں اور اب یہ فرماتے ہیں آپ پیش نہیں کر سکتے۔ اور یہ دیکھیں' وزیر قانون کس طرح کھل کھلا کر ہنس رہے ہیں۔ انہوں نے مجھے پوری طرح یقین دلایا کہ ڈاکٹر صاحب' یہ آپ کا حق ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : آپ ان سے میٹنگ کریں انشاء اللہ اس سلسلہ میں ضرور کوئی پیش رفت ہو گی۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : شکریہ۔

جناب شاہد اکرم بھنڈر : جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پوائنٹ آف آرڈر زیر بحث موضوع سے متعلق ہو سکتا ہے۔ اس وقت تو ایجوکیشن فاؤنڈیشن پر ترامیم زیر بحث ہیں۔ اور پوائنٹ آف آرڈر کمیٹی کے بارے میں کر رہے ہیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ ان کا پوائنٹ آف آرڈر۔ خلاف ضابطہ قرار دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : اس پر بات ہو گئی ہے اور اس پر فیصلہ بھی ہو چکا ہے اور اس پر دوبارہ فیصلہ کی کوئی خاص ضرورت محسوس نہیں کی جا سکتی۔ اب اگلہ مسودہ قانون میاں محمود الرشید صاحب کی طرف سے ہے۔

## مسودہ قانون (ترمیم) ترقیاتی ادارہ' لاہور مصدرہ 1992ء

میاں محمود الرشید : جناب سپیکر' میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ "مسودہ قانون (ترمیم) ترقیاتی ادارہ لاہور بابت 1992ء" پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ "مسودہ قانون (ترمیم) ترقیاتی ادارہ لاہور بابت 1992ء پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

وزیر قانون وپارلیمانی امور : میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

میاں محمود الرشید : جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی (ایل ڈی اے) لاہور کے شہریوں کو رہائشی سہولتیں مہیا کرنے کے لیے آج سے تقریباً بیس سال پہلے بنایا گیا تھا۔ شہر لاہور میں اس سے پہلے Lahore Improvement Trust کے نام سے ایک باڈی موجود تھی۔ جس نے لاہور میں مختلف سکیمیں بنائیں ان کو develop کیا۔ اسی کی جگہ اس ادارے نے لے لی اور 1975ء میں ایل ڈی اے ایکٹ کے نام سے ایک ایکٹ کے تحت یہ ادارہ اب بھی کام کر رہا ہے۔ جب یہ ادارہ بنایا گیا تو اس کا motive یہ تھا کہ یہ ادارہ لاہور شہر میں تیزی سے آبادی کے بڑھتے ہوئے دباؤ کا ایک منصوبے کے تحت مقابلہ کرے گا اور لاہور کے شہریوں کو' یہاں پر آباد لوگوں کو سستے داموں رہائشی سہولتیں فراہم کرے گا۔

اور اس کے علاوہ بے شمار دیگر مسائل جن کا لاہور کے شہریوں کو سامنا ہے۔ ان کو یہ ادارہ حل کرے گا بالفاظ دیگر اس ادارے کے قیام کا جو بنیادی مقصد تھا وہ عوام کی ویلفیئر تھا' عوام کی فلاح تھا اور عوام کو انتہائی معمولی قیمت پر رہائش کی سہولتیں فراہم کرنا تھا۔ لیکن جناب سپیکر! بدقسمتی کے ساتھ ان پچھلے بیس سالوں میں اور خاص طور پر پچھلے تین چار سالوں کے اندر یہ ادارہ اپنے اصل مقصد' ہدف اور جو اس کا اصل moto تھا اس سے یکسر ہٹ چکا ہے اور اب عوام کی فلاح و بہبود نام کی کوئی چیز اس کے پیش نظر نہیں ایل ڈی اے اب ایک خالص کمرشل ادارہ بن چکا ہے۔ ایل ڈی اے نے جتنی بھی سکیمیں ماضی بعید یا ماضی قریب میں develop کی ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک سکیم بھی ایسی نہیں۔ جس میں عام آدمی' جس میں غریب آدمی' جس میں نچلے اور درمیانے درجے کا آدمی' جس میں ایک مزدور' جس میں ایک کلرک' جس میں ایک معمولی تنخواہ دار آدمی یا ایک سرکاری ملازم پلاٹ خرید کر اپنا گھر بنا سکے۔ ایل ڈی اے نے ماضی قریب میں جتنی سکیمیں بنائی ہیں۔ اس میں گلشن راوی ہے' اس میں علامہ اقبال ٹاؤن' گارڈن ٹاؤن' مسلم ٹاؤن ہے' یہ سکیمیں جب ایل ڈی اے نے بنائیں اور پبلک کے اندر float کیں تو اس وقت ان سکیموں کا مثلاً آج کل جو جوہر ٹاؤن سکیم انہوں نے develop کی اور اس کا فیز۔ 11 اور فیز۔ 111 جو develop ہو رہا ہے وہاں پر ایک پلاٹ کی قیمت پچاس ہزار روپے مرلہ سے کم نہیں ہے۔ تو ایک غریب آدمی اس کو کیسے خرید سکتا ہے؟ اس ادارے کو بنانے کا اصل مقصد یہ تھا کہ یہاں پر شہریوں کو رہنے کے لیے یہ ادارہ سستے داموں زمین فراہم کرے گا' پلاٹ فراہم کرے گا اور تمام بنیادی سہولتیں وہاں پر ان کو فراہم کرنے کا بندوبست کرے گا۔ اب ایک عام آدمی جو ہے' ایک غریب آدمی' متوسط طبقے کا آدمی' ایک سرکاری ملازم تصور بھی نہیں کر سکتا کہ شہر لاہور کے اندر وہ تین یا پانچ مرلے کا پلاٹ لے کر وہاں پر اپنا مکان تعمیر کر سکے تو جناب سپیکر! یہ ادارہ مکمل طور پر شہریوں کی رہائشی سہولتیں فراہم کرنے میں ناکام ہو چکا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس ادارے کے اندر اب بھی جتنی سکیمیں ہیں' لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی نے یہاں پر رہائشی کالونیاں بنانے کے لیے جو زمینیں acquire کی تھیں ان میں ستم یہ ہوا ہے کہ وہ land owners جن کی یہ زمینیں ساری زندگی کی جمع پونجی تھی وہ ایل ڈی اے نے land acquisition Act کے

تحت acquire کر لیں اور acquire کرنے کے بعد =/120 روپے مرلہ کے حساب سے انہیں زمین کی قیمت دے کر فارغ کر دیا۔ پھر وہی زمین پچاس ہزار روپے مرلہ کے حساب سے مارکیٹ میں بیچنے کے لیے لوگوں کو پیش کر دی گئی۔ صرف یہیں پر ختم نہیں ہوا' بلکہ بے شمار سینکڑوں ایسے land owners جن کی قیمتی زمین کو ایل ڈی اے نے اس لیے acquire کیا کہ شہریوں کو یہاں پر رہائشی سہولتیں فراہم کریں گے' پلاٹ بنا کر دیں گے وہ در بدر کی ٹھوکریں کھاتے پھر رہے ہیں۔ علامہ اقبال ٹاؤن کا جو موضع بھیجے وال تھا' موضع نیاز بیگ ٹھوکر' موضع میڑ اور اجودیا پور' موضع سلطانہ آباد ان تمام مواضعات کے بے شمار land owners اب بھی ایسے موجود ہیں کہ جن کی آج سے بیس سال پہلے زمینیں acquire ہوئی تھیں اب تک انہیں exemption میں ان کے استحقاق کے مطابق پلاٹ نہیں دیے گئے۔ اور ایسے لوگ جن کا کسی طور پر بھی استحقاق نہیں بنتا تھا ہزاروں کی تعداد میں پلاٹ ان لوگوں کے اندر بانٹ دیے گئے اور وہ لوگ جن کا کل اثاثہ اور کل پونجی یہی زمینیں تھیں ان کی زمینیں acquire کر کے اب تک ایل ڈی اے ان کو پلاٹ فراہم کرنے میں ناکام رہا ہے۔ ایک تو اس ترمیم کا بڑا مقصد یہ تھا کہ ایل ڈی اے کو اس کے اصل مقاصد کہ عوام کو صحیح معنوں میں یہاں جو رہائشی سہولتیں ہیں سستے داموں وہ فراہم کی جائیں اور اس ترمیم کے ذریعے اس مقصد کو پورا کیا جا سکتا تھا۔ اور جناب سپیکر! ایل ڈی اے کے دفتر کا یہ معاملہ ہے کہ ایک اتنا بڑا establishment' اتنا بڑا ایک ادارہ جس میں ہزاروں ملازمین ہیں اور جن کا اربوں روپے کا بجٹ ہے۔ اس میں شاید ہی کوئی ایل ڈی اے کا ملازم ہوگا کہ جو پراپرٹی ڈیلری نہ کرتا ہو۔ ہر اہل کار کی کسی نہ کسی سکیم کے اندر' کسی نہ کسی سڑک پر پراپرٹی ڈیلری کی دکان ہے اور دو بجے کے بعد وہ یہاں پر اپنا کام کرتے ہیں۔ عملاً یہ تمام اہل کار عوام کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے ہیں کہ وہی منصف ہیں وہی شاہد ہیں اور وہی عادل بنے بیٹھے ہیں۔ اور لوگوں کو بلیک میل کر کے ان کی زمینیں لونے پونے خرید کر' مختلف قسم کی رکاوٹیں کھڑی کر کے لوگ دس دس سال سے دفتروں کے چکر کاٹتے ہیں Exemption Branch میں کبھی ایل اے سی کے پاس director (Estate Management) کبھی لیگل برانچ میں کبھی ڈی جی' ایل ڈی اے کے پاس لیکن ان کی شنوائی نہیں ہوتی اور ایک آدمی جب تھک جاتا

ہے تو پھر وہی ایل ڈی اے کے اہل کار اپنے ٹاؤٹوں کے ذریعے سے' ان سے بات چیت کرتے ہیں کہ جناب' اس میں تو یہ lacuna ہے' اس میں تو یہ سقم ہے' اس فائل میں تو یہ کمی ہے' اس لیے آپ کو یہ پلاٹ نہیں مل سکتا' لہٰذا آپ یہ فائل مجھے بیچ دیجیے اور وہ فائل جس پر 10 لاکھ روپے کی مالیت کا کوئی پلاٹ لگ سکتا تھا وہ پچاس ہزار میں یا ایک لاکھ میں اس سے ہتھیا لیا جاتا ہے۔ اور پھر ایل ڈی اے کے یہی اہلکار ہیں کہ جنہوں نے یہ ساری رپورٹا رپورٹی کرنی ہوتی ہے یہ اس کے بعد ان پلاٹوں کو اپنی مرضی سے بہترین commercial sides پر' پارکوں کے سامنے' بڑی سڑکوں پر یہ پلاٹ لگا کر لاکھوں روپے کا منافع کمایا جاتا ہے۔ اور جناب سپیکر! ایل ڈی اے کے پٹواری جو ہیں' ایل ڈی اے کی Exemption Branch کے کلرک جو ہیں انہوں نے HONDA ACCORD اور پجارو گاڑیاں رکھی ہوئی ہیں اور دو دو چار چار کنال کے بنگلوں کے اندر یہ رہائش پذیر ہیں جبکہ ایل ڈی اے کے وہ لوگ' وہ land owners جن کا استحقاق بنتا ہے کہ انہیں ان کی ملکیت کے بدلے ان کا حق دیا جائے وہ اپنا حق لینے کے لیے دربدر کی ٹھوکریں کھاتے پھر رہے ہیں۔ جناب سپیکر! اس میں میری آخری گزارش یہ تھی کہ یہ سکیمیں جو ایل ڈی اے نے develop کیں ان کا حال بھی سارے لوگوں کے سامنے ہے' لاہور کے باسیوں کے سامنے ہے کہ جو سکیمیں ہیں ان کے اندر services بالکل تباہ حال ہے اور اب تک یہ فیصلہ نہیں ہو پایا کہ وہ لاکھوں شہری جو قرضے لے لے کر' اپنی زندگی کی جمع پونجی اکٹھی کر کے اگر پانچ مرلے کا' سات مرلے کا' یا کوئی تین مرلے کا پلاٹ خرید ہی لیتے ہیں اور ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن سے قرضہ لے کر اگر مکان بنانا ہی شروع کر دیتے ہیں تو جناب سپیکر! مکان بننے کے بعد ser-vices نام کی کوئی چیز ان سکیموں کے اندر نہیں ہوتی۔ سڑکیں جو ہیں وہ جگہ جگہ سے شکستہ حال ہیں road-cutings کسی وجہ سے ان سڑکوں کی انتہائی زبوں حالی ہے اور وہاں sever-age نام کی کوئی چیز working condition میں نہیں ہوتی اور صورت یہ ہے کہ لاہور میونسپل کارپوریشن' لاہور میٹرو پولیٹن کارپوریشن ان سکیموں کو take over کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں اور اس کا موقف یہ ہے کہ جناب' ایل ڈی اے نے یہ اتنی سکیمیں بنائیں ہیں اور اس میں سے اربوں روپے ایل ڈی اے نے کمائے ہیں۔ اب یہ کاٹھ کباڑ سکیمیں ہیں کہ

جب گھر بن جاتے ہیں تو وہ ساری سکیمیں دوبارہ سے اپنی maintenance مانگتی ہیں کہ ان سڑکوں کو نئے سرے سے کارپٹ کیا جائے' ان services کو پھر سے حال کیا جائے۔ پچھلے دس پندرہ سال سے تقریباً آدھا لاہور اس مرض کا شکار ہے۔ لوگ ان محکموں کی لڑائی کی وجہ سے عاجز آ چکے ہیں کہ یہاں پر کس محکمہ نے ان services کو حال کرنا ہے۔ سکیمیں ایل ڈی اے نے بنا دیں۔ اس کے بعد کارپوریشن یا کوئی اور ادارہ ان سکیموں کو take over کرنے کے لیے تیار نہیں ہے' ایل ڈی اے hand over کرنے کو تیار نہیں اور چکی کے دونوں پاٹوں کے اندر لاہور کے معزز شہری پس رہے ہیں۔ اپنے خون پسینے کی ساری کمائی لگا کر بھی انہیں صاف ستھری رہائش کے لیے جگہ میسر نہیں ہے۔ جناب سپیکر! میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ یہ ایک اتنا اہم ادارہ ہے جو کہ لاہور کے شہریوں کی ویلفیئر کے لیے تھا۔ اس میں' میں نے یہ دو تین ترامیم پیش کی ہیں کہ لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی کا جو controlled area ہے۔ اس میں سے جو عوام کے منتخب نمائندے ہیں' ممبران صوبائی اسمبلی جو ہیں ان کو اس اتھارٹی کا ممبر بنا دیا جائے۔ میری پہلی ترمیم یہ تھی کہ controlled area سے جو لوگ elect ہو کر آتے ہیں وہ اتھارٹی کے ممبر بنیں گے تو اس میں بہت سے اصلاح کے پہلو ہمارے سامنے آئیں گے۔ ہمارا عوام کے ساتھ قریبی رابطہ ہے۔ جو ان کے منتخب نمائندے ہیں کم از کم وہ ان سارے مسائل پر اتھارٹی میں بات بھی کر سکیں گے اور ان کی policy making میں ان کی رائے ان کے جذبات اور عوام کے مسائل کو مد نظر رکھتے ہوئے ساری چیزیں شامل کی جا سکیں گی۔ اسی طرح میری دوسری ترمیم یہ تھی ایک تو منتخب نمائندے اتھارٹی کے ممبر بن جائیں۔ اور 140 دن کے بعد اس کی باقاعدہ میٹنگز ہونی چاہئیں۔

شیخ محمد طاہر رشید : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں صرف ریکارڈ پہ لانے کے لیے کھڑا ہوا ہوں کہ دو روز پیشتر جناب فرید احمد پراچہ صاحب نے ایوان کے اندر پریس کے حوالے سے یہ بات کی تھی کہ پریس واک آؤٹ کرنا چاہ رہی ہے اور میں نے پریس کو روکا ہے کہ وہ واک آؤٹ نہ کریں اور واک آؤٹ کی وجہ یہ بتلائی تھی کہ ہاؤس کے اندر ممبران کارروائی میں دلچسپی نہیں لے رہے۔ تو میں ریکارڈ پہ یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ اس وقت پی ڈی اے سے تعلق رکھنے والا اپوزیشن کا کوئی ممبر ایوان میں موجود نہیں اور جو لوگ قوانین کی

شکل میں اپنے خیالات کا اپنی جماعت کے افکار کا اظہار اس ایوان کے اندر کر رہے ہیں ان کی بات سننے کے لیے بھی صرف ارشاد حسین سیٹھی صاحب غالباً کسی مجبوری کی وجہ سے یہاں تشریف فرما ہیں' ورنہ ان کا کوئی ممبر یہاں پر موجود نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : شکریہ! آپ کی بات ریکارڈ پر آگئی ہے۔

میاں محمود الرشید : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی' وہ صرف ریکارڈ پر لانا چاہتے تھے۔

میاں محمود الرشید :جناب والا! ریکارڈ پر تو ہم بڑی چیزیں لا سکتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : میاں صاحب' آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

میاں محمود الرشید : جناب سپیکر! میری تیسری ترمیم یہ تھی۔

Provided that before submitting the budget to the Government, it shall be placed before Authority for its approval,

کہ منتخب نمائندے جب اس اتھارٹی میں ممبر چلے جائیں گے تو بجٹ گورنمنٹ کو پیش کرنے سے پہلے اتھارٹی کے سامنے پیش کیا جائے گا۔

جناب سپیکر! میری تینوں ترمیم انتہائی اہم نوعیت کی ہیں۔ اور ان ترامیم کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اس ادارے کے بنانے کا جو اصل مقصد ہے جو اصل نصب العین ہے کہ شہریوں کی فلاح و بہبود پر توجہ دی جا سکے شہر لاہور پر آبادی کے دباؤ کا مقابلہ کیا جا سکے شہر لاہور کے جو لوگ باسی ہیں اور یہاں سے migrate ہو رہے ہیں انہیں سستے داموں رہائشی سہولتیں فراہم کی جا سکیں' اگر یہ ترامیم قبول کر لی جائیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس ادارے کو پہلے سے بہت زیادہ موثر اور بہت زیادہ فعال اور بہت زیادہ بہتر نتائج دینے والا ادارہ بنایا جا سکتا ہے۔ شکریہ۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر! ریکارڈ پہ لانے کے لیے مجھے بھی کوئی بات کرنے کی اجازت ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : میں ضرورت نہیں سمجھتا کہ اس وقت اس مسئلہ پر بحث کا آغاز کیا جائے

اور شیخ صاحب نے کوئی ایسی بات بھی نہیں کی جس کی وضاحت کرنا ضروری ہو۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر' ریکارڈ پر لانے کے لیے بات کرنا چاہتا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : آپ تشریف رکھیں۔ کسی مناسب موقع کی تلاش میں رہیں تو ان شاء اللہ آپ کی بات ریکارڈ پر آ جائے گی۔ جی' لاء منسٹر صاحب!

جناب سہیل ضیاء بٹ : جناب سپیکر! شیخ طاہر رشید صاحب نے جو ریکارڈ کی روشنی کے لیے بڑی اچھی proposal دی تھی اس کا ایک اثر تو ہوا ہے کہ کم از کم جماعت اسلامی کے رکن تو جلدی سے ایوان میں آ گئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی' آپ تشریف رکھیں۔ جی' وزیر قانون فرمائیے۔

وزیر قانون : جناب والا! میرے محترم بھائی جناب محمود الرشید صاحب نے The Lahore Development Authority (Amendment) Bill, 1992, پیش فرمایا ہے۔ جناب والا! انہوں نے جو پہلی ترمیم پیش کی ہے اس سلسلے میں یہ گزارش ہے کہ موجودہ قانون کی دفعہ 43 میں یہ چیز موجود ہے کہ متعلقہ اتھارٹی میں دو معزز اراکین ممبر ہوں گے جن کو حکومت نامزد کرے گی۔ اس لحاظ سے بھی یہ ترمیم غیر ضروری ہے کہ ایکٹ کے دفعہ 44 کے تحت حکومت اتھارٹی کی رکنیت میں ردوبدل کر سکتی ہے۔ اس میں already riding clause موجود ہے اس وجہ سے یہ ترمیم غیر ضروری ہے۔ جناب والا! پھر انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ اتھارٹی کے کم از کم تین اجلاس ہوں اور دو اجلاس کے درمیان اتنا وقفہ نہ ہو۔ اس کی بھی ضرورت اس وجہ سے نہیں ہے کہ اجلاس ضرورت کے مطابق بلائے جا سکتے ہیں۔ اس کے بارے میں already یہ provision موجود ہے جس عرصہ میں انہوں نے کہا ہے کہ کم از کم اتنے اجلاس بھی بلائے جا سکتے ہیں۔ اس وجہ سے یہ ترمیم بھی قابل پذیرائی نہیں۔ ان کی تیسری کلاز 3 میں یہ ہے کہ موجودہ قانون کی دفعہ 3 میں ہے کہ اتھارٹی کا سالانہ بجٹ اتھارٹی کو پیش کیا جائے۔ جناب والا! اتھارٹی نے تو خود بجٹ بنانا ہے تو اتھارٹی اپنا بجٹ اپنے آپ کو پیش کرے گی اس لحاظ سے یہ ترمیم بھی غیر ضروری ہے۔ ان وضاحتوں کے پیش نظر اس بل میں جو ترامیم انہوں نے دی ہیں انہیں مسترد فرمایا جائے۔ شکریہ۔

میاں محمود الرشید : جناب والا! وزیر قانون نے ابھی فرمایا ہے کہ پہلے ہی یہ کلاز موجود ہے

لیتے ہیں۔ میں نے بھی یہی گزارش کی تھی جو کہ فاضل ممبر سیلھی صاحب نے کی ہے۔ اگر اسی طرح specific حلقے کے متعلق individual incident کے لیے قرار دادیں آنی شروع ہو گئیں تو پھر اہمیت عامہ پر جو بہت ضروری قرار دادیں ہیں ان کا آنا پھر ذرا مشکل ہو جائے گا۔ میں آپ کی خدمت میں اتنی گزارش کرتا ہوں کہ یہ اب روایت نہ بن جائے۔ جیسے کہ آپ نے پہلے بھی فرمایا ہے اور آج بھی فرما رہے ہیں کہ آئندہ معزز اراکین کو اس قسم کی قرار دادیں لانے سے احتراز کرنا چاہیے۔ اور رولز کے عین مطابق قرار دادیں آنی چاہئیں تاکہ قرار دادوں کا صحیح مقصد حاصل کیا جا سکے۔

جناب سپیکر : تو آپ اب موجودہ قرار داد کو تو اپوز نہیں کرتے۔

وزیر قانون : نہیں' جناب والا!

جناب سپیکر : اس قرار داد کو کوئی اپوز نہیں کرتا ہے۔ قرار داد یہ پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ۔

اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی حکومت' مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرے کہ صوبائی حلقہ پی پی 57 فیصل آباد میں واقع لیاقت ٹاؤن میں سوئی گیس کی فراہمی کے لیے پائپ لائنیں بچھانے کی منظوری سال 94-1993ء کے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں بمطابق ڈائریکٹر گیس وزارت پٹرولیم و قدرتی وسائل حکومت پاکستان کی چٹھی نمبر پی ٹی۔ 90 (III) 7- 1 (1)- این جی مورخہ 7 اگست 1991ء کے مطابق شامل کرلی ہے۔ اب اگر مرکزی حکومت 94-1993ء کی جائے 93-1992ء میں مطلوبہ منصوبہ کو ترقیاتی پروگرام میں شامل کر لے تو متذکرہ بالا آبادی کے مکین اپنی مدد آپ کے تحت تخمینہ لاگت تقریباً سترہ لاکھ روپے کا نصف خود برداشت کرنے کو تیار ہیں اور موجودہ مالی سال میں منظوری کی صورت میں اپنا آدھا حصہ اخراجات کمپنی کے پاس جمع کروانے کے لیے تیار ہیں۔ ایسا کرنے سے تقریباً ساڑھے آٹھ لاکھ روپے حکومت کو بچ جائیں گے جو حکومت اور عوام کے مفاد میں ہوگا۔

قرار داد باتفاق رائے منظور ہوئی)

جناب سپیکر : ملک احمد علی اولکھ صاحب کی قرار داد ہے۔

## دیہی آبادی کو بڑے شہروں جیسی تعلیمی سہولتوں کی فراہمی

ملک احمد علی اولکھ: جناب والا! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے قرار داد پیش کرنے کا موقع دیا ہے۔

> اس ایوان کی رائے ہے کہ "صوبائی حکومت' مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرے کہ سماجی انصاف کے تقاضے پورے کرنے اور میرٹ کی پالیسی کو بامقصد بنانے کے لیے ریاست میں بسنے والے تمام شہریوں کو اعلیٰ سرکاری ملازمتوں کے یکساں مواقع فراہم کیے جائیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ دیہی آبادی کو بھی بڑے شہروں کی اعلیٰ درسگاہوں جیسی تعلیمی سہولتیں جلد از جلد فراہم کی جائیں تاکہ مقابلہ کے امتحانوں کے علاوہ دیگر اعلیٰ ملازمتوں سے 75 فی صد دیہی آبادی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محروم نہ رہ جائے۔ جب تک حکومت کے لیے ایسا کرنا ممکن نہیں' اعلیٰ سرکاری ملازمتوں میں آبادی کے مطابق دیہی علاقوں کا کوٹہ مقرر کیا جائے" شکریہ۔

وزیر قانون: جناب والا! اس سلسلے میں میری محترم اولکھ صاحب سے بات ہوئی ہے میں اس کو اپوز نہیں کر رہا آپ اس کو پڑھ لیں گے تو میں کچھ عرض کروں گا۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں پہلے میں اسے دہرا دیتا ہوں۔

وزیر قانون: ٹھیک ہے جناب۔

جناب سپیکر: یہ قرار داد پیش کی گئی ہے کہ۔

> صوبائی حکومت' مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرے کہ سماجی انصاف کے تقاضے پورے کرنے اور میرٹ کی پالیسی کو بامقصد بنانے کے لیے ریاست میں بسنے والے تمام شہریوں کو اعلیٰ سرکاری ملازمتوں کے یکساں مواقع فراہم کیے جائیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ دیہی آبادی کو بھی بڑے شہروں کی اعلیٰ درسگاہوں جیسی تعلیمی سہولتیں جلد از جلد فراہم کی جائیں تاکہ مقابلہ کے امتحانوں کے علاوہ دیگر اعلیٰ ملازمتوں سے 75 فی صد دیہی آبادی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محروم نہ رہ جائے۔ جب تک

حکومت کے لیے ایسا کرنا ممکن نہیں' اعلیٰ سرکاری ملازمتوں میں آبادی
کے مطابق دیہی علاقوں کا کوٹہ مقرر کیا جائے۔
لاء منسٹر صاحب اس پر کچھ ارشاد فرمانا چاہتے ہیں؟

وزیر قانون : جناب والا! اس سلسلے میں عرض ہے کہ معزز رکن کی قرار داد ہے۔ آئین کے آرٹیکل 27 کے مطابق انہوں نے جس کوٹہ کی فراہمی کا ذکر کیا ہے۔ ہم discrimination نہیں کر سکتے' یہ تکنیکی طور پر آئین سے بھی کچھ متصادم ہوتی ہے۔ ان سے میری بات ہوئی ہے۔ اس کا جو پہلا ایجوکیشن والا حصہ ہے' اس میں حکومت دیہاتی تعلیم کی کافی کوشش کر رہی ہے کہ دیہات علاقوں میں تعلیم کو فروغ دیا جائے۔ اور 93-1992ء میں سوشل ایکشن پروگرام (SAP) کے تحت تقریباً 203 کروڑ 26 لاکھ روپے دیہی علاقوں میں پرائمری تعلیم کے لیے مختص کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ حکومت پنجاب کے معمول کے سالانہ ترقیاتی پروگرام' کے تحت دیہی علاقوں میں پرائمری تعلیم اور سیکنڈری تعلیم کے لیے بالترتیب 116 کروڑ 43 لاکھ روپے اور 228 کروڑ 56 لاکھ روپے مختص کیے گئے ہیں۔ اس بارے میں تو حکومت پہلے ہی cognizant ہے۔ اور ہم کوشش کر رہے ہیں کہ دیہی علاقوں میں تعلیم کی سہولتیں فراہم کی جائیں اور تعلیم کو فروغ دیا جائے۔ جہاں تک ان کی قرار داد کے دوسرے حصے کا تعلق ہے اس کے بارے میں جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ وہ آئین کے آرٹیکل 27 کے معیار پہ پورا نہیں اترتا۔ میری گزارش ہے کہ یہ اپنی اس قرار داد کو pend کروا لیں یا پھر یہ نئی قرار داد لے آئیں گے۔ جس میں میرا محکمہ قانون ان کی امداد کرے گا۔ پھر یہ اس کو proper form میں لے آئیں گے۔ اس وقت آپ اس کو فیک اپ کر لیں گے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

ملک احمد علی اولکھ : جناب والا! منسٹر صاحب نے فرمایا ہے کہ آئین کے آرٹیکل 27 کے مطابق اس میں discrimination نہیں ہے کہ زبان کی بنیاد پر یا racial (نسل) کی بنیاد پر اس میں ایک grace period دیا گیا تھا 20 سال کا' جو 1993ء میں ختم ہو رہا ہے۔ اس میں یہ تھا کہ زون ون اور زون ٹو یہ زون بنائے گئے تھے' زون ٹو جو قدرے پس ماندہ تھا اس میں یہ تھا کہ اس میں لوگوں کو زیادہ accommodate کیا جائے جہاں پر تعلیمی سہولتیں

زیادہ نہیں ہیں۔ تو مجھے لاء منسٹر صاحب کی بات سے اتفاق ہے جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے کہ یہ اسے pend فرما لیں اور یہ فرما رہے ہیں کہ یہ قرار داد اگلی دفعہ آ جائے گی۔ اس سے پہلے لاء ڈیپارٹمنٹ کے ساتھ بیٹھ کر اسے دوبارہ modifiied کر لیا جائے۔ تو مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں۔

جناب سپیکر : تو آپ کو اتفاق ہے کہ اس قرار داد کو redraft کیا جائے جیسے لاء منسٹر نے کہا ہے اس کی روشنی میں تاکہ اس کو رولز کے مطابق بنایا جا سکے۔ تو پھر اس کو ٹیک اپ نہیں کرتے۔

ملک احمد علی اولکھ :اس کو pend کر لیا جائے۔

جناب سپیکر : نہیں' یہ پینڈنگ نہیں ہو سکتا۔ ملک صاحب' اس کو redraft کر کے next time اس کو ٹیک اپ کیا جائے۔ اب تو یہ accordingly dispose of ہو جائے گا اس بات پہ کہ لاء منسٹر صاحب نے یہ کہا ہے اور آپ نے اس کو تسلیم کیا ہے کہ اس قرار داد کو redraft کرنے میں آپ کو کوئی اعتراض نہیں۔ یہ مسترد نہیں ہوگا۔

ملک احمد علی اولکھ : ٹھیک ہے جناب۔

جناب سہیل ضیاء بٹ : جناب والا! آپ کو ملک صاحب کی بات پتہ نہیں کیسے سمجھ میں آ جاتی ہے۔ ہمیں تو آج تک سمجھ میں نہیں آ سکی کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ اور اوپر سے لاء منسٹر صاحب بھی اسی طرح بولتے ہیں کہ ان کا بھی کچھ پتہ نہیں لگتا۔ میری تجویز ہے کہ ان کی بات کو سمجھنے کے لیے دو ٹرانسلیٹر بھی ہونے چاہئیں۔ جس سے کم از کم ہمیں ان کی بات تو سمجھ میں آ جائے۔

جناب سپیکر : بٹ صاحب۔ مجھے ملک صاحب کی بھی سمجھ آتی ہے اور آپ کی بھی سمجھ آتی ہے۔ جی' سید طاہر احمد شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ بولنا چاہتے ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ اور آپ کی وساطت سے معزز ارکان کی توجہ اس طرف دلانا چاہتا ہوں کہ قاعدہ 99 یہ ہے۔

"A member who has moved a resolution or an amendment to a resolution shall not withdwaw

کہ حکومت دو نمائندوں

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب آپ اپنی بات کر چکے ہیں' تو میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ تشریف رکھیں۔

اب سوال یہ ہے۔

کہ مسودہ قانون (ترمیم) ترقیاتی ادارہ' لاہور مصدرہ 1992ء پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

(رائے شماری کرائی گئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب میں آپ سے درخواست کروں گا کہ جب بھی آپ نے کوئی بات کرنی ہو تو مناسب موقع کی تلاش میں رہا کریں۔ جس وقت سپیکر! بول رہا ہو اس وقت مہربانی فرما کر اپنی سیٹ پر تشریف رکھیں۔ مٹ صاحب' آپ بھی تشریف رکھیں۔ میں نے سوال put کیا ہوا ہے آپ تشریف رکھیں۔ آپ کی بات اس کے بعد ہوگی آپ تشریف رکھیں ہمیں تھوڑا سا اسمبلی کے قواعد و ضوابط کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔

(اس مرحلے پر جناب سپیکر' کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر: مجھے ڈپٹی سپیکر' صاحب نے بتایا ہے کہ انہوں نے سوال put کیا ہے اور اس پہ فیصلہ "نہ" والوں کے حق میں ہے۔

(تحریک نامنظور ہوئی)

## قرار دادیں

(مفاد عامہ سے متعلق)

جناب سپیکر: مفاد عامہ کی قرار دادیں ہیں۔ میاں محمود الرشید صاحب کی طرف سے ایک قرار داد ہے۔

شیخ محمد طاہر رشید: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میری تحریک کو آؤٹ آف ٹرن لیک اپ کر لیں میں نے اس سلسلے میں وزیر قانون سے بھی بات کی ہے۔ یہ مشترکہ قرار داد ہے۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں آؤٹ ٹرن کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ایسے ہی آ جائے گی۔

وزیر قانون: جناب والا! یہ آخر میں آ جائے گی۔

جناب سپیکر: میاں محمود الرشید صاحب کی قرار داد ہے۔ پچھلے پرائیویٹ ممبرز ڈے پر پیش کی گئی تھی جس پر متفقہ طور پر ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس نے قرار داد کو redraft کرنا تھا۔ اس کمیٹی کی میٹنگ جناب سکندر حیات ملہی کی صدارت میں مورخہ 15 اکتوبر 1992ء کو منعقد ہوئی جس میں یہ سفارش کی گئی ہے کہ اس قرار داد میں ترمیم کی ضرورت نہ ہے۔ بلکہ اس کے لیے موجودہ قانون میں ترمیم کی جائے لہٰذا کمیٹی کی اس observation کے ساتھ کہ اس میں ترمیم کی ضرورت نہیں ہے' قرار داد کو dispose of سمجھا جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! اس میں سپیشل کمیٹی نے further recommendation کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایوان کو سفارش کی جائے کہ متذکرہ بالا امور پر تفصیلی غور و خوض اور ایک جامع رپورٹ مرتب کرنے کے لیے موجودہ کمیٹی کو ایک سپیشل کمیٹی میں تبدیل کیا جائے اور ایوان میں رپورٹ پیش کرنے کی میعاد 28 فروری 1993ء تک بڑھا دی جائے۔ جناب والا! مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ اگر اسی کمیٹی کو سپیشل کمیٹی مقرر کرکے جو قانون میں ترمیم کرنی ہے وہ کر لی جائے۔ کیونکہ یہ ایک اہم مسئلہ ہے اور ایوان نے منظور کیا ہے۔ اسے رہنا چاہیے۔ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ اس رپورٹ کو ہم من و عن تسلیم کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: تو یہ درست ہے کہ یہی کمیٹی جو ہے' اس کو سپیشل کمیٹی کے طور پر تصور کیا جائے اور یہ سپیشل کمیٹی قانون میں ترمیم کرنے کے لیے اور اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اس سلسلے میں مناسب اقدامات کرے۔ ہاؤس کا اس پر اتفاق ہے؟

(تجویز باتفاق رائے منظور ہوئی)

وزیر قانون: اور اس ایوان میں اس کی رپورٹ پیش کرے۔

جناب سپیکر: سپیشل کمیٹی کا مقصد ہی یہ ہے کہ وہ ایوان کی طرف سے ہے اور ایوان میں اس کی رپورٹ پیش کرے۔

وزیر قانون: اس کے لیے جناب والا! ڈیٹ بھی فکس فرما دیں۔

جناب سپیکر: ڈیٹ کون سی انہوں نے تجویز کی ہے؟

وزیر قانون: جناب والا! انہوں نے 28 فروری 1993ء کہا ہے آپ جو مناسب سمجھیں کر دیں۔

جناب سپیکر : میرے خیال میں 31 دسمبر 1992ء تک ٹھیک ہے۔

وزیر قانون : درست ہے۔

جناب محمد حنیف چودھری : جناب والا! پنڈ میں مری روڈ کا بھی یہی مسئلہ ہے اور ایسی بہت ساری شاہراہیں ہیں کہ جہاں ہسپتال بھی ہیں اور لوگوں کو بہت دقت ہوتی ہے اس لیے اس میں مزید ان علاقوں کو بھی شامل کیا جائے۔

جناب سپیکر : چودھری صاحب' اس کے لیے کوئی علیحدہ قرار داد ہو سکتی ہے اب اس کو آپ ایسے ہی رہنے دیں جیسے اس پر فیصلہ ہو گیا ہے۔ سید طاہر احمد شاہ صاحب کی قرار داد ہے۔

## لیاقت ٹاؤن فیصل آباد کو سوئی گیس کی فراہمی

سید طاہر احمد شاہ : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر میں قواعد و ضوابط صوبائی اسمبلی پنجاب کے قاعدہ نمبر 96 (بی) کے تحت مفاد عامہ میں یہ قرار داد پیش ہوں کرتا کہ۔

اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی حکومت' مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرے کہ صوبائی حلقہ پی پی 57 فیصل آباد میں واقع لیاقت ٹاؤن میں سوئی گیس کی فراہمی کے لیے پائپ لائنیں بچھانے کی منظوری سال 94-1993ء کے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں بمطابق ڈائریکٹر گیس وزارت پٹرولیم و قدرتی وسائل حکومت پاکستان کی چٹھی نمبر پی ٹی۔ 90 (III) 7-1 (1) این جی مورخہ 7- اگست 1991ء کے مطلوبہ منصوبہ کو ترقیاتی پروگرام میں شامل کر لے تو متذکرہ بالا آبادی کے مکین اپنی مدد آپ کی تحت تخمینہ لاگت تقریباً سترہ لاکھ روپے کا نصف خود برداشت کرنے کو تیار ہیں اور موجودہ مالی سال میں منظوری کی صورت میں اپنا آدھا حصہ اخراجات کمپنی کے پاس جمع کروانے کے لیے تیار ہیں۔ ایسا کرنے سے تقریباً ساڑھے آٹھ لاکھ روپے حکومت کو بچ جائیں گے جو حکومت اور عوام کے مفاد میں ہوگا۔

جناب سپیکر : یہ قرار داد پیش کی گئی ہے کہ۔

صوبائی حکومت' مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرے کہ صوبائی حلقہ پی پی 57 فیصل آباد میں واقع لیاقت ٹاؤن میں سوئی گیس کی فراہمی کے لیے پائپ لائنیں بچھانے کی منظوری سال 94-1993ء کے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں بمطابق ڈائریکٹر گیس وزارت پٹرولیم و قدرتی وسائل حکومت پاکستان کی چٹھی نمبر پی ٹی۔ - 90 (III) 7 - 1 (1) این جی مورخہ 7-

اگست 1991ء کے مطابق شامل کر لی ہے۔ اب اگر مرکزی حکومت 94-1993ء کی جائے 93-1992ء میں مطلوبہ منصوبہ کو ترقیاتی پروگرام میں شامل کر لے تو متذکرہ بالا آبادی کے مکین اپنی مدد آپ کے تحت تخمینہ لاگت تقریباً سترہ لاکھ روپے کا نصف خود برداشت کرنے کو تیار ہیں اور موجودہ مالی سال میں منظوری کی صورت میں اپنا آدھا حصہ اخراجات کمپنی کے پاس جمع کروانے کے لیے تیار ہیں۔ ایسا کرنے سے تقریباً ساڑھے آٹھ لاکھ روپے حکومت کو بچ جائیں گے جو حکومت اور عوام کے مفاد میں ہوگا۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب والا! اس قرار داد میں ترمیم کی ضرورت ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس پر بحث کرنے سے پہلے اس میں ترمیم کرلی جائے۔

جناب سپیکر : اس قرار داد کی کسی نے مخالفت نہیں کی ہے۔ آپ اس میں ترمیم پیش کرنا چاہتے ہیں؟

جناب ارشاد حسن سیٹھی : جی ہاں۔

جناب سپیکر : کوئی ترمیم آپ کے پاس آئی ہے؟

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب والا! میری یہ رائے ہے کہ اس قرار داد میں اتنی لمبی وضاحت ہے۔ اس لیے یہ قرار داد کے ضمن میں نہیں آتی' اس کا مضمون بنتا نہیں۔ پچھلی دفعہ بھی ایسی دو تین قرار دادیں آئی تھیں جس پر آپ نے کہا تھا کہ قرار داد کا مضمون اصل نفس مضمون سے تعلق نہیں رکھتا۔

جناب سپیکر : آپ کی یہ بات درست ہے کہ قرار داد اس طرح کی نہیں ہونی چاہیے جس میں ایک مضمون کی صورت میں' لمبی چوڑی تشریح کی صورت میں ہو' بلکہ وہ specific ہونی چاہیے اور self explanatory ہونی چاہیے۔ آپ کی یہ بات درست ہے اور قواعد میں بھی یہی ہے۔ اب شاہ صاحب کی یہ قرار داد آئی ہے' گورنمنٹ کی طرف سے اسے کوئی op-pose نہیں کرتا گورنمنٹ کی طرف سے کسی نے اپنا ایسا نقطہ نظر پیش نہیں کیا جس میں اس قرار داد کی مخالفت مقصود ہو۔

وزیر قانون : جناب والا! دراصل میں نے آج شاہ صاحب کی خدمت میں یہ گزارش کی تھی کہ اس مسئلے کو ہم آپ کی اسی قرار داد کے حوالے سے وفاقی حکومت کے ساتھ ٹیک اپ کر

جناب سپیکر : محترمہ راج حمید گل صاحبہ کیا آپ اس قرار داد کو واپس لیتی ہیں؟
بیگم راج حمید گل : جی ہاں۔ میں اسے واپس لیتی ہوں۔
جناب سپیکر : تو ہاؤس کی اجازت ہے کہ محترمہ راج حمید گل صاحبہ کی قرار داد کو واپس لے لیا جائے۔
آوازیں : اجازت ہے۔ اتفاق ہے۔
جناب سپیکر : اتفاق ہے۔ قرار داد واپس ہوتی ہے۔
فرید احمد پراچہ صاحب کی قرار داد ہے۔ جی پراچہ صاحب۔

## اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کے مطابق قوانین میں ترمیم

جناب فرید احمد پراچہ : اس ایوان کی رائے ہے
کہ حکومت پنجاب ان تمام قوانین کو جن پر اسلامی نظریاتی کونسل قرآن و سنت کی روشنی میں نظر ثانی کر کے اپنی رائے کا اظہار کر چکی ہے۔ زیادہ سے زیادہ ایک سال کی مدت میں اسمبلی کے سامنے قانون سازی کے لیے پیش کرے اور ان قوانین کو اسمبلی سے منظور کروا کر فوراً نافذ العمل کیا جائے۔
جناب سپیکر : یہ قرار داد پیش کی گئی ہے
کہ حکومت پنجاب ان تمام قوانین کو جن پر اسلامی نظریاتی کونسل قرآن و سنت کی روشنی میں نظر ثانی کر کے اپنی رائے کا اظہار کر چکی ہے۔ زیادہ سے زیادہ ایک سال کی مدت میں اسمبلی کے سامنے قانون سازی کے لیے پیش کرے اور ان قوانین کو اسمبلی سے منظور کروا کر فوراً نافذ العمل کیا جائے۔
وزیر قانون و پارلیمانی امور : جناب والا! میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔
جناب سپیکر : وزیر قانون صاحب اس کی مخالفت کرتے ہیں۔
جناب فرید احمد پراچہ : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ مجھے توقع نہیں تھی کہ محترم وزیر قانون اس قرار داد کی بھی مخالفت کریں گے۔ میں یہ سمجھتا تھا کہ جیسے انہوں نے پہلے آئین کا ہی حوالہ لے کر مختلف قرار دادوں کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے تو یہ قرار داد تو آئین کے ہی مطابق ایک قرار داد ہے جس میں آئین کی قائم

کردہ ایک نظریاتی کونسل جو آئین کے آرٹیکل 228 کے تحت قائم کی گئی ہے اور اس کے تحت اس کے ذمے یہ ہے جو اس کے فرائض آرٹیکل 230 میں بیان کیے گئے ہیں وہ یہ ہے کہ

"پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کو ایسی سفارشات پیش کرے گی جن پر عمل پیرا ہو کر ایک عام مسلمان اپنی انفرادی زندگی اور اجتماعی زندگی قرآن و سنت کے حصولوں کے مطابق بسر کر سکے گا۔"

"یہ اس کے مقاصد ہیں جو آئین کے تحت ایک اسلامی نظریاتی کونسل قائم کی گئی ہے۔ اور پھر اس کے بعد یہ بھی اس کے مقاصد میں ہے کہ ایسی سفارشات پیش کرے گی جن پر عمل کرکے موجودہ قوانین کے بتدریج اسلامی انداز میں ڈھالا جا سکے۔"

"یہ بھی اس کے مقاصد ہیں کہ"

"قوانین کو اسلامی مقاصد کے تحت ڈھالا جا سکے اور کونسل یہ بھی بتائے گی کہ قوانین کو اسلامی طرز پر ڈھالنے کے لیے انہیں کتنے مرحلوں میں منقسم کرنا ہوگا۔"

اس کے علاوہ اسلامی نظریاتی کونسل کا یہ بھی فرض ہے۔

"کہ ایسے اصولوں کو جو اسلامی روح کے مطابق ہوں اور جن کو قانونی درجہ دینا ضروری ہو کونسل سلیقہ سے ترتیب دے گی تاکہ پارلیمنٹ اور اسمبلیاں ان سے رہ نمائی حاصل کر سکیں۔"

اب اس کے بعد ان آراء کے بارے میں جو پیش کی جائیں ان کے بارے میں بھی ایک طریقہ کار خود آئین میں بیان کیا گیا ہے جو آئین کے آرٹیکل 230 کی ذیلی دفعہ 4 میں ہے اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر سال ایک عبوری رپورٹ پیش کرتی رہے گی۔ یہ رپورٹ چاہے آخری ہو یا عبوری اسے دونوں ایوانوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ یہ رپورٹ تمام صوبائی اسمبلیوں میں بھی پیش ہوگی۔ تاکہ پارلیمنٹ اور اسمبلیوں میں اس پر بحث ہو سکے۔ اور پارلیمنٹ اور ہر اسمبلی رپورٹ کا جائزہ لینے کے بعد آخری رپورٹ کے پیش ہونے کے دو سال بعد تک

اس کے مطابق قانون بنائے گی۔ اب جناب سپیکر! سات سال کی مدت جو آئین میں دی گئی تھی وہ بھی گزر چکی ہے۔ اس کے بعد آخری رپورٹ یا رپورٹیں آنے کے بعد دو سال سے زائد کی مدت جو کہی گئی تھی وہ ہر اس رپورٹ کے بعد جو ہر سال پیش کی گئی اس کے بعد کئی سالوں کی مدت گزر چکی ہے۔ اور میں صرف اس سال کی بات کرتا ہوں اس لیے کہ اس وقت میرے پیش نظر وہ قوانین ہیں کہ جس کے بارے میں اس اسمبلی میں ایک رپورٹ پیش کی گئی۔ اور وہ 134 قوانین ہیں جو صوبائی حکومت سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ جن کے بارے میں اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنی رائے دی۔ اور ایک طریقہ کار ہے جس کے مطابق اسے دیکھا جاتا ہے۔اس میں جو علماء کرام ہیں۔ ہر مکتبہ فکر کے علماء کرام ہیں۔ اس میں عدالت عالیہ سے تعلق رکھنے والے افراد ہیں۔ اس میں اسلامی طرز زندگی پر ماہرانہ رائے رکھنے والے افراد موجود ہیں۔ اگر اس پر کچھ نہیں ہونا اور صرف سفارشات مرتب ہوتی ہیں۔ صرف ایک معاملے کو بس اس طریقے سے آنا ہے کہ اس پر سفارشات آ جائیں اور وہ قانون سازی کے محکمے میں جا کر سرد خانوں میں پڑ جائے تو اس سارے عمل درآمد کا یا اس ساری پریکٹس کا کوئی مقصد نہیں میں جناب سپیکر! اس موقع پر یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ قوانین کو اسلامی بنانا اور اسلام کے اور قرآن و سنت کے مقاصد کے تحت بنانا جہاں ایک آئین کی ذمہ داری ہے۔ آئین کے تحت عائد کردہ ذمہ داری ہے وہاں یہ پاکستان کا مقصد وجود بھی ہے۔ پاکستان کو اسی نام پر حاصل کیا گیا اور اسی دعوے کے تحت حاصل کیا گیا کہ یہاں پر قوانین کو اسلام کے مطابق ڈھالا جائے گا اور یہاں کا تمام طرز زندگی اسلامی نظام زندگی کے مطابق ہوگا۔ اور یہی بات تھی جو حضرت قائد اعظم نے فرمائی تھی۔ اسی بات پر لوگوں سے ووٹ لیے گئے تھے۔ اور جناب سپیکر! خود پاکستان اس پر ایک ریفرنڈم ہے یعنی پاکستان کی صورت میں اس پر ایک ریفرنڈم ہو چکا ہے۔ اور اس کے بعد اس کے علاوہ بھی اس پر ریفرنڈم ہو گیا ہے۔

جناب سہیل ضیاء مٹ : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : سہیل ضیاء مٹ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں۔

جناب سہیل ضیاء مٹ : جناب والا! کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ یہ قرار داد ہے یا تقریر؟ قرار داد اتنی لمبی تو نہیں ہوتی۔

جناب سپیکر : مٹ صاحب۔ یہ قرار داد پر تقریر کر رہے ہیں۔ ان کو قرار داد پر تقریر کرنے کا حق ہے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب ان کو بتایا جائے کہ یہ قرار داد پر تقریر کر سکتے ہیں تاکہ ان کے علم میں اضافہ ہو جائے۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میں عرض کرتا ہوں کہ اگر پاکستان اس مقصد کے تحت نہ بھی بنا ہوتا۔۔۔۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب سپیکر! میرے خیال میں محترم مٹ صاحب کو اسلامی نظام سے اختلاف ہے' اس لیے بار بار فرما رہے ہیں اور ان کو تقریر نہیں کرنے دے رہے۔

جناب سہیل ضیاء مٹ : جناب سپیکر! ملک اقبال احمد خان صاحب سارا دن خاموش بیٹھے رہے ہیں' ان کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب والا! میری طبیعت ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر! جی' پراچہ صاحب۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میں یہ بات عرض کر رہا ہوں کہ قوانین کو اسلامی قرآن و سنت کے مطابق بنانا یہ آئین کا بھی ایک تقاضا ہے۔ یہ پاکستان کا مقصد وجود بھی ہے۔ اور پھر بعض لوگ اس حد تک چلے جاتے ہیں صرف اسلامی قوانین کی مخالفت کے لیے پاکستان لیا گیا تھا یا نہیں لیا گیا تھا۔ یا قائد اعظمؒ نے اس وقت یہ بات کہی تھی یا نہیں کہی تھی۔ لیکن میں اس پر بھی عرض کرتا ہوں کہ اگر یہ بات نہ بھی ہوتی اور دنیا میں جو ممالک اس کے لیے نہیں بھی حاصل کیے گئے تو وہاں بھی مسلمان اس بات کے پابند ہیں کہ وہاں کے قوانین اسلام کے مطابق ہوں۔ یہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا حکم ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا حکم ہے کہ اللہ کے احکامات کے مطابق حکم نہیں عائد کرتے اور اس کے مطابق قانون سازی نہیں کرتے' ان احکامات کو نافذ نہیں کرتے جو اللہ تبارک تعالیٰ نے نازل کیے ہیں۔ تو تین آیات ہیں جن میں ایک میں کافر کہا گیا ہے۔ ایک میں فاسد کہا گیا ہے۔ ایک میں ظالم کہا گیا ہے۔ اسی طرح اللہ تبارک تعالیٰ کا قرآن پاک میں یہ حکم ہے کہ اس کائنات میں حکم اللہ کا ہی چلے گا۔ اور یہ بھی حکم ہے۔ کہ وہ لوگ جن کو زمین میں اقتدار دیا جاتا ہے ان کا کام یہ

the resolution or the amendment except by leave of the Assembly."

جناب والا! میرا مؤقف یہ ہے کہ اگر اس کو مؤخر کرنا ہے تو اس کی اجازت ایوان سے لینی پڑے گی۔ یا اس پر ووٹنگ ہوگی' یا یہ پاس ہوگا' یا پھر ایوان اس بات کی اجازت دے کہ re-draft کر کے اس کو اگلے اجلاس میں لایا جائے۔

جناب سپیکر : آپ کون سے رول کی بات کرتے ہیں؟

سید طاہر احمد شاہ : جناب والا' یہ رول 99 ہے۔

MR SPEAKER:

"A member who has moved a resolution or an amendment to a resolution shall not withdwaw the resolution or the amendment except by leave of the Assembly."

یہ رول تو withdraw کرنے کے بارے میں ہے۔ انہوں نے withdraw تو نہیں کیا۔ رول 99 اس پر لاگو نہیں ہوتا۔ اگلی قرار داد ڈاکٹر وسیم اختر صاحب کی طرف سے ہے۔ وہ تشریف نہیں رکھتے۔ یہ automatically lapse کر جائے گی۔ اگلی قرار داد بیگم راج حمید گل صاحبہ کی طرف سے ہے۔

## اقلیتوں کے لیے سرکاری ملازمتوں اور تعلیمی اداروں میں 5 فی صد کوٹے کی تخصیص

بیگم راج حمید گل : شکریہ جناب سپیکر! اس ایوان کی رائے ہے:

"کہ صوبائی حکومت' مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرے کہ جداگانہ طریق انتخاب کے رائج ہونے کے بعد' آئین کے آرٹیکل 36 کے تحت اقلیتوں کو وفاقی اور صوبائی سطح پر جائز اور مناسب نمائندگی دیے جانے کے آئینی حق پر عمل در آمد کرانے کے لیے اقلیتوں کے لیے سرکاری ملازمتوں اور تعلیمی اداروں میں 5 فی صد کوٹہ مخصوص کیا

جائے۔

جناب سپیکر : جناب سپیکر! یہ قرار داد پیش کی گئی ہے:

کہ صوبائی حکومت' مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرے کہ جداگانہ طریق انتخاب کے رائج ہونے کے بعد' آئین کے آرٹیکل 36 کے تحت اقلیتوں کو وفاقی اور صوبائی سطح پر جائز اور مناسب نمائندگی دیے جانے کے آئینی حق پر عمل در آمد کرانے کے لیے اقلیتوں کے لیے سرکاری ملازمتوں اور تعلیمی اداروں میں 5 فی صد کوٹہ مخصوص کیا جائے۔"

وزیر قانون : جناب سپیکر! اس سلسلے میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ قرار داد آئین کے آرٹیکل-27 سے متصادم ہے۔

"No citizen otherwise qualified for appointment in the service of Pakistan shall be discriminated against in respect of any such appointment on the ground only of race, religion, caste, sex, residence or place of birth:"

جناب سپیکر : آپ اس کو اپوز کرتے ہیں؟

وزیر قانون : جناب والا! میں اس کو اپوز کرتا ہوں۔

جناب سپیکر : پہلے آپ کو اسے اپوز کرنا چاہیے تھا۔

وزیر قانون : جناب والا! اس بارے میں محترم راج حمید گل صاحبہ سے میری بات ہوئی ہے۔ اس وضاحت کے بعد انہوں نے فرمایا ہے کہ حکومت اگر یہ یقین دہانی کرائے کہ اقلیتوں کے جائز حقوق انہیں دیے جائیں گے اور آئین کے مطابق انہیں حکومت تحفظ دے گی اور آئین کے مطابق ان کے جو حقوق ہیں ان کا خیال حکومت اپنے وسائل کے مطابق کرے گی۔ اقلیتوں کے لیے ہماری حکومت بہت کچھ کر رہی ہے۔ جداگانہ انتخاب بھی اسی کے نتیجے میں ہم کر رہے ہیں۔ آئندہ بھی اقلیتوں کے جائز مسائل حل کرنے کے لیے حکومت ان کے ساتھ بھر پور تعاون کرے گی۔ محترمہ راج حمید گل صاحبہ کا نقطۂ نظر پیش ہو چکا ہے۔ میں توقع کروں گا کہ اس کے پیش نظر ریزولیوشن withdraw فرمائیں گی۔ جناب والا! آپ ان سے پوچھ لیں

جناب سپیکر : بیگم صاحبہ فرمائیے۔

بیگم راج حمید گل : جناب سپیکر! میرے ساتھ ان کی بات چیت ہوئی تھی۔ انہوں نے کہا تھا کہ چونکہ اس آرٹیکل کا آپ نے حوالہ دیا ہے تو اس حوالے سے یہ کوٹہ نہیں بنتا۔ لیکن میرا مؤقف یہ تھا کہ چونکہ ہمیں جداگانہ طریق انتخاب کے تحت نمائندگی دی گئی ہے تو اس حوالے سے میری یہ استدعا تھی کہ اس آئینی حق پر عمل در آمد کرتے ہوئے اقلیتوں کے لیے پانچ فی صد کوٹہ مقرر ہو جائے تو انتہائی مناسب ہے۔ چونکہ آئین میں صوبائی سطح پر جائز اور مناسب نمائندگی دیے جانے کا واضح ذکر ہے۔ لیکن اقلیتوں کی جائز اور مناسب نمائندگی کی وضاحت نہیں جس سے غریب اور پس ماندہ اقلیتی امیدوار کا مقابلہ ننانوے فی صد اکثریتی امیدوار سے ہوتا ہے۔ اس میرٹ پالیسی کی وجہ سے قائد اعظم کے مطابق مساویانہ اور فیاضانہ سلوک کا وعدہ بھی پورا ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔ پاکستان کے اوائل میں اقلیتوں کے لیے پانچ فی صد کوٹہ مقرر کیا گیا تھا۔ اگر موجودہ حکومت اس کو حال کر دیتی ہے تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ ان کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔ بانیٔ پاکستان کے الفاظ میں اقلیتوں کے ساتھ مساویانہ اور منصفانہ سلوک کا وعدہ اسی صورت میں پورا ہوتا ہے کہ اقلیتوں کے تعلیمی اداروں اور سرکاری ملازمتوں میں کوٹہ مقرر کیا جائے۔ جس کے لیے اہلیت کا مقابلہ صرف اقلیتی طبقوں سے تعلق رکھنے والے امیدواروں سے ہوتا ہے۔ ایسا کرنے سے جائز اور مناسب نمائندگی دیے جانے کی مبہم اصطلاح کے لیے واضح طریق کار بھی وضع ہو جاتا ہے۔ ویسے بھی آئینی طور پر صوبائی حکومت اپنی پالیسی وضع کرنے میں خود مختار ہے۔ لہذا اگر پنجاب کی حد تک اگر پانچ فی صد کوٹہ کو حال کر کے وفاقی حکومت سے سفارش کی جائے کہ پورے ملک میں اس کو رائج کیا جائے تو یہ انتہائی مناسب بات ہوگی۔ انہوں نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ہم اقلیتوں کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی نہیں کرنا چاہتے۔ حال ہی میں ایک فیصلہ ہوا ہے کہ شناختی کارڈ میں مذہبی خانے کا اندراج کیا جائے۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ بھی قومی شناخت کو مذہبی شناخت بنانا بھی سراسر زیادتی ہے اور اسی بات کے پیش نظر مجھے یہ محسوس ہو رہا ہے اور میں یہ بات یقین کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ آئندہ اسی مذہبی خانے کو دیکھ کر انصاف نہیں ہوگا۔ میں جناب وزیر قانون سے یہی استدعا کروں گی کہ ہو سکے تو میری استدعا کو قبول

کریں' کیونکہ میں نے ایک نہایت ہی جائز اور مناسب مطالبہ کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر وہ یہ یقین دہانی کراتے ہیں جیسا کہ انہوں نے ابھی ابھی فرمایا ہے کہ میرٹ پالیسی میں کسی بھی قسم کی بے انصافی نہیں ہوگی تو میں اپنی بات پر زیادہ زور نہیں دیتی۔ ویسے میں نے جائز بات کا مطالبہ کیا تھا۔ پھر بھی میں دوبارہ ان کی یقین دہانی چاہتی ہوں۔ انہوں نے جو بات پہلے کی تھی اُسے دُھرا دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور : جناب والا! اجازت ہے؟

جناب سپیکر : جی' لاء منسٹر صاحب۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور : جناب والا! اقلیت پورے ملک میں آباد ہیں۔ پس ماندہ علاقوں میں بھی آباد ہیں اور ترقی یافتہ جگہوں پر بھی آباد ہیں۔ اور میرٹ پر اقلیتوں کو competition میں حصہ لینے پر کوئی پابندی نہیں یہ پانچ فی صد کہتی ہیں competition میں دس فیصد بھی سیٹیں لے سکتی ہیں۔ سو فیصد سیٹیں وہ لے سکتی ہیں۔ اس پر کوئی پابندی نہیں دراصل جس بات کا انہوں نے ذکر فرمایا ہے وہ الیکشن کے سلسلے میں ہے اور آئین نے خود اس بات کی اجازت دی ہے اور اس کا اطلاق یہ سروسز پر فرمانا چاہ رہی ہیں۔ سروسز پر اس کا اطلاق نہیں ہو سکتا الیکشن کا سروسز کے ساتھ کوئی تعلق نہیں چونکہ سروسز میں میرٹ پر open com-petition ہوتا ہے۔ اس لحاظ میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو پانچ فی صد سے زیادہ بھی open competition کے ذریعے سارے minorities کے بھائی اور بہنیں آ سکتی ہیں۔ اور اس میں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں آئین کا آرٹیکل جو میں نے پڑھ کر سنایا ہے وہ صرف ان کی تسلی کے لیے ہے اور میں تو ان کی حوصلہ افزائی کرنی چاہ رہا ہوں۔ اس وجہ سے میں نے اس بارے میں بڑی تفصیل سے بات کی ہے۔ ان سے ذاتی طور پر بھی بات کی ہے اور اب بھی میں یہ بات کر رہا ہوں کہ minorities کے حقوق کے تحفظ کے لیے چاہے سروسز میں ہوں چاہے ڈویلپمنٹ کے کام میں ہوں ہماری حکومت ان کے ساتھ ہر ممکن تعاون کرے گی اور بھر پور تعاون کرے گی اور اس میں کسی قسم کے خلل سے کام نہیں لیا جائے گا۔ اس یقین دھانی کے پیش نظر میں توقع کرتا ہوں کہ محترمہ راج حمید گل صاحبہ اپنی قرار داد کو واپس لے لیں گی شکریہ۔

ہے کہ وہ نماز کے اور زکوٰۃ کے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اس فریضے کو عائد کرے اور اس کے مطابق نظام بنائے۔ اور جناب سپیکر! اس میں اسلامی جمہوری اتحاد کا منشور بھی اس کے مطابق ہے۔ اور اسلامی جمہوری اتحاد نے یعنی خود برسراقتدار حکومت نے اس کو عائد کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

جناب سہیل ضیاء بٹ : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! فرید احمد پراچہ صاحب ماشاء اللہ اسلام کی آیات کا حوالہ بھی دے رہے ہیں اور بڑی لمبی تقریر بھی کر رہے ہیں لیکن کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ یہ اس وقت کہاں پر تھے اور ان کے پیروکار کہاں تھے؟ جب پاکستان کی آزادی کے لیے جنگ لڑی جا رہی تھی تو یہ پاکستان کی آزادی کی مخالفت بھی کر رہے تھے اور آج یہ جو دلیل دے رہے ہیں اور یہ جو اسلامی جمہوری اتحاد کے پلیٹ فارم پر منتخب ہو کر اس اسمبلی میں آئے ہیں اور یہاں پر کھڑے ہو کر اس کے خلاف تقریریں کر رہے ہیں۔ کیا اسلام اس کی اجازت دیتا ہے؟

MR SPEAKER: I am sory this is not a point of order.

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میں اس موقع پر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سہیل ضیاء بٹ : جناب سپیکر! اگر یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے تو وہ قرار داد بھی نہیں ہے۔ (قہقہے)

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! اس طرز عمل کو دیکھ لیجیے۔

جناب سپیکر : یہ بٹ صاحب کا نقطۂ نظر ہے' پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! ان کے وزیر قانون بیٹھے ہیں' انہوں نے میرے دلائل کی جو مخالفت کرنی ہے وہ کر لیں۔

جناب سہیل ضیاء بٹ : جناب سپیکر میں نے پوائنٹ آف آرڈر اس لیے اٹھایا تھا کہ اس حوالے سے اخبارات میں یہ خبر پہنچے اور پنجاب کے عوام اور پاکستان کے عوام یہ پڑھیں کہ پاکستان بننے کی جب جد و جہد ہو رہی تھی' قربانیاں دی جا رہی تھیں اور ان قربانیوں کی مخالفت ایک طرف تو ہندو بنیا کر رہا تھا اور دوسری طرف میرے معزز ممبران آج جو یہاں پر تقریر کر رہے ہیں ان کی جماعت کر رہی تھی۔ تو حضرت قائد اعظم کو آج حضرت قائد

اعظم کہنے کا شرف بھی ہمیں اسلامی جمہوری اتحاد کو اللہ کے فضل و کرم سے ملا ہے ورنہ انہوں نے قائد اعظم کے لیے بھی کوئی اچھے ریمارکس نہیں دیے تھے۔

جناب سپیکر : شکریہ۔ مٹ صاحب۔ میں آپ کو یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ اس قرار داد پر باضابطہ طور پر ٹائم لے کر بات کر سکتے ہیں۔ باضابطہ طور پر بات کرنی چاہیے۔ سلیقے سے اور رولز کے مطابق بات کرنی چاہیے۔ آپ کا حق ہے کہ آپ اس پر ٹائم لے کر بات کر سکتے ہیں۔ آپ اپنا نقطۂ نظر پیش کر سکتے ہیں۔

جناب سہیل ضیاء مٹ : ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر : یہ فرید پراچہ صاحب کا اپنا نقطۂ نظر ہے۔ میرے خیال میں ان کو اپنی بات جاری رکھنی چاہیے۔

چودھری محمد حنیف : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں بھی یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت قائد اعظم نے یہ بات کہی تھی کہ میری جیب میں کھوٹے سکے ہیں۔ تو آج اگر جو لوگ برسراقتدار آئے ہیں وہ یہاں پر کھوٹے سکے ہی ہیں جو مسلم لیگ کے نعرے لگا رہے ہیں۔ اصل میں پاکستان بنانے میں جو کردار ادا کیا تھا وہ مولانا مودودی کی کتاب مسئلہ قومیت تھی کہ جس نے صحیح معنوں میں ہندوستان کے اندر ایک آزادی کی لہر پیدا کی تھی اور یہ بات کہنا کہ جماعت نے مخالفت کی تھی۔ جماعت کی قربانیوں کی تاریخ بہت لمبی ہے۔ سہیل ضیاء مٹ صاحب کو اس بات کا علم نہیں ہے وہ تو صرف یہاں پر چند اخباری خبریں لگوانے کے لیے آ جاتے ہیں۔ اور وہ بھی آخر میں کبھی موقع مل جائے تو۔

جناب سپیکر : چودھری محمد حنیف صاحب' یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔

I am sorry اور میں یہ کہوں گا کہ اس پر ڈیبیٹ شروع کرنے کی اجازت میں نہیں دے سکتا۔

جناب سہیل ضیاء مٹ : جناب سپیکر! اگر میں نے غلط بات کی ہے تو یہ اخبارات میں اس بات کی تردید کریں۔

جناب سپیکر : مٹ صاحب۔ آپ تشریف رکھیں گے۔ مٹ صاحب' آپ اپنی تقریر کرنا چاہتے ہیں تو میں آپ کو ٹائم دے سکتا ہوں۔

جناب سہیل ضیاء مٹ : جناب سپیکر! میں صرف یہی کہنا چاہتا ہوں۔
جناب سپیکر : آپ تشریف رکھیں۔ ملک صاحب' آپ تشریف رکھیں؟
ملک جلال دین ڈھکو : پوائنٹ آف آرڈر۔
جناب سپیکر : پوائنٹ آف آرڈر ملک جلال دین ڈھکو صاحب۔
ملک جلال دین ڈھکو : جناب سپیکر! ایک بڑا اہم مسئلہ نہری پانی کے متعلق اور ٹیلوں کے متعلق ہے۔ (قہقہے) میری گزارش سن لیں۔ تو اس کے لیے ٹائم 5 منٹ بڑھا لیں تاکہ اسے زیر بحث لانے کے لیے کوئی تاریخ مقرر کی جا سکے۔
جناب سپیکر : شکریہ ملک صاحب۔ جی پراچہ صاحب۔ پراچہ صاحب اب تو ایک دو منٹ میں آپ کو ختم کرنا ہے' کیونکہ 2 بجنے والے ہیں اور لاء منسٹر صاحب نے بھی اپنا نقطۂ نظر پیش کرنا ہے۔
جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! یہ بالکل صحیح ہے لیکن 20 منٹ اس پر تقریر کرنا میرا قواعد و ضوابط کے مطابق ایک حق ہے اور اس میں بھی 10 منٹ سہیل ضیاء مٹ صاحب نے اس بحث پر لگا دیے ہیں۔ اگر اس کا جواب لینا ہے تو ہمارے پاس بڑے مدلل جواب ہیں۔ میں صرف اپنی قرار داد تک محدود رہتے ہوئے یہ بات عرض کرتا ہوں کہ اس وقت اس بات کی ضرورت ہے جو پاکستان کے حالات ہیں۔ جس طرح کی بدامنی یہاں پر پیدا ہو گئی ہے۔ جس طرح صوبہ پنجاب میں مختلف مسائل ہیں۔ ان کے لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ پنجاب کے جن قوانین پر نظر ثانی ہو چکی ہے ان کو اس ایوان کے سامنے قانون سازی کے لیے لایا جائے۔ اس کو صرف اس پریکٹس تک نہ رکھا جائے کہ محض اس پر سفارشات دی گئی ہیں۔ آئین اس کو سفارشات تک محدود نہیں کرتا۔ وہ اس کے مقاصد بیان کرتا ہے تاکہ اس کے مطابق ایک اسلامی طرز زندگی اپنائی جا سکے۔

جناب سپیکر! میں اپنی بات کو ختم کرتے ہوئے یہ بھی عرض کروں گا کہ آخر اسلامی جمہوری اتحاد کے منشور میں اس کو شامل کرنے کے باوجود اور اس کے باوجود کہ اس کے لیے دعوے کیے جاتے ہیں اور اس کے لیے نعرے لگائے جاتے ہیں اور اس کے باوجود کہ اس کے لیے ووٹ لیے گئے' جب بھی یہ بات اسمبلیوں میں آتی ہے' جب بھی یہ بات عملی شکل میں

آتی ہے' جب بھی اس پر قانون سازی کا مرحلہ ہوتا ہے تو آخر اس کی مخالفت کیوں کی جاتی ہے؟ میں ایک شاعر کے اشعار کی صورت میں اس بات کو بیان کر کے اپنی بات کو ختم کروں گا کہ اصل مسئلہ کیا ہے؟ ان کو اسلامی قوانین کے نفاذ سے کیا نقصان پہنچ رہا ہے؟ میں اس پر ہی اپنی بات کر ختم کروں گا کہ ان کی اصل پریشانی کیا ہے؟ جس کے لیے مٹ صاحب بھی کھڑے ہوئے ہیں اور دوسرے لوگ بھی کھڑے ہوئے ہیں۔ اصل پریشانی یہ ہے کہ....

نظام مصطفےٰ کی بات تو کرتے ہو تم لیکن
طرب خانے کہاں جائیں گے کاشانوں کا کیا ہوگا
اساس زندگی ہو گا اگر دستور قرآنی
تو پیمانے کہاں رکھو گے مے خانوں کا کیا ہوگا
اتاری جائے گی ماتن جویں جب خلق نازک سے
تو ظہرانوں کا عصرانوں کا مہمانوں کا کیا ہوگا

و آخر دعوانا ان الحمد اللہ رب العالمین۔

جناب سپیکر: جی لاء منسٹر صاحب۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! ٹائم بہت تھوڑا بچ گیا ہے۔ میں انتہائی اختصار کے ساتھ عرض کروں گا کہ بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ جب بھی کوئی اس قسم کا ریزولیوشن پیش ہوتا ہے تو ٹیکنیکلی مجھے اس کو oppose کرنا پڑتا ہے۔ صرف اپنے حق رائے کو استعمال کرنے کے لیے بھی مجھے oppose کرنا پڑتا ہے۔ اب اس کو یہ مخالفت کا نام دے کر اتنی لمبی چوڑی تقریر جھاڑ دیتے ہیں کہ جیسا کہ میں نے اس کی مخالفت کی ہے اور بلاجواز مخالفت کی ہے۔

جناب والا! صورت حال یہ ہے کہ میں اس قرار داد کی مخالفت اس وجہ سے نہیں کر رہا کہ ہم شریعت کورٹ کی جو رپورٹیں ہیں ان کے مطابق قوانین کو نہیں بنانا چاہتے ہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ حکومت نے اب تک بہت سے قوانین کو وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے مطابق اسلامی ڈھانچہ میں تبدیل کر دیا ہے۔

جناب والا! اسی طرح سے بہت سے فیصلوں کے خلاف جو شریعت کورٹ کے فیصلے ہیں ان کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیلیں چل رہی ہیں۔ جب تک ان اپیلوں کا فیصلہ نہ ہو

اس وقت تک ان پر قانون سازی نہیں کی جا سکتی اور جب فیصلہ ہو جائے گا تو اس کی روشنی میں قانون سازی کی جائے گی۔ حکومت نے اس بارے میں رپورٹ ہائے اسمبلی میں پیش کر دی ہیں اور ان میں سے کچھ رپورٹوں پر بحث بھی ہو چکی ہے۔ کوئی بھی ممبر اس رپورٹ کی روشنی میں قانون سازی کے لیے بل لا سکتا ہے۔ اس پر کوئی کس قسم کی قدغن نہیں۔

جناب والا! ساتھ ہی انہوں نے یہ کہا ہے کہ ایک سال کے اندر اس پر عمل درآمد ہوگا تو اس پر ایک سال سے پہلے بھی عمل درآمد ہو سکتا ہے یہ اپنے اوپر اور ہمارے اوپر اس قسم کی پابندی کیوں لگانا چاہتے ہیں۔ یہ ایک سال سے دو مہینے' چار دن یا ایک دن زائد بھی ہو سکتا ہے۔ تو قانون میں اور آئین میں یہ ساری چیزیں موجود ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ صرف مخالفت برائے مخالفت پر نہیں بلکہ مدلل وجوہات کی بناء پر میں نے یہ بات گزارش کی ہے۔ ہم اسلامی قوانین بنانے کے لیے شریعت کورٹ کے فیصلوں پر اپنے قوانین کو ڈھالنے کے بالکل حق میں ہیں اور سو فی صدی حق میں ہیں۔ ہم نے ڈھالا ہے اور آئندہ بھی ڈھالیں گے اور شریعت کورٹ کے فیصلوں کے خلاف سپریم کورٹ میں جو ہماری اپیلیں چل رہی ہیں ان کے فیصلے آنے کے بعد ان کو مد نظر رکھتے ہم مزید قوانین بنائیں گے۔ یہ اسلامی فلاحی مملکت پاکستان ہے۔ اب میرے بھائی نے اس پر بڑی شعر و شاعری کی ہے لیکن 2 بج چکے ہیں۔ میں اپنی بات کو لمبا نہیں کرنا چاہتا۔ ان وضاحتوں کے ساتھ اس ریزولیوشن کو غیر ضروری سمجھتے ہوئے میں نے اس کی مخالفت کی ہے۔ اس کو مسترد فرمایا جائے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر : یہ قرار داد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے۔

> "کہ حکومت پنجاب ان تمام قوانین کو جن پر اسلامی نظریاتی کونسل قرآن و سنت کی روشنی میں نظر ثانی کر کے اپنی رائے کا اظہار کر چکی ہے زیادہ سے زیادہ ایک سال کی مدت میں اسمبلی کے سامنے قانون سازی کے لیے پیش کرے اور ان قوانین کو اسمبلی سے منظور کروا کر فوراً نافذ العمل کیا جائے"

(قرار داد نامنظور ہوئی)

(اراکین حزب اختلاف نے اس قرار داد کے "نامنظور" ہونے پر احتجاج کیا اور کہا کہ ان کی

اس قرار داد کو سوائے وزیر قانون کے اور کسی نے oppose نہیں کیا۔ اور چونکہ ان کے "ہاں" کہنے والے اراکین کی تعداد زیادہ تھی لہٰذا یہ قرار داد منظور کی جائے)

وزیر قانون : جناب سپیکر! حزب اقتدار کے اراکین نے نہ صرف "نہ" کہا ہے بلکہ انہوں نے تو باقاعدہ ڈیسک بجائے ہیں کہ آپ ٹھیک فرما رہے ہیں۔

جناب سپیکر : حزب اختلاف کے اراکین سے' آپ کا کیا خیال ہے کہ فیصلہ "ہاں" والوں کے حق میں ہے؟

(اس مرحلہ پر حزب اختلاف کے اراکین نے مثبت میں جواب دیا)

جناب سپیکر : اجلاس کی کارروائی کے لیے وقت دس منٹ اور بڑھایا جاتا ہے۔ میں نے جو اعلان کیا ہے کہ فیصلہ "نہ" والوں کے حق میں ہے اس کے بارے میں ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب نے اور فرید احمد پراچہ صاحب نے کہا ہے کہ نہیں فیصلہ "ہاں" والوں کے حق میں ہے۔ تو اب اسے ascertain کرنا ہے کہ فیصلہ "نہ" والوں کے حق میں ہے یا "ہاں" والوں کے حق میں ہے۔ تو جو صاحبان اس ریزولیوشن کے حق میں ہیں وہ اپنی نشستوں پر کھڑے ہو جائیں۔

(اس مرحلہ پر حزب مخالف کے اراکین اپنی اپنی نشستوں پر کھڑے ہو گئے)

جناب سپیکر: جو صاحبان اس ریزولیوشن کی مخالفت میں ہیں وہ اپنی نشستوں پر کھڑے ہو جائیں۔

(اس مرحلہ پر حزب اقتدار کے اراکین اپنی اپنی نشستوں پر کھڑے ہو گئے۔)

(حزب اقتدار کے اراکین کی تعداد زیادہ تھی)

جناب سپیکر : قرار داد نا منظور ہوئی۔

ملک جلال الدین ڈھکو اور ممتاز علی صاحب کی طرف سے تحریک التواء پر رپورٹس ہیں۔ آج میرے خیال میں اتنا وقت نہیں ہے لہٰذا انہیں اگلے دن ٹیک اپ کریں گے۔

وزیر قانون صاحب یہ قرار داد جو شیخ طاہر رشید صاحب پیش کرنا چاہتے ہیں اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ یہ non-controversial قسم کی قرار داد ہے۔ میں نے وقت بڑھا دیا۔

وزیر قانونو پارلیمانی امور : جناب سپیکر! اسے کر لیں مجھے کوئی اعتراض نہ ہے۔
جناب سپیکر : ٹھیک ہے۔ شیخ صاحب' آپ اسے پیش کریں۔

## شہید ملت لیاقت علی خان کو خراج عقیدت

شیخ محمد طاہر رشید : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے ایک تاریخی قرار داد پیش کرنے کی سعادت عطا فرمائی۔ میں اس معزز ایوان میں یہ قرار داد پیش کرتا ہوں۔

"کہ شہید ملت نواب لیاقت علی خان کی تحریک پاکستان میں خدمات سنہری حروف سے لکھی گئی ہیں ان کا کردار بے مثال اور ان کے افکار انمول ہیں مگر اب ان کی شخصیت کو وہ مقام نہیں دیا جا رہا جس کے وہ مستحق ہیں لہٰذا مرکزی حکومت اور صوبائی حکومتوں سے یہ ایوان مطالبہ کرتا ہے کہ شہید ملت کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے ان کے شایان شان سمینار منعقد کرائے جائیں ان کے کردار اور افکار کو اجاگر کیا جائے ان کے نام سے ادارہ جات' عمارتیں اور پارک منسوب کیے جائیں تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں بھی ان کی تقلید کر سکیں اور ہمارا قومی دھارا صحیح سمت ہے۔"

جناب سپیکر : یہ قرار داد پیش کی گئی ہے

"کہ شہید ملت نواب لیاقت علی خان کی تحریک پاکستان میں خدمات سنہری حروف سے لکھی گئی ہیں ان کا کردار بے مثال اور ان کے افکار انمول ہیں مگر اب ان کی شخصیت کو وہ مقام نہیں دیا جا رہا جس کے وہ مستحق ہیں۔ لہٰذا مرکزی حکومت اور صوبائی حکومتوں سے یہ ایوان مطالبہ کرتا ہے کہ شہید ملت کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے ان کے شایان شان سمینار منعقد کرائے جائیں ان کے کردار اور افکار کو اجاگر کیا جائے ان کے نام سے ادارہ جات عمارتیں اور پارک منسوب کیے جائیں تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں بھی ان کی تقلید کر سکیں اور ہمارا قومی دھارا صحیح سمت ہے۔"

میرے خیال میں اس پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔

(آوازیں۔ جی نہیں)

جناب سپیکر : یہ قرار داد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے

"کہ شہید ملت نواب لیاقت علی خان کی تحریک پاکستان میں خدمات سنہری حروف سے لکھی گئی ہیں ان کا کردار بے مثال اور ان کے افکار انمول ہیں مگر اب ان کی شخصیت کو وہ مقام نہیں دیا جا رہا جس کے وہ مستحق ہیں لہٰذا مرکزی حکومت اور صوبائی حکومتوں سے یہ ایوان مطالبہ کرتا ہے کہ شہید ملت کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے ان کے شایان شان سمینار منعقد کرائے جائیں ان کے کردار اور افکار کو اجاگر کیا جائے ان کے نام سے ادارہ جات' عمارتیں اور پارک منسوب کیے جائیں تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں بھی ان کی تقلید کر سکیں اور ہمارا قومی دھارا صحیح سمت ہے۔"

(قرار داد منظور ہوئی)

جناب سپیکر : اجلاس کی کارروائی کل صبح دس بجے تک کے لیے ملتوی ہوتی ہے۔

# صوبائی اسمبلی پنجاب

## (صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس)

بدھ' 21۔ اکتوبر 1992ء

(چہار شنبہ' 23۔ ربیع الثانی 1413ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں صبح 10 بج کر 35 منٹ پر منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

أعوذُ باللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

وَالَّذِيْنَ صَبَرُوْا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ○ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ○ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ○

سورۃ الرعد آیات 22 تا 24

اور جو پروردگار کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے (مصائب پر) صبر کرتے ہیں' اور نماز پڑھتے ہیں اور جو (مال) ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں اور نیکی سے برائی کو دُور کرتے ہیں' یہی لوگ ہیں جن کے لئے عاقبت کا گھر ہے۔ ○ (یعنی) ہمیشہ رہنے کے باغات جن میں وہ داخل ہوں گے اور ان کے باپ دادا اور بیبیوں اور اولاد میں سے جو نیکو کار ہوں گے وہ بھی (بہشت میں جائیں گے) اور فرشتے (بہشت کے) ہر ایک دروازے سے ان کے پاس آئیں گے ○ (اور کہیں گے) تم پر رحمت ہو (یہ) تمہاری ثابت قدمی کا بدلہ ہے اور عاقبت کا گھر خوب (گھر) ہے ○

وما علینا الا البلاغ○

# پوائنٹ آف آرڈر

## قواعد میں مقررہ اوقات کار کے علاوہ کسی دیگر وقت تک اجلاس کو ملتوی کرنا

**میاں منظور احمد موہل:** پوائنٹ آف آرڈر۔

**جناب سپیکر:** جی موہل صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں۔

**میاں منظور احمد موہل:** جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ موسم سرما میں ہاؤس 9 بجے شروع ہوتا ہے اور موسم گرما میں 8.30 بجے شروع ہوتا ہے۔ یہ ہمارے رولز آف پروسیجر ہیں' لیکن سپیکر اس کے علاوہ بھی کوئی اور وقت مقرر کر سکتے ہیں تو جناب والا! کل سپیکر صاحب نے جو بھی صاحب اس وقت چیئر پر متمکن تھے' انہوں نے یہ کہا تھا کہ اجلاس آج 10 بجے ہوگا' تو جناب والا! میں اس بارے میں کنڈکٹ کو زیر بحث نہیں لا رہا لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ جب بھی کوئی ایسی صورت حال ہو کہ یک دم وقت کو بدلنا پڑے تو وقت کو بدلنے کے بارے میں ہاؤس کو اعتماد میں لیا جاتا ہے۔

تو جناب والا! یک دم ہی 10 بجے کا کہہ کر ہاؤس کو Adjourn کر دینا مناسب بات نہیں ہے۔ میرے خیال میں' جو میں سمجھتا ہوں کیونکہ کل ہمیں ایک دعوت نامہ ملا تھا' جس میں پولیس کی طرف سے' آج کوئی وہاں پر کمانڈوز کا مظاہرہ تھا تو لفافے پر کسی معزز رکن کا نام بھی نہیں لکھا ہوا تھا۔ یعنی انہوں نے یہ بھی ضرورت محسوس نہیں کی تھی کہ بھئی کسی کا نام ہی لکھ دیا جائے اور وہ تھوک کے حساب سے یہاں کارڈ پھینک گئے اور وہ یہاں دے دیئے گئے تو جناب والا! میں ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ خواہ مخواہ اجلاس کا وقت تبدیل نہیں کرنا چاہیے۔

**جناب سپیکر:** آپ کا کیا خیال ہے کہ سپیکر کو نو بجے کے علاوہ کوئی اور وقت مقرر نہیں کرنا چاہیے؟

**میاں منظور احمد موہل:** میں نے کہا ہے کہ وہ otherwise ڈائریکٹ کر سکتے ہیں لیکن اس میں کوئی وجوہات' واقعات اور ایک پروسیس ہے جس کے تحت اس اسمبلی کا بزنس چل رہا ہے اور اس کا وقت نو بجے صبح ہوتا ہے۔ میرے خیال میں جب آپ نے اجلاس ملتوی کیا تھا' اس وقت تو ممبران ہی کم تھے اور ان کو دس بجے کا پتہ ہی نہیں۔ کئی ممبران تو یہاں نو بجے ہی تشریف لے آئے۔

**جناب سپیکر:** شکریہ' موہل صاحب! میرے خیال میں سپیکر کو ایوان کی معمول کی کارروائی نو بجے

کے علاوہ بھی کسی اور وقت پر مقرر کرنے کا اختیار ہے اور جو سپیکر کو اختیار ہے اس کے لئے اس کی وجہ بیان کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! آپ کی رولنگ سر تسلیم خم۔ لیکن میں یہ گزارش کروں گا کہ رولز اور قانون میں جس طرح آٹھویں ترمیم ہے' جس کے تحت صدر اسمبلی توڑ سکتا ہے لیکن اس کے پیچھے کچھ وجوہات ہونی چاہئیں۔

جناب سپیکر: آپ نے پوائنٹ آف آرڈر پر نکتہ اٹھایا ہے' میں نے اس پر اپنی ruling دے دی ہے۔ مگر اب اس پر ڈیبیٹ تو نہیں ہو سکتی۔

## نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ)

جناب سپیکر: اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: پوائنٹ آرڈر۔ جناب سپیکر! میں نے ایک سوال نمبر1023 تقریباً پچھلے سال دسمبر کے مہینے میں دیا تھا اور وہ 1992ء میں پورے محکموں میں جاتا رہا اور اس کے بعد اس کے بارے میں اجازت طلب کی جاتی رہی۔ پچھلے سیشن میں میں غیر حاضر تھا اور میرے اس سوال پر ایک کاغذ چسپاں کر دیا گیا اور کہا گیا کہ یہ اس قابل نہیں ہے کہ اس کا جواب دیا جائے۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! کیا آپ کا سوال ہاؤسنگ و فزیکل کے بارے میں ہے؟

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: نہیں' جناب والا! یہ ایس۔ اینڈ جی اے ڈی کے بارے میں ہے۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! آپ کی یہ بات اس وقت اس سے متعلقہ نہیں ہے۔ میرے خیال میں ہم ان سوالات کو ٹیک اپ کر لیں اور اس کے بعد آپ اپنی بات کر لیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب والا! آپ پہلے میری گزارش سن لیجئے۔

جناب سپیکر: ضرور سنیں گے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: اس کے بعد کہ رول نمبر 45 کے تحت This is of excessive length جس پر میں نے اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ تاکہ یہ سوال بجائے اس کے کہ لمبا ہو' میں نے اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ اب یہ ٹھیک ہے۔ آج مجھے اسمبلی کی طرف سے ایک لیٹر موصول ہوا ہے' جس میں یہ کہا گیا ہے کہ آپ کے سوالات نمبر1948 اور 1949 رول نمبر45 کے تحت eject (رتے ہیں۔ چونکہ یہ اس قاعدے کی زد

میں آتے ہیں' اس لئے آپ کا یہ سوال پوچھا نہیں جا سکتا' تو جناب والا! مجھے بتایا جائے' یہ کوئی رول نہیں۔ جناب والا! جب میں نے اس کی exessive length کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور اب جب کہ وہ excessive length نہیں بنتی۔ اس لئے میری گزارش یہ ہے کہ اس سوال کو براہ کرم فہرست سوالات میں شامل کیا جائے اور اس کا جواب دیا جائے۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! آپ کو اطلاع فراہم کر دی گئی ہے' لہٰذا آپ اسمبلی سیکرٹریٹ سے رابطہ قائم کریں۔ اگر اسمبلی سیکرٹریٹ نے کوئی نامناسب فیصلہ کیا ہے تو اس فیصلے پر دوبارہ غور کیا جا سکتا ہے۔ تب آپ میرے ساتھ رابطہ قائم کریں۔ جی' میاں محمود احمد!

میاں محمود احمد: سوال نمبر235 (جواب پڑھا ہوا تصور کیا گیا)

## کچی آبادیوں میں ترقیاتی کاموں کی تفصیل

☆ 235۔ میاں محمود احمد: کیا وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ فلور ملز ایریا میں ایل ڈی اے نے کچی آبادیوں پر لاکھوں روپے خرچ کیے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ کچی آبادیز (ای) ونگ نے تمام آبادیوں کا پہلے تخمینہ تیار کیا اور نقشہ جات تیار کئے کہ اس میں کیا کیا ہونے والا ہے۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ تخمینہ جات تیار کرنے کے بعد حکومت سے رقم حاصل کی گئی اور تمام آبادی میں گڑھے کھود کر کام ادھورا چھوڑ دیا ہے۔

(د) کیا یہ درست ہے کہ جو کام کیا گیا ہے وہ غیر معیاری ہے۔

(ہ) کیا یہ درست ہے کہ ڈائریکٹر (ای) کچی آبادی کو موقع بھی دکھایا گیا کہ اس آبادی میں سیوریج اور واٹر سپلائی پر کل کتنی لاگت آئی اور گرانٹ میں سے بقایا کتنی رقم پڑی ہے۔

(ر) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اسے مکمل کرنے اور غیر معیاری کام کرنے پر محکمہ اور ٹھیکیدار کے خلاف کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر ہاں تو کب تک۔ اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ (چودھری نذیر احمد)

(الف) جی ہاں! درست ہے۔

(ب) جی ہاں! درست ہے۔

(ج) نہیں! جونہی گورنمنٹ سے تخمینہ کے مطابق پیسے حاصل کئے گئے کام موقع پر شروع کر دیئے اور شیڈول کے مطابق کام مکمل ہو گیا ہے۔

(د) یہ درست نہ ہے' کام معیار کے مطابق مکمل کئے گئے ہیں۔

(ہ) وہ کام جن کے گورنمنٹ نے پیسے دیئے وہ معیار کے مطابق مکمل کئے گئے ہیں اور جبکہ کام معیار کے مطابق اور مقررہ مدت میں مکمل ہوئے ہیں' تب ٹھیکیدار یا کسی سرکاری اہلکار کے خلاف کارروائی کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(ر) جی ہاں درست ہے۔ آبادی کی ڈویلپمنٹ پر جس میں سڑکوں کی تعمیر اور سیوریج بچھائی شامل ہے۔/22,88,000 روپے خرچ ہوئے اور گرانٹ میں سے بقایا رقم نہ تھی۔

**جناب ارشاد حسین سیکھی:** جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ سوال کے جزو (ب) میں یہ پوچھا گیا تھا کہ "کیا یہ درست ہے کہ کچی آبادیز (ای) ونگ نے تمام آبادیوں کا پہلے تخمینہ تیار کیا اور نقشہ جات تیار کئے کہ اس میں کیا کیا ہونے والا ہے۔" تو اس پر میں وزیر موصوف سے صرف یہ پوچھنا چاہوں گا کہ فلور ملز ایریا میں (ای) ونگ نے جتنے بھی تخمینہ جات تیار کئے تھے۔ کیا ان تمام پر کام ہوا ہے یا جزوی طور پر تخمینہ جات پر کام کیا گیا ہے؟

**وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ:** بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! (ب) جزو میں جو سوال کیا گیا ہے ہم نے اس کے جواب میں "جی ہاں درست کہا ہے۔" تو جناب والا! جو بات انہوں نے پوچھی ہے اس کو ہم نے درست تسلیم کیا ہے اور جس کچی آبادی کے بارے میں پوچھا گیا ہے اس کا جواب تفصیل کے ساتھ دے دیا گیا ہے۔ جناب والا! مجھے معلوم نہیں کہ فاضل ممبر کیا چاہتے ہیں اور ان کا ضمنی سوال کیا ہے؟ تو جناب سپیکر! اگر یہ اپنا سوال دھرائیں گے تو میں اس کا جواب دے سکوں گا۔

**جناب ارشاد حسین سیکھی:** جناب والا! انہوں نے جواب کے جزو (ج) میں بتایا ہے کہ "جونہی گورنمنٹ سے تخمینہ کے مطابق پیسے حاصل کئے گئے کام موقع پر شروع کر دیئے اور شیڈول کے مطابق کام مکمل ہو گیا ہے۔" تو جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ تھا کہ (ای) ونگ نے جو تخمینہ جات کچی آبادیوں کے لئے تیار کئے تھے کیا ان تمام کے پیسے موصول ہو گئے تھے اور تمام پر کام مکمل ہو گیا؟

**وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ:** جناب والا! اس میں پوچھا گیا ہے کہ فلور ملز ایریا میں ایل۔ڈی۔اے نے کچی آبادیوں پر لاکھوں روپے خرچ کئے ہیں' تو فلور ملز ایریا کے لئے جب ہم نے

تخمینہ جات تیار کر کے بھیجے اور ہمیں پیسے ملے تو ایل-ڈی-اے نے کام مکمل کیا نہ ہی ان کچی آبادیوں کا پوچھا گیا ہے اور نہ ہی ہم نے جواب دیا ہے۔

**جناب ارشاد حسین سیکھی:** جناب سپیکر! آپ سوال کا (ب) جزو دیکھ لیں' اس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ (ای) ونگ نے تمام آبادیوں کا پہلے تخمینہ اور نقشہ جات تیار کئے کہ اس میں کیا کیا ہونے والا ہے۔ جناب والا! یہ بالکل واضح سوال پوچھا گیا تھا اور جواب میں تمام کے بارے میں وضاحت نہیں ہے اور میں نے یہی ضمنی سوال کیا ہے۔

**وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ:** جناب والا! یہ فلور ملز ایریا کی تمام کچی آبادیاں اس میں آتی ہیں۔ لیکن پورے لاہور کی تمام آبادیاں اس میں نہیں آتیں۔

**چودھری اصغر علی گجر:** جناب والا! پہلے تو اس بات کی وضاحت کرنی ہوگی کہ کیا ہم تمام آبادیوں سے متعلق ان سے سوال پوچھ سکتے ہیں یا نہیں؟ جیسے کہ اس میں لکھا ہے کہ تمام آبادیاں۔

اگر جناب والا! یہ تمام آبادیوں سے متعلقہ ہے تو ہم ان سے یہ پوچھنا چاہتے تھے کہ ضلع لیہ میں بھی کچی آبادیوں میں گڑھے کھود کر چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ کیا ان کے لئے حکومت نے پیسے دیئے ہیں اور کیا وہاں پر کام مکمل کیا ہے یا نہیں؟

**وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ:** جناب والا! جہاں تک ضلع لیہ کا تعلق ہے اس کے بارے میں تو لوکل گورنمنٹ سے پوچھا جائے۔ لیکن یہاں تو صرف فلور ملز کی کچی آبادیوں کے بارے میں پوچھا گیا ہے۔ کیونکہ یہاں چھوٹی چھوٹی کچی آبادیاں زیادہ ہیں۔ یہ سوال بھی ان ہی کے بارے میں ہے اور ہم نے بھی ان ہی کے بارے میں جواب دیا ہے کہ کام شروع کیا گیا اور مکمل بھی کر دیا گیا۔

**جناب سپیکر:** اگلا سوال' میاں محمود احمد!

**میاں محمود احمد:** سوال نمبر247۔

## سینئر ملازمین کی ترقی کے لئے اقدام

☆ 247۔ **میاں محمود احمد:** کیا وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ترقیاتی ادارہ لاہور میں کتنے شعبے ہیں' ان کے نام اور الگ الگ ذمہ داریاں کیا کیا ہیں۔ ہر شعبے میں کتنے افسر' انجینئر' ماتحت عملہ کام کر رہا ہے' ان کے نام اور عہدے کیا کیا ہیں۔ کتنے

ملازم مستقل بنیادوں پر کام کر رہے ہیں اور کتنے عارضی ہیں' مستقل اور عارضی ملازموں اور افسروں کی فہرست مہیا کی جائے۔ نیز عارضی ملازموں کو کن حالات کے پیش نظر ملازمت دی گئی ہے اور ان کو مستقل نہ کرنے کی کیا وجوہات ہیں۔

(ب) متذکرہ ادارے میں کتنے افسر اور ماتحت ایسے ہیں' جو اپنے گریڈ سے بڑی سیٹ پر کام کر رہے ہیں' ان کے نام عہدے اور شعبہ جات کیا کیا ہیں اور ان کے کتنے سینئر افسران اور ماتحت ایسے ہیں' جن کو عارضی یا مستقل بنیادوں پر ترقی نہیں دی گئی۔ ان کے نام اور عہدے کیا ہیں۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو سینئر ملازمین کو نظرانداز کرنے کی کیا وجوہات ہیں۔ کیا حکومت ایسے ملازمین کو جو کہ فی الواقع ترقی کے حق دار تھے' ان کو ترقی دینے کو تیار ہے' اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ (چودھری نذیر احمد)

(الف) ترقیاتی ادارہ لاہور میں وائس چیئرمین اور انسپکٹر جنرل ہیڈ کوارٹر کے علاوہ تیرہ شعبہ جات ہیں' جن کی کام اور ذمہ داریاں تتمہ (الف) پر لف ہے۔ ان میں اس وقت 2156 افسران / ملازمین 2352 اسامیوں کے تحت مستقل بنیادوں کے تحت کام کر رہے ہیں' ان کے علاوہ 1660 ملازمین کام کی زیادتی کے پیش نظر عارضی طور پر ملازم رکھے گئے ہیں۔ ان عارضی ملازمین کو طے شدہ پالیسی کے تحت مستقل (ریگولر) کرنے کی تجویز زیر غور ہے اور جس پر کام کیا جا رہا ہے۔

مستقل اور عارضی ملازموں کی فہرست تتمہ ب میں درج ہے۔

(ب) ترقیاتی ادارہ لاہور میں اس وقت 27 افسران ایسے ہیں' جو اپنے گریڈ سے بڑی سیٹ پر کام کر رہے ہیں' ان افسران کے نام عہدے اور شعبہ جات کی فہرست تتمہ (ج) پر لف ہے۔ ان افسران کو متعلقہ پرموشن کمیٹی کی سفارشات پر Officiating بنیاد پر ترقی دے کر اگلے گریڈ کی اسامیوں پر تعینات کیا گیا ہے۔ اس وقت محکمہ میں ایسی کوئی مثال نہ ہے' جن میں کسی سینئر افسر یا ماتحت کو نظرانداز کر کے اس سے جونیئر کو ترقی دی گئی ہو۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ LDA ایک بہت بڑا ادارہ ہے' جس میں تقریباً 2600 افسران تعینات ہیں۔ ان میں سے صرف 27 افسران کو سینئر پوسٹوں پر Officiate کرایا گیا ہے' جو

کہ زیادہ نہیں ہے اور ایسا ادارے کی کارکردگی بہتر کرنے کے لئے کیا گیا ہے۔

(ج) کسی سینئر ملازم کو نظرانداز کر کے اس کے جونیئر کو ترقی نہ دی گئی ہے۔ محکمہ ایسے ملازمین کو جو کہ فی الواقع ترقی کے حق دار ہیں۔ ان کو ترقی دینے پر ہر وقت تیار ہے۔

تتمہ (الف) و (ب) ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

☆ تتمہ اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں۔

جناب ارشاد حسین سیھی : جناب سپیکر! سوال کے جزو (الف) میں پوچھا گیا تھا کہ "عارضی ملازموں کو کن حالات کے پیش نظر ملازمت دی گئی ہے۔" تو اس کے جواب میں بتایا گیا ہے کہ "کام کی زیادتی کے پیش نظر ملازمت دی گئی ہے۔" تو کیا وزیر موصوف یہ بتائیں گے کہ ایسا کوئی منصوبہ ہے جس میں کام کی زیادتی کے پیش نظر کوئی دو سو' چار سو یا پانچ سو افراد کی یک مشت بھرتی کی گئی ہو؟

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ : جناب والا! اس سوال میں جو پوچھا گیا ہے اس کے بارے میں عرض ہے کہ ہمارے پاس جو عارضی ملازمین ہیں وہ ورک چارج ملازمین ہوتے ہیں' جنہیں ہم صرف 89 دنوں کے لئے رکھتے ہیں اور جو ہمارے ڈویلپمنٹ کے کام ہو رہے ہوتے ہیں' ان کو یہ سپروائز کرتے ہیں۔

جناب والا! جہاں تک یہ بتانا ہے کہ کسی جگہ پر چار یا پانچ سو آدمیوں کی ضرورت تھی' میں اس وقت اس پوزیشن میں نہیں ہوں۔ اس کا تو ویسے بھی Fresh notice بنتا ہے اور یہ جو عارضی ملازمین یا ورک چارج 89 دنوں کے لئے ہوتے ہیں' انہیں ہم جہاں جہاں ان کی ضرورت ہوتی ہے وہاں بھرتی کرتے ہیں اور یہ ضرورت کے مطابق کم یا زیادہ بھی ہوتے رہتے ہیں۔

جناب ارشاد حسین سیھی : جناب سپیکر! میں نے بالکل واضح طور پر یہ پوچھا ہے یہ 1660 ملازمین 2352 مستقل ملازمین کے مقابلے میں رکھے ہوئے ہیں' تو ان کا تقریباً 80 فیصد بنتے ہیں۔

جناب سپیکر! چلو میں دوسرا ضمنی سوال اس طرح کر لیتا ہوں کہ کیا وجہ ہے کہ جزو (الف) میں یہ بتایا گیا ہے کہ 2156 افسران بمع ملازمین کی تعداد مستقل ہے جبکہ اس کا جزو (ب) یہ ہے کہ اس میں تقریباً 2600 افسران تعینات ہیں؟ تو جناب سپیکر! ان کا کون سا جواب درست تسلیم کیا جائے اور اس تضاد کی کیا وجہ ہے؟

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ: جناب والا! اس سلسلے میں عرض ہے کہ میں پہلے یہ کہنا چاہتا تھا کہ

یہاں ٹائپ کی ایک غلطی ہو گئی ہے۔ یہ چھپائی کی غلطی ہے جو یہ 2600 لکھا گیا ہے۔ حالانکہ یہ تعداد 2156 ہے اور 2156 ملازمین اور افسران جو کام کر رہے ہیں وہ 2392 منظور شدہ اسامیوں کے against 2156 کام کر رہے ہیں۔ یہاں یہ مس پرنٹ ہو گیا ہے۔ یہ 2156 ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میرا یہ ضمنی سوال ہے کہ وزیر موصوف نے بیان فرمایا کہ ورک چارج ملازمین کو 89 دنوں کے لئے ملازم رکھا جاتا ہے۔ کیا وزیر موصوف ارشاد فرمائیں گے کہ یہاں پر ورک چارج اسامیوں پر دس دس سال سے لوگ کام کر رہے ہیں؟

وزیر ہاؤسنگ فزیکل پلاننگ: جناب والا! یہ درست ہے کہ ورک چارج ملازمین 89 دنوں کے لئے رکھے جاتے ہیں۔ دس تو کیا پندرہ پندرہ سال سے کام کر رہے ہیں۔ ہم انہیں ایک دن کا وقفہ دے کر پھر دوبارہ رکھ لیتے ہیں' وہ اس لئے کہ اگر ہم ان کو ریگولر رکھتے جائیں اور درمیان میں وقفہ نہ دیں تو پھر تو یہ مستقل ہو گئے اور پنشن اور ساری مراعات کے حق دار بن گئے۔ ورک چارج ملازمین کے لئے یہ سہولت نہیں ہوتی۔ 89 دنوں کے بعد دوبارہ رکھا جاتا ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ: ان غریبوں کا کیا قصور ہے کہ پندرہ پندرہ سال سے کام کر رہے ہیں اور ایک دن کا وقفہ دے کے پھر ان کو عارضی رکھا جاتا ہے؟ تو یہ عارضی کی تلوار ان کے سروں پر کس لئے لٹکائی گئی ہے؟

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ: جناب والا! آپ کو یاد ہو گا کہ پچھلے اجلاس میں بھی یہ سوال آیا تھا اور میں نے جواب دیا تھا کہ یہ جو عارضی ملازمین ہیں' ان میں سے پندرہ سو ملازمین کو مستقل کرنے کے لئے بجٹ میں گنجائش رکھی گئی ہے اور اس کا طریق کار یہ رکھا ہے کہ جس ملازم کو پانچ سال ہو گئے ہیں' اسے مستقل کر دیں گے۔ سنیارٹی وائز ہم یہ کام کریں گے اور مرحلہ وار ایک دو سالوں میں یہ سارا کام مکمل ہو جائے گا۔ یومیہ اجرت والے ملازمین ان میں نہیں آتے۔ دوسرے ورک چارج ملازمین مستقل ہو جائیں گے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جس طرح وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ جن ملازمین کی کم از کم پانچ سال مدت ملازمت ہے' ان کو مستقل کر دیا جائے گا۔ تو کیا میں یہ دریافت کر سکتا ہوں کہ کتنے ملازمین ایسے ہیں کہ جن کی مدت ملازمت پانچ سال ہے؟

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ: جناب والا! اس کے لئے تو یہ تازہ نوٹس دیں گے تو میں بتا سکوں گا کہ کتنے ملازمین ایسے ہیں' لیکن پچھلی دفعہ بھی یہ واضح کیا گیا تھا اور اب بھی کرنا چاہتا ہوں کہ سولہ سو

ملازمین ہیں اور اس سال ہم نے پندرہ سو کو مستقل کرنا ہے اور باقی جو تھوڑے سے ملازمین رہ جائیں گے وہ اگلے سال ہو جائیں گے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر! وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ بعض ملازمین دس دس پندرہ پندرہ سال سے بھی ہیں۔ اس پر میرا یہ واضح ضمنی سوال ہے کہ جن کی مدت ملازمت پانچ سال کی ہے۔ جب ان کے پاس اعداد و شمار موجود ہیں تو پھر یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے پاس تفصیل موجود نہیں ہے؟ یہ 1660 افراد ہیں اور اس میں سے یہ تسلیم بھی کرتے ہیں کہ دس' دس پندرہ پندرہ سال کے بھی ملازمین ہیں۔ اس پر کسی تازہ نوٹس کی ضرورت نہیں ہے۔

جناب سپیکر: آپ ضمنی سوال میں کیا دریافت کرنا چاہتے ہیں؟

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر! جن کی مدت ملازمت پانچ سال ہے' ان کو مستقل کرنے کی پالیسی بنالی گئی ہے تو میں نے یہ پوچھا تھا کہ 1660 میں سے کتنے ایسے ہیں کہ جن کی پانچ سال کی مدت ملازمت پوری ہو چکی ہے؟

جناب سپیکر: سیٹھی صاحب! اس کے لئے تو بلاشبہ تازہ نوٹس چاہیے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب والا! انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ دس دس پندرہ پندرہ سال کے بھی ملازمین ہیں' اگر یہ تسلیم نہ کرتے تو تازہ سوال کا نوٹس دیا جا سکتا تھا۔

جناب سپیکر: کیا کوئی اور ضمنی سوال ہے؟ اگلا سوال رانا اکرام ربانی صاحب!

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: (ان کے ایماء پر) سوال نمبر408

## بغیر قرعہ اندازی پلاٹ حاصل کرنے والوں کی تفصیل

☆ 408۔ رانا اکرام ربانی: کیا وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) یکم جولائی 1977ء سے تاحال فیصل آباد ترقیاتی ادارہ میں کن کن افراد کو وزیر اعلیٰ اور دیگر اراکین اتھارٹی کے احکامات کے تحت بغیر قرعہ اندازی پلاٹ الاٹ کئے گئے اور ان کے نام پتے پلاٹ کے سائز اور کالونیوں کی تفصیلات کیا ہیں۔

(ب) متذکرہ افراد کو بغیر قرعہ اندازی پلاٹوں کی الاٹمنٹ کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ (چودھری نذیر احمد)

(الف) فیصل آباد ترقیاتی ادارہ نے یکم جولائی 1977ء تاحال بحکم ایم ایل اے / وزیر اعلیٰ / صدر

پاکستان کل 980 پلاٹس اور 290 فلیٹس الاٹ کئے گئے۔

تفصیل ضمیمہ "(الف)" پر ملاحظہ ہو۔ ضمیمہ "الف" ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

☆ ضمیمہ جات اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں۔

(ب) کیونکہ الاٹمنٹ پالیسی کے مطابق وزیراعلیٰ کا 10 فیصد کوٹہ مقرر ہے۔

**جناب سپیکر:** اس پر کوئی ضمنی سوال ہے؟

**ملک اقبال احمد خاں لنگڑیال:** جناب سپیکر! وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ فیصل آباد ترقیاتی ادارے نے یکم جولائی 1977ء سے تاحال بحکم ایم ایل اے' وزیر اعلیٰ' صدر پاکستان کل 980 پلاٹ اور 29 فلیٹس الاٹ کئے۔ اس میں میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ پلاٹ کس بنیاد پر دیئے گئے ہیں' ان کے لئے میرٹ رکھا گیا یا ان کی کوئی خصوصی خدمات تھیں؟

**وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ:** جناب والا! جواب میں ہم نے یہ عرض کیا ہے کہ یکم جولائی 1977ء سے تاحال سی ایم ایل اے' وزیر اعلیٰ اور صدر پاکستان کے حکم سے یہ پلاٹس اور فلیٹس الاٹ کئے گئے ہیں۔ جناب والا! یہ ان صاحبان کا صوابدیدی کوٹہ ہوتا ہے۔ عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ واقعی جو حق دار لوگ ہیں' انہیں یہ پلاٹس یا فلیٹس دیئے جائیں۔ جس حد تک مجھے پتا ہے کہ سی ایم ایل اے' وزیر اعلیٰ اور صدر پاکستان نے بہت سے لوگوں کو پلاٹس الاٹ کئے' جو واقعی حقدار ہے۔ کیونکہ میں نے فیصل آباد ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے چیئرمین کی حیثیت سے ان کی چھان بین کی اور پھر میں نے موقع پر بھی جا کر دیکھا ہے۔ یقینی طور پر یہ حق دار لوگ تھے' جن کو یہ پلاٹ الاٹ کئے گئے۔ کل پلاٹس 980 بنتے ہیں اور جو تفصیلات ہم نے ایوان کی میز پر رکھی ہیں' یہ خاصی ضخیم قسم کی ہیں اور یہ کافی پیپر بن جاتے ہیں' اس لئے یہ جواب کے ساتھ تو نہیں دی جا سکتی تھی۔ لیکن وزیر اعلیٰ' سی ایم ایل اے اور صدر پاکستان نے اپنے کوٹہ سے بہت کم پلاٹ الاٹ کئے ہیں۔

**جناب ارشاد حسین میتھی:** جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ وزیر موصوف بتائیں گے کہ وہ لوگ حق دار افراد کے زمرے میں کس طرح آتے ہیں؟

**جناب سپیکر:** وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ!

**وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ:** جناب سپیکر! جب ملک کے چیف ایگزیکٹو باہر جائیں تو وہاں لوگ ان کے سامنے پیش ہوتے ہیں' بہت سے بیتابی ہیں کہ جن کے پاس تین مرلے یا پانچ مرلے کے پلاٹس ہیں تو یقینی طور پر تین یا پانچ مرلے لینے والا حق دار ہے اور پھر جس کو وہ سمجھتے ہیں کہ غریب

آدمی ہے یا اس کا حق ہے تو وہ دے دیتے ہیں اور پھر ان کی صوابدید ہے کہ جس کو مرضی دینا چاہیں دے سکتے ہیں۔ اس پر ہم ان پر پابندی نہیں لگا سکتے' لیکن جو ریکارڈ میرے پاس موجود ہے اور جو ہم نے ایوان میں مہیا کیا ہے' ان کے کوٹے کی تعداد بہت زیادہ ہے اور وہ واقعی حق دار لوگ تھے۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! کیا اس ایوان کے اندر کوئی ایسا ضمنی سوال کیا جا سکتا ہے جو اس اسمبلی کے دائرہ اختیار میں نہ ہو؟

جناب سپیکر: میرے خیال میں جو سوالات اس اسمبلی کے اور پنجاب حکومت کے دائرہ اختیار میں ہوں' ان کے بارے میں ہی سوالات کئے جا سکتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد افضل اعزاز ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں۔ اس سے پہلے چیمہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب سپیکر! سوالات کرنا ممبر کا حق ہوتا ہے اور جواب دینا محکمہ کا فرض ہوتا ہے۔ لیکن رولز کے مطابق صرف سوال کی حد میں اور اس کے سکوپ میں رہتے ہوئے اگر سوال میں کوئی تشنگی رہ جائے تو اس کے دائرے کے اندر ضمنی سوال کیا جا سکتا ہے۔ رولز 50 ملاحظہ فرمائیں۔ تو میری اس میں مؤدبانہ گزارش یہ ہوگی کہ سوال دائرے کے اندر رہتے ہوئے قواعد جس حد تک اجازت دیں۔ اس میں Elucidation کا لفظ صاف طور پر لکھا ہے' تو میری گزارش یہ ہے کہ جس حد تک سوال کیا جائے اس میں اگر کوئی خامی رہ جائے تو اس پر ضمنی سوال کیا جائے اور وقت بچانا چاہیے تاکہ باقی سوالات بھی آ سکیں اور لوگوں کی تسلی ہو سکے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب والا! ضمنی سوال یہ ہے کہ 1977ء سے لے کر اب تک جناب وزیر اعلیٰ نے اپنے دس فیصد کوٹے سے کہیں زیادہ تجاوز کیا ہے اور اپنے کوٹے سے بڑھ کر پلاٹ الاٹ کئے ہیں' کیا یہ درست ہے؟

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ: جناب والا! جیسے کہ میں نے عرض کیا ہے کہ چیف منسٹر صاحب' سی ایم ایل اے اور صدر پاکستان کے نام دیئے گئے ہیں اور چیف منسٹر صاحب کے دس فیصد کوٹے کا ذکر کیا گیا ہے۔ میں categorically ایوان کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ نے اپنے کوٹے سے بہت کم پلاٹ الاٹ کئے ہیں اور یہ فیصل آباد ڈویلپمنٹ اتھارٹی کی حد تک ہے۔

جناب سپیکر: آخری ضمنی سوال جناب فرید احمد پراچہ!

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میں ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ کا سوال آخری ضمنی سوال ہوگا۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میرا سوال یہ ہے کہ اگر وزیر اعلیٰ نے اپنے کوٹے سے بہت ہی کم تر پلاٹ الاٹ کئے ہیں تو کیا وزیر موصوف یہ بیان فرمائیں گے کہ وزیر اعلیٰ ہاؤس میں یا ان کے پاس غریب لوگوں کی درخواستیں آنی بند ہو گئی ہیں اور اس ضمن میں فیصل آباد کے کسی غریب آدمی کی درخواست وہاں پر موجود نہیں ہے؟

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ: جناب والا! چونکہ یہ صوابدید وزیر اعلیٰ کی ہے' اس لئے میں یہ بتانے کی پوزیشن میں نہیں ہوں کہ کتنی درخواستیں آتی ہیں یا نہیں آتیں۔ لیکن وزیراعلیٰ صاحب کے طریق کار کا مجھے علم ہے کہ جونہی کوئی درخواست ان کے پاس آتی ہے تو وہ اس پر مختلف queries لگاتے ہیں اور ان کی معلومات لیتے ہیں اور وہ خاصا چھان بین کر الاٹ منٹ کرتے ہیں اور تین یا پانچ مرلے سے بڑا پلاٹ وہ الاٹ ہی نہیں کرتے۔

صوابدید بھی انہوں نے ختم کر دی ہے۔ ان کے پاس بھی کوٹہ موجود ہے اور اگر کوئی deserving لوگ آئیں گے تو یقیناً وہ الاٹ بھی کریں گے۔ ہم نے تو جو آرڈر آتے ہیں ان پر عمل درآمد کرنا ہوتا ہے' لہٰذا جو آرڈرز آئیں گے ہم ان پر عمل درآمد کریں گے۔

جناب سپیکر: اگلے سوال کے لئے رانا اکرام ربانی صاحب!

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب سپیکر! ان کے ایما پر 409۔

## پلاٹ حاصل کرنے والوں کی تفصیل

☆409۔ رانا اکرام ربانی: کیا وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) یکم جنوری 1977ء سے لے کر تاحال کن کن شہروں' کالونیوں' ہاؤسنگ سکیموں' اضافی بستیوں میں کن کن پیشہ افراد (وکلاء' ادیب' صحافیوں' کھلاڑیوں' حکیموں' ڈاکٹروں اور انجینئروں) کو پلاٹ الاٹ کئے گئے۔ پلاٹوں کا سائز تاریخ الاٹمنٹ الاٹی کا نام' عمر اور اس کا تجربہ کتنا تھا' مکمل تفصیلات ایوان میں پیش کی جائیں۔

(ب) متذکرہ الاٹیوں میں سے کتنے پیشہ ور افراد کو بذریعہ قرعہ اندازی اور کتنے افراد کو خصوصی احکامات کے تحت پلاٹ الاٹ کئے گئے' ان کی مکمل تفصیلات کیا ہیں؟

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ (چودھری نذیر احمد)

(الف) 1977ء سے تاحال محکمہ ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ کی مختلف ہاؤسنگ سکیموں میں پیشہ افراد کو

2717 پلاٹ الاٹ کئے گئے' جن کی مکمل فہرست ضمیمہ الف پر ملاحظہ فرمائیں جو ☆☆☆ ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

(ب) قرعہ اندازی کے ذریعہ کل 1333 پلاٹ الاٹ کئے گئے جبکہ خصوصی احکامات کے تحت 1384 پلاٹ الاٹ کئے گئے' جن کی مکمل فہرست ضمیمہ (ب) پر قابل ملاحظہ ہے جو ☆☆☆ ایوان کی میز پر رکھ دیا ہے۔

☆ ضمیمہ (الف) اور (ب) اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں۔

جناب سپیکر: پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ اس بارے میں کوئی ضمنی سوال؟

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب سپیکر! کیا وزیر موصوف فرمائیں گے کہ جو پلاٹ الاٹ کئے جاتے ہیں' وہ صرف مقامی لوگوں کو دیئے جاتے ہیں یا دوسرے اضلاع' تحصیلوں کے لوگوں کو بھی دیئے جاتے ہیں؟

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ: جناب والا! سوال میں ذکر کیا گیا ہے کہ مختلف پیشہ وارانہ جو لوگ ہیں' ان کو کس کس طرح سے پلاٹ الاٹ کئے گئے ہیں اور ہم نے جواب میں علیحدہ علیحدہ بتایا ہے کہ کتنے پلاٹ قرعہ اندازی میں اور کتنے صوابدیدی کوٹے کے تحت دیئے گئے ہیں۔ لیکن یہ کہنا کہ صرف مقامی لوگوں کو ہی پلاٹ دیئے جاتے ہیں' یہ درست نہیں۔ کیونکہ جب کوئی سکیم نکلتی ہے یا کسی قسم کے کوٹے کے لئے درخواستیں مانگی جاتی ہیں تو اس کے لئے پورے پنجاب سے لوگ درخواست دے سکتے ہیں اور یہ ان کا حق ہے کہ اگر قرعہ اندازی میں ان کا نام نکل آئے تو انہیں الاٹ منٹ کر دی جائے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب والا! ابھی وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ ہم پورے پنجاب سے درخواستیں مانگ کر پلاٹ الاٹ کرتے ہیں۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا حکومت کوئی ایسی پابندی لگانے کو تیار ہے کہ انہی لوگوں کو پلاٹ الاٹ کئے جائیں جہاں پر یہ کالونیاں بنائی جاتی ہیں اور ان منافع خوروں کو روکا جائے جو کہ دوسرے اضلاع سے آ کر الاٹ منٹ کروا لیتے ہیں۔ کیا حکومت کوئی ایسی پلاننگ کرنا چاہتی ہے؟

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ: جناب والا! ایسی کوئی پالیسی فی الحال حکومت کے زیر غور نہیں۔ لیکن جب لوگوں سے الاٹ منٹ کے لئے درخواستیں طلب کی جاتی ہیں تو ان سے بیان حلفی لیا جاتا ہے اور پھر اس کی جائز حد تک تصدیق بھی کی جاتی ہے کہ کسی آدمی کے پاس پورے ملک یا پورے

صوبے میں پہلے تو کوئی پلاٹ نہیں۔ اس تصدیق کے بعد یہ درخواستیں الاٹ منٹ کے لئے بھجوائی جاتی ہیں اور جن لوگوں کا نام قرعہ اندازی میں نکلتا ہے' ان کو الاٹ منٹ کر دی جاتی ہے۔ البتہ میں نے اور میرے محکمہ نے وزیر اعلیٰ صاحب کو ایک تجویز دی ہے کہ تین مرلہ کی حد تک یعنی تین مرلہ کی جو کالونیاں بنتی ہیں ان کے حصول کے لئے درخواستیں دھندگان کے ساتھ یہ پالیسی اختیار کی جائے کہ صرف اس ضلع یا تحصیل سے متعلقہ لوگ درخواستیں دیں۔ باہر سے لوگ درخواستیں نہ دے سکیں تاکہ ان غریب لوگوں اور عوام کو زیادہ سے زیادہ وہاں پر پلاٹ مل سکیں۔

**ڈاکٹر محمد افضل اعزاز:** جناب والا! براہ کرم ان حکیموں اور ڈاکٹروں کی تعداد بتا دی جائے جن کو یہ پلاٹ الاٹ ہوئے ہیں اور کس کس جگہ پر ان کو یہ پلاٹ الاٹ کئے گئے ہیں؟

**وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ:** جناب والا! اصل سوال میں نہ تو علیحدہ تعداد کا پوچھا گیا ہے اور نہ ہی ہم نے اس کا جواب دیا ہے۔ اس وقت بھی میں اس پوزیشن میں نہیں ہوں کہ علیحدہ علیحدہ category-wise اس کا جواب دوں۔ البتہ ڈاکٹر صاحب اس کے لئے بھی علیحدہ سوال کریں یا Fresh notice دیں تو میں اس کا جواب دینے کی پوزیشن میں ہوں گا۔

**جناب سپیکر:** اگلے سوال کے لئے چودھری ممتاز علی صاحب۔

**جناب ممتاز علی چودھری:** جناب سپیکر! سوال نمبر1313۔

## تحفظ ماحولیات کے تحت جرمانوں کی تعداد

☆ 1313۔ **جناب ممتاز علی چودھری:** کیا وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) حکومت نے تحفظ ماحولیات کے سلسلہ میں جنوری 1990ء سے لے کر آج تک کتنے جرمانے کئے اور گورنمنٹ کے خزانہ میں کتنی رقم جمع ہوئی۔

(ب) اگر کوئی بس یا رکشہ ڈرائیور اس جرم کا ارتکاب کرے تو فوری اطلاع کے لئے کس افسر مجاز سے رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ دفتر کا پتہ۔ ٹیلی فون نمبر اور اس کا عہدہ کیا ہے۔

(ج) تحفظ ماحولیات کے سلسلہ میں لاہور میں کتنے ملازم کام کر رہے ہیں۔ ان کے عہدے کیا کیا ہیں۔

(د) وزیر ہاؤسنگ کے گھر اور دفتر کا سال 1990ء سے آج تک کا ٹیلیفون بل کیا ہے اور ماہانہ بجٹ

کتنا ہے۔ تفصیلاً بتایا جائے؟

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ (چودھری نذیر احمد)

(الف) ادارہ تحفظ ماحول پنجاب کو تحفظ ماحول کے قانون مجریہ 1983ء کے تحت ابھی تک چالان یا جرمانہ کرنے کے اختیارات نہیں ملے۔ تاہم ادارہ تحفظ ماحول (حکومت پنجاب) نے تعاون کر کے ٹریفک پولیس کے عملے سے جنوری 1990ء سے نومبر 1991ء تک 12815 چالان کروائے۔ جنہیں بذریعہ عدالت جرمانہ کیا گیا۔ اس لئے جرمانے کی تفصیل اس ادارہ کے پاس میسر نہیں۔

(ب) شور کرنے اور دھواں دینے والی گاڑیوں کے بارے میں اطلاع مندرجہ ذیل دفاتر میں دی جا سکتی ہے۔

1۔ اسسٹنٹ ڈائرکٹر (E.P.A) 4 لٹن روڈ لاہور' فون نمبر 68870-10,68833-20

2۔ اسسٹنٹ ڈائرکٹر (E.P.A) اعوان ہاؤس کچا فتومند روڈ جناح کالونی گوجرانوالہ' فون نمبر 43830

3۔ اسسٹنٹ ڈائرکٹر (E.P.A) 1SB-351-9/4 راولپنڈی' فون نمبر 412259

4۔ اسسٹنٹ ڈائرکٹر (E.P.A) ہاؤس نمبر 10-1 محلہ شاہ آباد نور پور روڈ فیصل آباد' فون نمبر' 50538

5۔ اسسٹنٹ ڈائرکٹر (E.P.A) بلڈنگ نمبر 37 بلاک ڈبلیو سٹریٹ نمبر 6 نیو سٹیلائیٹ ٹاؤن سرگودھا۔

6۔ اسسٹنٹ ڈائرکٹر (E.P.A) ہاؤس نمبر 1/13 بلاک ایکس نیو ملتان پوسٹ کوڈ نمبر 60650 ملتان' فون نمبر 550660

(ج) ادارہ تحفظ ماحول پنجاب کا صدر دفتر بھی لاہور میں واقع ہے اور اس ادارے کے مندرجہ ذیل ملازمین لاہور میں کام کر رہے ہیں۔

| | |
|---|---|
| 1۔ ڈائرکٹر جنرل | 1 |
| 2۔ ڈائرکٹر | 2 |
| 3۔ ڈپٹی ڈائرکٹر | 6 |
| 4۔ اسسٹنٹ ڈائرکٹر | 4 |

| | |
|---|---|
| 5۔ ریسرچ آفیسر | 2 |
| 6۔ ریسرچ اسسٹنٹ | 10 |
| 7۔ سپرنٹنڈنٹ | 4 |
| 8۔ انسپکٹر | 5 |
| ہیلپر | 5 |
| میزان | 39 |

(د) یہ جزو سوال سے متعلقہ نہیں ہے۔ غیر متعلقہ ہونے کی وجہ سے جواب دینا ضروری نہ ہے۔

E.P.A کا کوئی ٹیلی فون میرے زیر استعمال نہ ہے۔

جناب سپیکر: اس بارے میں کوئی ضمنی سوال؟

جناب ممتاز علی چودھری: نہیں' جناب کوئی نہیں۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میں ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں۔

MR SPEAKER: Khanzada Sahib.

MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA: Sir, you might have seen a picture in the newspaper. This picture was taken by the photographer at a time when the honourable members were not sitting on those benches. He has taken the picture of those benches only. I want to bring this fact to your notice.

جناب سپیکر: خانزادہ صاحب نے جو بات Point-out کی ہے' اس سلسلے میں' میں نے بھی ایک روز نامہ میں ایک تصویر دیکھی ہے کہ اجلاس ہو رہا ہے' سپیکر صدارت کر رہے ہیں اور ہاؤس کے اندر زیادہ تر سیٹیں خالی دکھائی گئی ہیں اور اس کے نیچے یہ لکھا ہے کہ کورم کے بغیر سپیکر وٹو اجلاس کی صدارت کر رہے ہیں اور اسمبلی کی کارروائی جاری ہے۔ اسمبلی کے اندر فوٹو گرافی کا یہ جو سلسلہ ہے یہ قومی اسمبلی میں نہیں ہے اور نہ ہی سینٹ میں ہے۔ باقی بھی صوبائی اسمبلیوں میں دیکھا ہے کہ اسمبلی کے اندر فوٹو گرافی کا سلسلہ نہیں ہے' لیکن ہمارے ہاں 1985ء یا اس سے پہلے سے یہ ایک روایت چلی آ رہی ہے جس کو ہم نے روکا نہیں ہے۔ لیکن اس کو restrict کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہاؤس کے اندر فوٹو گرافی کی ایک limit ہونی چاہیے اور فوٹو گرافی اس طرح کی ہونی چاہیے جس

میں ہاؤس کی تضحیک کا پہلو کسی لحاظ سے بھی نہ نکلتا ہو۔ اسمبلی کے وقار کے منافی کسی بات کو فوٹو گرافی میں شامل نہ کیا جائے اور اس میں کئی بار یہ سوچا گیا ہے کہ کیا ہمیں بھی قومی اسمبلی' سینٹ اور باقی صوبائی اسمبلیوں کی طرح ہاؤس کے اندر فوٹو گرافی کا سلسلہ بند کر دینا چاہیے؟ میں نے یہ ایک idea آپ کے consideration کے لئے دیا ہے۔ آپ اس پر غور فرمالیں اور میرے خیال میں اس پر کسی مناسب وقت میں بات ہونی چاہیے۔

میاں منظور احمد وٹو: جناب سپیکر! یہ تجویز نہایت مناسب ہے۔ میرے خیال میں اس میں دیر کی ضرورت نہیں ہے۔ جو اچھا کام ہو کار خیر ہو' اسے ہمیں فوراً تسلیم کر لینا چاہیے اور میرے خیال میں ہاؤس کی sense بھی یہی ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! میرے خیال میں آج اس وقت ہاؤس میں زیادہ اراکین موجود نہیں ہیں' لہٰذا اس مسئلے کو کسی ایسے وقت ہاؤس کے سامنے رکھیں' جس وقت ہاؤس میں معزز اراکین کی تعداد کافی ہو' اور اس پر بات کی جائے۔ جو صاحبان اظہار خیال کرنا چاہتے ہوں وہ اظہار خیال کریں' پھر اس پر ہاؤس کوئی فیصلہ کرے۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں ایک اہم چیز کی نشان دہی کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: چیمہ صاحب! میرے خیال میں اب اس کو زیر بحث نہ لائیں۔ خانزادہ صاحب نے ایک بات کو Point out کیا ہے اور میں نے بھی اسی سلسلہ میں بات کی ہے۔ لیکن یہ وقفہ سوالات ہے۔ لہٰذا اس مسئلے پر اس وقت بات نہ کی جائے' کیونکہ وقفہ سوالات کا وقت ضائع نہیں ہونا چاہیے۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب والا! جو ایک خبر یا تصویر کل آنے والی ہے' میں تو اس کے خدشے کے پیش نظر چھوٹی سی بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ جناب والا! جب صبح تلاوت ہو رہی تھی تو اس کونے پر میں نے دیکھا ہے کہ فاضل دوست بڑے خوبصورت انداز میں فوٹو لے رہے تھے اور وہ ان شاء اللہ صبح اخبار میں آئے گی۔ اس سلسلے میں میری صرف اتنی عرض ہے کہ بعض اوقات میرے بھائی فوٹو گرافر صرف خالی بٹن دباتے ہیں۔ (اس موقع پر چیمہ صاحب کی ایک فوٹو گرافر نے تصویر لینا چاہی) بھائی میری تصویر نہ لیں' ذرا ٹھہر جائیں۔ میں عرض کر رہا تھا کہ میرے بھائی خالی بٹن چلاتے ہیں اور عام طور پر ہمیں دھوکے میں رکھتے ہیں۔ بعض اوقات میرے دوست بھی تصویر کی خاطر ان کو اشارہ کرتے ہیں کہ مہربانی کر کے ہماری تصویر بناؤ۔ میری مودبانہ عرض ہے' میں یہ تحریک پیش کرتا

ہوں کہ اس فوٹو گرافی کو ہاؤس کے اندر بند کیا جائے۔

**جناب سپیکر:** چیمہ صاحب! آپ آج یہ تحریک پیش نہ کریں۔ جس روز ہاؤس میں معزز اراکین کی واضح اکثریت موجود ہوگی' اس روز ہم یہ بات کریں گے۔ اور انشاء اللہ بہت جلد کریں گے۔

**شیخ محمد طاہر رشید:** جناب سپیکر! کل محترمہ فوزیہ بہرام صاحبہ مغل صاحب سے بات کر رہی تھیں اور ان کا فوٹو اس انداز میں شائع کیا گیا ہے کہ جس کو میں اس معزز ایوان کے اندر explain نہیں کر سکتا۔

**جناب سپیکر:** شیخ صاحب! انہی باتوں کی وجہ سے میں نے آپ کے سامنے ایک idea رکھا ہے۔ اس پر ہم بیٹھ کر بات کریں گے' تفصیل سے بات کریں گے اور میرے خیال میں اب وقت آ گیا ہے کہ اس بارے میں فیصلہ کیا جائے۔ جی' پراچہ صاحب! آپ اپنا ضمنی سوال کریں۔

**جناب فرید احمد پراچہ:** جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جز (ب) میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شور کرنے اور دھواں دینے والی گاڑیوں کے بارے میں اطلاع مندرجہ ذیل دفاتر میں دی جا سکتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ تحفظ ماحولیات پنجاب ایکٹ کے تحت چالان اور جرمانے کا اختیار نہیں ہے تو اس اطلاع دینے کا فائدہ کیا ہے؟ اور پھر یہ دفتری اوقات میں ہے۔ دفتری اوقات کے بعد اگر کہیں شکایت پیدا ہوتی ہے تو پھر اطلاع کہاں دی جائے؟

**وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ:** جناب والا! فرید احمد پراچہ صاحب' نے بالکل صحیح پوائنٹ آؤٹ کیا ہے۔ پہلے تو 31 دسمبر 1983ء کو صدارتی آرڈر کے تحت پاکستان سطح پر یہ ادارہ بنا اور پھر ہمارا یہ ادارہ 1987ء سے معرض وجود میں آیا تو میں یہ عرض کروں گا کہ ابھی تک ہمارے پاس legal cover اور پاورز نہیں ہیں' جن کو ہم exercise کر کے خود گاڑیوں کا چالان کریں یا ان کو جرمانے کریں۔ لیکن پورے پنجاب میں ٹریفک پولیس اور انتظامیہ کے ساتھ مل کر ہمارے انسپکٹر صاحبان جاتے ہیں اور دھواں چھوڑنے والیاں گاڑیاں یا دھواں چھوڑنے والی فیکٹریاں یا جو بھی invoices بنی ہوئی ہیں' ان کا چالان کریں ان کے چالان عدالتوں میں بھیجیں اور عدالتیں انہیں سزا دیں۔ جب ہمارے پاس legal cover آ جائے گا اور جونہی قومی اسمبلی اس پر قانون سازی کرتی ہے تو پھر مجھے امید ہے کہ ہمارے ہاں باقاعدہ Magisterial powers بھی ہوں گی اور ہم خود بھی سارا ایکشن لے لیا کریں گے اور جو دفتری اوقات کے بارے میں فرمایا گیا ہے' اس کے بارے میں عرض کروں گا کہ دفتری اوقات میں تو واقعی ہی ہمارے آدمی بیٹھے ہوتے ہیں اور کام کرتے ہیں اور جونہی انہیں کوئی اطلاع

موصول ہوتی ہے تو وہ اس گاڑی کا پیچھا کرتے ہیں اور پھر ٹریفک پولیس کو ساتھ لیتے ہیں۔ تو دفتری اوقات جو دو تین بجے تک ہیں' بعد میں بند ہو جاتے ہیں۔ تو اس کے لئے میری گزارش ہے کہ اگر فاضل ممبر صاحبان یا کوئی بھی دیکھے تو اس کا نمبر نوٹ کر کے ہمارے دفتر کو اطلاع دے دیں۔ ہم اگلے دن ہی اس پر ایکشن لینے کو تیار ہوں گے۔

**شیخ محمد طاہر رشید:** جناب سپیکر! ماحولیات کے حوالے سے میں معزز وزیر سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ جب پہلے ہاؤسنگ سکیمیں بنا کرتی تھیں تو اس کے اندر کینوں کو منتقل کرنے سے پہلے لب سڑک ایسے پودے لگا دیے جاتے تھے کہ وہاں کا ماحول آلودگی سے پاک رہے تو کیا اب یہ سکیم ختم کر دی گئی ہے' اگر ختم کر دی ہے تو کیوں؟

**وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ:** جناب والا! اس کا جواب ہمارے سوال سے متعلقہ تو نہیں' لیکن میں یہ عرض کروں گا کہ یہ سکیم ختم نہیں کی گئی۔ ہماری یہ کوشش ہوتی ہے کہ جہاں بھی ہاؤسنگ سکیم بنے وہاں ہم plantation کریں اور زیادہ سے زیادہ درخت اگائیں' لیکن نہ ہی اس سکیم کو ختم کیا گیا ہے اور نہ ہی ہم نے defer کیا ہے۔ اب چونکہ نئی ہاؤسنگ سکیمیں شاذ و نادر ہی بن رہی ہیں' اس لئے شاید فاضل ممبر کی نظر سے کوئی بات نہ گزری ہو۔ لیکن ہم وہاں پر plantation کرتے ہیں اور ہمارا طریقہ کار یہی ہے اور ہمیں کرنی بھی چاہیے۔

**جناب فرید احمد پراچہ:** جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ لاہور کو ایشیاء کا آلودہ ترین شہر declare کیا گیا ہے اور بہت زیادہ فضائی اور زمینی آلودگی ہے۔ محکمہ دس سالوں سے قائم ہے اور اس میں 39 افسران' افراد کام کر رہے ہیں اور ان کا فنکشن کبھی سامنے نہیں آیا۔ تو سوال یہ ہے کہ آیا اس معاملے کو صرف تبلیغی مہم تک ہی محدود رکھا جائے گا یا اس ضمن میں حکومت پنجاب خود قانون سازی کرے گی' کیونکہ خود قانون سازی کرنے پر کوئی پابندی نہیں۔ تو وہ خود قانون سازی کیوں نہیں کرتے؟

**MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA:** Point of order.

**MR SPEAKER:** There is a point of order from Khanzada Sahib.

**MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA:** The photographers are strangers in the House.

There is a stranger in the House. No body except the Members of this House are allowed to enter this area. The Press Gallery can be occupied when permission is given, but a photographer when enters this area he is a stranger, and unless the law is changed he cannot photograph. There is again a photographer in the House, he cannot enter this House.

MR SPEAKER: Khanzada Shaib we are giving a special consideration to this aspect and we are going to discuss this matter is the House very soon Inshallah.

MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA: Sir, I am grateful but has this Assembly passed a resolution in the past permitting photographers to enter the prohibited area. If it is not then there is no need for further allowing them to enter this area. The fact is that whatever has been done so far is not properly parliamentary. And Sir, after your gesture they started taking more photographs so that they can have their vindictive venture active tomorrow.

MR SPEAKER: Since this is a continuing process Khanzada Sahib we will discuss this matter and we will resolve this matter for all the times to come Inshallah.

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ: جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ پراچہ صاحب نے جو سوال کیا ہے وہ بالکل درست ہے۔ قانون سازی میں واقعی دیر ہو رہی ہے۔ کچھ قانون سازی قومی اسمبلی نے کرنی ہے اور اس کے بعد اپنی اپنی ضرورت کے مطابق صوبائی اسمبلی قانون سازی کرے گی اور یہ جو فرمایا گیا ہے کہ محکمہ دس سال سے قائم ہے سنٹر میں تو واقعی 1983ء سے قائم ہے۔ لیکن صوبے میں

1987ء کو یہ محکمہ قائم کیا گیا اور ڈائرکٹر جنرل اس کے سربراہ ہیں اور یہ 39 افراد صرف ہمارے ڈائرکٹر جنرل کے دفتر میں ہیں۔ ویسے ہر ڈویژنل ہیڈ کوارٹر پر کسی جگہ پر ڈپٹی ڈائرکٹر' کسی جگہ اسسٹنٹ ڈائرکٹر اور ان کے ساتھ انسپکٹر اور باقی عملہ ہوتا ہے' جو اپنی حیثیت اور پاور کے مطابق کام کرتے ہیں اور ہم نے جو قانون سازی کرنی ہے' وہ یقیناً صوبائی اسمبلی کر سکتی ہے۔ لیکن پہلے قومی اسمبلی نے pattern دینا ہے اور اس کے بعد ہم اپنی ضروریات کے مطابق قانون سازی کریں گے۔ اور جو یہ بات ہے کہ ہم صرف مشاورتی حد تک ہیں' فی الحال تو ہم یقیناً مشاورتی حد تک ہیں۔ لیکن آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایک دو سالوں سے ہم سیمینار منعقد کرتے ہیں۔ ٹیلی ویژن پر پروگرام دیتے ہیں۔ اشتہار دیتے ہیں۔ ہمارے اسسٹنٹ ڈائرکٹر اور ڈپٹی ڈائرکٹر سکولوں اور کالجوں میں جا کر لیکچر دیتے ہیں اور پھر ٹریفک پولیس کے ساتھ مل کر گاڑیوں کے چالان کرتے ہیں اور اسی طرح فیکٹریوں کے چالان کرتے ہیں۔ انہیں warn کرتے ہیں۔ تو یہ سارا سلسلہ دو تین سالوں سے زیادہ active ہے اور جونہی قانون سازی ہوتی ہے۔ انشاء اللہ ہم بہتر انداز میں ماحول کے تحفظ کے لئے کام کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔

**ڈاکٹر محمد افضل اعزاز:** جناب سپیکر! میں ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں۔

**جناب سپیکر:** ڈاکٹر صاحب! میرا خیال ہے کہ اگلے سوال پر چلیں۔

**جناب ارشاد حسین میٹھی:** سوال نمبر1334۔

## حلقہ پی پی۔ 117 میں سیوریج پائپ لائن بچھانا

☆ 1334۔ **جناب ارشاد حسین میٹھی:** کیا وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ورلڈ بنک گرانٹ سے بھگت پورہ پی پی۔ 117 میں سیوریج پائپ لائن بچھائی گئی ہے' اگر ایسا ہے تو کتنے ڈایا (قطر) کی سیوریج پائپ لائن بچھائی گئی ہے' اور اس کی کل لمبائی کیا ہے۔

(ب) منظور شدہ نقشہ کے مطابق منصوبہ پر تخمینہ لاگت کیا تھی اور موقع پر کتنا کام ہوا۔ نقشہ سے ہٹ کر کتنے ہزار فٹ سیوریج پائپ لائن بچھائی گئی ہے اور کیوں۔

(ج) مذکورہ کام کے لئے کن اخبارات کے ذریعہ ٹینڈر طلب کئے گئے۔ کتنی پارٹیوں نے حصہ لیا۔

ان کے نام کیا ہیں اور کس پارٹی کو کام الاٹ کیا گیا۔ ورک آرڈر کے مطابق تخمینہ لاگت کیا ہے۔ تفصیل ایوان میں پیش کی جائے؟

وزیر ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ (چودھری نذیر احمد)

(الف) یہ درست ہے کہ عالمی بنک سے حاصل کردہ قرضہ سے بھگت پورہ پی پی / 117 میں سیوریج لائن بچھائی جا رہی ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

| پائپ کا قطر (انچوں میں) | (لمبائی فٹوں میں) |
|---|---|
| 9 انچ | 2700 فٹ |
| 12 انچ | 3150 فٹ |
| 15 انچ | 2000 فٹ |
| 18 انچ | 3050 فٹ |
| 21 انچ | 2150 فٹ |
| 24 انچ | 1600 فٹ |

(ب) اس سکیم کا تخمینہ لاگت -/6978000 روپے ہے۔ 31 دسمبر 1991ء تک 98% کام مکمل ہو چکا ہے۔ اس کنٹریکٹ میں منظور شدہ سکیم کے علاوہ کوئی لائن نہیں لگائی گئی ماسوائے کچھ حصہ کے جس میں تکنیکی وجوہ پر روٹ کی تبدیلی ضروری سمجھی گئی۔

(ج) اس کام کے لئے "نوائے وقت" "وفاق" "تجارت" "فرنٹیر پوسٹ" اور بعض دوسرے اخبارات کے ذریعے ٹینڈر طلب کئے گئے۔ اس میں واسا کے منظور شدہ دو ٹھیکیداروں نے حصہ لیا۔ جبکہ مسرز ایسٹرن بلڈرز کے ریٹ موزوں پائے گئے اور واسا کی ٹینڈر ویلیوایشن کمیٹی کی سفارشات پر مذکورہ فرم کو کام الاٹ کیا گیا۔ ورک آرڈر کے مطابق کام کا تخمینہ -/3662000 روپے ہے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر! میرے سوال کا جواب غلط دیا گیا ہے۔ میں نے سوال کے جز (ب) میں پوچھا تھا کہ منظور شدہ نقشے کے مطابق منصوبہ پر تخمینہ لاگت کیا تھی؟ تو اس کے جواب میں -/6978000 روپے بتایا گیا ہے۔ جب اس سکیم پر کام شروع ہوا تو جز "ج" میں بتایا گیا کہ -/3662000 روپے کا ورک آرڈر جاری ہوا۔ جناب سپیکر! اس سوال کے بارے میں میرا ضمنی سوال یہی ہے کہ عموماً جب تخمینہ لاگت کے بعد کام شروع ہوتا ہے تو تخمینہ بڑھ جایا کرتا ہے۔ تو اس

میں کیا وجہ ہے کہ تخمینہ میں 33 لاکھ 16 ہزار روپے کم ہو گیا۔ باوجود اس کے کہ تخمینہ کئی سال پہلے بنایا گیا تھا اور کئی سال بعد جب کام شروع ہوا تو اسی منظور شدہ نقشہ پر 36 لاکھ 62 ہزار خرچ آیا۔ اس میں اتنے تضاد کی کیا وجہ ہے؟

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ: جناب والا! اگر سوال کو غور سے دیکھا جائے تو اس میں بھگت پورہ پی پی 117 کا ذکر کیا گیا ہے کہ جس میں کتنی سیوریج لائنیں بچھائی گئی ہیں' کتنا ڈالا ہے اور کتنا سیوریج پائپ بچھا ہے۔ تو ہم نے جو سکیم تیار کی تھی اس میں صرف پی پی 117 نہیں آتا تھا' اس میں تھوڑا بہت ایریا زیادہ بھی تھا۔ جو ہمارا محکمہ پہلے ہی محترم فاضل ممبر سے discuss کر چکا ہے۔ صرف پی پی 117 کی حد تک 36 لاکھ 62 ہزار روپے ہے' ویسے ان کا ٹوٹل تخمینہ یہی ہے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر! میں نے specific اسی سکیم کے بارے میں جس کا انہوں نے ورک آرڈر لیا اور جس کا ٹینڈر دیا صرف اور صرف اسی کے بارے میں پوچھا ہے اور اسی کا جواب دیا گیا ہے۔

جناب والا! پی پی 117 میں یہی ایک ہی سکیم تھی' اس کے علاوہ کوئی اور سکیم نہیں تھی۔ جناب والا! یہ جواب صرف ہاؤس کو یا مجھے مطمئن کرنے کے لئے ہے۔ آگے ایک سوال ہے جس کا تخمینہ لاگت جب بنایا جاتا ہے تو جو 1531 ملین روپے ہے جب کام شروع ہوتا ہے' 2412 ملین روپے کا خرچ ہوتا ہے۔ یہ اسی سوال میں بتایا گیا ہے۔ جناب والا! میں نہیں سمجھتا کہ اگر اس طرح وزیر موصوف مجھے بھی اور آپ کو بھی مطمئن کرنا چاہتے ہیں تو یہ نہ تو عوام کے ساتھ انصاف ہے' نہ محکمے کے ساتھ انصاف ہے اور نہ ہی عوام کے پیسے کے ساتھ انصاف ہے۔ مجھے اس پر شدید اعتراض ہے۔ یہ پی پی 117 میں ایک ہی سکیم تھی۔ میرا ضمنی سوال بالکل واضح ہے کہ 33 لاکھ 16 ہزار روپے کی رقم جو بچ گئی تھی وہ کس منصوبے پر خرچ کی گئی اور کیوں کی گئی' جبکہ پی پی 117 کا کام ابھی تشنہ ہے۔

جناب سپیکر: سیٹھی صاحب! اس میں تضاد کیا ہے؟

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب والا! -/697000 روپے کی رقم جو لگنی تھی' وہ نہیں لگائی گئی۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ رقم کیوں نہیں لگائی گئی اور کم رقم کا ورک آرڈر کیوں لیا گیا ہے! جب کہ منظور شدہ تخمینہ کے مطابق کام ابھی بقایا ہے۔

جناب سپیکر: اس میں آپ کے سوال کے کون سے حصے کا جواب غلط ہے؟

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب والا! میرا سوال ہے کہ منظور شدہ نقشے کے مطابق منصوبہ پر تخمینہ لاگت کیا تھی اور موقع پر کتنا کام ہوا؟ اس کا جواب دیا گیا ہے کہ اس سکیم کا تخمینہ لاگت ۔/6978000 روپے ہے۔ 31 دسمبر1991ء تک 98 فیصد کام مکمل ہو چکا ہے۔ اسی طرح جناب سپیکر! آپ جز (ج) میں بھی دیکھ لیں۔ میں نے سوال میں پوچھا ہے کہ ورک آرڈر کتنے کا ہے؟ تو جواب میں بتایا گیا ہے کہ ۔/3662000 روپے ہے' یعنی 98 فیصد جو کام مکمل ہوا وہ ۔/3662000 روپے کا ہوا' جب کہ منظور شدہ تخمینہ لاگت ۔/6978000 روپے تھا' باقی 33 لاکھ 16 ہزار روپے کا کام موقع پر نہیں ہوا۔

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ: جناب سپیکر! جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ اس منصوبے کے تحت ہم نے صرف پی پی۔ 117 میں ہی کام نہیں کرنا تھا۔ ویسے بھی یہ کسی فاضل ممبر یا کسی جگہ سے گرانٹ لے کر منصوبہ شروع نہیں کیا گیا ہے' بلکہ عالمی بنک کی مدد سے ہم نے یہ قرضہ لیا ہے۔ اس منصوبے کا جو ٹوٹل تخمینہ تھا وہ ۔/6978000 روپے کا تھا' جیسا کہ میں نے (ب) جز میں بھی اس کا تفصیل سے جواب دیا ہے۔ 31 دسمبر1991ء تک 98 فیصد کام مکمل ہو چکا ہے۔ اس کنٹریکٹ میں منظور شدہ سکیم کے علاوہ کوئی لائن نہیں لگائی گئی۔ ماسوائے کچھ حصہ کے جس میں تکنیکی وجوہ کی بنا پر روٹ کی تبدیلی ضروری سمجھی گئی۔ جناب والا! یہاں پر میں اس بات کی وضاحت کر دوں کہ یہ منصوبہ صرف پی پی۔ 117 کے لئے نہیں تھا اور نہ ہی حلقہ وار ہم کام کرتے ہیں۔ فلاں حلقہ نیابت میں اتنا کام کرنا ہے اور فلاں میں اتنا کرنا ہے۔ جہاں تک پی پی۔ 117 کا تعلق ہے۔ اس میں یہ منصوبہ ۔/3662000 روپے کا تھا اور باقی جو تخمینہ ہے وہ بھی بالکل درست ہے۔ ہم نے اسمبلی کو جو ریکارڈ مہیا کیا ہے' ایوان کی میز پر رکھا ہے' اس میں تمام تفصیلات دے دی گئی ہیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب والا! آپ خود ہی دیکھ لیں' سوال کے جواب میں اس بات کا ذکر موجود ہے کہ تفصیلات ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں؟

جناب سپیکر: یہ بات درست ہے کہ جواب میں اس بات کا ذکر نہیں کہ بقیہ تفصیلات ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ: جناب سپیکر! اس سلسلے میں میں عرض کروں گا کہ میرے پاس جو ریکارڈ ہے اور میں نے اسے سارا thrashout کیا ہے۔ اس میں محترم سیٹھی صاحب کا ایک خط بھی لگا ہوا ہے' جس پر انہوں نے 13-1-1992 کو دستخط کئے ہیں۔ اس میں یہ لکھا ہے کہ یہ جو معاملہ ہے

یہ زیر بحث لایا جا چکا ہے اور میرا مسئلہ حل ہو چکا ہے۔ اب جو میرے پاس اس کی تفصیلات ہیں وہ یہ ہیں۔

ورلڈ بنک سے حاصل کردہ قرضہ سے بھگت پورہ اور دیگر علاقوں میں سیور کی سہولت مہیا کرنے کی غرض سے ۔/6978000 روپے کی ایک سکیم منظور کی گئی' جس پر کل اخراجات 67 لاکھ دس ہزار روپے ہوئے' جس کی تفصیل یہ ہے۔ بھگت پورہ میں سیوریج لائنوں کی تنصیب 47.50 لاکھ' حیدر پارک شاد باغ اور آبادی نزد سبزی منڈی جی ٹی روڈ سیوریج لائنوں کی تنصیب 11.50 لاکھ سڑکوں کی مرمت کے اخراجات 2.50 لاکھ' ڈیزائن کے اخراجات 2.44 لاکھ اور تعمیراتی نگرانی وغیرہ کے اخراجات 3.64 لاکھ روپے۔ اس طرح سے ہمارا جو ٹوٹل خرچ ہوا ہے وہ 67 لاکھ دس ہزار روپے ہے اور جناب والا! سکیموں میں ہمیشہ سیونگ بھی آ جایا کرتی ہے اور ان میں اخراجات بڑھ بھی جایا کرتے ہیں۔ حالات کے مطابق اس میں تھوڑی بہت تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ جو ہم نے ریکارڈ مہیا کیا ہے' جو ہم نے جواب دیا ہے وہ بالکل درست ہے۔

**جناب سپیکر:** اس میں وہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ ۔/6978000 روپے کا جو تخمینہ لاگت جز (ب) میں موجود ہے' پھر یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں 98 فی صد کام مکمل ہو چکا ہے۔ تخمینہ ۔/6978000 روپے کا ہے ۔ اس میں 98 فی صد کام بھی مکمل ہو چکا ہے اور اس کے بعد ورک آرڈر کے مطابق کام کا تخمینہ 36 لاکھ 62 ہزار روپے ہے تو سیٹھی صاحب اس بارے میں مضطرب ہیں کہ اس سکیم کے لئے ابتدائی تخمینہ 69 لاکھ روپے سے زیادہ تھا اور اس کے بعد یہ کم ہو کر ۔/3662000 روپے ہو گیا' اس کی کیا وجہ ہے؟

**وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ:** جناب والا! یہ میں عرض کر چکا ہوں کہ جو ۔/3662000 روپے ہے یہ صرف پی پی ۔ 117 کی حد تک ہے اور ہم نے جو پوری سکیم بنائی ہے وہ پی پی 117 سے کچھ addition بھی ہے اور کچھ altration بھی ہے اور حالات کے مطابق اس میں کچھ اضافہ بھی ہوتا گیا۔ لہٰذا اس پوری سکیم پر تخمینہ لاگت ۔/6978000 روپے ہے اور ان کے حلقے کی حد تک ہمارا 36 لاکھ 62 ہزار روپے ہے۔

**جناب ارشاد حسین سیٹھی:** جناب والا! وزیر موصوف نے جو تفصیل بیان کی ہے اور وہ اب بھی ان کے ہاتھوں میں موجود ہے۔ بھگت پورہ کا نام لے کر انہوں نے 47.50 لاکھ کا جو ذکر کیا ہے اس کی ساری تفصیل ان کے ہاتھ میں بھی موجود ہے۔ ریکارڈ میں بھی موجود ہے اور ٹیپ میں بھی بات آ

گئی ہے۔ بھگت پورہ کا حلقہ میرے ہی حلقے سے تعلق رکھتا ہے اور وزیر موصوف نے اپنے بیان میں لکھا ہوا پڑھا ہے کہ 47.50 لاکھ روپے کا جو منصوبہ ہے وہ بھگت پورہ کے لئے تھا اور جواب میں انہوں نے فرمایا ہے کہ کام کا تخمینہ -/3662000 روپے تھا۔ اب جناب والا! کس جواب کو درست تسلیم کیا جائے؟ بے شک وزیر موصوف اسے دوبارہ پڑھ لیں۔ اس لئے میں یہ گزارش کروں گا کہ میرے سوال کو مؤخر کیا جائے اور میرے سوال کا واضح جواب پی پی - 117 کے متعلق ہی بتائیں۔ کیا میں نے اپنے سوال میں یہ بات پوچھی تھی کہ دیگر منصوبہ جات کون سے شامل ہیں؟ مجھے تو جناب سپیکر! اس سے کوئی غرض نہیں۔ اگر -/6978000 روپے میرے حلقے کا منصوبہ تھا تو واضح طور پر جواب دیا جا سکتا تھا کہ پی پی 117 میں اتنے لاکھ روپے کا منصوبہ تھا اور اس کا ورک آرڈر یہ ہے' پھر تو جواب درست تھا۔

**جناب سپیکر:** چودھری صاحب! واقعی سوال تو انہوں نے پی پی 117 کے بارے میں پوچھا ہے' کسی اور حلقے کا تو انہوں نے پوچھا نہیں' جس کی تفصیل اس میں شامل کی گئی ہے۔

**وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ:** جناب والا! یہ بات واقعی درست ہے کہ انہوں نے سوال پی پی 117 کے متعلق پوچھا ہے۔ اس کا ہم نے جواب -/3662000 روپے والا دیا ہے۔ پھر جناب والا جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے متعلقہ افسران price escalation کے حساب سے 15 فی صد اس میں اضافہ بھی کر سکتے ہیں اور کمی بھی کر سکتے ہیں۔ بعض اوقات سکیم کی Evacuation میں دیر ہو جاتی ہے' پھر اس طرح price escalation ہوتی رہتی ہے اور ہماری یہ پاور ہے کہ ہم اس کو گھٹاتے اور بڑھاتے رہتے ہیں۔ لہٰذا ان کے جو ٹوٹل تخمینہ جات تھے وہ 36 لاکھ 62 ہزار روپے تھے۔ جب ان کے حلقے کا منصوبہ مکمل ہوا ہے تو اس میں 47 لاکھ 50 ہزار روپے ہو گئے اور جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں جب پورا منصوبہ مکمل ہوا تو اس پر -/6978000 روپے خرچ ہوئے۔ پی پی وار ہم نے کوئی منصوبہ مکمل نہیں کرنا ہوتا۔ ہم تو یہ منصوبہ بناتے ہیں کہ فلاں فلاں حلقے میں ہم نے پائپ بچھانے ہیں تو اس لئے ہم نے پورے منصوبے کا بھی ذکر کیا ہے کہ اس کا تخمینہ -/6978000 روپے تھا اور ان کے حلقے کا بھی میں نے ذکر کیا ہے کہ -/3662000 روپے خرچ ہوا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ خدانخواستہ اس سوال کو مؤخر کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس سوال کی میں نے پوری تفصیلات بتا دی ہیں۔ price escalation تو ہوتی رہتی ہے اور یہ ہمارے ایکس۔ای۔این کے اختیار میں ہوتا ہے کہ وہ حالات کے مطابق اس میں کمی بیشی کر لے۔ جب سکیم

مکمل ہوتی ہے تو باقاعدہ آڈٹ والے اور دوسرے لوگ اسے چیک کرتے ہیں۔

MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA: Mr Speaker Sir, the question hour is for one hour. The Assembly was scheduled to meet at 10, 0,clock. Does the question hour start when the Assembly starts functioning? The time of one hour is given for question hour. Is it from the time for which the schedule is given or when the Assembly starts? Today we started at 10, 0,clock and the question hour still goes on. The time is reserved for legislative business. My Contention is that the question hour is over. It is already 11.30. I solicit your opinion.

MR SPEAKER: Khanzada Sahib I will dispose of your point of order after the question hour is over.

جناب سپیکر: میرے خیال میں سیٹھی صاحب اس سوال کو مؤخر کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے کہ وزیر موصوف نے اس کو کافی تفصیل سے بیان کر دیا ہے' لیکن اس کے باوجود اگر آپ سمجھتے ہیں کہ اس میں کوئی تضاد ہے یا اس میں کوئی غلط بیانی کی گئی ہے تو اس کے لئے آپ کے پاس دوسری remedies موجود ہیں۔ اگلا سوال بھی جناب ارشاد حسین سیٹھی صاحب کا ہے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: سوال نمبر1337۔

## واسا کی جانب سے ویسٹ واٹر ٹریٹ منٹ پروجیکٹ کا اجراء

☆ 1337۔ جناب ارشاد حسین سیٹھی: کیا وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ واسا نے (ویسٹ واٹر ٹریٹ منٹ) کے نام سے ایک پروجیکٹ شروع کیا ہے اگر ایسا ہے تو اس منصوبہ کے لئے لاہور میں کس جگہ پر کام شروع کیا جا رہا ہے اور کتنی رقم کی لاگت سے زمین خرید کی گئی ہے۔

(ب) اس منصوبہ پر مجموعی لاگت کا تخمینہ کیا ہے اور اس سے کس بڑے فائدہ کی توقع ہے؟

(الف) یہ درست ہے کہ واسا نے ویسٹ واٹر ٹریٹ منٹ کے نام سے ایک پروجیکٹ پر کام شروع کیا ہے' جس کی ڈیزائننگ کی تکمیل اس سال متوقع ہے۔ واسا اس کی ڈیزائننگ غیر ملکی گرانٹ سے کر رہا ہے۔ ابتدائی پلاننگ کے تحت ٹریٹ منٹ پلانٹ کے لئے جنوبی لاہور میں موضع بابو صابو' جھگیاں ناگرہ جھگیاں شہاب دین نیاز بیگ اور شمالی لاہور میں موضع جھگیاں جو ہدہ اور بھاں میں واقع بند روڈ کے پار دریا برد اراضی کا انتخاب کیا گیا ہے۔ اس اراضی کا رقبہ 6420 کنال اور لاگت کا تخمینہ 22 کروڑ 74 لاکھ 40 ہزار روپے ہے۔ مزید براں فاضل رکن کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ واسا اس وقت پنجاب اربن ڈویلپمنٹ پروجیکٹ کے ایک منصوبے پر کام کر رہا ہے جس کی مالیت ایک ارب پچھتر کروڑ روپے ہے اور جو کہ عالمی بنک کے تعاون سے زیر تکمیل ہے۔ اس منصوبے کے تحت واٹر سپلائی سیوریج اور ڈرینج کی سہولت کے علاوہ گندے پانی کی صفائی کے لئے تقریباً 58 کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں' جس میں سے گندے پانی کے پلانٹ کے لئے اراضی خریدی جائے گی اور بابو صابو ٹریٹ منٹ پلانٹ مکمل کیا جائے گا۔ اس کی مشینری ڈیزائننگ اور ماہرین کی نگہداشت کا خرچ برطانوی حکومت بطور گرانٹ دے رہی ہے۔

(ب) اس منصوبہ کی مجموعی لاگت کا تخمینہ ابھی تک نہیں لگایا گیا ہے۔ غیر ملکی ماہرین کی ڈیزائننگ کی تکمیل کے بعد حتمی تخمینہ لگانا ممکن ہو سکے گا۔ اس منصوبے کے مکمل ہونے کے بعد دریا میں گندے پانی کی بجائے صاف شدہ پانی ڈالا جائے گا۔ اس طرح کے پلانٹ فنڈ کی فراہمی پر مرحلہ وار پروگرام کے تحت دیگر علاقوں میں بھی نصب کیے جائیں گے' تاکہ ان سے مالیات کی بہتری ہو سکے اور نکاسی آب کے مضر اثرات پر قابو پایا جا سکے۔

**جناب ارشاد حسین سیٹھی:** جناب والا! میں یہ سمجھتا ہوں کہ جس انداز سے میرے پہلے سوال کا جواب وزیر موصوف نے دیا ہے' میں بطور احتجاج اس سوال پر اپنے ضمنی سوالات نہیں کرتا۔

**جناب فرید احمد پراچہ:** اور میں بطور احتجاج اس پر ضمنی سوال کرتا ہوں۔ جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس میں جو اراضی بیان کی گئی ہے' جو کہ واٹر ٹریٹ منٹ پلانٹ کے لئے لی گئی ہے۔ اس میں بابو صابو' جھگیاں ناگرہ' جھگیاں شہاب دین' نیاز بیگ وغیرہ کے علاقے ہیں اور ان کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ دریا برد آبادی ہے۔ کیا وزیر موصوف یہ بیان فرمائیں گے کہ اس آبادی اور دریا کے درمیان ایک بند موجود ہے اور کیا وزیر موصوف یہ بھی بیان فرمائیں گے کہ اس آبادی کے ساتھ

ایل۔ڈی۔اے کی سبزہ زار سکیم بھی موجود ہے اور کیا یہ بھی بیان فرمائیں گے کہ 10 لاکھ روپے فی کنال وہاں پر زمین کی قیمت ہے اور یہ 64 ارب 20 کروڑ روپے کی زمین بنتی ہے۔ اتنی مہنگی زمین اس کے لئے حاصل کی گئی ہے۔ کیا وزیر موصوف اس سے اتفاق فرمائیں گے؟

**جناب سپیکر:** آپ سوال سمجھ گئے ہیں؟

**وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ:** جناب والا! ایک وقت میں تین چار سوال کر دیئے گئے ہیں' لیکن میں کسی حد تک سمجھ گیا ہوں۔

**جناب سپیکر:** ایک وقت میں ایک ہی ضمنی سوال ہو سکتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس میں پراچہ صاحب specific ہوں۔

**جناب فرید احمد پراچہ:** جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا وزیر موصوف یہ بیان فرمائیں گے کہ اس اراضی اور دریا کے درمیان بند موجود ہے اور یہ اراضی دریا برد نہیں ہے؟

**جناب سپیکر:** جی منسٹر ہاؤسنگ۔

**وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ:** جناب والا! میں اس سلسلے میں عرض کروں گا کہ میں نے site کو inspection تو نہیں کیا' جیسے کہ فرید احمد پراچہ صاحب فرما رہے ہیں کہ یہ اراضی دریا برد نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ میں اس پر نئے سوال پر ہی جواب دے سکوں گا۔ لیکن انہوں نے جو فرمایا ہے کہ 6420 کینال اراضی ہے اور میرے خیال میں یہ اس کی لاگت misunderstand کر گئے ہیں۔ اس کی لاگت 22 کروڑ 74 لاکھ 40 ہزار روپے ہے۔ محترم پراچہ صاحب اس کی لاگت اربوں میں بتا رہے ہیں۔ اربوں میں اس کی لاگت نہیں ہے اور یہ پراپرٹی جہاں سے بھی لی جا رہی ہے۔ یہ دریا برد ہو خواہ نہ ہو اور ہو سکتا ہے کہ اس کا کچھ حصہ دریا برد ہو تو اس کی باقاعدہ قیمت ادا کی جائے گی۔ کیونکہ وہ کسی کی ملکیت ہو گی اور اسے ہم باقاعدہ لیں گے تاکہ ہم اس پر ٹریٹ منٹ پلانٹ بنائیں۔

**جناب فرید احمد پراچہ:** جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ زمین شہری سکیم کی زمین ہے اور شہری زمین میں قیمت اس کے مطابق ہے جو میں نے بیان کی ہے۔ اتنی قیمتی اراضی کیوں لی گئی ہے' اس سے کم قیمت کی اراضی جو لاہور میں مل سکتی تھی اسے کیوں نہیں لیا گیا۔ اتنی قیمتی اراضی جس پر شہر میں سکیم بن سکتی تھی' اس کو سکیم کیوں نہیں بنایا گیا اور اس سے ایل ڈی اے کو فائدہ کیوں نہیں پہنچایا گیا؟

**جناب سپیکر:** جی وزیر ہاؤسنگ۔

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ: جناب والا! اس سلسلے میں سیدھا سا جواب ہے کہ ہمارے محکمے نے سروے کے مطابق جانا ہوتا ہے اور حکومت کی پالیسی کے مطابق کم سے کم خرچ کر کے ہمیں وہ منصوبہ مکمل کرنا ہوتا ہے اور پھر پانی کا flow دیکھنا ہے کہ کس طرف ہے اور پھر ٹریٹ منٹ پلانٹ سے آگے ہمارے پاس اس کی disposal کون سی ہے تو دریائے راوی ہمارے پاس اس کی disposal ہے۔ جب یہ ٹریٹ منٹ پلانٹ لگ جائے گا تو وہاں سے صاف پانی دریا میں جائے گا اور وہ دریائی مخلوق کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا اور پانی پینے والے احباب کے لئے بھی آگے کوئی مسئلہ کھڑا نہیں ہوگا۔ جہاں ہم نے قریب تر سمجھا' صحیح سمجھا' جہاں اس کا flow جانے کے قابل تھا' جہاں پانی پہنچ سکتا تھا' اس کے مطابق ہم نے وہی اراضی لی۔ اگر ہم خدانخواستہ لاہور میں دوسری طرف جا کر اراضی لے لیتے تو پھر ہمارے پاس disposal بھی نہ ہوتی کہ پانی کو ہم نے کہاں ڈالنا ہے' اور ہمارے پانی کا flow بھی ادھر نہ ہوتا اور پھر یہ اربوں روپے ضائع کر کے اسے ہم دوسری طرف لے جا سکتے تھے۔ اس میں دیکھنے والی بات تو یہ ہے کہ ہمارے انجینئرز کا کمال تو یہی ہے کہ کس حد تک وہ صحیح کام کرتے ہیں اور وہ flow کے مطابق پانی کو کہاں پر dispose of کرتے ہیں تو باقاعدہ یہ site سروے کے مطابق چنی گئی۔ اس کے علاوہ بھی لاہور میں ہمارا پروگرام ہے جو کہ نیچے ہی بتایا گیا ہے کہ اربن ڈویلپمنٹ پراجیکٹ کے تحت اس منصوبے پر کام ہو رہا ہے اور بھی بہت سی جگہوں پر ٹریٹ منٹ پلان بنانے کا منصوبہ ہے۔ لیکن فی الحال ہم نے جس علاقے کا سروے کیا ہے۔ اس کا پانی اسی طرح اور اسی جگہ پر اچھے انداز میں dispose of کیا جا سکتا تھا۔

جناب سپیکر: next چودھری محمد اسلم کائرہ صاحب۔

چودھری محمد اسلم کائرہ: 1683۔

## بنگلہ دیش سے آنے والے بہاریوں کے لئے کالونی کی تعمیر

☆ 1683۔ چودھری محمد اسلم کائرہ: کیا وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ سال 1974ء میں بنگلہ دیش سے آنے والے بہاریوں کے لئے حکومت نے لالہ موسیٰ ملتان اور دیگر اضلاع میں کالونی تعمیر کر کے دی تھی۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ ان کے مکانوں کی قیمت حکومت نے پچیس ہزار روپے اپنی طرف سے

فراہم کی تھی۔

(ج) کیا یہ حقیقت ہے کہ حکومت اب ان مکانوں کے لئے دی گئی رقم پر سود کا مطالبہ کر رہی ہے۔

(د) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ 28 نومبر 1990ء کو وزیراعظم پاکستان نے بہاری کالونی فیصل آباد کے مکینوں کو سود کی معافی کا اعلان کر دیا تھا جبکہ لالہ موسیٰ وغیرہ کے مکینوں سے اصل رقم کے علاوہ سود کا مطالبہ بھی کیا جا رہا ہے۔

(ہ) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت بہاری کالونی لالہ موسیٰ کے مکینوں کے مطالبہ پر بھی غور کرنے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ (چودھری نذیر احمد)

(الف) بہاریوں کے لئے محکمہ ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ نے پنجاب کے کسی بھی شہر میں کوئی ہاؤسنگ سکیم تعمیر نہ کی ہے۔ البتہ مختلف لوائکم ہاؤسنگ سکیموں میں بہاریوں کے پلاٹس مختص کئے گئے تھے۔ جن کی تفصیل لف ہے۔

| No. of Plots Allotted | Plot Size | Area Dev. Scheme |
|---|---|---|
| 200 | 31/2 | جہلم |
| 107 | 71/2 | بہاولپور |
| 90 | 31/2 | بہاولنگر |
| 63 | 31/2 | گوجرانوالہ |

(ب) ضلع انتظامیہ / بورڈ آف ریونیو سے متعلقہ ہے۔

(ج) بورڈ آف ریونیو سے متعلقہ ہے۔

(د) بورڈ آف ریونیو سے متعلقہ ہے۔

(ہ) بورڈ آف ریونیو سے متعلقہ ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

چودھری محمد اسلم کائرہ: نہیں۔

جناب سپیکر: جی شکریہ۔ جناب فرید احمد پراچہ صاحب۔

جناب فرید احمد پراچہ: 1732۔

## سبزہ زار سکیم میں واقع مسجد کی مسماری

☆ 1732۔ جناب فرید احمد پراچہ: کیا وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ مورخہ 27 جون 1992ء کو ایل ڈی اے کے عملہ نے بغیر کسی نوٹس کے اے بلاک سبزہ زار سکیم میں واقع مسجد کو شہید کر دیا اور قرآن پاک کی بے حرمتی کی۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ مسجد اے بلاک سبزہ زار سکیم میں مسجد کے لئے ہی مختص پلاٹ پر تعمیر کی گئی ہے اور انجمن تدریسی بلالی نے پلاٹ کے حصول سے متعلق ایل ڈی اے سے باقاعدہ این او سی حاصل کر رکھا تھا۔

(ج) اگر جزو (الف) اور (ب) کا جواب اثبات میں ہے تو پھر مسجد کے شہید کرنے کا کیا جواز تھا' نیز انجمن تدریس بلالی کی درخواست اگر آخری مرحلہ کی کسی رکاوٹ میں تھی تو کیا ایل ڈی اے مسجد کو شہید کرنے کا مرتکب ہوئے بغیر مسئلہ حل نہیں کر سکتا تھا؟

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ (چودھری نذیر احمد)

(الف) یہ درست نہ ہے کہ محکمہ ایل ڈی اے نے سبزہ زار سکیم میں کسی مسجد کو شہید کیا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ایک شخص مسمی محمد احسان نے حکم امتناعی عدالت دیوانی سے حاصل کر کے مسجد کے لئے مختص پلاٹ پر ایک کمرہ تعمیر کر لیا تھا۔ جو حکم امتناعی خارج ہونے پر ایل ڈی اے کے قواعد و ضوابط کے مطابق گرا دیا تھا۔

(ب) یہ بھی درست نہ ہے کہ انجمن تدریسی بلالی نے پلاٹ کے حصول کے متعلق ایل ڈی اے سے کوئی این او سی حاصل کیا تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ محکمہ ایل ڈی اے ہر سکیم میں پلاٹ مسجد کے لئے مختص کرتا ہے لیکن یہ پلاٹ باقاعدہ ڈپٹی کمشنر صاحب کی جانب سے اجازت نامہ جاری ہونے کے بعد اس انجمن کو مسجد تعمیر کے لئے الاٹ کر دیا جاتا ہے' جس کے حق میں ڈپٹی کمشنر صاحب اجازت نامہ جاری کریں۔

(ج) جز (الف) اور (ب) کا جواب اثبات میں نہ ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے۔ فرید احمد پراچہ صاحب ضمنی سوال؟

جناب فرید احمد پراچہ: جناب والا! ضمنی سوال یہ ہے کہ جزو (الف) میں جو بیان کیا گیا ہے کہ ایک کمرہ تعمیر کر لیا تھا' تو میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ جس کمرے میں نماز ہو رہی ہو اور اذانیں دی جا رہی ہوں اور باقاعدہ وہاں پر قرآن پاک کی تعلیم ہو رہی ہو' کیا وہ مسجد کے ضمن میں نہیں آتا' کیا اس کو مسمار کرنے سے مسجد کے شہید کرنے والی بات درست نہیں ہوتی؟ میں نے خود اس میں نماز پڑھی ہے۔ میں ان کی اطلاع کے لئے عرض کرتا ہوں کہ یہ باقاعدہ مسجد تھی' جسے انہوں نے شہید کیا ہے۔

شیخ محمد طاہر رشید: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! یہ مسجد کا معاملہ انتہائی حساس ہوتا ہے' معزز اراکین کو چاہیے کہ اس قسم کی غیر ذمہ دارانہ باتیں اس ایوان میں نہ کریں۔ مسجد کی تعریف یہ ہے تحت اثریٰ سے لے کر عرش معلیٰ تک وہ پروردگار کی ملکیت ہے۔ اس کے اندر کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی اور نہ وہ کسی دوسرے مقصد کے لئے استعمال کی جا سکتی ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ' شیخ صاحب! یہ سوال محکمہ ہاؤسنگ کے بارے میں ہے اور ایل ڈی اے سے متعلقہ یہ سوال ہے۔ جی وزیر ہاؤسنگ پلیز۔ It is a relevant question.

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ: جناب والا! یہ مسجد کا معاملہ ہے اس پر کنٹری کرنا تو بالکل فقہی مسئلہ ہے۔ اس پر تو کوئی محترم روحانی پیشوا' کوئی مولانا یا کوئی عالم دین ہی بیان دے سکتے ہیں۔ جہاں تک ہمارے محکمے کا تعلق ہے' ہم نے اس کا جزو (ب) میں بھی جواب دیا ہے اور جزو (الف) میں بھی جواب دیا ہے کہ اس سکیم میں ہم نے پلاٹ مسجد کے لئے reserve کیا تھا۔ جب بھی کوئی ہاؤسنگ سکیم بنتی ہے وہاں پر یہ یوٹیلٹی کے پلاٹس' مسجد کے لئے' سکول کے لئے' ہسپتال کے لئے اور پارکوں کے لئے چھوڑے جاتے ہیں تو اس مسجد کے پلاٹ پر مسمی محمد احسان نے قبضہ کر لیا۔ وہاں پر ایک کمرہ بنا لیا' وہاں پر یقیناً اس نے قرآن پاک رکھے اور وہاں پر اس نے نماز پڑھنی شروع کر دی۔ لیکن جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ کسی ناجائز جگہ پر ناجائز قبضہ کر کے مسجد بنانا شرعاً ناجائز غیر اسلامی اور غلط بات ہے۔ اس آدمی نے قبضہ کر کے عدالت سے حکم امتناعی حاصل کر لیا تھا۔ جونہی یہ حکم امتناعی خارج ہوا تو ہمارے عملے نے ڈسٹرکٹ ایڈمنسٹریشن سے مل کر مجسٹریٹ کی موجودگی میں اس کمرے کو گرایا۔ باقاعدہ جس بندے کو' جس فرقے کو ڈپٹی کمشنر کی ڈسٹرکٹ Mosque کمیٹی مسجد کے لئے allow کرے تو ہم اسے مسجد بنانے کے لئے پلاٹ پر قبضہ دینے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن کہنا کہ وہ ناجائز قبضہ کر کے کمرہ بنا لیں یا مسجد بنا لیں تو ہم کسی کو قطعاً ایسی اجازت نہیں دیں گے۔ اور نہ وہ باقاعدہ مسجد تھی' نہ وہ باقاعدہ مدرسہ تھا۔ صرف اور صرف ایک بندے نے ناجائز قبضہ کر کے وہ کمرہ

بنایا تھا اور ہم نے وہ حکم امتناعی خارج ہونے کے بعد اسے demolish کیا ہے اور طریقہ کار کے مطابق demolish کیا ہے اور جہاں پر اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ خدانخواستہ قرآن پاک کی بے حرمتی کی گئی ہے' تو میں اس ایوان میں اس فلور پر categorically اس بات سے انکار کرنا چاہتا ہوں۔ ہم سب مسلمان ہیں اور اپنی مقدس کتاب کی خود ہی بے حرمتی کرنے کا کبھی سوچ بھی نہیں سکتے' اور نہ ایسا کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: next question جناب فرید احمد پراچہ صاحب۔

جناب فرید احمد پراچہ: 1763۔

## فیصل آباد شہر میں واسا کی ناقص کارکردگی

☆ 1763۔ جناب فرید احمد پراچہ: کیا وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ فیصل آباد شہر میں واسا کی کارکردگی انتہائی ناقص ہے اور شہر کے آٹھوں بازاروں اور افغان آباد۔ گلبرگ' طارق آباد' جناح کالونی' پیپلز کالونی' غلام محمد آباد' رضا آباد' صدیق آباد اور دوسری آبادیوں میں سیوریج کا پورا نظام درہم برہم ہو چکا ہے۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ مذکورہ بالا صورت حال کے بارے میں میونسپل کونسلرز میاں عبدالکریم' چودھری مشتاق' ملک تاج احمد وغیرہ نے محکمہ کو تحریری شکایات بھی کی ہیں اور مورخہ 20۔ جون 1992ء کو پریس کانفرنس کے ذریعہ بھی صورت حال کے گمبھیرپن کو واضح کیا ہے۔

(ج) اگر جز (الف) و (ب) کا جواب اثبات میں ہے تو واسا فیصل آباد نے سیوریج کے نظام کی درستی کے لئے اقدامات کئے ہیں۔ نیز عوامی نمائندوں کے پے درپے مطالبات کی پذیرائی کیوں نہیں کی گئی۔

(د) کیا حکومت ناقص کارکردگی پر ایم ڈی واسا کے خلاف کوئی ایکشن لے رہی ہے اگر ہاں تو کیا اور نہیں تو کیوں؟

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ (چودھری نذیر احمد)

(الف) یہ درست نہیں کہ فیصل آباد شہر میں واسا کی کارکردگی انتہائی ناقص ہے۔ "واسا" اپنی

استطاعت کے مطابق شہریوں کی بھرپور خدمت کر رہا ہے' اس سلسلہ میں کونسلرز کی درخواستوں پر سیوریج مینوں کی تعداد میں اضافہ کیا گیا ہے' تمام سیوریج لائینوں کی باقاعدگی سے شیڈول کے مطابق ڈی سلٹنگ کی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ برسات کے موسم میں کوئی بڑی شکایت پیدا نہ ہوئی ہے۔ مزید یہ کہ سیوریج سسٹم کی بہتری کے لئے واسا نے شہر کی جناح کالونی سمن آباد' اسلام نگر اور غلام محمد آباد میں نئی سیوریج لائینوں پر کام جاری ہے' جبکہ افغان آباد گلبرگ رضا آباد اور صدیق آباد وغیرہ میں منصوبہ بندی کی جا رہی ہے۔

اسی طرح واٹر سپلائی بھی گریٹر پروجیکٹ سے شروع کر دی گئی ہے' جس سے لوگوں کا میٹھے پانی کا دیرینہ مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ اس سلسلہ میں شہر میں علاقہ افغان آباد' گلبرگ' چوہڑ ماجرہ' غلام محمد آباد اور علاقہ پیپلز کالونی کے علاقہ جات کو گریٹر واٹر سپلائی کے نظام سے منسلک کیا گیا ہے اور ان علاقوں میں پانی کی سپلائی تسلی بخش ہے۔

(ب) میاں عبدالکریم چودھری مشتاق احمد اور ملک تاج احمد کونسلر کے اخباری بیانات "واسا" کے علم میں ہیں اور کونسلرز سے مل کر "واسا" نے مسائل پر نہ صرف قابو پایا ہے بلکہ ان سے علاقہ کی بہتری کی تصدیق بھی کی جا سکتی ہے' اس سلسلہ میں واٹر سپلائی سیوریج کی کل شکایات کے متعلق چارٹ تیار کیا گیا ہے' جس سے ثابت ہے کہ "واسا" نے نہ صرف شکایات کو حل کیا ہے بلکہ نظام کو مزید بہتر بنایا ہے۔

(ج) عوامی نمائندوں کے مطالبوں کی پذیرائی کے سلسلہ میں "واسا" نے شہر کو 18 حصوں میں تقسیم کر کے سب انجینئرز کے دفاتر شہر کے مختلف حصوں میں بنا دیئے ہیں' جس سے نہ صرف کونسلرز بلکہ عوام کو فوری رابطہ میں آسانی ہو گی اور ان کی شکایات جلد سے جلد نپٹائی جا سکیں گی۔ اس سلسلہ میں اخبار میں بھی تشہیر کی گئی ہے۔ یقین ہے کہ اس سے علاقہ کونسلرز کی تسلی کے مطابق حالات بہتر ہوں گے۔

(د) درج بالا جوابات کی روشنی میں ایم ڈی "واسا" کے خلاف ناقص کارکردگی کا الزام درست نہ ہے۔ کیونکہ ان دنوں "واسا" کی کارکردگی متاثر ہونے کی سبب سے بڑی وجہ فنڈز کی کمی ہے۔

**جناب سپیکر:** ضمنی سوال ملک محمد دین صاحب۔

**ملک محمد دین:** جزو (د) میں پوچھا گیا ہے کہ کیا حکومت ناقص کارکردگی پر ایم ڈی واسا کے خلاف

کوئی ایکشن لے رہی ہے' اگر ہاں تو کیا اور نہیں تو کیوں نہیں۔ جواب میں بتایا گیا ہے کہ درج بالا جواب کی روشنی میں ایم ڈی واسا کے خلاف ناقص کارکردگی کا الزام درست نہ ہے' کیونکہ ان دنوں واسا کی کارکردگی متاثر ہونے کا سبب فنڈز کی کمی ہے تو میں وزیر موصوف سے پوچھنا چاہوں گا کہ فنڈز کی کمی کا کوئی بندوبست محکمہ نے کیا ہے؟

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ: جناب والا! فنڈز کی کمی کے سلسلے میں محترم ملک محمد دین صاحب کی کل ایک تحریک التوائے کار یا غالباً تحریک استحقاق تھی۔ جسے فنانس منسٹر صاحب کے نہ ہونے پر Pend کیا گیا تھا۔ ہم نے اپنے ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے' واسا کی طرف سے' فنانس ڈیپارٹمنٹ کو اور جناب وزیر اعلیٰ کو سمری بھجوائی ہے' جس میں پانچ کروڑ روپے کی ایلوکیشن کے لئے کہا گیا ہے۔ اگر یہ ہمیں اس سال میں دے دیئے جائیں تو جو چھوٹے موٹے کام باقی ہیں وہ ہم کریں گے۔ لیکن ابھی تک وہ سمری کچھ queries لگ کے واپس آئی ہے اور اب پھر واپس جا رہی ہے۔ جونہی چیف منسٹر صاحب اس پر approval دیں گے اور ہمیں پیسے ملیں گے تو یقیناً وہاں پر جو کام بچ گئے ہیں وہ ہونے شروع ہو جائیں گے۔

جناب سپیکر: وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ: جناب والا! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات (ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں)

## نشان زدہ سوالات ان کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

## سیوریج کی درستی کے لئے اقدامات

☆ 1789۔ ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: کیا وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ بھوربن (مری) میں جو پرل کانٹی نینٹل تعمیر ہوا ہے' اس کے سیوریج کا نظام نہایت ناقص ہے اور treatment of severage کا کوئی بندوبست نہیں کیا گیا' جس

کی وجہ سے ہوٹل کی ساری گندگی اور غلاظت پہاڑ سے ہوتی ہوئی نیچے (گاؤں) میں پھیل رہی ہے' جس سے مختلف بیماریوں کے پھیلنے کا خطرہ ہے۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہو تو محکمہ متعلقہ نے اس کا بروقت بندوبست کیوں نہیں کیا اور ان حالات میں بیماریوں کے خطرات کی روک تھام کے لئے کیا تدابیر اختیار کی جا رہی ہیں؟

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ (چودھری نذیر احمد)

(الف) پرل کانٹی نینٹل بھوربن کا سیوریج نظام اور اس کی (treatment of severage) کا محکمہ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ڈیپارٹمنٹ ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور نہ ہی محکمہ نے یہ سکیم بنائی ہے۔

(ب) ایضاً

## نالیوں کی صفائی کے لیے اقدامات

☆ 1810۔ ملک محمد ذاکر: کیا وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ چک نمبر 8/16 بی آر تھانہ تلمبہ (ضلع خانیوال) میں تقریباً بائیس لاکھ روپے کی لاگت سے منصوبہ نکاسی آب کے تحت سولنگ اور نالیاں تعمیر کی گئی ہیں۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ نالیاں تعمیر کرنے کے بعد حکومت نے ان نالیوں کی صفائی کے لئے کوئی خاطر خواہ بندوبست نہیں کیا' جس کی وجہ سے نالیوں کے اپنی مقررہ مدت سے پہلے ہی ٹوٹنے کا اندیشہ ہے۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ چک میں نالیوں کی صفائی کے لیے کوئی اقدام کرنے کا ارادہ رکھتی ہے' اگر ہاں تو کب تک' اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ (چودھری نذیر احمد)

(الف) یہ منصوبہ 19 لاکھ 88 ہزار روپے میں مکمل ہوا ہے اور اس کے تحت سولنگ اور نالیاں تعمیر کی گئی ہیں۔

(ب) یہ درست نہیں ہے حکومت نے نالیوں کی صفائی کے لئے دو سیوریمین (خاکروب) ملازم رکھے ہوئے ہیں جو کہ نالیوں کی باقاعدہ صفائی کرتے رہتے ہیں۔ نالیاں تسلی بخش طریقے سے چل رہی ہیں اور ان کے ٹوٹنے کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔

(ج) جز "ب" میں اس کا جواب دے دیا گیا ہے۔

## نالیوں اور سیوریج کی صفائی کے اقدامات

☆1811۔ ملک محمد ذاکر: کیا وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت ہر سال کروڑوں روپے کی لاگت سے قصبہ جات اور چکوک میں نکاسی آب کے سکیمیں مکمل کر رہی ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ نکاسی آب کی سکیموں کے تحت تعمیر کی جانے والی ان نالیوں اور سیوریج کی صفائی کے لئے کوئی خاطر خواہ بندوبست نہیں کیا گیا جس کی وجہ سے نالیاں اپنی مقررہ میعاد سے پہلے ہی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہونا شروع ہو جاتی ہیں' اگر ایسا ہے تو کیا حکومت نالیوں اور سیوریج کی صفائی کے لئے کوئی خاطر خواہ بندوبست کرنے کو تیار رہے' اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ (چودھری نذیر احمد)

(الف) یہ درست ہے کہ حکومت پنجاب ہر سال کروڑوں روپے کی لاگت سے قصبہ جات' چکوک میں نکاسی آب و فرش بندی کا کام مکمل کر رہی ہے۔

(ب) یہ درست ہے ماضی میں سرکار کی حکمت عملی کے مطابق تکمیل شدہ منصوبہ جات کو پہلے دو سال محکمہ ہذا خود تسلی بخش طور پر چلاتا تھا اور بعد ازاں دیکھ بھال کے لئے متعلقہ لوکل کونسلوں کے سپرد کرتا تھا' ان اداروں کے پاس نہ تو تجربہ کار انجینئرنگ سٹاف اور نہ ہی خاطر خواہ فنڈز موجود ہوتے تھے' جس کے نتیجے میں منصوبہ جات ٹوٹ پھوٹ کا شکار رہتے تھے اور عوامی شکایات عام تھیں' لیکن ایک سال مورخہ 2-5-1992 کو جناب وزیر اعلیٰ نے حکم صادر فرمایا ہے کہ تمام مکمل شدہ منصوبہ جات آب رسانی و نکاسی آب جو ضلع کونسلوں کے زیر تحویل ہیں' محکمہ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ کو برائے دیکھ بھال دے دیئے جائیں۔ مورخہ 1-7-1992 سے ایسے تمام منصوبہ جات محکمے نے واپس اپنی تحویل میں لینے شروع کر دیئے ہیں اور اب تمام دیہی منصوبہ جات کی دیکھ بھال محکمہ تعمیرات عامہ کی ذمہ داری ہوگی' جس کے لئے فنڈز حکومت نے مہیا کر دیئے ہیں اور قوی امید ہے کہ آئندہ اس قسم کی شکایات پیدا نہ ہوں گی۔ چونکہ ایسی سکیموں کی سالانہ مرمت اور دیکھ بھال ایک مسلسل جاری عمل

ہے' اس لئے فنڈز کی دستیابی کو یقینی بنانے کے لیے درج ذیل شرح سے ٹیکس وصول کرنے کا فیصلہ ہوا۔

(1) برائے نالی کنکشن 8 روپے فی گھر۔
(2) برائے کنکشن آب 8 روپے فی کنکشن۔
(3) نئے پانی کا کنکشن 25 روپے فی کنکشن۔
(4) مساجد کا کنکشن ہر دو مقاصد کے لئے فیس وغیرہ سے مبرا ہوگا۔

نئے احکامات کے تحت امید کی جاتی ہے کہ اس قسم کی آئندہ کوئی شکایت نہ ہوگی' کیونکہ منصوبہ جات کی آئندہ دیکھ بھال محکمہ کے تجربہ کار سٹاف کی نگرانی میں کی جائے گی۔

مزید براں بجٹ شدہ اخراجات مرمت واٹر سپلائی نالیاں و سیوریج برائے سال 92-1990ء 20 کروڑ 50 لاکھ روپے مختص کئے گئے ہیں۔

## غیر قانونی قبضہ کا تدارک

☆ 1826۔ **ڈاکٹر محمد افضل اعزاز:** کیا وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گوجرانوالہ میں آج کل قبضہ گروپ نے تمام قوانین کو پس پشت ڈال کر غریب و بے سہارا شہریوں کی جائیداد پر قبضہ کرنا شروع کر رکھا ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ گوجرانوالہ کے کچھ بااثر افراد متعلقہ محکموں کے افسران بالا کی ملی بھگت سے غلط اور جعلی دستاویزات تیار کرواتے ہیں اور زبردستی شریف شہریوں کو ان کی جائیداد سے محروم کر دیتے ہیں اور سرکاری املاک اور وقف املاک بھی ان سے محفوظ نہیں۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہو تو کیا حکومت اس غیر قانونی غیر اخلاقی کارروائیوں کے سدباب کے لئے کوئی ٹھوس عملی اقدامات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

**وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ (چودھری نذیر احمد)**

(الف) رولز 45/m,45/c کی رو سے اجازت نہ ہے۔

(ب) اس قسم کی شکایات محکمہ ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ میں بہت زیادہ نہ ہیں' تاہم جوں ہی کوئی شکایت موصول ہوتی ہے' محکمہ اپنے دائرہ اختیارات میں ہر ممکن کارروائی عمل میں لاتا ہے۔

ابھی گزشتہ دنوں ایسی شکایات وصول ہونے پر وزیر ہاؤسنگ نے گوجرانوالہ کا اچانک دورہ کیا' وہاں پر کچھ پلاٹوں کے بارے میں یہ بات منظر عام پر آئی کہ ان کے کاغذات جعلی بنائے گئے تھے۔ چنانچہ ان تمام کاغذات کو منسوخ کیا گیا اور ذمہ دار اہل کاران اور افسران کے خلاف محکمانہ کارروائی عمل میں لائی گئی' کچھ فریق منسوخی کے احکامات کے خلاف عدالت میں بھی گئے جہاں معاملہ زیر غور ہے۔

(ج) آئندہ کے لئے بھی مندرجہ ذیل اقدامات عمل میں لائے گئے ہیں۔

(i) ڈسٹرکٹ ہاؤسنگ کمیٹی گوجرانوالہ کے ایسے ملازمین جنہوں نے اپنی ملازمت کے 2 سال پورے کر لئے ہیں' تبدیل کر دیا گیا ہے۔

(ii) جس ملازم کا ایک بار تبادلہ کر دیا گیا' اسے دوبارہ اسی جگہ تعینات نہیں کیا گیا۔

## ڈپٹی ڈائرکٹر ہاؤسنگ ٹاؤن شپ کے دفتر میں بے قاعدگی

☆1891۔ جناب علی حسن رضا قاضی: کیا وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ڈپٹی ڈائرکٹر ہاؤسنگ ٹاؤن شپ لاہور کے دفتر میں سب انجینئر کی دو اسامیاں ہیں۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ دفتر میں اس وقت دو کی بجائے پانچ سب انجینئر (محمد یونس' محمود احمد' انور بیگ' افتخار احمد اور طاہر لودھی) کام کر رہے ہیں۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ محمود احمد قصور سے افتخار احمد شیخوپورہ سے اور طاہر لودھی ساہیوال سے تنخواہیں وصول کرتے ہیں اور کام لاہور میں کرتے ہیں۔

(د) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو اس بے قاعدگی کی وجوہ کیا ہیں اور ایسا کب سے اور کس کے حکم سے ہو رہا ہے؟

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ (چودھری نذیر احمد)

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) یہ درست ہے۔

(ج) یہ درست ہے۔

(د) لاہور ٹاؤن شپ سکیم تقریباً 2775 ایکٹر رقبہ پر مشتمل ہے اور مذکورہ دفتر 24800 پلاٹوں کے متعلقہ مسائل کو حل کرنے کا ذمہ دار ہے' جس میں ناجائز تجاوزات کو ختم کرنا بھی شامل ہے' کام کی زیادتی کے پیش نظر ڈپٹی ڈائرکٹر ٹاؤن شپ کے دفتر میں دو سب انجینئرز اس کام کو احسن طریقے سے نہیں کر پا رہے تھے۔ چونکہ نئی اسامیاں پر فی الحال پابندی ہے۔ اس لئے محکمہ نے کام کو بہتر طور پر نپٹانے کے لئے تین اوورسیئرز (سب انجینئرز) کی خدمات ٹاؤن شپ سکیم کے لئے دفاتر سے مستعار لیں۔ اس عارضی انتظام کی وجہ سے محکمانہ قواعد کی کسی قسم کی خلاف ورزی نہ کی گئی ہے۔ کیونکہ یہ بندوبست عوام کی سہولت اور بہترین مفاد کے پیش نظر کیا گیا ہے۔

## نئی رہائشی سکیم جناح ٹاؤن کی تفصیلات

☆ 1897۔ جناب ایس اے حمید: کیا وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا گوجرانوالہ میں جناح ٹاؤن کے نام سے کوئی نئی رہائشی سکیم بنائی جا رہی ہے۔

(ب) اگر جواب ہاں میں ہے تو اس کے لئے کتنی زمین حاصل کی گئی ہے اور کب تک اس سکیم کو شروع کیا جائے گا۔

(ج) کیا اس کے علاوہ کوئی اور رہائشی سکیم محکمہ کے زیر غور ہے اور اگر ہے تو کس علاقے میں یہ سکیم شروع کی جا رہی ہے؟

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ (چودھری نذیر احمد)

(الف) درست ہے۔

(ب) گورننگ باڈی کے اجلاس مورخہ 10-8-1991 زیر صدارت جناب چودھری نذیر احمد صاحب صوبائی وزیر ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ حکومت پنجاب بحیثیت چیئرمین گوجرانوالہ ترقیاتی ادارہ منعقد ہوا تھا۔ جس میں محترم جناب ایس اے حمید صاحب ایم پی اے گوجرانوالہ بھی شریک تھے' مذکورہ اجلاس کے دوران منصوبہ جناح ٹاؤن کی تجویز و تشکیل زیر بحث آئی تھی' جو کہ گورننگ باڈی نے متفقہ طور پر منظور کی تھی۔

نتیجتاً حکومت پنجاب کی نوٹیفکیشن M/DRA-2/32-1-2 مورخہ 26-4-1992 شائع

شدہ پنجاب سرکاری جریدہ مورخہ 30-4-1992 زیر دفعہ 4 قانون حصول اراضی 1984ء کی رو سے منصوبہ جناح ٹاؤن گوجرانوالہ مواضعات گرجاکھ۔ قیام پور تحصیل گوجرانوالہ سے اعلیٰ الترتیب رقبہ 2684 کنال اور 306 کنال اس طرح کل رقبہ 2990 کنال نوٹیفائیڈ ہو چکا ہے۔ نیز قانون حصول اراضی زیر بحث کے مطابق کارروائی حصول اندر عرصہ ایک سال یعنی مورخہ 29-4-1993 تک مکمل کرلی جائے گی۔

(ج) سردست پنجاب شہری ترقیاتی قانون 1976ء کے تحت کوئی نئی رہائشی سکیم مرتب یا نوٹیفائیڈ نہ ہوئی ہے۔

## رہائشی پلاٹوں کو کمرشل پلاٹوں میں تبدیل کرنے کی وجوہات

☆ 1898۔ جناب ایس اے حمید: کیا وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گوجرانوالہ' ماڈل ٹاؤن' سیٹلائٹ ٹاؤن اور پیپلز کالونی سکیم میں بغیر ضروری محکمانہ کارروائی اور منظوری و اجازت سے رہائشی پلاٹوں کو کمرشل پلاٹوں میں تبدیل کیا جارہا ہے۔

(ب) اگر ایسا ہے تو اب تک کتنے رہائشی پلاٹ متذکرہ سکیموں میں کمرشل پلاٹوں میں تبدیل ہو چکے ہیں اور کیا ان کے لئے باقاعدہ اجازت اور ملحقہ کمیٹیوں سے این او سی لئے گئے ہیں۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ رہائشی پلاٹوں کو کمرشل پلاٹوں میں تبدیل کرنے سے رہائشی ماحول میں بے شمار تکلیف دہ مسائل پیدا ہوتے ہیں اور کیا محکمہ اس پالیسی کو ختم کرنے کے بارے میں سنجیدہ ہے۔

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اس کا تدارک کرنے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ (چودھری نذیر احمد)

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) ماڈل ٹاؤن سیٹلائٹ ٹاؤن اور پیپلز کالونی گوجرانوالہ میں بالترتیب 65,48 اور 48 پلاٹس جزوی طور پر محکمانہ اجازت اور ملحقہ کمیٹیوں سے N.O.C کے بغیر کمرشل پلاٹوں میں تبدیل کئے جا

چکے ہیں۔

(ج) ان پلاٹوں کے الاٹیوں کو قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی پر شوکاز نوٹس جاری کر دیئے گئے ہیں۔ سپر وائزری سٹاف کو یہ ہدایت بھی کر دی گئی ہے کہ آئندہ ناجائز commercialization کا سختی سے نوٹس لیا جائے۔ وگرنہ فرض میں کوتاہی کے مرتکب سٹاف کے خلاف محکمانہ انضباطی کارروائی عمل میں لائی جاوے گی۔ مزید براں جز "ب" میں متذکرہ پلاٹ جو کمرشل ہو چکے ہیں' ان کا جائزہ مجوزہ پالیسی کے تحت case to case basis لیا جا رہا ہے' تاکہ اس بے قاعدگی کا محاسبہ/تدارک بھی کیا جا سکے۔

(د) جواب جز (ج) میں درج ہے۔

## منصوبہ آب رسانی برنالی ضلع گجرات کے لیے فنڈز کی فراہمی

☆ 1901۔ چودھری محمد اسلم کائرہ: کیا وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ میرے نشان زدہ سوال نمبر 1652 کے حوالہ سے جس کا جواب ایوان میں 2 ستمبر 1992ء کو دیا گیا تھا' ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ کیا توسیع منصوبہ آب رسانی موضع برنالی ضلع گجرات کو سوشل ایکشن پروگرام کے تحت شامل کئے جانے والے منصوبہ جات میں شامل کر لیا گیا ہے یا نہیں' اگر نہیں تو اس کی وجہ اور اس منصوبہ کے لیے کتنی رقم مختص کی گئی ہے؟

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ (چودھری نذیر احمد)

سوشل ایکشن پروگرام میں شمولیت کے لئے جو فہرست منصوبہ جات عوامی نمائندوں کی سفارشات پر مرتب کی گئی ہے۔ اس میں توسیع منصوبہ آب رسانی برنالی شامل ہے۔ یہ فہرست اس وقت متعلقہ ضلع مشاورتی بورڈ کے پاس برائے منظوری زیر غور ہے' مجوزہ فہرست کی حتمی منظوری کے بعد اگر اس مد کے وسائل نے اجازت دی تو ان منصوبہ جات کی تکمیل کا کام شروع کر دیا جائے گا۔ منصوبہ کا تخمینہ لاگت 3.32 لاکھ روپے ہے۔

## بہاولپور میں سیٹلائٹ ٹاؤن ایکسٹینشن کی تکمیل

☆ 1912۔ ڈاکٹر سید وسیم اختر: کیا وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ ضلع بہاولپور میں سیٹلائٹ ٹاؤن ایکسٹینشن کے نام سے ایک رہائشی سکیم محکمہ ہاؤسنگ نے مکمل کی ہے' اگر ہاں تو یہ سکیم کب شروع ہوئی اور اس پر کب ترقیاتی کام مکمل ہوا۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ اس سکیم میں پانی کی سپلائی کے لئے ٹیوب ویل کا بجلی کا بل عرصہ سے واجب الادا ہے' اگر ہاں تو یہ بل اب تک کیوں نہیں ادا کیا گیا۔

(ج) یہ سکیم اب تک کارپوریشن کو منتقل کیوں نہیں کی گئی' علاقہ میں صفائی و دیگر سہولیات کی فراہمی میں یہ مشکل ہے کہ محکمہ ہاؤسنگ بھی اب اس کی نگرانی نہیں کر رہا اور نہ ہی کارپوریشن اس کی ذمہ داری اٹھا رہی ہے؟

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ (چودھری نذیر احمد)

(الف) یہ درست ہے بہاولپور شہر میں ایک سکیم سیٹلائٹ ٹاؤن extention کے نام سے 1975ء میں شروع کی گئی تھی اور اس کے ترقیاتی کام 78-1977ء میں مکمل ہو گئے تھے۔

(ب) سکیم ہذا میونسپل کارپوریشن بہاولپور کو اپریل 1991ء کو Maintinance کے لئے حوالے کر دی گئی تھی اور اس تاریخ تک ٹیوب ویل اور بجلی کے واجبات محکمہ ہاؤسنگ کی طرف سے ادا شدہ ہیں۔ اپریل 1991ء کے بعد اگر بجلی کے بلوں کی ادائیگی نہیں کی گئی تو یہ ذمہ داری میونسپل کارپوریشن بہاولپور کی ہے۔

(ج) چونکہ یہ سکیم اپریل 1991ء کو میونسپل کارپوریشن بہاولپور کے حوالے کر دی گئی تھی' لہٰذا اس کی صفائی و دیگر سہولیات کی ذمہ داری میونسپل کارپوریشن بہاولپور پر عائد ہوتی ہے۔

## غبن و ناقص کارکردگی اور بوگس ادائیگیوں کی تفصیلات

☆ 1913۔ خان غلام سرور خان : کیا وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب کے حکم سے ڈپٹی کمشنر گجرات کی وساطت سے پبلک ہیلتھ انجینئرنگ گجرات کے کچھ افسران کے خلاف فنڈز کے غبن ناقص کارکردگی اور غیر معیاری سکیموں اور بوگس ادائیگیوں کا کیس محکمہ انٹی کرپشن گجرات کے پاس رجسٹر کرایا گیا ہے۔

(ب) مذکورہ کیس میں محکمہ کے کون سے افسران ملوث ہیں' ان کے نام عہدہ کیا ہیں' اور کس کس

سکیم کی ناقص تکمیل اور فنڈز کے غلط استعمال کی نشان دہی پر یہ کیس رجسٹر کیا گیا ہے۔

(ج) مذکورہ رجسٹر شدہ کیس کی تکمیل کب تک کی جائے گی اور اس میں اب تک کی گئی پیش رفت سے ایوان کو مطلع کیا جائے؟

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ (چودھری نذیر احمد)

(الف) یہ حقیقت نہیں ہے کہ یہ کیس وزیر اعلیٰ پنجاب کے حکم سے رجسٹر کرایا گیا۔ بلکہ حقیقت یوں ہے کہ ڈپٹی کمشنر گجرات معمول کے مطابق مورخہ 13 اگست 1992ء کو دفتر یونین کونسل لکھن وال کے معائنہ پر گئے' وہاں پر موجود کچھ لوگوں نے محکمہ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ کے زیر تکمیل منصوبوں پر ناقص میٹریل استعمال کرنے کی شکایت کی۔ اس شکایت پر ڈپٹی کمشنر گجرات نے بغیر تحقیق کے محکمہ مذکور کے ٹھیکیداروں اور اہل کاروں کے خلاف انسپکٹر انٹی کرپشن گجرات کو پرچہ درج کرنے کا حکم دیا۔ ڈپٹی کمشنر گجرات کے ٹور نوٹ (Tour Note) مورخہ 13-8-1992 کی فوٹو کاپی لف ہے۔

(ب) مذکورہ کیس ٹھیکے داروں اور اہل کاروں کے ناموں کے بغیر رجسٹر کیا ہے' اور اس میں تین منصوبے حکیم پور' کسوکی اور لکھن وال کی گلیوں اور نالیوں کی تعمیر شامل ہے' بعد ازاں علاقہ کے عوامی نمائندوں نے ڈپٹی کمشنر گجرات کی توجہ اس طرف مبذول کروائی کہ یہ شکایت کچھ مخصوص لوگوں نے مخصوص فوائد حاصل کرنے کے لئے کی ہے اور ڈپٹی کمشنر صاحب نے ان حالات کو دیکھتے ہوئے ایکس ای این ہائی ویز کی سربراہی میں ٹیکنیکل ٹیم تشکیل دے دی ہے۔ جو موقع پر جا کر حقائق کے مطابق رپورٹ دے گی۔

(ج) ڈپٹی کمشنر گجرات نے اپنی ہدایت بذریعہ چٹھی نمبر 267 پی اے مورخہ 23 ستمبر 1992ء جس کی کاپی لف ہے' لکھا ہے کہ کئی عوامی نمائندوں نے یہ بات میرے علم میں لائی ہے کہ کچھ عناصر نے مخصوص مقاصد حاصل کرنے پر شکایت میرے سامنے پیش کی' انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لئے ایک ٹیکنیکل کمیٹی ایکس ای این ہائے وے گجرات کے تحت عمل میں لائی گئی ہے۔ کمیٹی رپورٹ کے بعد اگر ضروری ہوا تو انٹی کرپشن محکمہ کے ذریعہ مزید کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔ اس چٹھی میں ڈپٹی کمشنر گجرات نے ہدایت کی کہ ٹیکنیکل رپورٹ آنے تک محکمہ کے خلاف کارروائی روک دی جائے۔

ایکس ای این ہائی ویز انکوائری کر رہے ہیں۔ ان کی رپورٹ کا انتظار ہے۔

# فیصل آباد میں گریٹر واٹر سپلائی منصوبہ کا تخمینہ

☆1925۔ رانا ثناء اللہ خان: کیا وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) فیصل آباد میں زیر تکمیل گریٹر واٹر سپلائی منصوبہ کا ابتدائی تخمینہ کیا تھا اور موجودہ اصل لاگت تکمیل کیا ہے اور اب تک کتنی رقم خرچ ہو چکی ہے۔

(ب) آیا اس پروجیکٹ کی تکمیل کے لئے اس کے مختلف مراحل / پارٹس کے علیحدہ علیحدہ کنٹریکٹس دیئے گئے ہیں' اگر ہاں تو ان میں سے کنٹریکٹ نمبر21 ڈبلیو 15 ڈبلیو 13 ڈبلیو اور 6 ڈبلیوں پر اب تک کتنا کام ہو چکا ہے' کتنا بقایا ہے' کتنی ادائیگی ہو چکی ہے' مکمل تفصیل معہ نام کنٹریکٹر فراہم کی جائے۔ نیز ان کنٹریکٹس کی approved rate list معہ تفصیل ایوان میں پیش کی جائے؟

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ (چودھری نذیر احمد)

(الف) (i) لاگت کا ابتدائی تخمینہ 1531.26 ملین روپے۔

(ii) لاگت کا موجودہ تخمینہ 2412.12 ملین روپے۔

(iii) جون 1992ء تک کے اخراجات۔ -/1861.80 ملین روپے۔

(ب) ہاں۔

(i) 21۔ ڈبلیو۔

(a) 90 فیصد۔

(b) 10 فیصد۔

(c) چھیالیس لاکھ -/4600,000 روپے۔

(d) میسرز ڈاؤیکس لیمیٹڈ کراچی۔

(e) لگایا جانا پائپ 3۔4 پی وی سی 6۔10 اے سی پائپ بالترتیب -/107000 فٹ' 3710 فٹ' 1290 فٹ' 14910 فٹ بمعہ 9260 گھریلو کنکشن۔

(f) تخمینہ A-1 ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

(ii) کنٹریکٹ 15 ڈبلیو۔

(a) اس کنٹریکٹ کو 17 چھوٹے ٹھیکہ جات میں تقسیم کیا گیا۔ جن میں سے 12 پر 100 فی صدی کام مکمل ہو چکا ہے۔ باقی ماندہ 5 کی تفصیل ذیل میں درج ہے۔

(b) 15 WCII(i) پر 10 فی صد کام بقایا ہے۔

(ii) 15 WBI پر 25 فی صد کام باقی ہے۔

(iii) 15 W (متفرق پر 25 فی صد کام باقی ہے۔

(iv) 15 W (ٹیوب ویل کنکشن پر 5 فی صد کام باقی ہے۔)

(iv) 15 WC پر 55.56 فی صد کام بقایا ہے۔

(C) بچھایا جانا اے سی' پی وی سی پائپ 3" سائز سے لے کر 16" سائز تک تقریباً 1/2 - 3 لاکھ فٹ بمعہ کنکشن۔ یہ کام 1985ء میں شروع ہوا جو تاحال جاری ہے۔

(d) 168,00,000 روپے۔

(c) تتمہ 2-A جو کہ کل 13 صفحات پر مشتمل ہے' ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

(iii) کنٹریکٹ 13- ڈبلیو

(a) 95 فی صد

(b) 5 فی صد

(c) 2,88,87,576/- روپے

(d) میسرز پراگرس انویسٹ پرائیویٹ لمیٹڈ فیصل آباد۔

(e) لگایا جانا 28 کلومیٹر پائپ لائن (500 ملی میٹر تا 1500 ملی میٹر) کوارٹرز۔ 25 عدد' تعمیر سڑک' 500 میٹر' سٹریٹ لائٹ' ٹیوب ویل ایک عدد' کنکریٹ۔ تھرمٹ بلاک وغیرہ۔

(f) تتمہ 3-A ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

کنٹریکٹ 6- ڈبلیو۔

(a) 99ء5 فی صد۔

(b) 0ء5 فی صد۔

(c) 3120,00,000 (YEN) + (DM)1120000 + 6755000 روپے + 273600 ڈالر۔

بقیہ ادائیگی: 30400 امریکن ڈالر + 6500 ملائیشن ڈالر + 10 لاکھ روپے۔

(d) 17 عدد پمپ 700 ہارس پاور تا 175 ہارس پاور + 25 عدد بجلی کے پینل + 7 عدد ٹرانسفارمر 100 کے وی اے تا 5000 کے وی اے + 2 عدد ڈیزل انجن۔

(e) میسرز ٹور شیما جاپان و میسرز K-S-B پاکستان۔

(f) تتمہ B ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

## واسا فیصل آباد میں سیوریج کی بحالی

☆ 1926۔ رانا ثناء اللہ خان: کیا وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) واسا فیصل آباد کا او اینڈ ایم ونگ جو سیوریج نظام کی بحالی و کارکردگی کا ذمہ دار ہے کی کل تعداد (Strength) کتنی ہے۔ سیورمین' فیلڈ سپروائزر آفیسران کی علیحدہ علیحدہ تفصیل مہیا کی جائے۔ علاوہ ازیں اس سٹاف کو واسا تنخواہ اور دیگر سہولتوں کی صورت میں ماہانہ کیا ادا کرتا ہے۔

(ب) واسا فیصل آباد کے او اینڈ ایم ونگ نے 1985ء سے جون 1992ء تک سیوریج نظام کی بہتری (Maintinance) کی مد میں کل کتنی رقم خرچ کی ہے اور اس مد میں تکمیل ہونے والی ہر سکیم کی نوعیت معہ کل لاگت نام ٹھیکدار۔ ٹینڈر سے متعلق کارروائی مکمل تفصیل سال وار ایوان میں پیش کی جائے۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ فیصل آباد میں سیوریج نظام بالکل ناکارہ ہو چکا ہے اور اس کی بہتری میں خرچ کی جانے والی رقم خورد برد ہو جاتی ہے' اگر جواب اثبات میں ہے تو آیا حکومت اس صورت حال کی بہتری کے لئے کوئی اقدام کرنے کو تیار ہے' اگر ہاں تو اس کی نوعیت کیا ہے اور اگر نہیں تو وجہ؟

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ (چودھری نذیر احمد)

(الف) (i) کل تعداد 1398۔

(ii) کل مستقل سیورمین 469

(iii) کل سیور سپروائزر 55

(iv) افسران 27

ڈائریکٹر۔ڈپٹی ڈائریکٹرز' اسسٹنٹ ڈائریکٹرز اور سب انجینئر۔

(v) کل ماہانہ تنخواہ = 10,24 لاکھ۔

(ب) (i) سیوریج کی مرمت و دیکھ بھال پر اٹھنے والے اخراجات کی سال وار تفصیل تتمہ "A" پر ملاحظہ فرمائیں۔

(ii) او اینڈ ایم واسا کے تحت سیوریج کی مرمت و دیکھ بھال کے کام پر فوری عمل درآمد درکار ہوتا ہے اور یہ کام محدود مدت میں قلیل رقم سے کروائے جاتے ہیں۔ اس لئے زیادہ تر کام ٹینڈر کی بجائے کوٹیشن کی نوعیت کے ہوتے ہیں' جو رجسٹرڈ ٹھیکیداروں سے کروائے جاتے ہیں اور جن کے بلوں کی ادائیگی لوکل فنڈ آڈٹ کی پیشگی آڈٹ کے بعد کی جاتی ہے۔

سال وار سیوریج کی مرمت و دیکھ بھال کے عوض ٹھیکیداروں کو ادا کردہ بلوں کی تفصیل تتمہ B پر ملاحظہ فرمائیں۔

(ج) فیصل آباد میں سیوریج کا نظام پہلے سے کافی بہتر طور پر چل رہا ہے اور یہ درست نہ ہے کہ اس نظام کی بہتری کے لئے مختص کی جانے والی رقم خورد برد کر دی جاتی ہے بلکہ چند سالوں میں متعدد علاقہ جات میں سیور کے نظام میں بالحاظ ترجیح خاطر خواہ بہتری کی گئی ہے' ان میں سے چند علاقہ جات کے نام تتمہ "C" پر ملاحظہ فرمائیں' نیز ان علاقہ جات میں ہونے والے سیور کے کاموں کی تفصیل تتمہ "D" پر ملاحظہ فرمائیں۔ اس کے علاوہ عظیم تر منصوبہ برائے فراہمی و نکاسی آب کے تحت ٹرنک سیور لائینوں پر کام ہو رہا ہے اس کے ساتھ ساتھ موجودہ مسائل کو مدنظر رکھتے ہوئے بقایا علاقہ جات کی تجاویز بن رہی ہیں' ان سب کے پایہ تکمیل ہونے پر فیصل آباد میں سیور کے مسائل انشاء اللہ حل ہو جائیں گے۔

تتمہ C,B,A اور D اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر سید خاور علی شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ: جناب والا! میں نے خانیوال میں کاٹن وائرس کو ختم کرنے کے سلسلے میں سوال کیا تھا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ اس پر مفصل بحث کریں گے۔ اب وہ وائرس ایک بحران کی صورت اختیار کر گئی ہے۔ ہمارے علاقے میں تو فلڈ سے بھی زیادہ نقصان ہوا ہے۔ میری گزارش ہے کہ اس اہم مسئلے کو زیر بحث لانے کے لئے آپ کوئی وقت مقرر کر

دیں تاکہ پنجاب کا جو اہم مسئلہ ہے' اس پر بحث کی جا سکے اور یہ معلوم کیا جا سکے کہ آیا یہ وائرس رک بھی سکتی ہے یا اس کا کوئی متبادل بھی ہے؟

جناب سپیکر: اس بارے میں تو آپ کو تحریک التوائے کار لانی چاہیے تھی۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ: جناب والا! چودھری صاحب نے بھی اس بارے میں کچھ پیش رفت کی تھی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ ہم اس پر ضرور بحث کریں گے۔ اگر آپ فرمائیں تو میں اس پر تحریک التواء لے آتا ہوں۔

جناب سپیکر: اگر اس مسئلے کو آپ تحریک التوائے کار کی صورت میں لانا چاہتے ہیں تو لے آئیں اور اگر آپ چودھری صاحب کے ساتھ مل کر اس کو لانا چاہتے ہیں تو مجھے لکھ کر دیں' ہم اس کو ٹیک اپ کر لیتے ہیں۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ: جس طرح آپ فرمائیں۔ چودھری صاحب نے تو اس بارے میں بہت کچھ کیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ایوان کے علم میں بھی یہ مسئلہ آئے۔

جناب سپیکر: تو ڈاکٹر صاحب کیا طے ہوا؟

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ: جناب والا! اس بارے میں آپ کوئی وقت مقرر کر دیں۔ اس پر چودھری صاحب کو بھی اعتراض نہیں ہوگا۔ صرف یہ نہیں کہ ہم وائرس ہی پر بحث کریں گے۔ یہ ایسی بات ہے کہ اس دفعہ تو کاٹن کا بحران آنا ہے اور اس نے مستقبل میں بھی دوبارہ آنا ہے۔ کوئی مخصوص معاملہ ہو تو میں تحریک التواء دوں۔ یہ تو ایسی بحث ہے کہ جو زراعت کے بارے میں بہت اہم مسئلہ ہے۔

جناب سپیکر: جناب وزیر زراعت اس بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرنا چاہتے ہیں۔

وزیر زراعت: جناب والا! جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے' تحریک التواء تو ڈاکٹر صاحب دے دیں گے' لیکن پھر جناب والا اپنا خصوصی اختیار استعمال کرتے ہوئے اس کو باری کے بغیر لینے کی اجازت فرما دیں گے تو اس پر بحث ہو سکے گی۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں اس میں چودھری صاحب کو تو کوئی اعتراض نہیں۔ اس کو بے شک تحریک التوائے کار کی صورت میں لایا جائے۔

وزیر زراعت: اپنے خصوصی اختیارات استعمال کرتے ہوئے اس کو باری کے بغیر پہلے لے لیں۔

جناب سپیکر: جی ہاں! آپ تحریک التوائے کار لے آئیں تو باقاعدہ ایوان کی consensus ہے' اس کو ٹیک اپ کریں گے۔ یہ تو بہت اہمیت کا حامل مسئلہ ہے۔ اس مسئلے کو thoroughly discuss ہونا چاہیے۔ ڈاکٹر صاحب! آپ تحریک التوائے کار لے آئیں۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ: شکریہ جناب! بڑی مہربانی۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب والا! اس بارے میں میری ایک قرارداد بھی ہے۔

جناب سپیکر: قرارداد سے پہلے اگر تحریک التوائے کار آ جاتی ہے اور اس پر بحث ہو جاتی ہے تو میرا خیال ہے کہ آپ کا مسئلہ اسی میں حل ہو جائے گا۔ ملک صاحب! تحریک التوائے کار کو آنے دیں' آپ کو بحث کا موقع ملے گا۔ خانزادہ صاحب کے پوائنٹ آف آرڈر پر میں اپنی observation دینا چاہتا ہوں۔ خانزادہ صاحب تشریف لے آئیں تو پھر اس وقت بات کریں گے۔

## مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر: اب ہم تحاریک استحقاق کو لیتے ہیں۔ تحریک استحقاق نمبر6 اور 11 وزیر مال صاحب کی تشریف آوری کی وجہ سے مؤخر ہیں تو اس کی کیا صورت حال ہے؟ نمبر 6 علی حسن رضا قاضی صاحب کی طرف سے ہے اور نمبر11 محمد حنیف چودھری صاحب کی طرف سے ہے۔ وزیر مال صاحب کچھ ارشاد فرمائیں گے؟

وزیر مال (جناب محمد ارشد خان لودھی): جناب والا! میں کل کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ مجھے علم ہوا تھا لیکن مجھے فوری طور پر کسی کام کے لیے بھیجا گیا تھا۔ میں جناب لاء منسٹر اور پارلیمانی سیکرٹری کو کہہ کر گیا تھا کہ اگر میری عدم موجودگی میں تحریک آئے تو آپ جواب دے دیں۔ مجھے پتا نہیں کہ کل کیا ہوا۔ لیکن مجھے فوری طور پر جانا پڑا تھا۔ میں دونوں اصحاب کو کہہ کر گیا تھا۔

جناب سپیکر: لیکن میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جس وقت آپ کے یہاں تشریف نہ لانے کا نوٹس لیا گیا تو اس کے بعد مجھے بتایا گیا کہ ریونیو منسٹر صاحب کے پی ایس نے مطلع کیا ہے کہ وہ کسی ضروری کام سے چلے گئے ہیں۔ اس سے پہلے مجھے نہیں بتایا گیا تھا۔

وزیر مال: بہت بہت شکریہ جناب والا! تحریک استحقاق نمبر6 ہمارے دوست علی حسن رضا قاضی صاحب نے پیش کی تھی۔ میں نے جیسے یہاں بیان دیا تھا' میں نے اس ڈی ایس پی کو پابند کیا۔ فیصلہ یہ

ہوا تھا کہ بلا کر دیکھا جائے کہ کیا ہوا تھا۔ ان کو بلایا گیا اور معزز ممبر بھی موجود تھے اور وہاں پر جو بات نکلی وہ قابل تشویش ضرور تھی لیکن وہ بات اتنی بھی نہ تھی کہ اس کو آگے بڑھایا جائے ultimately ڈی ایس پی کو warn کر کے اس کو کہہ دیا گیا ہے کہ آئندہ اگر ایسا کام repeat کیا گیا تو برداشت نہیں کیا جائے گا تو معزز ممبر اس پر مطمئن ہو گئے تھے اور انہوں نے بخوشی یہ کہہ دیا تھا کہ وہ مکمل طور پر مطمئن ہیں۔

جناب سپیکر: علی حسن رضا قاضی صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ ملک صاحب! آپ کا کیا خیال ہے؟ یہ معاملہ انہوں نے resolve کر دیا ہے؟

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جی ہاں resolve کر دیا ہے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے تو تحریک استحقاق نمبر 6 واپس لی گئی متصور ہو گی۔ پریس نہیں کی جاتی۔ تحریک استحقاق نمبر 11 کے بارے میں کیا پوزیشن ہے؟

وزیر مال: تحریک استحقاق نمبر 11 محمد حنیف چودھری صاحب نے پیش کی تھی۔ ہمارے ایک سیکرٹری ایس اینڈ آر ہیں' اس کے بارے میں انہوں نے یہ کہا تھا۔ میں نے انہیں بھی ایوان میں گزارش کی تھی کہ اگر آپ چاہیں تو میں انکوائری کے بعد آپ کو بلوا کر اس کو sort out کروا دیتا ہوں۔ لیکن انہوں نے اس وقت مجھے یہ اجازت دی تھی کہ آپ پتا کر لیں تو میں نے اپنے طور پر پتا کیا ہے اور اس کا جواب بھی یہاں پر موجود ہے۔ میری درخواست یہ ہے کہ اگر حنیف صاحب ہوں تو یہاں اگر جواب دینا ہے تو میں جواب فنی اعتبار سے بھی دوں گا اور حقائق پر بھی دوں گا۔ لیکن جہاں تک ہمارے ممبران کی عزت اور احترام کا معاملہ ہے' حکومت ان کے ساتھ ہے اور ہم کبھی برداشت نہیں کریں گے کہ گورنمنٹ کا کوئی functionary ہمارے معزز ممبران کی خدانخواستہ کوئی توہین کرے۔ جواب موجود ہے' Teachnical grounds موجود ہیں۔ اگر چودھری حنیف صاحب چاہیں تو میں ان سے پھر گزارش کروں گا کہ میں ان کی میٹنگ کروا کے ان کی غلط فہمی دور کروا سکتا ہوں۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! چودھری محمد حنیف صاحب نے اس ضمن میں میرے ساتھ بات کی تھی۔ وہ آج کسی وجہ سے یہاں تشریف نہیں لا سکے۔ اس میں وہ یہی چاہتے ہیں کہ یہ تحریک استحقاق admit کی جائے۔ ان کو بعد میں بھی اس افسر کی طرف سے بار بار یہ کہا گیا ہے کہ کیا کر لیا ہے۔ تحریک استحقاق دے کر اور ایسی تحاریک استحقاق کئی دیکھی ہیں۔

جناب سپیکر: پراچہ صاحب! میرا خیال ہے کہ اس معاملے پر چودھری حنیف صاحب کو ہی بات کرنی

چاہیے۔ وزیر مال صاحب نے اس کو explain کر دیا ہے۔ آج چودھری حنیف صاحب تشریف نہیں رکھتے ہیں۔ اگلے ٹائم ان کی موجودگی میں اس کو take up کر لیں گے۔ خان صاحب! چودھری حنیف صاحب کا اس میں موجود ہونا ضروری ہے۔

وزیر مال: جی ہاں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ تحریک استحقاق نمبر19 pending ہے۔ یہ چودھری حنیف صاحب کی ہے اور یہ ان کے آنے پر take up کریں گے۔ یہ نمبر22 رانا اکرام ربانی صاحب کی تحریک استحقاق ہے۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! میری جناب رانا صاحب سے بات ہوئی ہے' لہٰذا اس کو آپ pending رکھیں۔

جناب سپیکر: اس کو pending رکھنا ہے؟

وزیر قانون: تحریک استحقاق نمبر32 کے بارے میں رانا صاحب نے فرمایا کہ اسے pending رکھا جائے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب' یہ ٹھیک ہے کہ تحریک استحقاق نمبر22 کو سردست pending رکھا جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! میں نے 32 کی بات کی ہے۔

جناب سپیکر: تحریک استحقاق نمبر22 کو وزیر مال صاحب کی وجہ سے pending کیا گیا تھا۔ وزیر صاحب نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ یہ معاملہ subjudice ہے اور ابھی یہ معاملہ finally ہائی کورٹ ملتان بنچ سے dispose of نہیں ہوا۔ تو کل وزیر مال صاحب کی عدم موجودگی میں پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے یہ کہا تھا کہ یہ معاملہ ہائی کورٹ ملتان بنچ سے dispose of ہو گیا ہے۔ اس میں اس کے محرک کا خیال تھا کہ یہ چونکہ سٹیٹمنٹ وزیر مال صاحب نے دی ہے' لہٰذا ان کی موجودگی میں اس کو take up کیا جائے تو اب اس کی کیا صورت ہے؟

وزیر مال: جناب والا! یہ تحریک استحقاق 18 تاریخ کو آئی تھی' اسے first take up کیا ہے' تو میں نے ٹیکنیکلی جواب کے علاوہ یہ بات بھی کی تھی کہ یہ معاملہ subjudice ہے اور کوئی الیاس صاحب ایڈووکیٹ ہیں' He went to the High Court اس واقعہ کے بارے میں ان کی اپنی contention تھی' جسے انہوں نے وہاں پر plead کیا ہے۔ لیکن 18 تاریخ کو یہ صبح آ گئی تو میں نے

یہ کہا تھا' یہ معاملہ subjudice ہے اور جج صاحب نے کوئی observation لی ہے اور direction دی ہے۔ لیکن اس وقت ذہن میں یہ تھا کہ اس کو واپس ہم نے ان کو بتانا ہے۔ لیکن بعد میں میں نے ان کو کہا کہ آپ correct position پتا کریں۔ کیونکہ 17 تاریخ کو وہ فیصلہ ہوا اور 18 تاریخ کو یہ صبح یہاں پر آ گئی تو جب ہمارے محکمے نے پتا کیا تو انہوں نے specific direction کے بعد اس کو dispose of کر دیا اور جو معاملات ہمارے معزز رکن قائد حزب اختلاف چاہتے تھے۔ ہائی کورٹ نے اس کے بارے میں observation دے کر ڈی آئی جی ملتان کو یہ direct کیا ہے کہ ان کو آپ موقع دیں اور یہ شامل تفتیش ہوں اور ان کی contention سننے کے بعد جو ان کی grievance ہے' وہ فوراً دور کی جائے۔ تو یہ subjudice رہا ہے اور اس کے بعد subjudice ہونے کی بنا پر یہ directions issue ہوئی ہے۔ ایک پرچہ پہلے رجسٹر ہو چکا ہے اور further direction کے بعد اس رٹ پٹیشن کو واپس ڈی آئی جی صاحب کو بھیج دیا گیا ہے۔ یہ تو ہائی کورٹ کے بارے میں ہے۔ کیونکہ اس میں پہلا دن تھا۔ I am sorry that was in good faith. یہ subjudice رہا بھی ہے اور اس ضمن میں اس واقعہ کے بارے میں انہوں نے یہ direction دی ہے کہ ان کو بھی شامل کریں اور ان کی بھی grievances سنیں اور باقی grounds جناب والا! آپ کی میز پر ہیں۔ میں نے گزارشات کی تھیں کہ یہ کسی صورت بھی تحریک استحقاق نہیں بنتی۔ ٹیکنیکلی آپ اگر منظور بھی کریں تو اس کے بعد فیصلہ یہی ہوگا کہ As directed by the Hight Court کا کیس ہے۔ further investigation ہو رہی ہے۔ اس میں جو بھی ذمے دار ہوا' ہم اس کے خلاف ایکشن لیں گے۔

جناب سپیکر: یہ further investigation ہائی کورٹ کی direction پر ہو رہی ہے؟

وزیر مال: نہیں جناب! پہلے پرچہ رجسٹر ہوا۔ ایک صاحب وہاں سے اٹھے اور انہوں نے رٹ پٹیشن دائر کر دی اور انہوں نے اس قسم کی وہاں پر contention repeat کی کہ ہمیں سنا نہیں گیا۔ ہمیں شامل تفتیش نہیں کیا گیا۔ ہمارے آدمیوں کو شائد زیادہ مجروح کیا ہے اور جس طرح contention تھی' ہائی کورٹ نے finally یہ decide کیا کہ آپ ان کو بھی شامل کریں جو already پرچہ رجسٹر ہو چکا ہے' اس میں ان کو بھی شامل کریں۔ اگر further کوئی بات ہے تو اس کے مطابق اس کو deal کریں۔ پرچہ وہی ہے investigation وہی ہے' لیکن direction ڈی آئی جی ملتان کو دی گئی ہے' with regard to الیاس صاحب ایڈووکیٹ' کہ ان کو بھی شامل تفتیش کر

کے اس کو sort out کریں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! کچھ ارشاد فرمائیں گے؟

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! میں نے اس دن بھی صورت حال واضح کرنے کی کوشش کی تھی کہ وزیر موصوف کے بیان سے اصل معاملے کو confuse کیا جا رہا ہے یا وہ خود اس معاملے کو سمجھنے میں confuse ہو رہے ہیں۔ جناب سپیکر! وزیر صاحب نے جو وضاحت فرمائی ہے' وہ جو لوگ وہاں پر زخمی ہوئے تھے اور انہوں نے ایک دوسرے کے خلاف جو پرچے درج کرائے تھے' اس کے بارے میں تھی۔ میری تحریک استحقاق کا اس سے کوئی تعلق نہیں تھا اور ایک سیاسی پہلو جو اس دن انہوں نے فرمایا تھا' اس کے بارے میں بھی سیٹھی صاحب کی ایک تحریک التوا زیر غور ہے۔ اس کا فیصلہ بھی اس کے ضمن میں ہو جائے گا۔ میں نے جس روز یہ پیش کی تھی وہ اس پوائنٹ پر پیش کی تھی' کہ یہ کوشش کی گئی ہے کہ ہم متاثرہ لوگوں سے نہ ملنے پائیں اور ایسے حقائق ہمارے علم میں نہ آ سکیں' جن سے انتظامیہ کی صورت حال کو mishandle کرنا ثابت ہو جائے۔ مجھے حقائق کو جاننے کی کوشش سے باز رکھنے کے لئے سرکاری اقدامات پر میں نے base کی تھی کہ facts جاننا کہیں بھی sensitive اور important national اہمیت کے issue پر ہمارا حق ہے اور اسے روکنے کی جو کوشش تھی' That amounts to breach of privilege کیونکہ یہ کہا گیا ہے کہ یہ معاملہ subjudice ہے۔ میں نے اس دن بار بار یہ کہا تھا کہ معاملہ کورٹ میں نہیں ہے۔ کورٹ Finally اپنی Observation دے چکی ہے۔ لیکن وزیر صاحب کا اصرار تھا کہ Subjudice ہے۔ لیکن آج ان کی معذرت اور وضاحت کے بعد وہ پہلو تو ختم ہو گیا۔ لیکن جناب سپیکر! آپ کا فیصلہ آنے سے پہلے میں صرف ایک پوائنٹ پر یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ حقائق کو جاننے کی کوشش میرا استحقاق تھا اور مجھے اس استحقاق کو استعمال کرنے سے باز رکھنے کی جو سرکاری کوشش کی گئی ہے۔ That amounts to breach of privilege جاننا ہمارا استحقاق ہے۔

جناب سپیکر: تحریک استحقاق نمبر 22 کو میں pending رکھتا ہوں۔

وزیر مال: جناب والا۔ رانا صاحب کی آواز ذرا کم آ رہی ہے۔ لیکن کون سے Facts رانا صاحب پتا کرنا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر: خان صاحب! اس پر اگر آپ مزید بات کرنا چاہتے ہیں تو پھر دوبارہ ہم اس کو Take up کر لیں گے۔ اس کو میں نے Close نہیں کیا۔ اس کو Pending کیا ہے۔ صرف

Decision pending کیا ہے۔

# تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: تو میرے خیال میں اب ہم تحاریک التوائے کار کو Take up کر لیں اور آج لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال پر بحث کا آخری روز ہے۔

چودھری نور محمد تارڑ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: چودھری نور محمد صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں۔

چودھری نور محمد تارڑ: جناب سپیکر! آپ کے حکم کے مطابق میں نے کل وزیر قانون صاحب سے بات کی تھی اور جناب رانا اکرام ربانی سے بھی بات کی تھی۔ وزیر قانون صاحب نے مجھے اجازت دے دی تھی کہ آج آپ اپنی تحریک پیش کر لیں تو میں تحریک پیش کروں؟

جناب سپیکر: آپ کی تحریک التوائے کار تھی؟

چودھری نور محمد تارڑ: جی ہاں۔

جناب سپیکر: تو اس میں' میں نے آپ کو یہ کہا تھا کہ آپ لیڈر آف دی اپوزیشن اور لاء منسٹر صاحب سے بھی بات کر لیں۔

چودھری نور محمد تارڑ: جی ہاں۔ میں نے بات کر لی ہے۔

جناب سپیکر: اس لئے کہ ہاؤس میں یہ Consensus بن سکے کہ آپ کی تحریک التوائے کار کو آؤٹ آف ٹرن ٹیک اپ کیا جائے۔ اس کو آؤٹ آف ٹرن ٹیک اپ کرنے کے لئے' میں اس معاملے کو ہاؤس کے سامنے رکھوں گا تو چودھری نور محمد تارڑ صاحب کی ایک تحریک التوائے کار نمبر 110 ہے۔ یہ چاہتے ہیں کہ اس کو دوسری تحاریک التوائے کار پر فوقیت دی جائے اور اس کو آؤٹ آف ٹرن ٹیک اپ کیا جائے۔ تو یہ مسئلہ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں کہ آیا چودھری نور محمد تارڑ صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر110 کو آؤٹ آف ٹرن ٹیک اپ کریں؟

وزیر قانون: جناب والا! میں اس سلسلے میں آپ کو تھوڑا سا Assist کرنا چاہتا ہوں' اگر اجازت دیں۔

جناب سپیکر: جی' ارشاد فرمائیں۔

وزیر قانون: جناب والا! کل جناب ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب اور چودھری نور محمد تارڑ صاحب

میرے پاس تشریف لائے تھے اور انہوں نے insist کیا تھا کہ اس تحریک التوائے کار کو آؤٹ آف ٹرن ٹیک اپ کیا جائے۔ میں نے ان کی خدمت میں یہ گزارش کی تھی کہ پہلے بھی کئی دفعہ اس قسم کے معاملات آئے ہیں اور میں نے سپیکر صاحب کی خدمت میں یہ گزارش کی تھی کہ آؤٹ آف ٹرن تحریک التوائے کار ٹیک اپ کرنے والی روایت سے ہمیں Avoid کرنا چاہیے' کیونکہ دوسرے معزز ممبران کے تحاریک التوائے کار بھی بہت اہمیت کی حامل ہوتی ہیں۔ یہ پھر ہمارے لئے مشکل ہو جاتی ہے۔ پھر آؤٹ آف ٹرن لینے کے لئے بعض اوقات جواب بھی مہیا نہیں ہوتا ہے تو انہوں نے پھر قائد حزب اختلاف سے بھی بات کی۔ میں نے ان کو یہ کہا کہ آپ قائد حزب اختلاف سے بات کر لیں۔ یہ بہت Strongly feel کر رہے تھے تو میں نے ان کو کہا کہ پھر یہ تحریک التوائے کار ہم آپ کو آؤٹ آف ٹرن ٹیک اپ کرنے کی اجازت دے دیں گے' لیکن آئندہ پھر کبھی It will not be quoted as a precedent. چونکہ پچھلی دفعہ بھی جناب کو یاد ہوگا کہ یہ اپنے حلقے کے بارش زدہ علاقے کے لئے بھی کافی دفعہ insist کرتے رہے تھے اور ان کی تحریک التوائے کار ٹیک اپ نہیں ہوئی تھی تو اس سلسلے میں انہوں نے میرے ساتھ یہ وعدہ کیا ہے کہ آئندہ It will not be quoted as a precedent تو ان واقعات کے پیش نظر اگر مہربانی فرمائیں تو اسے ٹیک اپ کر لیں۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔

جناب سپیکر: آپ کے ساتھ اس بارے میں کس نے وعدہ کیا ہے؟

وزیر قانون: اس پر ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب نے بھی اور انہوں نے رانا اکرام ربانی صاحب سے بھی بات کر کے مجھے Convey کیا ہے کہ انہوں نے بھی اس سے Agree کیا ہے۔

جناب سپیکر: تو یہ درست ہے کہ اس تحریک التوائے کار کو آؤٹ آف ٹرن ٹیک اپ کرنے کے لئے ایوان کی طرف سے اگر پذیرائی مل جاتی ہے تو لاء منسٹر صاحب کی یہ خواہش ہے کہ پھر اس کو آئندہ ایک Precedent کے طور پر Quote نہیں کیا جائے گا' کیونکہ بہرحال آؤٹ آف ٹرن ٹیک اپ کرنے کی پریکٹس کو Discourage کرنا چاہیے۔ میں اس سے اتفاق کرتا ہوں تو ہاؤس کی طرف سے میرے خیال میں اس کو آؤٹ آف ٹرن ٹیک اپ کرنے کے لئے Consensus ہے۔ مجھے اس میں کوئی امر مانع نہیں لگتا۔

جناب سپیکر: چودھری نور محمد تارڑ صاحب کو میں اجازت دیتا ہوں کہ وہ اپنی تحریک التوائے کار پیش کریں۔

## قادر آباد' حافظ آباد روڈ کی شکستہ حالت

چودھری نور محمد تارڑ: شکریہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیمO

میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ قادر آباد' حافظ آباد روڈ کے بری طرح ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہونے کی وجہ سے عام آمد و رفت اور اجناس کی نقل و حمل میں زبردست رکاوٹ کے علاوہ جاں بلب مریضوں کو بروقت طبی امداد نہ ملنے کی وجہ سے موت واقع ہونے کے المناک واقعات وقوع پذیر ہوئے ہیں۔ جس سے سڑک پر واقع بیسوں قصبات اور دیہات کی کثیر آبادی میں سخت بے اطمینانی اور بے چینی پیدا ہو رہی ہے۔ یہ امر خصوصی اہمیت کا حامل ہے کہ محکمہ ہائی وے نے بار بار توجہ مبذول کرنے اور دو دفعہ اس معزز ایوان میں سوالات کے جواب میں 25 کلومیٹر لمبی اس سڑک کو جو گوجرانوالہ اور گجرات دو اضلاع کو ملاتی ہے' اپنی تحویل میں لے کر آمد و رفت کے قابل بنانے کی یقین دہانی کرائی ہے' لیکن تاحال معاملہ جوں کا توں ہے' چونکہ اس دور افتادہ علاقہ کے عوام کو زرعی تجارتی اور طبی سہولتوں سے محروم ہونے کی وجہ سے سخت بے چینی اور بے اطمینانی پیدا ہو رہی ہے۔ اس لئے آپ سے استدعا ہے کہ معاملہ کی فوری نوعیت اور سنگینی کے پیش نظر اجلاس کی کارروائی ملتوی کر کے اس تحریک التواء پر آؤٹ آف ٹرن بحث کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی' کرنل محمد یامین صاحب!

وزیر مواصلات و تعمیرات (کرنل (ریٹائرڈ) محمد یامین): جناب سپیکر! معزز رکن نے جس سڑک کی خستہ حالت کو موضوع تحریک التواء بنایا ہے' اس ضمن میں میری سب سے پہلی گزارش تو یہ ہے کہ یہ سڑک ضلع کونسل کی ملکیت ہے اور محکمہ تعمیرات و مواصلات کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ میرے خیال میں معزز رکن نے شائد یہ اس لئے محکمہ مواصلات و تعمیرات کے حوالے سے اپنی اس تحریک میں ذکر کیا ہے کہ 21 مارچ 1991ء کو جناب چیف منسٹر صاحب نے ایک ڈائریکٹو دیا تھا کہ اس سڑک کو پروونشلائز کیا جائے۔ اس ڈائریکٹو کے ملنے پر محکمہ مواصلات و تعمیرات نے جناب چیف منسٹر صاحب کی خدمت میں ایک سمری بھیجی کہ بلدیاتی اداروں کی سڑکوں کو پروونشلائز کرنے کے لئے کوئی معیار مقرر کیا جائے۔ چیف منسٹر صاحب نے محکمے کی سمری سے رضامندی ظاہر کرتے ہوئے ایک

منسٹریل کمیٹی تشکیل دی۔ اس سلسلے میں اس کمٹی کی متعدد میٹنگز ہو چکی ہیں کہ کون کون سی سڑکوں کو پروونشلائز کیا جائے۔ اس کے لئے ایک معیار مقرر کیا جا رہا ہے۔ اس کمیشن کی آخری میٹنگ 13 اکتوبر کو اس اسمبلی کے کمیٹی روم میں ہوئی ہے۔ محکمہ نے اور چیئرمین پی اینڈ ڈی' فنانس سیکرٹری نے اپنی سفارشات مرتب کر لی ہیں۔ چیف منسٹر صاحب کی خدمت میں وہ سمری بھیجی جا رہی ہے۔ جب تک وہ کوئی معیار منظور نہ کریں' اس وقت تک اس سڑک کے بشمول بہت سی دوسری سڑکوں کے پروونشلائزیشن کا عمل پورا نہیں ہو سکتا اور جب تک یہ سڑک محکمہ کے لوڈ پر نہیں آتی' اس وقت تک ہم اس سڑک پر کوئی کام کرنے سے قاصر ہیں۔ اس ضمن میں اگر معزز رکن کوئی فوری نوعیت کے ریلیف چاہتے تھے تو بہتر یہ ہوتا کہ وہ لوکل گورنمنٹ کے حوالے سے بات کرتے تو شائد لوکل گورنمنٹ کے منسٹر ان کی کوئی مدد کر سکتے۔ سردست جب تک یہ سڑک پروونشلائز نہ ہو جائے محکمہ تعمیرات و مواصلات اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتا۔

جناب سپیکر: کرنل صاحب! یہ سڑک پروونشلائز نہیں ہے؟

وزیر مواصلات و تعمیرات: نہیں جناب۔

چودھری نور محمد تارڑ: جناب سپیکر! اس میں یہ نہیں ہے کہ یہ سڑک ضلع کونسل کی ملکیت ہے یا یہ سڑک ہائی وے کے قبضہ میں ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ تقریباً چالیس پچاس دیہات جو اس کے اردگرد واقع ہیں' جن میں چار قصبے ہیں۔ پیرداکوٹ' رام کے چٹھا' سوئیاں والا' جن کی آبادی کم از کم آٹھ آٹھ' دس دس ہزار کے لگ بھگ ہے۔ یہ چالیس پچاس دیہات ہیں' جن کی ہر قسم کی جنس کی آمد و رفت کا واحد ذریعہ یہ سڑک ہے۔ جو کچھ محترم وزیر اعلیٰ پنجاب نے میری ملاقات کے دوران مجھے بتایا تھا کہ اس کا صرف ایک حل ہے کہ اگر یہ سڑک دو اضلاع کو آپس میں ملاتی ہو تو ہم اس سڑک کو ہائی وے میں لے لیں گے۔ تو گوجرانوالہ اور گجرات کا رابطہ استوار کرنے میں یہ واحد سڑک ہے جو کام دیتی ہے۔ گوجرانوالہ اور گجرات کو بھی یہ سڑک ملاتی ہے۔ دوسری سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان چالیس پچاس دیہات کو زرعی اجناس اور دوسری آمد و رفت کی سہولت صرف اس ایک سڑک کی وجہ سے ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ اس سڑک کے ہر آدھے میل پر چار چار پانچ پانچ فٹ گہرے گڑھے پڑ گئے ہیں' جن سے ایک پیدل چلنے والا آدمی بھی سفر نہیں کر سکتا' تو اس لحاظ سے میری یہ گزارش ہے کہ ان چالیس پچاس دیہات کو جو اس وقت سخت پریشانی لاحق ہے

اس کو دور کرنے کے لئے اسے ہائی وے میں لیا جائے۔ کیونکہ ڈسٹرکٹ کونسل کی جتنی بھی سڑکیں اس وقت موجود ہیں' ان کا تو خدا ہی حافظ ہے۔ کوئی ان کی مرمت نہیں کرتا' کوئی ان کی حفاظت نہیں کرتا۔ تو اس مسئلے کی اہمیت کے پیش نظر میں آپ سے یہ اپیل کروں گا کہ اس پر عام بحث کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! اس تحریک التوائے کار کی اس وقت پوزیشن یہ ہے کہ یہ ایک سڑک کے بارے میں تحریک التوائے کار ہے اور یہ سڑک ڈسٹرکٹ کونسل روڈ ہے اور محکمہ ہائی ویز کی تحویل میں نہیں ہے۔ منسٹر سی اینڈ ڈبلیو نے اس پر اپنا نقطہ نظر پیش کیا ہے' اب ایک کام جو ان کے دائرہ اختیار میں ہی نہیں ہے تو اس بارے میں منسٹر سی اینڈ ڈبلیو تو کچھ نہیں کر سکتے اور وہ اس سڑک کی مرمت بھی نہیں کر سکتے۔ ہاں البتہ لوکل باڈیز والے اس کو ٹیک اپ کر سکتے ہیں اور آپ کی ضلع کونسل اس کو ٹیک اپ کر سکتی ہے۔ اس بارے میں کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ اس پر سارے ایوان کی بحث کرائی جائے۔

چودھری نور محمد تارڑ: جناب والا! جہاں چار' چار فٹ گڑھے پڑے ہوں وہاں پر کس قسم کی ٹریفک جا سکے گی۔ اس بیمار کو ٹرالی اور ٹریکٹر پر حافظ آباد لے جایا گیا اور وہ حافظ آباد میں ہسپتال میں پہنچنے سے پہلے ہی دم توڑ گیا۔ تو جناب والا! یہ دو جانوں کا مسئلہ ہے' جو اس سڑک کی ٹوٹ پھوٹ کی وجہ سے ضائع ہو گئیں۔ یہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے۔ اگر محترم پرویز الٰہی صاحب اس کا مسئلہ حل کرنا چاہتے ہیں تو وہ کریں۔ جناب! میری گزارش یہ ہے کہ کوئی چیز مانع نہیں۔ جناب وزیر اعلیٰ نے مجھے یہ ہدایت فرمائی تھی کہ آپ چند دن انتظار کریں' میں یہ سڑک بنوا دوں گا۔ اب جناب والا دو سال ہو گئے ہیں اور دو سال کا عرصہ کسی ایک مسئلے کو حل کرانے کے لئے بہت ہوتا ہے۔ اگر اس ایوان میں بار بار بتایا گیا مسئلہ حل نہیں ہوتا تو پھر عوام کے مسائل کیسے حل ہوں گے؟

جناب سپیکر: میرے خیال میں کرنل صاحب' اس کا ایسے کریں کہ چودھری صاحب کو کوئی یقین دہانی کرائی جائے کہ منسٹر لوکل باڈیز سے بات کر کے ان کو بتایا جائے۔ یہ ان کے حلقے کا اہم مسئلہ ہے۔ سارے ایوان نے چودھری صاحب کا ذاتی مسئلہ ہونے اور انسانی جانوں کا مسئلہ ہونے پر بڑی اہمیت دی ہے اور اسے آؤٹ آف ٹرن ٹیک اپ کرنے کے بارے میں بھی ایوان نے اپنا فیصلہ دیا ہے۔ تو تارڑ صاحب کو یہ یقین دہانی کرائی جا سکتی ہے کہ منسٹر لوکل باڈیز سے بات کر کے آپ اس مسئلے کو حکومت کے لیول پر بڑی سنجیدگی سے لیں گے' چاہے متعلقہ ضلع کونسل ہو یا لوکل باڈیز کا محکمہ ہو'

آپ اس سے بات کر کے اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کریں گے' تو میرے خیال میں اسے ایوان میں admit کر کے ہمیں discuss تو نہیں کرانا چاہیے لیکن اگر اس پر اتنی بات ہو جائے تو مناسب ہے۔

**وزیر مواصلات و تعمیرات:** جناب سپیکر! میں معزز رکن کی اس بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ یہ انتہائی اہم سڑک ہے اور اس کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ ہے۔ جناب والا! جیسے میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ یہ ابھی تک پروشائز نہیں ہوئی' لہٰذا ہمارا محکمہ تو ان کی کوئی خدمت نہیں کر سکتا۔ یہ چیئرمین ضلع کونسل سے متعلقہ ہے۔ میں یقیناً اس کو ڈی۔او بھی لکھوں گا اور منسٹر لوکل گورنمنٹ کی خدمت میں بھی درخواست کروں گا کہ وہ ضلع کونسل کے وسائل سے اس سڑک کی مرمت کروا دیں۔

**جناب سپیکر:** جی! یہ درست بات ہے۔ چودھری نور محمد تارڑ صاحب اس کو پریس نہیں کرتے ہیں۔ اب ہم باقاعدہ طور پر تحاریک التوائے کار کو Turn by turn ٹیک اپ کرتے ہیں۔

**ملک طیب خان اعوان:** پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! یہ مسئلہ صرف ایک سڑک کا نہیں ہے۔ پنجاب میں گورنمنٹ نے کروڑوں اور اربوں روپے لگا کر لوکل گورنمنٹ کے ذریعے یا ضلع کونسل کے ذریعے جو سڑکیں بنائی ہیں ان بارشوں میں تمام میں گڑھے پڑ چکے ہیں اور اگر ان کی حالت کو درست کرنے کا کام کسی محکمے کے ذمے نہ لگایا گیا تو اس کا مطلب ہے وہ تمام روپے ضائع ہو جائیں گے' اس لیے کرم نوازی کر کے اس مسئلے پر غور کیا جائے اور بیلداروں کی بھرتی کر کے ان کو بچایا جائے' ورنہ وہ اربوں روپیہ ضائع ہو جائے گا۔

**جناب سپیکر:** ملک صاحب اس کو تو پنجاب میں Overall سڑکات کے معاملے کے حوالے سے ایوان میں ٹیک اپ کیا جا سکتا ہے۔ اس تحریک التوائے کار پر تو فیصلہ ہو گیا۔ مگر آپ کی بات بڑی قیمتی ہے' اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔

فرید احمد پراچہ صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر 58 ہے۔ جی پراچہ صاحب۔

## محکمہ تعلیم کے سکولوں میں بلا ضرورت تعینات اساتذہ کی تنخواہوں کے اخراجات

**جناب فرید احمد پراچہ:** میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ

روزنامہ "جنگ" کے ایک سروے کے مطابق لاہور میں محکمہ تعلیم کے سٹی ڈویژن میں 20 سکولوں کے 134 اساتذہ گزشتہ پانچ سالوں سے بغیر پڑھائے تنخواہیں لے رہے ہیں۔ ایسے کئی ادارے ہیں' جن کی نہ عمارتیں ہیں اور نہ ہی طلبہ' جبکہ عملہ ہر ماہ 3 لاکھ 55 ہزار روپوں کی تنخواہیں وصول کر رہا ہے۔ بعض اساتذہ نے طلبہ کے جعلی رجسٹر بنا رکھے ہیں' کئی اساتذہ بیرونی ملک جا چکے ہیں۔ بعض اپنا کاروبار کرتے ہیں۔ کئی اساتذہ نے سروے ٹیم کو بتایا کہ وہ گزشتہ 9 سال سے کسی طالب علم کو ایک لفظ پڑھائے بغیر تنخواہ لے رہے ہیں' ایک استاد نے یہ بتایا کہ 1983ء سے 1987ء تک وہ 9 بچوں کی فیسیں خود دیتے رہے' ایک ہیڈ ماسٹر نے یہ بتایا کہ وہ چار ایم اے کر چکے ہیں۔ بے کار بیٹھے ہیں اور وہ محکمہ اپنی ناقص پالیسیوں سے اساتذہ کو حرام کھلانے پر تلا ہوا ہے۔ یہ نیشنلائز سکول ہیں۔ اب عمارتوں اور طلبہ کے بغیر ہمیں حکومت اپنی مجرمانہ غفلت سے کروڑوں روپیہ کا سرمایہ خرچ کر رہی ہے۔ ایسے اساتذہ کو دوسرے سکولوں میں منتقلی کر کے اس ناروا بوجھ سے مدتوں پہلے بچایا جا سکتا تھا یا ان کے لیے عمارتیں تعمیر کی جاتیں۔ تاکہ قومی دولت کا ضیاع نہ ہوتا' یہ معاملہ فوری نوعیت کا ہے۔ اس لئے گزارش ہے کہ اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر کے اس اہم موضوع کو زیر بحث لایا جائے۔

(اس مرحلہ پر ڈاکٹر سید خاور علی شاہ صاحب کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! فاضل رکن نے جس سروے رپورٹ کو اپنی تحریک التوائے کار کی بنیاد بنایا ہے اس رپورٹ کی نہ تو کوئی کاپی دی گئی ہے اور نہ ہی یہ بتایا گیا کہ کس تاریخ کو یہ سروے رپورٹ شائع ہوئی تھی۔ اس سے نہ ہی اس بات کا پتا چل رہا ہے کہ یہ سروے کس شخص نے کیا تھا اور اس کی authenticity کیا ہے۔ اس میں انہوں نے مختلف موضوعات پر اپنا اظہار خیال کیا ہے۔

جناب سپیکر! جب یکم اکتوبر 1972ء کو جب تعلیمی ادارے نیشنلائز ہوئے تو اس وقت یہ ادارے تنگ گلیوں میں کرائے کے چھوٹے مکانوں میں چل رہے تھے اور نیشنلائزیشن کے بعد ان اداروں کی حالت بگڑتی چلی گئی اور ٹیکنیکل بنیاد پر ہمارے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ ہم ان اداروں کی مرمت کروا سکیں' کیونکہ ہمارا پیسہ صرف گورنمنٹ کی پراپرٹی پر لگ سکتا ہے۔ دوسری طرف اداروں کے مالکان اداروں کی مرمت سے لاپرواہی برتتے تھے اور وہ اس خیال سے لاپرواہی برتتے تھے کہ جب اس ادارے کی حالت خراب ہو جائے گی تو لامحالہ سکول شفٹ ہو جائے گا۔ چنانچہ ان ہی حالات کی وجہ سے کافی سکولز جو نیشنلائز ہوئے تھے' ان کو مکانات کی خراب صورت حال کے پیش نظر دوسری جگہ پر شفٹ کرنا پڑا۔ بعض جگہ مناسب جگہ نہ ملنے کی وجہ سے گورنمنٹ کے اداروں میں سیکنڈ شفٹ کرنی

پڑی۔ چونکہ ہمارے ملک میں سیکنڈ شفٹ کا رجحان کم ہے۔ اس کی وجہ سے جو بچے سیکنڈ شفٹ میں داخلہ لیتے تھے' وہ سکول چھوڑ کر جانے لگے اور بعض دفعہ تو ایسی صورت حال آ گئی کہ سکول بھی موجود تھا' ٹیچرز بھی موجود تھے اور سٹوڈنٹس نہیں تھے۔ جناب والا! جن سکولوں کی تعداد بتائی گئی ہے وہ اس وجہ سے Surplus ہو گئے' کیونکہ نہ تو ان سکولوں کی عمارتیں تھیں' نہ ہی وہاں پر طلبہ تھے اور جناب والا! ہم نے یہ مسئلہ پہلے ہی ٹیک اپ کیا ہوا ہے اور ہم یہ کوشش کر رہے ہیں کہ ان اداروں کے جو ٹیچرز Surplus ہوئے ہیں' ان کو دوسرے اداروں میں کھپایا جا سکے۔ چنانچہ ہم نے 67 اساتذہ کو پہلے ہی دوسرے اداروں میں کھپایا ہوا ہے اور ہم یہ کوشش کر رہے ہیں کہ آنے والے وقت میں ان فاضل اساتذہ کو موجودہ اداروں میں کھپا دیا جائے۔ جناب والا! ہماری یہ مجبوری ہے کہ وہ حکومت کا ملازم ہے اور اس کو ہم نے بہرحال تنخواہ دینی ہے۔ اسی وجہ سے یہ مسئلہ پیدا ہوا ہے' لیکن یہ مسئلہ اتنا بڑا نہیں ہے کہ اسے بڑھا چڑھا کر پیش کیا جائے۔ جیسے انہوں نے فرمایا ہے کہ اساتذہ نے طلباء کے جعلی رجسٹر بنائے ہوئے ہیں۔ اگر ان کے سکول میں کوئی طالب علم نہیں تو ان کے لئے کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوتا کہ صرف کارگزاری کو ظاہر کرنے کے لئے جعلی طلباء کے رجسٹر بنا دیں' وہ ہمیں بتا سکتے ہیں کہ ہمارے سکول میں اس وقت طلباء نہیں ہیں۔ کئی سکول ایسے ہیں کہ جو کہتے ہیں کہ ہمارے پاس ٹیچر نہیں ہیں۔ کیونکہ دوسری شفٹ میں طلباء نہیں آتے۔ پھر یہ کہہ رہے ہیں کہ اساتذہ بیرون ملک جا کر اپنا کاروبار کر رہے ہیں۔ جناب سپیکر! میری ان سے گزارش ہوگی کہ یہ بے بنیاد الزام نہ لگائیں' اگر ان کے پاس کوئی ٹھوس ثبوت موجود ہیں تو وہ ہمیں دیں۔ اگر واقعی کوئی ایسا استاد ایسی صورت حال میں کام کر رہا ہے اور کام کیے بغیر تنخواہ لے رہا ہے تو ہم اس کے خلاف ایکشن لیں گے اور اسی طرح انہوں نے بتایا کہ گزشتہ 9 سال سے ایک لفظ پڑھائے بغیر تنخواہ لے رہے ہیں۔ یہ کوئی اتنا سنگین مسئلہ نہیں ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ جتنا کچھ کہا گیا ہے اس میں مبالغہ آرائی کی گئی ہے۔ لیکن میں اپنے فاضل دوست سے کہوں گا کہ اگر ان کے پاس کوئی ٹھوس ثبوت ہیں تو وہ میرے علم میں لائیں تاکہ ہم اس کا سدباب کریں' تو چونکہ ہم نے پہلے ہی یہ مسئلہ ٹیک اپ کیا ہوا ہے' اس لیے میں اپنے فاضل رکن سے گزارش کروں گا کہ وہ اس تحریک التوائے کار کو پریس نہ کریں۔

جناب چیئرمین: جی پراچہ صاحب!

جناب فرید احمد پراچہ: جناب والا! میں اپنی گزارش کے بعد اسے پریس نہیں کروں گا کہ پہلے مسئلے

کا انکار کیا گیا ہے اور پھر اعتراف بھی کیا گیا ہے۔ مسئلہ فی الواقع موجود ہے۔ پہلے کہا گیا کہ بے بنیاد بات ہے یہ بے بنیاد بات نہیں ہے۔ میں بھی ضلع مشاورتی بورڈ کا ممبر ہوں۔ اس میں یہ معاملہ ہر دفعہ زیر بحث آتا ہے کہ اساتذہ کی تعداد طلباء سے زیادہ ہے۔ ایسے بہت سارے سکول ہیں جہاں اساتذہ کی تعداد طلباء سے زیادہ ہے۔ قومی دولت کا ضیاع ہو رہا ہے۔ ان اداروں کو قومیائے ہوئے بیس سال سے زائد ہو گئے ہیں۔ اگر بروقت اس کا تدارک نہ کیا گیا تو اس سے قومی دولت کا ضیاع ہو گا۔ ادارے قائم کئے جائیں' انہیں بنایا جائے اور ان کے لئے اہتمام کیا جائے۔ اگر یہ سنجیدگی سے اس پر عمل کریں گے تو میں اسے پریس نہیں کرتا۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر سید وسیم اختر! (ایوان میں موجود نہیں تھے) اگلی تحریک التوائے کار نمبر 59 جناب فرید احمد پراچہ' اصغر علی گجر اور نور محمد تارڑ صاحب کی طرف سے ہے۔

## گندم کی سمگلنگ پر قابو پانے میں حکومت کی ناکامی

چودھری نور محمد تارڑ: یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اکنامک سروے آف پاکستان کے مطابق 30 جون 1992ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران 23 لاکھ ٹن گندم درآمد کی گئی۔ جبکہ گزشتہ سال 12 لاکھ دس ہزار ٹن گندم درآمد کی گئی تھی۔ اس طرح صرف ایک سال میں گندم کی درآمد دگنی ہو گئی ہے۔ جس سے یہ واضح ہے کہ حکومت گندم کی سمگلنگ پر قابو پانے میں ناکام رہی ہے۔ یہ حکومت کی ناکام زرعی پالیسی کی بھی علامت ہے کہ وہ اپنے کاشت کار کو معقول معاوضہ ادا نہیں کرتے' جبکہ 212 روپے فی من کی گراں قیمت پر گندم درآمد کرتے ہے جو بھارت سمگل ہو جاتی ہے۔ اس میں صوبائی حکومت اپنی ناکام پالیسیوں کے سبب اپنا قیمتی زرمبادلہ اپنے دشمن ملک کی ضروریات کے لئے صرف کر رہی ہے' چونکہ اس صورت حال کا سب سے زیادہ اثر صوبہ پنجاب پر پڑ رہا ہے' اس لئے گزارش ہے کہ اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر کے اس اہم مسئلہ کو زیر بحث لایا جائے۔

جناب چیئرمین: وزیر زراعت!

وزیر زراعت: جناب والا! فاضل دوست نے جو تحریک التوائے کار پیش کی ہے۔ اس میں ایک سے زیادہ مسائل کی نشان دہی ہو رہی ہے۔ اس لیے یہ ویسے بھی تحریک التوائے کار نہیں بنتی۔ اس میں

یہ فرماتے ہیں کہ گزشتہ سال کی نسبت گندم کی درآمد دگنا ہو گئی ہے۔ ایک تو یہ مسئلہ انہوں نے اٹھایا ہے' دوسرا یہ ہے کہ زرعی پالیسی ناکام ہو گئی ہے۔ تیسرا یہ فرماتے ہیں کہ کاشت کاروں کو معقول معاوضہ نہیں دیا جاتا۔ یہ تین مسائل انہوں نے اٹھائے ہیں۔ جناب والا! یہ آپ خود دیکھ لیں کہ کیا ایک تحریک التوائے کار میں تین مسائل اٹھائے جا سکتے ہیں؟ اگر ویسے ہی انہیں محکمہ زراعت سے گندم کے بارے میں یا ریٹس کے بارے میں کوئی مشکل ہے یا سپورٹ پرائس کے بارے میں بات کرنا چاہتے ہیں تو اس کے متعلق میں جواب دہ ہوں۔

جناب چیئرمین: چودھری صاحب! گندم کی سپورٹ پرائس بھی وفاقی حکومت ہی مقرر کرتی ہے' آپ سے متعلقہ نہیں ہے' درآمد بھی وفاقی حکومت ہی کرتی ہے' آپ تو نہیں کرتے اور سمگلنگ سے متعلق بھی وفاقی وزیر داخلہ جواب دہ ہیں۔ آپ یہ بات کیوں نہیں کرتے کہ یہ وفاقی حکومت سے متعلقہ موضوع ہے؟

وزیر زراعت: جناب والا! میں نے اس کی قانونی پوزیشن آپ کے سامنے پیش کی ہے کہ ایک تحریک التوائے کار میں ایک سے زیادہ مسائل کو اٹھایا نہیں جا سکتا۔ جناب والا! اگر اس پر مطمئن ہو جائیں تو مزید مسئلہ نہ اٹھایا جائے۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب والا! ان کا جو مدعا ہے وہ آپ پر بھی واضح ہے اور ان پر بھی واضح ہے۔ ان کا نکتہ یہ ہے کہ کسان کو گندم کی صحیح قیمت نہیں مل رہی۔ اس کے بارے میں صوبائی وزیر زراعت یہ یقین دہانی کرائیں کہ پنجاب حکومت مرکزی حکومت سے رابطہ کر کے اس مسئلے کو حل کروائیں گے تاکہ سمگلنگ بھی رک جائے۔ یہ تو دلائل ہیں کہ سمگلنگ بھی رکے اور اس کے ساتھ درآمد بھی بند ہو تاکہ جو زرمبادلہ خرچ ہو رہا ہے اس کی بچت ہو سکے۔

وزیر زراعت: جناب والا! میں یہ چاہتا تھا کہ تحریک التوائے کار کا یہی مقصد ہوتا ہے کہ فاضل دوست اپنے مقاصد کی بات اس ایوان میں کر سکیں۔ وہ ایسی بات کر رہے ہیں کہ جس کے لیے ہم بھی کوشش کرتے رہے ہیں اور ہم نے 167 روپے فی من کے حساب سے سفارش کر کے وفاقی حکومت کو بھیجی ہے۔ لہٰذا میں چاہوں گا کہ اگر معزز دوست کوئی ایسا Resolution وفاقی حکومت کو بھجوانا چاہتے ہیں تو یہ میرے ساتھ بیٹھ کر طے کر لیں اور متفقہ طور پر ہم ایک Resolution کی صورت میں اس کو وفاقی حکومت کو بھیجیں۔ یعنی تحریک التوائے کار کی صورت میں نہیں' بلکہ ایک متفقہ Resolution کی صورت میں وفاقی حکومت کو بھجوانا چاہتے ہیں تو اس پر ہمیں کوئی اعتراض

نہیں۔

چودھری نور محمد تارڑ: جناب سپیکر! میرے خیال میں محترم وزیر زراعت' میں اور پراجہ صاحب تینوں بیٹھ کر اس پر گفتگو کر لیں کہ اس پیداوار کو کس طریقے سے بہتر بنایا جا سکتا ہے اور کیا کیا سہولتیں زمیندار کو دے کر ہم زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کر سکتے ہیں۔

جناب چیئرمین: اس بارے میں آپ اور وزیر زراعت بیٹھ کر بات کر لیں۔ میرے خیال میں اب آپ اس کو پریس نہیں کریں گے؟

چودھری نور محمد تارڑ: جی ہاں! جناب میں پریس نہیں کرتا۔

## امن عامہ کی صورت حال پر بحث

جناب چیئرمین: تحریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے اور اب ہم امن عامہ پر بحث شروع کرتے ہیں۔ میں ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب سے درخواست کروں گا کہ وہ اظہار خیال فرمائیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب سپیکر! ہم یہاں ہر اجلاس میں امن عامہ پر گفتگو کرتے ہیں اور بحث و مباحثہ ہوتا ہے اور اس کے بعد معزز اراکین اپنی اپنی تجاویز اور مشورے پیش کرتے ہیں' لیکن اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ جرائم کی شرح اور امن عامہ کی خلل اندازی میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے' بجائے اس کے کہ اس میں کچھ کمی آئے اور حکومت ان تمام تجاویز اور مشوروں پر عمل کرنے کے بعد اصلاح احوال کرے اور یہ دیکھے کہ یہاں معاشرے میں کیوں دن بدن اتنا بگاڑ پیدا ہو رہا ہے۔ لیکن مجھے نہایت افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہاں شستند' گفتند اور برخاستند کی کیفیت طاری ہے اور ہمیں اس کے ٹھیک ہونے کی اب بھی کوئی توقع نہیں۔ اس موقع پر میں ایک شعر پڑھنا چاہتا ہوں کہ:

ہم کو شاہوں کی عدالت سے توقع تو نہیں
آپ کہتے ہیں تو زنجیر ہلا دیتے ہیں

میں اپنا فرض سمجھتے ہوئے اور عوام کی طرف سے جو ذمہ داری مجھ پر عائد ہوئی ہے' اس کو نبھاتے ہوئے چند تجاویز پیش کرنا چاہتا ہوں' اس امید پر کہ شاید حکومت وقت ان پر کوئی مفید' کارآمد اور عملی اقدامات کرے' تاکہ ہم اس مسئلے کو صحیح طور پر حل کر سکیں۔

جناب سپیکر! آج تک انسان نے اپنی ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے' اور اپنی اجتماعی زندگی

گزارنے کے لئے جتنے بھی ادارے قائم کئے ہیں' ان میں سب سے زیادہ بنیادی اہمیت کی حیثیت رکھنے والا ادارہ حکومت ہے' ریاست ہے اور عوام اس حکومت کو اپنے اعتماد اور اپنی اکثریت کے بل بوتے پر منتخب کرتے ہیں اور حکومت کو یہ اختیار دیتے ہیں کہ وہ نہ صرف یہ کہ ٹیکس عائد کر سکے بلکہ ٹیکسوں کے ساتھ ساتھ وہ اس ملک میں نظم و ضبط اور امن و امان قائم کرے۔ لوگوں کی جان و مال' عزت و آبرو کو محفوظ کرے اور پھر اجتماعی عدل' سماجی فلاح و بہبود' بھائی چارے کی ایک فضا قائم ہو' جس میں لوگ امن اور شانتی کے ساتھ رہ سکیں۔ لوگوں کے مسائل اور مصائب کو حل کرنا حکومت کا ایک بنیادی فرض ہے۔ مجھے نہایت افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ آج کی حکومت کے پیش نظر اس قسم کا کوئی نصب العین یا اعلیٰ و ارفع مقاصد نہیں اور حکومت صرف اس کام میں مصروف ہے کہ کس طرح ہم اپنی کرسی کو دوام بخشیں' کس طرح ہم زیادہ سے زیادہ اپنی کرسی کو قائم رکھ سکتے ہیں اور برسر اقتدار رہیں۔ ملک کے سارے وسائل' ملک کی ساری مشینری' افرادی مشینری اور مالی مشینری اسی مقصد کے لئے خرچ ہوتی ہے کہ ہم کس طرح اپنے اقتدار کو دوام بخشیں۔ جہاں تک اس ملک میں بدنظمی اور بدانتظامی کا تعلق ہے' میں آپ کو یہ پورے دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ اس قدر خراب ہو چکا ہے کہ ہم پورے وثوق سے یہ کہتے ہیں کہ جو لوگ اس ملک میں آئین کو پامال کرتے ہیں' جو لوگ اس ملک کے قانون کی مٹی پلید کرتے ہیں' جو لوگ اس ملک میں اپنے پرچم کی توہین کرتے ہیں' عورتوں کو اغواء کرتے ہیں اور ان کی عزت سے کھیلتے ہیں اور اس ملک کے بے گناہ' مجبور انسانوں کو تشدد اور لاقانونیت کا نشانہ بناتے ہیں اور کھلے عام بغیر کسی ڈر و خوف کے تخریب کاری اور دہشت گردی کے مرتکب ہوتے ہیں' ان کے لئے حکومت نے کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ (قطع کلامیاں) جناب سپیکر! توجہ فرمایئے اور اس ہاؤس کو in order کیجئے۔

جناب چیئرمین: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب سپیکر! مجھے آج نہایت افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ آج آپ اس ملک میں کسی کو قتل کر دیں' کسی کو اغواء کر لیں' کسی کو لوٹ لیں' آپ کسی کی عصمت دری کر دیں تو آپ کو یہاں کوئی پوچھنے والا نہیں' کوئی احتساب نہیں' کوئی قانون نہیں اور اس ملک میں قانون کے ہوتے ہوئے بھی لاقانونیت ہے اور اس ملک میں پولیس کے ہوتے ہوئے بھی کسی کی جان و مال محفوظ نہیں اور مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس ملک میں حکومت حقیقتاً نہیں ہے' لیکن بظاہر نظر آتی ہے کہ ایک حکومت ہے۔ لیکن اس حکومت سے ہم کیا فوائد حاصل کر رہے ہیں؟ آج کسی

کی جان، مال، کسی کی عزت و آبرو محفوظ ہے؟ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آج ہمارے ہاں یہ جو ٹرمز رائج ہیں' بوٹی مافیا' ڈرگ مافیا' قبضہ گروپ' گارڈ فادر اور پھر آج کل گینگ ریپ کی اصطلاحات نظر آتی ہیں۔ ان تمام لوگوں کو جو عورتوں کی عزت لوٹنے والے ہیں' آج تک کوئی سزا ملی ہے؟ آج کل ان کو کھلی چھٹی دی ہوئی ہے کہ یہ جس طرح چاہیں' جو چاہیں کریں یہاں تک کہ کراچی میں آرمی نے 72 آدمیوں کی نشان دہی کی کہ یہ ہمیں مطلوب ہیں' اس لئے کہ یہ تخریب کار ہیں' دہشت گرد ہیں اور ان کو پولیس یا آرمی کے حوالے کیا جائے لیکن یہاں کون ہے جو ان لوگوں کو پولیس یا آرمی کے حوالے نہیں کرتا؟ اس کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ ہم مجرموں کو بالکل کچھ نہیں کہتے۔ ہمارے معاشرے میں ایک اور نئی فلاسفی پنپ رہی ہے اور اس کی پوری طرح اجازت مل رہی ہے کہ آپ برائی سے نفرت کریں' برے آدمی سے نفرت نہ کریں' بلکہ اس کو معزز سمجھیں اور حالت یہ ہے کہ آج ایک راشی کو ہم معاشرے میں عزت دیتے ہیں۔ اس کا احترام کرتے ہیں' اس کو معزز بنا کر پیش کرتے ہیں۔ ایک قاتل اور غنڈے کو ہم کچھ نہیں کہتے۔ اس کو کھلی چھٹی دی جاتی ہے کہ وہ جس طرح چاہے دندناتا پھرے اور اس پر کوئی آدمی' پولیس' حکومت کی انتظامیہ قابو نہیں پا سکتی۔ میں یہاں وزیراعظم صاحب کی ایک نشری تقریر جس میں انہوں نے اس ملک کی حالت بیان کی ہے' کے کچھ اقتباسات آپ کے سامنے بیان کرنا چاہتا ہوں جو کہ ان کے اپنے الفاظ میں ہیں۔

انہوں نے یہ اعتراف کیا کہ اس وقت پاکستان 9 سو ارب روپے کا مقروض ہے' بدعنوانی ہمارے معاشرے کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی ہے' ہر شخص بدعنوانی کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے' ناانصافی کو لگام نہیں مل رہی' انصاف طلب کرنے والے غریب دربدر مارے مارے پھرتے رہتے ہیں۔ جو صاحب اثر ہیں' وہ ناانصافیوں کو انصاف کا روپ دے کر اپنے دامن ظلم سے بھر رہے ہیں۔

تخریب کار اپنے اپنے شکار کی تلاش میں سرگرداں نظر آتے ہیں۔ لوگ قانون کو موم کی ناک سمجھ کر جس طرح چاہیں موڑ لیتے ہیں' بدعنوانی سے نکلنے کی خواہش رفتہ رفتہ اس معاشرے سے ختم ہو رہی ہے۔ اب آپ یہ دیکھئے کہ اس ملک کا وزیراعظم اپنی بے بسی اس طرح ظاہر کر رہا ہے' جس طرح ایک عام آدمی اپنے گھر میں بیٹھ کر اس ظلم و ستم اور ناانصافی کا رونا روتا ہے۔ وزیراعظم بھی اسی طرح اقرار کرتے ہیں کہ ہمارے معاشرے میں یہ حالت ہو چکی ہے' لیکن سوال یہ ہے کہ اگر وزیراعظم صاحب کو ان تمام چیزوں کا احساس ہے' انہیں ان ساری چیزوں کا علم ہے اور ان کے پاس باقاعدہ Agencies ہیں' جو انہیں ہر روز بروقت رپورٹیں پیش کرتی ہیں' اس کے باوجود وہ کیوں

اتنے نااہل اور بے بس ہیں' کہ وہ ان تمام برائیوں کا ازالہ نہیں کر سکتے' ان کا تدارک نہیں کر سکتے' ان کا سدباب نہیں کر سکتے؟ اب سوال یہ ہے کہ اگر ایک عام آدمی کی طرح وزیراعظم بھی معاشرے کے ان تمام ناسور اور برائیوں کا رونا روتا ہے اور وہ اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتا تو پھر ایک عام آدمی اور وزیراعظم میں کیا فرق ہے؟ میں آپ سے صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کیا پولیس کو' انتظامیہ کو یا حکومت کو یہ معلوم نہیں کہ کس قدر' کس کس جگہ' ہمارے اپنے اپنے علاقوں میں ضلعوں میں ڈویژن میں جوئے کے اڈے ہیں' بدکاری کے اڈے ہیں؟ اور پھر راشی کہاں کہاں چھپے بیٹھے ہیں؟ کس جگہ منشیات تقسیم ہوتی ہے؟ اور کہاں کہاں تقسیم ہوتی ہیں؟ پولیس والے سب کچھ جانتے ہیں نہ صرف پولیس والے بلکہ حکومت بھی ان لوگوں سے پوری طرح واقف ہے۔ پھر ان لوگوں کو چھپایا جاتا ہے' ان کے نام ظاہر نہیں کیے جاتے اور یہ بتایا نہیں جاتا کہ کون کیا ہے اور وہ کیا کر رہا ہے؟ اب جب یہ سارا کچھ ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہماری نیت نہیں ہے' ہمارا ارادہ نہیں ہے' ہماری خواہش نہیں ہے کہ ہم اس معاشرے کی اصلاح کریں اور ہم اس میں امن و امان قائم کریں۔ لوگوں کی جان و مال کی حفاظت کریں' اگر کسی شخص کا کسی حکومت کا صرف ارادہ اور نیت ہو' خواہش ہو کہ وہ اس معاشرے سے برائیاں ختم کرنا چاہتا ہے' نیکیوں کو فروغ دینا چاہتا ہے تو میں اب بھی یہ کہتا ہوں کہ کوئی مشکل کام نہیں۔ آسمان سے فرشتے نہیں آئیں گے جو ہمارے اس معاشرے کو صحیح کریں گے۔ ہم میں سے' انہی میں سے اور ہماری حکومت سارے کام سرانجام دے گی اور اس کے بعد جب یہ حکومت پوری طرح سنجیدگی سے عملی اقدامات نہیں کرے گی' ان تمام غنڈوں اور بدمعاشوں کو پکڑے گی نہیں' ظالموں کا قلع قمع نہیں کرے گی' یہ برائیاں دن بدن پھیلیں گی اور اس کے بعد کوئی کچھ نہیں کر سکے گا۔ ایک بنیادی اصول ہے کہ جس معاشرے میں ایک شریف آدمی کی کوئی عزت افزائی نہ ہو' کوئی قدر و قیمت نہ ہو اور اس کی حوصلہ افزائی کے لئے کوئی مشینری کام نہ کرے اور ایک ظالم اور غنڈے کو سزا دینے کے لئے کوئی مشینری حرکت میں نہ آئے' وہاں اس معاشرے میں برائیاں جنگل کی آگ کی طرح پھیلیں گی اور کوئی شخص نہیں روک سکے گا' اس لیے کہ وہاں نہ جزا و سزا کا تصور ہے اور نہ ہی وہاں کوئی قانون ہے اور نہ کوئی ایسا احتساب کرنے والا ہے۔ جب تک ہم اس قسم کی جزا و سزا کا تصور قائم نہیں کریں گے' جب تک ہم قانون کو پوری طرح عمل داری سے قائم نہیں کریں گے اور اس پر خود بھی عمل نہیں کریں گے' اس وقت تک معاشرے میں امن عامہ کبھی سدھر نہیں سکتی۔ میں آپ کو ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں کہ کوئی شخص جتنا بڑا ہے'

اتنا ہی اس کے لئے قانون کو پامال کرنا آسان ہے۔ وزیراعظم' وزیر اعلیٰ یا چیف سیکرٹری یا کوئی اور سمجھتا ہے کہ یہ معمولی سا قانون کا پرزہ یہ کاغذ کا پرزہ میرے راستے میں حائل ہوتا ہے' اور کہتا ہے کہ قانون کے مطابق آپ یہ کام نہیں کر سکتے' وہ اپنی توہین سمجھتا ہے کہ میں قانون پر پوری طرح کیسے عمل کروں اور قانون کو رد کرنے کے بعد قانون کو پامال کرنے کے بعد قانون کی مٹی پلید کرنے کے بعد وہ کام کر گزرتا ہے اور اس کے بعد یہ سمجھتا ہے کہ میں چونکہ وزیراعظم ہوں' میں چونکہ وزیر ہوں' میں چونکہ ایم پی اے ہوں' میں چونکہ ایم این اے ہوں' اس لئے کوئی قانون میرے راستے میں رکاوٹ نہیں بن سکتا اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ آج ہمارے معاشرے میں خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں اور یہ ایک پولیس سٹیٹ بن چکی ہے' جہاں ہم نے کھلی چھٹی دے رکھی ہے' جسے کہتے ہیں کہ ایک Anarchy ہے جو ہر طرف پوری طرح آ رہی ہے۔

**جناب چیئرمین:** ڈاکٹر صاحب! آپ اپنی تقریر کو Wind up کریں۔

**ڈاکٹر محمد افضل اعزاز:** جناب سپیکر! یہاں پر ہم نے ایک کرائم کنٹرول کمیٹی بنائی' جس کا مقصد یہ تھا کہ اس کے ذریعے اس ملک میں امن عامہ قائم کریں گے' جرائم کا خاتمہ کریں گے۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ کرائم کنٹرول کمیٹی کچھ عرصے کے بعد ختم ہو گئی اور ہم کچھ نہیں کر سکے۔ اس کے بعد ہم نے یہ کہا کہ ہم اس اقتدار کو منتقل کرنے کے بعد مشاورتی بورڈ بنانا چاہتے ہیں اور ایک احتسابی مشاورتی بورڈ بنایا گیا۔ اس احتسابی مشاورتی بورڈ میں پولیس کے افسران' ڈپٹی کمشنر اور انتظامیہ اور دوسرے تمام ایم پی ایز اور ایم این ایز رکھے گئے' لیکن اس کا کیا نتیجہ نکلا؟ کوئی نتیجہ نہیں نکلا' ہم نے اس حکومت میں تیسرا اقدام یہ کیا کہ ہم نے عارضی طور پر گورنر صاحب کو امن عامہ کا انچارج بنایا اور یہ کہا کہ شاید اس سے حالات بہتر ہو سکیں' سدھر سکیں' لیکن اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ گورنر صاحب نے باقاعدہ جائزہ لینے کے بعد سیالکوٹ گوجرانوالہ اور شیخوپورہ میں 500 غنڈوں کو پکڑا اور ان کو سزا دینے کی کوشش کی گئی اور اس کے بعد نتیجہ یہ نکلا کہ تمام بڑے بڑے اہل اثر لوگ آئے اور انہوں نے اوپر التجا کی کہ جناب' ان تمام لوگوں کو نہ پکڑا جائے' ان پر ہاتھ نہ ڈالا جائے' یہ لوگ معاشرے کے بڑے معزز افراد ہیں اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ گورنر صاحب سے وہ اختیارات واپس لے لیے گئے اور وہ اختیارات پھر واپس وزیراعلیٰ صاحب کے پاس آ گئے اور آج حالت یہ ہے کہ اگر ہم اسمبلی میں ان سے پوچھتے ہیں کہ خدا کے واسطے ہمیں ان لوگوں کے نام بتایئے' جن لوگوں نے فیصل ٹاؤن میں بدکاری کے اڈے قائم کر رکھے ہیں اور اس میں پوری طرح

ملوث ہیں تو یہاں پر ہمیں نام نہیں بتائے جاتے' ڈر خوف اس قدر ہے۔ آج میں یہ برملا کہنا چاہتا ہوں کہ حکومت کمزور ہو چکی ہے اور وہ اہل مراعات طبقہ' وہ تمام غنڈے اور بدمعاش اس قدر طاقتور ہیں کہ ان کے خلاف کچھ نہیں کر سکتی۔ لیکن اگر وہ چاہیں تو حکومت کو یکدم فوراً کرسی سے ہٹا سکتے ہیں' اقتدار سے ہٹا سکتے ہیں۔ جس معاشرے میں وزیراعلیٰ خود اعتراف کرے کہ جناب ان غنڈوں کے ہاتھ بڑے لمبے ہیں' ان کے پاس بڑا اثر رسوخ ہے' یہ بڑے طاقتور ہیں اور بڑی قوت والے ہیں' اس ملک میں آپ تصور کر سکتے ہیں کہ یہاں امن عامہ قائم ہوگا؟ لوگوں کے جان و مال کی ہم حفاظت کر سکیں گے؟ وہاں کبھی اس طرح نہیں ہوگا جب تک حکومت طاقتور نہیں ہوگی' جب تک حکومت یہ نہیں سمجھے گی کہ ہم کرسی سے تو جا سکتے ہیں' اقتدار سے تو دستبردار ہو سکتے ہیں' لیکن امن عامہ قائم کر کے رہیں گے۔

**جناب چیئرمین:** جناب ڈاکٹر صاحب! آج امن عامہ پر بحث کا آخری دن ہے اور بہت سارے مقرر حضرات نے بات کرنی ہے۔ آپ 15 منٹ سے زیادہ بات کر چکے ہیں۔

**ڈاکٹر محمد افضل اعزاز:** جناب سپیکر! میں نے دس منٹ بات کی ہے۔

**جناب چیئرمین:** آپ 15 منٹ بات کر چکے ہیں اور بہت دوست ہیں' جنہوں نے بات کرنی ہے' اب آپ مہربانی فرمائیں۔

**ڈاکٹر محمد افضل اعزاز:** ٹھیک ہے' جناب والا! شکریہ۔

**جناب چیئرمین:** جی' شیخ طاہر رشید صاحب۔

**شیخ محمد طاہر رشید:** نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم ○ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم' بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ جناب سپیکر! جب ہم امن عامہ پر بات کر رہے ہیں تو میں اس ایوان کی توجہ ذرا ماضی کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ برصغیر پاک و ہند کے اندر ایک ایسا نظام چل رہا تھا کہ جس کی نگاہیں اولیائے کرام کے ہاتھ میں تھیں۔ حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کا سکہ چلتا تھا' حضرت بہاؤ الدین ذکریا رحمتہ اللہ علیہ کا راج تھا' حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے افکار کی نمائش کی جاتی تھی۔ جناب سپیکر! یہ وہ سلسلے تھے کہ جنہوں نے تمام برصغیر کو محبت کے ایک ایسے رشتے میں باندھا ہوا تھا کہ مسلمانوں کا کردار' مسلمانوں کے افکار اور مسلمانوں کے اعمال کی وجہ سے دوسرے لوگوں نے اپنے مذاہب چھوڑ کر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھنا شروع کر دیا اور ان اولیائے کرام نے یہ تربیت دی تھی اور اپنے افکار کے اندر لوگوں کو یہ بات باور کرائی تھی کہ:

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

جناب سپیکر! یہ ایک ایسی فکر تھی کہ جس نے معاشرے کے اندر چھوٹے کو بڑے سے باادب کر دیا تھا' جس نے معاشرے کے اندر ایک ایسا نظام برپا کیا ہوا تھا کہ ایک دوسرے کی عزت کی جاتی تھی۔

جناب والا! اس کے بعد فرنگی دور آیا اور وہ دور اس نظام سے اتنا پریشان تھا اور وہ چاہتا تھا کہ اس نظام کو کسی طرح Collapse کر دیا جائے' ختم کر دیا جائے اور مسجد و منبر کی تکریم کو دلوں سے ختم کر دیا جائے۔ اس ناپاک کوشش کے لئے فرنگی نے بدمعاشوں کا ایک ایسا گروہ پیدا کیا اور ان کو جبہ اور دستار عطا کر دی گئی' ان کو وضع قطع کے اعتبار سے پیش کیا گیا کہ اب ان اولیائے کرام کے جانشین یہ لوگ ہیں کہ جن کا کردار ویسا نہیں ہے' جن کے اعمال ویسے نہیں ہیں' جن کے قول و فعل کے اندر تضاد ہے۔ نتیجتاً لوگ اسلام سے اور اولیائے کرام سے روگردی اختیار کرتے چلے گئے۔ لیکن انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ جیسے حضرت سلطان باہو نے فرمایا:

جینا تا انہاں دا جینا باہو
قبر جنہاں دی جیندی ہو

آج بھی ان کی قبریں جی رہی ہیں' ان کے افکار پہلے سے زیادہ منور ہیں' ان کا کرم اور فضل پہلے سے زیادہ منور ہے' یہ بدقسمتی ہے کہ ان کے کچھ پروردہ لوگ کہ جن کے اوپر اس انگریز نے Investment کی ہوئی تھی' آج اس دھرتی کے امن و امان کے گہوارے کے اندر خلفشار پیدا کرنے کے لیے اپنی کاوشیں کر رہے ہیں' لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وہ کبھی بھی اپنے ان ناپاک عزائم میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔

اور جناب سپیکر! یہ ایوان اس بات پر متفق ہے کہ جب تک بے روزگاری کا مسئلہ حل نہیں کیا جائے گا اس وقت تک امن عامہ کا مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ جب لاڑکانہ تشریف لے گئیں تو انہوں نے فرمایا کہ 15 لاکھ درخواستیں بے روزگار لوگوں نے انہیں دی ہیں۔ جناب سپیکر! آج اپوزیشن لمبی چوڑی باتیں کر کے عوام کو یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہی ہے کہ چونکہ حکومت نے نوکریوں پر پابندی لگائی ہوئی ہیں اور نوجوانوں کو روزگار نہیں مل رہا' اس لئے بے روزگاری کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا ہے' جس کو حل کرنے کے لئے حکومت ناکام ہو گئی ہے۔ جناب

سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں اور ان لوگوں سے گزارش کر رہا ہوں کہ اس ملک کے اندر اگر نوجوان کو روزگار دلوانا ہے تو اس ملک کے اندر پھر صنعتیں لگانی ہوں گی' اور یہ پہلی مرتبہ ہے کہ جن لوگوں نے اس کے نظام کو درہم برہم کرنے کے لئے صنعتوں کو قومی تحویل میں لے لیا تھا' ان لوگوں نے روزگار کے مواقع بند کر دیئے تھے' آج ہماری حکومت نے آکر لوگوں کے لئے روزگار کے دروازے کھولے' ملک کے اندر انڈسٹریز لگانے کے لئے لوگوں کو ترغیب دی۔ لوگوں کو روزگار فراہم کرنے کے لئے مواقع فراہم کئے' لیکن جناب سپیکر آج پھر یہ لوگ عوام کو Exploit کرنے کی جو سازش کر رہے ہیں' ان لوگوں نے نج کاری اور صنعت کاری کی پالیسی تہ و بالا کرنے کے لئے تحریکیں چلانے کا آغاز کر دیا ہے۔

جناب محمد حنیف چودھری: جناب والا! شیخ طاہر رشید صاحب! امن عامہ پر بات کر رہے ہیں؟

جناب چیئرمین: امن عامہ پر کچھ بھی بات ہو سکتی ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! میں انشاء اللہ الرحمٰن ایک لفظ بھی ادھر ادھر نہیں کہوں گا۔

جناب چیئرمین: آپ اپنی تقریر کر سمیٹیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: میں امن و امان کے متعلق ہی بات کر رہا ہوں۔ جناب سپیکر! جب پیٹ کے اندر روٹی نہیں ہوگی۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب والا! شیخ صاحب کی تقریر کا وقت ختم ہو چکا ہے۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب والا! میں محترم ڈاکٹر صاحب سے آدھا وقت لوں گا۔

جناب چیئرمین: پھر آدھا وقت تو ہو چکا ہے۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب والا! یہ کوشش کی گئی کہ لوگوں میں انتشار پیدا کیا جائے۔ جناب والا! وہ لوگ بھی جمہوریت کی باتیں کرتے تھے' آئیں اور آج ان جمہوری اداروں کے اندر اپنے موقف کو ثابت کریں' اپنے موقف کو باور کروائیں' اس معزز ایوان میں جو پنجاب کی نمائندگی کر رہا ہے۔ اپنے جمہوری انداز کے ساتھ حکومت کے خلاف تحریک عدم اعتماد پیش کریں۔ حکومت کو یہ باور کروائیں کہ حکومت جو کچھ کر رہی ہے' وہ غلط کر رہی ہے۔ لیکن جناب سپیکر! ان کی جو زبان ہے' وہ جمہوری زبان نہیں ہے۔ ان کے مقاصد صرف اور صرف یہ ہیں کہ اس مملکت خداداد پاکستان کے اندر خلفشار برپا کیا جائے۔ ان کا مقصد عوام کی ہمدردی نہیں' بلکہ عوام کے اندر خلفشار اور بے چینی کی فضا پیدا کرنا ہے اور جب یہ بے چینی کی فضا قائم ہوگی تو جناب سپیکر! وہ لوگ جو اس مملکت خداداد

پاکستان کے اندر صنعتیں لگانا چاہتے ہیں' وہ لوگ جن کے لئے پاکستان آج ایک چارمنگ کنٹری ہے' وہ چاہتے ہیں کہ ہم اس ملک کے اندر صنعتیں لگائیں' آج جب انہیں یہ پتہ چلے گا کہ ایک کال دے دی گئی ہے' یہاں پر تحریک چلنے کا آغاز ہو رہا ہے۔ یہاں پر خلفشار پیدا ہونے والا ہے' پھر وہ کون بے وقوف ہے جو اس پاکستان کے اندر آ کر انڈسٹری لگائے گا؟ اور جناب سپیکر! سٹاک مارکیٹ تباہ ہے۔ محترمہ بے نظیر بھٹو کی طرف سے ایک بیان دیا جاتا ہے اور شیئر مارکیٹ زمین کے اندر بیٹھ جاتی ہے تو مجھے بتایئے جناب سپیکر! پھر کون اس ملک کے اندر صنعتیں لگائے گا؟ اور جب تک اس ملک کے اندر صنعتیں نہیں لگیں گی' پھر کس طریقے سے آپ ملک سے بے روزگاری کو دور کریں گے اور جناب سپیکر! میں آخری بات کہہ کر اس معزز ایوان سے اجازت چاہوں گا۔ یہاں پر پولیس کی کارکردگی کے بارے میں بات ہوئی۔ میں یہ باور کروانا چاہتا ہوں کہ ہماری پولیس کوئی امریکہ کی پولیس نہیں' پولیس بھی اس معاشرے کا حصہ ہے اور جس طریقے سے اس پورے ایوان کے اندر مختلف فکر رکھنے والے لوگ بیٹھے ہیں' مختلف کردار کے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں' میں ان معزز سیاست دانوں کی خدمت میں یہ عرض کروں گا۔ جناب سپیکر میں ان معزز سیاستدانوں کی خدمت اقدس میں یہ گزارش کروں گا کہ:

یہ میرے دور کے رہنمائے وطن
جس طرف بھی گئے کربلا کر گئے

**جناب چیئرمین:** شکریہ شیخ صاحب تشریف رکھیں۔

**شیخ محمد طاہر رشید:** جناب سپیکر! یہ جس انداز میں کربلا برپا کر رہے ہیں' یہ کسی صورت میں بھی ملکی مفاد میں نہیں اور میں پولیس کی کارکردگی کے بارے میں یہ بات گزارش کروں گا کہ 1991ء میں 7334 مقدمات ایسے تھے' جو گزشتہ برس کی نسبت کم درج ہوئے۔ 51 قتل پچھلے سال کے مقابلے میں اس سال کم ہوئے۔ اور اسی طریقے سے جناب سپیکر! قابل تحسین ہیں یہ لوگ جو ڈاکوؤں کے گھروں میں جا کر فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔ یہ لوگ جو ڈاکوؤں کے پاس جا کر ان کے مرنے پر افسوس کرتے ہیں' میں اس معزز ایوان کی وساطت سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جو شہید ہوئے ہیں۔ پولیس کے جو افسران شہید ہوئے ہیں' جو پولیس کے جوان شہید ہوئے ہیں' مجھے آج اس ایوان کے اندر بتایا جائے کہ کتنے سیاست دان ہیں' جنہوں نے ان شہیدوں کے گھروں میں جا کر فاتحہ خوانی کی ہے۔
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین: چودھری واجد علی صاحب۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! میں ایک شہید کا نواسہ ہوں۔ مجھ سے پوچھیں کہ ایک آدمی کے شہید ہونے سے اس کے خاندان پر کیا بیتتی ہے؟ جناب سپیکر! لوگ لمبی چوڑی تقریریں جھاڑ دیتے ہیں۔ لمبی چوڑی باتیں کر کے ہاؤس کے اندر یہ باور کروانا چاہتے ہیں کہ جناب خلفشار بچ گیا۔ جناب سپیکر! صبح اخبار اٹھا کر دیکھتے ہیں تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ شام کا سورج کبھی نہیں ڈھلے گا اور آسمان گر پڑے گا۔ جناب سپیکر! ان سب باتوں کا کیا مقصد ہے؟ ان باتوں کا صرف اور صرف ایک مقصد ہے کہ ایک فرنگی پیداوار فرنگی فکر کی پیداوار' یہ وہ لوگ ہیں جن پر فرنگی آقاؤں نے انوسٹمنٹ کر رکھی ہے۔ جن کے اکابرین کے اوپر فرنگی آقاؤں نے انوسٹمنٹ کر رکھی ہے کہ اس مملکت خداداد پاکستان میں امن و امان قائم رکھنا نہیں چاہتے۔ لیکن انشاء اللہ الرحمٰن ان کے عزائم خاک کے اندر ملیں گے اور یہ پاکستان اولیائے کرام کے کرم سے حاصل ہوا ہے اور آج بھی ان کا کرم اور فیض اسی طرح سے جاری و ساری ہے' جس طریقے سے 1947ء میں تھا۔

جناب چیئرمین: شیخ صاحب شکریہ۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! صرف ایک بات کہنے کی اجازت دے دی جائے۔

جناب چیئرمین: شکریہ بس اپنی بات ختم کریں۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب والا! یہاں پر قاتلوں کے نام پوچھے گئے تھے۔ آج میں اس ایوان کے اندر قاتلوں کے نام بتاتا ہوں اور اگر ان میں جرات ہو تو میری تقریر کے بعد ان قاتلوں کا نام بتائیں۔ جناب والا! بہرام کے قاتل کون تھے؟ میں اس نوجوان کی ماں کا ماتم اس ایوان کے اندر کرنا چاہتا ہوں' مجھے بتائیں کہ وہ لوگ کون تھے کہ جنہوں نے بہرام کو قتل کیا۔ مجھے آج یہ بتائیں کہ وہ کون لوگ تھے؟ جس کے خلاف بہرام کے قتل کا پرچہ درج کروایا گیا۔ جناب سپیکر! مجھے بتایا جائے کہ عقار اعوان کے خلاف کس نے پرچہ درج کروایا تھا؟ جناب سپیکر! مجھے بتایا جائے کہ اس پرچے کے اندر کون لوگ گواہ تھے؟ مجھے ان اللہ والوں کے نام بتائیں' جنہوں نے بہرام کے قتل کو بیچ دیا تھا؟ جناب سپیکر! مجھے اس ایوان کے اندر یہ بتائیں کہ عقار اعوان کی کس طریقے سے ضمانت ہوئی؟ اور وہ کون سے اللہ والے تھے' جنہوں نے اس کا خون بیچا؟

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! تشریف رکھیں۔ شیخ صاحب بس کریں۔

شیخ محمد طاہر رشید: کس نے پیسے لئے' کتنے پیسے لئے؟ کتنے کلے کمائے؟ آج اس ماں کے دل سے

پوچھو جس کا جگر کا ٹکڑا چلا گیا۔

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! تشریف رکھیں۔ شیخ صاحب تشریف رکھیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب ارشاد حسین سیکھی: جناب والا! یہ ایسے نہیں بیٹھیں گے۔

جناب چیئرمین: جناب واجد علی خان صاحب۔

جناب شوکت داؤد: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! کیا یہ درست ہے کہ سپیکر جتنی بار بھی رولنگ دے' لیکن متعلقہ ممبر جب تک اپنی بات چاہے کرے' کیا اس طرح سے ایوان کا استحقاق مجروح نہیں ہوتا؟

جناب چیئرمین: آپ کا پوائنٹ آف آرڈر درست ہے۔ جناب واجد علی خان صاحب۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری: پوئنٹ آف آرڈر' جناب سپیکر! جناب شیخ محمد طاہر رشید صاحب نے بڑے جذباتی انداز میں یہاں پر تقریر فرمائی۔ میں اپنے آپ کو احتساب کے لئے پیش کرتا ہوں اور ہاؤس سے یہ گزارش کروں گا کہ ایک تحقیقاتی کمیٹی بنا دی جائے' جو دونوں شہروں میں جا کر شیخ محمد طاہر رشید کا کردار اور ڈاکٹر شفیق کا کردار اور میں کسی اور کی بات نہیں کر رہا۔ تحقیقاتی کمیٹی صرف دو شہروں میں جا کر تحقیق کرے' تاکہ ہم اپنے آپ کو آئینے میں پیش کریں۔ لوگوں کے سامنے چیلنج پیش کریں کہ ہم ایک مثال ہیں۔ حضور والا! یہاں پر الزامات لگائے گئے۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر صاحب! یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا انہوں نے آپ کا نام نہیں لیا۔ آپ ذاتی نکتہ وضاحت پر بھی بات نہیں کر سکتے۔

شیخ محمد طاہر رشید: اس کے لئے ضابطہ موجود ہے۔

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب والا! ضابطہ موجود ہے۔ میں نکتہ ذاتی وضاحت پر بولنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ ضابطہ ہے' آپ نے پہلے کون سے ضابطے کی بات کی ہے؟ جناب واجد علی خان صاحب۔

چودھری واجد علی خان: نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ جناب والا! آج اس پر متانت اور سنجیدہ ایوان میں ملکی استحکام کے اہم عنصر یعنی امن عامہ پر بحث ہو رہی ہے۔ دیانت اور حب الوطنی کا یہ تقاضا ہے کہ ہم اپنے وطن کی سرزمین پر بدچلنی' بدامنی اور انتشار کی قوتوں کا مقابلہ باہمی اتحاد اور اتفاق سے کریں۔ مزید بدامنی کا سہارا لے کر بدامنی کے ماحول کو سازگار نہ کریں

اور ملی انتشار کی آندھیوں کا موسم برپا نہ کر دیں۔ جناب والا!

موسم بھی ہواؤں کو سنورنے نہیں دیتے
شاخوں پہ نئے پھول ابھرنے نہیں دیتے

جناب والا! (محترم قائد حزب اختلاف جب گفتگو کا آغاز کرتے ہیں تو ہم ہمہ تن گوش ہو جاتے ہیں کہ کوئی مثبت تجویز سامنے آئے گی۔ لیکن افسوس کہ جب ان کی گفتگو اختتام تک پہنچتی ہے تو بدگمانیوں کا ایک طویل دفتر اور غلط اندازوں کی ایک فہرست ایوان کو مزید بے چینی میں مبتلا کر جاتی ہے۔ جناب والا! صوبہ پنجاب' پاکستان' ایشیا اور نقشہ عالم سے جدا نہیں ہیں' بین الاقوامی حالات اور خارجی حادثات ہمارے صوبہ کو بھی متاثر کئے بغیر نہیں رہتے۔ یہ ایک شہری اور عمرانی حقیقت ہے کہ ابتری معاش بے چینی پیدا کرتی ہے اور اس سے بدامنی اور معاشرتی بے چینی کے رویے جنم لیتے ہیں' جو نہ صرف جنگل کی آگ کی طرح پھیلتے ہیں' بلکہ ماحول کو کشیدہ کر جاتے ہیں۔ جناب والا! اسی وجہ سے مفلسی اور بے مقصدی حیات کے رجحانات نے ہمارے نوجوانوں میں مایوسی کے جذبات پیدا کر دیئے ہیں اور مایوسی کے جذبات ہی جرائم کا پیش خیمہ ہوتے ہیں۔ جناب والا! شیخ طاہر رشید نے معاشی خوشحالی اور معاشی بدامنی پھیلانے والوں کے متعلق جو بات کی ہے' یہ آج کا موضوع نہیں ہے' پھر کسی وقت ذکر کروں گا۔ آج اکثر تنظیمیں اسلحے کی قوت سے مسلح ہیں اور ہر جگہ بدامنی کے پیچھے یہی منظم پارٹیاں اور ان کا کردار کارفرما نظر آتا ہے۔ مذہب اور اخلاق کے ادارے جنونیوں کی آماجگاہ اور ان کی تربیت گاہیں بن چکے ہیں اور انہیں مسلح کرنے میں پیش پیش ہیں۔ فرقہ واریت' گروہی مفادات کا تحفظ اور دنیا پرستی کی انتہا نے ہمارے معاشرتی رویوں کو اس حد تک پہنچا دیا ہے کہ دھونس' دھاندلی اور دباؤ کو وسیلہ ظفر سمجھنے لگے ہیں۔ جناب والا! ابھی پچھلے دنوں لوئر مال کے جلسہ میں ایک مقتدر سیاسی پارٹی کے رہنما اور ممتاز قانون دان نے بھرے جلسہ میں یہ نعرے لگوائے کہ ہم پاگل ہیں' اب ہم پاگل ہیں۔ جناب والا! ذرا غور فرمایئے کہ جب سیاسی رہنما مجنونانہ خطوط پر عوام کی تربیت کریں گے تو امن کیسے قائم ہو گا؟ جناب والا! مجھے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ اخباری رپورٹروں کا سہارا لے کر پچھلے دنوں یہاں جو تاثر دیا گیا' بدامنی پھیلائی گئی' میں سمجھتا ہوں کہ یہ بالکل غلط طریقہ تھا۔ میرے سامنے اخبارات کی رپورٹیں ہیں۔ جناب والا! جب ایک درخواست دی جاتی ہے تو اس میں اس کے مندرجات چاہے غلط ہی ہوں' لیکن لاء اینڈ آرڈر فورس کے ان اداروں پر اور حکومت پر عوام کا اعتماد متزلزل کر کے بے چینی کا باعث بنتے ہیں۔ میں اس سلسلے میں عرض

کروں گا کہ ایک خبر آئی تھی کہ سی آئی اے کے تین تھانے داروں نے دو افراد کو اغوا کر لیا۔ رہائی کے لئے تاوان کا مطالبہ' جناب والا! یہ بہت بڑی بات تھی۔ پنجاب جیسے صوبہ میں جو امن کا گہوارہ ہے یہ چیز ہر دردمند کے لئے لمحہ فکریہ تھی۔ میں جناب غلام حیدر وائیں صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں جنہوں نے جرات مندی سے اپنے اہلکاروں کو' چیف سیکرٹری اور آئی جی پنجاب کو حکم دیا کہ معاملے کی تہ تک پہنچو۔ جناب والا! یہ معاملہ عدالت میں پہنچا اور اس کے بعد عدالت کا فیصلہ ہے میں یہ بھی آپ کو بتاتا ہوں کہ وہ لوگوں جنہوں نے یہ درخواست دائر کی تھی' جس سے یہ تاثر ابھرا تھا کہ پنجاب میں lawlessness کی انتہا ہے۔ جناب والا! عدالت کا فیصلہ ہے۔ عدالت کے حکم پر ایڈووکیٹ جنرل نے انہی پریس والوں کو یہ رپورٹ کروایا کہ جنہوں نے یہ درخواست دی ہے۔ یہ تقریباً پچھلے بیس سال سے منشیات فروشی میں ملوث ہیں اور رٹیں درج کرنا ان کا پرانا پیشہ ہے۔ اسی طرح جناب والا! ابھی کل ہی کی بات ہے کہ یہ خبر تھی کہ سجادہ نشین کے بیٹے نے اغوا کر لیا اور یہ کل کا اخبار ہے جس میں لکھا ہوا ہے کہ خانقاہ شریف کے مشہور اغوا کیس کا ڈراپ سین۔ جناب والا! دونوں لڑکیوں نے مجسٹریٹ بہاولپور کی عدالت میں بیان قلمبند کروا دیا۔ جناب والا! یہ ہیں اخباری اطلاعات جن کی بناء پر یہاں چودھری فاروق صاحب نے اور ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب نے یہاں حوالے دیے ہیں۔ جناب والا! میں یہاں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پچھلے دنوں غریب عوام اور مظلوموں کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے ہماری پنجاب پولیس نے پچھلے بارہ ماہ میں گوجرانوالہ ڈویژن میں 18 جوانوں اور افسروں نے جام شہادت نوش فرمایا۔ اسی طرح میرے اپنے ضلع شیخوپورہ میں افتخار شہید ایک ڈی ایس پی تھا۔ وہ نماز پڑھ رہا تھا' مصلے پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ساتھ ایک مقتدر اخبار کا صحافی بھی تھا' وہ اپنے صحن میں بیٹھا ہوا تھا' وائرلیس سیٹ پر پیغام ملا کہ ایک ظالم نے ایک مجرم نے کسی بے گناہ کا خون بہایا ہے تو وہ ڈی ایس پی چیتے کی طرح جھپٹا۔ اس کا پیچھا کیا' اس کو واصل جہنم کیا اور خود بھی جام شہادت نوش فرمایا۔ اس کے ساتھ ایک صحافی بھی زخمی ہوا۔ آج تک اس کا کسی نے پتہ نہیں لیا۔ بزرگوں سے میری التماس ہے' ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب سے میری التماس ہے کہ کیا ان لوگوں کے لئے جنہوں نے بے شمار لوگوں کے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچایا کلمہ خیر کہنا شریعت میں نہیں ہے؟

(اس مرحلے پر جناب سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر: چودھری صاحب آپ کی تقریر کا وقت ختم ہوتا ہے۔

چودھری واجد علی خان: جناب والا! میں یہ دو چار تجاویز دینا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں ہمیں آج ٹائم کو Restrict کرنا ہوگا۔ اس لئے کہ آج فائنل ڈے ہے اور جو صاحبان اظہار خیال کرنا چاہتے ہیں' میرے پاس ابھی ان کے بہت سے نام باقی ہیں اور اس کے بعد آج چیف منسٹر صاحب بھی لاء اینڈ آرڈر پر بحث کو وائنڈ اپ کریں گے۔ میرے خیال میں ہمارے پاس پانچ منٹ سے زیادہ وقت نہیں ہے۔ ہر ایک معزز ممبر کو تین یا چار منٹ دیں گے تو تبھی آج یہ سب ممبران امن عامہ کی صورت حال پر بول سکیں گے۔ میرے خیال میں چودھری صاحب' میں ذرا اس کا جائزہ لے لوں کہ پوزیشن کیا ہے۔ آپ ایک منٹ میں اپنی بات کو مکمل کر لیں۔ اس کے بعد میں جائزہ لوں گا کہ کون کون صاحبان بات کرنا چاہتے ہیں اور ہمارے پاس ٹائم کتنا ہے اور مقرر کتنے ہیں' تاکہ ٹائم کی تقسیم ہو سکے۔

چودھری واجد علی خان: جناب والا! اس وقت میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ جو غلط درخواست بازی ہے اس کے رجحان کو روکنے کے لئے ایک قانون بنایا جائے یعنی تضیع اوقات کا قانون بنایا جائے تاکہ یہ حوصلہ شکنی ہو۔ اس وقت اگر کوئی درخواست دی جاتی ہے تو دفعہ 182 کے تحت آتی ہے' لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس کو قابل دست اندازی پولیس بنایا جائے تاکہ یہ حوصلہ شکنی ہو اور صرف درخواست بازی کی بنیاد پر جو بدامنی اور بے چینی پھیلتی ہے' اس کا تدارک ہو سکے۔ اسی طرح جناب والا! پولیس کی ذہنی' عملی اور اخلاقی پیشہ وارانہ تربیت کے لئے اعلیٰ تعلیمی کورس مرتب کئے جائیں اور پنجاب یونیورسٹی میں شعبہ کرمنالوجی کا اضافہ کیا جائے اور ایف اے' بی اے کے نصاب میں ٹریفک' جرائم کی بیخ کنی اور پولیس اور عوام کے باہمی تعلقات کے ابواب شامل کئے جائیں۔ اسی طرح جناب والا! اگر ہم حوصلہ' دیانت اور حب الوطنی کے جذبہ سے سرشار ہو کر اصلاح کی طرح قدم اٹھائیں گے تو یقیناً خوش حالی اور امن و چین ہماری دہلیز پر ہوں گے۔ جناب والا! پچھلے دنوں اخباری کٹنگز کا اور اخباری بیانات کا سہارا لے کر یہاں پراچہ صاحب نے ایک تحریک استحقاق پیش کی تھی۔ میں نے اس وقت بھی واضح کر دیا تھا' وہ میرا مطلب اور منشا اس وقت بخوبی سمجھ رہے تھے۔ جناب والا! یہ ہماری قیادت کی' میری پارٹی کی اور میری یہ Commitment ہے' یہ قول ہے کہ ہم اس ملک کے غریبوں کو سہارا دیں گے اور ظالموں کو کچلیں گے۔ لیکن اخبارات میں وہ چیز آئی جو میں کہنا نہیں چاہتا تھا۔ جناب والا! اگر اخباری خبروں کو وہ صحیفہ کامل سمجھتے ہیں تو جناب والا! وہ پھر ذرا اپنے آئینے میں اپنا چہرہ ملاحظہ فرمائیں۔ یہ راولپنڈی کا ہے اور یہ راولپنڈی کے اخباروں میں آیا ہے کہ

ایک مجرم کو چھڑانے کے لئے ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب تھانہ پہنچے اور وہاں تھانے دار کو اس مجرم کو چھڑانے کے لئے اور ناجائز اسلحہ برآمد کرنے کے لئے زور دیا اور جب اس تھانے دار نے کہا کہ جناب افضل اعزاز صاحب یہ اس طرح کی زبان استعمال کرنے سے مجرم صالحین نہیں بن سکتے تو اس دست مسیحائی نے جس کے ہاتھ میں سٹیتھو سکوپ ہونا چاہیے تھا' جوتی کھا کر اپنے استحقاق کے مجروح ہونے کا سوال کیا۔ میرے خیال میں اس کے گواہ بھی یہاں بیٹھے ہوں گے۔ اخبارات میں بھی یہ واقعہ آیا تھا۔

جناب سپیکر: شکریہ' چودھری صاحب! پوائنٹ آف آرڈر خانزادہ صاحب!

MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA: Sir, the case of Doctor Sahib is under judicial enquiry and he should not be made the victim of sarcasticism in the House which is against the Protocol.

جناب سپیکر: میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں۔ پوائنٹ آف آرڈر' میاں منظور احمد موہل صاحب۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جناب چیف منسٹر صاحب تشریف رکھتے ہیں۔ میرا نام بھی تقریر کے لئے تھا' لیکن میں اپنا نام واپس لیتا ہوں۔ کیونکہ جناب چیف منسٹر نے سارے حالات و واقعات پر تقریر کرنی ہے جو وہ کہیں گے ہم ان کی بھرپور تائید کرتے ہیں۔ اس لئے میں تو اپنا نام واپس لیتا ہوں۔

جناب سپیکر: سید طاہر احمد شاہ صاحب بھی تقریر سے اپنا نام واپس لیتے ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ: ہمارے تمام معاشرے کی اچھائیاں خرابیاں اسی میں محیط ہیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ بولنا چاہتے ہیں؟

سید طاہر احمد شاہ: جی ہاں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ (مداخلت) چودھری واجد علی خان صاحب! مہربانی سے اپنی نشست پر تشریف رکھیے۔

(جناب سپیکر نے فاضل اراکین سے باری باری دریافت کیا کہ کون صاحبان تقریر کرنا چاہتے ہیں)

غلام سرور خان صاحب! آپ بات کر نہیں چکے؟

جناب غلام سرور خان: جناب سپیکر! میں نے چٹ بھی بھجوائی تھی۔ میں اس بارے میں استدعا کرنا

چاہتا ہوں کہ کافی دوست امن عامہ کے مسئلے پر بات کرنا چاہتے ہیں اور جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ آج ہی کا دن اس مسئلے پر بات کرنے کے لئے ہے۔ میری گزارش ہوگی کہ اگر ایک دن کے لئے اضافہ کر دیا جائے تو تمام دوست اس اہم مسئلے پر آسانی کے ساتھ بات کر سکیں گے اور وقت کی بھی کوئی پابندی نہیں ہوگی۔ پہلے بتایا گیا ہے کہ دو دو تین تین منٹ دیئے جائیں گے۔

جناب سپیکر: آپ بات کر چکے ہیں؟

جناب غلام سرور خان: جناب سپیکر! میں نے ابھی بات کرنی ہے۔ اگر وقت بڑھایا جائے تب۔

جناب سپیکر: اگر نہ بڑھایا جائے تو نہیں کریں گے؟ ٹھیک ہے تو آج آپ بات نہیں کرنا چاہتے۔ علی حسن رضا قاضی صاحب! اگر آج وائنڈنگ اپ ہو پھر بھی بات کرنا چاہتے ہیں؟ رانا صاحب! پھر بھی کرنا چاہتے ہیں؟ اچھا تو ہمارے پاس نو صاحبان کے اسمائے گرامی ہیں۔ اگر ان کو پانچ پانچ منٹ دیئے جائیں تو دو بج جائیں گے۔ چیف منسٹر صاحب نے بھی امن عامہ پر بحث کو Wind up کرنا ہے وہ بھی وقت لیں گے۔ اس طرح اندازاً چار بج جانے کا امکان ہے۔

چودھری خادم حسین: جناب والا! ہم نے جنازے پر کاموکی بھی جانا ہے۔ اس لئے یا تو ایک دن کے لئے Extend کر دیں یا باقی جتنے حضرات جو رہ گئے ہیں وہ تقاریر نہ کریں۔

وزیر زراعت: جناب والا! چودھری عبدالوکیل صاحب کے جنازے کا وقت پانچ بجے ہے۔ اس لئے مناسب وقت بڑھائیں' ورنہ مشکل ہو جائے گی۔

جناب سپیکر: تو کچھ دوست رضاکارانہ طور پر وقت نہ لیں۔ لاء منسٹر صاحب! آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟

وزیر قانون: جناب والا! اس موضوع پر کافی معزز اراکین نے دونوں اطراف سے بات کر لی ہے تو اس پر تفصیل سے بحث ہو چکی ہے۔ ایوان میں دونوں اطراف کے خیالات پہنچ چکے ہیں۔ آج چودھری وکیل صاحب کے جنازے میں بھی اکثر دوست جانا چاہتے ہیں۔ اس صورت حال کو مدنظر رکھتے ہوئے میں تو آپ کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ قائد ایوان کو موقع فراہم فرمادیں اور وہ بات کر لیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔ اب دن بڑھانے والی بات تو مشکل ہے' کیونکہ ہم نے قانون سازی بھی کرنی ہے' کیونکہ ہمارا Main کام تو قانون سازی ہے۔ ہم دوسرے کاموں کو ترجیح دیتے ہیں اور قانون سازی کی ترجیح بہت نیچے چلی جاتی ہے جو کہ ہماری اولین ترجیح ہونی چاہیے۔ دونوں اطراف کے دوستوں سے بھی آپ کے توسط سے میری یہی گزارش ہوگی کہ اگر چودھری عبدالوکیل

صاحب کے جنازے پر نہ جانا ہوتا تو چار بجے تک بیٹھے رہتے۔ اس میں کوئی ہرج والی بات نہ تھی۔ یہاں سے جا کر معزز اراکین تھوڑی بہت تیاری کریں گے اور پھر جائیں گے تو اس کے لئے بھی انہیں کچھ وقت کی ضرورت ہوگی۔ پھر سفر بھی ہے۔ اس صورت حال میں جناب والا! مناسب سمجھیں تو قائد ایوان کو دعوت فرمادیں تو زیادہ موزوں رہے گا۔

جناب سپیکر: اپوزیشن کے دو معزز اراکین علی حسن رضا قاضی اور رانا ثناء اللہ صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔ تو کیا خیال ہے آپ کا دو حزب اختلاف سے اور دو حکومتی بنچوں سے صاحبان بول لیں؟ تو حکومتی بنچوں سے کون سے دو صاحبان بولیں گے؟ میرے پاس یہ نام ہیں احمد خان بلوچ صاحب' ریاض فتیانہ صاحب' سید طاہر احمد شاہ صاحب اور حاجی افضل چن صاحب' تو ان میں سے کون دو صاحبان بولیں گے؟ تو سید طاہر احمد شاہ صاحب اور حاجی افضل چن صاحب۔

خان احمد خان بلوچ: جناب والا! چار پانچ آدمی رہ گئے ہیں' آپ نے فرمایا تھا کہ پہلے انہیں وقت ضرور دیا جائے۔ آج پھر ہمارا وہی حال ہو رہا ہے۔ ہم ویسے تو دوستوں کا احترام کرتے ہیں' لیکن ہمارے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے۔ سیلاب آیا تھا اور اپنے حلقے کے حالات نہیں بتا سکے۔

جناب سپیکر: سیلاب کی صورت حال پر آپ نے بات نہیں کی؟

خان احمد خان بلوچ: نہیں' جناب والا!

جناب سپیکر: تو ٹھیک ہے' آپ کو وقت دیں گے' تو بسم اللہ کیجئے۔ آپ سے شروع کرتے ہیں۔ حاجی احمد خان بلوچ صاحب! ٹائم صرف تین منٹ ہے۔

جناب احمد خان بلوچ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! جناب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کافی بحث یہاں ہوتی رہی ہے۔ کافی دوستوں نے بحث کی ہے۔ لاء اینڈ آرڈر کے مسئلے پر بہت کچھ کہا گیا ہے۔ اس میں میں نے صرف یہ دیکھا ہے کہ صرف پولیس کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ ہمارے اپوزیشن کے بھائیوں نے بھی بہت تقاریر کیں اور تنقید کی' لیکن اس میں تجویز کوئی نہیں دی۔ جناب! پولیس اکیلے کچھ نہیں کر سکتی' جب تک کہ ہم سب اس کا ساتھ نہیں دیں گے۔ پولیس اکیلی لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ حل نہیں کر سکتی۔ جناب والا! ہمارا ساتھ دینے کا حال تو یہ ہے کہ اگر کوئی قتل بھی ہو جاتا ہے تو کوئی شہری گواہ بننے کے لئے تیار نہیں ہوتا اور وہ کہتے ہیں کہ کچہریوں میں ہمارا وقت ضائع ہوتا ہے۔ ہمارا حال یہ ہے کہ ہمارے اپوزیشن کے جو لیڈر ہیں' ان کے بھائی الذوالفقار تنظیم کے سربراہ ہیں اور انہوں نے واضح الفاظ میں کہا تھا کہ میں نے پاکستان میں سینکڑوں نہیں'

ہزاروں نہیں' لاکھوں کی تعداد میں دہشت گرد بھیجے ہوئے ہیں۔ ایک طرف تو اپوزیشن کا حال یہ ہے کے بھائی پاکستان میں دہشت گردی پھیلا رہے ہیں اور ادھر یہ کہتے ہیں کہ لاء اینڈ آرڈر کا معاملہ صحیح نہیں ہوتا۔ جناب ایک طرف تو یہ ہے کہ آپ اخباروں میں پڑھ لیں۔ یہ کہتے ہیں کہ 24 تاریخ کو ہم دفعہ 144 کی خلاف ورزی کریں گے۔ یہی جو لاء اینڈ آرڈر کے متعلق تنقید کرتے ہیں' وہی چیلنج دے رہے ہیں کہ دفعہ 144 کی ہم خلاف ورزی کریں گے اور دوسری طرف کہتے ہیں کہ لاء اینڈ آرڈر کا معاملہ صحیح نہیں ہے۔ جناب' یہ تعاون کریں گے تو صحیح ہوگا۔ اگر ان کا حال یہ ہے کہ صرف تنقید ہی کر سکتے ہیں' اگر وزیراعظم عمرے کے لئے جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اچھا نہیں کیا' کیوں عمرے کے لئے گئے ہیں؟ جبکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ جو کچھ بھی مانگنا ہے در مصطفے سے مانگ۔ اگر وہ بیت اللہ شریف جاتے ہیں تو تنقید ہے۔ روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جاتے ہیں تو تنقید ہے اور ان کا بھائی الذوالفقار تنظیم کا سربراہ ہے تو وہاں کوئی تنقید کی جاتی؟ جناب والا! مجھے افسوس ہے کہ ہم جہاں پولیس کو یہ کہتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں کر رہے وہاں ہم اپنے گریبانوں میں بھی دیکھیں کہ ہم ان سے لاء اینڈ آرڈر کے معاملے میں تعاون کر رہے ہیں یا خود لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ کھڑا کر رہے ہیں۔ ہماری پولیس کی حالت یہ ہے کہ جس کے بارے میں' میں تجویز دینا چاہتا ہوں کہ جہاں پولیس رولز ہیں' وہاں اس وقت ان کے رولز کے مطابق چار سو کی آبادی پر ایک کانسٹیبل کا ہونا ضروری ہے۔ لیکن اس وقت ہو کیا رہا ہے' کہ ایک ہزار کی آبادی پر ایک کانسٹیبل بھی پورا نہیں آتا اور اس وقت جو پوزیشن ہے کہ اتنی تھوڑی نفری میں لاء اینڈ آرڈر کا معاملہ انہوں نے ادا کیا ہے۔ ان کی ڈیوٹی کیا ہے؟ پروٹوکول ان کی طرف سے عدالتوں میں مسلیں انہوں نے پیش کرنی ہوتی ہیں۔ رات کو گشت انہوں نے کرنی ہوتی ہے۔ جناب والا! میری اس سلسلے میں تجویز ہے کہ کم از کم پولیس کو ان حصوں میں تقسیم کر دیں کہ رات کو جو پولیس گشت کرے ان سے دن کے وقت کام نہ لیا جائے۔ بلکہ رات کو گشت کا ایریا تقسیم کر دیں اور ان پولیس افسروں کی ذمہ داری ہو کہ جس ایریا میں ان کی ڈیوٹی ہو وہ جواب دہ ہوں۔ اگر وہ رات کو جاگیں تو دن کے وقت بالکل انہیں چھٹی ہو کہ وہ آرام کریں۔ اگر ان کی ڈیوٹی کے دوران کوئی بھی نقصان ہو تو وہ جواب دہ ہونے چاہئیں اور اس طریقے سے چوری اور ڈکیتی کے علیحدہ سیل ہونے چاہئیں' عدالتوں میں مسلیں پیش کرنے کے لئے علیحدہ سیل ہونا چاہیے۔ چوری' ڈکیتی کے ذمے دار ایس ایچ او کو ہونا چاہیے اور وہ خیال رکھے کہ اس کے حلقے میں ایسی واردات نہ ہونے پائے۔

جناب سپیکر: حاجی صاحب، شکریہ۔ قاضی صاحب!

جناب علی حسن رضا قاضی: جناب سپیکر! رانا صاحب نے مجھے استدعا کی ہے کہ میں اپنا ٹائم ان کو دے دوں۔ لہٰذا میرے تین منٹ ان کو دے دئے جائیں۔

جناب سپیکر: رانا ثناء اللہ صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: شکریہ جناب سپیکر! جناب والا، لاء اینڈ آرڈر کی بحث پر حصہ لیتے ہوئے اس معزز ہاؤس کے جن محترم ممبران نے اظہار خیال کیا ہے، انہوں نے اپنی فہم و فراست کے مطابق جو بہتر تجاویز دی ہیں، میں ان سے اتفاق کرتے ہوئے یہ گزارش کروں گا کہ آج کے دور میں امن و امان کا جو مسئلہ ہے اس کی اہمیت اس طرح سے بڑھ جاتی ہے کہ آج کے دور میں جو ملک ہیں، جو سٹیٹس ہیں، وہ بیرونی جارحیت سے نہیں، بلکہ داخلی انتشار سے ٹوٹتے ہیں۔ اس لئے امن و امان کی جو صورت حال صرف امن و امان کی صورت حال ہی نہیں بلکہ یہ قومی سلامتی کا مسئلہ ہے اور اگر کوئی ملک، کوئی معاشرہ امن و امان کی صورت حال پر قابو نہیں پا سکتا تو اس بات کا خطرہ ہے کہ وہ ملک باقی نہ رہے، وہ معاشرہ باقی نہ رہے۔ ہمارے ملک میں جس فورس کے ذمے ہے کہ وہ امن و امان کی صورت حال کو بہتر بنائے اس کا نام پولیس ہے۔ جناب سپیکر! اگر یہ معاملہ پولیس کی کارکردگی، امن و امان کی صورت حال تنقید اور صرف تنقید سے حل ہو سکتا تو میرا خیال ہے کہ اس ملک کے اس معاشرے کے مختلف مکاتب فکر نے آج تک جتنی تنقید محکمہ پولیس پر کی ہے، تو پھر یہ مسئلہ بہت پہلے کا حل ہو چکا ہوتا۔ یہ بات تنقید سے حل ہونے والی نہیں ہے۔ اس لئے ہمیں غور و فکر کر کے اس معاملے کا جائزہ لینا چاہیے، امن و امان کی صورت حال جو روز بروز خراب ہوتی چلی جا رہی ہے، اس کی اصل وجوہات کیا ہیں۔ جناب سپیکر! اس سلسلہ میں میں چار بنیادی نکات کے متعلق اپنی گزارشات پیش کروں گا۔ پہلی بات محکمہ پولیس، پولیس فورس جو امن و امان کی صورت حال کو بہتر بنانے کی ذمے دار ہے، اس کے حوالے سے یہ کہوں گا کہ اس محکمے کی ترجیحات فکس کی جائیں۔ جناب والا! یہ میرا دعویٰ ہے کہ جب سے پاکستان بنا ہے اس محکمے کی ترجیحات بہتر انداز میں فکس نہیں کی گئیں۔ اس محکمے کی ترجیح اول قانون کی نظر میں اس محکمے کے فرائض کی نظر میں تو یہ ہے کہ یہ امن و امان کی صورت حال کو بہتر بنائے۔ لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ حقیقت میں اس محکمے کی اولین جو ذمہ داری ہے وہ موجودہ حکمرانوں کی بلکہ میں یہ بھی کہوں گا کہ یہ آج کی نہیں اس سے پہلے بھی 44 سالوں سے یہ ہوتا آیا ہے کہ جو حکمران وقت ہوتے ہیں ان کی ذاتی اغراض اور

ان کے ذاتی مفادات کو آگے بڑھانا اس محکمے کی بنیادی ذمے داری قرار دیا جاتا ہے اور اس وقت کی صورت حال یہ ہے کہ محکمہ پولیس کے تمام ملازمین کا 90 فیصد وقت اضافی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں گزرتا ہے اور صرف 10 فیصد وقت میں انہوں نے آرام بھی کرنا ہوتا ہے اور اس میں انہوں نے امن و امان کی ذمہ داری کو بھی نبھانا ہوتا ہے۔ جناب سپیکر! محکمہ پولیس کو اس انداز میں لیا جاتا ہے کہ جو کام حکومت وقت' موجودہ حکمران کروانا چاہتے ہیں اور اس کو کرنے کے لئے کوئی اور محکمہ موجود نہ ہو اور وہ کسی محکمے کے دائرہ اختیار میں نہ آتا ہو تو وہ پولیس کو سونپ دیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر! اگر کسی خاندان میں ناجائز کمائی سے کمائی ہوئی ملوں کی تقسیم کا جھگڑا پیدا ہو جائے تو یہ بھی پولیس کی ذمہ داری ہے کہ برسراقتدار چند افراد کے جو باقی عزیز ہیں' ان کو لترمار مار کر اس بات پر رضامند کرے کہ جو وہ چاہتے ہیں اس حساب سے تقسیم ہو۔

جناب سپیکر! یہی نہیں اب آپ سیلاب کی صورت حال دیکھ لیں' سیلاب کی صورت حال میں پولیس کی ذمہ داری تو یہ تھی کہ وہ ان علاقوں میں کرائمز کو کنٹرول کرتی۔ ان علاقوں میں امن و امان کی صورت حال کو کنٹرول کرتی۔ لیکن نہیں' پولیس کے ذمے یہ لگایا گیا کہ وہ موجودہ حکمرانوں کی پروجیکشن سکیم کے لئے وہاں پر افراد اکٹھے کرے۔ ان کے لئے وہاں پر چھوٹے چھوٹے جلسوں کا اہتمام کرے۔ ان کے لئے وہاں پر سیلاب زدگان کو اکٹھا کرے اور جناب سپیکر! یہ آپ نے بھی پڑھا ہوگا' سبھی دوستوں نے پڑھا کہ ایک دو جگہوں پر ایسا ہوا کہ وہاں پر جب سیلاب زدگان کو اس مقصد کے لئے اکٹھا کیا گیا تو وہاں پر کچھ اصلی سیلاب زدگان بھی آ گئے اور جب حکمران وہاں پر اپنی تقریر کے لئے پہنچے تو انہوں نے وہاں پر نعرہ بازی کی۔

جناب سہیل ضیاء بٹ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: پوائنٹ آف آرڈر بٹ صاحب۔

جناب سہیل ضیاء بٹ: جناب سپیکر! یہ لاء اینڈ آرڈر پر بات ہو رہی ہے۔ اس میں یہ بتایا جائے کہ کسی کی فیملی اور سیلاب کے متعلق لاء اینڈ آرڈر پر بات ہو سکتی ہے؟

جناب سپیکر: جی صحیح بات ہے۔ اس پر Strictly لاء اینڈ آرڈر پر بات ہو سکتی ہے۔ بٹ صاحب' آپ کا پوائنٹ آف آرڈر جائز ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں ابھی چند لمحے پہلے چیئر کی اس رولنگ پر آپ کی توجہ دلاؤں گا کہ یہاں پر اس قسم کی باتیں ہو رہی تھیں۔ ہمارے ایک دوست نے پوائنٹ آؤٹ کیا تو چیئر کی

طرف سے رولنگ آئی کہ امن و امان پر بات کرتے وقت ہر قسم کی بات ہو سکتی ہے جبکہ میری بات تو بالکل Relevant ہے۔

جناب سپیکر! تو وہاں پر اصلی سیلاب زدگان بھی اس مجمعے میں آ گئے اور انہوں نے آ کر نعرہ بازی کی کہ ہمارے ساتھ یہ ظلم ہوا ہے۔ یہ زیادتی ہوئی ہے تو وہاں پر یہ ہوا کہ اس ضلع کے ایس ایس پی کو ہیلی کاپٹر سے دھکا دے دیا گیا کہ تم نے ایسے بدتمیز قسم کے سیلاب زدگان یہاں پر اکٹھے کئے ہوئے تھے اور تمہیں یہ پتہ نہیں تھا کہ ہم نے یہاں پر آ کر تقریر کرنی ہے' تو یہ بات بھی پولیس کے ذمے ہے کہ وہ سیلاب زدگان بھی اکٹھے کرے اور ان سے پھر نعرے بھی لگوائے اور وہ نعرے بھی جو ہیں وہ اتنے تمیز دار ہوں کہ حکمرانوں کو پسند آئیں۔ میں پولیس کو اس بات پر خراج عقیدت پیش کرتا ہوں کہ اس کے بعد انہوں نے ہر جگہ پر ایسے اچھے سیلاب زدگان اکٹھے کئے کہ اب آپ ٹیلی ویژن پر دیکھیں۔

جناب سہیل ضیاء بٹ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: سہیل ضیاء بٹ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب سہیل ضیاء بٹ: جناب سپیکر! کیا رانا صاحب یہ بتا سکتے ہیں کہ وہ ایس ایس پی جو تھے' وہ زخمی ہو کر کون سے ہسپتال میں گئے اور ان کو کتنے زخم آئے اور یہ واقعہ جو انہوں نے کسی سے سنا ہے یا آنکھوں سے دیکھا ہے یہ ہیلی کاپٹر کے اوپر تھے یا نیچے اس کو پکڑ رہے تھے۔ (قہقہے) یہ ذرا وضاحت کر دیں۔

آوازیں: لٹکے ہوئے تھے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! کہا جاتا ہے کہ محکمہ پولیس Efficient نہیں ہے۔ محکمہ پولیس کی Efficiency دیکھیں کہ اس کے بعد انہوں نے ایسے اچھے سیلاب زدگان ہر جگہ پر اکٹھے کئے ہیں۔ آپ ٹی وی دیکھیں کہ سیلاب زدگان باقاعدہ لائن میں لگے ہوئے اتنے ڈسپلن کے ساتھ نعرے لگاتے ہیں کہ دیکھنے کی بات ہے اور اتنے اتنے صحت مند اور سفید کپڑوں میں ملبوس سیلاب زدگان کہ انہیں دیکھ کر اور لوگوں کے دلوں میں بھی حسرت پیدا ہوتی ہے۔ (قہقہے)

تو اب جب ہر کام ہی پولیس کے ذمے ہے۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! حسرت والی بات غیر پارلیمانی ہے۔ اگر سیاستدان ایسی حسرتیں کرنے لگے تو قوم کا کیا بنے گا؟

جناب سپیکر: شکریہ! شیخ صاحب' تشریف رکھیں۔

خانزادہ تاج محمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: خانزادہ صاحب میرے خیال میں ان کو اپنی بات مکمل کرنے دی جائے۔

MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA: Mr Speaker, Sir, I want to ask the Hon,ble Member a question that a deserter SP of Mardan who went to London, on recall from there, was promoted to Grade 22 and made Head of the Department of Narcotics. That was done in the regime when his party was ruling the country. Is that a fact?

جناب سپیکر: جی' رانا ثناء اللہ خان صاحب! آپ اپنی بات مکمل کیجئے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! جب امن و امان کی صورت حال ایسی ہو' میں آپ کو ایک حقیقت بیان کرتا ہوں۔

چودھری واجد علی خان: جناب سپیکر! میرے خیال میں رانا صاحب کو خانزادہ تاج محمد صاحب کی بات کی سمجھ نہیں آئی۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں رانا ثناء اللہ خان صاحب کو اپنی بات مکمل کرنے دی جائے' اس طریقے سے آپ ان کی بات کو Prolong کر رہے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: شکریہ' جناب سپیکر!

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میری آپ سے استدعا ہے کہ رانا صاحب کو ہدایت کریں کہ وہ اپنی تقریر کے دوران Relevant رہیں۔

جناب سپیکر: جی میں نے ان کو کہہ دیا ہے کہ وہ Relevant رہیں' لیکن آپ پوائنٹ آف آرڈرز کے ذریعے ان کو Interrupt کرتے ہیں تو وہ پھر دوبارہ نئے سرے سے شروع ہو جاتے ہیں۔ (قہقہے)

رانا ثناء اللہ خان: شکریہ جناب سپیکر! جناب سپیکر! میں ایک حقیقی واقعہ بیان کرتا ہوں۔ میں نے ایک روز اپنے حلقے کے ایک تھانے فون کیا۔ کیونکہ وہاں پر ایک سنگین واردات ہو گئی تھی' میں وہ ایس ایچ او کے نوٹس میں لانا چاہتا تھا کہ وہ موقع پر پہنچیں اور ملزموں کو پکڑیں۔ محرر صاحب آ گئے' فون پر بول رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ایس ایچ او صاحب ساری نفری لے کر جھنگ گئے ہوئے

ہیں۔ میں ادھر اکیلا ہی بیٹھا ہوں۔ میرے پاس تو اور کوئی آدمی نہیں۔ میں تو کچھ نہیں کر سکتا۔ میں نے کہا کہ بھئی وہ جھنگ کس لئے گئے ہوئے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ وہاں پر گورنر صاحب آ رہے ہیں تو وہ گورنر ڈیوٹی پر گئے ہوئے ہیں' کیونکہ نفری کی کمی ہے تو جب یہ صورت حال ہوگی اور پھر آپ مزید دیکھیں کہ وزراء صاحبان ہیں' مشیر صاحبان ہیں اور ایک تو اب اس معاملے میں اتنا سیلاب آیا ہوا ہے کہ فیصل آباد کبھی ضلع ہوتا تھا اور ٹوبہ اس میں شامل ہوتا تھا۔ اب ٹوبہ ضلع بن کر فیصل آباد دو حصوں میں تقسیم ہو گیا ہے۔ وہ آدھا ضلع رہ گیا ہے اور جب پورا ضلع ہوتا تھا تو کبھی ایک وزیر مرکز میں یا صوبے میں پورے ضلع کی نمائندگی کے لئے ہوتا تھا۔ اب فیصل آباد میں چار وزراء ہیں' اور کام ان کے پاس ہے کوئی نہیں۔ سارا دن وہ وہاں پر مٹر گشت کرتے رہتے ہیں اور صورت حال یہ ہے کہ ہر وزیر کے لئے ایک گاڑی آگے باقاعدہ وائرلیس لگی ہوئی ہے' باقاعدہ اس میں مسلح دستہ موجود ہے اور ایک گاڑی وزیر صاحب کے پیچھے باقاعدہ اس میں مسلح فورس موجود ہے' باقاعدہ وائرلیس لگی ہوئی ہے اور وہ وزیر صاحب کو گشت کروا رہی ہے۔ اب وہ گاڑیاں جو لاکھوں کروڑوں روپے کی مالیت سے حاصل کی گئی' جن پر لاکھوں کروڑوں روپے کے آپریٹس وائرلیس وغیرہ نصب کئے گئے اور لاکھوں روپے کا اسلحہ لے کر نوجوان سارا دن وزراء کو لوریاں ہی دیتے رہیں گے تو پھر اگر وہاں پر کوئی ڈاکہ پڑتا ہے' کوئی قتل ہوتا ہے اور ملزم پکڑا نہیں جاتا تو پھر ہم کھل کر یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ پولیس نے نہیں پکڑا۔ وہ گاڑیاں تو اس مقصد کے لئے لگی ہوئی ہیں کہ وزیر صاحب کو اس طرف لے جائیں' وزیر صاحب کو اس طرف لے جائیں اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک محلے میں ایک دم پولیس کی گاڑیاں آ رہی ہیں۔ ہوٹر بج رہے ہیں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ شاید یہاں پر کوئی چور آ گیا ہے' کوئی ڈاکو آ گیا ہے' لیکن پھر پتا چلتا ہے کہ نہیں کوئی وزیر صاحب آئے ہیں۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! رانا صاحب آپ کی تقریر کا ٹائم ختم ہوتا ہے۔

جناب سپیکر! قاضی صاحب نے بھی مجھے وقت دیا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ جب اب صرف شرط دو مقررین کی رہ گئی ہے تو اس میں اب ٹائم کی حد ختم کر دی گئی تھی۔

جناب سپیکر: کیسے ختم کر دی گئی تھی؟

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! جب 9 آدمی تھے تو اس وقت آپ نے کہا تھا کہ اتنا اتنا ٹائم ہوگا لیکن اس کے بعد ٹائم کو بڑھانے کے لئے کہ یہ حد ختم جائے تو پھر یہ طے پایا تھا کہ ہماری طرف سے دو آدمی اور دوسری طرف سے دو آدمی بات کریں گے۔ جبکہ ہم نے دو کی بجائے قاضی صاحب نے

بھی اپنا نام واپس لیا ہے تو اس لئے مجھے اپنی بات مکمل کرنے دیں۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ اسے جلد Conclude کر دوں گا۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! اس میں صورت یہ ہے کہ قاضی صاحب نے اپنا ٹائم آپ کو دیا ہے اور ٹریژری بنچز کے جو صاحبان بولنا چاہتے تھے' انہوں نے اپنا ٹائم چیف منسٹر صاحب کو دیا ہے۔ انہوں نے مجھے اطلاع دی ہے کہ وہ اب اس پر بات نہیں کرنا چاہتے اور اپنا ٹائم چیف منسٹر صاحب کو دیتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! جب صورت حال یہ ہے کہ چیف منسٹر صاحب سے دو گھنٹے تقریر کرنے کے بعد پھر جب آپ نے پوچھنا ہے کہ ٹائم Extend کر دیں تو انہوں نے کہنا ہے کہ تین گھنٹے کے لئے Extend کر دیں تو جناب' ہمیں بھی اپنی بات مکمل کرنے دیں۔

جناب سپیکر: جی' رانا صاحب! آپ ارشاد فرمایئے' لیکن آپ ایک دو منٹ میں وائنڈ اپ کیجئے۔

رانا ثناء اللہ خان: شکریہ! تو جناب سپیکر! میں اس پوائنٹ کو اس بات پر Conclude کرتا ہوں کہ پولیس کا جو محکمہ ہے' اس کا 90% سے زائد وقت حکمرانوں کی ناز برداریوں میں گزرتا ہے۔ ان کا 90% سے زائد وقت موجودہ حکمرانوں کے ذاتی اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لئے گزرتا ہے۔ ان کا 90% وقت اضافی ذمہ داریوں سے عہدہ برآں ہونے کے لئے گزرتا ہے اور ان کی جو بنیادی ذمہ داری امن و امان کو قائم کرنے کی ہے اس کے لئے ان کے پاس کوئی وقت نہیں بچتا اور یہی ایک بنیادی وجہ ہے کہ پولیس امن و امان کو کنٹرول کرنے میں بری طرح سے ناکام ہوتی ہے تو اس لئے میری یہ تجویز ہے کہ اس محکمے کی Priority fix کی جائے اور اول و آخر ذمہ داری اس محکمے کو یہ لگائی جائے کہ وہ امن و امان کی ذمہ داری اس پر ہے اگر ایک ایس ایچ او اپنے علاقے میں بیٹھا ہے' اس کے علاقے میں خواہ پرائم منسٹر آئے' خواہ چیف منسٹر آئے' اسے اس بات سے کوئی سروکار نہ ہو۔ اسے صرف اور صرف اس بات سے سروکار ہو کہ اس نے اپنے علاقے میں امن و امان قائم کرنا ہے۔

جناب سپیکر! اب تو یہاں تک ہو چلا ہے کہ ان کے لئے سیاسی میٹنگوں کے انتظامات بھی ایس ایچ او کرتے ہیں۔ ان کے سیاسی مخالفین کے کوائف بھی ایس ایچ او اکٹھے کرتے ہیں' ان کو باقاعدہ سمریاں بنا کر وہ پیش کرتے ہیں کہ آپ کا فلاں مخالف اس طریقے سے قابو آ سکتا ہے۔ فلاں مخالف اس طرح سے قابو آ سکتا ہے تو اس صورت حال میں پھر امن و امان کی صورت حال کا خدا ہی حافظ

ہو گا۔

جناب سپیکر! میرا دوسرا پوائنٹ یہ ہے کہ اس محکمے میں سروس سیکورٹی فراہم کی جائے۔ اس محکمے کا ہر افسر چوبیس گھنٹوں میں سے 22 گھنٹے اپنی کرسی کی حفاظت میں لگا رہتا ہے' اسے یہ پتہ نہیں کہ کس وقت کسی کی شکایت پر اس کا بستر بوریا گول کر دیا جائے گا اور ایس ایچ او سے لے کر اوپر تک سیاسی دباؤ کے تحت تقرریاں کی جاتی ہیں' جس کی وجہ سے صورت حال دن بدن ابتر ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر! میرا تیسرا پوائنٹ یہ ہے کہ اس محکمے میں محاسبے کے عمل کو Independently چلنے دیا جائے۔ یہ پچھلے دنوں کی بات ہے کہ اس محکمے میں سے سو کے قریب ایسے بد دیانت اور کرپٹ افسران کو نکالنے کے لئے لسٹ بنائی گئی کہ ان افسران کو محکمے سے فارغ کیا جائے۔ لیکن جناب والا! بعد میں یہ صورت حال ہوئی کہ پہلے ممبران اسمبلی نے سازشیں شروع کیں' اس کے بعد پھر وزراء کا نمبر آیا۔ اس کے بعد جناب' آگے بڑھتی بڑھتی یہ صورت حال ہو گئی کہ سو میں 99 آدمیوں کو اس لسٹ میں سے ڈراپ کرنا پڑا۔ ان میں سے صرف ایک آدمی بچ گیا' جس نے بتایا کہ میرا گناہ صرف یہ ہے کہ میں جتنی رشوت لیتا ہوں خود ہی کھا جاتا ہوں' میں کسی کو حصہ نہیں دیتا۔ اس لئے میرا کوئی سفارش کرنے والا نہیں' تو جناب سپیکر! اس محکمے میں محاسبے کے عمل کو Independently چلنے دیا جائے' اس طرح سے ہی اس محکمے کی صورت حال بہتر ہو سکتی ہے' پھر یہ محکمہ امن و امان کے مسئلے کو بہتر طور پر سرانجام دینے کے قابل ہو سکے گا۔

**جناب سپیکر:** شکریہ رانا صاحب!

**رانا ثناء اللہ خان:** جناب سپیکر! چوتھا پوائنٹ یہ ہے۔

**جناب سپیکر:** رانا صاحب! آپ ایک منٹ میں مکمل کریں۔

**رانا ثناء اللہ خان:** جناب والا! یہ بہت اہم بات ہے۔ میں تو پہلے ہی اپنی بات کو مختصر کر رہا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ جب وقت کی لمٹ نہیں رہی تھی تو یہ سراسر زیادتی ہے کہ آپ مجھے میری بات مکمل کرنے نہیں دے رہے۔

**جناب سپیکر:** یہ آپ کا آخری پوائنٹ ہے۔ آپ اسے ایک منٹ میں مکمل کریں۔

**رانا ثناء اللہ خان:** جناب سپیکر! اس محکمے میں جو ریکروٹمنٹ کا معاملہ ہے' اس بارے میں کچھ دن پہلے اخبارات میں خبر چھپی کہ آٹھ سو اے ایس آئی کی پوسٹیں خالی ہیں اور اسے بھرتی کرنے کے لئے اب کوٹہ سسٹم رائج کیا جائے گا۔ جناب سپیکر! سنا گیا ہے کہ اے ایس آئی کی پوسٹ کے لئے ابھی

تین لاکھ روپے کا ریٹ نکلا ہے' اور امید ہے کہ یہ ریٹ بڑھتے بڑھتے پانچ لاکھ روپے تک جائے گا۔ تو جناب سپیکر! اس کا حتمی نتیجہ یہی ہوگا کہ آٹھ سو غنڈوں اور بدمعاشوں کو رشوت لے کر اس محکمے میں داخل کر دیا جائے گا اور اسی طرح سے ہوتا آیا ہے کہ 1985ء سے لے کر اب تک اے ایس آئی اور نائب تحصیل دار پیسے لے کر اس قدر بھرتی کئے گئے ہیں کہ اس محکمے اور محکمہ مال کا بیڑا غرق کر دیا گیا ہے تو جناب سپیکر! اس محکمے میں بھرتی کے یہ اصول ہوں گے کہ کوٹہ سسٹم کے تحت کوئی صاحب تین لاکھ یا پانچ لاکھ روپے پکڑیں اور کسی بدمعاش اور غنڈے کو لا کر اس محکمے میں داخل کر دیں اور پھر یہاں پر آ کر تقریر کی جائے کہ جناب سپیکر' اس محکمے میں غنڈوں اور بدمعاشوں کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے تو جناب سپیکر! بھرتی کے نظام کو بھی بہتر بنانا چاہیے اور میں محترم قائد ایوان سے جو اس وقت یہاں پر موجود ہیں سے عرض کروں گا کہ اگر وہ اس محکمے کی بہتری چاہتے ہیں اور اس ملک کی امن و امان کی صورت حال کو بہتر کرنا چاہتے ہیں تو وہ اس ایوان میں اعلان کریں کہ اس محکمے کو پبلک سروس کمیشن کے سپرد کیا جائے گا تاکہ سپاہی سے لے کر اوپر تک کی بھرتی میرٹ پر ہو' تاکہ کسی قسم کا غنڈہ اور بدمعاش رشوت دے کر اس محکمے میں داخل نہ ہو سکے اور آخری بات------

**جناب سپیکر:** شکریہ رانا صاحب! آپ اپنی سیٹ پر تشریف رکھیں۔

**رانا ثناء اللہ خان:** جناب سپیکر! ابھی تو میری اہم باتیں رہتی ہیں------

**جناب سپیکر:** رانا صاحب! آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو گیا ہے اور میں اس سے زیادہ وقت کی آپ کو اجازت نہیں دے سکتا۔ چودھری محمد حنیف صاحب!

**رانا ثناء اللہ خان:** جناب سپیکر! میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔

**جناب سپیکر:** رانا صاحب! یہ نامناسب بات ہوگی' آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ میں نے آپ کو کتنا وقت دیا؟

**رانا ثناء اللہ خان:** جناب سپیکر! میں احتجاج کرتا ہوں۔

**جناب سپیکر:** اب اگر آپ کا یہ طرز عمل ہے کہ اتنا وقت دینے کے باوجود اگر آپ اس پر احتجاج کرتے ہیں پھر آپ کی اپنی مرضی ہے' پھر مجھے بھی-----

**رانا ثناء اللہ خان:** جناب والا! اس سے پہلے جب بھی کبھی ایسا معاملہ ہوا ہے کہ جب آپ نے دیکھا کہ وقت کم ہے اور تقریر کرنے والے صاحبان زیادہ ہیں' اس قسم کی Arrangements جب بھی آپ نے کروائی ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا ہے، کہ اب ٹائم لمٹ نہیں رہی۔ تو میں تو یہی سمجھا تھا کہ

آپ نے جو دو دو کی کنڈیشن لگائی ہے اس میں ٹائم لمٹ نہیں ہے۔

جناب سپیکر: آپ تین منٹ کی بجائے بیس منٹ تقریر کر چکے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں وہی بات کر رہا ہوں کہ میں سمجھا تھا کہ اب ٹائم لمٹ نہیں۔

جناب سپیکر: اب آپ تشریف رکھیے۔ شکریہ محمد حنیف صاحب۔

سید طاہر احمد شاہ: پوائنٹ آف آرڈر جناب سپیکر! میں اس ایوان کے ریکارڈ کی اصلاح کے لئے یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ رانا صاحب نے یہ بات کی ہے کہ ایک ایک اے ایس آئی کو رکھنے کا تین تین لاکھ روپے کا ریٹ ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اس معزز ایوان کا ریکارڈ گواہ ہے کہ تحاریک التوائے کار کی صورت میں اور تحاریک استحقاقات کی صورت میں ہمیشہ ظلم اور نا انصافی کے خلاف اراکین اسمبلی نے آواز اٹھائی ہے۔ جناب والا! انہوں نے جو غنڈوں کی بات کی ہے تو میں انہیں یاد دلانا چاہتا ہوں کہ جب ماضی میں محترمہ بے نظیر بھٹو برسر اقتدار آئی تھیں تو پاکستان بھر کی جیلوں سے قاتل' غنڈے ناجائز فروش' بدمعاش اور شرپسندوں کو رہا کر دیا گیا تھا اور اب اس صوبے میں جو بدامنی ہے' بلکہ جو بدامنی پورے ملک میں ہے یہ ان کی وجہ سے ہے۔ آج یہ بھی اس بات کے معاون ہیں کہ اسمبلیوں سے باہر بیٹھ کر ان مقتدر اور معزز ایوانوں کو بدنام کیا جا رہا ہے ان کی افادیت کو ختم کیا جا رہا ہے یہ بھی ان کے معاون ہیں' مگر یہ جو مرضی کر لیں' اس میراثی کے بیٹے کی طرح' کہ اس نے کہا کہ نمبردار مر گیا تو ماں اب کس کی باری آئے گی؟ تو ماں نے کہا کہ نمبردار کے بیٹے کی' پھر اس نے کہا کہ اگر وہ بھی مر گیا تو پھر! حتیٰ کہ اس نے کہا کہ پتر تو فکر نہ کر تیری باری نہیں آئے گی۔ آپ جو مرضی کر لیں ان شاء اللہ تعالیٰ تمہاری باری نہیں آئے گی۔

جناب سپیکر: شکریہ شاہ صاحب! چودھری محمد حنیف صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: نکتہ وضاحت۔ جناب سپیکر' جن افراد کو جیلوں سے رہا کرنے کی بات محترم شاہ صاحب نے کی ہے وہ مجرم نہیں تھے' وہ قاتل نہیں تھے وہ تو صرف اور صرف ضمیر کے قیدی تھے۔ ان لوگوں نے جمہوریت کی خاطر مارشل لاء کے خلاف جدوجہد کی تھی۔ رہی بات یہ کہ پیپلز پارٹی کے دور میں کون سے غنڈے اور کون سے لوگ یہ کرتے رہے وہ کرتے رہے تو جناب سپیکر! جس پیپلز پارٹی کے دور کا یہ حوالہ دیتے ہیں اس دور سے متعلق صرف اتنا عرض کروں گا کہ اس دور میں شاہ صاحب بھی شامل تھے اور سردار نصراللہ دریشک بھی شامل تھے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! یہ بات درست ہے کہ 1970ء میں' میں پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر

منتخب ہوا تھا' مگر جب میں نے اپنے ضمیر کے مطابق یہ محسوس کیا.....

جناب سپیکر!: شاہ صاحب! میرے خیال میں انہوں نے اپنے نکتہ وضاحت پر صرف یہ ذکر کیا ہے کہ آپ بھی پیپلز پارٹی میں رہے ہیں تو آپ اس کا اقرار کر رہے ہیں کہ آپ اس پارٹی میں شامل رہے ہیں تو اس میں کون سی دوسری بات ہے؟

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! جس وقت کی یہ بات کر رہے ہیں' ہم اس وقت ضرور پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر منتخب ہوئے تھے' مگر جب پیپلز پارٹی اپنے پروگرام سے منحرف ہو گئی تھی' ہم نے اصولی طور پر اس وقت علم بغاوت بلند کیا اور جن نشستوں پر آج رانا صاحب بیٹھے ہیں' ہم نے ان سیٹوں پر بیٹھ کر پیپلز پارٹی کی حزب مخالف کا رول ادا کیا اور دوسرے' میں آپ کی اطلاع کے لئے.....

جناب سپیکر: شکریہ' شاہ صاحب۔ (قطع کلامیاں) شاہ صاحب آپ تشریف رکھیے۔ (قطع کلامیاں)

Shah sahib, Will you have your seat.

Shah Shaib. Please have your seat.

چودھری محمد حنیف صاحب۔

چودھری محمد حنیف: شکریہ جناب سپیکر۔

ہم کو انصاف کی شاہوں سے توقع تو نہیں
آپ کہتے ہیں تو زنجیر ہلا دیتے ہیں

امن و امان کی صورت حال پر تین دن سے بحث ہو رہی ہے۔ اس دفعہ بھی اور اس سے پہلے بھی ہر دفعہ اس موضوع کو زیر بحث رکھا گیا ہے۔ لوگوں کی طرف سے تجاویز بھی بہت اچھی اچھی آئیں اور ہر دفعہ قائد ایوان کی طرف سے ان کا جواب آیا ہے لیکن مجھے دکھ اور افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج کے دن تک ان میں سے کسی چیز پر عمل نہیں ہوا اور نہ ہی ان میں سے کسی کی انکوائری ہوئی ہے۔ کسی ممبر نے اپنے علاقے میں جبر و تشدد کی نشان دہی کی تو اس پر کوئی پکڑ دھکڑ یا کسی کو تنبیہہ تک نہیں کی گئی۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے پچھلے سیشن میں راولپنڈی کے بارے میں کئی واقعات بتائے تھے۔ ان میں سے ایک واقعہ یہ تھا کہ سات افراد زہریلی شراب پینے سے ہلاک ہو گئے' لیکن اس میں کسی قسم کی پیش رفت نہیں ہوئی۔ اس طرح ڈکیتیوں کے واقعات' قتل و غارت کے واقعات ہوئے' لیکن آج بھی ان پر بحث ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ یہ حکومت کا بنیادی فرض ہے کہ وہ امن و امان کی صورت حال

کو قائم رکھے اور لوگوں کی جان و مال کا تحفظ کرے' ورنہ اگر وہ اس میں ناکام ہے تو کسی حکومت کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ ایک دن کے لئے بھی برسراقتدار رہے۔ اس کو اقتدار سے علیحدہ ہو جانا چاہیے۔ جناب سپیکر! مجھے دکھ اور افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ وزیر اعلیٰ غلام حیدر وائیں نام کے وزیر اعلیٰ ہیں' اصل میں وزیر اعلیٰ شہباز شریف ہیں وہ اس وقت پنجاب میں حکومت کر رہے ہیں۔ پچھلے دنوں میں نے یہاں یہ سوال کیا تھا کہ کتنے نائب تحصیل دار اور کتنے تحصیل دار بھرتی کئے گئے تو وزیر اعلیٰ صاحب نے اس بات کی تردید کر دی کہ ہم نے کوئی تحصیل دار یا نائب تحصیل دار بھرتی نہیں کئے۔ بلاشبہ انہوں نے نہیں کئے ہوں گے' وہ تو میاں شہباز شریف صاحب نے کئے ہوں گے۔ اس کی پوری تفصیل ایوان میں آئی تھی۔

جناب سپیکر: چودھری حنیف صاحب! آپ امن و امان کی صورت حال پر بحث کر رہے ہیں۔ اس میں میاں شہباز شریف صاحب کا ذکر کس لئے کر رہے ہیں' آپ امن و امان کی صورت حال پر بات کریں۔

چودھری محمد حنیف: جناب والا! میں اس لئے ان کا ذکر کر رہا ہوں کہ امن و امان دو حکمرانوں کی موجودگی میں قائم نہیں رہ سکتا۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! اپنے آپ کو اس موضوع پر محدود کیجئے۔ بٹ صاحب! تشریف رکھیں' میں نے خود ان کو کہہ دیا ہے' اس لئے آپ کے کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

چودھری محمد حنیف: جناب سپیکر! اسی طرح کرپاٹھ کا واقعہ ہوا۔ اس میں صفائی کا گواہ معراج خالد صاحب کو بنایا کہ وہ یہ کہتے ہیں۔ کتنے دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ ان کی اور بھی باتوں پر عمل کر لیں' ان کی اور بھی باتیں دیکھیں اور سنیں کہ وہ کیا کچھ کہتے ہیں۔

میاں شہباز احمد: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر میں کرپاٹھ کے معاملہ پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ تشریف رکھیں' پوائنٹ آف آرڈر پر آپ بات نہیں کر سکتے۔

چودھری محمد حنیف: جناب سپیکر! میرے پاس بے شمار اخبارات کے تراشے موجود ہیں۔ میں ان تمام واقعات کو نہیں دہراؤں گا کہ جو تھانوں میں ظلم اور تشدد ہو رہا ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ کیا وزیر اعلیٰ اس ایوان میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ پنجاب میں تھانے نہیں بکتے۔ کیا پنجاب کے تھانوں میں ظلم و تشدد نہیں ہوتا۔ کیا بچیوں کی عزتیں تھانوں میں نیلام نہیں ہوتیں۔ کیا شراب جوئے اور فحاشی کے اڈے پولیس کی سرپرستی میں نہیں چلتے؟ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ یہ کبھی بات نہیں کہیں گے' اس

لئے کہ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

جناب سہیل ضیاء بٹ : جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر چودھری صاحب نے امن و امان کی صورت حال سے ہٹ کر اتنی فضول باتیں شروع کر دی ہیں کہ ان کو یہ کہتے ہوئے شرم بھی نہیں آتی کہ جن گاموں کی پشت پناہی وہ خود کرتے ہیں اور اس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں کہ جس کے تنخواہ دار کی حیثیت سے وہ یہاں آ کر بولتے ہیں اور بولتے ہوئے یہ نہیں سوچتے کہ وہ بولتے بولتے امن عامہ سے اتنے باہر نکل جاتے ہیں کہ وہ ذاتیات پر باتیں کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

جناب سپیکر: بٹ صاحب! مجھے افسوس ہے کہ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ آپ اپنا نقطہ نظر بیان کرنا چاہیں تو اپنی تقریر میں کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

چودھری محمد حنیف : جناب والا! جس جماعت کا ذکر بٹ صاحب نے کیا ہے' اس جماعت کے نوجوانوں نے برائی اور ظلم کو روکنے کے لئے اپنا وقت اپنا مال اور اپنی جانیں وقف کی ہوئی ہیں اور ان کا مقصد اور مشن "انا صلوتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین" ہے اور ان کا مقصد اور مدعا یہ ہے کہ:

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں' میں اسی لئے نمازی

میرے بھائی کو شائد یہ خود بھی علم نہیں کہ ظلم کس انداز سے ہو رہے ہیں' تشدد کس انداز سے ہو رہے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تمام پولیس غلط ہے' سارے لوگ خراب ہیں۔ جناب سپیکر! اچھے لوگ بھی موجود ہیں۔ میں ایک واقعہ آپ کو سنانا چاہتا ہوں کہ ذوالفقار چیمہ ایس پی راولپنڈی تعینات تھے۔ انہوں نے کچھ شرابیوں اور کچھ غلط لوگوں کو پکڑا تو وہاں کے ایک ایم این اے نے سب لوگوں کی موجودگی میں' اور کرنل یامین صاحب بھی اس بات کے گواہ ہوں گے کہ اس کو وہاں سے تبدیل کرا دیا۔ اس نے شرابیوں کو روکا اور ہیروئن پینے والوں کو روکا اور یہ بڑے دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ ہمارے نمائندے اور ہمارے بعض افراد اس معاملے میں ان کی سرپرستی کرتے ہیں اور بعض اوقات پولیس بھی مجبور و بے بس ہو جاتی ہے۔ انٹی کرپشن کے بارے میں' میں کہوں گا کہ پولیس کے 697 ملازمین پر مقدمات درج ہوئے' 117 کے خلاف مقدمات درج ہوئے اور صرف 8 کو سزا ہوئی۔ جہاں سزا کا یہ معیار ہو کہ لوگوں کو پکڑا جائے اور ان کے خلاف گواہیاں آئیں پولیس کو کون پکڑے

اور کون ان کے خلاف گواہیاں دے۔ اس طرح وہ ہمیشہ بری ہو جاتے ہیں اور پھر 1861ء کا جو ایکٹ ہے اس کو تبدیل کیا جانا چاہیے۔ ایسے قوانین بنائے جائیں کہ جس سے صحیح معنوں میں معاشرے میں عوام کو انصاف مہیا ہو سکے۔ جناب سپیکر! میں بہت مختصر کرتے ہوئے چند تجاویز جو میرے ذہن میں ہیں' وہ میں ایوان کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں' وہ یہ ہیں کہ معیار تقرری کو بہتر بنائیں اور ان کی تربیت کا بہترین بندوبست کریں۔ اس کے ساتھ پولیس کو مراعات اور تنخواہیں زیادہ دیں' ان کی ڈیوٹی کے اوقات مقرر ہوں۔ ان کی ڈیوٹی چوبیس گھنٹے نہیں ہونی چاہیے' تاکہ وہ صحیح معنوں میں اپنی ذمہ داری ادا کر سکیں۔ ان کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔ اس وقت ایک ہزار افراد پہ ایک سپاہی ہے۔ اسی طرح عدالتوں کی اصلاح کی بھی ضرورت ہے کہ ان میں مقدمات بیس بیس سال تک چلتے رہتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی بے روز گاری کے خاتمہ کے لئے اقدامات کئے جا جائیں۔ لازمی فوجی تربیت کا بندوبست کیا جائے تاکہ عوام اپنی جان و مال کا خود بھی تحفظ کر سکیں اور ساتھ ہی میں ذرائع ابلاغ سے بھی میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس قسم کے تراشے اس قسم کی غلط خبریں اور اس قسم کے مضامین اخبارات میں شائع نہ کریں' جس سے برائی اور بدامنی پیدا ہو اور میں روزنامہ "جنگ" کے میر شکیل الرحمٰن سے بھی کہنا چاہوں گا کہ جس طرح روزنامہ "دی نیوز" میں مضامین چھپے ہیں' کیا وہ اپنی بیٹی کو پڑھا سکتے ہیں؟ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ ایسا نہیں کر سکتے تو پھر وہ اس ملک کی بیٹیوں کا بھی خیال کریں اور آخر میں' میں ظلم و تشدد کی داستانوں کو مختصر کرتے ہوئے ایک دو شعروں پر اختتام کرتا ہوں اور یہ شیخ طاہر رشید صاحب بڑی پولیس کی تعریف کر رہے تھے اور بڑی امن و امان کی باتیں کر رہے تھے۔ میرے پاس ان کے بارے میں اخبارات کے تراشے موجود ہیں کہ جو انہوں نے ملتان میں قبضہ گروپ قائم کر رکھے ہیں اور لوگوں کے ساتھ زیادتیاں اور ظلم کئے ہیں۔ یہ باقاعدہ اخبارات میں چھپے ہیں' اس لئے ان کو بھی تھوڑی سی شرم کرنی چاہیے اور اسی حوالے سے آخر میں' میں یہ کہوں گا کہ:

**شیخ محمد طاہر رشید:** جناب سپیکر! میں ذاتی نکتہ وضاحت پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

**جناب سپیکر:** شیخ طاہر رشید صاحب ذاتی نکتہ وضاحت پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

**شیخ محمد طاہر رشید:** جناب سپیکر! میں اس ایوان کے وقار کے مطابق اپنے اس حق کو محفوظ رکھتے ہوئے ان شاء اللہ تعالیٰ کل اس پوائنٹ کے اوپر بولوں گا۔ سردست میں صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ خدارا! ایسی بات نہ کرو:

دلوں کو زخم نہ دو حرف نا ملائم سے
یہ تیر وہ ہیں کہ جو لوٹ کر بھی آئیں گے

چودھری محمد حنیف: جناب سپیکر! میں آخر میں لاء اینڈ آرڈر پر اور جو ظلم لوگوں پر اس ملک میں' شہر میں اور پنجاب میں ہو رہا ہے' اس پر اتنی بات کہوں گا کہ:

اج آکھاں وارث شاہ نوں کتھوں قبراں وچوں بول
اج کتاب عشق دا کوئی اگلا ورقا پھول

اک روئی سے دھی پنجاب دی توں لکھ لکھ ماریں وین
اج لکھاں دھیاں روندیاں تینوں وارث شاہ نوں کہن

اٹھ درد منداں دیا دردیا اٹھ تک اپنا پنجاب
اج بیلے لاشاں وچھیاں تے لہو دی بھری چناب

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! ان کی جماعت کے سربراہ قاضی حسین احمد نے ایک نئی مافیا تنظیم پاسبان کے نام سے جو قائم کی ہے' اگر یہ اس کے بارے میں فرما دیتے تو زیادہ بہتر تھا۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! شکریہ۔ آپ تشریف رکھیں۔

چودھری محمد حنیف: پاسبان تنظیم' برائی کے سامنے ایک بند باندھ دیا گیا ہے اور ان شاء اللہ یہ بند بہت مضبوط ہو گا اور اس میں ہر مکتبہ فکر کے لوگ موجود ہیں' جماعت سے ہٹ کر بھی لوگ موجود ہیں اور ان کو تکلیف اسی بات کی ہے کہ ان کے کام رک رہے ہیں' ان کو تکلیف اس بات کی ہے کہ اب وہ تنظیم ان کی برائیوں کی نشان دہی کر رہی ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز' آرڈر پلیز' آرڈر پلیز' شاہ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ آرڈر پلیز' آرڈر پلیز..... میرے پاس ابھی کچھ صاحبان کے نام موجود ہیں جو حزب اقتدار کی طرف سے بات کرنا چاہتے ہیں' لیکن ہاؤس میں جو Sense build ہو رہا ہے' اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ میرے خیال میں ہمیں وزیر اعلیٰ صاحب کو دعوت دینی چاہیے کہ وہ اظہار خیال فرمائیں تو جناب وزیر اعلیٰ صاحب لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال پر بحث کو سمیٹیں گے۔

وزیر اعلیٰ پنجاب (جناب غلام حیدر وائیں): شکریہ' جناب سپیکر! جناب سپیکر! امن و امان کے مسئلے پر ایوان میں اکثر بحث و تمحیص ہوتی رہتی ہے اور میرا مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ معزز ایوان جو اس

سارے صوبے کی نمائندگی کا ترجمان ہے۔ یہاں گاہے بگاہے خاص طور پر امن و امان کے مسئلے پر تمام حلقوں سے ان کے مسائل کی آواز اٹھنی چاہیے اور ہمیں اس کے تدارک کے لئے امن و امان کو خوب سے خوب تر بنانے اور ظلم کے خاتمے کے لئے اپنی سرگرمیوں کو ایمانداری اور خلوص کے ساتھ پورا کرنا چاہیے۔ میں نے پہلے بھی اور اس دفعہ بھی حزب اختلاف اور حزاب اقتدار کی طرف سے جتنی تقاریر ہوئی ہیں ان کو منگوایا ہے بلکہ وہ اب بھی میرے پاس موجود ہیں' جن کا میں پوری سنجیدگی کے ساتھ مطالعہ بھی کرتا ہوں اور اس کے بارے میں ان شاء اللہ اقدامات بھی اٹھاؤں گا اور پہلے بھی میں اس سے غافل نہیں رہا۔

لاء اینڈ آرڈر کے مسئلے پر Call Attention Notice خود میرا ایک تجویز کردہ معاملہ ہے اور اس میں حزب اختلاف یا اس معزز ایوان کا کوئی بھی رکن جب Call Attention Notice پر مجھے اس معزز ایوان میں محاسبے کے لئے پیش ہونے کا حکم دیتا ہے تو میرے خیال میں' میں نے اس میں نہ کبھی کوتاہی کی ہے اور نہ ہی آج تک کسی Call Attention Notice میں کوئی ایسا مسئلہ آیا' جس میں ہم نے تسلی بخش کارکردگی کا مظاہرہ نہ کیا ہو اور اس کا تسلی بخش جواب نہ دیا ہو اور ان شاء اللہ ہم آئندہ بھی کوشش کریں گے کہ یہ سلسلہ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے اس ایوان میں جاری و ساری رہے۔

جناب سپیکر! میں آج اس تین روزہ امن و امان کی بحث کو سمیٹتے ہوئے دو پہلوؤں کو سامنے رکھ کر اظہار خیال کروں گا اور سب سے پہلے اپنے تمام معزز اراکین جن کا تعلق خواہ حزاب اقتدار سے ہے یا حزب اختلاف سے ہے انہوں نے جو جو سنجیدگی کے ساتھ حقائق پر مبنی باتیں کی ہیں۔ ان شاء اللہ میں ان کا سنجیدہ سے نوٹس لوں گا اور ان میں کچھ کا میں آج بھی تذکرہ کروں گا۔ لیکن ایک بات میں جناب سپیکر! اس معزز ایوان کے چھ کروڑ عوام کے نمائندگان کی خدمت میں ایک ذمہ دار پاکستانی اور قائد ایوان کی حیثیت سے عرض کرنی چاہتا ہوں کہ آیئے ہم اس بات کا سنجیدگی کے ساتھ دو ٹوک فیصلہ کریں کہ امن و امان کے معاملے میں' رشوت ستانی کے معاملے میں' پنجاب کے مظلوموں کو انصاف فراہم کرنے کے معاملے میں اور محاسبے کے عمل کو موثر بنانے کے معاملے میں حزب اقتدار اور حزب اختلاف میں بیٹھے ہوئے تمام معزز اراکین اس بات کا فیصلہ کریں کہ ہم اگر ان امور کو غیر سیاسی بنیادوں پر سیاست کو الگ رکھ کر' اس سے علیحدہ کر کے اس معاملے کو سنجیدگی سے لینا چاہتے ہیں تو میں غیر مشروط طور پر اپنی اپنی حکومت کی اور اپنے تمام اقتدار میں بیٹھے ہوئے

اراکین کی جانب سے حزب اختلاف کو آج یہ دعوت دے رہا ہوں کہ وہ آئیں' میری اس ایک گزارش کے ساتھ کہ ہم کسی معاملے کو سیاست کا ذریعہ ان امور میں نہ بنائیں اور ان کے حقیقی مقاصد میں رہتے ہوئے اور انصاف کی فراہمی کو یقینی بنانے کیے لئے رشوت کا قلع قمع کرنے کے لئے' پنجاب کو امن و امان کا گہوارہ بنانے کے لئے اور محاسبے کے عمل کو تیز کرنے کے لئے آیئے' ہم ان باتوں پر غیر مشروط طور پر متحد ہو جائیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) یہ بات میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ جس وقت کوئی بات پیش کرتے ہوئے اس میں سیاست کو لایا جاتا ہے تو میں ایمانداری سے سمجھتا ہوں کہ پھر ہم اس مسئلے کے مقاصد حاصل کرنا نہیں چاہتے' بلکہ ہم سیاست کھیلنا چاہتے ہیں اور اگر ہم ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے سیاست بھی ساتھ کھیلیں گے تو پھر یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ ان مسائل کو حل کرنے کے لیے ہمیں غیر سیاسی بنیادوں پر سیاست کو علیحدہ رکھ کر' اختلافات کو علیحدہ رکھ کر ان مقاصد کی طرف پیش رفت کرنی ہوگی' اگر ہم واقعی پنجاب کو امن کا گہوارہ بنانا چاہتے ہیں اور ان لعنتوں سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں' میں' میری حکومت اور ان شاء اللہ ہر محب وطن پاکستانی' امن و امان پر یقین رکھنے والے پاکستانی کی یہ دل کی آواز ہے۔ ہمیں اس کے دل کی آواز کو قریب جا کر سن کر اس کے لئے سنجیدگی سے اقدامات کرنے چاہئیں اور میں آج یہ بات حزب اختلاف کے قائد جو کہ آج پھر بدقسمتی سے ایوان میں موجود نہیں ہیں' ان کے فاضل بھائیوں' جماعت اسلامی کے اراکین اور باقی تمام معزز اراکین کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں کہ آیئے' اس بات پر ہم متفق ہو جائیں' ایک شرط کے ساتھ کہ اس میں ہم سیاست کو نہیں لائیں گے' کیونکہ جب سیاست لائی جاتی ہے تو سیاست کا جواب سیاست میں ہی دینا ہوتا ہے' اور سیاست آپ کو بھی کھیلنی آتی ہے۔ سیاست ہمیں بھی کھیلنی آتی ہے۔ سیاست آئے گی تو پھر ہم سیاست کھیلیں گے' لیکن اگر ہم ان مسائل کو حل کرنا چاہتے ہیں تو سیاست سے باہر رکھ کر حل کرنا چاہیے۔ میں اپنے قومی اخبارات کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ اس معاملے میں وہ بھی ہماری معاونت' حوصلہ افزائی اور سرپرستی فرمائیں۔

بنیادی طور پر میں نے یہ بات آج تین روزہ بحث کو سمیٹے ہوئے کی ہے کہ حزب اختلاف والے جس وقت چاہیں اس بات پر ہم مل بیٹھیں' پھر ہم صحافی بھائیوں سے بھی اس معاملے پر کھلے دل سے بات کرنے کے لئے تیار ہوں گے' تاکہ وہ بھی اس معاملے میں ہماری رہنمائی اور ہماری قوم پر شفقت فرمائیں۔

جناب سپیکر! جب ہمارے حزب اختلاف کے بھائی امن و امان کو ساتھ رکھتے ہوئے اور سیاست کو ساتھ لاتے ہوئے یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہماری ان باتوں کا جواب دیا جائے تو پھر ان باتوں کا جواب اسی منظر اور پس منظر میں دینا لازمی اور واجب ہو جاتا ہے' جس منظر میں وہ بات کی جاتی ہے۔ قائد حزب اختلاف محترم رانا اکرام ربانی صاحب کی بہت طویل تقریر تھی جو میرے پاس ہے اور رات کو دو بجے تک میں پڑھتا رہا ہوں۔ میرے بھائی پراچہ صاحب کی اور دیگر بھائیوں کی تقاریر بھی میرے پاس ہیں' جن کا میں نے سنجیدگی سے مطالعہ کیا ہے۔ رانا اکرام ربانی صاحب آج یہاں موجود نہیں ہیں' تو باقی بھائیوں سے میری گزارش ہوگی کہ کم از کم وہ ضرور یہاں موجود رہیں' تاکہ میری باتیں ان تک پہنچائیں اور ان سے گزارش کریں کہ وہ میری بات کا Script لے کر اسے پڑھیں' اگر پھر حکم دیں تو ہم آپس میں بیٹھیں۔

رانا اکرام ربانی صاحب نے قائد حزب اختلاف کی حیثیت سے امن عامہ پر خطاب فرماتے ہوئے بہت سی باتوں پر اظہار خیال فرمایا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں بطور قائد ایوان ان کے سوالات کا جواب بھی دوں' لہٰذا ان کے حکم کی تعمیل میں' میں ان کو انہی سوالوں کا جواب دینے کی جسارت کرتا ہوں اور اسی انداز میں جس انداز میں انہوں نے بات کی ہے۔ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ پنجاب میں حکومتی افراد کے علاوہ کسی کو ایف آئی آر درج کرانے کی اجازت نہیں ہے اور پنجاب پولیس کو جب تک حکومتی جماعت کا کوئی منتخب نمائندہ نہ کہے اس وقت تک کوئی ایف آئی آر درج نہیں ہوتی۔ میں ان کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یکم جنوری سے 30 ستمبر 1992ء تک 9 ماہ میں پنجاب میں ایک لاکھ 29 ہزار 892 ایف آئی آر لکھی جا چکی ہیں اور اگر قائد حزب اختلاف اس بات کی زحمت فرمائیں اور اس کی خود تحقیق کریں کہ ایف آئی آر درج کرانے والے کون ہیں تو پھر میرے ساتھ بات کریں' کیا اس میں صرف اقتدار والوں نے ایف آئی آر لکھوائی ہیں یا اس میں کئی دفعہ اقتدار والے ملزم بھی ہیں؟ یہ اتنی بڑی تعداد خود ان کی اس بات کی تردید ہے۔ اتنی بڑی تعداد میں ایف آئی آر سرکاری بنچز کے افراد نے نہیں' بلکہ ہر وہ دکھی جسے یہ دکھ پہنچتا ہے وہ مدعی کی حیثیت سے ایف آئی آر درج کرانے کا حق رکھتا ہے اور میں نے پولیس کو یہ ہدایات دی ہوئی ہیں کہ اب میں یہ Criteria تسلیم نہیں کروں گا کہ کس تھانے میں کم ایف آئی آر درج ہوئی ہیں۔ یہ کوئی Criteria نہیں۔ جتنی چاہیں ایف آئی آر درج ہوں' میرا Criteria یہ ہے کہ ان میں تحقیق کتنی ہوئی Recovery کتنی ہوئی' چالان کتنے ہوئے' ملزمان کتنے پکڑے گئے اور ان میں سزائیں کتنے کو

ہوئیں۔ میرا Criteria یہ ہے' لہٰذا میں یہ بات ان کی اطلاع کے لئے کرنا چاہتا ہوں کہ سال رواں میں ایک لاکھ 29 ہزار 892 ایف آئی آر آج تک درج ہوئی ہیں۔ اس عرصے میں Against Property Crimes ڈاکے' راہزنی' چوریاں اور جائیداد کے مسائل ان ایف آئی آر کی تعداد 23465 ہے۔ ان ایف آئی آر میں چوری' ڈاکے جیسی وارداتیں' جو پراپرٹی کے سلسلے میں ہوئی ہیں' ان میں درج کرائی گئی رقوم کی Volume 54 کروڑ 76 لاکھ 24 ہزار 881 روپے ہے۔ ان 9 مہینوں کے مقدمات میں پنجاب پولیس نے مجموعی طور پر 30 کروڑ 16 لاکھ 1245 روپے مالیت کی recovery کی ہے اور یہ Total Crime against property کی Recovery کا Ratio 55 فیصد ہے۔ باقی معاملات ابھی زیر تفتیش ہیں اور میں حزب اختلاف اور حزب اقتدار والے بھائیوں سے گزارش کروں گا کہ جب آپ اس صوبائی اسمبلی کے مقدس ایوان میں اظہار خیال فرماتے ہیں تو مہربانی کر کے ایک بات کا ضرور خیال رکھا کیجئے کہ حکومتی بنچز سے کسی بھائی کی بات کا جواب حزب اختلاف کی طرف سے بھی آئے گا اور حزب اختلاف میں بیٹھے ہوئے میرے بھائیوں کو بھی اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ جس انداز میں آپ بات کر جاتے ہیں اس کا جواب بھی حکومتی بنچز کی طرف سے اسی انداز میں آئے گا اور میں بھی اس کا جواب دینے کا حق محفوظ رکھتا ہوں اور پھر میں اسی زبان میں تحقیق کے ساتھ جواب دوں گا' لہٰذا ہم ایسی باتیں یہاں پر نہ کیا کریں جو اشتعال انگیز ہوں' حقائق کے خلاف ہوں' محض گیلری کو Play up کرنے کا ذریعہ ہوں اور اس کا حقائق سے کوئی تعلق نہ ہو۔ یہ تنقید کسی طرف سے بھی ہو' یہ ان مقاصد کی کوئی خدمت نہیں کرتی' بلکہ حالات کو زیادہ ارتعاش انگیز بنانے کا ذریعہ بنتی ہے' جس سے ہم تمام اس مقدس ایوان کے نمائندگان کو اس کی احتیاط کرنی چاہیے' اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ اس وقت منتخب نمائندگان کو اور ان اداروں کو ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت Discredit کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے' جس کا جمہوری عمل کو شدید نقصان پہنچنے کا احتمال ہو سکتا ہے اور اس کی حفاظت ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ ان ذمہ داریوں کو ہمیں پورا کرنا چاہیے اور اظہار خیال کرتے ہوئے ہمیں اعتدال کی زبان کو ذہن میں رکھنا چاہیے' ورنہ اس ارتعاش سے اشتعال پھیلتا ہے اور جب اس طرف سے تلخ بات آئے گی تو اس کا جواب اس طرف سے بھی آئے گا' درست زبان میں آئے یا کم تلخ زبان میں آئے۔ اس کا اجتناب بھی ہمارے لئے بہتر ہو گا۔

جناب سپیکر! رانا اکرام ربانی صاحب قائد حزب اختلاف نے اسلام پورہ اور شیخوپورہ میں بے گناہ

خاندانوں کے اہل خانہ کے قتل کے ملزمان کا ابھی تک سراغ نہ ملنے کے بارے میں مجھ سے جواب طلب کیا ہے اور میں اس بات کا اعتراف کر رہا ہوں کہ ہماری مخلصانہ اور سنجیدہ کوششوں کے باوجود ابھی تک ان دونوں معاملات میں پولیس اصل ملزمان کو گرفتار کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ جب تک صحیح ملزم سامنے نہ آئیں اس وقت تک اس بات کو حتمی طور پر کہنا شاید درست نہ ہو' لیکن اب تک جو معلومات ہمارے پاس ہیں' بہت شدید شبہات یہی ہیں کہ یہ دونوں واقعات دہشت گردی کے نتیجے میں سرزد ہوئے ہیں' اس سلسلے میں قائد حزب اختلاف نے جتنی لمبی تقریر کی' کیا میں ان کی خدمت میں نہایت احترام سے یہ گزارش کرنے کی جسارت کر سکتا ہوں کہ دہشت گردی کے بارے میں' مرتضیٰ بھٹو بین الاقوامی دہشت گرد نے اپنے حالیہ انٹرویو میں خود اس بات کا اقرار کیا ہے کہ پاکستان میں الذوالفقار کے ہزاروں نہیں بلکہ بے شمار کارکن کام کر رہے ہیں اور اگر پولیس کے یہ شبہات درست ہیں کہ یہ دہشت گردی کے واقعات ہیں تو میں قائد حزب اختلاف رانا اکرام ربانی صاحب کی خدمت میں گزارش کر رہا ہوں کہ مہربانی کر کے اس تنظیم کے حوالے سے میری اس سلسلے میں رہنمائی فرمائیں اور مجھے پتا کر کے دیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

محترم قائد حزب اختلاف نے اس دفعہ لاء اینڈ آرڈر پر اپنے خیالات کا اظہار فرماتے ہوئے باقی باتوں کے علاوہ قومی اخبارات کی خبروں پر بہت زیادہ اعتماد کیا ہے اور ان کے حوالے بھی دیے ہیں۔ قومی صحافت کی آزاد صحافت پر میں' میری جماعت اور میری حکومت یقین رکھتی ہے۔ ان کا طرز کیسا ہے یہ ان کا اپنا طرز انداز فکر ہے۔ ہم اس معاملے میں آزاد صحافت کے in letter and spirit ان جذبوں کو قبول کرتے ہوئے اور احترام کرتے ہوئے ہم کسی قومی اخبار کو جبراً یہ بات نہیں کہہ سکتے کہ وہ اس انداز کو اختیار کریں' روکیں یا اس میں اعتدال لائیں۔ یہ ان کا اپنا طرز عمل ہے' لیکن میں قائد حزب اختلاف کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے امن عامہ کے سلسلہ میں قومی اخبارات کے تراشوں کے حوالے سے جو بات کی ہے اس پر بات کرنے سے پہلے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں اور یہ بات میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ نہ تو ہم فرشتے ہیں اور نہ ہی ہمارا فرشتوں کے ساتھ مقابلہ کیا جائے۔ ہم سے بھی کوتاہیاں ہو سکتی ہیں' انتظامیہ سے بھی کوتاہیاں ہو سکتی ہیں۔ لیکن ان میں ایمان دار لوگ بھی ہیں' لیکن بہرحال کوتاہیاں ہو سکتی ہیں' ہم نے کبھی ان باتوں سے خارج از امکان ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ اگر واقعی ہم سیاسی طرز عمل پر یقین رکھتے ہیں تو ہمارے دور حکومت کے کسی شعبے کا مقابلہ' کسی دور حکومت کے اس شعبے کے ساتھ کر کے اس

کا موازنہ کرنا چاہیے' اور میں یہ بھی صاف کہہ رہا ہوں کہ پیپلز پارٹی کے ادوار میں' امن و امان کی صورت حال کیا تھی اور اب صورت حال کیا ہے؟ اب بھی اصلاح طلب ہے' ہم خوب سے خوب تر کی تلاش میں ہیں اور اس سلسلے میں ہمارے پاس جو مثبت تجویز آئے گی' ان شاء اللہ ہم اس پر سنجیدگی سے توجہ دیں گے اور امن و امان کے اس شعبے کو اس وقت تک کہ جب تک ہم اسے Fool proof نہیں سمجھیں گے' جب تک پنجاب حقیقت میں امن کا گہوارہ نہ بن جائے۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ قائد حزب اختلاف کو امن و امان کے مسئلے پر قومی اخبارات کے ساتھ اپنے طرز عمل کو یاد رکھ کر بات کرنی چاہیے اور یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے تھی کہ کیا اس دور میں قومی اخبارات کو سچی بات کہنے کا موقع بھی فراہم کیا جاتا تھا یا نہیں کیا جاتا تھا۔ اگر کیا جاتا تھا تو اب بھی کیا جاتا ہے کہ نہیں کیا جاتا تھا۔ جناب سپیکر! میں قائد حزب اختلاف کی خدمت میں عرض کروں گا کہ پیپلز پارٹی کے دور میں قومی اخبارات کے ساتھ کیا کچھ کیا گیا۔ سچ بولنے کی پاداش میں جو کچھ ان کے ساتھ کیا گیا میں آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ امن و امان کے حوالے سے قومی اخبارات کو سچ بولنے کے سلسلے میں بلکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ پیپلز پارٹی اور مرحوم ذوالفقار علی بھٹو کا پورا دور اقتدار ایمرجنسی اور دفعہ 144 کی زد میں رہا۔ بسم اللہ ہی اس سے ہے اور ان کے اخبارات کے ساتھ تعلقات کے بارے میں عرض کروں گا کہ "جسارت"' "حریت" اور "مہران" کی اشاعت پر پابندی اور "جسارت" کے ناشر کی ڈیفنس آف پاکستان رولز کے تحت گرفتاری "مہران" کے ایڈیٹر کی ہائی کورٹ سے رہائی کے بعد پھر گرفتاری اور ان سے توقع یہ کہ اس وقت وہ سچی بات کرتے۔ شاہین پریس پشاور کو مہر بمہر کرنے کی کارکردگی' اور امن و امان کے سلسلے میں سچ کی ان سے توقع۔ روزنامہ "شہباز" پشاور کی اشاعت پر پابندی اور اخبارات سے سچ کی توقع۔ "جسارت" اور "حریت" کے ایڈیٹروں کی عدلیہ سے رہائی کے فوراً بعد پھر گرفتاری اور سچی بات کہنے کی ان سے توقع۔ جیکب آباد میں روزنامہ "مشرق" اور "جسارت" کے رپورٹر کی ڈیفنس آف پاکستان رولز کے تحت گرفتاری اور پھر بھی ان سے سچ کی امید۔ ہفت روزہ "ندائے سندھ" اور "نیا زمانہ" کے ایڈیٹروں کی ڈیفنس آف پاکستان رولز کے تحت خبریں شائع کرنے پر ممانعت۔ "فرنٹیئر گارڈین" پشاور کو دو ماہ کے لئے بند کرنے کا تحفہ روزنامہ "جسارت" کے ایڈیٹر کی رہائی کے بعد پھر گرفتاری اور روزنامہ "جسارت" کا ڈیکلریشن منسوخ اور سچی باتیں کہنے کا دعویٰ' صحافی برادری کے پانچ اصحاب کی پریس اینڈ پبلیکیشنز آرڈیننس کے تحت گرفتاری اور سچ بات لکھنے کا دعویٰ روزنامہ "سٹار" کراچی پر پابندی ہفت روزہ

"اداکار" کوئٹہ کے نمائندہ کی گرفتاری' ہفت روزہ "عوامی" "ترجمان" کے تمام پرچوں کی ضبطی' حکومت پنجاب کی طرف سے اسلام آباد پریس سروس اور "News summary on Islambad Press Service" کے اجازت نامے منسوخ۔ جناب مجیب الرحمٰن شامی' محترم الطاف حسین قریشی اور زیڈ اے سلہری جیسے احباب کے ساتھ ظالمانہ سلوک اور سچی بات کہنے کا دعویٰ میں یہ باتیں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ اس وقت کے قومی اخبارات کی آزادی کہاں تھی؟ اور آج اگر قومی اخبارات کو آزادی ملی ہے تو یہ ان کی اپنی ذمہ داری ہے کہ وہ کس بات کو کس انداز میں لکھتے ہیں؟ لیکن یہ حکومت ان کو آزادی صحافت فراہم کرے گی۔ آپ نے حضور مجھے موازنہ کرنے کے لئے کہا ہے کہ 1977ء کے پیپلز پارٹی کے دور کا آج کے امن و امان کے حوالے سے موازنہ کریں اور مجھے جواب دیں تو جناب جواب عرض کر رہا ہوں کہ

وہ غارت چمن تھی کہ زیبائش چمن
گل دامنو شگفتہ بعو جواب دو

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! میری امن و امان کے سلسلے میں گزارش ہے۔ امن و امان کی سرگرمیوں کے حوالے سے سچی بات کرنے والے رہنماؤں' کارکنوں اور ہر مکتبہ فکر کے ساتھ پیپلز پارٹی کے دور کی بات ڈیرہ غازی خان میں سچی بات کرنے پر جماعت اسلامی کے معروف رہنما رکن قومی اسمبلی ڈاکٹر نذیر احمد کی دن دہاڑے شہادت' لاہور میں نواب زادہ نصر اللہ خان کی پاکستان جمہوری پارٹی کے لیڈر اور معروف سماجی رہنما اور کارکن خواجہ محمد رفیق کو پیپلز پرٹی کے یوم تاسیس کو منانے کی خوشی میں ان کی شہادت شادمان چوک لاہور میں شادی کی تقریب سے گھر واپس جاتے ہوئے نواب محمد احمد خان کا بہیمانہ قتل پیپلز پارٹی کے سیاسی دور کا بدنما داغ اور مجھے ارشاد ہوا ہے کہ میں موازنہ کروں' اس دور کے امن و امان کے اس دور کے امن و امان سے اور پھر جواب دوں۔ پیپلز پارٹی کے آمریت کے دور میں خواجہ رفیق شہید کے بھتیجے جاوید نذیر کی شہادت۔ غیر قانونی اقدامات کے لئے فیڈرل سیکورٹی فورس اور نتھ فورس جیسی بدنام زمانہ تنظیموں کا قیام عمل میں لا کر امن و امان کو پیپلز پارٹی کے سیاسی مقاصد کے لئے استعمال میں لانے کا طرز عمل جس نے اس وقت کے امان و امان کے مسئلے کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ لاہور میں ایک پرامن ضمنی الیکشن کے انتخابی جلسہ میں پیپلز پارٹی کی قیادت کی واضح ہدایات پر جو کہ ریکارڈ پر آ چکی ہیں۔ سانپ چھوڑے گئے اور بلاجواز بے رحمی کے ساتھ تاج پورہ کے جلسے

میں فائرنگ کروائی گئی' جس سے بہت سی جانوں کو ضائع کیا گیا۔ یہ امن و امان کے محافظ مجھے موازنہ کرنے کی دعوت دے رہے ہیں اور یہ امن و امان کے محافظ اپنے دور کو یاد کریں' کس کو یہ معلوم نہیں کہ پیپلز پارٹی کے دور میں سمن آباد سے دن دہاڑے ان معصوم طالبات کا اغواء پیپلز پارٹی کی کس شخصیت کے ایماء پر کیا گیا تھا اور قومی پریس کی یہ اطلاع کوئی شریف انسان آج تک نظرانداز نہیں کر سکا' ان معصوم طالبات کو اغواء کر کے گورنر ہاؤس لاہور میں رکھا گیا۔

آوازیں: شیم شیم۔

وزیراعلیٰ: یہ پیپلز پارٹی کے دور کے امن و امان کا موازنہ کرنے کا چیلنج کرنے والے میرے بھائی ذرا یاد کریں کہ امن و امان کے حوالے سے 23 مارچ 1973ء کو لیاقت باغ راولپنڈی میں اپوزیشن کے پرامن جلسہ میں اندھا دھند فائرنگ ہوئی' جس کے نتیجے میں لاتعداد افراد کی ہلاکت ہوئی۔ پیپلز پارٹی کے دور آمریت میں ریگل چوک لاہور میں محترم نواب زادہ نصراللہ خان پر تشدد ہوا۔ پیپلز پارٹی کے دور کی تشدد کی باتیں یاد دلاؤں تو کس کس کو یاد دلاؤں؟ اور مجھے کہا جا رہا ہے کہ میں اس کا موازنہ کروں' مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں اس حکم کی تعمیل میں یہ گزارش کر رہا ہوں۔ پیپلز پارٹی کے سابق وفاقی وزیر میاں محمود علی قصوری کو حق گوئی کی پاداش میں تشدد کا نشانہ بنانے کے بعد ان کی بینائی کو شدید نقصان پہنچایا گیا۔ اپنے ہی سابق وفاقی وزیر کو ممتاز مسلم لیگی رہنما چودھری ظہور الٰہی شہید کی شہادت اور بین الاقوامی تحفظ حقوق انسانی کے وفد کی یہ تصدیق کہ چودھری ظہور الٰہی شہید اور اس کے خاندان پر اس وقت پیپلز پارٹی کی حکومت نے اور اس امن و امان کے دعوے داروں نے 130 انتقامی مقدمات قائم کئے جو پی پی کے دور جبر کا ایک ظالمانہ سیاہ باب ہے جو کبھی دھویا نہیں جا سکے گا۔ محترم مولانا عبدالستار نیازی اور بہت سے ایسے جید علمائے کرام کے ساتھ شرم ناک اور تضحیک آمیز سلوک' یہ مجھے موازنے کی دعوت ہے۔ ان کے حکم کی تعمیل میں بتا رہا ہوں کہ پیپلز پارٹی کے دور کے امن و امان کی ذرا مشت نمونہ از خروارے۔ پیپلز پارٹی یعنی اپنی ہی پارٹی کے وائس چیئرمین مسٹر جے اے رحیم کو ٹھڈے مار کر پیپلز پارٹی کے کنونشن سے باہر نکالنے کا شرم ناک واقعہ' امن و امان کے دعوے داروں کی بات کر رہا ہوں اور مجھے موازنے کا حکم دیا گیا ہے۔ معراج محمد خان کو پولیس کے ذریعے تشدد کا نشانہ بنا کر ان کے ناک کی ہڈی توڑ دی گئی اور معروف صحافی اور شاعر آغا شورش کاشمیری پر بار روم کچہری میں قاتلانہ حملہ' امن و امان کے گزرے سالوں کو یاد دلا رہا ہوں۔ معروف انقلابی شاعر حبیب جالب' چودھری محمد حسین چٹھہ' مرحوم خواجہ محمد صفدر' ایم حمزہ' ملک محمد قاسم'

(نعرہ ہائے تحسین) اور نئے نیاز مند جس کو آج آپ قائد ایوان اور جنرل سیکرٹری پنجاب مسلم لیگ اور غلام حیدر وائیں کہتے ہیں' میں اور قاضی عبدالحئی' فاروق قریشی ایڈووکیٹ اور بے شمار سیاسی رہنما اور کارکنوں کو پی پی کے امن و امان کے دعوے داروں کے ظلم و ستم کی آمریت کے خلاف پرامن آواز اٹھانے پر دفعہ 44 کی آڑ میں بلاجواز کوٹ لکھپت جیل میں طویل عرصہ کے لئے قید میں بند رکھنے کی شرم ناک تاریخ' جماعت اسلامی کے سابق امیر محترم میاں طفیل محمد کے ساتھ جیل میں غیر انسانی اور شرم ناک سلوک' پیپلز پارٹی کے امن و امان کے دعوے داروں کا ایک سیاہ باب۔

آوازیں: شیم شیم۔

وزیر اعلیٰ: پیپلز پارٹی کے امن و امان کی صورت حال میں دلائی کیمپ' چونا منڈی اور شاہی قلعہ کے عقوبت خانے قائم کرنے کے تاریخی واقعات اور وہاں پر حزب اختلاف اور پی پی پی کے اپنے بھی بے گناہ ساتھیوں پر ہولناک تشدد' چونا منڈی اور شاہی قلعہ لاہور کے بدنام زمانہ ان عقوبت خانوں میں مجھے بھی ڈیفنس آف پاکستان رولز کے تحت حب الوطن پاکستانی ہونے کی حیثیت سے وہاں رہنے کا پیپلز پارٹی کے دور کا اعزاز حاصل ہوا اور ان بدنام زمانہ عقوبت خانوں کو ختم کرنے کا اعزاز میرے صدر صوبہ پنجاب مسلم لیگ جناب میاں نواز شریف کو جاتا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) طالب علموں' علمائے دین اور مزدوروں کے ساتھ غیر انسانی سلوک اور انہیں ننگا کر کے پیٹا گیا' جس کی تصویریں قومی پریس میں شائع کروا کر کوئی شرم و حیا محسوس نہ کی گئی' تو یہ اس وقت کے امن و امان کے دعوے داروں کا یہ کردار۔ پیپلز پارٹی کے ہی دور میں ملک محمد قاسم بلکہ حضرت ملک محمد قاسم کی تشدد کے ذریعے ریڑھ کی ہڈی توڑ دی گئی جو آج کل پیپلز پارٹی کے دلال کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ پیپلز پارٹی کے سابق وزیر اعلیٰ پنجاب محمد حنیف رامے' پیپلز پارٹی کے سابق وزیر جناب ایم کے خاکوانی' آج کے وزیر اعلیٰ غلام حیدر وائیں اور اس وقت کے پنجاب مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری اور بہت سے کارکنوں اور روزنامہ "خبریں" کے چیف ایڈیٹر ضیاء شاہد کو ڈیفنس آف پاکستان رولز کے تحت ان کو پابند سلاسل کرنے کی شرم ناک تاریخ' یہ میں امن و امان کے دعوے داروں کی بات کر رہا ہوں۔ پیپلز پارٹی کے دور آمریت میں پنجاب مسلم لیگ کے اس نیاز مند جنرل سیکرٹری کو ٹیلی فون کے تار کاٹنے اور چوری کرنے کے الزام میں بے گناہ ڈیفنس آف پاکستان رولز کے تحت تھانہ ماگھانوالہ اور پھر شیخوپورہ جیل میں پابند سلاسل کرنا اور طویل عرصے تک پیپلز پارٹی کی خصوصی عدالتوں میں سپیشل ٹریبونلز نے جھوٹے مقدمے میں زیر سماعت رکھا گیا۔

آوازیں: شیم شیم

وزیر اعلیٰ: یہ میں امن و امان کے دعوے داروں کی بات کر رہا ہوں کیونکہ مجھے موازنہ کرنے کا حکم دیا ہے' اس کی تعمیل میں (نعرہ ہائے تحسین) پیپلز پارٹی کے دور امن و امان میں 4 انچ بائی 4 انچ سائز کا سٹکر جس کا عنوان تھا "بھٹو جی پھٹو جی۔"

شیخ محمد طاہر رشید: شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر پوائنٹ آف آرڈر۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز' رانا صاحب! میرے خیال میں یہ مناسب نہیں ہے اور ہم نے یہ روایت قائم نہیں کرنی کہ قائد ایوان کو مخل کیا جائے۔ رانا صاحب! یہ نامناسب بات ہے اور میں اس کی اجازت نہیں دیتا۔ رانا صاحب I am sorry please have your seat.

وزیر اعلیٰ: جناب سپیکر میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ پیپلز پارٹی کے دور میں ایک 4 انچ ضرب 4 انچ کا سٹکر جس کا عنوان تھا "بھٹو جی پھٹو جی۔" جس کا ترجمہ حنیف رامے صاحب نے ذوالفقار علی بھٹو (مرحوم) صاحب کی اپنی تقریر کے ایک اقتباس کا کیا۔ انہوں نے اپنی اس تقریر میں ارشاد فرمایا تھا کہ میں غریبوں سے' کسانوں سے' مزدوروں سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر اقتدار میں آ کر میں نے آپ کی یہ خدمت نہ کی تو تم مجھے کہنا:

"Bhutto go to hell and Bhutto go to hell" There are own words but translated by his own the then Chief Minister of Punjab Muhammad Haneef Ramay.

اور انہوں نے "Mr Bhutto, go to hell" کا ترجمہ کیا کہ "بھٹو جی پھٹو جی۔" باقاعدہ اس تقریر کی تاریخ کے ساتھ اس پمفلٹ اور سٹکر کو چھپوانے اور مسلم لیگ ہاؤس میں رکھنے کے غلط الزام میں ڈیفنس آف پاکستان رولز کے تحت چونا منڈی کے عقوبت خانے' لاہور کے شاہی قلعے میں مجھے رکھنے کے بعد ملتان جیل میں پھانسی پانے والے ملزمان کے سیل میں قید تنہائی میں رکھا گیا' یہ میں امن و امان کے ٹھیکے داروں کی تاریخی بات کر رہا ہوں اور ان کے حکم کی تعمیل میں انہیں یاد دلا رہا ہوں۔ رسوائے زمانہ سلمان رشدی کی کتاب کے خلاف ناموس رسالت کے شیدائیوں کے پرامن اسلام آباد کے جلوس کو محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ کی پیپلز پارٹی کی وفاقی حکومت نے بہیمانہ فائرنگ کا نشانہ بنایا اور تشدد کی اس کارروائی کے نتیجے میں فرزندان اسلام کو شہید کیا گیا۔ اس دن قومی اسمبلی کا اجلاس ہو رہا

تھا اور میں اس وقت حزب اختلاف میں قائد کا اعزاز حاصل کئے ہوئے تھا۔ جب یہ خبر اسمبلی ہال میں پہنچی تو ہماری موجودگی میں امن و امان کے ان ٹھیکے داروں' جناب اعتزاز احسن نے بطور وفاقی وزیر داخلہ اسمبلی میں یہ بیان دیا کہ یہ تمام کارروائی ان کی براہ راست نگرانی میں ہو رہی ہے۔ یہ ریکارڈ پر ہے۔ میں اس کا گواہ ہوں۔ میں نے اس کے خلاف احتجاج کیا کہ اگر ان کی نگرانی میں ہو رہی ہے اور ہمیں خبر آئی ہے کہ اسلام آباد کے پرامن شہریوں کو گولیوں سے شہید کر دیا گیا ہے تو پھر اعتزاز احسن وفاقی وزیر داخلہ کے اس بیان کو سامنے رکھ کر اس پر 302 کا پرچہ درج کیا جائے۔ یہ بھی ریکارڈ پر ہے۔ پاکستان کی خالق جماعت مسلم لیگ کے صوبائی سیکرٹریٹ مسلم لیگ ہاؤس پر جب چاہا پولیس اور پیپلز پارٹی کے جیالوں کے ذریعے امن و امان کے نام پر اس کا گھیراؤ کروایا اور وہاں بار بار لوٹ مار کروائی گئی اور انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں تھا۔ 9 اپریل 1977ء کو پنجاب اسمبلی کا گھیراؤ کر کے عورتوں اور کارکنوں کے پرامن جلوس پر گولیوں کی بوچھاڑ سے کئی بے گناہ شہید کئے گئے۔ پاکستان مسلم لیگ کی طرف سے بابائے قوم حضرت قائداعظم محمد علی جناح کی صد سالہ تقریبات کے سلسلے میں مسلم لیگ ہاؤس لاہور کے اندر ایک تقریب پر جو پیر صاحب پگاڑہ کی صدارت میں منعقد ہوئی پیپلز پارٹی کی حکومت نے نہایت بے دردی کے ساتھ آنسو گیس' فائرنگ اور لاٹھیوں کی بوچھاڑ کر کے بابائے قوم کو خراج تحسین پیش کرنے کی اجازت دینے کی بجائے اس تقریب کو تہس نہس کر دیا' جس سے قائداعظم کی روح ضرور تڑپی ہوگی۔ یہ امن کے دعوے داروں کی اپنی تاریخ کا آئینہ اور مجھے ارشاد کہ میں اس کا موازنہ کروں۔

تم ہی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

پی پی ۱۰۰ ... حقیقت کی تلخ یاد سے عبارت ہے کہ لاہور کے لوہاری دروازے میں واقع مسلم مسجد دو دن تک اذان کی صداؤں کے لئے ترستی رہی۔ یہ پاکستان کی تاریخ کا واحد واقعہ ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے فیڈرل سیکورٹی فورس' ایف ایس ایف میں ایک ایسا گروپ منظم کر رکھا تھا' جس کا مقصد خاص طور پر سیاسی مخالفین اور علماء کو ہراساں کرنا تھا۔ اس کا انکشاف نواب محمد احمد خان قصوری قتل کی تفتیش اور عدالتی کارروائی کے دوران باقاعدہ گواہوں نے کیا۔ مولانا مفتی محمد حسین نعیمی صاحب ملک کے جید عالم کے خلاف بغاوت کا مقدمہ درج کیا گیا۔ چوک دالگراں کی مسجد سے اہل حدیث رہنما مولانا عبدالقادر روپڑی کی قیادت میں پرامن جلوس پر فائرنگ کی گئی' جس سے مولانا روپڑی شدید زخمی ہوئے۔ یہ امن و امان کے دعوے داروں کی بات کر رہا ہوں۔ ان کے حکم

کی تعمیل میں' ان کے ارشاد کی تعمیل میں' غلام محمد آباد کالونی فیصل آباد جو میرے بھائی رانا ثناء اللہ خان صاحب کا جائے مسکن ہے۔ جامع مسجد کے خطیب اور مشہور عالم دین مولانا عطاء الحق قاسمی پر بھی بھٹو کے امن و امان کی حفاظت کرنے والوں کا عتاب بڑی شدت سے برسا۔ پی پی دور میں امن و امان کے رکھوالوں نے ٹوبہ ٹیک سنگھ کے مولانا سعید احمد لدھیانوی کو اس پنجاب اسمبلی کی پرشکوہ اور پروقار عمارت کے اندر تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ یہ امن کے ٹھیکے داروں کی کارکردگی ہے۔ پیپلز پارٹی کے دور میں امن و امان کے محافظوں نے متحدہ جمہوری محاذ کی پرامن تحریک کے دوران جمعیت علمائے اسلام کے مولوی شیر محمد کو گرفتار کر کے ان کی ننگی تصویریں اتروائی گئیں۔ 30 ستمبر 1972ء کو پیپلز پارٹی کی پہلی سالگرہ پر پاکستان جمہوری پارٹی کے خواجہ محمد رفیق کو شہید کیا گیا۔ 19 اپریل 1977ء کو لاہور میں قومی اتحاد کی خواتین پر پیپلز پارٹی کی نتھ فورس نے بدترین تشدد کیا۔ ہاں' لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے لاء اینڈ آرڈر کے اس دور کا تذکرہ کر رہا ہوں جس کا موازنہ کرنے کے لئے ارشاد مجھے اپوزیشن کے رہنماؤں نے اپنی تقریر میں دیا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ لاء اینڈ آرڈر کا موازنہ اپنے دور سے موازنہ کر کے کیجئے۔ اس سے برا ہے تو ہماری مذمت کیجئے اور اگر اس سے بہتر ہے اور ہم کمزوریوں کے باوجود بہتری کی کوشش کر رہے ہیں تو پھر اعتدال کا انداز اختیار کیجئے۔ 28 اگست 1977ء کو فیروز پور روڈ پر قذافی سٹیڈیم کے قریب پیپلز پارٹی کے کارکنوں کی طرف سے جمعیت علمائے پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی کو گھیرا گیا اور اس کی پگڑی اتار کر اس کو پاؤں تلے روندا گیا اور اس کی داڑھی نوچی گئی۔ علماء اکیڈمی کے ڈائریکٹر محفوظ الرحمٰن نعیمی پر پولیس کا لاٹھی چارج کر کے اسے تشدد کا نشانہ بنانا' گوجرانوالہ میں مدرسہ اشرف الاسلام کے مفتی نعیم کو پکڑ کر ان پر راولپنڈی میں اور جمعیت علمائے اسلام کے نائب امیر مولانا محمد عبداللہ کو بدترین تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ لاہور میں مسجد شہداء ریگل چوک مولانا محمد یونس کو بدترین تشدد کی لپیٹ میں لایا گیا۔ گوجرانوالہ میں مولانا شیخ عبدالستار قادری صاحب پر تشدد کے واقعات لاہور میں یکی گیٹ کی جامع مسجد کے خطیب صاحبزادہ فیض القادری پر تشدد کی کارروائی۔ یہ پیپلز پارٹی کے دور کی امن و امان کے حوالے سے چند یادیں' جس کا موازنہ کرنے کے لئے مجھے قائد حزب اختلاف نے حکم دیا اور ان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ محاکمہ کرتے ہوئے بات کرتے ہوئے' جیسا کہ میں کہہ رہا تھا اعتدال کرنا چاہیے اور ہمیں خیال رکھنا چاہیے کہ اس کا جواب بھی پھر آئے گا۔ میرے بھائی یہاں موجود نہیں ہیں۔ امن و امان کی اس کارکردگی کے حوالے سے میں محسوس کر رہا ہوں اور وہ لمبی لمبی تقریریں جو اس ایوان میں

اپوزیشن سے تعلق رکھنے والے بھائی اپنے ماضی کے امن و امان کے کردار کو بھول کر کرتے ہیں۔ ہم پھر بھی ان کی سچی باتوں کا نوٹس لیں گے اور اپنی اصلاح کریں گے۔ لیکن مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کہ میرے کان میں کوئی یہ کہہ رہا ہوں کہ:

منافقت کا نصاب پڑھ کر محبتوں کی کتاب لکھنا
بہت کٹھن ہے خزاں کے ماتھے پہ داستان گلاب لکھنا
(نعرہ ہائے تحسین)

خصوصی ٹریبونلز کے بارے میں بھی ارشاد ہوا ہے کہ یہ جو سپیڈی ٹرائل کورٹس ہیں' ان کو صرف اپوزیشن کے لوگوں کو قید کرنے اور تشدد کا نشانہ بنانے کے لئے قائم کئے گئے ہیں۔ یہ اتنی بڑی زیادتی ہے کہ میں یہ تصور نہ کرتا تھا کہ رانا اکرام ربانی جیسے میرے بھائی جذبات میں بہ کر اس حد تک حقائق کے خلاف طرز عمل اختیار کریں گے۔ اب میں ان کے اپنے دور کی بات عرض کرتا ہوں۔ ڈیفنس آف پاکستان رولز اور خصوصی ٹریبونل کے تحت عدالتوں کے اختیارات محدود کر دیئے گئے۔ یہ میں پیپلز پارٹی کے دور اقتدار کی بات کرنے لگا ہوں۔ 9 جولائی 1976ء کو سپریم کورٹ کے فیصلے سے قبل ڈیفنس آف پاکستان آرڈیننس میں دفعہ 13 (اے) کے ذریعے ترمیم کی گئی' جس کی بدولت اعلیٰ عدالتوں کو ان خصوصی ٹریبونلز کو جس میں تمام بے گناہ سیاسی کارکنوں کو جس میں' میں بھی گناہ گار شامل ہوں' ان کو قید کرنے کے لیے' جس کی بدولت اعلیٰ عدالتوں کو خصوصی ٹریبونلز کے فیصلوں' ان کے احکامات میں رد و بدل' ترمیم یا ضمانت کے معاملات میں دخل دینے سے روک دیا گیا۔ یہ امن و امان کے مدعی خوانوں کی بات یاد دلا رہا ہوں۔ اس حوالے سے کہ یہ سپیڈی ٹرائل کورٹس مخالفوں کو تشدد کا نشانہ بنانے کے لئے استعمال کی جاتی ہیں۔ جناب حنیف رامے کو ضمانت پر رہائی کے ایک ہفتے کے اندر اندر دفعہ 13 (اے) میں مزید ترمیم کر دی گئی اور اگرچہ یہ ترمیم 28 جولائی 1976ء کو عمل میں آئی مگر پچھلی تاریخوں سے نافذ العمل کر دی گئی اور اس کے تحت اعلیٰ عدالتوں کے اختیارات کو محدود کر دیا گیا اور حنیف رامے کا جو ضمانت کے لئے کیس تھا' اسے وہاں سے کالعدم کروایا گیا۔ اس کارکردگی کے ذریعے خصوصی ٹریبونل میں چودھری ظہور الٰہی کا مقدمہ لایا گیا۔ پیپلز پارٹی کی حکومت نے خصوصی ٹریبونل کا قیام ڈیفنس آف پاکستان آرڈیننس کے تحت عمل میں لایا گیا اور ٹریبونلز میں جرائم کی اہمیت کے بغیر غیر منصفانہ طور پر سمری ٹرائلز کرنے کا طریقہ اختیار کیا گیا۔ بغیر سمری ٹرائل ان کو جیل میں بھیج دیا گیا۔ ان ٹریبونلز میں زیر سماعت مقدمات میں تمام شہادتوں کا قلم بند کرنا ضروری

نہ تھا' بلکہ گواہان پر جرح بھی محدود کر دی گئی۔ یہ پیپلز پارٹی کے دور کی ان ترامیم کا ذکر کر رہا ہوں جو تاریخ کا حصہ ہیں اور جس کا موازنہ کرنے کے لئے مجھے لیڈر آف دی اپوزیشن نے حکم دیا کہ یہ سپیڈی ٹرائل کورٹس آج کل ان کی Victimisation کر رہی ہیں۔ ملزم کی غیر موجودگی میں کارروائی بند کمرے میں ہو سکتی تھی' یعنی انڈر کیمرہ کرنے کی کیوں نہیں اجازت دے گئی۔ ضمانت کے عام قواعد ان ٹریبونلز کے سلسلے میں سرے سے لاگو ہی نہیں ہوتے تھے۔ ہم بھی اس کے نشانہ رہے ہیں۔ انسداد دہشت گردی ایکٹ کے تحت خصوصی عدالتوں کا قیام لاہور' پشاور اور کراچی کے مقامات پر عمل میں لایا گیا۔ 1975ء کے آخر میں حزب اختلاف کے بعض لیڈروں پر مقدمہ چلانے کی تیاری کی گئی تو ضابطہ فوجداری میں ترمیم کر کے مندرجہ ذیل جرائم کے لئے خصوصی عدالتوں کا قیام اور تشکیل کا جواز فراہم کیا گیا۔ محض ایک تقریر کرنے پر کراچی سنٹر جیل میں مقدمہ معراج محمد خان صاحب پر چلایا گیا اور اس کے عزیز و اقارب کو کارروائی دیکھنے سے روک دیا گیا۔ Proceedings in Camera کی گئیں۔ صفائی کی شہادت اور کارروائی مکمل ہونے سے قبل فیصلہ صادر فرما دیا گیا۔ چار سال سزا دی گئی اور ان پر تشدد کے نتیجے میں ان کی بائیں آنکھ کی بینائی جاتی رہی' وہ ٹریبونل جو کہ ڈی پی آر اور ایم پی او کے مقدمات اس وقت کے قائدین اور کارکنوں کے سنتے تھے تو پنجاب میں چودھری غلام حسین صاحب کے لئے One man Tribunal بنایا گیا اور ان کی اس عدالت عالیہ میں' میں بھی انڈر ڈیفنس آف پاکستان رولز بے شمار مدت کے لئے بطور ملزم پیش ہوتا رہا۔ جناب حنیف رامے سابق وزیر اعلیٰ پنجاب جنہوں نے پیپلز پارٹی سے سیاسی تعلقات ختم کر دیئے' انہوں نے فیصل آباد میں تقریر کی تھی' جس میں انہوں نے اس وقت کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو (مرحوم) پر تنقید کی تھی' جس کے لئے ان پر بغاوت کا الزام لگا کر ان کو سزا دی گئی۔ لاہور ہائی کورٹ نے اپیل منظور کرتے ہوئے ان کو رہا کیا۔ پیپلز پارٹی کے دور میں امن و امان کے نام پر خصوصی ٹریبونلز سے سزا یافتگان میں پیپلز پارٹی ہی کے ملک سلیمان ایم این اے سیالکوٹ جناب الطاف حسن قریشی اور میں بھی اس ٹریبونل میں "بھٹو جی پھٹو جی" کے چار انچ سائز کے سٹکر کو چھپوا کر تقسیم کرنے کے جرم میں ڈی پی آر کے تحت بطور ملزم پیش ہوئے۔ چونکہ مجھے حکم دیا گیا تھا کہ میں موازنہ کروں' اس لئے میں نے کچھ یاد دلانے کی کوشش کی ہے اور جناب سپیکر! یہ جو سپیڈی ٹرائل کورٹس ہیں' آج کی سپیڈی ٹرائل کورٹس کی کارکردگی آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ (قطع کلامیاں) آج کی سپیڈی ٹرائل کورٹس' خصوصی عدالتوں کے فیصلوں کے خلاف اپیل کی سماعت سپریم

اپیلٹ کورٹ میں کی جاتی ہے۔ میں آج کی سپیڈی کورٹ کی بات کر رہا ہوں' جس کے سربراہ سپریم کورٹ کے ایک محترم جج ہوتے ہیں۔ جبکہ دو ہائی کورٹ کے جج صاحبان اس کے ممبر ہوتے ہیں۔ میں اپیلٹ کورٹ کی بات کر رہا ہوں' سپریم اپیلٹ کورٹ کے بارے میں کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ حکومت کے زیر اثر ہے۔ صوبہ پنجاب میں قائم ہونے والی فوری سماعت کی پانچ عدالتوں نے اب تک 176 مقدمات کا فیصلہ کیا ہے۔ جن میں سے 110 میں سزائیں دی گئیں' جبکہ 66 مقدمات میں ملزمان کو بری کیا گیا۔ ان کے فیصلوں کے خلاف 103 اپیلیں دائر ہوئیں' جن میں اب تک 102 کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ سپریم کورٹ کی طرف سے 55 اپیلوں میں اصل فیصلوں کو بحال رکھا گیا۔ 26 اپیلوں کی سزاؤں میں ترمیم اور تخفیف کی گئی' جبکہ 21 اپیلوں میں فیصلوں کو کالعدم قرار دیا گیا۔ یہ میں آج کی سپیڈی کورٹس کی کارکردگی کی بات کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر! میرے محترم قائد حزب اختلاف نے مریدکے میں ایک مقدمے میں ملزم کا وزیر اعلیٰ کے ساتھ تعلق کا ذکر کیا ہے۔ ایف آئی آر نمبر 255-1991ء کی تفصیلات کے اور پولیس رپورٹ کے مطابق بیان کیا گیا ہے کہ ملزمان ہمایوں اور رشید پر کوئی پرچہ درج نہ ہوا' اور اگر وہ میرے رشتہ دار ہیں' تو ایک طرف تو الزام یہ ہے کہ اقتدار والوں پر پرچہ درج نہیں ہوا اور بقول ان کے اگر وہ میرے رشتہ دار ہیں تو پھر چیف منسٹر پنجاب کے رشتہ دار کے خلاف بقول قائد حزب اختلاف پرچہ بھی درج ہو:

پھر بھی ہم پر گلہ ہے کہ ہم وفا دار نہیں
ہم وفادار نہیں' تو بھی تو دلدار نہیں

اس کیس میں مدعیان نے ملزمان کے خلاف الزامات کی خود تردید کی اور مقدمہ خارج ہوا۔ لیکن رانا صاحب کی خدمت میں' مجھ پر یہ الزام ہے کہ ان کے خیال کے مطابق میں بطور وزیر اعلیٰ اپنے خاندان کے ملزمان کی حوصلہ افزائی کرتا ہوں۔ یہ زندگی میں پہلی بار الزام میرے بھائی رانا اکرام ربانی صاحب نے لگایا ہے اور میرے خیال میں' میں پاکستان کے سب سے بڑے صوبے پنجاب کی سب سے مقدس اور محترم صوبائی اسمبلی کا وہ قائد ایوان ہوں' جس نے آج تک اپنے آپ کو رشتہ داری کے حوالے سے کبھی سوچا ہی نہیں۔ میرے خیال کے مطابق سیاست میں جب قدرت یا جماعت کسی کو کوئی مقام جتنا جتنا دیتی جاتی ہے وہ اپنی ذات کا فرد بھی نہیں رہتا' وہ اپنے خاندان کا فرد نہیں رہتا' وہ قوم کا' ملک کا اور وطن کا فرد بن کر رہتا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) رانا اکرام ربانی صاحب قائد حزب

اختلاف کی خدمت میں مجھ پر اس الزام تراشی کے اعزاز میں عرض کرنا چاہتا ہوں:

کچھ تو یاروں سے ملا' سنگ ملامت ہی سہی
کس نے اس دور میں یوں داد وفا پائی ہے؟

میرے بھائی! یہ دو صفحات اخبارات کے جرائد کے خلاف سچ بولنے کی پاداش میں رہ گئے ہیں اور جناب سپیکر! ان میں "پاکستان ٹائمز" کے چیف ایڈیٹر جناب زیڈ اے سلہری "ڈان" اور "حریت" کراچی کے چیف ایڈیٹر مسٹر الطاف گوہر کی گرفتاری "پنجاب پنچ" لاہور جو انہی کا ہم خیال اخبار تھا کے ڈیکلریشن کی منسوخی' ماہنامہ "اردو ڈائجسٹ" ہفت روزہ "زندگی کے" ڈیکلریشن کی منسوخی' بعض قومی جرائد کے ایڈیٹروں اور ناشروں کی گرفتاری۔ جماعت اسلامی کے ترجمان روزنامہ "جسارت" کراچی کے کاغذ کے کوٹے کی منسوخی' بھٹو مارشل لاء کی سرسری سماعت کی خصوصی عدالت کی طرف "پنجاب پنچ" کے حسین نقی کو جو ان کا ہم خیال تھا' دو لاکھ روپیہ جرمانہ اور ایک سال قید بامشقت۔ معروف صحافی مسٹر مظفر قادر کو ایک سال قید سخت اور دو لاکھ روپیہ جرمانہ۔ سرسری سماعت کی خصوصی عدالت کی طرف سے معروف صحافی مجیب الرحمان شامی' الطاف حسین گوہر کو ایک ایک سال قید اور ایک ایک لاکھ روپیہ جرمانہ۔ اعجاز حسین قریشی کو ایک سال قید اور ایک لاکھ روپیہ جرمانہ۔ ڈی پی آر کے تحت اخبارات اور خبر رساں ایجنسیوں پر سنسر کی پابندیاں' انگریزی اخبار "سن" کراچی اور لاہور کے ڈیکلریشن کی منسوخی اور سیاسی ضبطی اور دعویٰ یہ کہ اس وقت کے اخبارات امن و امان کے بارے میں کوئی بات نہیں لکھتے تھے تو اب زیادہ لکھتے ہیں۔

جناب سپیکر: چیف منسٹر صاحب! اب ٹائم بڑھانا ہو گا۔

وزیر اعلیٰ: جناب سپیکر! بڑھا ہی دیں۔ مہربان کریں' کیونکہ میں نے آج اپنے قائد حزب اختلاف کے پوائنٹس کا جواب دینے کا اعزاز ضرور حاصل کرنا ہے۔

جناب سپیکر: تو مزید کتنا ٹائم بڑھانا چاہیے؟

وزیر اعلیٰ: پون گھنٹہ کر دیں۔ اس سے پہلے میں وائنڈ اپ کر لوں گا۔

آوازیں: ہم نے جنازے پر جانا ہے۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز' آرڈر پلیز' میں صرف آپ کے نوٹس میں یہ لانا چاہتا ہوں کہ زیادہ تر معزز اراکین رانا عبدالوکیل خان کے جنازے میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔

وزیر اعلیٰ: جی ہاں! میں نے بھی جانا ہے۔

جناب سپیکر: آپ نے خود بھی جانا ہے۔ مجھے اس کا بات کا علم ہے۔

وزیر اعلیٰ: جناب سپیکر! آپ نے بھی جانا ہے۔

جناب سپیکر: جی ہاں! میں نے بھی جانا ہے۔

وزیر اعلیٰ: آپ ہمارے ساتھ ہی تشریف لے چلیں۔

جناب سپیکر: جی! تو Time is extended for half an hour.

وزیر اعلیٰ: میرے بھائی رانا صاحب نے اور جماعت اسلامی کے میرے بھائیوں نے کرباٹھ کیس کے بارے میں تذکرہ کیا ہے اور مجھے اس کا جواب دینے کے لئے ارشاد ہوا ہے۔ میں نے پہلے بھی قصداً اس بات پر جواب نہیں دیا تھا اور اب بھی میں اسے ملتوی رکھنا چاہتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اس پر اگر ڈسکشن ہو تو بے شک ایک دن نہیں دو دن کی جائے' میں اس کے لئے تیار ہوں گا' لیکن میں امید کرتا ہوں کہ کرباٹھ کیس تو پاسبان تنظیم نے جس انداز میں اور میرے نہایت محترم سنجیدہ اور متین ایک سیاسی جماعت کے رہنماؤں نے جس انداز میں لیا ہے' جس وقت ڈیبیٹ ہوگی' تو مہربانی کر کے اس پر تیاری کر کے آئیں اور سچی بات کرنے اور سچی بات سننے کا حوصلہ لے کر آئیں' تاکہ ساری باتیں سامنے آنی چاہئیں اور اس وقت تک اگر مجھ تک سچی بات پہنچ گئی تو ان شاء اللہ سچ بات یہاں کروں گا اور امید کرتا ہوں کہ سچی بات کر دینے سے عظمتوں میں اضافہ ہوتا ہے اور جھوٹ پر اڑے رہنے سے بات بنتی نہیں ہے۔ یہ بات ان کی خدمت میں کر رہا ہوں جن سے متعلقہ ہے۔

جناب سپیکر! محترم قائد ایوان نے اتفاق برادرز کیا بھی اپنے خطاب میں ذکر کیا۔

آوازیں: قائد حزب اختلاف۔

وزیر اعلیٰ: حزب اختلاف! قائد حزب اختلاف جناب رانا صاحب نے اپنے خطاب کے دوران اتفاق برادرز کی جائیداد کے تنازعے کا بھی امن و امان کے حوالے سے تذکرہ کیا ہے۔

جناب سہیل ضیاء بٹ: وہ معاملہ طے ہو گیا ہے۔

وزیر اعلیٰ: میں خیال کرتا ہوں کہ ہمیں سیاسی رہنماؤں کے ذاتی اور خاندانی اور جائیداد کے معاملوں کو سیاست کی نذر نہیں چڑھانا چاہیے۔ آپس کے بھائیوں کے معاملے خواہ کس کے بھی ہوں' بالآخر بھائیوں کے مسائل حل ہوتے ہیں اور پھر وہ اکٹھے ہوتے ہیں۔ یہ خون کے رشتے ہوتے ہیں' اس میں کچھ تلخیاں بھی ہوں پھر بھی وہ ٹھنڈی ہی ہوتی ہیں' لیکن مجھے قائد حزب اختلاف کی طرف سے اس کا جواب دینے کا حکم دیا گیا ہے۔

اپوزیشن کی طرف سے آوازیں: وہ واپس لیتے ہیں۔ (قہقہے)

وزیر اعلیٰ: میں اس بات کا اقرار کرتے ہوئے کہ ہمیں سیاستدانوں کے خاندانی جائیدادوں کے معاملے کو زیر بحث لانے سے اجتناب کرنا چاہیے' جو بات میں نہیں کرنی چاہتا تھا' وہ رانا صاحب کے ارشاد کی تفصیل میں عرض کر رہا ہوں۔

حاجی محمد افضل چن: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: حاجی صاحب! آپ بھی اگر یہ نئی روایت قائم کریں گے تو پھر آپ اپوزیشن والوں کو کیسے روکیں گے؟ آپ کی پارٹی کے قائد تقریر کر رہے ہیں۔

حاجی محمد افضل چن: جناب سپیکر! ٹائم extend کر دیں۔

جناب سپیکر: جی! میں نے اس کو Extend کر دیا ہے۔

حاجی محمد افضل چن: ٹائم Extend کر دیا ہے؟

جناب سپیکر: جی ہاں۔

وزیر اعلیٰ: جناب سپیکر! اتفاق برادرز کے معاملے میں اس حوالے سے اس کو سیاسی موضوع نہ بنانے کے باوجود اس کی خواہش نہ کرتے ہوئے اب مجھے اجازت دیجئے کہ محترم قائد حزب اختلاف نے امن و امان پر اپنی تقریر کے دوران اتفاق لمیٹڈ کے حصہ داروں کے بعض اختلافات کو بھی زیر بحث لانے کی کوشش فرمائی ہے اور مجھ سے اٹھائے گئے ایسے پوائنٹس پر اجتماعی طور پر جواب مانگا ہے۔ میری رائے میں سیاسی رہنماؤں کی ذاتی جائیدادوں کے معاملات کو سیاسی رنگ میں موضوع سخن بنانا مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ میرے خیال میں ایسے معاملات سیاسی سرگرمیوں کے دائرے میں نہیں آتے۔ لیکن چونکہ حزب اختلاف کے قائد محترم نے اتفاق برادرز کی جائیداد کے معاملے کو اپنے خطاب میں زیر بحث لا کر مجھ سے جواب طلب فرمایا ہے' جس سے انہوں نے درحقیقت مجھے یہ حق فراہم کر دیا ہے کہ میں بھی ان کی توجہ مجبوراً ان کے قائد ذوالفقار علی بھٹو (مرحوم) ہی کے خاندانی جائیداد کے معاملے کی طرف مبذول کراؤں اور جواباً عرض کروں کہ کیا ان کو اپنی جماعت پیپلز پارٹی کے رہنما ذوالفقار علی بھٹو (مرحوم) اور ان کے Talented cousin مسٹر ممتاز علی بھٹو' جو بھٹو صاحب کی پہلی بیگم صاحبہ کے قریبی عزیز بھی ہیں' کہ درمیان جائیداد کے تنازعے کا علم ہے؟

ایک آواز: کوئی نہیں۔

وزیر اعلیٰ: اور کیا وہ پسند فرمائیں گے کہ امن و امان کے مسئلے پر میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے

ہوئے مجبوراً ان حقائق کا ذکر کروں۔ بہت سنجیدگی سے سننے والی بات ہے کہ بھٹو خاندان کی جائیداد کے تنازعہ میں تو قومی اخبارات نے قوم کو بتایا ہے کہ الذوالفقار تنظیم کے بین الاقوامی دہشت گرد مرتضیٰ بھٹو کے مرحوم بھائی شاہنواز کا پراسرار قتل بھی فی الحقیقت جائیداد کی تقسیم ہی کا شاخسانہ ہے۔ معزز رکن کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ محترمہ نصرت بھٹو صاحبہ نے پیرس میں بیٹھ کر جب اپنے بھائی بہنوں کے درمیان جائیداد تقسیم کرنے کی کوشش کی تھی' تو وہاں ان کا آپس میں جھگڑا ہوا اور سخت بدمزگی پیدا ہوئی۔ اس زمانے میں شاہنواز بھٹو کی افغان بیوی کے حوالے سے خبریں اخبارات میں شائع ہوتی رہیں۔ وہ معزز رکن اسمبلی کی نظروں سے یقیناً گزری ہوں گی اور خود ذوالفقار علی بھٹو (مرحوم) نے بھارت کے شہر میں اپنی خاندانی جائیداد حاصل کرنے کی غرض سے نہ صرف کئی برس تک بھارتی شہریت اختیار کئے رکھی' بلکہ بھارتی عدالتوں میں بھارت سے اپنی وفاداری کا یقین دلانے کے لئے پاکستانی شہریت سے لاتعلقی کا واضح اظہار بھی کرتے رہے۔ It is on record, but I am talking and saying with all responsibility تقسیم ہند سے پہلے ذوالفقار علی بھٹو (مرحوم) اپنے والدین کے ہمراہ بمبئی میں مقیم تھے۔ وہاں ان کی جائیداد بھی تھی۔ 6 جولائی 1949ء کو حکومت بھارت نے یہ کہہ کر وہ جائیداد ضبط کرلی کہ اس کا مالک پاکستان جا چکا ہے' مگر ذوالفقار علی بھٹو (مرحوم) اپنے آپ کو بھارتی قرار دے کر 9 سال تک محکمہ کسٹوڈین بمبئی کی اعلیٰ عدالتوں حتیٰ کہ بھارت کی سپریم کورٹ تک اپنی جائیداد بحال کرانے کے لئے لڑتے رہے اور پنجاب اور دہلی کی عدالتوں میں اپنی رٹ پٹیشن نمبر 144 آف 1956ء میں اپنے حلفی بیان میں کہا۔ میں ذوالفقار علی بھٹو (مرحوم) کے حلفی بیان کا اقتباس پیش کر رہا ہوں۔ اپنے حلفی بیان میں ذوالفقار علی بھٹو (مرحوم) نے کہا:

I am quoting his statement in the court of India.

"کہ میں ذوالفقار علی بھٹو ولد شاہنواز علی بھٹو حالیہ ساکن روڈ کراچی حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ میں بھارت کا شہری ہوں۔ (یہ پٹیشن نمبر 144' سال 1956ء) 1947ء سے لے کر آج تک میں نے پاکستان میں کسی جگہ مستقل سکونت اختیار نہیں کی' میں نے کبھی بھی بھارت یا شہر بمبئی سے فسادات یا تقسیم کی وجہ سے نقل مکانی نہیں کی۔ لہٰذا کوئی بھی وجہ میرے بمبئی میں جائیداد رکھنے' اس کی نگہداشت کرنے یا کسی بھی طرح دوسرے مفادات کی نگرانی میں حائل نہیں ہو سکتی۔"

جناب سپیکر! یہ ذوالفقار علی بھٹو صاحب کا بھارت کی عدالت عظمیٰ میں حلفیہ بیان ہے۔ میں اس لئے کہتا تھا کہ ان باتوں کو سیاست کی نذر نہیں کرنا چاہیے اور اس موضوع پر اپنے خیالات کو بند کرتے ہوئے اپنے قائد حزب اختلاف رانا اکرام ربانی کی خدمت میں یادداشت کے لئے عرض کرنی چاہتا ہوں کہ:

یوں ہی موسم کی ادا دیکھ کے یاد آیا ہے فراز
کس قدر جلد خطا کھا جاتے ہیں انساں جانا

جناب والا! میں نے پہلے گزارش کی تھی کہ ہمیں اس معزز ایوان میں اپنا انداز ایسا رکھنا چاہیے' جس کا جواب بھی ایسا ہی آئے۔ اس میں جتنا اعتدال رہے گا' اتنا ہی میرے خیال میں بہتر رہے گا۔

جناب سپیکر! چونکہ آج ہمارے معزز رکن اسمبلی کا انتقال ہو گیا ہے اور اس کے نماز جنازہ میں بہت سے بھائیوں نے شرکت کرنی ہے اور مجھے بھی نماز جنازہ میں جانا ہے' ورنہ آج مجھے میرے قائد اختلاف رانا اکرام ربانی صاحب نے بڑا تاریخی موقع فراہم فرمایا تھا کہ میں ان کے ایک' ایک نکتے کا جواب دیتا۔ جناب والا! میں نے لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے بات کر دی ہے' کہ ان چار موضوعات پر سیاست سے نکل کر اگر ہم کام کرنا چاہتے ہیں تو میں حاضر ہوں' لیکن میں اس میں سیاست نہیں آنے دوں گا۔ اگر سیاست آئے گی تو ہم بھی سیاست کھیلیں گے۔ سیاست کا جواب سیاست سے اور گلی ڈنڈے کا جواب گلی ڈنڈے سے۔ (قہقہہ)

لاء اینڈ آرڈر کے مسئلے پر میں اپنی تقریر کو وائنڈ اپ کرتے ہوئے امید کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ پنجاب پولیس کی کارکردگی کو بہتر کرنے کے ابھی بہت سے مواقع باقی ہیں۔ ابھی ہم نے خلوص کے ساتھ اس کا آغاز کیا ہے۔ خوب سے خوب تر کرنے کی تلاش موجود ہے۔ پولیس میں بھی اور ہمارے معاشرے کے ہر شعبے میں بھی کوتاہیاں اور لغزشیں موجود ہیں۔ مجھ میں بھی کوتاہیاں اور لغزشیں موجود ہوں گی۔ لیکن پنجاب کو امن و امان کا گہوارہ بنانے کے لئے آیئے' ہم رشوت کے خلاف جہاد' محاسبے کے عمل کو تیز کرنے کے معاملات پر ہم سب مل کر کام کریں اور اجتماعی طور پر ہم اسے بہتر بنانے اور ہر مظلوم کو ظلم سے بچانے اور ان کو انصاف فراہم کرنے کے لیے آیئے ہم پنجاب کے منتخب نمائندگان' اس معزز اسمبلی کے تمام اراکین متحد ہو کر پاکستان کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کریں۔ (نعرہ ہائے تحسین) اس معاملے میں ہم سیاست کے بغیر مظلوم کو انصاف فراہم کرنے کے لئے سیاست کو زیر نظر نہیں رکھیں گے۔ جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں اور ایوان کا بھی بہت بہت شکریہ۔ پاکستان پائندہ باد (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: اجلاس کی کارروائی کل صبح نو بجے تک کے لئے ملتوی ہوتی ہے۔

# صوبائی اسمبلی پنجاب

## (صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس)

جمعرات' 22۔ اکتوبر 1992ء

(پنج شنبہ' 24 ربیع الثانی 1413ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں صبح 9 بج کر 48 منٹ پر منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ O

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

اِنَّ

الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ﴿١٩﴾ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ﴿٢٠﴾ وَّاِذَا مَسَّهُ
الْخَيْرُ مَنُوْعًا ﴿٢١﴾ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ﴿٢٢﴾ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ
دَآئِمُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ﴿٢٤﴾
لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿٢٥﴾ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿٢٦﴾
وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿٢٧﴾ اِنَّ عَذَابَ
رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ﴿٢٨﴾

سورۃ المعارج آیات 19 تا 28

کچھ شک نہیں کہ انسان کم حوصلہ پیدا ہوا ہےO جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہےO اور جب آسائش حاصل ہوتی ہے تو بخیل بن جاتا ہےO مگر نماز گذار O جو نماز کا التزام رکھتے (اور بلا ناغہ پڑھتے) ہیںO اور جن کے مال میں حصہ مقرر ہےO(یعنی) مانگنے والے کا۔ اور نہ مانگنے والے کاO اور جو روز جزا کو سچ سمجھتے ہیںO اور جو اپنے پروردگار کے عذاب سے خوف رکھتے ہیںO بیشک ان کے پروردگار کا عذاب ہے ہی ایسا کہ اس سے بے خوف نہ ہوا جائےO

وما علینا الا البلاغ O

جناب سپیکر : آج وقفہ سوالات نہیں ہے اور کال اٹینشن نوٹس ہے۔ لیکن میرا خیال یہ ہے کہ کال اٹینشن نوٹس کو تھوڑا بعد میں ٹیک اپ کر لیں۔ اس دوران شاید اور زیادہ ممبران تشریف لے آئیں' شاید وہ بھی چیف منسٹر صاحب سے ضمنی سوالات کرنا چاہیں۔۔ تو اس کو تھوڑا مؤخر کر لیتے ہیں۔

وزیر قانون : ٹھیک ہے' جناب والا!

جناب سپیکر : پہلے ہم تحاریک استحقاقات کو ٹیک اپ کرتے ہیں۔ اس کے بعد تحاریک التوائے کار ٹیک اپ کر لیں گے' اس کے بعد کال اٹینشن نوٹس کر لے لیں گے۔

وزیر قانون : ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر : چودھری حنیف صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 11 ہے اور وہ ایوان میں تشریف نہیں رکھتے ہیں' لہٰذا یہ مؤخر رہے گی۔

تحریک استحقاق نمبر 19 بھی چودھری محمد حنیف اور وزیر انفرمیشن سے متعلقہ ہے مگر دونوں تشریف نہیں رکھتے ہیں' لہٰذا یہ بھی مؤخر رہے گی' محرک بھی نہیں ہیں۔ اس پر وزیر اطلاعات پیش رفت کر چکے ہیں یہ بات میرے علم میں آئی ہے' محرک بھی ہوں اور وزیر صاحب بھی ہوں تو پھر اس کے بارے میں کوئی بات ہو۔

تحریک استحقاق نمبر 22 رانا اکرام ربانی صاحب کی ہے۔ اس پر رانا صاحب اپنی بات کر چکے ہیں اور وزیر مال صاحب اس کا جواب دے چکے ہیں۔ اسے اب dispose of ہونا باقی ہے۔ اور وزیر مال صاحب اس پر مزید دلائل دینا چاہتے ہیں' لہٰذا ان دونوں کی موجودگی میں اسے ٹیک اپ کریں گے۔

تحریک استحقاق نمبر 23 ملک محمد دین صاحب کی طرف سے ہے۔ اس پر وزیر خزانہ صاحب کی موجودگی میں بات ہونا ہے' لیکن ان کی طرف سے مجھے انفرمیشن ہے کہ آج وہ یہاں موجود نہیں ہیں۔ وہ پشاور گئے ہوئے ہیں۔ وہ آج واپس آ جاتے ہیں پھر اس کو ٹیک اپ کر لیں گے۔ ملک صاحب! یہ ٹھیک ہے؟

ملک محمد دین : ٹھیک ہے' جناب والا!

جناب سپیکر : چودھری اصغر علی گجر صاحب کی تحریک استحقاق ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! وہ کل مجھے کہہ گئے تھے کہ ان کو ضروری جانا پڑ گیا ہے' اس لیے جناب والا! اسے مؤخر کر لیں۔

جناب سپیکر : ٹھیک ہے' اسے مؤخر کر لیتے ہیں۔ ویسے ان کی دو تحاریک استحقاقات ہیں' لہٰذا ان دونوں کو مؤخر کر لیتے ہیں۔

پراچہ صاحب آپ کی تحریک استحقاق نمبر 36 ہے اور 37 نمبر میاں محمود صاحب کی ہے۔ اس بارے میں ایک واضح contradiction اخبارات میں شائع ہو چکی ہے اور یہ امریکی ادارے کی طرف سے اور اسمبلی سیکرٹریٹ کی طرف سے شائع ہو چکی ہے۔ تو کیا آپ اسے ٹیک اپ کرنا چاہیں گے؟

جناب فرید احمد پراچہ : جناب والا! اگر تردید ہو چکی ہے۔

جناب سپیکر : اس بارے میں واضح contradiction اخبارات میں شائع ہو چکی ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ : پھر ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر : جناب فرید احمد پراچہ اور میاں محمود الرشید صاحب اس کو واپس لیتے ہیں۔

تحریک استحقاق نمبر 38 چودھری محمد فاروق صاحب کی ہے انہوں نے اطلاع دی ہے کہ وہ تشریف نہیں لا سکیں گے' اس لیے اسے مؤخر کرتے ہیں۔

تحریک استحقاق نمبر 39 چودھری داؤد صاحب کی ہے وہ ایوان میں تشریف نہیں رکھتے ہیں اور ان کے متعلق کوئی اطلاع نہیں لہٰذا یہ lapse کر گئی۔

جناب سہیل ضیاء بٹ صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 40 ہے وہ ایوان میں تشریف نہیں رکھتے ان کے متعلق کوئی اطلاع بھی نہیں لہٰذا یہ بھی lapse کر گئی۔

تحاریک استحقاقات dispose of ہو گئیں۔

## تحاریک التوائے کار

جناب غلام سرور خان : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں نے ایک تحریک التوائے کار نمبر 140 پیش کی ہے اور وہ انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ ایف۔ ایس۔ سی اور بی۔ ایس سی کرنے والے طلبہ کو certified copies نہیں مل رہیں اور میڈیکل کالجز میں داخلے اس شرط پر دیے جائیں گے کہ جب طلبہ certified copies مہیا کریں گے۔ جناب والا! اس

کی آخری تاریخ 25 اکتوبر ہے۔ اگر اس تاریخ تک certified copies جاری نہ کی گئیں تو اٹھارہ سو طلبہ جو میڈیکل کالجز میں داخلہ لینا چاہتے ہیں وہ اس حق سے محروم ہو جائیں گے۔ اس لیے جناب سپیکر! میری یہ تحریک التوائے کار انتہائی اہمیت کی حامل ہے' لہٰذا اسے آؤٹ آف ٹرن لیا جائے۔

وزیر تعلیم : جناب والا! میں نکتہ وضاحت پر بات کرتا ہوں۔

جناب والا! گو یہ تحریک التوائے کار اس وقت زیر غور نہیں ہے۔ لیکن میں اپنے فاضل دوست کی اطلاع کے لیے یہ عرض کروں گا کہ میں نے اس بارے میں انتظامات کر دیے ہیں۔ 25 اکتوبر تک certified copies میڈیکل کالجز کے پرنسپل صاحبان تک پہنچ جائیں گی جو Admission Committee کے چیئرمین ہیں۔ ان سے میری بات ہو گئی ہے اور ڈاکٹر بشیر صاحب سے بھی میری بات ہو گئی ہے اور چیئرمین بورڈز سے میری بات ہو گئی ہے اور یہ تمام سرٹیفیکیٹس 25-اکتوبر سے پہلے پہلے ان کے پاس پہنچ جائیں گے۔

جناب غلام سرور خان : ٹھیک ہے۔ جناب سپیکر! وزیر موصوف کی یقین دھانی کے بعد کہ اگر یہ سرٹیفیکیٹس 25- اکتوبر سے پہلے یا 25 اکتوبر تک پہنچ جائیں تو مجھے تحریک التوائے کار پیش کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔

جناب سپیکر : جی' درست ہے۔ آپ کی تحریک التوائے کار مؤخر رہے گی۔ اگر اس کی باری آ جاتی ہے تو وزیر تعلیم کے بیان کی روشنی میں اسے dispose of کیا جائے گا۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر 61 ہے۔ چونکہ وہ ایوان میں تشریف نہیں رکھتے ہیں' اس لیے یہ lapse کر گئی۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر 62 ہے' لہٰذا یہ بھی lapse کر جائے گی۔

چودھری محمد فاروق صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر 63 ہے اور تحاریک التوائے کار نمبر 112 اور 113 بھی اس سے ملتی جلتی ہے۔ تحریک التوئے کار نمبر 112 جناب ارشاد حسین سیٹھی صاحب کی ہے اور تحریک التوائے کار نمبر 113 جناب فرید احمد پراچہ صاحب کی ہے۔ جناب ارشاد حسین سیٹھی صاحب آپ تحریک التوائے کر 112 پیش کرنا چاہیں گے؟

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جی ہاں!
جناب سپیکر : ارشاد فرمایے۔

## سیمنٹ کی قیمت میں اضافہ

جناب ارشاد حسین سیٹھی : میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے مسئلہ یہ ہے کہ صوبہ پنجاب میں سیمنٹ کی قیمت میں بے پناہ اور بلا جواز اضافہ کر دیا گیا ہے جبکہ ایک ماہ قبل ایک سو پچیس روپے میں دستیاب تھی۔

جناب عالی ایسے وقت میں جبکہ سیلاب سے متاثرین افراد کو خصوصی طور پر اپنے تباہ شدہ مکانات کی از سر نو تعمیر کے لیے سیمنٹ کی بھی اشد ضرورت ہے۔ سیمنٹ کی قیمت میں اس بے پناہ اضافہ نے ان کی پریشانی میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔ حکومت چونکہ زبانی جمع خرچ سے عوام کو دلاسے دے رہی ہے' لہٰذا عوام کا شدید غصہ' بے چینی اور اضطراب اس بات کا متقاضی ہے کہ اسمبلی کی کارروائی کو روک کر معاملہ زیر بحث لایا جائے۔

جناب سپیکر : یہ ایک محرک کی طرف سے پیش کی گئی سب کی طرف سے پیش کی گئی متصور ہو گئی۔

وزیر قانون : جناب سپیکر! یہ بات کسی حد تک درست بھی ہے کہ سیلاب آنے کے بعد سیمنٹ کی قیمتوں میں کچھ اضافہ ہوا ہے جس کی کچھ وجوہات میں آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ سال 93-1992ء میں سیمنٹ کی کھپت کا اندازہ 8.8 ملین ٹن لگایا گیا تھا جب کہ اس سال ہماری پیداوار 8.3 میٹرک ٹن ہوئی۔ اور تقریباً پانچ لاکھ ٹن پیداوار کی کمی رہی' اس کے علاوہ حالیہ سیلاب میں لاکھوں مکانوں کو نقصان پہنچا۔ ان میں سے بیشتر مکان بالکل منہدم ہو گئے۔ چار لاکھ مکانوں کو کافی نقصان پہنچا ان کی تعمیر نو کے لیے سیمنٹ کی اضافی ضرورت پیدا ہو گئی۔ اس کے علاوہ سیلاب کی وجہ سے ذرائع آمدورفت کا بھی کافی نقصان ہوا۔ جن علاقوں سے سیمنٹ کی ترسیل ہوتی تھی سیلاب کی وجہ سے ذرائع آمدورفت کے منقطع ہونے کی وجہ سے وہ ترسیل بھی بند ہو گئی۔ سپلائی اور ڈیمانڈ کے اصول کے تحت جہاں ڈیمانڈ زیادہ تھی اور ترسیل کم تھی تو اس وجہ سے اس پر اثر پڑا اور بعض سیمنٹ فیکٹریوں کی پیداوار بھی

بری طرح متاثر ہوئی۔ اور سیمنٹ کی قیمت پر حکومت کی طرف سے کوئی کنٹرول بھی نافذ نہیں کیا گیا تو یہ عوامل ہیں جو میں نے آپ کی اور ایوان کی خدمت میں پیش کیے ہیں۔ جن کی وجہ سے سیمنٹ کی قیمتوں میں اضافہ ہوا ہے اور یہ بات حقیقت پر مبنی نہیں ہے کہ پرائیویٹائزیشن کی وجہ سے سیمنٹ کی قیمتوں میں اضافہ ہوا ہے۔ اور سیمنٹ کی قلت مصنوعی نہیں' بلکہ قدرتی آفت کی وجہ سے ہوئی ہے۔ جناب والا! حکومت پنجاب ان تمام حالات سے پوری طرح آگاہ ہے۔ اور حکومت کوشاں ہے کہ سڑکوں کی تعمیر ہنگامی بنیادوں پر ہو اور ریلوے کے ویگن فراہم کرنے کے لیے اعلیٰ سطح پر رابطہ قائم کیا گیا ہے۔ اور اس طرح ذرائع آمدورفت کو بہتر بنا کر سپلائی بحال کرنے کی حکومت کوشش کر رہی ہے اور میں اپنے بھائیوں کا مشکور ہوں کہ جنہوں نے اس اہم مسئلہ کی طرف حکومت کی توجہ دلائی ہے۔ حکومت اس پر پوری طرح cognizant ہے اور کوشش کر رہی ہے۔ ہم تمام ممکنہ اقدامات کر رہے ہیں کہ سپلائی کو بہتر بنایا جائے اور قیمتوں کو اعتدال پر رکھا جائے۔ ان حالات کے پیش نظر کہ چونکہ حکومت پہلے ہی انتظامات کر رہی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس تحریک التوائے کار کو زیر بحث لانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ شکریہ۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب والا! یہ آج سے بہت دن پہلے سیلاب کے فوراً بعد یہ صورت حال پیدا ہو گئی تھی جب میں نے یہ تحریک التوائے کار دی تھی اور اس کے بعد میں نے اسے بغیر باری کے لینے کی استدعا کی تھی۔ صورت حال یہ ہے کہ اس کے بعد حکومت کی طرف سے بھی اخبارات میں خبریں آتی رہی ہیں۔ وفاقی وزیر نے فیکٹری مالکان اور ڈیلروں سے رابطہ کیا۔ ایسی خبریں اخبارات میں ضرور آتی رہی ہیں' مگر اس کے باوجود سیمنٹ کی قیمت میں کسی قسم کی کمی سامنے نہیں آئی۔ جبکہ اگر حکومت قیمتوں پر کنٹرول کرنا چاہے تو ایسی مثالیں موجود ہیں کہ جہاں سیمنٹ مہنگے داموں فروخت ہو رہا تھا حکومت نے دفعہ 144 کے تحت کنٹرول ریٹ پر سیمنٹ فراہم کرنے کا بندوبست کیا ہے۔ اس وقت بھی لاہور ریلوے اسٹیشن پر کہ جہاں سیمنٹ کی ویگنیں آ کر رکتی ہیں وہاں وافر مقدار میں سیمنٹ موجود ہے اور ہزاروں کی تعداد میں ویگنیں روزانہ وہاں آ رہی ہیں' مگر سیمنٹ کی قیمت میں کمی کا انہوں نے کوئی اثر قبول نہیں کیا۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب کے وہ عوام کہ جن کو حکومت

نے تھوڑی سی امداد دی ہے اگر اس سے وہ اپنے گھر کی یا چار دیواری کی تعمیر نہیں کر پائیں گے اور پھر آپ اپنے بلند بانگ دعوؤں میں یہ کہیں گے کہ ہم نے ایسی بری صورت حال میں ان کو سنبھالا دیا ہے۔ جناب سپیکر! اگر حکومت چاہے تو اس پہ فوری طور پر ایکشن لے سکتی ہے۔ یہ حکومت کے کنٹرول میں ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ جیسے وزیر موصوف نے کہا کہ پرائیویٹائزیشن کے عمل سے سیمنٹ مہنگا نہیں ہوا۔ یہ ساری باتیں زبان زد عام ہیں کہ کس عمل کے نتیجہ میں سیمنٹ مہنگا ہوا ہے۔ آواز خلق کو نقارہ خدا سمجھنا چاہیے۔ جن لوگوں کو یہ سیمنٹ فیکٹریاں دی گئی ہیں اب چونکہ وہ ان کے کہنے میں نہیں ہیں' اس لیے سیمنٹ مہنگا ہوا ہے۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ ان افواہوں کی تردید کا صرف ایک ہی حل رہ جاتا ہے کہ ہم اس کو بہتر طریقے سے کنٹرول کریں اور یہ ہمارے انسانی اور اخلاقی ہمدردی اور فرض میں شامل ہو جاتا ہے کہ اس لمحہ پر ہم ان کے ساتھ تعاون کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ حکومت کو پابند فرمائیں کہ ان اقدامات کے نتیجے میں کہ جن سے اس کو کنٹرول کیا جا سکتا ہے اس کے بارے میں حکومت ایکشن لے۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب والا! اس ضمن میں میں صرف اتنی بات عرض کرنی چاہتا ہوں کہ میں نے جو تحریک التوائے کار نمبر 113 دی ہے وہ صوبائی حکومت کے اقدامات سے متعلق ہے۔ قومی اسمبلی میں بھی یہ معاملہ زیر بحث آیا ہے اور وہاں بھی یہ بتایا گیا کہ اس کی قیمت 105 روپے ہے جبکہ فیکٹری مالکان نے کہا کہ ہماری قیمت 120 روپے ہے۔ جب 105 روپے یا 120 میں ایک چیز آتی ہے اور وہ 170 روپے میں بکتی ہے تو اس کی ذمہ داری تو صوبائی حکومت یا ضلعی انتظامیہ پر آتی ہے۔ میں نے یہاں عرض کیا کہ گجرات میں ڈی سی نے دفعہ 144 کا نفاذ کر کے ان کو پابند کر دیا اور وہاں 125 روپے بوری مل رہی ہے۔ اگر وہاں 125 روپے بوری مل سکتی ہے تو یہاں بھی ممکن ہے۔ پورے صوبے میں بھی ممکن ہے۔ اس کا تعلق ضلعی انتظامیہ سے ہے۔ وزیر قانون نے وجوہات بیان کی ہیں اور مسئلے سے اتفاق کیا ہے لیکن حل نہیں بتایا۔ ہمیں اس سے غرض نہیں کہ اس کو زیر بحث ہی لایا جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ لوگوں کے مسائل حل ہوں اور ان کو سستے داموں سیمنٹ مہیا ہو۔ اس کی یقین دہانی فرمائیں۔

جناب سپیکر : اس بارے میں وزیر قانون نے یہ یقین دہانی کرائی ہے کہ حکومت اس سلسلے میں پوری مستعدی سے مناسب اقدامات کر رہی ہے تاکہ عوام الناس کی اس تکلیف کا ازالہ ہو سکے۔ اب اس بارے میں آپ کی پراچہ صاحب' کیا رائے ہے' کیونکہ یہ بات تو ہو گئی۔ حکومت کے نوٹس میں یہ معاملہ آگیا ہے اور پبلک کو بھی معلوم ہو چکا ہے کہ آپ نے اس سلسلے میں اسمبلی میں آواز اٹھائی ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب والا! ہماری تحریک التواء 8 تاریخ کی ہے اور آج 22 تاریخ ہو چکی ہے اور اس کا ازالہ نہیں ہوا۔ اگر ازالہ ہو جاتا تو پھر ہمیں اس کو پریس کرنے کی ضرورت نہیں تھی اور وزیر موصوف جو یقین دہانی کروا رہے ہیں یہ ان کے پاس اسی تاریخ کی لکھی ہوئی ہے اور وہی انہوں نے پڑھ کر سنا دی ہے۔ لیکن اس پر ابھی تک عمل در آمد نہیں ہوا۔

جناب سپیکر : تو آپ کیا چاہتے ہیں کیا آپ اس کو پریس کرتے ہیں؟ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ اس پر باقاعدہ فیصلہ دیا جائے کہ آیا یہ تحریک التوائے کار بنتی ہے یا نہیں اور اگر یہ تحریک التوائے کار بنتی ہے تو پھر اس پر مزید بحث کی جائے۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! ہم تو مسئلے کا حل چاہتے ہیں۔ وزیر قانون کی طرف سے جو یقین دہانی کرائی گئی ہے اس کا عملی اطلاق کوئی نہیں ہے۔ بلکہ یہ یقین دہانی بھی نہیں ہے۔

حاجی ملک گلاب خان : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : حاجی گلاب خان صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

حاجی ملک گلاب خان : جناب والا! یہ agency holders فیکٹری پر ہی پرمٹ بیچ دیتے ہیں' یہ سیمنٹ خود نہیں لاتے بلکہ جو بلیک کرنے والے لوگ ہوتے ہیں وہ وہاں سے سیمنٹ اٹھاتے ہیں۔ اور پھر وہ اپنی من مانی قیمتیں وصول کرتے ہیں۔ میں خصوصاً واہ فیکٹری اور فیصلو کے بارے میں عرض کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر : شکریہ حاجی صاحب۔ آپ تشریف رکھیں۔ وزیر قانون صاحب۔ محرک کی یہ خواہش ہے کہ اگر آپ اس پر تھوڑی سی مزید روشنی ڈالیں تو شاید پھر وہ اس کو پریس نہ

فرمائیں۔

وزیر قانون : جناب والا! میں نے عرض کیا ہے کہ سیلاب کی وجہ سے supply and de-mand کی ایک genuine problem پیدا ہوئی ہے۔ اور یہ ایک معاشیات کا اصول ہے کہ جب رسد کم اور طلب زیادہ ہو تو اس کا قیمتوں پر اثر انداز ہونا لازمی ہوتا ہے۔ جناب والا! میں نے اپنے بھائیوں کی خدمت میں اس سلسلے میں گزارش کی ہے کہ حکومت نے supply کو بہتر بنانے کے لیے اقدامات کیے ہیں اور جو سڑکیں' پل اور communication system خراب ہوا تھا اس کو بہتر بنانے کے لیے اقدامات کیے ہیں۔ اس سلسلے میں' میں نے دوسری گزارش یہ کی ہے کہ فیکٹری مالکان کے ساتھ حکومت نے میٹنگ کر کے یہ ensure کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ production جتنی زیادہ سے زیادہ کر سکتے ہیں کرنے کی کوشش کریں۔ اور تیسری گزارش میں نے یہ کی ہے کہ ریلوے ویگن سیمنٹ کے لیے prior-ity basis پر ہم لینے کی کوشش کر رہے ہیں اور اس سلسلے میں بھی ریلوے حکام کے ساتھ ہماری میٹنگز ہوئی ہیں۔ اور معزز ممبران کی خدمت میں یہ بھی میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر سیمنٹ import کرنے کی ضرورت پڑی تو حکومت اس سے بھی گریز نہیں کرے گی تاکہ اس پریشانی کا حل نکالا جا سکے۔ جہاں تک انہوں نے administration کے بارے میں فرمایا ہے تو اس سلسلے میں میں نے اس ہاؤس کے فلور پر عرض کی ہے کہ ہم اس مسئلے سے cog-nizant ہیں۔ لہٰذا اس سے میرا یہی مقصد تھا کہ جو بات صوبائی حکومت کے اختیارات میں ہے' جو کام صوبائی حکومت کا ہے اس سلسلے میں ہم ہر ممکن وہ اقدامات اٹھائیں گے جن سے اس کی قیمتوں کو مناسب سطح پر رکھا جا سکے۔ اس ساری تفصیلات کے پیش نظر میں توقع کرتا ہوں کہ اس تحریک التوائے کار کا جو مقصد تھا وہ حاصل ہو چکا ہے' لہٰذا اس پر مزید بحث کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔

جناب سپیکر : میرے خیال میں سیٹھی صاحب اور پراچہ صاحب اس کو اب پریس نہیں فرمائیں گے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر! میں معافی چاہتا ہوں اس بات پر کہ یہ جو وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ چونکہ ڈیمانڈ زیادہ ہے اور سپلائی کم ہے اس لیے قیمتیں بڑھ گئی

ہیں۔ میں ان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ آپ جتنا سیمنٹ لینا چاہیں اس وقت بھی جا کر لے سکتے ہیں۔ یہ نہیں کہ سیمنٹ مارکیٹ میں available نہیں ہے۔ سیمنٹ موجود ہے' مگر اس کی قیمتیں کم نہیں ہو رہی ہیں۔ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ چونکہ حکومت نے اس میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔ اور ابھی حاجی گلاب خان صاحب نے بالکل صحیح بات کہی ہے کہ جس چیز کا سدباب حکومت کو کرنا چاہیے وہ نہیں کر رہی اور اپنے فرائض کو کماحقہ ادا نہیں کر رہی اور اسی لیے یہ صورت حال پیدا ہوئی ہے۔ لہٰذا میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک انتہائی اہم مسئلہ ہے اور بہت سے لوگوں سے متعلقہ ہے' لہٰذا بہت سے پریشان حال بھائیوں کا اس میں مفاد وابستہ ہے' اس لیے اس کے بارے میں ایک واضح طور پر بات ہونی چاہیے۔ جناب سپیکر! اخبارات میں تو روز آ رہا ہے کہ سیمنٹ کے بارے میں یہ ہوا وہ ہوا۔ آپ نے بھی پڑھا ہوگا لیکن عملی طور پر کچھ بھی نہیں ہوا' لہٰذا میں اس پر insist کروں گا۔ چونکہ تمام معزز ممبران کے حلقہ جات میں جہاں جہاں بھی سیلاب سے لوگ متاثر ہوئے ہیں ان کی پریشانی کو دور کرنے کے لیے اور عام حالات میں بھی یہ جو over charging ہو رہی ہے کیا اس سے عام آدمی متاثر نہیں ہو رہا؟ ایک عام آدمی بھی اس سے متاثر ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر: سیٹھی صاحب۔ آپ کا کیا ارشاد ہے۔ کیا آپ اس کو پریس نہیں فرماتے یا پریس فرماتے ہیں؟

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ حکومت نے ابھی تک اس مسئلے کا کوئی حل تجویز نہیں کیا لہٰذا میں اس کو پریس کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: یہ جو تحریک التوائے کار ہے' ایک تو یہ ابتدائی طور پر صوبائی حکومت کا معاملہ نہیں ہے یہ وفاقی حکومت کا معاملہ ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ price hike ایک continuing process ہے اور continuing process تحریک التوائے کار کا subject matter نہیں بن سکتا اور پھر یہ ایک suggestive matter کے طور پر پیش کی گئی ہے' جبکہ اس کو ایک resolution کی صورت میں draft کیا جا سکتا ہے اور ہاؤس کے سامنے لایا جا سکتا ہے۔ اس لیے میں اسے بے ضابطہ قرار دیتا ہوں۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ: جناب سپیکر! میں نے ایک تحریک التوائے کار کو out of turn

لینے کے لیے کل عرض کیا تھا اور آپ نے فرمایا تھا کہ آج اس کو رکھیں گے۔

جناب سپیکر : ڈاکٹر صاحب۔ اس کا کیا نمبر ہے؟

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : جناب اس کا نمبر 139 ہے۔

جناب سپیکر : یہ ایک تحریک التوائے کار ڈاکٹر سید خاور علی شاہ صاحب' ذوالفقار علی چشتی صاحب اور چودھری محمد اعظم چیمہ صاحب کی طرف سے ہے یہ ہے کہ کپاس اور دھان کی فصل پر وائرس اور حیلہ کا شدید حملہ جس سے پنجاب بھر میں کپاس اور دھان کی فصل بہت متاثر ہوئی ہے۔ اس سلسلے میں وزیر زراعت سے بات ہوئی تھی اور انہیں اس تحریک التوائے کار پر بحث کرانے میں کوئی اعتراض نہ تھا۔

چودھری صاحب! کیا خیال ہے اس کو out of turn take up کر لیا جائے؟

وزیر زراعت : جناب والا! میری ڈاکٹر صاحب سے بات ہوئی تھی تو انہوں نے کہا کہ سپیکر صاحب سے عرض کر کے تحریک پر اتوار کو بحث رکھ لیں۔ میری بھی یہی عرض ہے کہ اس کو اتوار پر رکھ لیں۔

جناب سپیکر : تو آج اس کو out of turn take up کر لیا جائے اور اس پہ بحث کے لیے اتوار کا دن مقرر کر لیا جائے۔

وزیر زراعت : ٹھیک ہے' جناب والا!

جناب سپیکر : میرے خیال میں ہاؤس کی طرف سے concensus ہے کہ یہ انتہائی اہمیت کا مسئلہ ہے کہ پنجاب بھر میں کپاس اور دھان کی فصل بری طرح متاثر ہوئی ہے محکمہ زراعت اس سے cognizant ہے اور وزیر زراعت کو اس پر بحث کرانے میں کوئی اعتراض نہیں۔ تو میں اسے out of turn take up کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ کیا ہاؤس کی طرف سے اجازت ہے؟ .... اجازت ہے تو یہ خاور علی شاہ اپنی تحریک التوائے کار پیش کریں۔

## وائرس کے شدید حملے کے باعث کپاس اور دھان کی فصلات کی تباہی

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ امن عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ پنجاب کے کسانوں کی کپاس اور دھان کی فصلات پر وائرس اور حیلہ

کا حملہ اس قدر شدید ہوا ہے جس سے کپاس اور دھان کی فصلات تباہ ہو گئی ہیں۔ یہ بات بھی مسلمہ ہے کہ زرعی معیشت کا انحصار زیادہ تر کپاس اور دھان پر ہے۔ ان کی تباہی کی صورت ایک معاشی بحران اور مالی کمزوری کا احتمال ہے جس سے پنجاب بھر کے کسانوں میں غم و غصہ بے چینی اور پریشانی کی لہر دوڑ چکی ہے لہٰذا اس تحریک التوائے کار کو منظور فرماتے ہوئے اس پر عام بحث کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر : چودھری صاحب' آپ تو اس پہ اظہار خیال فرما چکے ہیں کہ آپ کو اس پہ اعتراض نہیں۔

وزیر زراعت : جی' میں نے عرض کر دیا ہے کہ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

جناب سپیکر : یہ تحریک التوائے کار سید خاور علی شاہ صاحب ذوالفقار علی چشتی صاحب' اور محمد اعظم چیمہ صاحب کی طرف سے پیش کی گئی ہے کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ پنجاب کے کسانوں کی کپاس اور دھان کی فصلات پر وائرس اور تیلہ کا حملہ اس قدر شدید ہوا ہے کہ جس سے کپاس اور دھان کی فصلات تباہ ہو گئی ہیں یہ بات بھی مسلمہ ہے کہ زرعی معیشت کا انحصار زیادہ تر کپاس اور دھان پر ہے ان کی تباہی کی صورت ایک معاشی بحران اور مالی کمزوری کا احتمال ہے جس سے پنجاب بھر کے کسانوں میں غم و غصہ بے چینی اور پریشانی کی لہر دوڑ چکی ہے لہٰذا اس تحریک التوائے کار کو منظور فرماتے ہوئے اس پر عام بحث کی اجازت دی جائے۔

تو یہ تحریک منظور ہوتی ہے اور 25 اکتوبر بروز اتوار تحریک التوائے کار کے بعد اس پر بحث ہو گی۔ سر دست ایک گھنٹہ مقرر کیا جاتا ہے' بعد میں ضرورت ہوئی تو اس ٹائم کو بڑھایا بھی جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : پوائنٹ آف آرڈر جناب سپیکر! میری تحریک التوائے کار نمبر 34 کافی دنوں سے موخر چلی آ رہی ہے۔ کیا اس کے بارے میں آپ کچھ ارشاد فرمائیں گے ؟

جناب سپیکر : ایک تحریک التوائے کار admit ہو جائے تو پھر اس کے بعد تحاریک التوائے کار کو take up نہیں کیا جاتا۔ ڈاکٹر صاحب نے اچھی تجویز دی تھی' وزیر قانون مسکرا رہے

ہیں کہ اس تحریک التوائے کار کے admit ہو جانے سے باقی تحاریک التوائے کار آج take up نہیں ہو سکیں گی۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب والا! وہ تحریک التوائے کار آپ نے منظور فرمائی ہے تو اس کے لیے کوئی دن مقرر کر لیں۔ میں آپ کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ ہمارے وزیر قانون اور ہمارے وزیر اطلاعات بھی اس بات سے متفق ہیں کہ اس کو زیر بحث لایا جائے اور اسے منظور کیا جائے۔

جناب سپیکر : لیکن آج تو اس کو take up نہیں کر سکتے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : ٹھیک ہے' اس کے لیے کوئی اور دن مقرر کر دیجیے۔

جناب سپیکر : ڈاکٹر صاحب! اگلے روز تحریک التوائے کار میں اس کو دیکھیں گے۔

خان احمد خان بلوچ : پوائنٹ آف آرڈر جناب والا! میں نے بھی ایک تحریک التوائے کار دی تھی' پتہ نہیں اس کا کیا بنا ہے۔ وہ بہت ضروری ہے کہ دریائے ستلج کی وجہ سے دس بستیاں صفحہ ہستی سے مٹ جائیں گی۔ لوگ بہت پریشان ہیں۔ وہ جلوس کی صورت میں لودھراں کی انتظامیہ کے پاس بھی آئے ہیں اور ڈپٹی کمشنر صاحب نے خود موقع پر جا کر دیکھا۔ ڈپٹی کمشنر نے لکھ کر بھی گورنمنٹ کو بھیجا ہے۔ یہ واقعی اہمیت عامہ کا مسئلہ ہے۔ وہ لوگ پریشان ہیں اور آج بھی یہاں پہنچے ہوئے ہیں کہ اگر پانی دوبارہ آ گیا تو اس کا کوئی علاج نہیں ہو سکے گا۔ جناب والا! یہ نہایت ہی اہمیت عامہ کا مسئلہ ہے آپ مہربانی فرما کر اس مسئلہ پر بات کرنے کی اجازت دیں' ورنہ 25 ہزار آبادی صفحہ ہستی سے مٹ جائے گی۔

جناب سپیکر : حاجی صاحب قواعد کے مطابق تو آج مزید تحاریک التوائے کار پیش نہیں ہو سکتیں' اگلے روز اس پر بات کریں گے۔ آپ پیش فرمایئے گا' میں اس کو ہاؤس کے سامنے رکھوں گا کہ آپ چاہتے ہیں کہ اس کو out of turn take up کیا جائے؟

خان احمد خان بلوچ : جی' جناب والا!

جناب سپیکر : تو میں آپ کی تحریک التوائے کار کا معاملہ ہاؤس کے سامنے پیش کروں گا۔

خان احمد خان بلوچ : شکریہ' جناب والا!

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! کل آپ نے خانزادہ تاج محمد صاحب کی ایک request پر ارشاد فرمایا تھا کہ ہم یہاں فوٹو گرافرز کے داخلے کے بارے میں

فیصلہ کریں گے۔ میری گزارش ہے کہ اس مسئلے کو زیر بحث لایا جائے اور اس کے بارے میں آپ فیصلہ صادر فرمائیں کیونکہ آج پھر "نوائے وقت" میں فرنٹ صفحے پر ایک تصویر لگی ہوئی ہے جس میں خالی بنچز کو دکھایا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ صرف چند ممبران موجود ہیں اور باقی سارے ممبران غیر حاضر ہیں۔

جناب تاج محمد خانزادہ : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : خانزادہ صاحب' آپ اس پہ بات کر چکے ہیں اور ہم یہ طے کر چکے ہیں کہ اس کو بڑا seriously take up کریں گے۔

جناب تاج محمد خانزادہ : جناب والا! بات یہ نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ میں نے جو کچھ کل کہا تھا وہ سچ نکلا۔ اگر آپ یہ decistion کل لے لیتے تو اسمبلی کی جو پوزیشن آج "نوائے وقت" میں بنی ہے۔ وہ نہ بنتی۔ میں نے جو کچھ کہا تھا وہی ہوا۔ انہوں نے صرف ان بنچز کی جہاں منسٹر اور ممبران نہیں بیٹھے تھے' ان کی تصویر "نوائے وقت" میں دے دی ہے اور جب میں نے بولا تو out of vindictiveness پہلے اس نے ایک تصویر لینی تھی' پھر اس نے دس تصویریں لے لیں اور آپ نے اسے اجازت دی کہ وہ تصویر لیتا رہا۔ جناب والا! پریس کا مطلب یہ نہیں کہ پریس کی خوشامد کی جائے۔ پریس کو بھی قانون کے مطابق اپنا اپنا beha-viour درست کرنا چاہیے۔ جیسے ایم پی ایز کو کرنا چاہیے۔

Press is not above the law. The Press must respect the creden-tials, the dignity and the privileges of the Member of this House. If it only hankers after cheap popularity and if proper stepe are not taken against this unlawful activities of the Press the country will come to a sad end.

جناب سپیکر : آپ کی طرف سے جو تجویز آئی ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ اس کو ہاؤس کے سامنے اس روز پیش کیا جائے جب ہاؤس میں حاضری معقول ہو۔ چونکہ یہ ایک لمبی tradi-tion چلی آ رہی ہے اور روایت کے برعکس' آپ سمجھتے ہیں کہ اس ایوان کے تقدس کے لیے اور ان اداروں کے احترام کے لیے آپ نے ایک فیصلہ کرنا ہے اور خاص طور پر ان

حالات میں کہ جب اخبارات میں ایسی تصاویر دی جائیں جن سے اس ادارے کے وقار میں کمی واقع ہو رہی ہے تو یہ فیصلہ کرنا ہے۔ تو میرے خیال کے مطابق اسمبلی میں ممبران کی تعداد معقول ہو تاکہ میں ان کے سامنے یہ معاملہ پیش کروں اور آپ اس پر فیصلہ کر سکیں۔ تو میرے خیال میں اتوار' یا سوموار کو' ہم اس کو زیادہ لمبا نہیں کرتے اس پہ کافی بات ہو چکی ہے۔ اب اس پہ فیصلہ ہو جانا چاہیے۔ اور اتوار کو یا سوموار کو جس روز ممبران کی ایک معقول تعداد موجود ہوگی' میرے خیال میں اس فیصلے کے وقت ممبران کی تعداد نصف سے زیادہ موجود ہونی چاہیے۔ اسی روز یہ مسئلہ میں آپ کے سامنے پیش کروں گا' اس پر بحث ہوگی اور پھر اس پر فیصلہ ہوگا۔ آپ اگر چاہیں گے تو ہاؤس میں فوٹوگرافر آئیں گے' آپ نہیں چاہیں گے تو فوٹوگرافر فوٹوگرافی کے لیے نہیں آئیں گے۔ نوٹس برائے طلبی توجہ کے بارے میں مجھے وزیر اعلیٰ صاحب کی طرف سے یہ اطلاع ملی ہے کہ آج نوٹس برائے طلبی توجہ کو فیک اپ نہ کیا جائے' کیونکہ جس معاملے کو آج زیر بحث لانا ہے اس معاملے میں وہ مزید معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ اس پر موثر انداز میں روشنی ڈال سکیں اور ایوان کو اعتماد میں لے سکیں۔ میرے خیال میں آج اسے ہم موخر کرتے ہیں اور اگلے روز تک جس روز نوٹس برائے طلبی توجہ کو فیک اپ کیا جائے گا۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب سپیکر میرا جو کال اٹینشن نوٹس آج کے لیے ہے اسے سب سے پہلے لیا جائے۔

وزیر قانون : درست ہے۔

جناب سپیکر : وزیر قانون صاحب اب قانون سازی کریں۔

وزیر قانون : درست ہے۔

جناب غلام سرور خان : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! ہاؤس میں کورم نہیں ہے۔

جناب سپیکر : جناب غلام سرور خان صاحب' آپ نے کورم پوائنٹ آؤٹ کیا ہے؟

جناب غلام سرور خان : جی ہاں۔ گنتی کی جائے' کورم پورا نہیں ہے۔

جناب سپیکر : اب قانون سازی ہو رہی ہے' یہ گورنمنٹ بزنس ہے اور اس میں معزز رکن اپوزیشن جناب غلام سرور خان نے کورم پوائنٹ آؤٹ کیا ہے' یہ ان کا حق بنتا ہے کہ اب اس

مرحلے پر کورم پوائنٹ آؤٹ کریں' یہ روایات کے منافی بات نہیں۔ گنتی کی جائے.....
گنتی کی گئی....

اس وقت ایوان میں 44 ممبرز ہیں کورم نہیں ہے۔ ایوان کی کارروائی پانچ منٹ کے لیے ملتوی کی جاتی ہے

(اس کے بعد اجلاس پانچ منٹ کے لیے ملتوی ہو گیا)

جناب سپیکر : ہاؤس میں گنتی کی جائے۔

گنتی کی گئی ہاؤس میں کورم نہیں ہے' اس لیے ہاؤس پندرہ منٹ کے لیے adjourn ہوتا ہے۔

(ایوان کی کارروائی 11 بج کر 6 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر دوبارہ شروع ہوئی)

جناب سپیکر : جی' تشریف رکھیں۔ گنتی کی جائے۔۔۔ گنتی کی گئی۔۔۔ ہاؤس میں کورم موجود ہے۔

62 پر کورم ہوتا ہے۔ ہاؤس میں اس وقت 63 اراکین موجود تھے اور اب میاں مناظر صاحب کے آنے سے وہ 64 ہو گئے ہیں۔ لیکن کورم کی گنتی کرتے وقت اگر 61 بھی ہو جائیں تو بھی کورم ہو جاتا ہے اس لیے کہ پھر 61 کی صورت میں سپیکر کو بھی گن لیا جاتا ہے۔

## پنجاب پبلک سروس کمیشن کی سالانہ رپورٹ برائے سال 1991ء

(جو ایوان کی میز پر رکھی گئی)

MR SPEAKER: Minister for law please.

LAW MINISTER: Mr Speaker Sir I lay the Annual Report of the Punjab Public Service Commission for the year 1991.

MR SPEAKER: The Annual Report of the Punjab Public Service Commission for the year 1991 has been laid on the table.

## حکمت عملی کے اصولوں کی پابندی اور ان پر عمل در آمد کے بارے میں رپورٹ برائے سال 1991

(ایوان کی میز پر رکھی گئی)

MR SPEAKER: Minister for Law please.

LAW MINISTER: Mr Speaker Sir I lay the Report on Observance and Implementation of principles of policy for the year 1991.

MR SPEAKER: The Report on Observance and Implementation of Principles of Policy for the year 1991 has been laid on the table.

## مسودہ قانون (ترمیم) بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن پنجاب بابت 1992ء

(جو زیر غور لایا گیا)

MR SPEAKER: Now we take up the Punjab Boards of Intermediate & Secondary Education (Amendment) Bill,1992.

LAW MINISTER:Mr Speaker Sir, I move that hte punjab Boards of Intermediate and Secondary Education (Amendment) Bill, 1992, as recommended by the Standing Committee on Education, be taken into consideration at once.

MR SPEAKER: The motion moved is-

> That the Punjab Boards of Intermediate and Secondary Education (Amendment) Bill, 1992, as recommended by the Standing Committee on Ed-

ucation, be taken into consideration at once.

KHAN GHULAM SARWAR KHAN

& RANA SANA ULLAH KHAN: We oppose it Sir.

MR SPEAKER: It is opposed. Three amendments have been received in it. The first amendment is by Rana Sana Ullah Khan, Malik Iqbal Ahmed Khan Langrial, and Mr Ghulam Sarwar Khan.

Rana Sana Ullah Khan may like to move his amendment.

RANA SANA ULLAH KHAN: I beg to move-

That the Punjab Boards of Intermediate and Secondary Education (Amendment) Bill, 1992, as recommended by the Standing Committee on Education, be referred to a Select Committee consisting of the following Member with the instructions to report upto 31st December, 1992:

1. Dr Muhammad Afzal Ezaz
2. Ch Muhammad Farooq
3. Haji Muhammad Afzal Chan
4. Mr Sohail Zia Butt
5. Mr Irshad Hussain Sethi
6. Sahibzada Muhammad Usman Abbasi

MR SPEAKER: The amendment moved is-

That the Punjab Boards of Intermediate and Sec-

ondary Education (Amendment) Bill, 1992, as recommended by the Standing Committee on Education, be referred to Select Committee consisting of the following Member with the instructions to report upto 31st December, 1992:

1. Dr Muhammad Afzal Ezaz
2. Ch Muhammad Farooq
3. Haji Muhammad Afzal Chan
4. Mr Sohail Zia Butt
5. Mr Irshad Hussain Sethi
6. Sahibzada Muhammad Usman Abbasi

**LAW MINISTER:** I Oppose it Sir,

**MR SPEAKER:** Minister for Law opposes the amendment.

Now I will invite the mover of the amendment to say something if he so likes.

رانا ثناء اللہ خان : شکریہ جناب سپیکر!

جناب سپیکر! بورڈ آف انٹر میڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن امنڈمنٹ بل اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ قوم کے ہونہار اپنے تعلیمی کیریئر کے بعد اس بات کی سند حاصل کرنے کے لیے کہ ان میں قابلیت کا کیا درجہ ہے؟ تو اس کا تعین بورڈ سے ہونا ہوتا ہے۔ وہاں پر بہت بااثر لوگ جو ہیں بہت اعلیٰ عہدوں پر جو فائز ہیں۔ اُن کے بچوں کا بھی اس بات کا تعین وہاں ہی سے ہونا ہوتا ہے۔ اس لیے یہ ایک ایسا ادارہ ہے کہ جسے میں سمجھتا ہوں کہ جتنا بھی انڈیپنڈنٹ کر دیا جائے اس کے اتنے ہی بہتر نتائج نکلیں گے۔ لیکن جب اس بل کو سٹینڈنگ کمیٹی کے سامنے پیش کیا گیا تو میرا خیال ہے کہ اس معاملہ کے اس پہلو پر کوئی نظر نہیں رکھی گئی، بلکہ جس طرح سے موجودہ حکومت لیجسلیشن کو لے رہی ہے بالکل اس انداز

میں اس بل کو لیا گیا ہے اور وہی جو ڈرافٹنگ پیچھے سے ہو کر بیوروکریسی کی طرف سے آئی تھی اس کو اسمبلی میں پیش کر دیا گیا ہے اور اب یہاں پر یہ ہونا ہے کہ لاء منسٹر صاحب کو جو نوٹ بنا کر دیا گیا ہے وہ اس امنڈمنٹ کے جواب میں پڑھیں گے اور اس کے بعد وہ "ہاں" اور "ناں" کے لیے اپنا ہاتھ بلند کریں گے اور اس کے مطابق آواز آ جائے گی میں سمجھتا ہوں کہ اس بل کو اس سے پہلے کہ اسمبلی میں پیش کیا جائے اور اس کے بعد اس کا حاصل لاء منسٹر کی ہاں اور ناں کی نذر ہو جائے تو بہتر ہے کہ جن افراد کے میں نے نام دیے ہیں اس سلیکٹ کمیٹی کے پاس اس بل کو بھیجا جائے۔ وہ اس کے تمام پہلوؤں پر بہتر انداز میں غور و فکر کرنے کے بعد رپورٹ پیش کرے اور اس بل میں جو ترامیم ہیں ان کو اس لحاظ سے اور اس اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ جس طرح کے اہم معاملات کا بورڈ نے تعین کرنا ہے اس لحاظ سے اس میں جو ترامیم ہیں وہ آئیں۔

جناب سپیکر! موجودہ حکم ران اپنی brute majority کے بل بوتے پر لیجسلیشن کا جس طرح سے حلیہ بگاڑ رہے ہیں اور جس انداز سے لیجسلیشن کر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ لیجسلیشن نہیں ہے۔ لیجسلیشن تو اس لیے ہوتی ہے کہ موجودہ حکم رانوں کو ان ضوابط کا پابند کیا جائے اور ان کے لیے ایسے ضوابط کا تعین کیا جائے کہ within that frame work رہ کر وہ اپنا کام کریں۔ لیکن یہ تو قانون سازی نہیں' بلکہ فرعون سازی ہے کہ موجودہ حکومت کی طرف سے ان کی فرعونیت کو بڑھانے کے لیے یعنی ہر بل میں' ہر ایکٹ میں اور ہر قانون میں اس انداز سے امنڈمنٹ کی جاتی ہے کہ کوشش اس بات کی کی جاتی ہے کہ تمام اختیارات ایک شخصیت میں اور ایک ہاتھ میں آ جائیں۔ان میں بھی جو امنڈمنٹ کی گئی ہے۔ میں اس کا مختصراً یہ حوالہ دیتا ہوں کہ اس میں جو main amendment ہے۔ اس میں یہی کیا گیا ہے کہ بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن کے آفیسرز کنٹرولنگ اتھارٹی کی خوشنودی پر اپنا آفس hold کریں گے۔ یعنی جب تک اس کی خوشنودی ہوگی اس وقت تک وہ اپنے آفس میں رہ سکیں گے اور جب اس کی خوشنودی ختم ہو جائے گی تو وہ اپنا آفس vacate کریں گے۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان حکم رانوں کا جوں جوں انجام قریب آ رہا ہے

توں توں انہیں اپنے خدا ہونے کا یقین آ رہا ہے کہ یہ اس قسم کی لیجسلیشن کر رہے ہیں کہ ملک میں کوئی سسٹم باقی نہ رہے اور تمام اختیارات ان کے ایک ہاتھ میں آ جائیں اور اس کے بعد یہ جس طرح سے بھی چاہیں ان قوانین کا استحصال کر سکیں۔

تو اس صورتحال سے بچنے کے لیے جناب سپیکر! میری یہ تجویز ہے کہ اس بل کو اس سلیکٹ کمیٹی کے پاس بھیجا جائے جن اشخاص پر مشتمل سلیکٹ کمیٹی کا میں نے ذکر کیا ہے تاکہ وہ اس بل کی اہمیت کے پیش نظر اس بل کا جائزہ لیں اس کے بعد اسے اس ایوان میں پیش کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر : ملک اقبال احمد خان یا خان غلام سرور خان صاحب دونوں میں سے جو بھی صاحب اس پر اپنی بات کرنا چاہیں گے۔

(دونوں فاضل ممبران ایوان میں موجود نہ تھے)

جناب سپیکر : جی وزیر قانون صاحب۔

وزیر قانون : جناب سپیکر! یہ جو ہم نے پنجاب بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن ایکٹ 1976ء میں ترمیمی ایکٹ 1985ء کی مختلف دفعات میں ترامیم کی ہیں یہ بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لیے کی گئی ہیں۔ اور جناب والا! عرصہ دراز سے ان کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔ کافی سوچ بچار کے بعد ہم نے یہ ترامیم کی ہیں اور تمام کی تمام ترامیم اس کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لیے ہیں۔ دفعہ (4) 10 میں جو ہم نے ترمیم کی ہے۔ جناب والا! موجودہ صورت حال ایسے ہے کہ کسی بورڈ کو اس امر کی اجازت نہیں کہ کوئی قاعدہ وضع کر سکے یا کسی شخص کو استحقاق یا مراعات دے کہ اس قسم کے امور کے متعلق حکومت کے نافذ کردہ قواعد و ضوابط کے مطابق نہ ہوں۔ اس سے جناب والا! بہت سی پیچیدگیوں نے جنم لیا' نیز بورڈ کے autonomous ہونے کی حیثیت کے بھی یہ چیز against تھی۔ یہ جو ہم نے ترمیم کی ہے اس سے ہم نے کنٹرولنگ اتھارٹی کو اس قابل بنا دیا ہے کہ اگر حالات اس کے متقاضی ہوں تو سرکاری ملازمین کے لیے اطلاق پذیر شرائط و دفعات سے مختلف شرائط پر بورڈ کے ملازمین کے تقرر کرنے کی اجازت دے' کیونکہ بورڈ کی ضروریات سرکاری محکمے کی ضروریات سے مختلف ہوتی ہیں۔

جناب والا! دوسری ترمیم ہم نے دفعہ (2) 14 میں کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ جو سرکاری ملازمین ڈیپوٹیشن پر ہوتے تھے اور جو سرکاری ملازم ڈیپوٹیشن پر جاتا تھا اس کے ڈیپوٹیشن کی میعاد تین سال کے لیے ہوتی تھی۔ اس میعاد کے نتیجے میں بعض اوقات یہ پیچیدگی پیدا ہو جاتی تھی کہ اس افسر کی عمر ساٹھ سال پوری ہو گئی ہے اور اس کی ریٹائرمنٹ کی عمر آ گئی ہے اور کنٹریکٹ کے مطابق ابھی اس کے تین سال مکمل نہیں ہوئے' اس لیے وہ ابھی ریٹائرمنٹ پر نہیں جا سکتا۔ دوسری اس میں یہ قباحت تھی کہ تین سال کے اندر اگر اس افسر کے خلاف کسی قسم کا کوئی الزام یا بے ضابطگی ثابت ہو جائے تو اس کنٹریکٹ کو بنیاد بنا کر عدالتی چارہ جوئی کر کے حکومت کوئی حل نکال سکتی ہے' جبکہ حکومت پہلے اپنے آپ کو بے بس محسوس کرتی تھی۔ تو جناب والا! اس وجہ سے یہ ترمیم بھی کرنی بہت ضروری تھی۔

جناب والا! دفعہ 17 میں ہم نے جو ترمیم کی ہے وہ یہ ہے پہلے یہ قانون تھا کہ جتنے بھی سرکاری ملازم ہیں وہ 25 سال کی ملازمت کے بعد ریٹائرمنٹ پر جا سکتے تھے۔ اب اسے تبدیل کر دیا گیا ہے اور یہ عمر پچیس سال سے کم کر کے دس سال کر دی ہے۔ اس بورڈ کے قوانین میں یہ عمر وہی 25 سال چلی آ رہی ہے تو اس کو دوسرے سرکاری ملازمین کے ساتھ مطابقت دینے کے لیے ہم یہ ترمیم لائے ہیں۔

جناب والا! ہم نے شیڈول کے (2) 5 میں جو ترامیم کی ہیں اس ترمیم سے قبل بورڈ کی مقرر کردہ تقرری کمیٹی کو یہ اختیار تھا کہ مبلغ چار سو روپے یا اس سے زائد ماہانہ تنخواہ لینے والے ملازمین کی تقرری کی سفارش کر سکے۔ تو جناب والا! یہ 1976ء کا قانون بنا ہوا ہے۔ اس وقت 400 روپے بہت زیادہ تنخواہ ہوا کرتی تھی اور اس میں گریڈ 16 کی حد تک کے افسران آ جاتے تھے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ تنخواہیں بڑھ گئی ہیں اور وہاں پر وہی چار سو روپے ہیں' لہٰذا ہم اس کو تبدیل کر کے گریڈ 16 کے افسر کی تقرری کی اجازت دے رہے ہیں۔

جناب والا! یہ تمام ترامیم اس کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لیے اور مفاد عامہ کے لیے کی گئی ہیں' اس وجہ سے ان کو منظور فرمایا جائے۔ شکریہ۔

MR SPEAKER: Now the amendment moved and the ques-

tion is-

That the Punjab Boards of Intermediate and Secondary Education (Amendment) Bill, 1992, as recommended by the Standing Committee on Education, be referred to Select Committee consisting of the following Member with the instructions to report upto 31st December, 1992:

1. Dr Muhammad Afzal Ezaz
2. Ch Muhammad Farooq
3. Haji Muhammad Afzal Chan
4. Mr Sohail Zia Butt
5. Mr Irshad Hussain Sethi
6. Sahibzada Muhammad Usman Abbasi

(The motion was lost)

MR SPEAKER: Next amendment has been received from Rana Ikram Rabbani, Syed Chiragh Akbar Shah and Mr Ali Hassan Raza Qazi. The movers are not present in the House. So it will be taken as withdraw.

The next amendment has been received from Mr Farid Ahmad Piracha. He may like to move the amendment.

MR FARID AHMAD PIRACHA: I beg to move-

That the Punjab Boards of Intermediate and Secondary Education (Amendment) Bill, 1992, as recommended by the Standing Committee on Ed-

ucation, be circulated for the purpose of eliciting opinion thereon by the 15th December, 1992.

MR SPEAKER: The amendment moved is-

That the Punjab Boards of Intermediate and Secondary Education (Amendment) Bill, 1992, as recommended by the Standing Committee on Education, be circulated for the purposeof eliciting opinion thereon by the 15th December, 1992.

LAW MINISTER: I oppose it sir.

MR SPEAKER: Minister for law opposes the amendment.

Mr Farid Ahmad Piracha, would you like to say something.

جناب فرید احمد پراچہ : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر!اس ترمیم کے ذریعے میں نے ایک ایسے مسودہ قانون کو رائے عامہ معلوم کرنے کے لیے مشتہر کرنے کے ارادے کا اظہار کیا ہے کہ جس کا تعلق ہمارے اس وقت کے سلگتے ہوئے مسائل کے ساتھ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے وہ تمام قوانین یا مسودہ ہائے قوانین کہ جن کا تعلق ایک عام آدمی کے ساتھ ہو اس کو عام آدمی کی رائے معلوم کرنے کے لیے مشتہر کرنا انتہائی ضروری ہے۔ اس وقت امتحانات اور نظام امتحانات کی جو کچھ صورت حال ہو چکی ہے وہ انتہائی تشویش ناک ہے اور صوبہ پنجاب کے تمام علاقوں میں رہنے والا ہر فرد اس وقت پریشان ہے۔وہ چیزیں جو ماضی میں صرف ایک انفرادی فعل کی حیثیت رکھتی تھیں۔ جیسے نقل کرنا یا قتل کرنا یا اور جرم جو انفرادی فعل تھا۔ اس حکومت کے دور میں وہ اجتماعی فعل بن گیا ہے۔ اس برائی کو منظم کر لیا گیا ہے۔اس کو وہ نام دے دیے گئے ہیں کہ جن ناموں کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ عام طور پر نقل تو ہوتی تھی۔ لیکن جناب' یہ بوٹی مافیا کبھی نہیں بنے تھے' یہ قبضہ گروپ کبھی نہیں بنے تھے' یہ امتحانی سنٹر کبھی نیلام نہیں ہوئے تھے' اس طرح سے تعلیم اور میرٹ کا بگڑا ہوا حال کبھی بھی نہیں تھا۔ اس کو جو اجتماعی شکل دے دی گئی اور جو منظم شکل دے دی گئی جو

کاروبار بنا دیے گئے اور کچھ مراعات یافتہ طبقات جس طرح سے اس تمام نظام امتحانات کا بیڑہ غرق کر رہے ہیں اس کے لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ ایک عام آدمی سے بھی پوچھا جائے کہ اس کا مسئلہ کیا ہے' اس کو معلوم ہو کہ آپ جو ترامیم لا رہے ہیں یہ ترامیم اس مسئلے کو حل کریں گی یا اس کو اور بگاڑ دیں گی' اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے ارباب اختیار' ہماری وزارت قانون ہمارے تعلیم کے محکمہ نے اس کو سمجھا ہی نہیں کہ اصل معاملہ کیا ہے' اس میں اصل تبدیلی کی کیا ضرورت ہے۔ اس معاملے کو کس طرح سے ٹھیک کرنا ہے۔ جناب سپیکر! یہ میرٹ کو لا رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم میرٹ کے ذریعے سے ان چیزوں کو ٹھیک کریں گے۔ تو جناب والا! اس میرٹ کا جو پیمانہ ہے' وہ تو امتحانات ہیں۔ ان امتحانات کی بنیاد پر جو میرٹ بنے گا وہ میرٹ کس حد تک حقیقی ہوگا' اس لیے جناب والا! اس بات کی ضرورت ہے کہ عام آدمی کی رائے آئے اور پڑھے لکھے لوگ اور ہمارے ملک کے وہ افراد جو ماہرین تعلیم ہیں وہ اس میں دلچسپی لیں' وہ اپنی اپنی تجاویز دیں' وہ اپنی ترامیم دیں' وہ اس کو دیکھیں اور وہ دیکھیں کہ اس کے اندر کون سی خامیاں ہیں۔ جناب سپیکر! میں اس بارے میں عرض کرتا ہوں کہ جیسے یہ کہا گیا کہ بورڈ کے افسران کنٹرولنگ اتھارٹی کی خوشنودی حاصل ہونے تک رہیں گے۔ تو جناب والا! یہ خوشنودی کیا چیز ہے؟ اصل چیز تو یہ ہے کہ معیار مقرر کیا جائے کہ اس کی کارکردگی ہو اور وہ اپنی کارکردگی پر اور اپنے نتائج پر اور امتحانات کے معیار کو بہتر کرنے تک برقرار رہے۔ لیکن اس خوشنودی کا حال یہ ہے کہ بورڈ کے ممبران کھلے عام یہ کہتے ہیں کہ اگر ہمارے ذمے یہ ہو کہ ہم نے فلاں وزیر کے بیٹے کو امتحان دلوانا ہے اور اس کو فرسٹ ڈویژن دلوانی ہے یا اس کو اچھے نمبر دلوانے ہیں اور اس کو میڈیکل یا انجینئرنگ میں بھیجنا ہے تو پھر اس کے بعد ہم سے کیسے یہ توقع کی جائے کہ ہم یہ سارا نظام امتحان بہتر کریں گے؟ جب ان کی اس خوشنودی کا معاملہ ہو تو وہ اس طرح سے خوشنودی حاصل کریں گے کہ انہوں نے وزیروں کے بیٹوں کو یا ان کی بیٹیوں کو یا ان کے عزیزوں کو یا ان کے رشتہ داروں کو امتحانات کے اندر اچھے نمبر دلوانے ہیں۔ ان کو ان کی مرضی کے سنٹر دلوانے ہیں۔ تو جناب اس میں تو بہت ساری چیزوں کی ضرورت ہے۔ میں نے اس مسئلے پر بہت ساری تجاویز پریس کانفرنس کے ذریعے سے بھی اور مضامین کے ذریعے

سے بھی دی تھیں۔ لیکن کہیں پر ان کی کوئی پذیرائی نہیں ہوئی اور نہیں بتایا گیا کہ ان تجاویز کا کیا کیا گیا ہے اور ان کا کیا حل دیا گیا ہے؟ جناب سپیکر! اس میں پہلے سے ایک مسودہ قانون موجود ہے جو پنجاب یونیورسٹی اینڈ بورڈ مین پریکٹسز ایکٹ 1950ء ہے۔ جس میں یہ ساری چیزیں موجود ہیں اصل چیز قوانین کی کمی نہیں ہے کہ جن کے ذریعے سے آپ لوگوں کو کنٹرول کریں۔ یہ تو 1950ء میں ایک باقاعدہ ایکٹ اس اسمبلی میں پاس ہوا تھا۔ اصل چیز جس کی ضرورت تھی وہ تو یہ ہے کہ اس پر کنٹرول کون کرے۔ کس کو معلوم نہیں کہ یہ بوٹی مافیا کون ہے اور کس کو معلوم نہیں کہ یہ قبضہ گروپ کون ہے اور کس کو نہیں معلوم کہ کون امتحانی سنٹر بیچ رہا ہے اور کس کو نہیں معلوم کہ نقل کرنے کے ذرائع کیسے چلتے ہیں؟

(اس مرحلے پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

اور کس کو نہیں پتا کہ کس کو لاکھوں روپے کی آمدنی ہوتی ہے۔ یہ ساری باتیں وزیر تعلیم کے علم میں ہیں اور یہ وزیر قانون کے علم میں بھی ہیں۔ اور یہ باتیں وزیر اعلیٰ کے علم میں بھی ہیں۔ ان کے نام بھی معلوم ہیں۔ ان کے اپنے ضلع کے اندر ایسے آدمی کو کنٹرولر امتحانات لگایا گیا کہ جس آدمی کو الیکشن کمشن کی طرف سے نااہل قرار دیا گیا کہ یہ آدمی کہیں بھی الیکشن ڈیوٹی دینے کا اہل نہیں ہے۔ اس آدمی کو کنٹرولر امتحانات لگا دیا گیا۔ اسی طرح سے وہ افسر لوگ بھی ہیں جو اپنے ٹیوشن سنٹر چلا رہے ہیں اور اپنے ٹیوشن سنٹر چلانے کے ساتھ ساتھ کنٹرولر امتحانات بھی بنے ہوئے ہیں۔ جناب والا قانون سازی اس کے لیے چاہیے' عمل درآمد اس کے لیے چاہیے میں بات کو اختصار کی طرف لاتے ہوئے اتنا عرض کروں گا کہ اس بل کو مشتہر کرنا اور عوام الناس کی رائے لینا اور اس کو سنجیدہ حیثیت دینا ضروری ہے۔ اور اس کے لیے میری اس ترمیم کو منظور کیا جائے۔ شکریہ جناب سپیکر!

جناب ڈپٹی سپیکر: جی وزیر قانون!

وزیر قانون: جناب سپیکر! موجودہ ordinance مورخہ 17-5-1992 سے نافذ العمل ہے۔ اور اس کی تفصیلات سے عوام واقف ہیں اور اس سے مکمل آگاہی رکھتے ہیں۔ اور اس کے بارے میں کوئی بھی اعتراض موصول نہیں ہوا۔ اس کے لیے مزید مشتہر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور میرے فاضل بھائی نے خوشنودی کے بارے میں جو کچھ کہا ہے تو اس

بارے میں میں یہ کہوں گا کہ کسی بھی جمہوری حکومت میں کوئی حکومتی ادارہ تب ہی اپنے محکمے کے سربراہ کی یا سیاسی سربراہ کی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے جب اس کی کارکردگی مفاد عامہ میں ہو اور اسی چیز کو یقینی بنانے کے لیے ہم یہ ترمیمی بل لائے ہیں۔ چونکہ میں اس سے پہلے تفصیل کے ساتھ اس کے تمام پہلوؤں پر عرض کر چکا ہوں تو میں گزارش کروں گا کہ میرے فاضل بھائی پراچہ صاحب نے جو ترمیم دی ہے کہ اسے رائے عامہ کے لیے مشتہر کیا جائے اس کی ضرورت نہیں ہے' اس لیے اسے مسترد فرمایا جائے۔

MR DEPUTY SPEAKER: Motion moved and the question is-

That the Punjab Boards of Intermediate and Secondary Education (Amendment) Bill, 1992, as recommended by the Standing Committee on Education, be circulated for the purpose of eliciting opinion thereon by the 15th December, 1992.

(the motion was lost)

MR DEPUTY SPEAKER: The motion moved and the question is-

That the Punjab Boards of Intermediate and Secondary Education (Amendment) Bill, 1992, as recommended by the Standing Committee on Education, be taken in to consideration at once.

(The motion was carried)

**Clause 2**

MR DEPUTY SPEAKER: Now, we take up the Bill clause by clause.

An amendment has been received from Rana Ikram Rabbani. As he is not present it would be

considered as withdrawn.

the question is-

That clause 2 do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

**Clause 3**

MR DEPUTY SPEAKER: An amendment has been received from Rana Ikram Rabbani. As he is not present it would be considered as withdrawn.

The question is-

That clause 3 do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

**Clause 4**

MR DEPUTY SPEAKER: there is no amendment.

The question is-

That clause 4 do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

**Clause 5**

MR DEPUTY SPEAKER: There is no amendment.

The question is-

That clause 5 do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

**Clause 6**

MR DEPUTY SPEAER: An amendment has been received from the Minister for Law. He may please move his

amendment.

MINISTER FOR LAW: I beg to move-

That for clause 6 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Education, the following be substituted, namely:-

"6" Repeal. The Punjab Boards of Intermediate and Secondary Education (Secend Amendment) Ordinance, 1992, (XXXII of 1992) is hereby repealed.

MR DEPUTY SPEAKER: As the motion has not been opposed, I will put the question.

Motion moved and the question is-

That for clause 6 of the Bill, as recommended by the standing Committee on Education, the following be substituted, namely:-

"6" Repeal. The Punjab Boards of Intermediate and Secondary Education (Second Amendment) Ordinance, 1992

(XXXII of 1992,) is hereby repealed.

(The motion was carried)

MR DEPUTY SPEAKER: The question is-

That clause 6, as amended, do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

**Clause 1**

MR DEPUTY SPEAKER: There is no amendment.

The question is-

That clause 1 do stand part of tbe Bill.

(The motion was carried)

**Preamble**

MR DEPUTY SPEAKER: There is no amendment.

The question is-

That Preamble do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

**Long title**

MR DEPUTY SPEAKER: Since there is no amendment, its becomes part of the Bill.

Now, We take up Third Reading of the Bill. Minister for Law please.

MINISTER FOR LAW: I beg to move-

That the Punjab Boards of Intermediate and Seondary Education (Amendment) Bill, 1992, be passed.

MR DEPUTY SPEAKER: The motion is-

That the Punjab Boards of Intermediate and Seondary Education (Amendment) Bill, 1992, be passed.

Since the motion has not been opposed, I will put the question.

The question is-

That the Punjab Boards of Intermediate and Seondary Education (Amendment) Bill, 1992, be passed.

The Punjab Boards of Intermediate and Secondary Education (Amendment) Bill, 1992, stands passed.

The House is adjourned till 4.00 PM, Sunday the 25th October, 1992.

# صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس)

اتوار' 25۔ اکتوبر 1992ء

(یک شنبہ' 27 ربیع الثانی 1413ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں شام 4 بج کر 34 منٹ پر منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے۔

---

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿٣٨﴾ كَلَّا ۖ
اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٩﴾ فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ
اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿٤٠﴾ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ
بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿٤١﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ
الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿٤٢﴾ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا
كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴿٤٣﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ
ذِلَّةٌ ۚ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿٤٤﴾

سورۃ المعارج آیات 38 تا 44

کیا ان میں سے ہر شخص یہ توقع رکھتا ہے کہ نعمت کے باغ میں داخل کیا جائے گا○ ہرگز نہیں ہم نے ان کو اس چیز سے پیدا کیا ہے جسے وہ جانتے ہیں○ ہمیں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی قسم کہ ہم طاقت رکھتے ہیں○ (یعنی) اس بات پر (قادر ہیں) کہ اُن سے بہتر لوگ بدل لائیں۔ اور ہم عاجز نہیں ہیں○ تو (اے پیغمبر) ان کو باطل میں پڑے رہنے اور کھیل لینے دو یہاں تک کہ جس دن کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ان کے سامنے آموجود ہو اُس دن یہ قبروں سے نکل کر (اس طرح) دوڑیں گے جیسے (شکاری) شکار کے جال کی طرف دوڑتے ہیں○ ان کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی اور ذلت ان پر چھا رہی ہوگی۔ یہی وہ دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا○

وما علینا الا البلاغ○

جناب سپیکر : پیٹر گل صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب پیٹر گل : جناب سپیکر! قومی شناختی کارڈ میں مذہبی خانے کے اندراج کے بارے میں جو ابہام ہے اس سلسلے میں کچھ معززین اور منتخب نمائندے اسمبلی کے باہر بھوک ہڑتال پر بیٹھے ہیں۔ میں جناب وزیر قانون سے استدعا کروں گا کہ اس ابہام کو دور کرنے کے لیے وہ اس پر روشنی ڈال سکتے ہیں؟

## پوائنٹ آف آرڈر

## کورم کی غیر موجودگی میں نشست کا آغاز اور تلاوت کلام پاک

شیخ انوار الحق پراچہ : جناب والا! میں نکتہ وضاحت پر گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ اگر کورم پورا نہ ہو تو اجلاس کی کارروائی شروع ہونے سے پہلے جو تلاوت کلام پاک ہوتی ہے' کیا درست ہے؟

جناب سپیکر : پراچہ صاحب نے بہت عرصے کے بعد کارروائی میں حصہ لیا ہے۔

انہوں نے پوائنٹ آف آرڈر پر فرمایا ہے کہ اگر ایوان میں کورم نہ ہو تو کیا تلاوت کلام پاک کی جا سکتی ہے؟ میرے خیال کے مطابق تلاوت کلام پاک کی جا سکتی ہے۔ قواعد کے مطابق بھی۔۔۔ ویسے تو احترام اور تقدس اور ہمارے دینی و ملی جذبات اپنی جگہ پر۔ لیکن قواعد کے مطابق بھی کورم کا مسئلہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کورم کی نشان دہی کی جاتی ہے۔ جب تک کورم point out نہ کیا جائے بے شک ہاؤس میں کورم ہو یا نہ ہو' یہ تصور کیا جائے گا کہ ہاؤس میں کورم ہے اور کارروائی چلتی رہے گی۔ (قطع کلامیاں) No cross talk please. لاء منسٹر صاحب کی توجہ پیٹر گل صاحب نے ان کے خیال کے مطابق ایک اہمیت عامہ کے مسئلے کی طرف دلائی ہے۔ کیا آپ اس پر کچھ روشنی ڈالنا مناسب سمجھیں گے؟ پیٹر گل صاحب! آپ کیا بات کر رہے تھے؟ دوبارہ فرما دیجیے۔

جناب پیٹر گل : جناب سپیکر! اسمبلی ھال کے سامنے کچھ معززین اور منتخب نمائندوں نے قومی شناختی کارڈ میں مذہبی خانے کے اندراج کے سلسلے میں جو ابہام پایا جاتا ہے کے سلسلے میں بھوک ہڑتال کر رکھی ہے۔ تو میں جناب سپیکر! آپ کی وساطت سے وزیر قانون صاحب سے

یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو ابہام ہے اسے آپ دور کر سکتے ہیں؟

وزیر قانون : جناب سپیکر! شناختی کارڈ کا جو مسئلہ ہے یہ فیڈرل گورنمنٹ سے متعلق ہے۔ اس بارے میں کسی قسم کی وضاحت یا ابہام کو دور کرنا میں سمجھتا ہوں یہ ہمارے پنجاب حکومت کے دائرہ اختیار میں نہیں آتا۔ اس بارے میں میرے فاضل بھائی اگر ویسے غیر سرکاری طور پر کسی قسم کی بات کرنا چاہتے ہیں تو بڑی خوشی سے کریں۔ اس بارے میں میں ان کے ساتھ off the record بات کر کے جو کچھ وہ چاہتے ہیں کیا جا سکتا ہے۔ میرے خیال میں رجسٹریشن ڈیپارٹمنٹ فیڈرل گورنمنٹ کی Interior Ministry میں آتا ہے اور یہ مسئلہ ان سے متعلقہ ہے۔

جناب عادل شریف گل : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : عادل شریف گل صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں؟

جناب عادل شریف گل : شکریہ جناب سپیکر! جناب والا! پیٹر گل صاحب کے پوائنٹ آف آرڈر پر وزیر قانون نے جواب دیا اور کہا کہ شناختی کارڈ کا مسئلہ سراسر فیڈرل گورنمنٹ سے متعلقہ ہے۔ لیکن جناب سپیکر! میں وزیر قانون صاحب سے یہ استدعا کروں گا کہ پنجاب اسمبلی میں بہت سے معاملات ایسے آئے ہیں جن معاملات میں پنجاب اسمبلی نے اپنی سفارشات فیڈرل گورنمنٹ کو بھیجی ہیں۔ تو میری وزیر قانون صاحب سے یہ استدعا ہوگی کہ یہ بہت ہی اہم مسئلہ ہے اور یہ ہمارے بنیادی حقوق کا مسئلہ ہے' یہ پورے پاکستان کے سکھوں کا مسئلہ ہے اور ہم سکھوں کے منتخب نمائندے ہیں اور ہمارا یہ حق ہے اور ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اس پنجاب اسمبلی کے فورم کے ذریعے اپنی آواز آپ کی وساطت سے ہم حکومت تک پہنچائیں۔ لہٰذا وزیر قانون صاحب سے میری استدعا ہوگی کہ براہ کرم اس معاملے میں وہ ضرور کچھ کریں۔ اور ہمیں یقین دھانی کرائیں۔ شکریہ جناب سپیکر!

جناب سپیکر : عادل شریف گل صاحب! آپ اس کو پنجاب اسمبلی کے فورم پر مناسب انداز میں رولز کے مطابق اور روایات کے مطابق take up کر سکتے ہیں۔ کئی طریقے ہیں جس سے آپ اس کو پنجاب اسمبلی کے اندر take up کر سکتے ہیں اور آپ کی آواز اگر ہاؤس مناسب سمجھے تو وفاقی حکومت تک پہنچائی جا سکتی ہے۔

## نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

جناب سپیکر: اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ محکمہ آب پاشی و قوت برقی کے متعلقہ آج سوالات ہیں اور پہلا سوال ڈاکٹر خاور علی شاہ صاحب کا ہے۔ سوال نمبر 300-

## نہروں پر شجر کاری کی تفصیل

☆ 300- ڈاکٹر سید خاور علی شاہ: کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

محکمہ انہار ضلع خانیوال نے 1985ء سے 1990ء تک کس کس جگہ اور نہروں پر شجر کاری کی کن اقسام کے درخت لگائے گئے اور ان پر سال وار کتنی رقم خرچ کی گئی۔ ان میں سے کتنے درخت پروان چڑھے۔ کتنے ضائع ہوئے جو درخت پروان چڑھے ان پر سال وار کتنی رقم صرف کی گئی؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ):

محکمہ انہار خانیوال ڈویژن لوئر باری دو آب کینال اور حویلی کینال ضلع خانیوال میں نہروں پر 1985ء سے 1990ء تک جو شجر کاری کی گئی۔ اس کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ: جناب والا! جواب میں جو تفصیل دی گئی ہے اس میں یہ ہے کہ ایک لاکھ 59 ہزار 7 سو 95 درخت پروان چڑھے ہیں۔ تو اس بارے میں میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا انہوں نے ان درختوں کی نمبرنگ کر دی ہے؟

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب۔ سوال کیا ہوا؟

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ: جناب والا! سوال یہ ہے کہ کیا ایک لاکھ 59 ہزار 7 سو 95 درختوں کے نمبر لگا دیے گئے ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جناب سپیکر! جب درخت اس قابل ہو جائے کہ اس کے تنے پر نمبر لگایا جا سکے تو باقاعدہ نمبر لگائے جاتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب والا! اس میں یہ پوچھا گیا تھا کہ کتنی رقم خرچ ہوئی؟ جواب میں دو کالم ہیں۔ ایک میں ہے کہ کتنی رقم خرچ کی گئی اور دوسرے کالم میں ہے کہ رقم جو خرچ کی گئی۔ یہ ذرا ابہام پایا جاتا ہے اور پھر یہ رقم لکھی بھی نہیں گئی بعض سالوں میں جو رقم خرچ کی گئی اور جو پودے لگائے گئے اس میں انہوں نے رقم کا ذکر نہیں کیا۔

وزیر آبپاشی : جناب والا! جواب میں ٹیبل دیا ہوا ہے۔ اور ہر مد کے نیچے اس کی تفصیل دی ہوئی ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ یہاں اس میں ابہام کیا ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب والا! انہوں نے ایک کالم میں لکھا ہے کہ کتنی رقم خرچ ہوئی اور آخری کالم میں لکھا ہے کہ جو رقم خرچ کی گئی۔ اس میں کیا فرق ہے؟ جو پہلے کالم میں رقم دی گئی ہے۔ وہ آخری کالم سے مختلف ہے۔

وزیر آبپاشی : جناب سپیکر! معلومات حاصل کر کے میں اس کا جواب آئندہ اجلاس میں دے سکوں گا۔

جناب سپیکر : تو پھر آپ کا کیا خیال ہے کہ اس سوال کو pending کر لیا جائے؟

وزیر آبپاشی : جناب سپیکر! اس سوال کو pending کر لیا جائے۔

جناب سپیکر : ڈاکٹر صاحب! آپ کو اتفاق ہے؟

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : جی' ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر : اس سوال کو وزیر آبپاشی کی استدعا پر pending کیا جاتا ہے۔ جس پر ضمنی سوالات کرنے والے محرک حضرات کو بھی کوئی اعتراض نہیں اس کو اگلے سیشن میں take up کیا جائے گا۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب والا! ایک ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر : جب سوال ہی pending ہو گیا ہے تو اس پر ضمنی سوال کیا ہوگا۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب والا پورا سوال تو pending نہیں ہوا۔

جناب سپیکر : پورا سوال pending ہو گیا ہے۔ اگلا سوال رانا اکرام ربانی خان صاحب کا ہے۔ جی!

# بھرتی کی تفصیل

☆382- رانا اکرام ربانی : کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) 30 مئی 1988ء تا حال محکمہ آبپاشی و قوت برقی میں گریڈ ایک تا اٹھارہ تک کتنے ملازمین کو بھرتی کیا گیا ان کے نام عمریں پتے اور عہدے اور تاریخ تعیناتی ضلع وار کیا ہے اور ان میں سے کتنے ملازمین کو قواعد و ضوابط میں نرمی پیدا کر کے تعینات کیا گیا۔

(ب) متذکرہ بالا ملازمین میں سے کتنے ملازمین کو بذریعہ اخبار باقاعدہ درخواستیں وصول کرنے کے بعد محکمانہ امتحان اور انٹرویوز میں کامیابی کے بعد بھرتی کیا گیا۔

(ج) اگر جز (ب) کا جواب نفی میں ہے تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر آب پاشی و قوت برقی (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ) :

(الف) مکمل رپورٹ ایوان کی میز پر رکھی دی گئی ہے جس کے مطابق گریڈ ایک سے اٹھارہ تک کل 3830 ملازمین بھرتی کیے گئے جن میں سے 3326 ملازمین کو قواعد میں نرمی کر کے اور 464 کو اخباری تشہیر کے بعد مروجہ قوانین کے مطابق بھرتی کیا گیا۔ ملازمین کے پورے کوائف رپورٹ میں درج کر دیے گئے ہیں۔

(ب و ج) جوابات درج بالا ہیں۔

جناب سپیکر : کوئی ضمنی سوال؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر : جناب والا یہ سوال منسٹری کو کب بھیجا گیا تھا؟

جناب سپیکر : جی؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر : جناب والا سوال جو دیا گیا ہے اس کے آگے لکھا گیا ہے کہ جواب موصول نہیں ہوا۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ یہ سوال محکمے کو کب پہنچا۔

جناب سپیکر : جواب موصول ہو گیا ہے۔ میرے پاس تو یہ جوابات کی کاپی میں موجود ہے' آپ کے پاس نہیں ہے؟ نیچے درج ہے اسے آپ چیک کریں۔ اس پر کوئی ضمنی سوال ہے؟

کوئی ضمنی سوال نہیں ہے اگلا سوال رانا اکرام ربانی خان صاحب۔

رانا اکرام ربانی : سوال نمبر 383

## بے ضابطگی کی وجوہات

☆ 383- رانااکرام ربانی : کیا وزیر آب پاشی وقوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ نہر لوئر گوگیرہ ڈویژن کے تحت واقع رسیانہ ڈسٹری بیوٹری نزد سلونی جھان پر برک لائننگ کا ٹھیکہ 51 لاکھ روپے مالیت میں ایک ٹھیکے دار کو دیا گیا ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ متذکرہ ٹھیکہ ٹیکنیکل منظوری کے بغیر دیا گیا ہے۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ متذکرہ ٹھیکہ پول کر کے دیا گیا ہے۔

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اس بے ضابطگی کی تحقیقات کرانے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ) :

(الف) درست ہے۔

(ب) منصوبہ بعنوان Lining of Rassiana Disty R D 7430 to 43100 مورخہ 8-11-1988 کو ڈیپارٹمنٹل سب کمیٹی کے سامنے پیش کیا گیا اور مبلغ 51.1 لاکھ روپے کے لیے منظور ہوا۔ ٹینڈر مورخہ 31-1-1990 سکیم کے تفصیلی تخمینے کی تکنیکی منظوری سے قبل کیے گئے۔ بہر حال ٹینڈر ہونے کے بعد مختلف آئیٹمز کے صحیح انداز اور جانچ پڑتال کے بعد تفصیلی تخمینہ بنا کر technical sanction مورخہ 30-6-90 کو دی گئی۔

(ج) یہ درست نہ ہے۔ یہ ٹھیکہ باقاعدہ نیشنل پریس کے اخبارات میں وسیع اشاعت کے بعد ٹھیکیداران کے مقابلہ ہونے پر مقابلتاً ریٹ پر دیا گیا۔

(د) اگرچہ Tech sanction سے پہلے ٹینڈر بلانے اور انہیں منظور کرنا کوئی احسن قدم نہیں ہے لیکن بعض اوقات کام جلدی شروع کرنے اور سال دوران کے اندر مختص فنڈز مناسب طریقے سے خرچ کرنے یا فلڈ وغیرہ سے پہلے کام مکمل کرنے کی

بناء پر ٹیکنیکل منظوری سے پہلے ہی ٹینڈر طلب کر لیے جاتے ہیں بشرطیکہ سکیم کی منظوری ہو چکی ہو جیسا کہ اس کام پر ہوا ہے۔ عام حالات میں ایسا کرنا کوئی مناسب امر نہیں اور اس سلسلے میں تمام چیف انجینئر صاحبان کو مناسب ہدایات بھی جاری کی جا چکی ہیں۔ موجودہ کیس میں ٹھیکہ نیشنل پریس میں وسیع اشاعت اور ٹھیکیداران کے مابین مقابلہ کے بعد دیا گیا ہے۔ لہٰذا مزید تحقیقات کی ضرورت نہ ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟ جی ڈاکٹر صاحب۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب والا! جواب کے جزّ میں فرمایا گیا ہے کہ Tech sanction سے پہلے ٹینڈر بلانے اور انہیں منظور کرنا کوئی احسن قدم نہیں اور پھر یہ کہا گیا ہے کہ بعض اوقات جلدی کام شروع کرنے اور سال دوران کے اندر مختص فنڈز مناسب طریقے سے خرچ کرنے یا فلڈ وغیرہ سے پہلے کام مکمل کرنے کی بنا پر تکنیکی منظوری سے پہلے ہی ایسا کرنا کوئی مناسب امر نہیں اس میں میری گزارش یہ ہے کہ یہ ٹینڈر 31 جنوری 1990ء کو منظور ہوا اور اس کے بعد 1990ء میں کوئی سیلاب نہیں آیا۔ کوئی ایسی ایمرجنسی پیدا نہیں ہوئی اور پانچ مہینے پورے مکمل ہونے میں باقی تھے کہ وہ رقم ختم ہوتی یا lapse کرتی۔ تو کون سی ایسی ایمرجنسی تھی؟ کون سے ایسے نارمل حالات تھے کہ جن سے ہٹ کر ایسے حالات پیدا ہوئے کہ جن کی وجہ سے ٹیکنیکل سینکشن سے پہلے یہ منظور کیا گیا؟

جناب سپیکر: مسٹر ایریگیشن پلیز۔

وزیر آب پاشی و قوت برقی: جناب سپیکر! ویسے میں محترم ڈاکٹر صاحب کا یہ ضمنی سوال سمجھ نہیں سکا۔ لیکن جو میری سمجھ میں سوال آیا ہے وہ غالباً یہ کہہ رہے ہیں....

جناب سپیکر: سردار صاحب میں انہیں کہتا ہوں کہ وہ اپنا ضمنی سوال دھرا دیں' اگر آپ کی سمجھ میں نہیں آیا۔

وزیر آب پاشی و قوت برقی: ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: جی' ڈاکٹر صاحب آپ اس کو دھرائیں گے؟

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب سپیکر! اس سوال کے جواب جز (د) میں یہ کہا گیا ہے کہ "یہ

کوئی مستحسن اقدام نہیں کہ ٹیکنیکل سیکشن سے پہلے ہم ٹینڈر منظور کریں اور عام حالات میں ہم منظور بھی نہیں کرتے" لیکن یہاں یہ بھی کہا گیا ہے کہ "بعض اوقات ہمیں ایسی مجبوری پیش آتی ہے کہ فلڈ ہوں یا رقم lapse کر رہی ہو یا ہمیں کام کی جلدی تکمیل کرنی ہو تو ہم ان صورتوں میں ٹیکنیکل سیکشن سے پہلے ٹینڈر طلب کر لیتے ہیں تو اس موقع پر یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ 31 جنوری 1990ء کو یہ سیکشن ہوا اور 1990ء میں وہاں کوئی سیلاب نہیں آیا۔ کوئی ایسے حالات پیدا نہیں ہوئے کہ جس کی وجہ سے یہ ٹیکنیکل سیکشن پہلے نہیں لی گئی اور ٹینڈر منظور کر لیا گیا۔ تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر آب پاشی و قوت برقی: جناب سپیکر! ڈاکٹر صاحب یہ جا فرما رہے ہیں کہ کوئی ایمرجنسی نہیں تھی۔ لیکن یہ عمل صرف وقت چانے کی خاطر کیا جاتا ہے۔ لیکن کوئی کام کسی contractor کو technical approval حاصل کرنے سے پہلے الاٹ نہیں کیا جاتا یعنی وہ کام شروع نہیں کیا جاتا۔ صرف ٹینڈرز کال کرنے کا اور اس کی چھان بین کرنے کا پیریڈ' کیونکہ اس کے لیے ایک طویل عرصہ چاہیے۔ وقت چانے کی خاطر وہ ٹینڈرز float کر دیے جاتے ہیں۔ وہ حاصل کر لیے جاتے ہیں۔ اس پر جو کارروائی کرنی ہوتی ہے وہ سلیکشن کر لی جاتی ہے۔ ورک الاٹمنٹ تب ہوتی ہے۔ جب چیف انجینئر technical approval دے دیتا ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: جی' ضمنی سوال ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب!

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب سپیکر! یہ جو اخبارات میں اشتہارات دیئے گئے ہیں۔ کیا ان کی کاپی یہاں مہیا کی جا سکتی ہے؟

جناب سپیکر: کیا دیے گئے ہیں؟

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب سپیکر! اس سوال کے جواب جز (ج) میں یہ فرمایا گیا ہے کہ "یہ ٹھیکہ باقاعدہ نیشنل پریس کے اخبارات میں وسیع اشاعت کے بعد ٹھیکیداران کے مقابلہ ہونے پر مقابلتاً ریٹ پر دیا گیا"۔

تو میرا سوال یہ ہے کہ کیا وہ کاپی جو اخبارات میں شائع ہوئیں اس خبر کے حوالے سے یا اس

ٹینڈر کے حوالے سے تو وہ یہاں مہیا کی جا سکتی ہیں؟

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب وہ ایک categorical statement ہے۔ اس پر کنٹرو کی کیا ضرورت ہے؟ منسٹر کی طرف سے سٹیٹمنٹ ہے۔ He is responsible for that state-ment. اگر اس میں آپ کو کوئی ابہام ہے تو میرے خیال میں اس میں اس کی ضرورت نہیں ہے۔

DR MUHAMMAD AFZAL EZAZ: It is part of the statement

جناب سپیکر: جی نہیں۔

Any other suplementary question? No supplementary question.

Next Main Mahmood Ahmad Sahib.

میاں محمود احمد کے ایماء پر

جناب ارشاد حسن سیٹھی: سوال نمبر 577۔

MR SPEAKER: On his behalf Q. No. 577.

## پشتے تعمیر کرنے کے لیے اقدام

☆577- میاں محمود احمد: کیا وزیر آب پاشی و قوت برقی ازارہ کرم میرے سوال نمبر 231 کے جواب کے حوالے سے بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ وزیر اعلیٰ کے احکامات کے تحت بیگم کوٹ فرخ آباد سنجیاں' نین سکھ وغیرہ آبادیوں کو دریائے راوی کے کٹاؤ / سیلاب سے بچانے کے لیے ماڈل سٹڈی کی گئی ہے اور تخمینہ ایک کروڑ روپے لگایا گیا ہے۔

(ب) یہ بھی درست ہے کہ ایک عدد جے ہیڈ سپر بنانا بھی تجویز کیا گیا ہے جو حکومت کی منظوری اور سفارش کے ساتھ وفاقی حکومت کو بھیجا جائے گا اور فنڈز کی فراہمی پر عمل در آمد کیا جا رہا ہے۔ اگر ایسا ہے تو وزیر اعلیٰ اور وزیر آب پاشی نے کیا احکامات جاری کیے اور کس تاریخ کو۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ وزیر اعلیٰ اور وزیر متعلقہ کے احکامات کے باوجود حکومت نے نہ

ہی اس کی منظوری دی اور نہ ہی کلیئر کر کے وفاقی حکومت کو بھیجا گیا ہے۔

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ ایک سابق صوبائی وزیر کی زمین کو بچانے کے لیے قصور پورہ کے پاس بند روڈ پر دریائے راوی میں حکومت نے پشتے تعمیر کیے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو کیا صوبائی وزیر کی ذاتی زمین بچانے کے لیے صوبائی حکومت از خود پشتے تعمیر کر سکتی ہے اور بے شمار قیمتی زمینیں اور آبادیاں بچانے کے لیے معاملہ کو وفاقی حکومت کے سپرد کیا جا رہا ہے تاکہ کام نہ ہو سکے۔

(ہ) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت از خود پشتے تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو وجہ بیان کریں۔ اور کب تک اس پر کام شروع ہو جائے گا؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ):

(الف) درست ہے مگر سکیم کا تخمینہ لاگت ایک کروڑ ساٹھ لاکھ روپے ہے۔

(ب) درست ہے معزز رکن کی درخواست پر اس سکیم کے تحت بیگم کوٹ۔ فرخ آباد سیکیاں اور نین سکھ کی آبادیوں کو دریا کے کٹاؤ سے بچانے کے لیے ایک عدد J-Head spur بنانے تجویز کیا گیا ہے۔ سکیم صوبائی محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات کو فروری1991ء میں ارسال کی گئی ہے۔ قبل ازیں درخواست مذکورہ پر وزیر اعلیٰ پنجاب نے مورخہ 22-5-1987 کو yes حکم جاری کیا جس پر وزیر آبپاشی نے مورخہ 24-5-1987 کو سکیم پر عمل در آمد کرنے کے احکامات جاری کیے۔ تفصیلی فیلڈ سروے اور باقاعدہ ماڈل سٹڈی کے بعد سکیم تیار کر کے محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات کو بھیجی جا چکی ہے۔ جو کہ صوبائی حکومت کی سفارش (clearance) کے بعد وفاقی حکومت کے فلڈ کمشن کو ارسال کی جائے گی۔ جہاں سے حتمی منظوری حاصل ہونے اور فنڈز کی فراہمی کے بعد سکیم پر عمل درآمد کیا جائے گا۔

(ج) یہ درست نہ ہے۔ درحقیقت وزیر اعلیٰ اور وزیر آبپاشی کے احکامات پر عمل درآمد کی غرض سے محکمہ آبپاشی کے ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں ماڈل سٹڈی کی گئی۔ جس کی بنیاد پر ایک کروڑ ساٹھ لاکھ روپے مالیت کی سکیم تیار کی گئی ہے۔ جو کہ صوبائی حکومت کی clearance کے بعد وفاقی حکومت کو ارسال کی جائے گی۔

(د) یہ درست نہ ہے۔ درحقیقت 1983ء تا 1985ء کے دوران دریا کے بائیں طرف پانچ عدد spur تعمیر کیے گئے تھے جن کا مقصد لاہور کے حفاظتی بند کو دریا کے کٹاؤ سے محفوظ کرنا تھا۔ ان spurs کی تعمیر پر اخراجات بھی وفاقی حکومت کی منظوری اور فراہمی فنڈز کے بعد کیے گئے تھے۔ دراصل فلڈ سے متعلقہ تمام سکیموں کی منظوری اور فراہمی فنڈز وفاقی حکومت کے دائرہ کار میں ہے۔

(ہ) صوبائی حکومت نظام آب پاشی اور اہم آبادیوں کو سیلاب سے بچانے کے لیے پشتے تعمیر کرتی ہے۔ مگر جیسا کہ اوپر واضح کیا گیا ہے کہ فلڈ سے متعلقہ تمام سکیموں پر وفاقی حکومت کی حتمی منظوری اور فراہمی فنڈ کے بعد ہی عمل درآمد کیا جاتا ہے۔ مجوزہ سکیم اس وقت صوبائی محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات کے پاس زیر غور ہے جہاں سے clearance کے بعد وفاقی حکومت کو برائے منظوری و فراہمی فنڈ ارسال کی جائے گی۔ اس کے بعد ہی سکیم پر کام شروع کیا جا سکے گا۔

جناب رشاد حسین سیٹھی : ضمنی سوال۔

جناب سپیکر : جی ارشاد حسین سیٹھی صاحب ضمنی سوال۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر! جز (ب) میں اس کے بارے میں جواب دیا گیا ہے کہ "بیگم کوٹ' فرخ آباد سنجیاں اور نین سکھ کی آبادیوں کو دریا کے کٹاؤ سے بچانے کے لیے ایک عدد J-Head spur بنانا تجویز کیا گیا۔" تو اس میں محکمے نے یہ جواب بھی دیا ہے کہ "وزیر آب پاشی نے مورخہ 24-5-1987 کو سکیم پر عمل درآمد کرنے کے لیے احکامات جاری کیے۔" اب وزیر آب پاشی نے اس پر عمل درآمد کے لیے جو احکامات جاری کیے ہیں یہ پانچ سال بنتے ہیں۔ صوبائی حکومت نے جو کلیرنس کے بارے میں وفاقی حکومت کو سفارش بھجوانی ہے یہ پانچ سال کا عرصہ ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ ان پانچ سالوں میں اب تک محکمے کو سفارش بھجوانے کے لیے کیا امر مانع ہے کہ پانچ سال میں انہوں نے اب تک یہ سفارش نہیں بھجوائی؟

جناب سپیکر : جی' منسٹر ایریگیشن پلیز!

وزیر آب پاشی و قوت برقی : جناب والا! چونکہ ٹیکنیکل معاملہ ہوتا ہے۔ اس میں صرف

محکمہ آب پاشی پنجاب کا تعلق نہیں' بلکہ کنسلٹنٹ سے بھی یہ کلیئر کروانا پڑتا ہے۔ پھر محکمہ آب پاشی پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کو یہ سکیم بھیج دیتا ہے۔ اس کی موجودہ صورت حال یہ ہے کہ 1-6-1992 کو یہ سکیم فیڈرل فلڈ کمشن کو بھیج دی گئی ہے تاکہ وہاں سے ان کی منظوری اور فنڈز حاصل کیے جائیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی میں عرض کر دوں کہ کوئی بھی سکیم اس قسم کی جب ہو تو اس کی ماڈل سٹڈی کرانا بھی لازمی ہو جاتا ہے۔ دریا کا behaviour اور دریا کا pattern یہ سب چیزیں دیکھنی ہوتی ہیں اور اس کے لیے بھی اچھا خاصا عرصہ درکار ہوتا ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : ضمنی سوال۔

جناب سپیکر : ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب' ضمنی سوال۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب سپیکر! کیا یہ درست ہے کہ ایک سکیم کو کلیئر کرنے کے لیے کئی کئی سال صرف ہوتے ہیں اور وہ معاملہ پینڈنگ چلا آتا ہے اور ضرورت کے مطابق ان سوالات کی جتنی بھی سکیمز ہیں وہ بروقت سرانجام نہیں پا سکتیں؟ ایسا اکثر ہوتا ہے۔

جناب سپیکر : ضمنی سوال کیا ہوا؟

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : ضمنی سوال یہ ہوا کہ یہاں ڈیپارٹمنٹس میں مختلف سکیمیں اتنی تاخیر سے کلیئر ہوتی ہیں کہ وہ جو مقصد ہے وہ فوت ہو جاتا ہے جس مقصد کے لیے وہ بنائی جاتی ہیں۔ دس دس سال' پانچ پانچ سال' آٹھ آٹھ سال۔ تو یہ کیا روٹین ہے؟ یا اس میں کوئی خاص دقت ہے یا پریشانی ہے جس کی وجہ سے ایسا کیا جاتا ہے؟

جناب سپیکر : یہ تو ایک انفرمیشن ہے جو آپ دے رہے ہیں۔

This is not a question.

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب سپیکر! یہ سوال اس حوالے سے ہے کہ ایک سکیم کو کلیئر کرنے میں پانچ سال ہو گئے ہیں اور اب جا کر وہ کلیئر ہوئی ہے اور اس کے بعد آپ کو پتہ ہے کہ جو فلڈ آیا ہے اس سے کتنا نقصان ہوا ہے۔

MR SPEAKER: What is the supplementary question?

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : نارمل حالات میں ایسا نہیں ہونا چاہیے۔

جناب سپیکر: آپ کا سوال کیا ہے جو آپ وزیر آب پاشی سے دریافت کرنا چاہتے ہیں؟

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: میں یہ سوال پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان کے محکمے میں اس قسم کی سکیموں کی منظوری کے لیے اتنی زیادہ تاخیر کیوں ہوتی ہے؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر ایریگیشن پلیز!

وزیر آب پاشی و قوت برقی: جناب والا! میں اس کا جواب آپ کی وساطت سے عرض کر چکا ہوں کہ جہاں اس قسم کے ٹیکنیکل ورکس کے معاملات آئے وہاں اُن میں ہمیں پہلے تو خود اُن کی چھان بین کرنی پڑتی ہے۔ پھر کنسلٹنٹس سے منظوری لینی پڑتی ہے۔ پھر وہ منظوری پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کے پاس جاتی ہے اور اس کے بعد وہاں سے بھی منظور ہو کر فیڈرل فلڈ کمشن کے پاس جاتی ہے۔ یہ وہ لوازمات ہیں جن کو ہم avoid نہیں کر سکتے۔ اور ان کے علاوہ جب محکمہ خود اس کی چھان بین کر رہا ہو تو وہ ایسے پراجیکٹس کی ماڈل سٹڈی بھی کراتا ہے۔ جو ہمارا نندی پور میں experiment station ہے محکمہ وہاں ماڈل سٹڈی بھی کرواتا ہے اور ماڈل سٹڈی کے لیے ایک خاص پیریڈ درکار ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ اس میں دریا کا behaviour دیکھنا پڑتا ہے اور اس پر دریا کے behaviour کے اثرات دیکھنے پڑتے ہیں۔ تو ان وجوہات کی بناء پر دیر تو لگ جاتی ہے لیکن یہاں میں یہ بھی وضاحت کر دوں کہ جہاں خدانخواستہ کوئی ایمرجنسی کی صورت حال ہو تو اس کام کو ایمرجنسی کے طور پر لیا جاتا ہے۔ اس میں پھر یہ منظوری اور یہ دوسری چیزیں اس طرح سے نہیں لی جاتیں۔

جناب فرید احمد پراچہ: ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: جی، ضمنی سوال، فرید احمد پراچہ صاحب!

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ ان تمام مراحل کے لیے اور ماڈل سٹڈی کے لیے کوئی زیادہ سے زیادہ عرصہ کتنا متعین کیا گیا ہے؟ یا یہ unlimited ہے؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر ایریگیشن پلیز!

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جناب والا! یہ اب اس چیز کو بار بار دھرایا جا رہا ہے۔ میں نے تو عرض کر دیا ہے کہ یہ ٹیکنیکل نوعیت کے مطابق ہوتا ہے۔ جو اس منصوبے کی نوعیت ہوگی

اس کے مطابق اس پر وقت ضرور لگتا ہے۔

جناب سپیکر : اگلا سوال ڈاکٹر خاور علی شاہ صاحب۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : سوال نمبر 646

## اے فارم کی کاپیاں فیلڈ میں برائے عمل درآمد بھیجنا

☆646- ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازارہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ خالد فاروق ٹوانہ وغیرہ نے فراہمی آب کے لیے 1981ء میں آر سنڈی نمبر (43100) 9 - L چک نمبر 162 درخواست گزاری۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ چیف انجینئر ملتان سیکرٹری محکمہ انہار کے مراسلہ کے جواب میں بذریعہ چٹھی نمبر 603 ڈبلیو(ون) 68/345/9084/-89 مورخہ 11 مئی 1989ء لکھا کہ ٹیل پوزیشنیں silt clearance کی وجہ سے بہتر ہوگئی ہے اس لیے کیس کا فیصلہ کرنے کے لیے 31 مئی 1989ء کے لیے نوٹس جاری کر دیا گیا۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ کیس مذکورہ میں ٹیل سرٹیفکیٹ لف تھا اور بعد سماعت فریقین سائلان کے حق میں پانی کی منظوری دی گئی اور سپرنٹنڈنٹ انجینئر (ایل بی' ڈی سی) نے مورخہ 4 فروری 1991ء کو اے فارم بھی منظور کر دیا۔

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو اے فارم کی دیگر کاپیاں ابھی تک فیلڈ میں برائے عملدر آمد نہ بھیجنے کی کیا وجوہات ہیں اور کس قانون ر ضابطہ کے تحت ایسا کیا جا رہا ہے؟

وزیر آب پاشی و قوت برقی (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ) :

(الف) درست ہے۔

(ب) اس حد تک درست ہے کہ بھل صفائی کی وجہ سے ٹیل پر سپلائی کی پوزیشن میں معمولی سی بہتری ہوئی ہے بہر حال کیس کا فیصلہ کرنے کے لیے مورخہ 31 مئی

1989ء کے لیے نوٹس جاری کیا گیا تھا۔

(ج) درست ہے ٹیل سرٹیفکیٹ مورخہ 15-4-1989 میں واضح طور پر درج تھا۔ کہ ٹیل کی حالت بھل صفائی سے بہتر ہوگئی البتہ پانی کی دائمی کمی 9-L کی ریماڈلنگ کے بعد دور ہوگی لہذا مجاز آفیسر یعنی سپرنٹنڈنگ کینال آفیسر نے فیصلہ کی توثیق کرتے وقت واضح کر دیا تھا کہ پانی L - 9 کی ریماڈلنگ کے بعد مہیا کیا جائے گا۔ اے فارم کی ابتدائی منظوری مورخہ 4 فروری 1991ء کو کر دی گئی تھی۔

(د) فیصلہ کی توثیق کرتے وقت افسر مجاز نے یہ واضح کر دیا تھا۔ کہ موقع پر پانی کی فراہمی L - 9 کی ریماڈلنگ کے بعد کی جائے گی۔ چونکہ متذکرہ ریماڈلنگ ابھی شروع ہی نہیں ہوئی اس لیے اے فارم کی کاپیاں فیلڈ میں ارسال نہیں کی گئی ہیں۔

MR SPEAKER: Any supplementary question?

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ: جناب سپیکر! انہوں نے کہا ہے کہ فنڈز کی وجہ سے یا پانی میں توسیع کی وجہ سے ان کو "اے" فارم مہیا نہیں ہوئے۔ جب پانی ملے گا تو مہیا کر دیے جائیں گے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ آخر کتنا عرصہ درکار ہوگا کہ ان کو "اے" فارم کی کاپیاں مہیا کر دی جائیں گی اور ان کا یہ پانی بڑھ جائے گا؟

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! سوال دہرایے گا۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ: جناب والا! جب پانی کی منظوری ہو جاتی ہے تو "اے فارم" مہیا کیا جاتا ہے۔ "اے فارم" مہیا نہیں کیا گیا۔ اس کے بارے میں میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کب تک یہ "اے فارم" مہیا کر دیے جائیں گے؟

جناب سپیکر: جناب وزیر آب پاشی۔

وزیر آب پاشی و قوت برقی: جناب والا! جب "اے فارم" جاری کیا گیا تھا تو وہ مشروط تھا۔ اس پہ لکھا تھا کہ بھل صفائی سے پانی کی صورت حال قدرے بہتر ہوئی ہے۔ لیکن جب تک اس راجباہ کی ری ماڈلنگ نہ کی جائے تب تک پانی کی مقدار اتنی نہیں ہوگی کہ درخواست دہندہ فاروق ٹوانہ صاحب کو پانی مہیا کیا جائے۔ لیکن میں فاضل رکن کی خاطر یہاں یہ عرض کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ ان کو پانی مہیا ہو چکا ہے۔ یہ سوال اور اس کے جواب پہلے کے

ہیں۔ اب ان کو پانی مہیا ہو چکا ہے۔

چودھری اصغر علی گجر: جناب والا! میرا ایک ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب' ان کو تو اب پانی بھی مہیا ہو چکا ہے۔

چودھری اصغر علی گجر: جناب والا! میں جو ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں اس کو آپ پسند فرمائیں گے۔

جناب سپیکر: جی ارشاد فرمایئے۔

چودھری اصغر علی گجر: میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہاں یہ لکھا ہے کہ جب تک ری ماڈلنگ نہیں ہو جاتی اس وقت تک پانی نہیں ملے گا تو کیا اس نہر یا اس کے علاوہ دوسری نہروں کی ری ماڈلنگ کا کام محکمہ آب پاشی کے زیر غور ہے اور کب تک اس پر کام شروع ہو سکے گا؟

جناب سپیکر: تو آپ عمومی نوعیت کا سوال کر رہے ہیں کہ اس نہر کے علاوہ دوسری نہروں کی ری ماڈلنگ کی جائے گی یا نہیں؟

چودھری اصغر علی گجر: جناب والا! اس نہر کے بارے میں بھی دریافت کرنا چاہتا ہوں اور دوسری نہروں کے بارے میں بھی۔ اس سے ہمارے علم میں اضافہ ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: آپ یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ سارے پنجاب میں کتنی نہروں کی ری ماڈلنگ زیر غور ہے؟

چودھری اصغر علی گجر: سندھ میں پانی کی تقسیم کے بعد نہروں کی ری ماڈلنگ زیر غور ہے۔ اگر وزیر موصوف یہ بات بتا دیں گے تو میری تشفی ہو جائے گی۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جناب والا! ویسے تو اس کے لیے تازہ سوال کا نوٹس آنا چاہیے لیکن میں فاضل رکن کی یہ غلط فہمی دور کر دوں گا کہ سندھ سے ہمارا پانی کا ابھی کوئی معاہدہ نہیں ہوا۔ چاروں صوبوں کے مابین پانی کا ایک معاہدہ ہوا ہے۔ اس معاہدہ میں پانی کی ری ماڈلنگ کا کوئی ذکر نہیں۔ یہ فاضل رکن کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ شاید انہوں نے اس کی کوئی کاپی پڑھی یا نہ پڑھی ہو۔ پنجاب کی نہروں کی ری ماڈلنگ کا بین الصوبائی پانی کے معاہدے میں کوئی ذکر نہیں۔

چودھری اصغر علی گجر: جناب والا! میرا ضمنی سوال ہے۔ میں جو بات سمجھانا چاہتا تھا غالباً

میں خود ہی نہیں سمجھا پایا اس پانی کے معاہدے میں واقعی ری ماڈلنگ کا کوئی ذکر نہیں میں پوچھنا یہ چاہ رہا تھا کہ پانی کے معاہدے کے بعد پنجاب کی جن نہروں میں پانی کم ہے اور وارہ بندی سے کام چلایا جا رہا تھا ان نہروں کے لیے پانی پورا کرنے کے لیے ری ماڈل کیا جانا تھا۔ پانی کے اس معاہدے کے بعد اب ہم پر کوئی پابندی نہیں رہی۔ ہم اپنے پانی کو اپنی مرضی سے استعمال کر سکتے ہیں۔ اس پانی کو استعمال کرنے کے لیے ہمیں ان نہروں کو ری ماڈل کرنا ہے۔ کیا ان نہروں کو ری ماڈل کرنے کے لیے ان کے منصوبے میں کوئی بات ہے؟ ری ماڈلنگ کے بعد نہروں کی وارہ بندی کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ جب تک نہروں کو ری ماڈل نہیں کیا جاتا اس وقت تک نہروں کو پورا پانی مہیا نہیں کیا جا سکتا۔ میں یہ پوچھنا چاہ رہا ہوں کہ کیا کوئی ایسا منصوبہ ان کے محکمہ کے زیر غور ہے۔

جناب سپیکر: میرا خیال ہے کہ یہ ایک دلچسپ اور مفاد عامہ کا ایک سوال ہے لیکن میں نہیں سمجھتا کہ وزیر آب پاشی اس وقت بغیر تیاری کے پورے پنجاب کی نہروں کی ری ماڈلنگ کے بارے میں کچھ بتانے کی پوزیشن میں ہوں گے۔ کیا وزیر آب پاشی اس سوال کا جواب اس سیشن میں ایوان کی میز پر رکھنے کی پوزیشن میں ہوں گے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جناب سپیکر! جیسے میں نے عرض کیا کہ یہ تو بالکل ایک تازہ سوال بنتا ہے کہ محکمہ آب پاشی میں کتنی نہروں کی ری ماڈلنگ کا ارادہ رکھتا ہے۔ یہ جا طور پر آپ نے فرمایا کہ off the cuff میں اس کا قطعاً جواب نہیں دے سکتا۔ لیکن جو معزز ممبر کی طرف سے پانی کے معاہدے کا حوالہ دیا گیا تھا اس کا پنجاب کی نہروں کی ری ماڈلنگ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں پھر اگر یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ پنجاب بھر کی نہروں میں سے کتنی نہروں کی ری ماڈلنگ کا ارادہ ہم رکھتے ہیں اس کے لیے یہ تازہ نوٹس دیں میں اس کا جواب دے دوں گا۔

جناب سپیکر: اس کے بارے میں آپ جواب ایوان کی میز پر رکھ سکتے ہیں۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جی ہاں' ایوان کی میز پر رکھ دیا جائے گا۔

جناب سپیکر: آپ کب تک یہ ایوان کی میز پر رکھ سکتے ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: میں نہیں سمجھتا کہ یہ سیشن کب تک چلے گا لیکن مجھے اندازہ

ہے کہ اس سیشن کے دوران نہیں ہو سکتا۔
جناب سپیکر : سیشن کے بعد ایوان کی میز پر رکھ سکیں گے ؟
وزیر آب پاشی و قوت برقی : سیشن کے بعد ایوان کی میز پر رکھ دیا جائے گا۔
جناب سپیکر : آپ پندرہ روز کے اندر ایوان کی میز پر رکھ سکیں گے ؟
وزیر آب پاشی و قوت برقی : جی ہاں! پندرہ روز کے اندر ایوان کی میز پر رکھ دیا جائے گا۔
جناب سپیکر : اگلا سوال' پیر احمد شاہ کھگہ۔ ایوان میں موجود نہیں۔ اگلا سوال حاجی احمد خان ہرل یہ بھی موجود نہیں۔
اگلا سوال جناب فرید احمد پراچہ۔
جناب فرید احمد پراچہ : سوال نمبر 1236
میاں منظور احمد موہل : جناب سپیکر! جناب عتیق الرحمٰن اور ملک اقبال احمد خان لنگڑیال صاحب کے سوالات بھول گئے ہیں اور اگلے صفحے پہ چلے گئے ہیں اقبال احمد خان لنگڑیال صاحب کا سوال 967 اور جناب عتیق الرحمٰن صاحب کا سوال نمبر 1009 ہے۔
جناب سپیکر : موہل صاحب نے بجا طور پر فرمایا۔ یہ درست ہے لیکن میرے سوال جواب کی شیٹ میں کچھ گڑبڑ تھی۔ لیکن یہ دو صفحے ملے ہوئے تھے اس لیے میں اس سوال کو چھوڑ گیا۔
جناب عتیق الرحمٰن : جناب سپیکر! ہمارے لیے تو وقت کی کمی ہمیشہ آڑے آتی ہے۔
جناب سپیکر : جناب عتیق صاحب! یہ تو آپ کی حسن نظر ہے۔ نہ کبھی وقت کی کمی آڑے آتی ہے' آپ ہمیشہ کارروائی میں دلچسپی لیتے ہیں اور آپ کو وقت بھی دیا جاتا ہے۔ اگلا سوال ملک اقبال احمد خان لنگڑیال۔
جناب ارشاد حسین سیٹھی : (on his behalf) ملک اقبال احمد خان کے ایماء پر سوال نمبر 967

## ڈیرہ رحمت اور میانہ ٹھٹھہ میں بجلی کے نظام کو بہتر بنانا

☆967- ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازارہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا درست ہے کہ ڈیرہ رحمت اور میانہ ٹھٹھہ تحصیل و ضلع شیخوپورہ کی آبادی تقریباً 1400 نفوس پر مشتمل ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ دیہات کو بجلی کی سہولت فراہم ہو چکی ہے تاہم سپلائی کا انتظام نہ ہونے کے برابر ہے۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ بجلی کے پول نہ ہونے کی وجہ سے اہل دیہات کو سخت پریشانی کا سامنا ہے

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ دیہات میں پول لگانے اور بجلی کا انتظام بہتر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگرہاں تو کب تک اور اگر نہیں تو کیوں اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر آب پاشی و قوت برقی (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ):

(الف) نہیں۔ واپڈا کی رپورٹ کے مطابق دونوں دیہات کی آبادی 600 نفوس پر مشتمل ہے۔

(ب) میانہ ٹھٹھہ میں بجلی صحیح طریقے سے چل رہی ہے جبکہ صرف ڈیرہ رحمت میں بجلی کیبل ٹو کیبل جا رہی ہے۔

(ج) صرف ڈیرہ رحمت میں پول نہ ہیں۔

(د) واپڈا نے یقین دہانی کرائی ہے کہ مجاز اتھارٹی کی منظوری کے بعد موجودہ مالی سال 1991-92ء میں ڈیرہ رحمت میں رینوویشن کا کام مکمل کیا جائے گا۔

جناب سپیکر: اس پر کوئی ضمنی سوال ہے؟

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب والا میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس جواب کے جزو میں یہ بتایا گیا ہے کہ واپڈا نے یقین دہانی کرا دی ہے کہ مجاز اتھارٹی کی منظوری کے بعد ڈیرہ رحمت میں renovation کا کام مکمل کیا جائے گا۔ کیا وزیر موصوف بتائیں گے کہ کیا مجاز اتھارٹی نے منظوری دے دی ہے اور renovation کا کام شروع ہو گیا ہے یا نہیں؟

جناب سپیکر: وزیر آب پاشی۔

وزیر آب پاشی و قوت برقی: جناب والا! جو جواب فاضل رکن نے پڑھا ہے اس سے

پوزیشن کافی واضح ہو گئی ہے۔ یہ واپڈا سے متعلقہ ہے' محکمہ پنجاب سے متعلقہ نہیں ہے۔ میں پھر یہ کہوں گا کہ واپڈا نے یقین دہانی کرائی ہے اور میں آپ کی وساطت سے ایوان کو یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ renovation کا کام ویسے بھی واپڈا اپنے ہی فنڈز سے کرتا ہے۔ یہ renovation کا کام ہے اور یہ واپڈا کی ذمہ داری ہے۔ اس میں ویسے ہی پنجاب حکومت نہیں آتی۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب والا! صورت حال یہ ہے کہ اگر جواب یہ دیا جائے کہ واپڈا نے یقین دہانی کرا دی ہے اور 1992ء میں کام مکمل ہو جائے گا تو کیا ضمنی سوال اس لحاظ سے نہیں بنتا کہ اگر سال 1992ء گزرنے میں صرف دو ماہ رہ گئے ہوں اور کب کا یہ سوال دیا گیا ہو اور اب یہ کوئی ممبر پوچھنا چاہے کہ کیا 1992ء میں یہ کام مکمل ہو جائے گا تو پھر کیا یہ جواب جو وزیر موصوف نے دیا ہے وہ تسلی کے لیے کافی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آب پاشی کے' renovation اور دیگر معاملات میں واپڈا کام کرواتا ہے اور صوبائی محکمہ اس کے کام لیتا ہے اور یہ کرتے ہیں تو اس لیے جناب سپیکر! میں نے یہ پوچھا تھا کہ کیا یہ جو دو ماہ رہ گئے ہیں یہ کام ان کی یقین دہانی کے بعد ہو جائے گا یا نہیں؟ میرا اتنا سا سوال ہے اور یہ بڑا relevant سوال ہے۔

میاں منظور احمد موہل : جناب والا! جیسے سیٹھی صاحب فرما رہے ہیں کہ دو ماہ رہ گئے ہیں۔ مالی سال 92-1991 تو 30 جون 1991ء تو گزر گیا ہے۔ وہ یہ پوچھیں کہ مالی سال 1991ء گزر چکا ہے اور کام مکمل ہوا ہے یا نہیں؟

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب والا! اب تو بات اور واضح ہو گئی ہے کیا اس جواب کے بعد کوئی اور سکوپ رہ جاتا ہے۔

وزیر آب پاشی قوت و برقی : جناب والا! میں مشکور ہوں جناب موہل صاحب کا کہ انہوں نے پیریڈ کے gap کی بھی یہاں نشان دہی کر دی۔ لیکن اس وقت جو سوال کیا گیا اور جو معلومات ہم نے واپڈا کے متعلقہ افسران سے حاصل کیں وہ جواب آپ کے سامنے ہے اور اگر اس کی تازہ ترین صورت حال کے متعلق یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں تو یہ بھی میں واپڈا سے معلوم کر کے ایوان کی میز پر رکھ دوں گا۔

جناب سپیکر : ویسے واپڈا کا ڈسٹری بیوشن وفاقی موضوع ہے یا صوبائی ہے؟

وزیر آب پاشی و قوت برقی : renovation خالصتاً وفاقی موضوع ہے۔ اس میں صوبے کا کوئی عمل دخل نہیں۔

جناب سپیکر : renovation distribution میں نہیں آتا۔

وزیر آب پاشی و قوت برقی : renovation اور distribution دو مختلف چیزیں ہیں۔

جناب سپیکر : جناب عتیق الرحمٰن صاحب۔

جناب عتیق الرحمٰن : سوال نمبر 1009

## سیلاب کے لیے حفاظتی اقدامات

☆1009- جناب عتیق الرحمٰن : کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازارہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ میری درخواست پر وزیر اعلیٰ پنجاب اپنے مراسلہ نمبر ایس او (ڈبلیو) اے ٹی۔ 7693/9/114 مورخہ 27 مارچ 1991ء کے ذریعہ محکمہ کو سیلاب کے حفاظتی اقدامات کے لیے لکھا تھا۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ اس کے بعد میں نے ایکسیئن فلڈ بند ڈویژن لاہور کو ضروری اقدامات کے لیے 5 مئی 1991ء کو بھی تحریر کیا تھا۔

(ج) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ اس سلسلے میں فنڈز کی عدم دستیابی کی وجہ سے اس منصوبہ پر عمل درآمد نہ ہو سکا جس کی وجہ سے علاقے کے عوام میں بے چینی پائی جاتی ہے۔

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اس سلسلے میں فوری طور پر کیا اقدامات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اور کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ) :

(الف) درست ہے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) اس سلسلہ میں 3 عدد سکیمیں (تفصیل جز "د") تیار کر لی گئی ہیں جو کہ منظوری کے مراحل میں ہیں اور ان کی حتمی منظوری کے بعد ہی فنڈز کی فراہمی اور سکیموں پر عمل درآمد ہو سکے گا۔

(د) اس سلسلہ میں محکمہ (فلڈ بند ڈویژن لاہور نے علاقہ کے سیلاب سے متعلق حفاظتی اقدامات کے لیے تین سکیمیں تیار کی ہیں جن کے بارے میں تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

(1) توسیع کوٹلی سینیاں بند از برجی نمبر 800 تا 38500 (تخمینہ لاگت 95,98 لاکھ روپے) یہ سکیم محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات پنجاب کے پاس زیر غور ہے پنجاب حکومت کی کلیرنس کے بعد سکیم برائے حتمی منظوری و فراہمی فنڈز وفاقی حکومت کو ارسال کی جائے گی۔

(2) گاؤں کھنہ۔ شکر گڑھ ٹاؤن اور منصورہ کو بین نالہ کے سیلاب سے بچانا (تخمینہ لاگت 14ء 69 لاکھ روپے) یہ سکیم تیاری کے آخری مراحل میں ہے اور جلد ہی محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات کو بھیج دی جائے گی۔

(3) حاجی پور گجراں بند اور بھیکو چک بند کے درمیان ٹائی بند کی تعمیر (تخمینہ لاگت 66ء 110 لاکھ روپے)

یہ سکیم تیاری کے آخری مراحل میں ہے اور جلد ہی محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات کو بھیج دی جائے گی۔

مندرجہ ذیل بالا سکیمیں محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات پنجاب سے کلیرنس کے بعد وفاقی حکومت کو بھیج دی جائے گی۔ جہاں سے حتمی منظوری اور فنڈز کی فراہمی کے بعد ان سکیموں پر عمل درآمد کیا جا سکے گا۔

جناب سپیکر : مٹ صاحب آپ کا کوئی ضمنی سوال ہے؟

جناب سہیل ضیاء مٹ : جناب والا! میرا ایک پوائنٹ آف آرڈر ہے۔ بڑا genuine معاملہ ہے۔

جناب سپیکر : جی ارشاد فرمایے۔

جناب سہیل ضیاء بٹ : آج ہمارے نوجوان وزیر خزانہ جو کہ پنجاب کے زمینداروں کے حقوق کے علم بردار ہیں آج غیر متوقع طور پر سوٹ میں ملبوس ہیں۔ سر آپ کیا رونگ دیتے ہیں؟

جناب سپیکر : وزیر قانون یہاں موجود ہوتے تو میں ان سے پوچھتا کہ کیا سہیل ضیاء بٹ صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر بنتا ہے؟ اور اس میں جناب سہیل ضیاء بٹ صاحب دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ زمینداروں کی cause plead کرنے والا آدمی سوٹ پہن سکتا ہے یا نہیں۔ جی عتیق الرحمٰن صاحب!

جناب عتیق الرحمٰن : اس سوال کا جو جواب دیا گیا ہے اس کے بارے میں میں محترم وزیر آب پاشی سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اب چونکہ صورت حال تبدیل ہو چکی ہے' اس لیے میں ان کے دفتر میں ان سے بات کر لوں گا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میرا ایک متعلقہ ضمنی سوال ہے جس کی مجھے اجازت دی جائے۔ میں وزیر آب پاشی سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ محکمہ آب پاشی ایک انتہائی اہم وزارت ہے اور اس کے ذمے ایک انتہائی ذمہ داری کا کام سونپا گیا ہے۔ اس میں جو چھ چیف انجینئر ہیں' ان کی چھ کی چھ پوسٹیں خالی پڑی ہیں اور جو افسران ان پوسٹوں پہ کام کر رہے ہیں' ان کے پاس صرف دیکھ بھال کا چارج ہے۔

جناب سپیکر : وزیر آب پاشی و قوت برقی!

وزیر آب پاشی و قوت برقی : جناب والا! میں آپ کی وساطت سے یہ عرض کروں گا کہ یہ قطعاً اس سوال سے متعلقہ ضمنی سوال نہیں ہے۔ لیکن اگر آپ پھر بھی فرمائیں گے کہ میں نے جواب دینا ہے تو میں جواب عرض کر دیتا ہوں۔

جناب سپیکر : جناب عتیق الرحمٰن صاحب! آپ کے سوال میں تو یہ بات نہیں ہے کہ جو آپ نے پوچھی ہے۔ آپ کے سوال میں تو یہ ہے کہ آپ نے وزیر اعلیٰ صاحب کو ایک مراسلہ لکھا اس کے بعد آپ نے ایکسیئن فلڈ بند ڈویژن کو پھر بھی تحریر کیا کہ فنڈز کی عدم دستیابی کی وجہ سے اس منصوبے پر عمل درآمد نہ ہو سکا۔ جس کی وجہ سے علاقہ کے عوام میں بے چینی پائی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں حکومت فوری طور پر کیا اقدامات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اور کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

جناب عتیق الرحمٰن : جناب سپیکر! یہ بالکل درست ہے' میں اسی سے متعلقہ سوال کر رہا ہوں۔ اور با امر مجبوری اس بات کا اظہار کر رہا ہوں کہ جو جواب دیا گیا ہے وہ بالکل غلط ہے۔ صورت حال تبدیل ہو چکی ہے۔ اس کی بڑی وجہ انتظامی lacuna بھی ہیں۔ اس سلسلہ میں میں بات کرنا چاہتا تھا اور اس میں میں نے کہا تھا کہ میں وزیر موصوف سے علیحدہ ان کے دفتر میں ان سے بات کر لوں گا' اس لیے میں نے اس پر اظہار خیال کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ وزیر موصوف کے علم میں ہو کہ جب ان کے پاس عارضی چارج ہو تو کام کیسے ہو سکتے ہیں۔ میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میرے حلقے میں جو کام ہونے تھے وہ انھی مراحل سے گذر کر ہونے تھے تو جہاں عارضی چارج ہوگا تو اس جگہ پہ رکاوٹ پیدا ہوگی اور پیدا ہوئی تو میں وزیر موصوف سے یہ دریافت کرنا چاہوں گا کہ کیا ان چیف انجینئرز کے پاس مستقل چارج ہے یا صرف دیکھ بھال کا چارج ہے؟ یہ ایک ایگزیکٹو پوسٹ ہے جنہوں نے اس پہ فیصلہ لینا ہوتا ہے۔ تو جب ان کے پاس عارضی چارج ہوگا یا دیکھ بھال کا چارج ہوگا اور ان کے پاس پورے اختیارات نہیں ہوں گے تو پھر وہ کوئی بڑا فیصلہ لینے سے معذور ہوں گے۔

جناب سپیکر : کیا آپ کا یہ سوال تو نہیں ہے کہ آپ کی مفید تجاویز پر عمل نہیں ہوا' اس لیے کہ چیف انجینئر کے پاس عارضی چارج ہے اور مستقل نہیں ہے۔

جناب عتیق الرحمٰن : جناب والا! بہت سی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے۔

جناب سپیکر : آپ نے سوال کرنا ہے اور سوال اس شکل میں ہوگا کہ آپ نے جو تجویز دی ہے اس پر عملدر آمد نہیں ہو سکا۔ کیا اس کی یہ وجہ تو نہیں ہے کہ چیف انجینئر کے پاس عارضی چارج تھا اور مستقل نہیں تھا۔

جناب عتیق الرحمٰن : جناب والا! میں یہ سوال کر سکتا تھا لیکن پھر مجھے اس جواب پہ بحث کرنی پڑتی اور بحث میں ابھی کرنا نہیں چاہتا۔

جناب سپیکر : تو پھر آپ کا سوال کیا ہے؟

جناب عتیق الرحمٰن : جناب سپیکر! میرا سوال یہ ہے کہ کیا چیف انجینئر کے پاس عارضی چارج ہے یا مستقل؟

جناب سپیکر : وزیر آب پاشی و قوت برقی!

وزیر آب پاشی و قوت برقی : جناب سپیکر! جس طرح سے آپ نے ضمنی سوال کو pha-rase کیا ہے بنا تو وہ ہے جو اصل سوال سے متعلقہ ہو اور جناب کے حکم کے مطابق فاضل رکن کی اس تشویش کا تسلی بخش جواب دینے کی کوشش کروں گا۔ یہ درست ہے کہ ہمارے پاس اس وقت confirmed چیف انجینئر محکمہ میں نہیں ہیں جس قدر فاضل رکن نے ذکر کیا لیکن چھ زون نہیں ہیں بلکہ پانچ ہیں پانچ زون کے چیف انجینئر کے پاس اس وقت دیکھ بھال کے چارج ہیں اور ہمارے لیے مشکل یہ ہے کہ ان سب کا آپس میں سنیارٹی کا تنازع ہے اور ہائیکورٹ میں سے ایک فریق کے حق میں فیصلہ ہوا تو دوسرے صاحب سپریم کورٹ میں چلے گئے اور سپریم کورٹ نے فیصلہ دیا تو اب یہ معاملہ سروسز ٹریبونل میں ہے۔ جب تک سروسز ٹریبونل اس اپیل کا فیصلہ نہیں کرتا ان حضرات کی سنیارٹی قائم نہیں کی جا سکتی اور جب تک سنیارٹی قائم نہ کی جائے تب تک حکومت پنجاب انہیں کنفرم چیف انجینئر کے عہدے پر ترقی نہیں دے سکتی۔ چونکہ سابقہ چیف انجینئر ریٹائر ہو چکے ہیں اور چیف انجینئر کا کوئی عہدہ خالی رکھنا بالکل ممکن نہیں ہے۔ لہذا تمام انتظامی امور سنبھالنے کے لیے یہ دیکھ بھال کے چارج دیے گئے ہیں۔ لیکن تمام عملی مقاصد کے لیے ان کے اختیارات مستقل چیف انجینئرز کے ہیں اس میں عارضی پوسٹنگ یا look after posting اور current charge posting میں اختیارات کی کوئی کمی نہیں وہ اسی طرح کام کرتے ہیں جس طرح مستقل چیف انجینئر کرتا ہے۔

جناب عتیق الرحمٰن : جناب سپیکر! میں ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر : آپ کا ضمنی سوال آخری ضمنی سوال ہوگا۔

جناب عتیق الرحمٰن : جناب سپیکر! ٹھیک ہے' میں پھر اپنے دو سوالوں کو ملا کر ایک سوال کر لیتا ہوں۔ اس طرح میرا سوال لمبا ہو جائے گا۔

جناب سپیکر : آپ صرف ایک سوال ہی کیجئے جس کو آپ زیادہ ضروری سمجھتے ہیں۔

جناب عتیق الرحمٰن : جناب سپیکر! کیا وزیر موصوف یہ بتانا پسند فرمائیں گے کہ یہ سکیمز جن کا ذکر جواب میں کیا گیا ہے اور جن کے بارے میں جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ اس بارے میں اب صورت حال تبدیل ہو چکی ہے' اس پر جو ایکسیئن صاحب کام کر رہے

ہیں ان پر حال ہی میں کرپشن کا مقدمہ درج ہوا ہے' اور وہ ضمانت پر رہا ہیں؟ اس سوال کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ کیا وزیر موصوف مجھے ان تمام ٹینڈرز کی تفصیل ہمہ ریٹ دینا پسند فرمائیں گے جو اس سلسلے میں award کیے جا چکے ہیں؟

وزیر آب پاشی و قوت برقی : جناب والا! یہ دو ہی سوال بن گئے ہیں ایک نہیں ہے۔ ایک ضمنی سوال یہ ہے کہ کسی ایکسیئن کے خلاف کرپشن کے سلسلے میں کیس درج ہوا ہے۔ جبکہ ان کا دوسرا سوال یہ ہے کہ ان ٹینڈرز کی فہرست ان کو دی جائے۔ جناب سپیکر! ٹینڈرز کی فہرست معزز رکن جس وقت چاہیں میرے دفتر سے حاصل کر سکتے ہیں۔ اور اگر ہاؤس میں ٹیبل کرنی ہے تو میں ہاؤس میں ٹیبل کرا دوں گا۔ لیکن جناب سپیکر! یہاں میں یہ mention کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ ان ٹینڈرز کے بارے میں انہی نے مجھ تک ایک شکایت پہنچائی تھی کہ چونکہ یہ پس ماندہ اور دور افتادہ علاقہ ہے جب کہ ٹینڈر کا جو نوٹس دیا گیا تھا اس میں وقفہ کافی نہیں تھا۔ لہٰذا پہلے ٹینڈز کو منسوخ کر کے از سر نو نوٹس دیا جائے تاکہ مقامی لوگ دور دراز اور باہر کے لوگ بھی participate کر سکیں۔ لہٰذا انہی کی فرمائش کے مطابق میں نے متعلقہ چیف انجینئر کو ہدایت کی کہ دوبارہ ٹینڈر call کیا جائے۔ اگر معزز رکن اس کی تفصیل چاہتے ہیں تو وہ بھی معزز رکن اور ہاؤس کو مہیا کی جا سکتی ہے اور اگر پہلے ٹینڈز جو call کیے گئے اور پھر انہی کی فرمائش پر روک دیے گئے۔ ان کی تفصیل چاہتے ہیں تو وہ بھی مہیا کی جا سکتی ہے۔

جناب سپیکر : وقفہ نماز کرتے ہیں۔ اور 45 - 5 پر ہم دوبارہ یہاں اکٹھے ہوں گے۔

(وقفہ نماز مغرب کے بعد جناب سپیکر کرسی صدارت پر تشریف فرما ہوئے)

جناب سپیکر : next question پر آ گئے تھے۔ جناب عتیق الرحمٰن یا آپ کے سوال پر ہی تھے۔ میرے خیال میں آپ کا ضمنی سوال تو entertain ہو گیا تھا؟

جناب عتیق الرحمٰن : سر! اس پر میں نے جواب ہی نہیں سنا۔ میں نے تو اس پر بات کرنی تھی۔

جناب سپیکر : کیا جی؟

جناب عتیق الرحمٰن : جو ضمنی سوال کا جواب آیا تھا' اور جو دوسرا میرا ضمنی سوال تھا اس پر

وزیر موصوف فرما رہے تھے کہ نماز کا وقفہ ہو گیا۔ اب میرا خیال ہے کہ جناب والا! اس کو ہی جاری رکھنا چاہیے۔

جناب سپیکر : آپ فرما رہے ہیں کہ وہ اس کا جواب دے رہے تھے۔

جناب عتیق الرحمٰن : جناب والا! وزیر صاحب نے میرے سوال کا جو جواب دیا ہے اس میں تھوڑی سی صفائی پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر : اس میں صفائی کی تو کوئی provision نہیں

جناب عتیق الرحمٰن : جناب والا! میں سوال دہراتا ہوں۔

جناب سپیکر : ہاں آپ سوال کو دہرائیں۔

جناب عتیق الرحمٰن : جناب والا! میں نے جو ضمنی سوال کیا تھا جس میں وزیر موصوف نے ٹینڈر کے بارے میں جا طور پر ارشاد فرمایا اور میں ہمیشہ سے ان کا معترف رہا ہوں اور میں ان کا شکر گزار بھی ہوں کہ میں جب بھی کوئی استدعا لے کر گیا ہوں انہوں نے اس کو مانا ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ تھا کہ آیا جو موجودہ ایکسیئن ہیں جو ان تمام ٹینڈرز کو execute کر رہے ہیں ان پر حال ہی میں کرپشن کا مقدمہ درج ہوا ہے کیا وہ ضمانت پر ہیں؟ اس کا جواب اور ہونا چاہیے تھا۔ لیکن وزیر موصوف ٹینڈرز کی طرف چلے گئے۔

جناب سپیکر : آپ یہ تجویز نہ کریں کہ جواب کیا ہونا چاہیے تھا۔ وزیر آب پاشی پر چھوڑیں جی منسٹر اریگیشن۔

وزیر آب پاشی و قوت برقی : جناب والا فاضل رکن جا طور پر کہہ رہے ہیں کہ ابھی میں جواب دے رہا تھا اور پہلے حصے کا جواب دیا ہی تھا کہ آپ نے نماز کے وقفے کا اعلان کر دیا۔ ایکسیئن کے بارے میں یہ فرما رہے ہیں کہ اس کے خلاف کوئی کرپشن کے چار جز ہیں اور ضمانت پر ہیں۔ اس کا جناب والا! حکومت اور محکمے کی طرف سے باقاعدہ ایک طریقہ کار ہے۔ اگر وہ کرپشن کے چار جز میں ہے تو محکمہ اس کے خلاف preliminary انکوائری کرے گا۔ اگر preliminary انکوائری میں اس کے خلاف کوئی الزامات ثابت ہوتے ہیں تو اس کی sus-pension ہوگی۔ اور اس کے بعد under E & D Rules اس کے خلاف کارروائی ہوگی۔ اس میں نہ اس کے ساتھ کوئی نرمی برتی جائے گی نہ اس کے ساتھ کوئی رعایت کی

جائے گی۔ لیکن ان کا اصل سوال ٹینڈرز کے بارے میں تھا تو میں وہ عرض کر رہا تھا کہ انہی کے ارشاد پر' انہی کی فرمائش پر' ایک مرتبہ میں نے ٹینڈرز چیف انجینئر لاہور کو کہہ کے کینسل کروا کے دوبارہ اشتہارات دلوائے اور ٹینڈرز کروائے۔ پھر یہ مطمئن نہیں ہوئے۔ پھر دوبارہ کینسل کروائے اور پھر انہی کے ضلعے کے باقی ایم پی اے بھی تشریف لائے اور انہوں نے کہا کہ ہمارے کام میں delay ہو رہی ہے جو ٹینڈرز تیسری مرتبہ کال کیے گئے ہیں۔ ہم لوگوں نے دیکھا ہے وہاں ٹھیکے داروں کی بہت بڑی تعداد موجود تھی اس میں کوئی بے قاعدگی نہیں ہوئی' اس میں کوئی ایسا سقم نہیں رکھا گیا جو قاعدے کے مطابق پورا نہ کیا گیا ہو' تب جا کر وہ ٹینڈرز منظور ہوئے ہیں اور وہ کام الاٹ کیا گیا ہے۔

جناب عتیق الرحمٰن : آپ مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ میرے جو خدشات ہیں وہ یہ ہیں کہ ٹینڈرز بغیر کسی تکنیکی منظوری کے ایوارڈ کیے گئے ہیں اور بغیر کوئی طریقہ کار اختیار کیے وہ ایوارڈ کیے گئے ہیں۔ جناب والا! آپ گواہ ہیں کہ سیلاب کے موضوع پر میں نے جو ڈیڑھ دو سال سے کوششیں کی ہیں ان کا میں نے یہاں اپنی تقریروں میں بھی اظہار کیا ہے۔ اور میں نے جناب وزیر اعلیٰ پنجاب کے سامنے اپنے جو خدشات اور تکالیف بیان کی تھیں اس پر یہ جو عمل ہوا ہے' جناب والا مجھ سے زیادہ میرے حلقے کے مسائل اور کوئی نہیں جانتا۔ اور میں یہ کہنے میں حق جانب ہوں کہ ان ٹینڈروں میں بے ضابطگیاں ہیں' مجھے اس پر اعتراض ہے' میں پورے وثوق اور زور کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس میں irregularities ہیں۔ اور یہ بے ضابطگیاں کیوں ہیں؟ مجھے اس کا جواب چاہیے۔

جناب سپیکر : جی' منسٹر ارریگیشن!

وزیر آب پاشی و قوت برقی : جناب والا! ضمنی سوال نہیں کیا گیا بلکہ یہ تو انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے کہ انہیں یقین ہے کہ ان ٹینڈرز میں کوئی بے ضابطگیاں ہیں۔ تو میں ان کو بالکل کھلی دعوت دیتا ہوں۔ یہ میرے سامنے کوئی irregularity لے آئیں' اور جس طرح بھی اس افسر پر قانون کی گرفت ہو سکتی ہوگی اسی طرح اس پر گرفت کی جائے گی۔ اس میں کوئی رعایت نہیں ہوگی۔ میں تو کہہ چکا ہوں۔

جناب عتیق الرحمٰن : جناب والا! میں وزیر صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے

دعوت دی ہے۔ اس سلسلے میں میری گزارش ہوگی کہ جب تک میری ان سے ملاقات ہو کر بات نہ ہو جائے.....

جناب سپیکر : آپ کے سوال پر کافی بات ہو گئی ہے۔

جناب عتیق الرحمٰن : جناب والا! میرا نام لیا گیا ہے اور میں نکتہ وضاحت پر ہوں۔

جناب سپیکر : عتیق الرحمٰن صاحب! اس کی اب کوئی ضرورت نہیں اس میں انہوں نے آپ کے بارے میں کوئی ایسی بات نہیں کی۔

جناب عتیق الرحمٰن : جناب والا! میں چاہتا ہوں کہ کوئی statement close تو ہو جائے۔

جناب سپیکر : نہیں' اس کو close کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

جناب عتیق الرحمٰن : جناب سپیکر! میرے سوال کا جو جواب آیا ہے اس سے میری تسلی نہیں ہوئی۔

جناب سپیکر : کوئی ہرج نہیں' اگر آپ کی تسلی نہیں ہوئی۔

جناب عتیق الرحمٰن : جس کے لیے میں نے سوال کیا تھا وہ مسئلہ تو وہیں کا وہیں رہ گیا۔

جناب سپیکر : اب اس میں مزید بحث و تمحیص کی ضرورت نہیں ہے۔

جناب عتیق الرحمٰن : میں دو لفظوں میں اس کو ختم کرتا ہوں۔

MR SPEAKER: I am sorry sir.

جناب سپیکر : حاجی احمد خان ہرل! موجود نہیں۔ جناب فرید احمد پراچہ!

جناب فرید احمد پراچہ : سوال نمبر 1236

## عارضی موگہ کو طویل عرصہ تک جاری رکھنے کی وجوہات

☆ 1236- جناب فرید احمد پراچہ :کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) ایک شوٹ (گرو مور فوڈ) موضع رکھ مت' نیاز بیگ ڈسٹری بیوٹری پر اعلیٰ افسران حبیب الرحمان اور محمد یوسف عرف لبیب الرحمٰن کے لیے بطور خاص لگایا گیا ہے۔

(ب) بعض راجباہوں پر عارضی طور پر ایک فصل کے لیے (گرو مور فوڈ) کی شوٹ دی جاتی ہے مگر یہاں آٹھ سال سے سولہ فصلات کسی قانونی کارروائی کے بغیر سیراب ہونے کی کیا وجوہات ہیں۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا محکمہ انہار عارضی موگہ کو سولہ فصلات کے طویل عرصہ تک جاری رکھے جانے کا مجاز ہے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ):

(الف) راجباہ نیاز بیگ کی برجی 114725 پر (گرو مور فوڈ) سکیم کے تحت شوٹ سال بہ سال باقاعدہ منظور ہو کر لگایا جاتا ہے۔

(ب) عارضی شوٹ زیادہ غلہ اگاؤ سکیم کے تحت فصل خریف کے دوران دی جاتی ہے وہ بھی اس صورت میں جبکہ پانی کی سپلائی وافر مقدار میں ہو۔ برجی مذکورہ پر سال 1983ء سے فصل خریف کے دوران صرف سوا دو ماہ کے عرصہ کے لیے منظوری دی جاتی رہی ہے۔ البتہ خاص حالات میں افسر مجاز کے حکم پر اس کی توسیع برائے پندرہ یوم یا ایک ماہ فصل ربیع کے دوران بھی کی جاتی رہی ہے۔

(ج) رقبہ جس کے لیے شوٹ منظور کی جاتی ہے۔ بیرون از چک بندی ہے فصل خریف میں پانی وافر مقدار میں ہونے کی صورت میں محکمہ شوٹ منظور کرنے کا مجاز ہے۔ اگر دریاؤں میں 30 ستمبر کے بعد یعنی اختتام خریف پر بھی وافر پانی ہو تو اس صورت میں میعاد میں محدود عرصہ کے لیے توسیع کر دی جاتی ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میرے سوال کے جتنے جزو تھے' ان کے جواب میں اصولی موقف بیان کیا گیا ہے۔ جب کہ میں نے ایک واضح بات پوچھی تھی۔ لیکن بتایا گیا ہے کہ ہم ایسے کرتے ہیں' ویسے کرتے ہیں' یہ ہوتا ہے یہ نہیں ہوتا۔ پالیسی بیان کی گئی ہے۔ دو ٹوک الفاظ میں نہیں بتایا گیا کہ جو عارضی طور پر ایک فصل کے لیے شوٹ دی جاتی ہے اس کو سولہ فصلوں کے لیے کیوں extend کیا گیا؟ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا وزیر موصوف بیان فرمائیں گے کہ ابھی تک یہ سہولت ان افسران کو فراہم کی جا رہی ہے' کیا یہ حقیقت

وزیر آب پاشی و قوت برقی : جناب سپیکر! فاضل رکن فرما رہیں ہیں کہ یہ اصولوں کی بات کرتے ہیں۔ تو کیا میں اصولوں کی بات نہ کروں' بے اصولی کی بات کروں؟ مجھے تو وہی بیان کرنا ہے جو محکمے کے پاس اصول ہیں جن اصولوں کے تحت اس قسم کی شوٹ منظور کی جاتی ہے۔ جناب والا! وہ grow more food کے تحت' land reclaimation کے تحت' اور اسی طرح کے خصوصی حالات کے تحت شوٹ منظور کی جاتی ہے۔ لیکن اس میں بھی ایک بڑی واضح شرط ہے کہ پانی دستیاب ہو۔ موسم خریف میں پانی وافر مقدار میں موجود ہوتا ہے اور جب کوئی کاشت کار یا زمیندار یا کوئی ایسا شخص جسے اپنی زمین آباد کرنی ہو یا reclaim کرنی ہو اس قسم کی درخواست کرتا ہے تو پانی کی دستیابی پر اسے پانی دے دیا جاتا ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میرے اس سوال کو بھی پڑھ دیجیے اور اس کے جواب کو بھی۔ میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا ہے کہ ایک پالیسی بیان کر دی گئی ہے جب کہ میں نے واضح پوچھا تھا کہ فلاں فلاں نام کے لوگ ہیں جنھیں اس سکیم کے تحت ایک سہولت دی گئی جو ایک فصل کے لیے ہے۔ اسے سولہ فصلوں تک کیوں extend کیا گیا؟ اس کا جواب ہی نہیں دیا گیا۔

وزیر آب پاشی و قوت برقی : جناب سپیکر! یہ اجازت ہر فصل کے مطابق از سر نو دی جاتی ہے' از سر نو application ہوتی ہے اور از سر نو اس پر منظور ہوتی ہے۔ ایک درخواست پر سولہ فصلوں کے لیے کہیں بھی اجازت نہیں دی گئی۔

جناب فرید احمد پراچہ : آپ واضح طور پر یہ کہیے کہ یہ سہولت نہیں دی گئی تاکہ میں پھر اس کے بعد اس کے بارے میں ایک موقف اختیار کروں۔ آپ یہ فرما رہے ہیں کہ یہ نہیں دی گئی۔

جناب سپیکر : آپ کا سوال کیا ہے؟

جناب فرید احمد پراچہ : جناب والا! میرا سوال یہ ہے کہ میں نے جو سوال کیا ہے اس کا جواب نہیں دیا گیا۔ مجھے یہ ارشاد فرمائیں کہ کیا یہ سہولت سولہ فصلوں کے لیے مسلسل دی جاتی رہی ہے اور کیا اب بھی ان افراد کو دی جا رہی ہے؟ اگر یہ بات صحیح نہیں تو آپ بیان کو دیجیے تاکہ میں پھر اس کو تحریک استحقاق کے ذریعے لے آؤں۔

جناب سپیکر : وزیر آب پاشی و قوت برقی۔

وزیر آب پاشی و قوت برقی : میں نے یہ نہیں کہا کہ انہیں اس وقت شوٹ کی اجازت نہیں دی گئی۔ میں نے آپ کی وساطت سے یہ عرض کیا ہے کہ ہر موسم پر نئی درخواست پیش کی جاتی ہے اور اس پر از سر نو منظوری دی جاتی ہے۔ میں نے یہ قطعاً نہیں کہا کہ اس وقت انہیں شوٹ نہیں دی گئی۔

جناب سپیکر : سردار صاحب! ان کا سوال یہ ہے کہ جن لوگوں کا سوال کے جز (الف) میں ذکر کیا انہیں مسلسل سولہ فصلات سے اجازت دی جا رہی ہے۔ انہوں نے واضح طور پر ان آدمیوں کے بارے میں ان کا نام لے کر پوچھا ہے کہ ان کو اجازت دی جا رہی ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ سولہ فصلات سے مسلسل انہیں اجازت دی جا رہی ہے۔کیا یہ سولہ فصلات سے مسلسل اجازت دی جا رہی ہے؟ جواب میں یہ واضح نہیں ہے۔ وہ آپ سے ضمنی سوال کر کے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں۔

وزیر آب پاشی و قوت برقی : جناب سپیکر! میں عرض کرتا ہوں' جیسا کہ میں نے ابھی ایوان میں بیان دیا ہے کہ یہ اجازت صرف پانی کی دستیابی پر دی جاتی ہے اور موسم گرما میں پانی دستیاب ہوتا ہے' ربیع کی فصل کے لیے پانی دستیاب نہیں ہوتا۔ لیکن بعض اوقات پانی کی دستیابی ستمبر تک رہ جاتی ہے اور اس میں ستمبر تک ایک ماہ یا پندرہ دن کی توسیع دے دی جاتی ہے اور غالباً سابقہ ادوار میں محکمہ توسیع دیتا رہا ہے۔ اور اگر ستمبر میں پانی extend کر دیا گیا ہو اور فصل کو mature کرنے کے لیے پانی کہیں اور دے دیا گیا ہوگا' ورنہ ربیع میں اضافی شوٹ منظور نہیں کی جاتی' کیونکہ اُس وقت وافر پانی نہیں ہوتا۔ مجھے محکمے کی طرف سے جو اطلاع ملی ہے وہ یہی ہے کہ صرف خریف کی ہر فصل کے موقع پر یہ منظوریاں renew کی گئی ہیں اور بعض اوقات extend کی گئی ہیں" اگر پانی کی دستیابی ہو۔

جناب سپیکر : سردار صاحب! یہ پوچھتے ہیں کہ کیا ان افسران کو مسلسل یہ سہولت extend کی گئی ہے؟

وزیر آب پاشی و قوت برقی : جناب والا! میں عرض کرتا ہوں کہ یہ سولہ فصلوں کا ذکر کر رہے ہیں۔ آٹھ سال اگر یہ کہیں تو وہ بھی خریف کی فصل کے بنتے ہیں۔ سولہ فصلوں کا میں

نہیں کہہ سکتا۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب والا! میں نے جو توجہ دلائی ہے اور پورے حقائق کے ساتھ میں نے یہ بات کی ہے۔ چیف انجینئر صاحب سے میں مل چکا ہوں۔ انہوں نے اسی وقت کہا کہ یہ بڑی بے قاعدگی ہو رہی ہے' فوراً اس کے خلاف فوجداری ایکشن لیں اور ان کو اندر کریں اور بند کریں۔ ابھی تک وہ چل رہے ہیں۔ ایک دن کے لیے بھی بند نہیں ہوئیں۔ میں یہ بات پوری ذمہ داری سے عرض کر رہا ہوں۔

وزیر آب پاشی و قوت برقی : جناب سپیکر! آپ کی اجازت سے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جن کی درخواستیں آئی ہیں' اس میں وہ نام نہیں جو فاضل رکن لے رہے ہیں۔ کاشت کاروں کے نام ہیں۔ عبدالستار' محمد یونس' شمشاد اختر' محمد یوسف۔ ان اشخاص کے نام کی درخواستیں آئی ہیں اور محکمے نے انہی کے نام پر منظوری دی ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب والا! میرا ایک سوال بڑا اہم ہے۔ وقفہ سوالات ختم ہو جائے گا۔ یا تو اسے موخر کر دیں۔

جناب سپیکر : کون سا سوال ہے؟

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : 1825 چھ کروڑ کا غبن ہے۔ اور اس پر باقاعدہ چیف منسٹر کو مطلع کیا گیا ہے۔ بار ایسوسی ایشن کے صدر اور تقریباً پچھتر وکلاء ہیں۔

جناب سپیکر : آپ یہ چاہتے ہیں کہ اگر یہ سوال لیک اپ نہ کیا جائے تو یہ زیادہ اہمیت کا حامل ہے' اس لیے اس کو kill ہونے سے بچایا جائے اور اس کو پینڈنگ کر لیا جائے؟

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : بالکل صحیح ہے۔

جناب سپیکر : یہ اگلے سیشن میں لے لیا جائے۔ آپ کا یہی خیال ہے؟

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جی ہاں۔

جناب سپیکر : درست ہے۔ اگلا سوال بھی جناب فرید احمد پراچہ صاحب کا ہی ہے

جناب فرید احمد پراچہ : سوال نمبر 1237

## راجباہ نیاز بیگ ناجائز شوٹ دینے کی وجوہات

☆1237- جناب فرید احمد پراچہ :کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) راجباہ نیاز بیگ موضع رکھ بت ضلع داری بھائی پھیرو میں ایک شوٹ (گرو مور فوڈ) حبیب الرحمٰن اور ایم وائی لیب الرحمٰن سی ایس پی افسران کو بطور خاص دی گئی ہے۔ جو کہ تا حال موقع پر چل رہی ہے۔

(ب) کیا یہ شوٹ قانون کے مطابق دی گئی ہے یا ناجائز طور پر افسر پروری کی گئی ہے۔

(ج) کیا اس ڈسٹری بیوٹری پر ان بیوروکریٹس کے علاوہ بھی کسی درخواست گزار کاشت کار کو یہ شوٹ دی گئی ہے۔

(د) انہی وجوہات کی بناء پر راجباہ نیاز بیگ (ٹیلوں) پر پانی کم جا رہا ہے کاشت کاروں کی آہ و فغاں پر عملہ سر نوش کیوں نہیں لیتا؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ) :

(الف) راجباہ نیاز بیگ برجی نمبر 14725/7 پر واقع موضع رکھ بت کے لیے "زیادہ غلہ اگاؤ" مہم کے تحت خاص مدت ڈھائی ماہ کے لیے ایک شوٹ منظور کی جاتی رہی ہے۔

(ب) افسران مجاز کی حسب ضابطہ منظوری کے تحت شوٹ مذکورہ چلائی جاتی ہے۔

(ج) راجباہ مذکورہ پر اس شوٹ کے علاوہ کسی اور شوٹ کی منظوری کے لیے کوئی درخواست موصول نہ ہوئی ہے۔

(د) راجباہ نیاز بیگ کی ٹیل پہ متذکرہ شوٹ کا کوئی اثر نہ ہے۔ کیونکہ ہاؤسنگ سکیم کی وجہ سے پانی وافر ہے نیز یہ شوٹ معمولی رقبہ پر لگی ہوئی ہے اور یہ صرف اضافی پانی کی صورت میں لگائی جاتی ہے

جناب سپیکر : اگلا سوال چودھری وجاہت حسین۔

چودھری وجاہت حسین : سوال نمبر 1243

## ایس ڈی او محکمہ آب پاشی کے خلاف الزامات کی تحقیقات

☆1243- چودھری وجاہت حسین- : کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ میاں محمد اسلم ایس ڈی او لاہور سب ڈویژن سی۔ بی۔ ڈی سی محکمہ آب پاشی میں تعینات ہے۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ مذکورہ ایس ڈی او نے گذشتہ ڈیڑھ سال سے سرکاری جیپ 2610- ایل ایچ ایم بادامی باغ لاہور کی ایک ورکشاپ کے حوالے کر دی ہے۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ جیپ مرمت کے نام پر ورک شاپ میں کھڑی ہے۔ لیکن ورک شاپ کے مالکان سرکاری جیپ کو مفت کا مال سمجھ کر چلا رہے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو جیپ میں ایسی کون سی خرابی ہے کہ گذشتہ ڈیڑھ سال سے درست نہیں ہو رہی ہے۔

(د) مذکورہ سرکاری جیپ کب تک مرمت ہو کر واپس دفتر آ رہی ہے اور حکومت متعلقہ بدعنوان اور نااہل ایس ڈی او کے خلاف کیا ایکشن لینے کا ارادہ رکھتی ہے اور کب تک؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ) :

(الف) درست ہے۔

(ب) درست نہ ہے۔ جیپ چند ہفتے کے لیے کھڑی رہی تھی۔ کیونکہ اس کے پارٹ میسر نہ تھے۔

(ج) جیپ مورخہ 18/10/91 کو برائے مرمت ورکشاپ میں جمع کی۔ اور 21/11/91 کو واپس لائی گئی لہٰذا جیپ کی رپیئر میں کوئی بدعنوانی سرزد نہیں ہوئی۔

(د) سرکاری جیپ 21/11/91 کو واپس آچکی ہے۔ لہٰذا S.D.O کے خلاف کوئی کارروائی کی ضرورت نہ ہے۔

جناب سپیکر : اگلا سوال حاجی محمد افضل چن!

حاجی محمد افضل چن : سوال نمبر 1340

## منظور احمد سینئر کلرک کی مدت ملازمت میں توسیع

☆ 1340- حاجی محمد افضل چن : کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ منظور احمد سینئر کلرک محکمہ آب پاشی و قوت برقی کو 21 مارچ 1991ء کو اس کی ملازمت میں آٹھ ماہ کی توسیع دی گئی تھی اور پھر اس میں تین ماہ کی مزید توسیع کر دی گئی ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ حکومت کی یہ پالیسی ہے کہ کسی بھی ملازم کی ملازمت میں توسیع نہیں دی جائے گی۔

(ج) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو مذکورہ اہل کار کو کس بنیاد پر کس کے حکم اور کس رولز کے تحت ملازمت میں توسیع دی گئی اور اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ) :

(الف) صوبہ پنجاب کی گیارہ زون ہائے کے چیف انجینئر صاحبان سے استفسار کے بعد یہی معلومات دستیاب ہوئی ہیں کہ اس نام کے کسی ہیڈ کلرک کو بعد از ریٹائر منٹ کوئی توسیع نہیں دی گئی۔ نہ ہی اس نوعیت کا کوئی کیس ہوا۔ اگر عزت مآب ممبر صوبائی اسمبلی ہیڈ کلرک مذکور مسمی منظور احمد کے مکمل کوائف از قسم زون سرکل' ڈویژن' ڈومی سائل ولدیت و ضلع جہاں سے ریٹائرمنٹ ہوئی مہیا فرما سکیں تو سوال کا جواب حتمی طور پر دیا جا سکتا تھا۔ تاہم ان نامکمل کوائف کی بنیاد پر بھی حاصل کردہ جواب کی رو سے اس سوال کا جواب نفی ہی میں ہے۔

(ب) حکومت کی پالیسی یہی ہے کہ بعد ریٹائرمنٹ مدت ملازمت میں توسیع نہیں دی جائے گی۔

(ج) اس کا جواب شق نمبر (الف) بالا میں دیا جا چکا ہے۔

جناب سپیکر : میاں محمود احمد!

میاں محمود احمد : سوال نمبر 1403

## واپڈا کی ٹرالی کو ہٹانا

☆1403- میاں محمود احمد :کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 25 جنوری 1992ء کو میں نے چیف انجینئر ایل ڈی اے اور ڈائرکٹر کچی آبادیز کے ہمراہ فرخ آباد کی آبادیز کا دورہ کیا تھا۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس دورہ کے دوران فرخ آباد کی ایک گلی میں واپڈا کی طرف سے ایک ٹرالی جس پر ٹرانسفارمر پڑا ہے عرصہ دراز سے پڑی دکھائی دی۔ جس کے ٹائر وغیرہ خراب ہو رہے ہیں۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ ایکسئین واپڈا شاہدرہ کو ڈپٹی ڈائرکٹر کچی آبادیز نے ایک لیٹر بھی اس دورہ کے حوالے سے مورخہ 26 جنوری 1992ء کو لکھا کہ اس ٹرالی کو فوری طور پر وہاں سے ہٹایا جائے۔ اگر ایسا ہے تو کیا واپڈا حکام ایسا کرنے کو تیار ہیں اگر نہیں تو وجہ ؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ) :

(الف) محکمہ آب پاشی سے متعلق نہ ہے۔

(ب) واپڈا کی طرف سے فراہم کردہ رپورٹ کے مطابق یہ درست ہے۔

(ج) اس ضمن میں واپڈا سے حاصل کردہ رپورٹ کے مطابق:

200 کے وی اے کے ٹرانفسارمر کے خراب ہونے پر علاقہ کے لوگوں کی سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے ٹرالی پر نصب 400 کے وی اے کا ٹرانسفارمر ہنگامی بنیاد پر نصب کیا گیا تھا۔ 200 کے وی اے کا ٹرانسفارمر مرمت کے بعد دوبارہ لگا دیا گیا ہے۔ اور ٹرالی پر نصب ٹرانسفارمر کو مورخہ 92-2-27 سے ہٹا دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر : اگلا سوال چودھری واجد علی خان!

چودھری واجد علی خان : سوال نمبر 1510

## ٹیوب ویلوں کی مرمت میں تاخیر کی وجوہات

☆1510 - چودھری واجد علی خان :کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں

گے کہ :-

(الف) ضلع گجرات کے کتنے ٹیوب ویل کتنے عرصہ سے خراب پڑے ہیں۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ صرف منڈی بہاؤ الدین ڈویژن میں تین سو سے زیادہ ٹیوب ویل عرصہ دو ماہ سے خراب ہیں جس کی وجہ سے زمینداروں کو نقصان پہنچ رہا ہے۔

(ج) اگر جز (ب) بالا کا جواب اثبات میں ہے تو اس کوتاہی اور نا اہلی کا ذمہ دار کون ہے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ) :

(الف) ضلع گجرات میں سکارپ نمبر 2 کے تحت کل 865 ٹیوب ویل نصب ہیں۔ ان میں سے 49 ٹیوب ویل بوجہ خرابی بور اور 13 ٹیوب ویل بوجہ کھاری پانی کئی سالوں سے مستقل طور پر بند ہیں جبکہ باقی ماندہ 803 ٹیوب ویل چالو حالت میں ہیں ان چالو ٹیوب ویلوں میں سے 205 ٹیوب ویل مشینری میں مختلف نقائص (جیسا کہ موٹر کا جل جانا' بیرنگ خراب پمپ وائر لیشن' سٹارٹر میں نقص وغیرہ) اور 180 ٹیوب ویل بجلی میں مختلف نقائص (جیسا کہ ٹرانسفارمر میں خرابی جل جانا' ایل۔ ٹی کیبل کا جل جانا' ڈی فیوز وغیرہ) کی وجہ سے چند ہفتوں سے چند ماہ کے عرصہ سے بند ہوتے رہتے ہیں اور انہیں مرمت کر کے چلا دیا جاتا ہے اور یہ ایک مسلسل عمل ہے یہ امر قابل ذکر ہے کہ حکومت کی پالیسی کے تحت جو ٹیوب ویل خرابی بور کی وجہ سے بند ہیں انہیں آب پاشی کے لیے از سر نو بور نہیں کیا جائے گا۔ اسی طرح کھاری پانی کی وجہ سے بند ٹیوب ویلوں کی بھی آب پاشی کے لیے نہیں چلایا جائے گا۔ کیونکہ ان کا پانی فصلات اور زمینوں کیلئے نقصان دہ ہے۔

(ب) منڈی بہاؤ الدین ڈویژن کے تمام ٹیوب ویل ضلع گجرات میں ہیں جن کی وضاحت جزو (الف) کے جواب میں کر دی گئی ہے سکارپ کے ٹیوب ویل زیادہ تر نہری رقبہ میں لگائے گئے ہیں اور ٹیوب ویل بند ہونے کی صورت میں نہری پانی ملتا رہتا ہے ایسے ٹیوب ویل جو مستقل طور پر بند ہو چکے ہیں یا دیگر نقائص یا وجوہ کی بنا پر دوران فصل بند رہے ہوں ان ٹیوب ویلوں کے رقبہ جات پر ٹیوب ویل کا آبیانہ

معاف کر دیا جاتا ہے اس سلسلہ میں باقاعدہ نوٹیفکیشن متعلقہ چیف انجینئر جاری کرتے ہیں۔ یہ نوٹیفکیشن ہر فصل کے بعد ٹیوب ویلوں کی ورکنگ کے بارے میں تصدیق کے بعد جاری کی جاتی ہے سکارپ نمبر 2 کی خریف 1991ء تک کا نوٹیفکیشن جاری کی جا چکی ہے جبکہ ربیع 1992-1991 کا نوٹیفکیشن بھی عنقریب جاری کر دیا جائے گا۔

(ج) مشینری میں نقائص کی درستگی محکمہ آبپاشی کا عملہ کرتا ہے موٹر جل جانے یا پمپ میں بڑا نقص واقع ہونے کی صورت میں انہیں سکارپ کے ورکشاپوں میں لے جا کر مرمت کیا جاتا ہے اور اس میں خاصا وقت لگ جاتا ہے۔ مطلوبہ سپیئر پارٹس اور میٹریل بروقت دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے مزید تاخیر ہو جاتی ہے تاہم محکمہ ہر ممکن کوشش کرتا ہے کہ خراب ٹیوب ویلوں کو جلد از جلد مرمت کر کے چلایا جائے۔ بجلی میں نقائص کی درستگی محکمہ واپڈا کی ذمہ داری ہے اور اس کے لیے محکمہ آبپاشی کا عملہ اور افسران واپڈا کے متعلقہ عملہ اور افسران سے مختلف سطح پر رابطہ رکھتے ہیں۔ تاکہ نقائص کی جلد درستگی کرائی جا سکے۔ واپڈا کی طرف سے ٹرانسفارمر کی درستگی یا تبدیلی میں کافی دیر لگ جاتی ہے تاہم یہ امر قابل ذکر ہے کہ سکارپ نمبر 2 کے تحت ٹیوب ویل گذشتہ تقریباً 24 سال سے کام کر رہے ہیں۔ جبکہ ٹیوب ویلوں کی اوسطاً عمر 15 سال کے لگ بھگ ہے۔ ٹیوب ویل پرانے ہونے کی وجہ سے ان میں نقائص بھی زیادہ واقع ہوتے رہتے ہیں اور ان کی درستگی کے لیے کثیر رقم کی ضرورت ہے۔ جبکہ حکومت کے مالی وسائل محدود ہیں محکمہ کی ہر ممکن کوشش ہوتی ہے کہ دستیاب مالی وسائل کو مدنظر رکھتے ہوئے نقائص کو جلد از جلد درست کیا جائے اور زیادہ سے زیادہ ٹیوب ویلوں کو چالو رکھا جائے۔

جناب سپیکر : اگلا سوال بھی چودھری واجد علی خان کا ہے۔

چودھری واجد علی خان : سوال نمبر 1511

## ورکشاپ کی منتقلی کی وجوہات

☆1511 - چودھری واجد علی خان : کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں

گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ آب پاشی و قوت برقی نے اپنی ورک شاپ منڈی بہاؤ الدین سے لاہور منتقل کر دی ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ کے اس اقدام سے سینکڑوں ٹیوب ویل ناکارہ ہو گئے ہیں۔ کیونکہ ان کی درستگی کا اب اس علاقہ میں کوئی انتظام نہ ہے۔ جس کی وجہ سے علاقہ کے زمینداروں کو کافی نقصان پہنچا ہے۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو آیا حکومت متاثرہ زمینداروں کے نقصان کا ازالہ کرنے کو تیار ہے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ) :

(الف) درست نہ ہے۔

(ب) جیسا کہ شق (الف) درج بالا میں بیان کر دیا گیا ہے۔ محکمہ نے ورکشاپ منڈی بہاؤ الدین سے لاہور منتقل نہ کی ہے اور یہ ورکشاپ بدستور وہاں کام کر رہی ہے اور ٹیوب ویل ہائے کی مرمت بدستور جاری ہے۔

(ج) جیسا کہ جزو ہائے الف' ب میں بیان کر دیا گیا ہے کہ فی الحال محکمہ کے زیر غور منڈی بہاؤ الدین ورکشاپ کو لاہور منتقل کرنے کی کوئی تجویز نہ ہے اور منڈی بہاؤ الدین ورکشاپ میں ٹیوب ویل ہائے کی مرمت بھی بدستور جاری ہے۔ اس لیے زمینداروں کے متاثر ہونے یا ان کے اس ضمن میں نقصان کا ازلہ کرنے کا سوال غیر ضروری ہے۔

جناب سپیکر : اگلا سوال ملک احمد علی اولکھ صاحب! تشریف نہیں رکھتے ہیں۔

ایک فاضل رکن : ان کے ایماء پر سوال نمبر 1522

## ٹولہ بانگی خیل میں بجلی فراہم کرنے کے لیے اقدامات

☆1522 -ملک احمد علی اولکھ :کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے

(الف) کیا یہ درست ہے کہ 77-1976ء کے دیہی ترقیاتی پروگرام میں ٹولہ باگی خیل ضلع میانوالی کے لیے بجلی کی منظوری دی گئی تھی۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ کالا باغ سے پندرہ میل تک بجلی کے کھمبے بھی نصب کیے گئے تھے۔ لیکن بعد میں محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات حکومت پنجاب کی ہدایات پر مزید کام روک دیا گیا تھا۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ حکومت پنجاب نے دوبارہ 87-1986ء میں ایم پی اے کوٹہ سے مذکورہ گاؤں کو بجلی کی فراہمی کی منظوری دی تھی لیکن اس پر بھی کوئی کارروائی نہ کی گئی۔

(د) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ گاؤں کالا باغ کے گیارہ کے وی لائن سے 29 کلو میٹر کے فاصلہ پر ہے جبکہ صوبہ سرحد کی ٹاؤن کمیٹی شکر درہ ضلع کوہاٹ سے ساڑھے تین کلومیٹر کے فاصلے پر ہے جہاں بجلی موجود ہے۔

(ہ) کیا یہ بھی درست ہے کہ حکومت پنجاب نے الیکٹرک سٹی بورڈ واپڈا پشاور صوبہ سرحد کو مذکورہ گاؤں کے سروے کے لیے لکھا تھا اگر سروے رپورٹ حکومت کو موصول ہو گئی ہے تو اس کی نقل ایوان میں پیش کی جائے۔

(و) کیا مذکورہ گاؤں کو بجلی کی فراہمی کے لیے حلقے کے ایم این اے یا ایم پی اے کی طرف سے کوئی سفارش یا تجویز موصول ہوئی ہے۔

(س) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ گاؤں کو صوبہ سرحد سے بجلی فراہم کرنے کے لیے اپنی سفارشات وفاقی حکومت کو ارسال کرنے کو تیار ہے اور کب تک اس گاؤں کو بجلی بہم پہنچا دی جائے گی اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ):

(الف) جی ہاں! درست ہے۔

(ب) جی ہاں! درست ہے۔

(ج) جی ہاں۔ 87 - 1986ء میں بھی بجلی کی منظوری ہوئی تھی۔ لیکن مروجہ پالیسی کے

مطابق گاؤں کو لائن سے زیادہ فاصلہ ہونے کی وجہ سے بجلی نہیں دی جا سکی تھی۔

(د) درست ہے۔

(ہ) سروے رپورٹ حسب ذیل ہے۔

نام گاؤں :- ٹولہ بانگی خیل نزد شکر درہ ضلع کوہاٹ صوبہ سرحد

فاصلہ ایچ ٹی لائن : 5 کلو میٹر

آبادی :- 2500 نفوس

اندازہ تخمینہ :- -/2916000 روپے

(و) واپڈا نے اطلاع دی ہے کہ انہیں گاؤں کو بجلی کی فراہمی کے لیے کوئی سفارش وصول نہیں ہوئی۔

(س) واپڈا نے اطلاع دی ہے کہ اگر کوئی سینٹر یا ایم این اے ایم پی اے اپنے کوٹہ سے فراہمی بجلی کی سفارش کرے تو ٹولہ بانگی خیل کو صوبہ سرحد سے بجلی فراہم کی جا سکتی ہے۔ چونکہ یہ گاؤں صوبہ سرحد کے زیادہ نزدیک ہے۔

جناب سپیکر : اگلا سوال چودھری نور محمد تارڑ صاحب کا ہے۔

چودھری نور محمد تارڑ : سوال نمبر 1543

## سیم نالوں کی صفائی کے لیے اقدامات

☆1543 - چودھری نور محمد تارڑ : کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی میرے نشان زدہ سوال نمبر 533 کے جواب کے حوالے سے جس کا جواب مورخہ 11 جون 1991ء کو دیا گیا ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) آیا یہ امر واقع ہے کہ قادر آباد بیراج سے پیدا ہونے والی سیم کی تباہ کاریوں کے انسداد کے لیے تعمیر کی جانے والی رسول نگر ڈرین' کوٹ ہرا ڈرین' نکی چھنہ ڈرین' کوٹلی ڈرین' وغیرہ سیم نالیوں کی صفائی گزشتہ سات سال سے نہ ہونے اور ان میں جھاڑ جنکار خودرو پودے اگنے سے نالیاں بند (block) ہو جانے کی وجہ سے علاقہ کے وسیع اور زرخیز زرعی رقبے دوبارہ سیم کی شدت سے بری طرح متاثر ہو رہے

ہیں۔ اگر ایسا ہے تو حکومت اس کے تدارک کے لیے کیا تدابیر اختیار کر رہی ہے۔

(ب) کاشت کاروں میں پیدا ہونے والی بے چینی اور علاقہ کی مجموعی زرعی معیشت کو درپیش خطرہ سے نمٹنے کے لیے اب تک کیا عملی اقدامات کیے گئے ہیں۔ اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں اور 1985ء سے قبل ہر پانچ سال بعد نالیوں کی صفائی باقاعدگی سے کرنے کے معمول کی جائے سات سال تک صفائی کرنے میں کوتاہی اور اس کے نتیجہ میں ہونے والے نا قابل تلافی نقصان کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ):

(الف) قادر آباد بیراج کی تعمیر کے ساتھ ہی پیدا ہونے والی سیم تھور کو روکنے کے لیے رسول نگر ڈرینج سسٹم بنایا گیا ہے اس ڈرینج سسٹم میں رسول نگر ڈرین، کوٹ ہرا ڈرین، نکی جھنڈ ڈرین کوٹلی ڈرین اور دیگر ملحقہ سیم نالیاں شامل ہیں کیونکہ گذشتہ کئی سالوں سے ان سیم نالیوں کے مہیا کردہ فنڈ اصل ضرورت سے کہیں کم تھے اس وجہ سے ان کی صفائی تسلی بخش طور پر نہ ہو سکی تاہم محکمہ اپنے محدود وسائل میں رہتے ہوئے اور اپنے میلداروں کے ذریعے سیم نالیوں کی ممکنہ صفائی کراتا ہے علاقے کے بڑھتے ہوئے مسائل کے پیش نظر رسول نگر ڈرینج سسٹم کی بحالی کے لیے محکمہ نے مبلغ ایک کروڑ چھبیس لاکھ روپے کے تخمینہ لاگت سے ایک سکیم تیار کی ہے سکیم کی منظوری اور مطلوبہ رقم کی فراہمی پر اس پر عمل درآمد کیا جائے گا۔

(ب) جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے۔ پچھلے چند سالوں سے مہیاکردہ فنڈ کی کمی کی وجہ سے اس ڈرینج سسٹم کی خاطر خواہ صفائی ممکن نہ ہو سکی۔ علاقہ کی مجموعی زرعی معیشت کو نقصان سے بچانے کے لیے۔ رسول نگر ڈرینج سسٹم کی مکمل بحالی کی غرض سے ایک سکیم تیار کی جا چکی ہے۔ اس سکیم میں تمام سیم نالیوں کی کھدائی، اس پر ڈرینج اور سیم نالیوں پر پہلے سے بنی ہوئی پختہ تعمیرات کی مرمت شامل ہے اس سکیم پر عمل درآمد کے بعد علاقہ میں سیم اور تھور پر بڑی حد تک قابو پانے میں مدد ملے گی۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

چودھری نور محمد تارڑ: جناب والا! ضمنی سوال یہ ہے کہ اس جز (ب) میں فرمایا گیا ہے "رسول نگر ڈریج کی مکمل بحالی کی غرض سے ایک سکیم تیار کی جا چکی ہے" میں نے اس سلسلے میں تقریباً پانچ چھ دفعہ محترم سیکرٹری سے اور جناب منسٹر صاحب سے رابطہ کیا اور مجھے بار بار یہی فرمایا گیا کہ یہ سکیم تیار ہو رہی ہے۔ مجھے یہ بتایا جائے کہ یہ سکیم کب تک روبہ عمل ہو گی؟

وزیر آبپاشی: جناب والا! مرکزی حکومت میں منسٹری آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کا ایک ادارہ Pakistan Council for Research on Water Resources انہوں نے پائلٹ پراجیکٹ کے طور پر ہم سے یہ سکیم مانگی تھی۔ اور ایک کروڑ 26 لاکھ روپے کی سکیم بنائی گئی ہے اور وہ اسی سال مئی کے مہینے میں پی سی آر ڈبلیو آر جس محکمے کا نام میں نے پہلے تفصیل سے لیا ہے ان کو بھیج دی گئی ہے۔

MR SPEAKER: Is there any supplementary question?

No supplementary question.

اگلا سوال ملک طیب خان اعوان صاحب کا ہے۔

ملک طیب خان اعوان: سوال نمبر 1579

## راجباہوں کو پختہ کرنے کے لیے اقدامات

☆1579 - ملک طیب خان اعوان: کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ صوبہ میں ٹیلوں پر پانی کی کمی اور پانی چوری کے اکثر واقعات ہوتے ہیں جن کی وجہ سے زمینداروں کو بہت نقصان ہوتا ہے۔

(ب) کیا حکومت اس امر پر غور کرنے کو تیار ہے کہ اگر راجباہوں کو پختہ کر دیا جائے تو پانی چوری کے واقعات کم ہو سکتے ہیں اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت راجباہوں کو پختہ کرنے اور اس مد میں فنڈز مہیا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو

کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ):

(الف) یہ حقیقت ہے کہ صوبہ میں نہروں کے بالائی حصوں میں پانی چوری کے اکثر واقعات ہوتے رہتے ہیں جن کی وجہ سے ٹیلیں متاثر ہیں۔

(ب) راجباہوں/ مائنروں کی پختگی سے چوری کی وارداتوں میں کس حد تک کمی ہو سکتی ہے کیونکہ پختہ نہر کے کنارے میں شگاف ڈالنا قدرے مشکل ہو جاتا ہے لیکن پانی کی چوری کیونکہ کناروں میں شگاف ڈالنے کے علاوہ موگہ کو توڑ کر' ڈاف لگا کر اور پائپ لگا کر بھی کی جاتی ہے اس لیے یہ مسئلہ محض نہروں کی پختگی سے ختم نہیں ہو سکتا۔ حکومت اپنے محدود وسائل میں رہتے ہوئے نہروں کی پختگی بھی کراتی ہے اس ضمن میں جناب وزیر اعلیٰ پنجاب نے پنجاب اسمبلی کے سابقہ اجلاس (جون 1992) کے دوران' کاشتکاروں کی مشکلات حل کرنے کے لیے ایک package پروگرام کا اعلان کیا ہے جس کے تحت وزیر اعلیٰ پنجاب کے صوابدیدی فنڈ کا ایک بڑا حصہ قابل کاشت اراضی کی پیداواری صلاحیت کو بڑھانے کے لیے وقف کر دیا گیا اس package میں راجباہوں نہروں اور کھالوں کی پختگی کا پروگرام بھی شامل ہے۔ جس کے تحت اگر کوئی معزز رکن اسمبلی اپنے ترقیاتی فنڈ میں سے اپنے علاقے کے راجباہوں یا نہر کو پختہ کرانے کے لیے فنڈ مہیا کریں تو اتنی ہی رقم جناب وزیر اعلیٰ پنجاب کے صوابدیدی گرانٹ سے مہیا کی جائے گی۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟ ملک طیب خان اعوان صاحب ضمنی سوال پوچھنا چاہتے ہیں۔

ملک طیب خان اعوان: جناب سپیکر! وزیر موصوف نے وزیر اعلیٰ کے فنڈ کی طرف اشارہ فرمایا ہے تو آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے یہ سوال ہے کہ وزیر یا ایم پی اے کے اپنے فنڈ سے ان نالوں کو پختہ کرنا ہو تو کتنے سال لگ جائیں گے۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جناب والا! یہاں میں آپ کی وساطت سے فاضل رکن کو عرض کروں گا کہ راجباہوں کی چوڑائی' لمبائی پر منحصر ہے۔ جب یہ کسی مخصوص راجباہ کا کہیں گے

اس کا ہم تخمینہ لگوا کر ان کو دے دیں گے۔ ویسے چیف منسٹر پنجاب نے یہاں اعلان کیا تھا' فاضل رکن کو بھی یاد ہوگا کہ جس قدر وہ رقم اپنی گرانٹس میں سے نہری نظام کے لیے اخراجات دیں گے اس کے میچنگ اماؤنٹ چیف منسٹر صاحب بھی اپنے صوابدیدی فنڈز میں سے اس منصوبے کے لیے دیں گے۔ لیکن جب یہ پوچھتے ہیں کہ کتنا اور کب تک خرچ ہوا؟ تو جس راجباہ کا یہ بتائیں گے اس کے لوپر میں تخمینہ لگوا کر ان کو دے دوں گا۔

ملک طیب خان اعوان : جناب سپیکر! میرا سوال یہ ہے کہ میرے حلقہ انتخاب میں 12 مائنر ہیں۔ جن کی ایک ایک مائنر کی لمبائی کم از کم دس دس' بارہ بارہ میل ہے۔ میں پچاس لاکھ روپیہ دیتا ہوں۔ اس سال بھی دیتا ہوں۔ تو اگر اس فنڈ کی طرف جائیں تو اس سے کتنے مائنر پختہ ہو جائیں گے؟ محکمہ انہار زمیندار سے آبیانہ وصول کرتا ہے اور روز بروز آبیانہ بڑھا رہا ہے۔ تو میں یہ سوال کرتا ہوں کہ محکمہ انہار کے ساتھ محکمہ آب پاشی کا بھی کوئی ارادہ انہیں پختہ کرنے کے لیے ہے یا صرف وزیر اعلیٰ کے فنڈ کی طرف ہمارا رجوع کراتے ہیں؟

جناب سپیکر : جی وزیر آب پاشی صاحب!

وزیر آبپاشی و قوت برقی : جناب والا! پہلے تو میں یہاں فاضل رکن کے بیان سے اختلاف کرتا ہوں کہ 1982ء میں آبیانہ بڑھایا گیا تھا۔ 1982ء کے بعد بیچ میں دس سال کا وقفہ ہے آبیانہ نہیں بڑھایا گیا۔ اس سال حکومت پنجاب نے آبیانے کی شرح میں کچھ اضافہ کیا ہے۔ میں معذرت چاہتا ہوں کہ اس سال بھی اضافہ نہیں کیا گیا' بلکہ گذشتہ دس سال سے آبیانے میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا۔ آبیانے کی شرح جو کاشت کار سے زمیندار سے وصول کی جاتی ہے وہ پانی مہیا کرنے کے لیے کی جاتی ہے اور اس میں اب بھی جو شرح اس وقت وصول کی جا رہی ہے وہ محکمے کے جتنے اخراجات ہوتے ہیں محکمے کے نظام کو بحال کرنے کے لیے اور اس کو صحیح حالت میں رکھنے کے لیے کی جاتی ہے تو اس لحاظ سے محکمہ انہار کی آمدن بہت کم ہے۔

ملک طیب خان اعوان : جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے وزیر موصوف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ نے اپنے جواب میں اقرار کیا ہے کہ نہروں کو ڈاف لگا کر اور پختہ ہونے کے باوجود بھی موگھوں کو توڑ کر پانی کی چوری کے امکانات موجود ہیں۔ تو یہ چوری کے امکانات کس نے روکنے ہیں؟

جناب سپیکر : ملک صاحب! آپ کا سوال کیا ہوا؟

ملک طیب خان اعوان : جناب والا! سوال یہ ہے کہ جواب میں کہا گیا ہے کہ موگھوں کو توڑ کر اور پختہ ہونے سے ڈاف لگا کر چوری کے امکانات ہو سکتے ہیں۔ تو یہ چوری کے امکانات کو روکنا کس کے فرض میں ہے۔ یہ کس نے روکنا ہے؟

جناب سپیکر : جی' وزیر آبپاشی!

وزیر آب پاشی و قوت برقی : جناب والا! اس ہاؤس میں یہ مسئلہ زیر بحث آیا تھا۔ پانی کی چوری کا مسئلہ اور ٹیل کے کاشت کاروں کو پانی پہچانے کا مسئلہ یہ مجلس قائمہ برائے آبپاشی و بجلی کے سپرد کیا گیا تھا اور شاید فاضل رکن کو اس کی اطلاع نہ ہو یا وہ نہ جانتے ہوں اس مجلس قائمہ نے اپنی سفارشات اسمبلی کو پیش کر دی ہیں جس میں کچھ قوانین کی ترامیم تجویز کی گئی ہے جس میں یہ بھی تجویز پیش کی گئی ہے کہ پانی کی چوری کے کیسوں کے لیے ایک سپیشل مجسٹریٹ مقرر کیا جائے۔ اور پھر یہ ہے کہ سابقہ دفعات لگائی جاتی تھیں۔ پانی کی چوری کے لیے ان دفعات کو ہٹا کر سیکشن 430 پی پی سی۔ سیکشن 379 پی پی سی سیکشن 432 پی پی سی نافذ کی جائے۔ تاکہ پانی کی چوری کو روکا جا سکے۔ اور یہ بھی تجویز پیش کی گئی ہے کہ جہاں پانی کی چوری پر چھ گناہ تاوان لگایا جاتا تھا وہ چھ گنا سے بڑھا کر بیس گناہ کر دیا جائے۔ اور اسی طرح علاقائی لحاظ سے کینال کمیٹیاں بھی تجویز کی گئی ہیں' جن میں منتخب نمائندگان بھی ہوں گے ایم این اے ہو سکتے ہیں سینیٹر ہو سکتے ہیں ایم پی اے ہو سکتے ہیں۔ ایک پولیس آفیسر ہوگا۔ ایک مجسٹریٹ ہوگا۔ ایک محکمہ انہار کی طرف سے ایکسئین یا ایس ڈی او ہوگا۔ اور تین کاشت کاران کے نمائندے ہوں گے۔ ایک ابتدائی ایریا کا ہوگا۔ ایک وسطی ایریا کا ہوگا۔ اور ایک ٹیل کے ایریا کا ہوگا۔ جناب والا! ان تجاویز کو اگر قبول کر لیا جائے' منظور کر لیا جائے اور نافذ العمل کر دیا جائے تو میں سمجھتا ہوں چوری کی واردات میں ان شاء اللہ العزیز یقیناً بہت کمی آئے گی۔

جناب سپیکر : جناب ریاض احمد قتیانہ صاحب ضمنی سوال پوچھنا چاہتے ہیں۔

جناب ریاض قتیانہ : جناب والا! کیا محترم وزیر موصوف وضاحت فرمائیں گے کہ راجباہوں اور نہروں میں جو لائننگ کی جا رہی ہے وہ اتنا پرانا ڈیزائن ہے کہ جب وہ لائننگ کی جاتی ہے

تو زمینوں پر بھل پڑنے کی بنا پر ان کی سطح اونچی ہو چکی ہے اور پرانے ڈیزائن کے مطابق - لائننگ ہونے سے فائدے کی جائے نقصان ہوتا ہے اور راجباہوں کا پانی قطعاً زمینوں تک نہیں پہنچ سکتا جس سے نقصان ہو رہا ہے؟ تو اس سلسلے میں کیا پوزیشن ہے؟

وزیر آب پاشی و قوت برقی: جناب والا! میں انتہائی معذرت کے ساتھ کہوں گا کہ ایک layman جسے تکنیکی علم حاصل نہ ہو وہ ایک تکنیکی مسئلے کو یونہی کہہ دے کہ وہ غلط بنائی جا رہی ہے' یہ مناسب نہ ہوگا۔ ہر پہلو نہر کو پختہ کرنے سے پہلے سٹڈی کر لیا جاتا ہے اور اس کے مطابق اس کی پختگی اور باقی عمل کیا جاتا ہے۔ میں ان سے اتفاق نہیں کرتا۔

جناب سپیکر: وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر آب پاشی: جناب سپیکر میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیے گئے ہیں۔

## نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

## لوہے کے موگھہ جات تعمیر کرنے کے لیے اقدامات

☆1596 - ڈاکٹر سید وسیم اختر: کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ آبپاشی کی غرض سے موگھہ جات اینٹوں سے بنائے جاتے ہیں جو کہ ٹوٹ جاتے ہیں یا جان بوجھ کر پانی چوری کرنے کی غرض سے توڑ دیے جاتے ہیں۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت موگھہ جات لوہے کے بنانے پر غور کر رہی ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ):

(الف) یہ درست ہے کہ آبپاشی کی غرض سے موگھہ جات پختہ اینٹوں اور سیمنٹ سے تعمیر کیے جاتے ہیں۔ البتہ کچھ موگھہ جات ایسے بھی بنائے جاتے ہیں جن میں لوہے کی مشین نصب کی جاتی ہے۔ موگھہ جات خود بخود نہیں ٹوٹتے بلکہ پانی چوری کرنے

کی غرض سے توڑے جاتے ہیں۔

(ب) تمام موگھوں کو لوہے کا بنا دینا محکمہ کے لیے کسی طور پر قابل عمل نہ ہے۔ البتہ جن موگھہ جات میں لوہے کی مشین لگنی ضروری ہوتی ہے لگائی جاتی ہے۔

## تاج پورہ سکیم سے متصل بجلی کے تاروں کی تبدیلی

☆1666 - ملک احمد علی اولکھ: کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ امر واقع ہے کہ تاج پورہ سکیم لاہور کی اپروچ روڈ سے متصل حفیظ پارک کی آبادی تقریباً دو ہزار نفوس پر مشتمل ہے اور یہاں کے مکینوں کو جس ٹرانسفارمر سے بجلی کی مین تار کے ذریعے کنکشن مہیا کیے گئے ہیں وہ تار بوسیدہ ہو چکی ہے اور آئے دن اس کو آگ لگ جاتی ہے۔ وولٹیج میں کمی کی وجہ سے مکینوں کو پوری بجلی نہیں مل رہی۔

(ب) کیا یہ بھی امر واقع ہے کہ متذکرہ علاقے کے مکینوں نے چیئرمین واپڈا کو بذریعہ ڈائری نمبر 1949 مورخہ 16 جولائی 1988ء کے ذریعے ایک درخواست پیش کی تھی جس میں مین تار کو تبدیل کرنے اور بجلی کی وولٹیج کی کمی کو دور کرنے کی استدعا کی گئی تھی۔ مگر تاحال اس درخواست پر کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت متذکرہ علاقے میں بجلی کی کمی کو دور کرنے اور مین تار تبدیل کرنے کے لیے ضروری کارروائی کرنے کو تیار ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجہ کیا ہے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ):

(الف) اس ضمن میں واپڈا سے حاصل کردہ رپورٹ کے مطابق حفیظ پارک جو کہ تاج پورہ سکیم میں ہے تقریباً 100 گھرانوں پر مشتمل ہے اور یہ ایک غیر منظور شدہ کچی آبادی ہے۔ جہاں بنیادی سہولتیں نہ ہیں۔ اس آبادی میں چھتوں پر سے PVC تاروں کے ذریعے کنکشن دیے گئے ہیں اور اس کو کسی بھی سکیم کے تحت باقاعدہ بجلی مہیا نہیں کی گئی۔ واپڈا ان تاروں کی مرمت کرتا رہتا ہے۔

(ب) مذکورہ درخواست چیف انجینئر الیکٹری سٹی واپڈا لاہور کے دفتر میں تاحال برائے کارروائی موصول نہ ہوئی ہے۔

(ج) اس آبادی میں بجلی کے نظام کی تجدید کا کام زیر غور ہے اور یہ کام اس مالی سال میں کیا جائے گا۔ اگر یہ آبادی باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت آباد ہوتی تو یہ مسئلہ پیش نہ آتا۔

## سکیپ کا پانی دریا میں ڈالنے کے اقدامات

☆1669 - حاجی سردار خان: کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ نہر دیپالپور کا پانی سکیپ میاں والہ کے ذریعے دریا میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ نہر کا پانی دریا میں ڈالنے کے لیے کوئی ڈرین تعمیر نہیں کی گئی اور پانی مالکان کی کاشت شدہ اراضی میں سے گزرتا ہے اور فصلوں اور اراضی کو بہا لے جاتا ہے اور تباہ شدہ فصلوں کا مالکوں کو کبھی کوئی معاوضہ نہیں دیا گیا۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت سکیپ کا پانی دریا میں ڈالنے کے لیے ڈرین تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اور حسین خانوالہ کے مقام پر پانی ڈرین میں ڈالنے اور عوام کو مزید نقصان سے بچانے کے لیے کب تک متبادل انتظام کیا جائے گا اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ):

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) وسائل کی کمی کی وجہ سے ریگولر ڈرین تعمیر نہیں کی جاتی سکیپ کی زمین گورنمنٹ کی ملکیت ہوتی ہے۔ جو کاشت کار اس زمین پر فصل کاشت کرتے ہیں۔ وہ اس بات سے عملی واقف ہوتے ہیں۔ ہنگامی ضرورت کے تحت نہر کا پانی جلد خارج کرنے کے لیے سکیپ کسی بھی وقت چلائی جا سکتی ہے۔ جس سے ان کی فصل متاثر ہو سکتی ہے۔

(ج) فنڈز کی کمی کے باعث سکیپ پر باقاعدہ ڈرین بنانے کی سکیم نہ بنائی گئی ہے کیونکہ اس پر کافی لاگت آتی ہے۔ جبکہ اس کا استعمال کبھی کبھی ہوتا ہے اور اس کا مقصد آب پاشی نہیں بلکہ محض پانی کا جلد اخراج ہے حکومت اپنے وسائل ترجیحی بنیادوں ایسی سکیموں پر خرچ کرتی ہے جس کا تعلق بہتر آبپاشی کی لیے زمینوں تک پانی کی ترسیل ہے۔

## دیپالپور نہر کے پل کی تعمیر و مرمت

☆ 1670- حاجی سردار خان :کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ صحیح ہے کہ نہر دیپالپور پل سوڑھی والا برجی ایک سال سے ٹوٹا ہوا ہے۔

(ب) کیا یہ صحیح ہے کہ یہ پل علاقے کے دیہات کو پختہ سڑک سے ملاتی ہے اور مسافروں کی آمدو رفت کے لیے تانگے اور ویگنیں چلتی ہیں۔

(ج) کیا یہ بھی صحیح ہے کہ عوام نے پل پر لکڑیاں وغیرہ ڈال کر آمدو رفت کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے جن کے ٹوٹ کر گر جانے سے کسی وقت بھی جانی و مالی نقصان کا اندیشہ موجود ہے۔

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت متذکرہ پل کی تعمیر اور مرمت کرانے کو تیار ہے تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ) :

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) یہ درست ہے۔

(ج) محکمہ نے پل کو آمدو رفت کے قابل رکھنے کے لیے عارضی طور پر wooden logs استعمال کیے ہوئے ہیں اور عملہ اس کی دیکھ بھال پر متعین ہے۔

(د) متذکرہ پل کی تعمیر کی سکیم منظور ہو چکی ہے۔ اور فنڈز کی دستیابی پر کام شروع کر دیا جائے گا۔

# نہر اپر جہلم کی مرمت

☆ 1754- چودھری محمد فاروق: کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ نہر اپر جہلم کے کنارے جابجا ٹوٹے ہوئے ہیں۔ اور نہر کے دونوں طرف بند کئی جگہوں سے برساتی پانی کے دباؤ کے باعث کٹاؤ کا شکار ہو چکے ہیں۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ نہر اپر جہلم کی مشرقی سمت جنو ہیڈ سے رسول تک محکمہ نہر کی سڑک ٹوٹ چکی ہے جو ٹریفک کے گزرنے کے قابل نہیں ہے اور اس کی مرمت کافی عرصہ سے نہیں ہوئی۔

(ج) محکمہ نہر نے گزشتہ پانچ سال کے دوران اس نہر کے لیے کتنی کتنی رقم مختص کی سال وار تفصیل بیان کی جائے اور سڑک کی مرمت کے لیے ان سالوں میں کتنی رقم خرچ کی گئی؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ):

(الف) یہ درست ہے کہ نہر اپر جہلم کے کنارے کئی جگہوں پر مرمت طلب ہیں۔ پچھلے چند سالوں میں فنڈز کی کمی کی وجہ سے اس نہر کی مرمت و دیکھ بھال مطلوبہ معیار تک نہ کی جا سکی ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ نہر اپر جہلم کے بائیں کنارے پر برجی 150 تا 245 سڑک مرمت طلب ہے یہ سڑک شارع عام نہ ہے۔ دائیں کنارے پر پختہ سڑک کی موجودگی میں ٹریفک کے بہاؤ میں روکاوٹ نہ ہے۔ شکستہ سڑک کی مرمت پر مبلغ 18 لاکھ روپے درکار ہیں۔ رقم مہیا ہونے پر مرمت کا کام کر دیا جائے گا۔

(ج) سابقہ تین سالوں میں اپر جہلم کینال کی مرت اور دیکھ بھال پر جو اخرجات اٹھائے گئے ان کی سال وار تفصیل لف ہذا ہے۔ جو کہ دائیں کنارے پر پختہ سڑک موجود ہے۔ ٹریفک کی آمدورفت میں کوئی روکاوٹ نہ ہے۔ اس لیے بائیں کنارے پر شکستہ سڑک کی مرمت کرنے کی جائے دیگر اہم کاموں پر رقم خرچ کی جاتی رہی ہے۔

LIST OF WORKS/EXPENDITURE CARRIED OUT ON REPAIRS OF U.J.C. FROM R. D. 123 (HEAD JAGU) TO R.D. 245 (RASUL) L.& R.

1989-90

| S.NO. | NAME OF WORK | AMOUNT |
|---|---|---|
| 1. | Repairing erroded band of UJC R.D. 136-137/L | Rs.13,730.00 |
| 2. | Repairing bank of UJC R.D. 144-145/L | 12,827.00 |
| 3. | Repairing left bank and road damaged by flood / rains from R.D. 220-245/L & R | 23,736.00 |
| | TOTAL:= | 50,293.00 |

1990-91

| | | |
|---|---|---|
| 4. | Repairing cattle ghat at R.D. 137500/L | 24,481.00 |
| 5. | Repairing structure at Rashidpur syphon R.D.107 | 19,814.00 |
| 6. | Watching of UJC R.D. 107-150 | 10,248.00 |
| 7. | Repairing rain damaged left side of approach road R.D. | 18,819.00<br>226050 |
| 8. | Repairing damaged bank of UJC R.D. 242-243 | 20,256.00 |
| 9. | Repairing rain flood damaged out fall of X-drainage works on UJC R.D. 155-255 | 1,12,764.00 |
| | TOTAL:- | 2,06,382.00 |

1991-92

| | | |
|---|---|---|
| 10. | Checking errosion between R.D. 149300 to R.D. 150 UJC | 96,467.00 |
| 11. | Repairing existing cuts and protection against inflow rain water along UJC 236-245/L | 95,424.00 |
| 12. | Repairing/Restoring damages along UJC R.D. 155-245 | 61,904.00 |

| | |
|---|---|
| 13. Repairing damaged inner slope of UJC R.D. 190 to 191350/L | 31,094.00 |
| 14. Repairing damaged inner slope and controlling Embayment R.D. 207 UJC | 13,731.00 |
| 15. Repairing rain flood damages of outfall channels and X-drainage work on UJC R.D. 155-255 | 1,77440.00 |
| 16. Repairing inner slope and controlling embayment R.D. 187-189/R&R.D.170-172 UJC | 31,171.00 |
| 17. Repairing and raising stone pitching along inner stope of UJC R.D. 150-156/L | 59,020.00 |
| TOTAL:- | 5,46,251.00 |

## الیکٹرک انسپکٹر پنجاب کی غیر قانونی تعیناتی کی وجوہات

☆ 1775- خان غلام سرور خان : کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبہ میں پانچ ریجنل الیکٹرک انسپکٹریٹ قائم ہیں اور ریجنل الیکٹرک انسپکٹریٹ کا انچارج الیکٹرک انسپکٹر ہوتا ہے۔ جس کا گریڈ 18 متعین ہے

(ب) کیا یہ درست ہے کہ مجید اصغر ڈائرکٹر ٹیکنیکل پاور گریڈ 19 کو الیکٹرک انسپکٹر پنجاب مقرر کیا گیا ہے۔ جو کہ قانون کے مطابق الیکٹرک انسپکٹر پنجاب کی کسی اسامی کی گنجائش موجود نہیں ہے۔

(ج) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو اس انتظام جس کی وجہ سے عوام کو دور دراز علاقوں سے اپنے مسائل کے حل کے لیے لاہور میں سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور حکومت کے اختیارات کی مرکزیت ختم کرنے کی پالیسی سے متصادم ہے کو جاری رکھنے کی کیا وجہ ہے اور حکومت اس کے خلاف ضابطہ و خلاف قانون انتظام کو کب تک ختم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تفصیلاً بتایا جائے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ) :

(الف) جی ہاں درست ہے۔

(ب) جی نہیں۔ یہ درست نہیں ہے۔ وحید اصغر ڈائرکٹر ٹیکنیکل پاور گریڈ انیس کو خصوصی طور پر الیکٹرک انسپکٹر پنجاب مقرر نہیں کیا گیا۔ بلکہ ڈائرکٹر ٹیکنیکل کے بلحاظ عہدہ مورخہ 11/12/88 کو زیر دفعہ 36 الیکٹری سٹی ایکٹ 1910 الیکٹری پنجاب مقرر کیا گیا تھا۔ جبکہ وحید اصغر کو ڈائریکٹر ٹیکنیکل کے طور پر مورخہ 22/2/1992 کو تعینات کیا گیا ہے اس کے علاوہ چیف انجینئر پاور گریڈ بیس کو بھی مورخہ 20/11/1986 کو بلحاظ عہدہ الیکٹرک انسپکٹر پنجاب مقرر کیا گیا تھا۔ ان دونوں حضرات کو صرف ریجنل الیکٹرک انسپکٹر صاحبان کے کام کو چیک کرنے کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ اور یہ کام سر انجام دینے کے لیے ایسا کرنا الیکٹری سٹی ایکٹ 1910ء کے تحت ضروری تھا۔ کیونکہ اسی طور پر یہ حضرات کسی فیکٹری مل یا کسی ادارے میں داخل ہو سکتے ہیں۔

(ج) جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے الیکٹرک انسپکٹر پنجاب صرف ریجنل الیکٹرک انسپکٹرز کے کام کو چیک کرنے کے لیے مقرر کیے گئے ہیں۔ وہ پنجاب میں نہ تو کوئی انسپکشن کا کام براہ راست سرانجام دیتے ہیں اور نہ ہی عوام کو اس ضمن میں ان کے پاس آنا پڑتا ہے۔ عوام کا تمام تر واسطہ صرف ریجنل الیکٹرک انسپکٹر صاحبان کے دفاتر سے ہے جہاں وہ اپنے کام کے لیے جاتے ہیں جبکہ الیکٹرک انسپکٹر پنجاب صرف بطور سینئر آفیسر ریجنل الیکٹرک انسپکٹرز کے کام کی نگرانی کرتے ہیں اس طرح عوام کو کوئی دشواری پیش نہیں آتی اس طرح واضح ہے کہ اختیارات کی کوئی مرکزیت نہ ہے اور نہ ہی یہ حکومت کی کسی پالیسی سے متصادم ہے نیز یہ نظام سال 1986ء سے نافذ العمل ہے۔

## غبن کی تحقیقات

☆1825 - ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن مظفر گڑھ کے صدر اور 75 وکلاء نے وزیر اعلیٰ پنجاب سے تحریری مطالبہ کیا ہے کہ ان کے ضلع کے محکمہ آبپاشی میں سالانہ 60 ملین (چھ کروڑ روپے کے خورد برد کے خلاف کارروائی کی جائے۔ انہوں نے الزام لگایا ہے کہ محکمہ آبپاشی کے افسران نے جن میں ایس ای' دو ایکسیئن چھ ایس ڈی او دو اکاؤنٹس آفیسرز اور بائیس ٹھیکیداران شامل ہیں قومی دولت سے چھ کروڑ روپے کا غبن کیا ہے اور محکمہ انسداد رشوت ستانی کی انکوائری رپورٹ کے مطابق یہ الزامات ثابت ہو چکے ہیں۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت نے ان بدعنوان اور بد دیانت افسران کے خلاف کیا کارروائی کی ہے اور چھ کروڑ روپے کی خطیر رقم لوٹنے والوں میں سے اب تک کتنے افراد گرفتار کر لیے گئے ہیں۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ):

(الف) یہ درست ہے کہ ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن مظفر گڑھ کے صدر اور 75 ارکان نے بذریعہ روز نامہ ڈان یکم اگست 1992ء وزیر اعلیٰ پنجاب سے مطالبہ کیا تھا کہ محکمہ آبپاشی کے افسران ایک ایس ای دو ایکسیئن چھ ایس ڈی او اور دو اکاؤنٹس کلرک (آفیسرز) اور بائیس ٹھیکیداروں جنہوں نے آپس میں ملی بھگت کر کے قومی دولت میں سے مبلغ چھ کروڑ کا غبن کر چکے ہیں کے خلاف انکوائری عمل میں لائی جاوے۔

(ب) سیکرٹری محکمہ انہار نے الزامات کی سنگینی اور شدت کو مد نظر رکھتے ہوئے سینئر افسران کے مبینہ طور پر ملوث ہونے کے پیش نظر چیف انجینئر ملتان زون کو بے ضابطگیوں اور ٹھیکیداروں کو غلط ادائیگیوں کے بارے میں ایک انکوائری کرنے کے بارے میں حکم دیا ہے۔ جنہوں نے اس بارے میں ایک انکوائری کمیٹی جو ظہیر احمد ظفر ایس ای حویلی کینال سرکل ملتان محمد جہانگیر خان ایس ای سکارپ سرکل ملتان پر مشتمل ہے دے دی ہے۔ انکوائری رپورٹ موصول ہونے پر اور الزامات درست پائے جانے پر افسران کے خلاف سخت کارروائی عمل میں لائی جاوے گی ابھی تک کوئی فرد گرفتار نہیں ہوا۔ یہاں یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ ملزمان کے خلاف محکمہ

انٹی کرپشن کے مقدمہ ایف آئی آر نمبر 51/32/92 زیر دفعہ 409/420/467/468/471 اور 109 ت پ اور 47 (2) 5 مورخہ 5/7/1992 تھانہ اے سی اے ملتان میں درج ہو چکے ہیں۔ مگر ملزمان نے لاہور ہائی کورٹ ملتان بنچ میں رٹ 2367/92 دائر کر دی ہوئی ہے اور جسٹس منیر اے شیخ سے مورخہ 2/8/1992 تفتیش مقدمہ اور دیگر کارروائی روک دی ہے تاہم انکوائری جاری ہے۔

## دیہات کو بجلی فراہمی کا منصوبہ

☆1866 - جناب ریاض فتیانہ: کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ دیہی علاقوں کو فراہمی بجلی سکیم کے تحت اکثر و بیشتر سکیمیں جو مالی سال 91-1990 میں شروع کی گئی تھیں وہ ابھی تک مکمل نہیں ہوئیں اور واپڈا انہیں مکمل کرنے میں دلچسپی نہیں لے رہا۔

(ب) پنجاب کے دیہات میں فراہمی بجلی پروگرام واپڈا کی بجائے محکمہ اری گیشن پاور حکومت پنجاب کے زیر اہتمام شروع کرنے کا کوئی منصوبہ زیر غور ہے۔

(ج) کیا موجودہ مالی سال 93-1992 میں فی صوبائی حلقہ فراہمی بجلی دیہات پروگرام کے تحت مبلغ تیس لاکھ روپے برائے دیہات کی بجائے یہی رقم برائے فراہمی بجلی بمطابق تخمینہ زیادہ سے زیادہ دیہات کے متعلق کوئی تجویز محکمہ ہذا کے پاس زیر غور ہے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ):

اس ضمن میں واپڈا سے رپورٹ حاصل کی گئی اور اس رپورٹ کی روشنی میں جواب حسب ذیل ہے۔

(الف) یہ حقیقت نہ ہے بلکہ واپڈا 91-1990 میں شروع کی گئی سکیموں پر پوری دلچسپی سے کام کر رہا ہے اور اب تک حکومت پنجاب کے منظور کردہ دیہات میں سے 276 گاؤں اور 1850 اضافی بستیوں کو بجلی فراہم کر چکا ہے باقی ماندہ گاؤں اور اضافی آبادیوں پر کام جاری ہے اور جلد مکمل ہونے کی توقع ہے۔

(ب) اس طرح کا کوئی منصوبہ حکومت پنجاب کے زیر غور نہ ہے۔

(ج) مالی سال 93-1992 کے دوران فراہمی بجلی کے ابھی تک وفاقی حکومت کی طرف سے کوئی پالیسی اعلان نہ ہوا ہے۔ اس ضمن میں وفاقی حکومت کی طرف سے کوئی اطلاع آنے پر ہی کوئی پروگرام بنانا ممکن ہوگا۔

## ضلع راولپنڈی کے دیہاتوں میں بجلی کی فراہمی کے اقدامات

☆1888 - جناب محمد بشارت راجہ : کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ضلع راولپنڈی کے درج ذیل دیہات وزیر اعلیٰ کے کوٹہ 92-1991 سے بجلی کی فراہمی کی منظوری ہوئی تھی مگر کافی عرصہ گزرنے کے باوجود ان پر کام شروع نہیں ہوا۔

(1) موہڑا کینال (2) ہجوم فراش (3) تھیہ کلیال (4) بجوال محمد خان (5) ڈھوک پناہ (6) موضع کاک۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو متذکرہ دیہات پر کب تک کام شروع کر دیا جائے گا؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ) :

اس ضمن میں واپڈا سے رپورٹ حاصل کی گئی ہے اور اس رپورٹ کی روشنی میں جواب حسب ذیل ہے۔

(الف) درست ہے کہ ضلع راولپنڈی کے درج ذیل دیہات کو وزیر اعلیٰ پنجاب کے صوابدیدی کوٹہ کے تحت فراہمی بجلی کی منظوری دی گئی تھی۔

(1) موہڑہ کینال (2) ہجو فراش (3) تھیہ کینال (4) بجوال محمد خان (5) ڈھوک پناہ (6) موضع کاک

ڈھوک پناہ کی منظوری ستمبر 1992ء میں دی گئی تھی جبکہ باقی دیہات کی منظوری ماہ جون 1992ء میں دی گئی تھی۔

(ب) واپڈا نے اطلاع دی ہے کہ ان تمام گاؤں کو فراہمی بجلی کا کام رواں مالی سال میں

مکمل کر دیا جائے گا۔

## بجلی فراہمی کا کوٹہ

☆1960 - ڈاکٹر سید وسیم اختر :کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) دیہاتوں میں بجلی فراہم کرنے کے سلسلے میں وزیر اعلیٰ کا صوابدیدی کوٹہ کتنا ہے۔

(ب) سال 1991-92 کے دوران وزیر اعلیٰ کے صوبائی حلقہ اور ان کے قومی حلقہ میں دیہاتوں میں بجلی کی فراہمی کے سلسلہ میں ان کے کوٹہ میں سے کتنے دیہات کو بجلی فراہم کی گئی۔

(ج) نیز وزیر اعلیٰ کے کوٹہ میں سے کون کون سے دیگر صوبائی حلقہ جات میں بجلی فراہم کی گئی؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ) :

(الف) وزیر اعلیٰ کا صوابدیدی کوٹہ بحساب لاگت ایک ملین روپے (Rs One million) فی دیہات 189 دیہات تھا۔ چونکہ وزیر اعلیٰ صاحب نے اپنے صوابدیدی کوٹہ میں سے کچھ آبادیوں کو بجلی فراہم کرنے کی بھی منظوری دی اور ان پر قدرے کم لاگت آئی لہٰذا ان کا کوٹہ بڑھا کر 262 دیہات/آبادیاں کر دیا گیا۔ تمام منظور شدہ دیہات / آبادیوں کو 189 ملین روپے لاگت کے اندر رہتے ہوئے بجلی فراہم کی جائے گی۔

(ب) سال 1991-92ء کے دوران وزیر اعلیٰ پنجاب کے حلقہ نمبر PP / 178 میں کسی بھی دیہات کو وزیر اعلیٰ پنجاب کے صوابدیدی کوٹہ میں سے فراہمی بجلی کی منظوری نہ دی گئی۔ پالیسی کے تحت قومی حلقہ جات کے دیہات کی منظوری وفاقی حکومت نے دینی ہوتی ہے اور یہ پنجاب حکومت کے دائرہ اختیار سے باہر ہے۔ تاہم محکمہ ہذا کے ریکارڈ کے مطابق وزیر اعلیٰ کے صوابدیدی کوٹہ میں سے کسی ایسے دیہات کو بجلی مہیا نہیں کی گئی جو کہ ان کے قومی حلقہ میں شامل ہو۔

(ج) محکمہ ہذا کے ریکارڈ کے مطابق وزیر اعلیٰ کے کوٹہ میں سے درج ذیل دیگر صوبائی حلقہ جات میں فراہمی بجلی کی منظوری دی گئی۔

PP 4- 10- 11- 91- 100- 105- 134- 155- 157- 158- 165- 166
169- 170- 171- 174- 179- 182- 183- 185- 187- 188- 189- 191
192-193- 194- 196- 197- 198- 200- 204- 406- 213- 216- 217-
227- 229- 231- 232- 233- 234- 235- 236- 237- 239- 240- 289-

وزیر اطلاعات و سیاحت و ٹرانسپورٹ: جناب سپیکر! ٹرانسپورٹ سے متعلقہ سوال نمبر 789 جو آپ نے اس سیشن میں ٹیبل کرنے کا حکم دیا تھا۔ آپ کی اجازت سے میں اسے ٹیبل کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: ملک صاحب! آپ نے وہ انفرمیشنز لی تھیں؟

وزیر اطلاعات و سیاحت و ٹرانسپورٹ: جی' ہاں! وہ ٹیبل کر دی ہیں۔

جناب سپیکر: جی' شکریہ۔

حاجی احمد خان بلوچ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی شکریہ۔

حاجی احمد خان بلوچ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی حاجی احمد خان صاحب!

حاجی احمد خان بلوچ: جناب سپیکر! میں ایک تو آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ہمیشہ آپ نے جب بھی نماز کا ٹائم ہوا ہے تمام کارروائی ختم کر کے نماز کے لیے وقفہ کیا ہے۔ اس کے متعلقہ میں ایک بات کرنا چاہتا ہوں کہ اسمبلی جب بنی ہوگی اس وقت تو شاید اسے انگریزوں نے بنایا ہوگا۔ اس میں مسجد نہیں بنائی گئی تھی۔ میں نے اس کے متعلق ایک قرار داد دی تھی شاید وہ قرعہ اندازی میں نہیں نکلی۔ پرائیویٹ ڈے صرف یہ ہے' آگے شاید نہیں آئے گا۔ تو اس لیے میں گزارش کروں گا کہ تمام ممبران میں سے کوئی پچیس تیس کی دستخط شدہ ایک قرار داد ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آج اگر بزنس کم ہے تو اس پر مہربانی کر کے قواعد میں نرمی کر کے آج ہی اسے پاس کر دیا جائے۔ یہ مسجد کا معاملہ ہے۔ اہلکاران اور ممبران کو نماز کے معاملے میں بہت تکلیف ہوتی ہے۔وہاں پر جو دریاں بچھائی جاتی ہیں۔ بعض اوقات تو وہ اندازاً بچھائی جاتی ہیں۔ ان کے رخ کا بھی صحیح تعین نہیں ہوتا۔ نہ تو وضو کا کوئی انتظام ہے۔ جناب'

مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمیں سب سے پہلے یہ کام کرنا چاہیے۔ یہ اتنی بڑی اسمبلی جو ایشیاء میں ہے اس کے ساتھ مسجد نہ ہونے سے تمام ممبران کو' اہلکاران کو اور جو باہر سے اصحاب آتے ہیں ان سب کو تکلیف ہے اور یہ ایک قرار داد ہے جو پچیس تیس ممبران کی دستخط شدہ ہے۔ یا تو جناب مہربانی کریں کہ جو پرسوں پرائیویٹ ممبرز ڈے آرہا ہے اس میں اس کو کر دیں' کیونکہ یہ قرعہ اندازی میں نہیں نکل سکی یا اس پر خصوصی طور پر قواعد میں نرمی کر کے مہربانی کریں۔

دوسری اس کے ساتھ ہی ایک قرار داد ہے کہ جس طرح قومی اسمبلی میں نماز کے ٹائم اذان سنائی جاتی ہے' اس طرح ہمیں بھی صوبائی اسمبلی میں نماز کے ٹائم اذان سنائی جانی چاہیے۔ یہ ایک مسلمانوں کی اسمبلی ہے۔ یہ مسلمان ملک ہے۔ قومی اسمبلی میں بہت اچھا طریقہ ہے کہ جس وقت بھی نماز کا ٹائم ہوتا ہے اذان کی آواز اندر سنائی جاتی ہے۔

تو میری گزارش ہے کہ ان دونوں قرار دادوں کو قواعد میں نرمی کر کے پاس کرایا جائے۔

جناب سپیکر : ہمیں ان قرار دادوں کو ٹیک اپ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ تو ہمارے اپنے کرنے کی بات ہے۔ قرار داد تو ہوتی ہے کہ اگر کسی کو سفارش کرنی ہو۔ یہ آپ کے اور ہمارے اپنے کرنے کی بات ہے۔ ہم خود اس پر عمل کر لیں گے۔ یہ جائز باتیں ہیں اور یہ آپ کی صحیح باتیں ہیں۔ اس میں جہاں تک مسجد کا تعلق ہے تو یہ جو ایم پی اے ہاسٹل بن رہا ہے اس ساری کنسٹرکشن میں مسجد بھی شامل ہے اور یہاں اس بلڈنگ کے ساتھ مسجد تعمیر ہوگی۔ یہ اس کے ساتھ ڈیزائن ہو رہی ہے اور اس وقت تک جو آپ نے فرمایا ہے میں ان شاء اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر کوشش کر کے اس کا ازالہ کر دوں گا۔ اب ہاؤس میں اذان سنانے کا مسئلہ رہا تو اس مسئلے کو دیکھتے ہیں۔ نیشنل اسمبلی تو نئے سرے سے بنی ہے' نئے سرے سے ڈیزائن ہوئی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آیا یہ ہاؤس میں سنائی جا سکتی ہے۔ اگر یہ سنائی جا سکتی ہے تو میرے خیال میں اس میں ہمیں کوئی تامل نہیں ہوگا۔ سارے ہاؤس میں اس بات کو put کر دیں گے' اگر ہاؤس اتفاق کرے گا تو ہم اس کو کر لیں گے۔ میرے خیال میں اس کا انتظام کیا جا سکتا ہے۔ یہ کوئی ایسا کام نہیں کہ اذان کی آواز آپ کو یہاں سنائی نہ دے۔ اس کا اہتمام

کیا جا سکتا ہے۔

حاجی احمد خان بلوچ : شکریہ جناب۔

## مسئلہ استحقاق

## سیکرٹری ایس اینڈ آر کا رکن اسمبلی سے توہین آمیز سلوک (جاری)

جناب سپیکر : یہ تحریک استحقاق نمبر 11 چودھری محمد حنیف صاحب کی پینڈنگ ہے۔ میرے خیال میں ریونیو منسٹر صاحب کی اور چودھری محمد حنیف صاحب کی اس سلسلے میں کوئی بات ہوئی تھی۔ ریونیو منسٹر صاحب تشریف لے آئے ہیں۔ یہ تحریک استحقاق نمبر 11 پینڈنگ ہے۔ اس سلسلے میں آپ کا اور چودھری محمد حنیف صاحب کا کوئی معاملہ ہے۔

وزیر مال : جناب سپیکر! میں نے اس دن آپ کے سامنے گزارش کی تھی کہ اگر حنیف صاحب کہیں تو میں ان کو بلا کر ان کی بات کراتا ہوں۔ تو پھر حنیف صاحب شاید چھٹیوں کی وجہ سے چلے گئے اور ان کی بھی فلڈ کے سلسلے میں ڈیوٹی ہے۔ اگر یہ چاہیں تو میں ان کو ایک دو روز میں بلوا کر بات کروا دیتا ہوں۔ میں ان کو یقین دھانی کراتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ کبھی برداشت نہیں کیا جائے گا کہ خدانخواستہ ان کے حقوق پر یا ان کے تقدس میں کوئی فرق آئے۔

جناب سپیکر : چودھری صاحب' کیا خیال ہے؟

چودھری محمد حنیف : جناب سپیکر! اس سلسلہ میں میری کئی بار منسٹر صاحب سے بات ہوئی ہے اور یہ پچھلے سیشن کی ہے اور اس سیکرٹری نے کسی جگہ پر یہ بات بھی کی ہے کہ انہوں نے تحریک استحقاق بھی پیش کر کے میرا کیا کر لیا؟

جناب سپیکر! میں نے اس میں جتنی بھی باتیں رکھی ہیں اور یہ حلفاً میں بتاتا ہوں کہ اس نے بہت زیادہ زیادتی کی اور اس نے کہا... اس لیے شاید اس کو مجھ سے ملنے کی بھی جرات نہیں ہوئی کہ اس نے کہا کہ میں اس دفتر میں ہی ابھی تمہارا بندوبست کر دیتا ہوں اور اس نے بڑی زیادتی کی ہوئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسے ایڈمٹ کیا جانا چاہیے۔

جناب سپیکر : چودھری صاحب اتنے عرصے سے یہ تحریک استحقاق پینڈنگ صرف اس وجہ سے ہے کہ ریونیو منسٹر صاحب نے اس بارے میں یہ کہا تھا کہ وہ آپ کی تسلی کرائیں گے اور

متعلقہ آفیسر کو یہاں بلا کر آپ کی حق رسی کرائیں گے اور اس قسم کی بات کے بارے میں ان کو ساتھ بٹھا کر verify کریں گے۔ تو یہ کافی عرصے سے صرف اس وجہ سے پینڈنگ چلی آ رہی ہے۔ میرے خیال میں اس سلسلے میں منسٹر ریونیو کو اگر آپ ٹائم دیں' اس تحریک استحقاق کو پینڈنگ رکھتے ہیں اور منسٹر ریونیو متعلقہ آفیسر کو بلا کر آپ سے بات کرواتے ہیں اور اگر یہ معاملہ طے ہو جاتا ہے' اس پر ازالہ ہو جاتا ہے تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں

چودھری محمد حنیف : جناب سپیکر! اس پر پہلے بھی کئی دفعہ اس طرح ٹائم بھی دیا ہے اور کئی بار بات بھی ہوئی ہے۔ لیکن اس فرد نے نہ ہی ضرورت محسوس کی کہ کسی طرح بات کرے' بلکہ پہلے سے زیادہ اس میں اکڑ موجود ہے۔

وزیر مال : جناب سپیکر! یہ بات نہیں ہے۔ پہلے تو یہ فیصلہ ہوا۔ حنیف صاحب نے ابھی تک یہ فیصلہ ہی نہیں کیا۔ مجھے اجازت ہی نہیں دی کہ میں ان کو بلا کر اکٹھا کروں۔ ہر موقع پر میں آپ سے گذارش کرتا رہا ہوں کہ اگر معزز ممبر یہ کہیں تو میں ان کو بلاتا ہوں لیکن انہوں نے پہلے یہ کہا کہ دوسرے دن بتائیں گے۔ ایک دن پھر وہ سیشن ختم ہو گیا۔ پھر یہ ٹیکنیکل گراؤنڈ پر پڑی رہی۔ پھر آپ نے اس کو allow کیا۔ پھر جب یہ موجود نہیں تھے تو میں نے آپ کی خدمت میں گزارش کی تھی کہ حنیف صاحب آ جائیں اور اگر وہ حکم کریں تو میں ان کو بلاتا ہوں۔ یہ تو حنیف صاحب' میں خود برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی میرے کہنے پر نہ آئے یا آپ کے پاس وہ میٹنگ نہ کرے۔ یہ تو آپ سب جانتے ہیں۔ تو آپ ہاں کریں' پرسوں میں ان کو بلا کر فیصلہ کروا دیتا ہوں۔

چودھری اصغر علی گجر : جناب سپیکر! اس کے بارے میں ایوان کے اندر ہی کوئی تاریخ مقرر کر لیں۔

جناب سپیکر : جی' تو آپ اس بارے میں کوئی ٹائم مقرر کرتے ہیں؟

وزیر مال : جناب سپیکر! کوئی تین چار روز بعد رکھ لیتے ہیں' کیونکہ he is in flooded area مجھے ان کو کال کرنا پڑے گا۔

جناب سپیکر : آپ فرمائیں' کون سا ٹائم آپ کہتے ہیں؟

وزیر مال : تین دن کے بعد رکھ لیں۔

جناب سپیکر : آج 25 ہے۔ 28 کو ٹھیک ہے؟
وزیر مال : جی 28 کو ٹھیک ہے۔
جناب سپیکر : 28 کو ٹھیک ہے۔ تو میرے خیال میں چودھری صاحب اتفاق کرتے ہیں۔
چودھری محمد حنیف : ٹھیک ہے۔
جناب سپیکر : اس کو پینڈنگ رکھتے ہیں۔ 28 کو آپ بات کر لیں۔ کوئی حرج نہیں۔
جناب میر بادشاہ خان آفریدی : جناب والا! چودھری محمد حنیف صاحب اس معزز اسمبلی کے ممبر ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ متعلقہ آفیسر نے پوری پنجاب اسمبلی کی بے عزتی کرنے کی کوشش کی ہے اور اگر آپ نے اس آفیسر سے بند کمرے میں معذرت طلب کرنی ہے تو پھر اس کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اس آفیسر کو سرعام معافی مانگنی چاہیے۔ اس کو اپنے رویے پر شرمندہ ہونا چاہیے اور آئندہ کے لیے باقی آفیسرز کو اس رویے سے اجتناب کرنا چاہیے میں سمجھتا ہوں کہ یہ تمام پنجاب اسمبلی کی بے عزتی ہے۔
جناب سپیکر : آفریدی صاحب! ایک دفعہ چودھری حنیف صاحب اتفاق کر گئے ہیں۔ لودھی صاحب اور چودھری حنیف صاحب کو یہ معاملہ resolve کرنے دیں پھر یہ بات ہمارے سامنے آئے گی۔

## روزنامہ "جنگ" کے کالم نگار کی ارکان اسمبلی کی تحقیر (جاری)

جناب سپیکر : اگلی تحریک استحقاق نمبر 19 بھی چودھری محمد حنیف صاحب کی ہے اور یہ ملک سلیم اقبال اور چودھری محمد حنیف سے متعلقہ ہے۔ تو اس بارے میں کیا وزیر انفرمیشن ارشاد فرما سکیں گے کہ اس کی کیا صورت حال ہے۔
وزیر اطلاعات : جناب والا! پچھلے دنوں میری چودھری حنیف سے بات ہوئی ہے اور میری آپ سے استدعا ہے کہ اسے ایک' دو دن اور موخر کر دیں۔ انشاء اللہ یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔
جناب سپیکر : ملک صاحب کیا یہ مسئلہ حل ہو جائے گا؟
وزیر اطلاعات : جی' جناب والا! ضرور حل ہو جائے گا۔
جناب سپیکر : چودھری صاحب' کیا اس کو مؤخر ہی رکھیں۔

چودھری محمد حنیف : اسے فی الحال موخر ہی رہنے دیں۔
جناب سپیکر : ٹھیک ہے اسے موخر کر دیتے ہیں۔

## قائد حزب اختلاف کو سیلاب کے بارے حقائق جاننے کی کوشش سے باز رکھنے کے لیے سرکاری اقدامات

جناب سپیکر : اگلی تحریک استحقاق نمبر 22 رانا اکرام ربانی صاحب کی ہے۔ last time اس پر فیصلہ pending تھا وزیر مال صاحب کا خیال تھا کہ وہ اس پر فیصلے سے پہلے کوئی بات کرنا مناسب سمجھیں گے۔ تو وزیر مال صاحب' کیا آپ اس پر مزید ارشاد فرمانا چاہیں گے ؟
وزیر مال : جناب والا! میں پچھلی دفعہ بھی اس بارے میں گزارش کر چکا ہوں کہ ھائی کورٹ میں یہ معاملہ sort out ہو گیا تھا اور انہوں نے یہ حکم دے دیا تھا کہ اس میں شامل تفتیش کرکے پھر اس چیز کو آگے بڑھایا جائے۔ یہ موخر تو اس لیے رہ گئی تھی شاید آپ نے اس بارے میں کوئی فیصلہ کرنا تھا یا رانا صاحب نے اس پر کوئی اور بات کرنی تھی۔
جناب سپیکر : میں نے اسے موخر اس لیے کیا تھا کہ میں اس پر فیصلے کو موخر کر رہا ہوں لیکن آپ کا ارشاد یہ تھا کہ فیصلے سے پہلے میں مزید اس پر بات کرنی چاہوں گا۔
وزیر مال : جناب والا! اس میں میری گزارش یہی تھی کہ رانا صاحب نے اس تحریک میں یہ پوائنٹ اٹھایا تھا۔ کہ جو ان کا حق ہے اور وہ اپنی version کے مطابق اسے اپنا حق سمجھتے ہیں کہ ہمیں حقائق دیکھنے کے لیے سیلاب کے ایریا میں جانا تھا اور وہاں جانے کے لیے انہیں روکا گیا ہے۔ غالباً یہ ان کا پوائنٹ تھا۔ تو اس پر میں نے بات کی تھی کہ میں اس کی وضاحت کروں گا۔

جناب سپیکر : جہاں تک قائد حزب اختلاف کا تعلق ہے' ان کا پروٹوکول موجود ہے۔ ان کے اپنے حقوق موجود ہیں' اس جمہوریت میں موجود ہیں اور جو ایکس۔ ممبران تھے ان کے اپنے حقوق موجود ہیں وہ سب لوگ وی۔ وی۔ آئی پی میں موجود تھے اور باہر per-mises میں دو گروپس کی altercation ہوئی اور اس میں پولیس نے مداخلت کی اس کے بعد ان کو separate کرنے کے بعد پرچے کی رجسٹریشن ہوئی اس کے بعد وی۔ آئی۔ پی۔ حضرات اس متاثرہ علاقے میں گئے اور انہوں نے وہاں کا دورہ کیا اپنا یہ دورہ کرنے کے بعد وہ

وہاں سے فارغ ہوئے لیکن جناب سپیکر! اگر جمہوریت میں یہ بات ہے کہ کسی کا استقبال کیا جائے تو یہ بھی اس کا ایک حصہ ہے کہ لوگ اپنی مرضی کے مطابق احتجاج بھی کر سکتے ہیں۔ لوگ اپنی مرضی کے مطابق کسی کو welcome بھی کر سکتے ہیں۔ لوگ اپنی مرضی کے مطابق کسی اجتماع کو ہونے دیں یا نہ ہونے دیں۔ جس طرح ابھی ہمارے سنٹر منسٹر ریلوے پر یہ بات ہوئی ہے اور یہ اخباروں میں آیا ہے تو جناب والا! اس میں کون سے قانون کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔ کون سے آئین کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔ ہم نے ان کو پروٹوکول دیا ہم نے ان کو پولیس گارڈز دی ان کا تحفظ کیا اور ان کے ساتھ ان کے ساتھی بھی گئے اور وہ تمام ایریا میں گئے۔ اگر وہ خود دیر سے آئیں تو اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں۔ اگر کوئی لوگ احتجاج کر رہے ہیں تو اس میں جناب سپیکر! ہمارا قصور نہیں ہے۔ اس میں کسی قانون کی کوئی in-fringement نہیں ہوئی نہ ہی کسی ضابطے' کسی آئین کی اور کسی رول کی کوئی خلاف ورزی ہوئی اور اگر کوئی اسے اپنا حق سمجھے تو میرے خیال میں اس کو یہ حق نہیں پہنچتا۔ جناب والا! پرچے رجسٹر ہو چکے ہیں۔ تفتیش ہو چکی ہے۔ اس کے بعد انہی کے ایک ساتھی نے ہائی کورٹ ملتان میں رٹ دائر کی ہے اور انہوں نے یہ موقف لیا کہ مجھے سنا نہیں گیا' مجھے اس تفتیش میں شامل نہیں کیا گیا۔ آنریبل کورٹ نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ آپ شامل ہوں ڈی۔ آئی۔ جی ملتان کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ اپنی version بتائیں اس کے بعد انہوں نے یہ حکم دیا ہے کہ ایف۔ آئی۔ آر رجسٹریشن کو sort - out کیا جائے۔ تو جناب والا! یہ اپنے طور پر تفتیش ہو رہی ہے۔ جناب سپیکر! یہ ایک علیحدہ معاملہ ہے۔ اور کسی کے حقوق اور فرائض کا علیحدہ معاملہ ہے۔ تو جناب والا! یہ جمہوریت ہے اور اگر یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے جمہوریت کے لیے بہت قربانی دی ہے۔ تو پھر انہیں جمہوریت کے اصولوں کو بھی ماننا پڑے گا اور جمہوریت کے طور طریقوں کو بھی ماننا پڑے گا۔ جناب سپیکر! اسی طور پر مجھے آگے جانا پڑے گا کہ کل انہوں نے کون سے قانون کی پابندی کی ہے' کس قانون کا انہوں نے احترام کیا ہے؟ کس طرح سے لوگوں کو پریشان کیا گیا ہے اور وہاں پر یہ کوشش کی گئی کہ لوگوں کی اس میں involvement ہو۔ تو جناب سپیکر! اگر جمہوریت ہے تو پھر جمہوریت کے اصولوں کے تحت ہی چلنا پڑے گا اگر democracy ہے تو un-democraticaly نہیں چلنا

پڑے گا۔ پھر جمہوریت کے مطابق ہی چلنا پڑے گا۔ تو جناب سپیکر! میری رائے اور خیال کے مطابق قانون' آئین اور رولز کے مطابق یہ تحریک استحقاق رول آؤٹ ہونی چاہیے اور آپ مہربانی سے اپنا فیصلہ فرمائیں ہم نے کسی کے' حقوق کو infringe نہیں کیا۔

پارلیمانی سیکرٹری (ملک محمد عباس کھوکھر) : جناب سپیکر! یہ مسئلہ قومی اسمبلی میں بھی زیر بحث آچکا ہے اور اس قسم کی تحریک وہاں پر بھی رول آؤٹ ہو چکی ہے۔

جناب سپیکر : کیا اس طرح کی تحریک استحقاق وہاں پیش ہوئی اور وہ رول آؤٹ ہو چکی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری : جی' جناب والا!

جناب سپیکر : رانا اکرام ربانی صاحب' اس بارے میں کیا کچھ فرمانا چاہیں گے!

رانا اکرام ربانی : جی' بالکل لودھی صاحب نے پوری تقریر کی ہے اور انہوں نے کچھ اصول بتائے ہیں۔ لہٰذا میں بھی ان کے بارے میں کچھ گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر! میں نے اپنی تحریک استحقاق کے بارے میں جو پہلے دن عرض کیا تھا کہ کچھ تو ایسی privileges ہوتی ہیں جو آئین ہمیں دیتا ہے۔ میں وزرائے کرام سے گزارش کروں گا کہ وہ میری ان گزارشات کو ذرا غور سے سن لیں۔ کچھ privileges ایسی ہوتی ہیں جو statute ہمیں مہیا کرتے ہیں اور کچھ privileges ایسی ہوتی ہیں جو رولز آف بزنس ہمیں مہیا کرتا ہے' کچھ privileges کی اقسام ایسی ہیں جو precedents ہمیں مہیا کرتے ہیں اور میری یہ تحریک استحقاق precedent کے زمرے میں آتی ہے اور جناب والا! میں برٹش پارلیمنٹ کو اس ایوان میں quote نہیں کرنا چاہتا آپ کی رولنگ اس معاملے میں موجود ہے کہ کسی اہل کار سے حقیقت حال جاننے کے لیے جب رابطہ قائم کیا گیا تو اس نے اگر صحیح صورت حال نہیں بتائی تو اس کی بنیاد پہ تحریک استحقاق یہاں پہ منظور ہوئی۔ جناب سپیکر! میں نے اس دن بھی گزارش کی تھی کہ یہ معاملہ subjudice نہیں تھا۔ اس سے بھی ہمارے سرکاری وزراء کے علم اور اس اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے جو دوسرے اہلکار انہیں اہمیت دیتے ہیں۔ انہوں نے بات کی ہے کہ یہ جمہوریت ہے۔ جناب سپیکر! جمہوریت کا مظاہرہ کل بھی ہم نے یہاں دیکھا ہے اور بھگتا بھی ہے۔ جناب سپیکر! جسے یہ جمہوریت کہتے ہیں میں اسے غنڈہ گردی کہتا ہوں۔ وزیر صاحب آج کل مصروف رہتے ہیں' وہ چھوٹے صاحب کے ساتھ

دورے پہ رہتے ہیں۔ میں نے صرف ایک بات پہ بات کی ہے کہ مجھے حقائق جاننے کی کوشش سے باز رکھنے کے لیے سرکاری اقدامات کیے گئے اور زیادہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ اسی ایوان میں یا اس وقت ایوان میں موجود یا غیر موجود مسلم لیگی ارکان کی ہدایت پر براہ راست یا بالواسطہ قیادت میں یہ سارا ڈرامہ کیا گیا باقی جو انہوں نے اس کے سیاسی پہلوؤں کو بتانے کی کوشش کی ہے اس بارے میں سیٹھی صاحب کی تحریک التوائے کار آپ کے پاس زیر التوا ہے۔ میں نے اس کی precedence کی بنیاد پر تحریک استحقاق پیش کی ہے' میں صرف اپنی بات کو اسی کے حوالے سے confine کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر: یہ ایک اہم تحریک استحقاق ہے جو محترم قائد حزب اختلاف کی طرف سے پیش کی گئی ہے۔ یہ consideration چاہتی ہے۔ میں اس پہ اپنا فیصلہ دوں گا۔ لیکن آج میں اس کا فیصلہ موخر کرتا ہوں۔

## فیصل آباد میں فراہمی آب کے لیے محکمہ خزانہ کی طرف سے فنڈز کی عدم فراہمی

جناب سپیکر: ملک دین محمد صاحب کی استحقاق نمبر 33 ہے۔ یہ تحریک استحقاق وزیر خزانہ کی وجہ سے موخر شدہ ہے۔ وہ آج تشریف لائے ہیں تو آج اسے ٹیک اپ کیا جا سکتا ہے۔ ابتدا میں یہ خیال تھا کہ یہ تحریک استحقاق وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ سے متعلقہ ہے لیکن آخر کار یہ طے ہوا کہ یہ وزیر خزانہ سے متعلقہ ہے۔ وزیر خزانہ اس بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں گے؟

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! تحریک استحقاق نمبر 33 ملک محمد دین کی طرف سے پیش کی گئی ہے اس کی factual ground پر اور اس کی technical grounds پر بھی یہ گزارش کروں گا کہ اسے خلاف ضابطہ قرار دیا جائے۔ فنی طور پر تو میں یہ عرض کروں گا کہ فنڈز کا ریلیز ہونا یا نہ ہونا کسی ممبر کے استحقاق کو مجروح نہیں کرتا۔ یہ ایک بین المحکمہ جاتی معاملہ ہے اور پالیسی معاملات سے متعلقہ تھا۔ اس کے بارے میں محکمہ نے فیصلہ کرنا تھا' اس لیے میری گزارش یہ ہے کہ اس سے کسی معزز ممبر کا استحقاق مجروح نہیں ہوا۔ دوسری گزارش یہ ہے کہ یہاں یہ بھی الزام لگایا گیا ہے کہ محکمہ خزانہ نے اپنی commitment کو پورا نہیں

کیا۔ جناب والا! میں یہاں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ محکمہ خزانہ نے اپنی commitment کو پورا کرنے سے کوئی معذوری ظاہر نہیں کی۔ اصل صورت حال یہ ہے کہ یہ معاملہ واسا فیصل آباد سے متعلقہ ہے۔ یہ اتنا پیچیدہ اور دیرینہ مسئلہ چلا آ رہا تھا۔ اس پر وزیر اعلیٰ نے میری سربراہی میں ایک کمیٹی تشکیل دی کہ واسا کے او اینڈ ایم میں جو خسارہ چلا آ رہا ہے اس خسارہ کو کیسے پورا کیا جائے اور اس کے لیے سفارشات مرتب کی جائیں اور وزیر اعلیٰ اس پر فیصلہ فرمائیں گے۔ جناب والا! میری سربراہی میں پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کی میٹنگ ہوئی جس میں چیئرمین پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ موجود تھے' ایم ڈی واسا' کمشنر فیصل آباد موجود تھے۔ میٹنگ میں یہ طے پایا کہ حکومت پنجاب واسا کو غیر ترقیاتی قرضہ دے گی تاکہ وہ اپنے اس خسارے کو پورا کر پائے۔ لیکن اس قرضہ کے ساتھ ساتھ ان پر ایک شرط بھی عائد کی گئی اور وہ شرط یہ تھی کہ واسا اپنے پانی اور سیوریج کے نرخوں پر نظر ثانی کرے گی اور اس نظر ثانی کے بعد ان کو یہ پانچ کروڑ روپے کا قرضہ مہیا کیا جائے گا۔اس فیصلہ کو وزیر اعلیٰ کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔ انہوں نے اس 8-3-1992 کو اس سے اتفاق کیا۔ جناب والا! چونکہ یہ شرط لاگو تھی کہ انہوں نے اپنے ریٹس کو revise کرنا ہے۔ حال ہی میں واسا نے 23-9-1992 کو ہمیں چٹھی لکھی کہ ہم نے اپنے پانی اور سیٹیشن کے ریٹس کو revise کیا ہے' اس لیے آپ اپنی commitment کے مطابق ہمیں قرضہ مہیا کریں۔ اس پر محکمہ خزانہ نے یہ حقائق سمری کی صورت میں وزیر اعلیٰ کو بھیج دیے اور وزیر اعلیٰ نے محکمہ خزانہ کی دو تجاویز سے اتفاق کرتے ہوئے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم ان کو فنڈ ریلیز کر دیں۔ اور وہ دو شرطیں یہ ہیں کہ ایک تو واسا اپنے پانی کے ریٹس کو revise کرے گا جیسا کہ انہوں نے کہا ہے کہ ہم ریٹس revise کریں گے۔ دوسری یہ ہے کہ وزیر خزانہ کی سربراہی میں ایک کمیٹی تشکیل دی جائے گی جو واسا کے او اینڈ ایم میں خسارہ آ رہا ہے اس کو مستقل بنیادوں پر حل کرنے کے لیے اپنی تجاویز مرتب کرے گی کہ واسا اپنے غیر ترقیاتی اخراجات کو کس طرح کم کرے تاکہ واسا ایک vi-able اور self sufficient محکمہ بن سکے۔ جناب سپیکر! حکومت پنجاب کی طرف سے قرضہ یا گرانٹ دینے کی بھی ایک حد ہے۔ یہ ایک خود مختار ادارہ ہے جو عوام کو ایک سروس مہیا کرتا ہے اور اس کے عوض عوام سے چارجز وصول کرتا ہے۔ تو بالآخر اسے اپنے پاؤں پر

کھڑا ہونا ہے۔ تو ان دو شرائط کے ساتھ وزیر اعلیٰ نے منظوری دے دی ہے۔ اب محکمہ خزانہ نے فیصلہ کیا ہے کہ محکمہ ہاؤسنگ کو پانچ کروڑ روپے کا فنڈ جس کا کہ اس تحریک استحقاق میں مطالبہ کیا گیا ہے ریلیز کیا جائے گا لیکن وہ ریلیز دو قسطوں میں کی جائے گی۔ اڑھائی کروڑ روپے کی پہلے قسط دی جائے گی اور انہوں نے جو ہمارے ساتھ commitment کی ہے اس کے متعلق دیکھا جائے گا کہ کیا محکمہ نے ان commitments کو پورا کیا ہے اگر انہوں نے commitment کو پورا کیا تو اڑھائی کروڑ روپے کی دوسری قسط فراہم کی جائے گی۔ یہ میں اپنے دوست کی تسلی کے لیے عرض کرنا چاہتا تھا۔ جہاں تک تحریک استحقاق ہونے کا تعلق ہے تو میں عرض کر چکا ہوں کہ کسی صورت میں بھی یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی' اس لیے میں جناب والا سے درخواست کروں گا کہ اس کو خلاف ضابطہ قرار دیا جائے۔

جناب سپیکر : ملک صاحب! آپ اس پر کچھ مزید کہنا چاہیں گے ؟

ملک محمد دین : جی ہاں جناب۔

جناب سپیکر : میرے خیال میں آپ اپنا موقف بیان فرما چکے ہیں اور وہ ریکارڈ پر موجود ہے۔ کیا آپ اس پر کچھ اضافہ کرنا چاہتے ہیں؟

ملک محمد دین : جی ہاں۔

جناب سپیکر : ارشاد فرمایئے۔

ملک محمد دین : جناب سپیکر! وزیر موصوف نے خود ہی تسلیم کر لیا ہے کہ پانچ کروڑ روپیہ' غیر ترقیاتی قرضہ حکومت نے واسا کو دینا تھا۔ اور اس سلسلہ میں ہماری جو میٹنگ ہوئی تھی وہ 19 فروری 1992ء کو ہوئی تھی۔ آج اس کو آٹھ مہینے ہو چکے ہیں۔ آٹھ مہینوں میں اس پر کوئی عمل در آمد نہیں ہوا۔ اور اب آٹھ دس دن یا ایک مہینے میں اس پر عمل در آمد کی کوئی صورت مجھے تو نظر نہیں آ رہی ہے۔ لیکن اگر وزیر موصوف اس بارے میں کوئی واضح تاریخ کا تعین کر دیں تو پھر میں اپنی اس تحریک پر زور نہیں دوں گا۔

وزیر خزانہ : جناب سپیکر! میرے فاضل دوست نے فرمایا ہے کہ آٹھ مہینے اس پر عمل در آمد کرنے میں لگ گئے ہیں میں نے اپنی گذارشات میں ان کی خدمت میں یہ عرض کرنے کی کوشش کی تھی کہ اس بارے میں دو شرائط عائد کی گئی تھیں کہ واسا نے اپنے rates کو-re

vise کرنا تھا۔ واسا نے rates revision کی چٹھی جو ہمیں لکھی ہے وہ ہمارے پاس 23 ستمبر کو آئی ہے۔ معزز ممبر نے یہ صحیح فرمایا ہے کہ یہ معاملہ فروری سے چل رہا ہے لیکن جو شرط لگائی گئی تھی اسے پورا کرنے کے بعد ہی معاملہ کو آگے بڑھنا تھا اور انہوں نے اپنی شرط کو 23 ستمبر کو پورا کیا۔ اب آپ نے فرمایا ہے کہ اگر میں اس بارے میں کوئی واضح بات کر دوں تو آپ اس کو پریس نہیں فرمائیں گے۔ میں تو پہلے ہی آپ کی خدمت میں عرض کر چکا ہوں کہ ہم نے آپ کے اس پانچ کروڑ کے قرضہ کو release کر دیا ہے' اصولی منظوری دے دی ہے اور اس کے release order جاری کر دیے گئے ہیں یہ قرضہ دو اقساط میں release کیا جائے گا۔ ایک قسط فوری طور پر release کر دی گئی ہے۔ جبکہ دوسری قسط واسا کی performance کو مد نظر رکھتے ہوئے release کی جائے گی۔

جناب سپیکر : ملک صاحب! اب اس کو پریس نہیں کرتے ہیں۔ اب ہم تحاریک التوائے کار کو take up کرتے ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : ڈاکٹر وسیم اختر صاحب پوائنٹ آف آرڈر۔ پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر : جناب سپیکر! گذارش یہ ہے کہ گذشتہ سے پیوستہ بدھ کو تحاریک استحقاق کا وقت آپ نے ہاؤس میں curtail فرمایا تھا اس لیے کہ بزنس زیادہ تھا۔ اس روز میری تحریک استحقاق کا نمبر آیا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو آئندہ take up کریں گے میں نے اس وقت یہ گزارش کی تھی کہ میں حاضر نہیں ہو سکوں گا تو آپ نے فرمایا کہ اس کو آئندہ take up کر لیں گے۔ آج میں حاضر ہوں لیکن میری تحریک استحقاق کا نمبر نہیں آیا جبکہ تحریک استحقاق نمبر 33 take up کر لی گئی ہے۔ جناب سپیکر! یہ بہاولپور ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے حوالے سے ایک انتہائی اہم معاملہ ہے جس کو اس تحریک استحقاق میں پیش کیا گیا ہے۔ لہذا میں آپ سے گزارش کروں گا کہ اس کو مجھے پیش کرنے کا موقع فراہم کیا جائے۔

## تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر : ڈاکٹر صاحب اب تو تحاریک استحقاق کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ اب ہم تحاریک

التوائے کار کو take up کرتے ہیں لہٰذا آپ اس پر اگلے روز بات کیجیے گا کہ آپ کی تحریک استحقاق کیوں take up نہیں ہوئی۔ آیا lapse کر چکی ہے' pending ہے یا جو بھی صورت ہے یہ آپ کو اگلے روز بتائی جائے گی۔

حاجی محمد افضل چن : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : حاجی محمد افضل چن صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

حاجی محمد افضل چن : جناب سپیکر! ہم چالیس اراکین اسمبلی نے ایک تحریک التوائے کار پیش کی تھی جو کہ نہایت ہی اہم مسئلہ کے بارے میں ہے۔ یہ مسئلہ کالا باغ ڈیم کا ہے جو کہ ہمارا قومی مسئلہ ہے۔ میری آپ سے یہ استدعا ہے کہ کارروائی معطل کر کے اس تحریک التوائے کار کو take up کیا جائے۔

جناب سپیکر : حاجی صاحب! آپ کی تحریک التوائے کار کا کون سا نمبر ہے؟

حاجی محمد افضل چن : جناب سپیکر! یہ 118 نمبر ہے۔

میاں منظور احمد موہل : جناب سپیکر! یہ ایک اہم مسئلہ ہے۔ اور ہم چاہتے ہیں کہ اس کو out of turn لیا جائے جناب والا! اس کو take up کر لیا جائے اور بحث کے لیے کوئی دن مقرر کر دیا جائے کیونکہ یہ نہایت ہی اہم مسئلہ ہے۔ یہ پنجاب کی زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ لہٰذا اس بارے میں ہمیں کسی مصلحت کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔

جناب سپیکر : اس بارے میں وزیر قانون صاحب' آپ کیا ارشاد فرمائیں گے؟

وزیر قانون : جناب والا! میرے پاس تو ابھی تک اس تحریک التوائے کار کی کاپی نہیں پہنچی؟

جناب سپیکر : اس کی کاپی آپ کو نہیں پہنچی؟

وزیر قانون : جی' نہیں پہنچی؟

جناب سپیکر : سیکرٹری صاحب (سیکرٹری اسمبلی) وزیر قانون صاحب کو اس تحریک التوائے کار کی نقل نہیں ملی۔

(اس موقع پر وزیر قانون کو کاپی مہیا کی گئی)

وزیر قانون : جناب سپیکر! اگر اس بارے میں کل بات کی جائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔

جناب سپیکر : حاجی صاحب! وزیر قانون صاحب کا یہ خیال ہے کہ وہ اس کو دیکھ لیں اور کل

اس پر بات کی جائے۔

حاجی محمد افضل چن : جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ اس کو آج ہی ٹیک اپ کر لیا جائے یعنی آپ اس کو آج admit کر لیں اور اس پر بحث کے لیے بعد میں فیصلہ کر لیں۔ کیونکہ جناب والا! یہ مسئلہ سارے ملک کا ہے اور اگر کالا باغ ڈیم نہ بنا تو پھر پنجاب مکمل طور پر بنجر ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ منگلہ ڈیم اور تربیلہ ڈیم زیادہ سے زیادہ پانچ یا دس سال تک چل سکتے ہیں۔ کالا باغ ڈیم ایک قومی مسئلہ ہے جو کہ سیاست کی نذر ہو چکا ہے خدا کے لیے اس پر بات کی جائے۔ جناب والا! اگر پنجاب والے اس پر بحث نہیں کریں گے تو پھر ہمیں اپنے حقوق سے دست بردار ہونا پڑے گا۔ دو سال ہو چکے ہیں کالا باغ کے مسئلہ کو کسی نے take up نہیں کیا جو کہ صوبے کے ساتھ سراسر زیادتی ہے۔ لہٰذا کارروائی معطل کر کے اس کو out of turn take up کیا جائے۔ اس بارے میں آپ ہاؤس کی رائے لے سکتے ہیں۔ آپ مجھے اس کو پڑھنے کی اجازت دیں۔

جناب سپیکر : حاجی صاحب! مجھے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں لیکن اگر آپ اس کو out of turn take up کرنا چاہتے ہیں تو پھر وزیر قانون اور قائد حزب اختلاف سے دریافت کرتے ہیں' کیونکہ اس کو out of turn لینے کے لیے ہاؤس کی consensus لینا ضروری ہے۔ اس میں وزیر قانون صاحب نے صرف اتنی درخواست کی ہے کہ چونکہ مجھے اس کی کاپی نہیں ملی لہٰذا اگر حاجی صاحب مناسب سمجھیں تو کل اس پر بات کر لی جائے۔

حاجی محمد افضل چن : جناب سپیکر! اس کو آپ آج admit فرما لیں بحث بعد میں کر لیں گے۔

میاں منظور احمد موہل : جناب والا! آپ یہ فرمادیں کہ یہ کل out of turn لے لی جائے گی اور بے شک اس بارے میں ہاؤس کی sense لے لیں۔ اس پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔

جناب سپیکر : اس میں بات یہ ہے کہ اس کو out of turn take up کرنے کے لیے ہاؤس کی رضا مندی ضروری ہے۔ آپ یہ بات جانتے بھی ہیں اور پھر آپ بھی یہ سمجھتے ہیں میں بھی سمجھتا ہوں کہ اس تحریک التوائے کار کے بارے میں ہاؤس کی رائے کیا ہوگی؟ آپ کو اس بارے میں کوئی فکر نہیں ہونی چاہیے۔ اس لیے اگر آپ وزیر قانون کی اتنی بات مان بھی

لیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

حاجی محمد افضل چن : جناب سپیکر! اگر آپ یہ فرما دیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس کو کل out of turn take up کر لیا جائے گا تو ٹھیک ہے کیونکہ جناب! اس کا پیش نہ ہونا' خدا کی قسم اس سے بڑھ کر ملک کے ساتھ اور کوئی زیادتی نہیں اور اسمبلی کا اس سے زیادہ کوئی اور اہم کام نہیں

جناب سپیکر : حاجی صاحب! آپ کا کیا خیال ہے کہ وزیر قانون اس کی مخالفت کریں گے ؟

حاجی محمد افضل چن : نہیں' جناب بالکل مخالفت کریں گے۔ اور میں ان کی خدمت میں بھی التجا کرتا ہوں اور اس تحریک کی کاپی میں ان کو مہیا کر دیتا ہوں۔ لیکن مجھے اجازت فرمائی جائے کہ میں اس کو پڑھوں' کیونکہ یہ ایک قومی مسئلہ ہے۔

جناب سپیکر : حاجی صاحب! اس پر insist کرتے ہیں اور میرے پاس اس کے علاوہ کوئی way out نہیں کہ میں اس معاملے کو ہاؤس کے سامنے پیش کروں۔ تو یہ تحریک التوائے کار حاجی محمد افضل چن صاحب نے پیش کی ہے۔ جس پر میاں منظور احمد موہل' محمد نواز کھرولہ' امجد علی وڑائچ' میاں ریاض احمد شاہ' محمد بشیر' ملک غلام حیدر تھند جلال دین ڈھکو' شہباز احمد' رائے نور محمد کھرل' محمد طاہر رشید' حاجی ملک گلاب خان' پیر احمد شاہ کھگہ' احمد خان بلوچ' خدا بخش وڈھل ٹوانہ' عبدالستار' محمد ذاکر' بادشاہ میر خان آفریدی' نذر محمد دوگل' محترمہ فوزیہ بہرام' راج حمید گل' میاں محمد فاروق' سکندر حیات ملہی' محمد طاہر' شوکت علی لالیکا' مسعود احمد' ایس اے حمید' عرفان احمد خان ڈاھا' رائے رب نواز کھرل' احمد علی لولکھ' محمد انور علی خان بلوچ' عثمان عباسی' شفقت عباس ریرا' ظفر اللہ چیمہ' غضنفر علی خان' قمر الزمان' سید خاور علی شاہ' لیاقت علی خان' مختار احمد' عادل شریف گل صاحب' ان سب صاحبان کی طرف سے یہ پیش کی گئی ہے۔ جسے حاجی محمد افضل چن صاحب پیش کریں گے۔ ہاؤس کی consent اس کو حاصل ہے ؟ ہاؤس کی طرف سے اجازت ہے کہ اسے پیش کیا جائے ؟

آوازیں : اجازت ہے۔ جی' حاجی محمد افضل چن صاحب!

## کالا باغ ڈیم کی تعمیر میں تاخیر

حاجی محمد افضل چن : جناب والا! میں آپ کا مشکور ہوں اپنے حزب اختلاف کے بھائیوں کا

بھی اور اللہ والوں کا بھی میں بہت مشکور ہوں کہ سب بھائیوں نے اس اہم مسئلہ کے لیے یک جہتی کا ثبوت پیش کیا ہے۔

ہم یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہیں گے کہ ہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ کالا باغ ڈیم کی تعمیر کا منصوبہ عرصہ سے معرض التوا میں چلا آ رہا ہے حالانکہ اس کی تعمیر سے کسی صوبہ کو کوئی نقصان نہ ہوگا۔ دوسرے صوبوں کی یہ سوچ کہ اس ڈیم کی تعمیر سے ان کو ناقابل تلافی نقصان ہوگا یہ سراسر بے بنیاد اور غلط سوچ ہے کیونکہ اس ڈیم کی تعمیر سے تمام ملک کو فائدہ ہوگا بجلی کی کمی جو کہ اس وقت سارے ملک میں ہے لوڈ شیڈنگ میں جو حال عوام اور صنعتوں کا ہوتا ہے وہ سب پر عیاں ہے اس کے تعمیر ہو جانے سے بجلی کی کمی دور ہوگی ملک کی معیشت مضبوط ہوگی اور پنجاب کا علاقہ زبردست ترقی کرے گا بڑھتی ہوئی آبادی اور دیگر تمام شعبہ زندگی میں انقلابی تبدیلی عمل میں آئے گی چند سیاسی لوگ جن کو ملک اور عوام کا مفاد عزیز نہیں ہے وہ محض اسے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر کے اس کی تعمیر کی مخالفت کر رہے ہیں حالانکہ کسی صوبے یا کسی بھی شخص کا کوئی نقصان نہ ہوگا اس کی تعمیر عرصہ سے معرض التواء میں ہے۔ تعمیر شروع نہ کرنے سے پنجاب کے عوام میں بالخصوص بے چینی اور عدم اطمینان پایا جاتا ہے لہٰذا اس تحریک التوائے کار کو منظور فرما کر اسمبلی کی کارروائی کو ملتوی فرماتے ہوئے اس پر بحث کی جائے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: وزیر آبپاشی تشریف نہیں رکھتے۔ جی رانا اکرام ربانی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! یہ تحریک التوائے کار منظور ہونا یا نہ ہونا ایک علیحدہ issue ہے۔ لیکن آپ نے آج سے اس ہاؤس میں ایک نئی روایت کی بنیاد رکھ دی ہے کہ ایک تحریک التوائے کار ہاؤس میں پیش کی گئی اس کی کاپی کسی کو بھی نہیں ملی۔ پتہ نہیں آپ نے کس بنیاد پر اس کو پڑھنے کی اجازت دے دی ہے' حالانکہ پہلے آپ کئی دفعہ فرما چکے ہیں کوئی قرار داد یا تحریک التوائے کار out of turn پیش کرنی ہو تو ہمیں بھی اس کی ایک کاپی ملنی چاہیے تاکہ ہمیں پتہ چلے کہ ہاؤس میں جو پڑھا جا رہا ہے وہ کیا ہے۔ اس سے پہلے نور محمد

صاحب نے جب ایک تحریک التوائے کار out of turn پیش کرنے کی اجازت مانگی تھی تو آپ نے اس کو پوری exerise سے گزارا تھا۔

جناب سپیکر: آپ کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو اس کی کاپی مہیا نہیں کی گئی اور آپ اس پہ تیار نہیں ہیں۔

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! آپ صحیح سمجھے ہیں لیکن میں آپ کی توجہ آپ کی اپنی contradictory ruling کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب میرے خیال میں آپ کی طرف سے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ آپ میری رولنگ کے بارے میں یہ ریمارکس دیں کہ آپ کی contradictory ruling

I am sory Rana sahib.

رانا اکرام ربانی: میں اس کو ریکارڈ پہ لانا چاہتا ہوں.....

MR SPEAKER: I am sorry Rana Sahib, I am sorry.

اتنی معمولی بات پر میری رولنگ پر آپ کے ریمارکس I am sorry آپ تشریف رکھیں

Have your seat please.

جناب ایس اے' حمید: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! آپ کی رولنگ کے بارے میں رانا صاحب نے جو بات کی ہے میں سمجھتا ہوں جس طور پہ حاجی صاحب نے یہ تحریک التوائے کار پیش کی ہے اور جتنے معزز ممبران حزب اختلاف' جماعت اسلامی اور حکومتی بنچز نے اس پر دستخط کیے ہیں اس کے پیش نظر آج آپ نے اسے ہاؤس میں admit ہونے کے لیے اجازت دی ہے۔ اس پر بحث کے لیے کوئی اور دن بھی مقرر کیا جا سکتا ہے۔ لیکن صرف اسی بات سے کہ اسے پیش کرنے کی اجازت دی گئی ہے میں سمجھتا ہوں کہ رانا صاحب نے جو contra-dictory کے الفاظ استعمال کیے ہیں وہ واقعی قابل مذمت ہیں اور ایسی بات نہیں ہونی چاہیے اور سپیکر کا پورا پورا احترام ہونا چاہیے۔ اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ یہ تو قومی مفاد کا مسئلہ ہے' قومی اہمیت کی بات ہے کہ جسے out of turn لینے کے لیے ایک request کی گئی ہے۔ اس میں یہ نہیں کہا گیا کہ اس کو آج بحث کے لیے منظور کیا جائے۔ بلکہ صرف اس کو admit کرنے کی بات کی گئی ہے اور بحث کے لیے کسی اور دن کی استدعا کی گئی ہے۔ میں

سمجھتا ہوں کہ اس میں کوئی خلاف ضابطہ بات نہ آپ کی طرف سے ہوئی ہے نہ ممبران کی طرف سے ہوئی ہے اور نہ ہی حاجی صاحب کی طرف سے ہوئی ہے۔

میاں محمود الرشید : جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ قائد حزب اختلاف نے توجہ دلائی ہے کہ اس کی کاپی انہیں موصول نہیں ہوئی۔ اس سے پہلے سیمنٹ کی قیمتوں کے بارے میں ارشاد حسین سیٹھی صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر 112 تھی۔ وہ بڑی اہم اور relevant تھی اور لوگ suffer کر رہے تھے۔ میرے خیال میں جیسے چن صاحب نے کہا ہے اس سے انکار تو کسی کو نہیں تھا' یہ ایک دن بعد بھی t ake up ہو سکتی تھی۔ جیسے وزیر قانون نے بھی کہا کہ اس کی کاپی انہیں نہیں ملی اور باقی لوگوں کو بھی نہیں ملی کیا یہ ہم سب کے لیے مناسب ہے کہ حکومتی بنچوں کی طرف سے کوئی دوست کھڑا ہو کر مائیک پر insist کرے' جبکہ حکومتی بنچوں کی طرف سے بھی اس پر consensus نہیں ہو رہا؟

جناب والا! یہ اتنی اہم قرار داد ہے اور ہاؤس کی طرف سے متفقہ طور پر منظوری اور بحث کے لیے پیش ہو رہی ہے۔ تو میرے خیال میں اس میں اتنی عجلت مناسب بات نہیں ہے اور اس میں رانا اکرام ربانی صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر بڑا جائز ہے کہ اس بارے میں ہم سب کو اس کی کاپی مل جاتی تو ذہنی طور پر سبھی لوگ اس پر تیار ہو کر آتے تو زیادہ اچھے اور احسن انداز سے یہاں پر unanimously بات کہی جا سکتی تھی۔

میاں منظور احمد موہل : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جس طرح آپ نے نام پڑھ کر سنائے کہ یہ تحریک التوائے کار 40 معزز اراکین کی طرف سے دی گئی' آپ نے بالکل رولز کے مطابق ہاؤس کی sense کو محسوس کیا ہے۔ سب نے باتفاق رائے کہا ہے کسی نے oppose نہیں کیا۔ حاجی صاحب نے یہاں پر یہ تحریک التوائے کار پڑھی ہے سب ممبران کو پتا ہے' کوئی عجلت نہیں ہوئی۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جو عجلت کی بات کی گئی ہے' تو قطعاً عجلت نہیں ہوئی۔ آپ نے ایک طریق کار کے مطابق اس کو take up کیا ہے۔ آج اس پہ بحث بھی نہیں ہوگی صرف admit ہو گئی۔ اس کے لیے آپ کوئی اور دن رکھیں گے اور اس پہ دو گھنٹے بحث ہوگی۔ ہم اس مسئلے کو بحث کے ذریعے حکومت اور عوام کے نوٹس میں لانا چاہتے ہیں اور ہم بتانا چاہتے ہیں' کہ پنجاب اسمبلی

کالا باغ ڈیم کے حق میں ہے۔ ہمیں ملک' وطن اور یہ صوبہ عزیز ہے' ہم کسی مصلحت کا شکار نہیں ہونا چاہتے' کوئی عجلت نہیں ہوئی۔

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر!.....

جناب سپیکر : جناب ایس اے حمید صاحب' آپ پہلے پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر چکے ہیں اور اپنی رائے دے چکے ہیں۔ جی' میں نے دیکھا ہے کہ قائد حزب اختلاف بات کرنا چاہتے ہیں' میں انہیں پہلے اجازت دوں گا۔

رانا اکرام ربانی : جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں۔ جناب والا! میں آپ سے رہ نمائی چاہتا ہوں کہ اس ایوان کا احترام' اس ایوان کی روایات کا احترام' اس ہاؤس میں موجود irre-spective of their offices تمام ممبران پر یکساں ہے یا اس میں کوئی تفریق' کی جا سکتی ہے؟ جناب سپیکر! میں نے کوئی اختلافی بات نہیں کی۔ میں نے اس خیال سے بات نہیں کی کہ یہ کالا باغ ڈیم کے بارے میں کیوں ہے۔ جناب والا! ہمارے پاس کوئی نجوم کا علم تو نہیں ہے کہ جو صاحب یہ پڑھنا چاہ رہے ہیں یہ ہے کیا۔ جناب والا! میرا سوال اپنی جگہ قائم ہے اور آپ کی رہ نمائی چاہیں گا کہ اس ایوان کا احترام اس ایوان کی روایات کا احترام کچھ مخصوص لوگوں کے لیے فرض ہے یا ایوان میں موجود تمام اراکین اسمبلی کے لیے واجب ہے۔

حاجی ملک گلاب خان : جناب سپیکر! میں معزز اراکین کی خدمت میں ان کے تعاون سے یہ عرض کر رہا ہوں اور آپ کی مہربانی سے عرض کر رہا ہوں'

ہم آئینہ لائے ہیں بہ سر شہر رقیباں
اے چارہ گر کوئی تو الزام دیا ہوتا

جناب والا! میں اس اہمیت کے بارے میں بات کروں گا' جناب والا! مجھے سیلاب کے موضوع پر بھی بات کرنے کا موقع نہیں ملا اور اس کے بعد امن عامہ پر بھی بات کرنے کا موقع فراہم نہیں کیا گیا۔ جناب والا! میں ایک ضروری گزارش یہ کروں گا۔ اپنا تاثر بیان کروں گا کہ یہ محض ایک روایت ہے اور اگر سیاسی بنیادوں پر ہم یہ کہیں کہ خدا ایک ہے تو بھی ضرور اس کی مخالفت کی جاتی ہے کہ خدا ایک ہے' ایک حقیقی خدا ہے اور دوسرا مجازی ہے۔ لیکن ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس ہاؤس میں جو روایات ہیں یا جن کی دعوت جناب وزیر اعلیٰ پنجاب نے دی ہے

اس کی بنیاد پر اس ہاؤس کو چلنا چاہیے اور مل جل کر افہام و تفہیم سے اس ملک کی تعمیر کرنی چاہیے۔ کچھ لوگ بولنے سے پہلے یہ نہیں سوچتے کہ ہم دوسرے کی دل آزاری کر رہے ہیں یا اپنے اصولوں پر بات کر رہے ہیں؟ جناب والا! میں نے یہاں سنا ہے اور میں نے "نطفہ لا تحقیق" کے الفاظ بھی سنے ہیں۔ میں نے اس ہاؤس میں منافق' فاسق' فاجز' کے لفظ بھی سنے ہیں۔ جناب والا! میں نے یہاں کچھ دوستوں سے یہ بات بھی سنی ہے کہ ہم زبان کھینچ لیں گے' اور کچھ اراکان اسمبلی دوست ایسے بھی ہیں جب وہ بات کرتے ہیں تو میں ان کے متعلق یہ عرض کروں گا کہ :۔

گرمی سہی طبیعت میں لیکن نہ اس قدر
کی جس سے بات اس نے شکایت ضرور کی

میں یہ معزز ایوان سے گزارش کروں گا کہ پہلے بات کو سوچو' تولو' پھر لولو۔ جناب والا! ایسے ایسے الفاظ جناب کی موجودگی میں کہے جاتے ہیں جو دوسروں کی دل آزاری کا باعث بنتے ہیں۔ تو میں یہ کہوں گا اور میرے معزز دوست نے پہلے بھی کہا تھا کہ :۔

دل بدست آور کہ حج اکبرست
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است
کعبہ نگاہ خلیل آزر است
دل گزر گاہ جلیل اکبر است

اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کا دل نہ دکھاؤ۔ دل کا بنانے والا پروردگار ہے اور کعبے کا بنانے والا خلیل آزر ہے۔ تو دل دکھانا اچھی بات نہیں ہوتی اور ہمارے دوست کئی آدمیوں نے یہ کہا اور میں نے جس کا جواب فارسی میں دیا تھا۔ میرے ایک معزز دوست اور رکن نے یہ فرمایا تھا کہ :۔

ہر شاخ پہ الو بیٹھا ہے انجام گلستان کیا ہوگا

انہوں نے یہ بات حزب اقتدار کا رکن ہونے کی حیثیت سے کہی اور میں نے اس کے جواب میں حزب اقتدار کا ایک رکن ہوتے ہوئے کہا تھا کہ :۔

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

آپ نے یہ بات سوچی نہیں کہ کہنی چاہیے یا نہیں۔ جناب والا! میں اپنے معزز بھائیوں سے یہ درخواست کروں گا کہ آئیں اور ہم سب مل کر اس ملک کی تعمیر کریں۔ ہم جو کچھ یہاں کہتے ہیں لوگ سن کر باہر جا کر ہمارا مخول اڑاتے ہیں کہ یہ کریم ہے پنجاب کی جناب والا! آج جناب کی خدمت میں جو تحریک پیش ہوئی میں اس کے بارے میں عرض کروں گا اور معافی کے ساتھ عرض کروں گا کہ چاہے کوئی حزب اختلاف سے تعلق رکھتا ہو' چاہے وہ حزب اقتدار سے تعلق رکھتا ہو' اسے بات کو پہلے سوچ کر' تول کر اور پھر جناب کی موجودگی میں کرنی چاہیے۔

جناب سپیکر : شکریہ' حاجی صاحب۔

حاجی ملک گلاب خان : جناب والا! قائد حزب اختلاف' معزز حزب اختلاف کے لیڈر ہیں اور آپ کو اعتراض کرتے وقت اس ایوان کی اکثریت کا بھی خیال رکھنا چاہیے تھا اور اس ملک کی ضرورت کا خیال رکھتے ہوئے بھی آپ کو ہم سے تعاون کرنا چاہیے ان شاء اللہ العزیز ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم اس ملک کے بھی خواہ اور خیر خواہ ہیں۔

جناب سپیکر : شکریہ حاجی صاحب۔

چودھری محمد اعظم چیمہ : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : چودھری محمد اعظم چیمہ آخری مقرر ہیں جو اس مسئلے پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد میں اس پوائنٹ آف آرڈر پر اور جو دوسرے متعدد معاملات یہاں پر اٹھائے گئے ہیں' حاجی محمد افضل چن نے جو تحریک التوائے کار پیش کی ہے اس کے بارے میں جو بات چیت یہاں پر ہوئی ہے اور اس کے متعلق پوائنٹ آف آرڈر پر جو بات چیت ہوئی ہے میں اس کے بارے میں اپنی observation دوں گا۔ چودھری محمد اعظم چیمہ صاحب۔

چودھری محمد اعظم چیمہ : جناب والا! ایک بڑا اہم مسئلہ جو اس وقت زیر بحث ہے اس میں کچھ فاضل دوستوں نے اپنی آراء سے نوازا۔ جناب والا! اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ نے consensus کو دیکھتے ہوئے ہاؤس میں سوال پیش کیا اور اس کے بعد تحریک التوائے کار کو پڑھنے کی اجازت دی۔ جناب والا! اس سلسلے میں آپ رول 69 ملاحظہ فرمائیں گے اس میں لکھا ہوا ہے کہ :

69 (1) If the Speaker is of the opinion that the matter proposed to be discussed is in order, he shall read the statement to the Assembly and ask whether the member has the leave of the Assembly to make the adjournment motion and if objection is taken, he shall request such of the members as may be in favour of leave being granted to rise in their seats.

سوال اس میں یہ ہے کہ آپ نے اجازت مانگی لیکن آپ کی طرف سے رولنگ نہیں آئی اور اگر رولنگ آ جاتی تو پھر بھی وہ قابل تسلیم تھی۔ لیکن آپ نے consensus کو دیکھتے ہوئے ہاؤس سے اجازت لی۔ لیکن اس میں تھوڑی سی خامی یہ رہ گئی جب تحریک التوائے کار کو پڑھنے کے لیے کہا گیا۔ جناب والا! نے پہلے اس کو اپنی زبان مبارک سے پڑھنا تھا اور پڑھنے کے بعد اسے ہاؤس میں put کرنا تھا اس کے بعد بات بنتی تھی

جناب سپیکر : چیمہ صاحب!

چودھری محمد اعظم چیمہ : اس میں جو بھی معاملہ ہے جناب بات یہ ہے کہ وہ پیش ہو گئی۔۔

جناب سپیکر : چیمہ صاحب آپ نے بات کر لی۔ میں نے آپ کی بات سن لی شکریہ۔ اس پر سب سے پہلے تو میں اپنے محترم چیمہ صاحب کی بات پر اپنی observation دوں گا۔ وہ مرحلہ جس کا انہوں نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے ان کی تحریک التوائے کار کو ایڈمٹ کرنے کے لیے اپنی زبان سے پڑھنا چاہیے تھا وہ مرحلہ تو ابھی آیا ہی نہیں ہے۔ اس لیے چیمہ صاحب کے پوائنٹ آف آرڈر کو نہایت معذرت کے ساتھ رول آؤٹ کرتا ہوں۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ہاؤس کو تحریک التوائے کار کی کاپی سپلائی نہیں کی گئی تو اس بارے میں میری observation یہ ہے کہ

Copies of the adjournment motions are not supplied to the members, it is only read out before

the House.

اس کی کبھی کوئی پریکٹس نہیں اور نہ ہی رولز میں یہ بات موجود ہے کہ تحریک التوائے کار کی کاپیاں ایوان میں مہیا کی جائیں۔ اس سلسلے میں قومی اسمبلی کی ایک رولنگ موجود ہے۔

On 2nd December 1963 a Member raised a point of order that all the Members should be supplied with a copy of the Adjournment Motion as moved in the House, thereupon the Speaker Ruled regarding the point of order raised by the Member .... It is not the Parliamentary Practice to Circulate Copies of Adjournment Motion proposed to be moved before hand. Such motions are not part of the proceedings...

تو اس لیے تحریک التوائے کار کی کاپیاں پڑھنے سے پہلے ہاؤس میں circulate کرنے کے لیے نہ رولز ہیں اور نہ ہی روایات ہیں اس لیے میں محترم قائد حزب اختلاف کے نکتہ اعتراض کو نہایت ادب کے ساتھ مسترد کرتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

اور رہی یہ بات کہ اس تحریک التوائے کار کو پیش کرنے میں عجلت کی گئی اس کے بارے میں میں یہ کہوں گا کہ یہ سارا معاملہ ریکارڈ پر ہے کہ حاجی افضل چن نے جس وقت یہ مسئلہ اٹھایا تو میں نے ان کو حسب دستور' حسب روایت ہاؤس کا consensus لینے کے لیے یہ تجویز کیا ہے کہ آپ اس بارے میں وزیر قانون صاحب سے مشورہ کریں اور وزیر قانون صاحب کی رائے بھی میں نے لی ہے اور انہوں نے مجھے کہا ہے کہ مجھے اس تحریک التوئے کار کا علم نہیں ہے۔ حاجی صاحب اسے اگر کل ٹیک اپ کر لیں تو میں اس کو دیکھ لوں گا۔ میں نے حاجی صاحب کو تجویز کیا ہے کہ حاجی صاحب آپ اس کو کل ٹیک اپ کر لیں اور میں نے ان کو اپنی زبان سے insist کیا ہے کہ حاجی صاحب' اس تحریک التوائے کار کو ہاؤس میں کوئی اپوز نہیں کرے گا۔ یہ میرے الفاظ ریکارڈ پر ہیں۔ اس کو کوئی اپوز نہیں کر سکتا' اس ہاؤس میں بیٹھا کوئی شخص فرد و بشر اسے اپوز نہیں کر سکتا۔ اس لیے اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ آپ اسے کل ٹیک اپ کر لیں' تو حاجی صاحب اس کے باوجود مصر ہوئے اور انہوں نے کہا کہ یہ

تحریک التوائے کار آج ہی ٹیک اپ ہونی چاہیے اور ان کی تحریک التوائے کار کو 40 معزز اراکین کی حمایت حاصل ہے 40 معزز اراکین کے اس پر دستخط ہیں یہ تحریک التوائے کار 40 معزز اراکین نے پیش کی ہے۔ اس کے بعد جب حاجی صاحب نے کہا کہ ہر حالت میں آج ہی میں اس تحریک التوائے کار کو ٹیک اپ کرنا چاہتا ہوں تو میں نے یہ معاملہ ہاؤس کے سامنے پیش کر دیا کہ اب میرے پاس کوئی چارہ کار نہیں کہ میں یہ معاملہ ہاؤس کے سامنے رکھ دوں کہ معزز رکن اصرار کرتے ہیں اور وہ اس تحریک التوئے کار کو ہر حالت میں ٹیک اپ کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے ہاؤس کے سامنے یہ مسئلہ رکھا اور پوچھا کہ آپ کی اجازت ہے؟ ہاؤس میں سے ایک بھی شخص نے اس پر اعتراض نہیں کیا' کسی نے انکار نہیں کیا' کسی نے مخالفت میں ایک بھی آواز نہیں اٹھائی۔ بلکہ ہاؤس میں ساری آوازیں میں نے سنیں کہ سب نے کہا کہ جناب' اجازت ہے' اس کو ٹیک اپ کیا جائے۔ تو میں نے حاجی صاحب کو تحریک التوائے کار پڑھنے کی اجازت دے دی۔ اب محترم قائد حزب اختلاف یہ فرمائیں کہ اس میں میری find-ings میں' میری observations میں contradiction ہے۔ مجھے صرف ان کے اس لفظ سے اختلاف ہے' وہ میری اس observations کے بارے میں یہ فرمائیں (مداخلت)

رانا صاحب! میں بات کر رہا ہوں۔ جب سپیکر خطاب کر رہا ہو تو اس کو inter-rupt نہیں کیا جاتا۔ میں قائد ایوان کو interrupt نہیں کرنے دیتا میں ہاؤس میں قائد حزب اختلاف کو interrupt نہیں کرنے دیتا۔ سپیکر کو interrupt کرنے کی تو نہ اجازت ہے نہ ہی اس کی روایت ہے اور نہ ہی رولز permit کرتے ہیں۔ اور پھر اگر ہاؤس میں سپیکر کی رولنگز کو ہاؤس کے مقتدر لوگ contradiction کہیں گے یا وہ اس کو چیلنج کریں گے یا وہ اس کا احترام نہیں کریں گے۔ تو پھر سپیکر ان کا احترام ہاؤس سے نہیں کروا سکے گا۔ سپیکر کی اتھارٹی کو سپیکر کی پوزیشن کو آپ under mine کریں گے تو آپ کی اتھارٹی آپ کی پوزیشن خود بخود under mine ہو جائے گی۔ تو اس لیے میں اس سلسلے کا اس پریکٹس کا کہ سپیکر کے بارے میں اس قسم کے ریمارکس یہاں پر دیے جائیں میں اس کا بڑی شدت سے نوٹس لیتا ہوں۔ اور اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ سپیکر کے بارے میں اس قسم کے ریمارکس ہاؤس میں کسی شخص کی طرف سے بھی' چاہے وہ کسی بھی حیثیت کا مالک ہو' جب

تک میں سپیکر ہوں یہاں بیٹھا ہوں' اس بات کی میں ہرگز اجازت نہیں دوں گا کہ یہ چیئر جو ہے' اس کی پوزیشن کو under-mine کیا جائے۔ یہ constitutional chair ہے' یہ آپ کے استحقاقات کی نگران چیئر ہے' اس کی پوزیشن کو under-mine کرنے کی میں کسی کو بھی اجازت نہیں دے سکتا۔ اور آپ کو حق ہے کہ آپ اگر چاہیں کہ میں اس چیئر پہ نہ بیٹھوں تو آپ میں سے کوئی بھی شخص میرے خلاف vote of no confidence پیش کر سکتا ہے۔ آپ نہیں چاہیں گے تو میں یہ کرسی چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔ لیکن جس وقت تک آپ نے مجھے ٹھایا ہے میں اس پوزیشن کا اس حیثیت کا' سپیکر کی اتھارٹی کا' سپیکر کے آفس کا' آپ سے استدعا کروں گا کہ اس کا احترام لازم ہے اس کے بغیر چارہ نہیں' اس کے بغیر ہاؤس کا احترام قائم نہیں رہ سکتا' ہاؤس کی تھارٹی قائم نہیں رہ سکتی۔ تو میں اس سلسلے میں نہایت ادب کے ساتھ رانا صاحب کی بات کو نامناسب سمجھتا ہوں اور اس کو نہایت ادب کے ساتھ رول آؤٹ کرتا ہوں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

رانا اکرام ربانی : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : رانااکرم ربانی خان پوائنٹ آف آرڈر۔

رانا اکرام ربانی : جناب والا! آپ کے فرمان کے جو آخری جملے تھے وہ میں انشاء اللہ تعالیٰ اس ہاؤس میں پڑھ کر آیا کروں گا اور اسے ذہن میں رکھوں گا کہ آپ نے مجھے بڑے خوبصورت الفاظ میں کچھ سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ جناب والا! میں اپنی بات پر اسی طرح اصرار کروں گا' اسی طرح اپنے موقف پر قائم رہوں گا' جس مؤقف اور اصول کا مظاہرہ ہم نے 25 جون کو جث اجلاس کے آخری روز کیا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا' جناب والا! یہ آپ کے علم میں بھی ہے کہ بہت سی ایسی باتیں ہیں جو کہ اس ایوان میں ایک ناخوشگوار یاد کی حیثیت سے رہیں گی اور میں نہیں چاہتا کہ انہیں بار بار دہرایا جائے۔ آپ کو علم ہے کہ میں نے اس سلسلے میں آپ کے حکم کی تعمیل متعدد مرتبہ کی ہے۔ رولز' جن کا میاں منظور مولل صاحب یہاں پر حوالہ بھی دیتے ہیں' آپ نے بھی کہا۔ میں نے اس ہاؤس کی اپنی قائم کردہ روایات کی طرف توجہ دلانے کی کوشش کی تھی اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ قائد حزب اختلاف کی حیثیت

سے میرا یہ خیال غلط ہے کہ اس ایوان کا احترام ایک منتخب ادارے کی حیثیت سے ہونا چاہیے۔ تو جناب والا! میں نے اس خیال کے پیش نظر ایوان کے احترام کے پیش نظر اور چیئر کے احترام کے پیش نظر اگر آپ سمجھتے ہیں کہ میں نے جو کچھ کہا ہے وہ مجھے نہیں کہنا چاہیے تھا تو ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: تو حاجی صاحب' آپ کی یہ تحریک التوائے کار جو آپ نے پیش کی ہے اب میں اسے کل تک کے لیے پینڈنگ کرتا ہوں۔ میں اس پر کل فیصلہ دوں گا کہ میں اس کو ایڈمٹ کرتا ہوں یا نہیں۔ تحریک التوائے کار کا ٹائم ختم ہوتا ہے۔

## وائرس کے شدید حملے کے باعث کپاس اور دھان کی فصلات کی تباہی کے موضوع پر تحریک التوائے کار پر بحث (جاری)

جناب سپیکر: ہمارے پاس یہ ایک تحریک التوائے کار ہے اور یہ ایڈمٹ ہو چکی ہے۔ اور اس پر آج بحث ہونی ہے تو اس پر ڈاکٹر سید خاور علی شاہ' جناب ذوالفقار علی چشتی' چودھری محمد اعظم صاحب اور فرید احمد پراچہ صاحب کی طرف سے یہ تحریک التوائے کار ہے۔ اس پر ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب بھی اظہار خیال کرنا چاہتے ہیں اور چودھری اصغر علی گجر بھی اس پر اظہار خیال کرنا چاہتے ہیں۔ تو اور جو صاحبان اس پر اظہار خیال کرنا چاہتے ہیں وہ ہیں حاجی احمد خان صاحب' اور کون صاحب بات کرنا چاہتے ہیں' اس تحریک التوائے کار پہ کاٹن کی وائرس پہ جو تحریک التوائے کار ایڈمٹ ہو چکی ہے اس پر کون کون صاحبان بات کرنا چاہتے ہیں۔ ملک طیب خان اعوان' منسٹر ایگریکلچر اس کو وائنڈ اپ کریں گے۔

راجہ اخلیق اللہ خان: دھان کی فصل پر بھی بات کرنی ہے۔

جناب سپیکر: جی' دھان کی فصل پر راجہ خلیق اللہ خان صاحب بات کرنا چاہیں گے' ڈاکٹر وسیم صاحب بات کرنا چاہیں گے' ملک اقبال احمد خان لنگڑیال صاحب بات کرنا چاہیں گے۔ تو ڈاکٹر خاور علی شاہ صاحب سے بسم اللہ کریں۔

DR SYED KHAWAR ALI SHAH: Sir I move that the Assembly do now adjourn.

MR SPEAKER: Motion moved is:

that the Assembly do now adjourn.

اب اس تحریک التوائے کار پر بحث ہوگی

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : جناب سپیکر! بہت مہربانی یہ انتہائی اہم مسئلہ تھا۔ میں نے پچھلے سال اس سلسلے میں ایک سوال دیا تھا جس میں میں نے اس بات کی وضاحت چاہی تھی کہ میاں چنوں میں اس وائرس کا حملہ ہوا ہے اور کیا جس علاقے میں اس وائرس کا حملہ ہوا ہے اس کو آفت زدہ قرار دیا گیا ہے یا نہیں؟ اس سال اس کا یہ جواب دیا گیا تھا کہ ایک یونین کونسل میں معمولی حملہ ہوا تھا اور معمولی حملے سے اتنا نقصان نہیں ہوا کہ اس علاقے کو آفت زدہ قرار دے دیا جائے۔

جناب سپیکر! اس وقت جو حقیقت سامنے آئی ہے وہ یہ ہے کہ ایک سال میں اس وائرس نے ایک یونین کونسل نہیں' ایک تحصیل نہیں' ایک ضلع نہیں بلکہ اس کا دائرہ ملتان ڈویژن اور بہاولپور ڈویژن تک بڑھ چکا ہے۔ یہاں پر یہ بتایا گیا تھا کہ ایک یونین کونسل میں معمولی سا نقصان ہوا ہے۔ اب اس علاقے میں کپاس کی تقریباً اسی فی صد فصل تباہ ہو چکی ہے۔ یہ اتنی اہم فصل ہے اور پچھلے تین سال سے وائرس ہمارے ملک میں اثر کر رہی ہے۔ سوڈان میں کپاس کی فصل بالکل تباہ ہو گئی تھی اور تین سال تک سوڈان کی کپاس نہیں اگ سکی تھی۔ اس کے بعد انہوں نے virus resistant seed نکالا اور اس سیڈ میں بھی ایک بات کی کمی رہ گئی کہ اس کی اصل پیداوار بارہ من فی ایکڑ ہے۔ وہ بھی ہم نے یہاں پر discuss کرنی ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ یہ وائرس اس قسم کی ہے کہ اس سے صرف اس فصل کا نہیں بلکہ کپاس کا مستقبل خطرے میں پڑ چکا ہے۔ اور کپاس ہمارے پورے علاقے کے لیے چاہے سونے کا ریشہ سمجھ لیں چاہے اس کو آپ دیکھیں کہ ہم برآمد کر کے اس سے پیسہ لیتے ہیں' بلکہ ہمارے ملک کی صنعتیں اسی فی صد کاٹن based ہیں۔ چاہے اس میں ٹیکسٹائل ملیں ہوں' چاہے اس میں کارخانہ ہو' چاہے گھی ملیں ہوں۔ ہمارے علاقے کی تمام صنعت کا دارومدار بھی کپاس کی فصل پر ہے۔

جناب سپیکر! پچھلے سال ایک یونین کونسل میں یہ وائرس ہوئی تھی۔ اب تقریباً جنوبی پنجاب کا آدھے سے زیادہ علاقہ اس کی زد میں آگیا ہے۔ اگر خدانخواستہ یہی صورت حال رہی تو اگلے

سال پورے ملک میں کپاس کی پیداوار نہیں ہوگی۔ اس سے صرف کاشت کار نہیں' بلکہ اس ملک کا صنعت کار اور مزدور طبقے کو بھی نقصان ہوگا جس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔

جناب والا! یہ وائرس ہے کیا چیز؟ آپ یقین کریں کہ پچھلے سال ہمیں یہ بتایا گیا تھا کہ اگر ہم کپاس لیٹ کاشت کریں' تو وائرس سے بچ سکتے ہیں۔ لیکن اس دفعہ لیٹ کپاس کی کاشت پر بھی وائرس نے اتنا شدید حملہ کیا ہے کہ اس کا قد بھی نہیں بڑھ سکا اور اگر جس فصل نے قد کیا ہو اس پر وائرس کا حمل ہو جائے تو اس کا قد چھوٹا ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں آپ کی ہدایت کے مطابق وزیر زراعت نے اپنے پورے محکمہ زراعت کے افسران کے ساتھ دورہ کیا اور میرے پاس کبیر والا میں بھی تشریف لائے۔ میں نے وہاں ماہرین سے یہ سوال کیا تھا کہ کیا آپ نے اس وائرس کو شناخت کر لیا ہے۔ جناب والا یہ وائرس انسان میں بھی جاتی ہے۔ انفلوئنزا بھی وائرس سے ہوتا ہے۔ چیچک بھی وائرس سے ہوتی ہے۔ measles بھی وائرس سے ہوتی ہے' herpes بھی وائرس سے ہوتی ہے۔ جہاں تک پولیو کا تعلق ہے وہ بھی وائرس سے ہوتا ہے۔ ہر بیماری مختلف وائرس سے ہوتی ہے۔ لیکن یہاں پر ٹریجڈی یہ ہے کہ کپاس کو جو وائرس لگی اس کو آج تک شناخت نہیں کیا گیا' pin point نہیں کیا گیا اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ کون سی وائرس کپاس کو لگ چکی ہے جناب والا! انسان کے لیے تو immuniza-tion کی جاتی ہے۔ لیکن یہ چھ مہینے کا جو پودا ہے اس میں immunization کا سوال نہیں۔ اس کے لیے ہمیں ایسا بیج چاہیے جو وائرس resistant ہو۔ اور ایک بیج produce کرنے کے لیے کم از کم چھ سال چاہیں۔ اگر آج ہم اس بارے میں غور نہیں کریں گے تو یقیناً ہمیں اس ملک کے لیے کوئی متبادل فصلوں کا انتظام کرنا پڑے گا۔ اگر اس علاقے میں کپاس نہیں ہوگی تو یقین کریں کہ اس علاقے کے لوگ' خاص طور پر کپاس کے علاقے میں ایسی انڈسٹری نہیں کہ وہ اگر دھان لگالیں تو وہاں پہ husking مل نہیں ہے۔ اگر گنا لگا لیں تو شوگر ملیں نہیں ہیں۔ ہم کپاس کاشت کرنے پر مجبور ہیں۔ لیکن اس وائرس کے بارے میں آج تک ہمیں یہ بھی نہیں بتایا گیا کہ اس کا کوئی علاج بھی ہے یا نہیں۔ امریکی ماہرین کو بلایا گیا۔ہماری حکومت نے کوشش کی لیکن وہ امریکی ماہرین آئے اور انہوں نے اس وائرس کو دیکھا تو وہ اس فیلڈ میں داخل نہ ہوئے کہ اگر یہ وائرس ہمارے کپڑے کے ساتھ ہمارے ملک

چلی گئی تو اس کو تباہ کر دے گی۔ جناب والا! ہمیں اس وائرس کا مقابلہ کرنا ہے۔ اور یہ وائرس دن بدن بڑھ رہی ہے۔ آپ یقین کریں کہ پچھلے دنوں میں یہاں اسمبلی میں تھا کہ مجھے اطلاع ملی کہ میرے چند ایکڑوں میں وائرس کا حملہ ہو گیا ہے۔ میں فوراً واپس گیا۔ چوبیس گھنٹے کے اندر اندر فصل کا اسی فی صد ختم ہو گیا تھا۔ جناب والا! اس کا حملہ اس قدر شدید ہوتا ہے کہ جب وہ چند پودوں پر ہوتی ہے تو چھتیس گھنٹوں کے اندر وہ پورا کھیت ختم کر دیتی ہے ہمیں اس بارے میں دیکھنا ہوگا کہ ہم اس کے لیے کیا کر سکتے ہیں آج کپاس کی وہ فصل جس پر ہم فخر کر سکتے تھے اور دنیا میں ایکسپورٹ میں ہم دوسرے نمبر پر تھے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ کم ہوگی یا زیادہ۔ اس تحریک التوائے کار کو یہاں پر لانے کا میرا مقصد یہ ہے کہ جس تیزی کے ساتھ یہ وائرس بڑھ رہی ہے اگر خدانخواستہ یہی تیزی رہی تو یقین کریں کہ نوے فی صد فصل نہیں ہوگی۔ پھر نہ ہم کوئی ریٹ کی بات کر سکیں گے۔ اور نہ کچھ کر سکیں گے۔ میرے باقی دوستوں نے بھی کہا ہے لیکن جس جگہ ضلع خانیوال میں ایک یونین کونسل سے یہ وائرس شروع ہوئی تھی آج آدھی تحصیل کے سوا تمام تحصیل متاثر ہو چکی ہے۔ اس بارے میں میں ایک اور وضاحت کر دوں کہ اس سے چند دن پہلے جب ہمارے محترم وزیر زراعت نے دورہ کیا تھا تو میں نے بھی اس زمانے میں دیکھا تھا۔ لیکن مجھے یہ محسوس ہوتا تھا کہ ہماری فصل بچ جائے گی۔ لیکن اب جب میں کل گیا ہوں تو میں حیران رہ گیا ہوں کہ اگر کپاس میں پھل دیکھا جائے تو کتنا اس کا lush green رنگ ہے لیکن پھل نہیں ہے۔ اول تو آپ دیکھیں تو اس کا قد ہی بالکل چھوٹا ہے۔ پھول ہی نظر نہیں آتے۔ اگر کوئی فصل قد کر بھی گئی ہے تو اس پر ایک ٹنڈا نہیں ہے۔ میں اس بارے میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں اگر وائرس پر بات کرنی ہے تو اس کے لیے جیسے آپ نے لیبارٹریاں تحصیل سطح پر بھیجی ہیں آپ کو الیکٹرون مائیکرو سکوپ رکھنی پڑے گی' کم از کم ہمارے ریسرچ والوں کے پاس۔ ہمارے پاس تو الیکٹرون مائیکرو سکوپ نہیں ہے۔ ہم وائرس کس طرح detect کریں گے؟ ہمیں تو یہ پتا نہیں کہ یہ وائرس ہے کون سی کتنی قسم کی ہے۔ جناب والا! اس پر پچھلے سال ہی سوچنا چاہیے تھا۔ جب میں نے سوال اٹھایا تھا کہ وائرس کا بہت شدید حملہ ہو رہا ہے۔ اب جو فصل ہو چکی ہے اس کا نتیجہ تو ہمیں مہینے ڈیڑھ مہینے میں مل جائے گا لیکن میرا نکتہ یہ ہے کہ

اس وائرس کے بارے میں ہمیں یہ بتایا جائے کہ کیا اس کے لیے کوئی کنٹرول بھی ہے؟ پچھلے سال یہ بھی بتایا گیا تھا کہ بعض اقسام ہیں جن میں مثلاً ایم این ایچ۔ 93 ہے' یا سی ایم کے۔ 109 ہے اس پر اثر نہیں کرتی۔ جو early کاشت ہے اس پر کرتی ہے' لیٹ کاشت پر نہیں کرتی۔ لیکن اب یہ دیکھا گیا ہے کہ وہ کسی قسم کو نہیں چھوڑتی۔ نہ لیٹ early کا خیال رکھتی ہے۔ یہ وائرس کچھ اس قسم کی بیماری آگئی ہے کہ ہمارے دیہات میں لوگ اس کا کپاس کا کینسر کہتے ہیں۔

حضور والا! میں ایک اور گزارش کروں گا۔ ہمارے وزیر مال تشریف نہیں رکھتے۔ آپ اندازہ لگائیں کہ جو نقصان فلڈ سے ہوا ہے اس سے کئی گناہ زیادہ نقصان اس وائرس نے کپاس کو پہنچایا ہے۔ کپاس اگر دس فی صد فلڈ سے تباہ ہوئی ہے تو میرے اندازے کے مطابق کم از کم چالیس فی صد کپاس کو وائرس کے حملے سے نقصان پہنچا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہمیں نقد پیسہ دیا جائے لیکن میرا یہ مطالبہ ہے' خاص طور پر اپنے ضلع اور اپنی تحصیل کے لیے کہ آپ سروے کروائیں اور جس طرح محکمہ مال کا اصول ہے اگر پچاس فیصد سے زیادہ کپاس dam-age ہو چکی ہو تو ہمیں آفت زدہ علاقہ قرار دیا جائے کم از کم وہ زمیندار جو قرضہ اٹھا کر اپنی کاشت کرتا ہے اسے اتنی مہلت تو مل جائے کہ وہ اس گرفتاری سے بچ جائے اور بنک والے اس سے پیچھے ہٹ جائیں۔ میں نے پچھلے سال بھی یہ سوال اٹھایا تھا اس میں یہ بھی کہا تھا کہ کیا آپ اس علاقے کو جس میں وائرس نے نقصان کیا ہے آفت زدہ قرار دینے کے لیے تیار ہیں؟ میرا پھر بھی وہی مطالبہ ہے کہ یہ ریسرچ ہونی ہے' جو کچھ اس کا علاج نکالنا ہے وہ محکمہ زراعت نے اتنی کوشش کر کے ہماری کاٹن کو اس حد تک لائے ہیں کہ دنیا میں مثال ہو گئی ہے کہ ایک سال میں چالیس لاکھ bales کبھی نہیں بڑھیں۔ پاکستان دنیا میں واحد ملک ہے جس نے ایک سال میں چالیس لاکھ گانٹھ کا اضافہ کیا۔ وہ ہمارے اچھے بریڈر ہیں۔ انہوں نے بہترین سیڈ نکالا ہے۔ لیکن جہاں پر قدرت کا مقابلہ ہو یعنی قدرت کی طرف سے آزمانے کے لیے جب کوئی چیز آتی ہے تو اس کے لیے ہمیں مل بیٹھ کر یہ دیکھنا پڑے گا کہ ہمیں بیج کیسا بنانا ہے۔ کیا ہم ایک دو سال میں ایسا بیج نکال سکتے ہیں جو virus resistant ہو۔ جناب والا! کپاس کی فصل کا خدانخواستہ ہم اچھا بیج نہ نکال سکے تو آپ یقین کریں کہ کاشت کار نہیں

بلکہ پورا پنجاب مالی بحران کا شکار ہو جائے گا اگر پنجاب میں مالی بحران آیا تو پاکستان نہیں بچ سکتا۔ اس سلسلہ میں میں ہاؤس کے فلور پر آپ کے توسط سے یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس کپاس کے بحران کو کسی صورت میں بھی معمولی بحران نہ سمجھا جائے۔ یہ ایک ایسا خطرناک بحران ہے جس کو اگر آپ معمولی سمجھیں گے تو یقیناً آپ اس پنجاب کے عوام کے ساتھ انصاف نہیں کریں گے۔ ان الفاظ کے ساتھ میری ایک یہی آخری خواہش ہوگی کہ اس سلسلہ میں ہمارا جو ریسرچ ونگ ہے اس کے لیے مرکز اور صوبے کو بٹھا کر دیکھا جائے اور وہ کپاس کی وائرس کو identify کریں۔ اس سلسلے میں ہمارے ہاں جو resistant varieties ہیں اس سے عام کسان کو آگاہ کیا جائے اور اگر ہم اس وقت تک resistant seed نہیں نکال سکتے تو ہمیں وہ طریقہ بتایا جائے کہ جس طریقے سے ہم کم از کم کپاس میں اتنی آمدن لے سکیں کہ اس سے نقصان کی جائے کچھ نہ کچھ ہماری چت ہو سکے۔ کیونکہ وہ حالت تو نہیں ہو سکتی جس کی ہم ماضی کی بات کریں۔ ہمیں مستقبل کے لیے کم از کم اتنی امید تو دلا دیں کہ ہمیں اپنی فصل کا صحیح ریٹرن ملے گا۔ بڑی مہربانی جناب سپیکر!

جناب سپیکر : شکریہ' شاہ صاحب' جناب ذوالفقار علی چشتی صاحب!

جناب ذوالفقار علی چشتی : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب سپیکر : پیر صاحب! میرے خیال میں کوئی پانچ پانچ' چھ چھ منٹ کر لیں۔

جناب ذوالفقار علی چشتی : جناب والا! میں کوشش کروں گا۔

جناب سپیکر : میرے پاس زیادہ معزز اراکین کے نام ہیں اور ہمارے پاس ایک گھنٹے کا فکس ٹائم ہے۔

جناب ذوالفقار علی چشتی : جناب والا! میں کوشش کروں گا کہ مقررہ ٹائم میں اپنی بات کو مکمل کر لوں۔

جناب سپیکر : شکریہ۔ جی فرمایے

جناب ذوالفقار علی چشتی : جناب والا! ہم آپ کے اور آپ کی وساطت سے ممبران اسمبلی کے شکر گزار ہیں کہ اس فوری اور اہم مسئلہ کی طرف توجہ دی اور ہمیں اجازت مرحمت فرمائی۔ جناب والا! اس میں کوئی شک نہیں کہ حالیہ آفات ارض و سماوی کی وجہ سے وطن

عزیز کو بہت نقصان پہنچا۔ سیلاب' وائرس اوربارشوں نے جو تباہی مچائی اس سے بستیاں اجڑ گئیں۔ دشت و کوہ تباہ ہو گئے اور فصلوں کے کھیت کے کھیت تباہ ہو گئے جناب والا! اس میں بھی شک نہیں کہ جناب وزیر اعظم صاحب پاکستان' وزیر اعلیٰ صاحب وزراء اکرام' مشیران عظام ممبران اسمبلی اور کارکناں مسلم لیگ نے دن رات ان تھک محنت کر کے اپنے ہم وطنوں کی مصیبت میں امداد فرمائی۔ لیکن جناب والا! مجھے افسوس ہے کہ وائرس جس نے بارشوں سے بھی زیادہ تباہی مچائی اس کی طرف حکومت نے کوئی توجہ نہیں فرمائی۔ میرا ضلع وہاڑی جس نے پچھلے سال سترہ لاکھ گانٹھ پیدا کی تھی۔ جبکہ پنجاب کی کپاس کی کل پیداوار 85 لاکھ گانٹھ تھی۔ اور صوبہ سندھ سے بھی زیادہ کپاس صرف ضلع وہاڑی نے پیدا کی۔ اس دفعہ وائرس کی وجہ سے جہاں پر 5 لاکھ 47 ہزار ایکڑ پر کپاس کاشت ہوئی اس میں سے 3 لاکھ 37 ہزار ایکڑ پر وائرس نے حملہ کیا اور فصل بالکل تباہ و برباد ہو گئی۔ جناب والا! 19 ہزار 8 سو اکتالیس ایکڑ بارش اور سیلاب کی وجہ سے تباہ ہوئے۔ میں نے یہ پچھلی دفعہ گزارش پیش کی تھی کہ ضلع کو آفت زدہ قرار دیا جائے۔ لیکن میں نہایت افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس طرف حکومت نے کوئی بھی توجہ نہیں دی۔ جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ پچھلی دفع جیسے کہ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ایک یونین کونسل کی طرف دھیان نہیں دیا گیا۔ اور تمام جنوبی علاقہ وائرس کی لپیٹ میں آگیا۔ اور حکومت نے اس طرف دھیان نہ دیا اور اللہ نہ کرے آئندہ سال یہ کپاس کی فصل بالکل نہیں ہوگی۔ پچھلے دنوں فیصل آباد زرعی یونیورسٹی میں سینٹ کا اجلاس ہوا تو وہاں پر ایگریکلچر کے ڈاکٹر بھی موجود تھے۔ سپیشلسٹ بھی موجود تھے۔

(اس مرحلہ پر جناب چیئرمین محترم ایس اے حمید کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب قنیانہ صاحب نے یہ پوائنٹ اٹھایا کہ وائرس کے متعلق آپ کوئی علاج بتائیں۔ تو وہاں پر نہ کسی ڈاکٹر نے جواب دیا اور نہ کسی سپیشلسٹ نے جواب دیا۔ جناب والا! یہی مصیبت سوڈان میں بھی نازل ہوئی جہاں پر تین بلکہ چار سال تک کپاس نہ ہوئی یہ حکومت سے میری گزارش ہے کہ اس طرف خصوصی توجہ دیتے ہوئے وائرس کے متعلق کوئی علاج تلاش کریں۔ اور جن کاشت کاروں کے کھیت تباہ ہوئے ہیں اس کی طرف جناب وزیر اعلیٰ صاحب بھی اور وزیر اعظم صاحب خصوصی توجہ فرمائیں۔ اس علاقہ میں خود جائیں اور موقع ملاحظہ

فرمائیں کہ لوگوں کا کتنا نقصان ہوا ہے۔ جناب والا! کاشت کار کی مزدوری' کھاد کی قیمت' تیل کی قیمت اور ادویات کی قیمت اور آبیانہ وغیرہ یہ سب ختم ہو گئے ہیں اور کاشت کار کی جیب میں اس وقت ایک پائی تک موجود نہیں ہے۔ وہ نقصان میں جا رہا ہے۔ جو قرض اس نے لیے تھے وہ بھی اس کے سر پر ہیں۔ اس کے لیے میں چند تجاویز پیش کروں گا۔ کاشت کاروں کی جہاں پر فصل تباہ ہوئی ہے۔ ان کا آبیانہ وغیرہ معاف فرمایا جائے۔ کاشت کاروں نے جو بجلی کے بل دینے ہیں وہ بھی defer کیے جائیں۔ جو قرضہ جات لیے ہیں ان پر سود معاف کیا جائے اور وہ بھی defer کیے جائیں۔ آئندہ کے لیے ان کو قرض بغیر mark up کے دیے جائیں۔ اور ساتھ ہی جیسے سیلاب زدہ علاقوں میں بیج مہیا کیا گیا ہے وہاں پر بھی بیج مہیا کیے جائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی گزارش کروں گا کہ جیسے سیلف ایمپلائمنٹ سکیم میں موٹریں' بسیں اور رکشہ وغیرہ دیے گئے ہیں اسی طرح ہر قسم کے زرعی آلات بھی اس سکیم میں شامل کیے جائیں۔ جناب والا! میں تھوڑی سی ایک گزارش اور کرنا چاہتا ہوں کہ اگر زرعی آلات اس سکیم میں شامل کیے گئے تو ان شاء اللہ تعالیٰ production بڑھے گی اور ان کی قیمت بھی جلد واپس ہوگی۔ آخر میں میں پھر یہ گزارش کروں گا کہ وائرس والے علاقہ کو calamity area قرار دیا جائے۔ اور وہاں پر جناب وزیر اعلیٰ صاحب اور وزیر اعظم صاحب ایک دفعہ ضرور تشریف لے جائیں تاکہ وہ اپنی آنکھوں سے حال دیکھ سکیں کہ کاشتکار کی کمر ٹوٹ چکی ہے اور اس کی امداد کرنی حکومت پر لازم ہے وما علینا الا البلاغ۔

جناب چیئرمین : شکریہ جناب فرید احمد پراچہ صاحب!

جناب فرید احمد پراچہ : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! یہ نہایت اہم موضوع ہے جس پر اس وقت بحث کی جا رہی ہے۔ گزارش یہ ہے کہ اس حقیقت سے کوئی فرد انکار نہیں کر سکتا کہ ہمارے ملک کے زرمبادلہ کا 72 فیصد حصہ ان دو فصلوں سے حاصل ہوتا ہے۔ کپاس اور چاول کی فصل ہماری وہ بنیادی فصل ہے جس کے ذریعے ہم بیرون ملک سے زرمبادلہ کماتے ہیں۔ اور یہ بھی ہمارے اعداد و شمار ہیں کہ اس زرمبادلہ میں جو ہم بیرون ملک سے کماتے ہیں اس میں کپاس کی فصل کا اور چاول کی فصل کا بڑا حصہ ہے۔ ہماری کپاس کی فصل کا 87% حصہ صوبہ پنجاب پیدا کرتا ہے جبکہ باسمتی چاول کا 100 % حصہ صوبہ پنجاب

سے فراہم کیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ بڑی اہم بات ہے کہ ہم پنجاب اسمبلی کے ایوان میں اس پر بحث کریں اور اسے زیر غور لائیں۔ اس وقت صورت یہ ہے کہ گذشتہ سال ہماری اس فصل میں بہت زیادہ اضافہ ہوا۔ یہ 29.2% اضافہ تھا جو کپاس کی فصل میں ہوا ہے لیکن کپاس اور چاول کی فصل میں یہ اضافہ جو کاشت کار کی محنت کی وجہ سے ہوا تھا اس کا وہ حق نہ دیا گیا کہ جس حق کا یہ زمیندار اور کاشت کار اصل میں مستحق تھا۔ چنانچہ یہ بات کہ یہ وائرس کا حملہ کیوں ہوا ہے؟ یہ بڑی اہم بات ہے اور اس کے اوپر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ یہ آسمان سے جو آفات نازل ہوتی ہیں اور یہ وائرس بھی ایک آفت ہے کہ جو نازل ہوئی ہے۔ تو اس کا بھی ایک سبب ہے اور میں اس سبب کو اس ایک کہاوت کے ذریعے سے آپ کی خدمت میں بیان کروں گا کہ جیسے آپ نے بھی سنا ہوگا کہ جب نوشیروان بادشاہ کسی سفر پر روانہ ہوا تو ایک جگہ پیاس کی حالت میں اس نے ایک باغ پر دستک دی اور وہاں سے اس نے پانی مانگا تو اس کو ایک انار نچوڑ کر ایک پیالہ بھر کر پیش کر دیا گیا اور وہ انار کا ایک پیالہ ٹھنڈا اور میٹھا تھا اور وہ ایک انار کے نچوڑنے سے پورا پیالہ بھر گیا تھا۔ اس نے اس کی لذت کو محسوس کیا اور جب دوبارہ اس نے کہا کہ مجھے ایک اور پیالہ دیجئے تو انہوں نے انار توڑے نچوڑا اور ایک انار نچوڑنے سے پیالہ نہیں بھرا۔ دو انار نچوڑنے سے بھی نہیں بھرا۔ تین سے بھی نہیں بھرا۔ پانچ سے بھی نہیں بھرا۔ تو وہ حیران ہوا۔ اس نے کہا کہ تھوڑی دیر پہلے تو یہی عمل ہوا تھا اور ایک انار کے ساتھ یہ پورا پیالہ بھر گیا تھا۔ اب پانچ انار نچوڑے گئے ہیں اور پھر بھی یہ پیالہ نہیں بھرا۔ اس کا سبب کیا ہے؟ تو اس کاشت کار نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے بادشاہ کی نیت میں فرق آگیا ہے" جب بادشاہوں کی نیتوں میں فرق آتا ہے تو درختوں کے پھل بھی خشک ہو جاتے ہیں اور ان میں بھی کمی آجاتی ہے۔

جناب والا! یہ جو وائرس کا حملہ ہوا ہے یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے انتباہ ہے کہ اگر کاشت کار کو اس کی محنت کا صحیح صلہ نہیں ملے گا جس نے محنت کی ہے اور بادشاہوں کی نیتوں میں فرق آئے گا تو اس فرق کی سزا بھی ملے گی اور اس طرح سے ہماری فصلیں کم ہونی شروع ہوں گی۔

جناب والا! یہ بڑی اہم بات ہے کہ جس کی طرف میں توجہ دلا رہا ہوں کہ یہاں

پنجاب کی کاسٹ آف پروڈکشن کمیٹی نے 91 - 1990ء کے لیے جو فی ایکڑ لاگت نکالی تھی وہ کپاس کے لیے 329 روپے 87 پیسے تھی لیکن مرکزی حکومت نے اس کے لیے صرف 245 روپے مقرر کی ہے۔ باسمتی کے لیے یہ قیمت 236 روپے 33 پیسے مقرر کی گئی اور یہ فی ایکڑ لاگت تھی لیکن کاشتکار کو 143 روپے 50 پیسے ملے۔ اس طرح ارہر 6 کی قیمت 125 روپے 57 پیسے کاسٹ آف پروڈکشن کمیٹی پنجاب نے تعین کی ہے لیکن صرف 78 روپے مرکزی حکومت نے اس کے لیے منظور کیے ہیں۔

جناب والا! میں یہ آپ سے اس لیے عرض کر رہا ہوں کہ اگر اس کو صحیح محنت کا صلہ نہیں ملے گا تو پھر اس کی دلچسپی بھی ختم ہوگی اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت جو اس انصاف کے نتیجے میں آتی ہے وہ رحمت بھی محدود ہوگی۔

جناب والا! اس طرح میں عرض کرتا ہوں کہ یہ سارے وہ مسائل ہیں کہ جن پر اس وقت غور کرنے کی ضرورت ہے اور اس وائرس کے مقابلے کے لیے اجتماعی حکمت عملی تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ زرعی تحقیق کے ادارے جن پر ہمارا اربوں روپے کا بجٹ صرف ہوتا ہے ان سے دریافت کیا جائے کہ وہ اس کے بدلے میں قوم کو کیا دے رہے ہیں اور انہوں نے اس پر کیا تحقیق کی ہے اور انہوں نے کون سا بیج اس کے لیے کاشت کاروں کو فراہم کیا ہے۔ یہ بات بھی ضروری ہے۔

جناب والا! اس میں جو ہماری ایکسپورٹ ہے یہ بڑی اہم ایکسپورٹ ہے۔ اس ضمن میں میں اس موقع پر یہ بات بھی ضروری سمجھوں گا کہ یہ کاٹن اور رائس ایکسپورٹ کی کارپوریشنیں ختم کی جائیں اور اسلامی ممالک کی جو باہر تجارت ہے اس کو فروغ دیا جائے۔ اس طرح سے گذشتہ سال جو بینچ مارک کا ایک نقصان دیا گیا۔ ٹیکسٹائل ملوں کو فائدہ دیا گیا اور کاشت کار کو نقصان دیا گیا اس کا ازالہ اس سال کیا جائے۔ تب اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت بھی نازل ہو گی اور اتنی بات میں عرض کر کے اپنی بات کو ختم کرتا ہوں کہ متاثرین کو معاوضہ دیا جائے۔ مالیہ اور آبیانہ کی معافی دی جائے۔ اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت کی طرف ہم توجہ کریں۔ قرآن پاک کی آیت ہے۔ **ولو ان اھل القری امنوا واتقوا لفتحنا علیھم برکت من السمآء والارض ولکن کذبوا فاخذنھم بما کانو یکسبونo** اگر ایمان

لائے اور تقوے کی روش اختیار کرے تو آسمان سے بھی رحمتوں کی بارش ہوگی۔ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے۔ تو میں اس پر اپنی بات کو ختم کرتا ہوں کہ اس وائرس کا مقابلہ کیا جائے۔ ابھی میرے دوست ڈاکٹر خاور صاحب بتا رہے تھے کہ یہ وائرس بڑا خطرناک ہے۔ میاں چنوں سے اس کا آغاز ہوا ہے۔ تو یہ میاں چنوں وائرس جو ہے یہ واقعی بہت ہی خطرناک وائرس ہے۔ اس کا مقابلہ کرنا بڑا ضروری ہے۔

جناب چیئرمین : شکریہ۔ جناب حاجی احمد خان صاحب۔

جناب سرفراز احمد : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین : پوائنٹ آف آرڈر' ملک صاحب!

ملک سرفراز احمد : جناب سپیکر! میرے معزز ساتھی فرید احمد پراچہ صاحب نے فرمایا ہے کہ اس کا آغاز میاں چنوں سے ہوا ہے۔ یہ میں ان کی اطلاع کے لیے عرض کر دوں کہ یہ میاں چنوں سے نہیں ہوا۔ یہ برازیل اور سوڈان سے ہوا تھا اور یہ 1967ء سے ہوا ہے۔ اب کا نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ ریکارڈ درست کر لیجیے۔

حاجی احمد خان بلوچ : جناب سپیکر! آپ کا شکریہ' آپ نے ٹائم دیا ہے۔ کپاس ہمارے ملک میں معیشت کے لحاظ سے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس دفعہ کپاس کو سیلابوں نے' بارشوں نے' وائرس نے تقریباً ختم کر دیا ہے۔ سیلاب اور بارشوں سے جن بھائیوں کی' جن کاشت کاروں کی کپاس ختم ہوئی ہے ان کے ساتھ یہ ظلم ہوا ہے کہ ان کی آنکھوں کے سامنے ان کی سال کی روزی ختم ہو گئی ہے۔ لیکن میرے خیال میں جو وائرس والے ہمارے کاشت کار صاحبان ہیں وہ سیلاب والوں سے بھی زیادہ مظلوم ہیں۔ وہ اس لیے کہ سیلاب سے کپاس' ختم ہو گئی چھوٹی تھی یا بڑی تھی' لیکن وائرس سے کیا ہوا کہ اس امید پر کہ یہ شاید ٹھیک ہو جائے' ہم نے کھادیں دیں۔ کاشت کار سپرے کرتے رہے۔ ان کا خرچہ بند ہو گیا' لیکن جن کی فصلات کو وائرس نے خراب کیا ہے ان کا خرچہ بھی متواتر ہوتا رہا اور وائرس نے جس طریقے سے خراب کیا ہے کہ اس کی یا تو ایک پوزیشن ہوتی ایک وقت ہوتا' قد و قامت ہوتی کہ اس حد تک یہ ختم ہو سکتی ہے ٹوٹل ختم ہو جاتی تو پھر بھی خرچہ بچ جاتا۔ یہ آدھے فٹ سے شروع ہوئی ہے۔ دو فٹ والے پر بھی وائرس آئی ہے۔ چار فٹ تک بھی اس نے

حملہ کیا ہے۔ آخری لمحات تک یہ خراب کر رہی ہے کہ جن کے پاس خاص طور پر سی ایم اور ایس 12 ورائٹی کاشت تھی' ان کے ساتھ تو ایسا ظلم ہوا ہے کہ انہوں نے کھادیں بہت زیادہ دی ہیں کہ شاید ان سے اس میں کوئی طاقت آ جائے۔ سپرے بہت زیادہ کیے ہیں کہ شاید یہ بچ جائے۔ زراعت والے آتے رہے۔ ماہرین کو بلایا۔ انہوں نے دیکھا۔ انہوں نے وہی بات کہی کہ یہ لا علاج بیماری ہے۔ یہ کینسر ہے۔ یہ کہہ کر چلے گئے اور ساتھ یہ بھی کہتے رہے کہ کوشش کریں شاید بچ جائے۔ تو ہم نے کوشش یہ کی کہ ہم نے کھادیں دیں۔ ہم نے سپرے کیے' لیکن ہمارے ساتھ یہ ہوا کہ جس کاشتکار کی فصل پر یہ وائرس آئی ہے' جو اس کے پاس بچا تھا یا اس نے بنکوں سے قرضے لے کر وہ پیسہ بھی ختم کر بیٹھے اور کپاس بھی ختم کر بیٹھے۔ وائرس والوں کی دونوں چیزیں چلی گئی ہیں' خرچہ بھی ہو گیا ہے اور کپاس کی فصل بھی ختم ہو گئی ہے۔

جناب والا! میں اس معاملے میں یہ کہوں گا کہ ہمارے کاشت کاروں کو زمینداروں کو ہمارے ماہرین زراعت کو ان ملکوں میں بھیجا جائے جہاں وائرس آئی تھی اور وہاں سنا ہے کہ پھر کنٹرول ہو گیا ہے۔ وہاں جائیں۔ وہاں کا سروے کریں۔ وہاں سے پوچھیں۔ یہ کیسے آئی اور کس علاج سے یہ ختم ہوئی ہے تاکہ ہماری یہ کپاس جو کہ صرف کاشت کاروں کی حد تک ہی نہیں بلکہ ملک کی معیشت کے لیے بھی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر اس پر نہ سوچا گیا اور اسے یہ سوچ کر کہ یہ چند کاشت کاروں کی کپاس خراب ہوئی ہے تو اس سے ملک کی معیشت تباہ ہو جائے گی۔ میں اس معاملے میں یہ گزارش کروں گا کہ وائرس کا بھی باقاعدہ سروے کرایا جائے اور ان کے آبیانے معاملے بھی معاف کیے جائیں اور جن لوگوں نے بنکوں سے قرضہ جات لیے ہوئے ہیں انہیں بھی ایک سال کی مہلت دی جائے۔ بے شک انہیں معاف نہ کیا جائے لیکن ان کو مہلت ضرور دی جائے اور آئندہ سال کے لیے اس قرضے پر سود نہیں لگنا چاہیے اور گندم کی کاشت اور ربیع کی کاشت کے لیے ان کی امداد کی جائے۔

جناب والا! یہ ہماری بد نصیبی ہے کہ ہماری کپاس کی فصل کو کئی طرح کی بیماریوں نے ختم کر دیا ہے اور اس وقت ہمارے کاشت کار اور ہمارے کسان بھائی بہت پریشان ہیں اور جب یہ مشہور ہو گیا کہ وائرس لا علاج ہے' اس سے تو اور پریشانی بڑھ گئی ہے۔ اس لیے اس

کا علاج ضرور سوچا جائے اور غیر ملکوں میں کاشت کاروں اور زمینداروں کو بھی بھیجا جائے اور ماہرین زراعت کو بھی بھیجا جائے اور وہ وہاں سروے کریں اور اس کا علاج تلاش کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین : جناب ڈاکٹر محمد افضل اعزاز صاحب۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب سپیکر! یہاں جو ڈاکٹر خاور علی شاہ صاحب نے جو تقریر کی ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ کافی جامع اور مفصل تقریر تھی' اس کے بعد میرے پاس اور مزید کہنے کی گنجائش نہیں۔ میں اس تقریر کی پر زور حمایت اور تائید کرتا ہوں اور اس کے ساتھ صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس ملک کی صنعت اور زرمبادلہ کا انحصار زیادہ تر کپاس کی فصل پر ہے اور یہ اس قدر اہمیت کی حامل ہے کہ ہمیں زبانی تقریریں کرنے کی جائے عملی اقدامات کرنے چاہئیں تاکہ ہم اس وائرس کی ہولناک تباہی سے بچ سکیں۔ میں یہ تجویز پیش کرنے کی جسارت کرتا ہوں کہ وزیر زراعت کی سربراہی میں ممبران اسمبلی پر مشتمل اور اس کے بعد ماہرین زراعت پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی جائے اور وہ کمیٹی اپنی سب سے اول ترجیح اس بات پر دے کہ کس طرح سے اس وائرس کو کنٹرول کیا جا سکتا ہے تاکہ ہم اس فصل کو بچا سکیں۔ جناب والا! یہی میری تجویز ہے اور میں یہی بات کہنا چاہتا ہوں اور اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہوں گا۔

جناب چیئرمین : جناب ملک طیب خان صاحب۔

ملک طیب خان اعوان : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! وائرس نے جس قدر فصل پر اثر کیا ہے اس سے کاشت کار مزدور مزارع اور غریب مزدور متاثر ہوں گے اور اکیلے ٹیکسٹائل ہی نہیں بلکہ کھڈی والے مزدور بھی اسی کام سے منسلک ہیں مل والے بھی اسی کام سے منسلک ہیں۔ ہمارے ملک کی آمدن کا زیادہ انحصار کپاس پر ہی ہے اگر کپاس کی فصل ختم ہو گئی تو پھر میرے خیال میں خدشہ یہ ہے کہ یہ تمام مزدور بھی بے کار ہوں گے اور مل مالکان بھی بے کار ہوں گے اور اس ملک کی بقا بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔ تو اس لیے زیادہ کہنے کی جائے اس وائرس کا فوری علاج یا نئے بیج ایجاد کرنے کی کوئی نئی تجویز سوچنے کے لیے ہمیں جلد از جلد کوئی موثر قدم اٹھانا چاہیے تاکہ اس موذی مرض سے یہ ملک بچ سکے۔ اس کے علاوہ جو

لوگ وائرس سے متاثر ہوئے ہیں۔ ان کے لیے کوئی فوری اقدامات کیے جائیں۔ کچھ ایسے زمیندار بھی ہیں۔ جنہوں نے اس کپاس پر خرچہ کیا ہے۔ اس خرچہ کے واپس آنے کی بھی امید نہیں ہے۔ وہ کھاد لگا چکے ہیں' سپرے کر چکے ہیں۔ لیکن ان کو آمدن ہونے کا امکان نہیں ہے۔ اس سے آئندہ آنے والی فصل بھی متاثر ہونے کا خدشہ ہے۔ اگر انہیں معقول معاوضے نہ دیے گئے یا انہیں قرضے بلا سود نہ دیئے گئے تو ان کے پاس گندم کے لیے بھی سرمایہ نہیں ہوگا تو ہماری یہ استدعا ہوگی کہ حکومت وائرس کے علاقے کے سروے کر کے ان لوگوں کو بلا سود قرضے دے تاکہ گندم پر اثر نہ پڑے جو ہمارے ملک کی خوراک ہے۔ اگر خوراک میں کمی واقع ہوگئی تو پھر اور زیادہ مشکل پیدا ہو جائے گی۔

جناب والا! میرے بھائی جناب فرید احمد پراچہ صاحب نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ حاکم کی نیت میں فرق پڑ گیا ہے' اس لیے یہ آمدن کم ہوگئی ہے۔ میں ان سے استدعا کرتا ہوں کہ حاکم کی نیت میں فرق نہیں کلمہ اسلام کا نام لینے والے کی نیت میں فرق پڑ گیا ہے' وہ امریکہ کی ایڈ پر چلنے لگے ہیں اور یہاں پیپلز پارٹی کی تائید کر کے وہ اپنی نیت میں فرق ڈال رہے ہیں۔ ان کا یہ علاج اس ملک میں نازل ہونے والا ہے تو یہ مہربانی فرمائیں' جس طرح یہ اسلام کا نام لیتے ہیں آیتیں پڑھتے ہیں یہ ان آیتوں پر عمل کریں تاکہ خدا اور خدا کے رسول کا اس ملک میں اس ملک پر کرم ہو۔ جناب والا! آیتیں تو ضرور پڑھتے ہیں۔ لیکن تائید پیپلز پارٹی کی کرتے ہیں۔ میں انہی الفاظ سے آپ سے اجازت چاہتا ہوں (نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین : جناب راجہ خلیق اللہ خان صاحب۔

راجہ خلیق اللہ خان : جناب سپیکر! آپ کی بڑی مہربانی۔ جناب سپیکر! آج صبح میرے پاس ایک بہت اچھا کاشت کار آیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسوں تھے اور وہ مجھے کہہ رہا تھا کہ ہماری اس سال کی کمائی لٹ گئی۔ ہماری دھان کی فصل کو پہلے ٹوکا لگا' اب تیلا لگا تو میں نے ان کے جذبات کو آپ تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اس سال سب سے زیادہ ژالہ باری تحصیل وزیر آباد میں ہوئی ہے جہاں گندم کی فصل' سبزیاں اور دیگر چارہ مکمل طور پر تباہ ہو گیا۔ اس کے بعد شدید بارشیں ہوئیں کہ ٹوکا نے جنم لیا اور جناب والا! ٹوکا وہ بیماری ہے کہ یہ ٹوکے کی طرح فصل کو کاٹتی چلی جاتی ہے اور یہ ایک دن میں کئی کئی ایکڑ

فصل کو ختم کر دیتی ہے اور ہضم کر لیتی ہے۔ اس کے بعد تیسری جو شکل آئی وہ سیلاب کی آئی اور آپ یقین مانیے میں دھان کی فصل کو بچانے کے لیے وزیر زراعت کے پاس کئی دفعہ گیا ہوں اور ان سے عرض کی ہے کہ خدارا یہ وہ فصل ہے۔ جس سے ہم زرمبادلہ کماتے تھے اور یہ بڑی فصل ہے۔ جو زرمبادلہ کماتی ہے۔ لیکن انہوں نے اپنے وعدے کے باوجود بھی وہاں سپرے نہیں کروائی۔ اور یقین جانیے کہ وہاں ایک دن جہاز ضرور آیا۔ لیکن ہوا کیا کہ وہ صرف چکر لگا کر چلا گیا اور وہ دوائی پھینک کر نہیں گیا۔ معلوم نہیں کہ وہ دوائی کہاں پھینکی ہے مگر لوگ یہ ضرور کہتے تھے کہ وزیروں کے دن پھرے ہیں اور وہاں پر یہ عام تاثر ہے کہ جو بھی دوائی پھینکی گئی وہ صرف وزیروں کے علاقے میں پھینکی گئی اور عوام کے علاقے میں نہیں پھینکی گئی اور میں وزیر زراعت سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس بارے میں تحقیق کر لیں۔ یہ کیا تحقیق کریں گے؟ یہ مجھے کہیں میں تحقیق کروں گا مگر یہ وزیر آباد میں آکر دیکھ لیں کہ کس طرح وہ جہاز آیا اور وہ کیا کر کے گیا۔ سوائے دھوئیں کے اور کچھ نہیں آیا۔ جناب والا! مجھے سردار صاحب کا ایک لطیفہ یاد آگیا جو میرے محسن نے مجھے بتایا ہے کہ سردار صاحب نے ایک محل نما کوٹھی بنائی تھی اور وہ دوسروں کو دکھا رہا تھا۔ وہ جب باہر نکلے تو انہوں نے تین تالاب دیکھے۔ اس نے لوگوں سے کہا کہ وہ اس میں ہاتھ ڈالیں۔ تو جب انہوں نے اس میں ہاتھ ڈالا تو اس میں گرم پانی تھا۔ اس نے ان لوگوں سے کہا کہ وہ آگے آئیں جب وہ آگے چلے گئے اور انہوں نے دوسرے تالاب میں ہاتھ ڈالا تو اس میں ٹھنڈا پانی تھا ان لوگوں نے کہا کہ تیسرا تالاب بالکل خالی ہے۔ جس پر سردار صاحب نے کہا کہ یہی تو میری عقل ہے۔ یہی تو میری دانش ہے۔ کبھی کبھی نہانے کو دل نہیں کرتا۔ لہٰذا میں اس سے گزر جاتا ہوں تو جناب والا! انہوں نے وہاں پر یہی کچھ کیا۔ ٹھنڈا پانی بھی خود ہی استعمال کیا گرم پانی بھی خود ہی استعمال کیا اور ہمیں انہوں نے کہا کہ ہم خشک تالاب سے گزر جائیں تو جناب والا! یہ تو میرے محسن کی بات ہے۔ جناب والا! میں نہایت آداب سے عرض کرتا ہوں کہ وزیر آباد پہلے بھی ژالہ باری سے تباہ ہو چکا ہے۔ اس کے بعد ٹوکے کی بیماری سے تباہ ہو چکا ہے اور اس کے بعد سیلاب سے تباہ ہو چکا ہے۔ ژالہ باری کی پوزیشن یہ ہے کہ انہوں نے میری درخواست پر مہربانی فرمائی اور اس علاقے کو calamity affected area

declare کیا۔ لیکن جناب والا! کم از کم ایک سو دیہات کو وہاں پر نقصان پہنچا تھا لیکن انہوں نے صرف چند دیہات کو calamity affected area declare کیا۔ اس کی وجہ کیا تھی کہ انہوں نے تحصیل دار صاحبان' کو نائب تحصیلدار صاحبان اور قانون گو صاحبان کو کہا کہ وہ جا کر نقصان کا جائزہ لیں۔ جناب سپیکر! یہ اصول ہے کہ اگر پچاس فی صد کھیت متاثر ہوں تو اس کو calamity affected area declare کیا جاتا ہے' مگر انہوں نے 48 فی صد کو بھی declare نہیں کیا۔ 46 فی صد کو بھی نہیں کی اور 44 فی صد کو بھی نہیں کیا۔ تو جناب والا! اس میں بیسیوں ایسے دیہات رہ گئے جو calamity affected area declare سے باہر نکل گئے تو جناب والا! میں ان سے درخواست کروں گا کہ جب آپ کسی علاقے کو ca-lamity affected area declare کرتے ہیں تو جائے تحصیل داروں کو اس کی بابت کہنے کے عوام کو بلائیں' ان کو اپنے ساتھ شامل کریں۔ تاکہ وہ جگہ جگہ جا کر آپ کو بتائیں کہ اس علاقے میں یہ ہوا ہے' اس علاقے میں یہ ہوا ہے۔ تو میں اب بھی ان سے درخواست کرتا ہوں کہ وزیر آباد کے کاشت کار آج جس مقام پر پہنچ چکے ہیں خدارا ان پر رحم کیجیے۔ تمام وزیر آباد تحصیل calamity affected area declare کیجیے اور خود جا کر بلکہ میرے ساتھ ہر گاؤں میں چلیے اور آپ کو یہ علم ہو جائے گا کہ وہاں پر کس قدر فصلات کا نقصان ہوا ہے۔

وزیر زراعت : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں اپنے بڑے بھائی جو میرے لیے قابل احترام ہیں ہمارا ایک دوسرے سے تعلق اور ہماری آپس میں بڑی دوستی بھی ہے' میں ان کی خدمت میں نہایت ادب کے ساتھ یہ عرض کروں گا کہ وہ اس معاملے کو زیر بحث لائیں جو میرے متعلقہ ہے۔ calamity affected area declare کرنا تو وزیر مال کا کام ہے' یہ میرا کام نہیں ہے۔ یہ خود بھی وزیر قانون رہ چکے ہیں۔

راجہ خلیق اللہ خان : جناب والا! ان کا یہی کام تھا کہ یہ مجھ سے وعدے کرتے رہے کہ میں جہاز بھیجوں گا اور وہاں دوائی پھینکی جائے گی۔ کبھی کہتے تھے کہ جناب' دوائی کوئٹہ پڑی ہوئی ہے اور کبھی کہتے تھے کہ یہ کراچی پڑی ہوئی ہے۔ معلوم نہیں کہ وہ دوائی کہاں گئی' مگر یہ وزیر آباد تک نہیں آئی۔ اس حد تک تو میں درخواست کر سکتا ہوں لیکن یہ ہمارے ساتھ

تعاون تو کریں۔ ایک اور بات میں جناب والا! کو بتانا چاہتا ہوں کہ ہم مشکور ہیں وفاقی حکومت کے کہ اس نے دھان کی فصل کا اچھا بھاؤ رکھا ہے۔ لیکن ہم خود تو نہیں بک سکتے' ہماری دھان تو ختم ہو چکی ہے' فصلیں ہماری ختم ہو چکی ہیں' گندم ہماری ختم ہو چکی ہے۔ یہ وائرس کی بات کر رہے تھے' ہمارے علاقے میں وائرس تو نہیں ہے ٹوکے ضرور ہیں۔ اور ٹوکے کو ختم کرنا وزیر زراعت کی ذمہ داری ہے۔ پچھلی دفعہ بھی میں نے کہا تھا لیکن پچھلی دفعہ بھی کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ وزیر آباد کے تمام علاقے میں شیخوپورہ اور سیالکوٹ میں بھی ٹوکے کی بیماری ملے گی۔ تو میں درخواست کرتا ہوں کہ جب ہمیں دوائی کی ضرورت ہوتی ہے تو اس وقت دوائی کا سپرے کریں تاکہ اس وقت فائدہ ہو سکے۔ شکریہ۔

وزیر مال : راجہ صاحب نے آفت زدہ علاقہ قرار دینے کے بارے میں ذکر کیا ہے تو میں ان کی اطلاع کے لیے گزارش کروں گا کہ جہاں بھی سیلاب کا پانی آیا ہے ہم نے ان تمام دیہات کو وزیر اعظم کی ہدایت پر آفت زدہ علاقہ قرار دیا ہے۔

راجہ خلیق اللہ خان : میں وزیر آباد تحصیل کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں ژالہ باری ہوئی ہے' یہ ٹوکا کی بیماری ہے' تیلا کی بیماری ہے اور سیلاب بھی آچکا ہے۔ اس کو بھی آفت زدہ علاقہ قرار دیا جائے۔

جناب چیئرمین : جناب قنیانہ صاحب!

جناب ریاض قنیانہ : جناب سپیکر! آج ایک ایسی فصل کے بارے میں ہم سب پنجاب کے نمائندگان غور و فکر کر رہے ہیں کہ ٹیکسٹائل کی صنعت کی بنا پر پاکستان کی پہچان پوری دنیا میں ہے اور آج اس ٹیکسٹائل کی فصل کو اور اس کی صنعت کو شدید خطرات درپیش ہے وہ آج ہم سب کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ جناب والا! جب کپاس کی فصل کاشت کرنے کا وقت آیا تو جپسم کھاد بالکل نہیں مل رہی تھی۔ معلوم ہوا کہ تمام جپسم کھاد کی سمگلنگ سندھ کو ہو گئی ہے۔ اور جس سے بہت شدید نقصان ہوا ہے اور اس کے بعد معلوم ہوا کہ ایک نیا وائرس آگیا ہے جس سے کپاس کی فصل کو شدید نقصان پہنچ رہا ہے۔ اس موقع پر میں یہ سوال کرنا چاہتا ہوں کہ حکومت پنجاب کے بجٹ میں ریسرچ کے اداروں کے لیے کروڑوں روپے رکھے گئے ہیں' آج محکمہ زراعت کے ریسرچ ادارے کیا کر رہے ہیں؟ وائرس کو دریافت نہیں کر سکے اور

اس کے بعد اس کا توڑ دریافت نہیں کر سکے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے وزیر زراعت جو ماشاء اللہ بہت خوبصورت ہیں' بہت سمارٹ ہیں اور بہت سے حلقوں میں مقبول ہیں تو انہیں اس بات پر خاص طور پر توجہ دینی چاہیے۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت اتنی ناقص ادویات مارکیٹ میں دستیاب ہیں۔ میں خود بھی کاشت کار ہوں اور یہ میرے ذاتی علم میں ہے کہ جب فصلوں پر سپرے کیا جاتا ہے تو امریکن سنڈی جب سے امریکہ سپریم پاور بنا ہے یہ ویسے ہی نہیں مرتی اور دوسرے کیڑے مرنے کی جائے ان کی پیداوار میں اور زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس سے کاشت کار مالی بوجھ تلے بھی دبتا جا رہا ہے اور اس سے اور زیادہ بیماریاں پھیلتی جا رہی ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ زرعی قرضے جو کاشت کار غلطی سے لے بیٹھا ہے' اول تو وہ پہلے ہی کم ملتے ہیں۔ ان پر ایک سال کے لیے سود معاف ہونا چاہیے۔ اور کاشت کاروں نے کپاس کی فصل کے لیے جو قرضے لیے ہیں اس کی واپسی میں بھی ایک سال کی توسیع ہونی چاہیے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ محکمہ زراعت کو ہنگامی حالت کا اعلان کرنا چاہیے۔ جہاں جہاں کپاس کی فصل کاشت ہوئی ہے وہاں وہاں ان کے کارکن اور وزیر زراعت از خود پہنچیں اور ایسے مثبت اور عملی اقدامات ہونے چاہییں جو واقعی نظر بھی آئیں کہ واقعی یہاں پر کپاس کو نقصان پہنچنے سے پہلے اس کی حفاظت کی جائے اور اس کی چھت کی جائے۔ شکریہ!

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب والا! آج ہم جس موضوع پر بحث کر رہے ہیں وہ کپاس کے وائرس کے حملہ سے متعلقہ ہے۔ تو جناب والا! میرا تعلق بھی اسی علاقے سے ہے کہ جہاں سب سے پہلے کپاس کی وائرس کا حملہ ہوا۔ یہ بیماری پچھلے سال میرے حلقہ اقبال نگر اور میاں چنوں سے شروع ہوئی۔ جناب والا! یہ چراغ تلے اندھیرے والی بات ہے۔ کیونکہ میاں چنوں اور اقبال نگر وزیر اعلیٰ صاحب کا حلقہ بھی ہے۔ اور اسی طرف سے اس بیماری نے جنم لیا۔ تو اس بات سے بھی حکومت کی نا اہلی ثابت ہوتی ہے کہ اتنی بڑی وباء اس ملک میں اور اس صوبے میں پھیلنے دی گئی۔ اور جہاں حکومت پنجاب کے سربراہ رہتے ہیں انہوں نے ذرا پرواہ نہ کی اور اس بیماری کو پھیلنے دیا گیا۔ اور آئندہ سال یہ بیماری اور زیادہ ہو جائے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کی ناقص پلاننگ اور محکمہ کی لاپرواہی کی وجہ سے یہ اتنا زور پکڑ گئی کہ دوسرے اضلاع بھی اس کی لپیٹ میں آگئے۔

جناب والا جب محکمہ زراعت سے اس بیماری کا پتا کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ خشک موسم کی وجہ سے آئی ہے۔ جب بارشیں ہو گئیں اور اس وقت میں نے پتا کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ ایس اے۔ 12 کا حملہ ہوا ہے باقی ایم این ایس 93 یا اس کی دوسری قسمیں ہیں ان پہ اس کا حملہ نہیں ہوا۔ جوں جوں کپاس کی فصل بڑھتی گئی دیکھنے میں یہ آیا کہ یہاں نہ ایس اے 12 محفوظ ہے اور نہ ایم این ایس 93 محفوظ ہے۔ نہ کوئی گرمی سے فرق پڑتا ہے اور نہ بارشوں سے فرق پڑتا ہے۔ جناب سپیکر! آج تک یہ محکمہ کو بھی پتا نہیں چل سکا یہ کیا بیماری ہے۔ یہ کیوں آئی ہے اور اس کی کیا خرابیاں ہیں؟ ہمارے محترم بھائی دورہ انگلینڈ کی ٹیم کے ساتھ دورہ کرتے ہیں۔ لیکن یہ سوڈان بھی چلے جاتے تو بہتر تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بیماری سوڈان سے یہاں آئی ہے۔ اس اجلاس میں سیلاب کے لیے تین دن رکھے گئے تھے۔ کپاس کے وائرس سے اتنا ہی نقصان ہوا ہے جتنا سیلاب سے ہوا ہے۔ یقین کیجیے اس سے کم نقصان نہیں ہوا۔ جناب سپیکر! اگر دیکھیں کہ جو ایک ایکڑ ہم کپاس کاشت کرتے ہیں اس پہ تین ہزار سے چار ہزار روپے تک خرچ آتے ہیں' اس میں کیڑے مار ادویات اور کھاد وغیرہ شامل ہوتی ہے۔ یہ ہم اپنے پلے سے خرچ کر کے اور بنک سے قرضے لے کر ہم یہ امید رکھتے ہیں کہ جب فصل آئے گی تو جتنا بھی روپیہ ہم نے بنک سے یا دوسری جگہ سے لیا ہے وہ ہم واپس کر دیں گے۔ جناب والا! ہوا یہ ہے کہ جن کاشت کاروں نے ہزاروں بلکہ لاکھوں روپے قرضہ لیا ہے اور جس علاقے میں یہ بیماری پھیلی ہے وہ تو مالیہ بھی ادا نہیں کر سکتے اور افسوس اس بات کا ہے کہ حکومت لاپرواہی اور نا اہلی کرتی ہے کہ اگرچہ یہاں ہمارے زمیندار بھائیوں کی تعداد کافی ہے۔ لیکن اس معاملہ پر ہم ذرا بھی توجہ نہیں دے رہے۔ زمینداروں کو اتنا نقصان ہوا ہے' پھر ان علاقوں کو آفت زدہ کیوں نہیں قرار دیا جا رہا۔ اور پھر جن علاقوں میں وائرس کا حملہ ہوا ہے ان زمینداروں کو قرضے کی سہولیات نہیں دی جا رہی ہیں۔ نہ ہی ان کو کھاد میں کوئی سہولت فراہم کی جا رہی ہے' بلکہ 30 روپے فی بوری زیادہ وصول کیے جا رہے ہیں۔ تو ان حالات میں کاشت کار کیا کریں گے؟ ابھی یہاں میرے ایک بھائی نے کہا ہے کہ اس وائرس سے ٹیکسٹائل ملز والوں کو نقصان ہوگا۔ جناب سپیکر! ٹیکسٹائل ملز والوں کا کیا نقصان ہوگا؟ وہ تو کروڑوں پتی ہیں' ان کی ملیں تو 50/20/10 کروڑ روپے کی ہوتی ہیں۔ اگر ایک

سیزن میں کپاس ان کو نہیں ملے گی تو ان کو کیا فرق پڑتا ہے؟ یہ باہر سے منگوالیں گے یا پھر جو پچھلی کپاس ہے اس کو استعمال کر لیں گے۔ لیکن جس آدمی کا کل سرمایہ ہی یہی کپاس تھا اور اس نے کپاس کے پیسے وصول کر کے اپنے گھر کے اخراجات چلانے ہیں اور پھر اسی کپاس کی آمدن سے اس نے وہ قرضہ حکومت کو واپس کرنا ہے جو اس نے لیا تھا۔ جناب والا! اتنے مشکل حالات میں ہمارے کاشت کار بھائی کیسے گزارا کریں گے؟ لہٰذا میری گزارش ہے کہ ان علاقوں کو جہاں پر وائرس کا حملہ ہوا ہے آفت زدہ قرار دیا جائے' ان کے مالیے/ آبیانے معاف کیے جائیں اور یہ معافی بلا تخصیص ہونی چاہیے اور ان کو قرضے کم شرح سود پر دینے چاہئیں۔ اور اگر حکومت مناسب سمجھے تو جس طرح سیلاب زدگان کی مدد کی جا رہی ہے۔ اسی طرح ان کی بھی مناسب مدد کی جائے۔ انہی الفاظ کے ساتھ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے اتنا وقت دیا۔

چودھری محمد اعظم چیمہ : جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے ایک اہم مسئلہ پر جس کی وجہ سے ہمارے کاشت کار بھائی پریشان ہیں اظہار خیال کا موقع فراہم کیا۔ میں اپنے لیڈر جناب وزیر اعلیٰ اور محکمہ زراعت کے وزیر چودھری اقبال صاحب کا بھی مشکور ہوں کہ انہوں نے کپاس اور دھان کی فصلوں پر بیماری کے حملے پر خندہ پیشانی سے اظہار خیال کا موقع دیا ہے۔ میں اپنے ساتھیوں سے گزارش کروں گا کہ اس مسئلے کو لازمی طور پر زیر بحث لائیں اور اس کے حل کے لیے تجاویز دیں۔ جناب والا! زرعی معیشت میں صوبہ پنجاب کا زیادہ تر انحصار کپاس اور دھان کی فصل پر ہے۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ کپاس اور دھان ہماری روز مرہ زندگی کی ضروریات ہیں' بلکہ ملکی معیشت کا انحصار ہیں۔ پچھلے دنوں بدقسمتی سے ہم سیلاب کی آفت کی زد میں آئے' لاکھوں ایکڑ رقبہ زیر آب آنے کی وجہ سے بے پناہ تباہی ہوئی۔ سروے رپورٹ کے مطابق کپاس کا چار لاکھ ایکڑ رقبہ سیلاب سے تباہ ہوا اور دو لاکھ ایکڑ رقبہ دھان کی فصل کا سیلاب کی زد میں آیا۔ اور پھر بدقسمتی یہ ہوئی کہ سیلاب کے دوران یا سیلاب کے بعد کپاس کی فصل پر یہ جو وائرس کا حملہ ہوا ہے یہ ایسا شدید حملہ ہے کہ جس سے ہماری کپاس کی پکنے والی فصل کو بے انتہا نقصان پہنچا ہے۔ یہ ہماری ہمارے ماہرین اور تحقیقی اداروں کے لیے بھی ایک چیلنج ہے اور اس چیلنج کو انہیں قبول کرنا

ہوگا۔ جہاں تک حکومت کا تعلق ہے تو حکومت نے نہ صرف اس بارے میں کوشش کی ہے' بلکہ حکومت ماہرین کو اس بات کی دعوت دے رہی ہے کہ اس وائرس کی وجوہات معلوم کریں اور اس کے کنٹرول کے لیے اقدامات تجویز کریں۔ اسی طرح فصل دھان پر تیلے کا حملہ ہوا ہے۔ دھان کی فصل پر بھی سیلاب کے فوری بعد حملہ ہوا ہے۔ جناب والا! آپ کے نوٹس میں بھی یہ بات ہوگی کہ سیلاب کے بعد جو حالیہ بارش ہوئی تھی اس بروقت بارش کی وجہ سے دھان کی فصل پر تیلے کے حملے کی شدت کم ہو گئی اس طرح بہت سی فصل اس حملے سے بچ گئی۔

جہاں تک وائرس کا تعلق ہے تو کوئی بھی ماہر اس بیماری کا واضح علاج تجویز نہیں کر سکا۔ مجھے بطور سیکرٹری جنرل' ایوان زراعت پنجاب کے حوالے سے' کسانوں کا نمائندہ ہونے کے حوالے سے ماہرین سے یہ استدعا کرنی ہے کہ یہ ایک ایسا چیلنج ہے جس کے بارے میں انہیں تحقیق کرنی چاہیے اور شاید حکومت' وزیر زراعت یا وزیر اعلیٰ صاحب اس بارے میں خاص اعلان کریں تاکہ ماہرین اس پر توجہ دیں۔ میں آج اس فورم پر اپنے بھائیوں کی وساطت سے یہ اعلان کرتا ہوں کہ اگر کوئی ماہر وائرس یا تیلے کے حتمی علاج کے لیے کوئی موثر دوائی یا حل تجویز کرے گا تو ایوان زراعت کی طرف سے اس کو پچیس ہزار روپے انعام دیا جائے گا۔ خاص طور پر بین الاقوامی ماہرین جو کہ دورے پر آتے ہیں' ادویات فروخت کرتے ہیں ان کو اس بارے میں تحقیق کرنی چاہیے۔ اس تیلے کے حملے سے دھان کی فصل جس کی پیداوار 35/40 یا 45 من ہوتی تھی وہ 15 یا 20 من تک ہوئی ہے اور اس طرح لوگوں کو 20 من تک کا خسارہ ہوا ہے۔ اسی طرح کی فصل کی پیداوار 35/40 یا 50 من کے قریب ہوتی تھی وہ بھی اس وائرس کے حملے کی وجہ سے کم ہوگی اور یہ زمینداروں کے لیے خاصا نقصان کا باعث ہوگا اور اس سے ہمارے زرمبادلہ میں بھی کمی آئے گی۔ میری اپنے بھائیوں سے استدعا ہے کہ اس پر تنقید کرنے کی بجائے انہیں اس بات پر یقین رکھنا چاہیے کہ یہ ایک قدرتی آفت ہے' یہ ایک اللہ کا عذاب ہے۔ اور اس کو روکنے کے لیے صرف اور صرف ماہرین ہی کچھ کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر! میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے چند الفاظ کہنے کا موقع دیا اور انشاء اللہ

تعالیٰ جب آئندہ فصل بوئی جائے گی تو اس بارے میں کوئی نہ کوئی حل نکل چکا ہوگا اور اس بیماری پر کنٹرول کر لیا جائے گا اور کسان کو اس بارے میں کسی قسم کا خدشہ نہ ہوگا' نہ ہی کسی نقصان کا احتمال ہوگا۔ ہمارا نجی ماحول بھی بچے گا اور ساتھ ساتھ ہماری اکانومی بھی بچے گی۔ شکریہ۔

چودھری محمد حنیف : شکریہ۔ جناب سپیکر! بلاشبہ میں کسان نہیں ہوں اور ایک شہری علاقے سے تعلق رکھتا ہوں۔ لیکن اس کے باوجود میرے جذبات میرے احساسات اپنے ان کسان بھائیوں کے ساتھ ان کاشت کاروں کے ساتھ ہیں جن کی زندگی کی کمائی ضائع ہو رہی ہے اور جناب والا! پاکستان کپاس کی export میں نمبر 2 پر ہے اور اس کے مد مقابل امریکہ ہے۔ میں یہاں اس ہاؤس میں یہ کہنا چاہوں گا کہ اس میں امریکہ کی سازش کا حصہ بھی شامل ہے' کیونکہ وہ یہ نہیں چاہتا کہ پاکستان کی export بڑھے۔ شاید اس میں امریکہ نے بھی کوئی ایسی حرکت کی ہو جس کی وجہ سے ہمیں یہ نقصان ہو رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں کے لیے بھی خدا سے معافی مانگنی چاہیے۔ اور کسانوں کے ساتھ یہ جو سود کی لعنت لگی ہوئی ہے۔ جس سے وہ نسل در نسل ان قرضوں کے نیچے دبے رہتے ہیں۔ کہیں یہ اس بات کا عذاب نہ ہو' لہٰذا اس سے بھی ان کسانوں کو نجات دلائی جائے اور ان کے ساتھ ہونی والی زیادتیوں اور نقصان کا ازالہ کیا جائے۔ آبیانہ اور مالیے کو معاف کیا جائے۔ میں اختصار کے ساتھ یہ کہوں گا کہ جتنا بھی اس وقت وائرس سے نقصان ہوا ہے' اسے پورا کیا جائے اور اس کے بارے میں ایک شعر میں کہنا چاہوں گا کہ۔

جس کھیت سے دہقان کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

جناب سپیکر! ضرورت اس بات کی ہے کہ کسان کے ساتھ ہمدردی کی جائے اور اس کو صحیح معنوں میں ملاوٹ سے پاک بیج دیا جائے۔ یہ حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ اسے صحیح کھاد سپلائی کرے صحیح بیج دے اور انہیں بلا سود قرضے دے تاکہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں اور اس کے ساتھ ہی ملک میں جو باقی وائرس پھیلی ہوئی ہے اس کا بھی علاج کیا جائے اور خاص طور پر بیوروکریسی اس ملک کو تباہی کی طرف لے جا رہی ہے۔ میں اس طرف کچھ

اشارہ کرنا چاہتا ہوں کہ راولپنڈی ریلوے اسٹیشن میں وائرس پھیلا ہے اور وہ وائرس بلور صاحب نے پھیلایا ہے۔ اس وائرس کا بھی بندوبست ہونا چاہیے۔وہ وائرس زیادہ خطرناک ہے اور جو لوگ کہتے ہیں کہ اگر کالا باغ ڈیم بنایا تو ہم اسے ہم سے اڑا دیں گے' اس وائرس کا بھی علاج اور بندوبست ہونا چاہیے۔ پچھلے اجلاس میں' میں نے بھی کالا باغ ڈیم پر قرار داد دی تھی اور یہ ضرورت ہے کہ اس قسم کی خطرناک اور مہلک وائرس کو حکومت قابو کرے۔ شکریہ' جناب والا!

جناب چیئرمین : شکریہ' چودھری صاحب! اس تحریک التوائے کار پر بحث کے لیے ایک گھنٹے کا وقت مقرر کیا گیا تھا جو اب ختم ہو چکا ہے۔ آدھا گھنٹہ اور بڑھایا جاتا ہے۔ اب میں ملک سرفراز صاحب سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔

ملک سرفراز احمد : شکریہ' جناب سپیکر۔ جناب والا!وائرس فصلات کے لیے کینسر کی حیثیت رکھتا ہے۔ خطہ پاکستان میں وائرس سے متاثرہ پہلا پودا 1967ء میں دیکھا گیا۔ اس وقت کاٹن انسٹی ٹیوٹ ملتان کے ڈائرکٹر ڈاکٹر محبوب نے اس کو شناخت کیا اور اسی وقت سے انہوں نے اس پر ریسرچ شروع کر دی۔

کہ یہ کہاں سے آیا کیسے اور اس کا علاج کیا ہے؟ ابھی میرے دوستوں نے ذکر کیا کہ حکومت اس کے لیے جلد سے جلد تحقیق کا بندوبست کرے اس کو روکا جائے۔ حکومت اس پر سو رہی ہے اس نے کچھ نہیں کیا۔ میں مختصرا عرض کروں گا' چونکہ اس کی تفصیل وزیر زراعت بیان کریں گے۔ یہ وائرس ایک post ہے جسے white fly کہتے ہیں' سفید مکھی کے نام سے موسوم ہے۔ سفید مکھی اس کا vector ہے۔ پاکستان کو فخر حاصل ہے کہ پاکستانی سائنسدانوں نے اس vector کو معلوم کیا۔ بیرونی ممالک میں کم و بیش 20 سال سے زیر تحقیق ہے کہ اس کا vector کیا ہے' یہ کیسے پھیلی اور اس کا علاج کیسے کیا جائے۔ ڈاکٹر نیلسن جن کو یہاں پاکستان میں بھی بلایا گیا وہ 1990ء میں یہاں تحقیق کرتے رہے۔ پھر یہی جواب دے کر چلے گئے کہ ابھی اس کی تحقیق باقی ہے' ہم وہاں پر green houses بنائیں گے' لیبارٹریز بنائیں گے' اس کے بعد determine کریں گے کہ یہ وائرس کس سے پھیلا ہے۔ مختصرا یہ عرض ہے کہ ہمارے زمیندار دوست بھی اپنا کردار ادا کر کے اس وائرس کو روک سکتے

ہیں۔ اس میں موسم کا تعلق بھی ہے اس میں اس کے ماحول کا تعلق بھی ہے۔ یہ زیادہ تر boast plant کے ذریعے پھیلتی ہے۔ جس وقت کپاس کی فصل ختم ہوگی یہ یہاں سے اڑ کر جو پودے وہاں کھڑے ہیں ان میں پناہ لے گی اور اگلے سال اس کے پروانے بنیں گے' انڈے بنیں گے اور وہاں سے بچے پیدا ہو کر حملہ کریں گے۔

جناب والا! جہاں تک اس کی تحقیق کا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ گورنمنٹ کا احسان ہے کہ اس کو بہت جلدی تحقیق کے زمرے میں لاکر اس کا علاج ڈھونڈ رہے ہیں کہ آیا اس کے لیے ایسی varieties ڈھونڈی جائیں جن پہ اس کا حملہ نہ ہو یا ایسی دوائیں ڈھونڈی جائیں جن کا اس پر سپرے کر کے سدباب کیا جائے۔ اب تک ساری دنیا میں جنہوں نے ہم سے 20 برس پہلے یہ تحقیق شروع کی تھی کوئی بھی اس کا علاج نہیں ڈھونڈ سکے۔ لیکن امید ہے کہ پاکستان میں ریسرچ والے آئندہ سال تک ہمیں کوئی نہ کوئی جواب دے دیں گے۔ اب تک ہمارے ہاں کاٹن انسٹی ٹیوٹ ملتان دوسرا ایوب ریسرچ سنٹر فیصل آباد میں ریسرچ ہو رہی ہے اور پاکستان ایگریکلچر ریسرچ کونسل اسلام آباد والوں نے بھی اس کے spasms منگوائے ہیں اور اس پہ تحقیق کر رہے ہیں۔ یہ determine ہو گیا ہے۔ دنیا بھر والے نہیں کر سکے۔ لیکن پاکستان کے ریسرچ اداروں نے کر دیا ہے کہ اس کے جو boast plant ہیں' گڑھل ہے بھنڈی توری ہے تاندلا ہے اور سن کبڑا ہے۔ یہ کپاس کے بعد ان پر جا کر پرورش پاتے ہیں اور اس کے بعد پھیلتے ہیں۔ جہاں تک تحقیق ہوئی ہے اس میں یہ بات بھی سامنے آئی ہے۔ یہ مایوسی کی بات نہیں ہے۔ میرے بھائی لنگڑیال صاحب نے فرمایا تھا کہ کپاس ختم ہو جائے گی ان شاء اللہ کپاس ختم نہیں ہوگی۔ سائنسدانوں نے اس پہ تحقیق کر لی ہے۔ اس وقت آپ کی دو ورائٹیز ایس' 12 اور سی آئی ایل 70' جو سب سے زیادہ susceptible ہیں گورنمنٹ تو یہی کر سکتی تھی کہ یہ ورائٹیز آپ کاشت نہ کریں۔ میرے علم میں ہے کہ پچھلے سال گورنمنٹ نے کہا تھا کہ آپ ایس 12 اور سی آئی ایل 70 کاشت نہ کریں' چونکہ یہ وائرس کے لیے زیادہ susceptible ہیں' آپ کا نقصان ہوگا۔ لیکن زمیندار بھائیوں نے اس کو کاشت کیا۔ اس سال جو ہمیں رپورٹ ملی ہے اس میں سب سے زیادہ یعنی 56 فی صد کے قریب وائرس ایس 12 پر ہے اور سی آئی ایل 70 پر ہے جس کے مقابلے میں 109' اور

240' ایسی اقسام ہیں جن پر وائرس کا حملہ نسبتاً کم ہے۔ جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے اپنے کسان بھائیوں تک یہ بات پہنچانا چاہتا ہوں کہ آپ محکمہ کے ساتھ رابطہ رکھیں' وائرس کا علاج موجود ہے اور وہ وائرس سے بچ سکتے ہیں۔ ان شاء اللہ کپاس کاشت ہو گی اور ملک کی economy کے لیے جو فائدہ پہنچا رہی ہے وہ ان شاء اللہ پہنچاتی رہے گی۔

(اس مرحلے پر جناب سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے اپنے بھائیوں تک ایک اور بات پہنچانا چاہتا ہوں کہ جس کا ذکر میرے بھائی قمیانہ صاحب نے بھی کیا ہے کہ سنڈیاں مرتی نہیں۔ جناب والا! بہت سی multi-national companies اس وائرس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لیے انہوں نے ایک پراپیگنڈہ کیا ہے۔ چار پانچ دوائیں جو میرے نوٹس میں ہیں وہ میں آپ کی خدمت میں عرض کر دیتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ دوائیاں وائرس پر کنٹرول کرتی ہیں۔ جہاں تک میں نے پڑھا ہے سنا ہے یا کچھ دوستوں نے بتایا ہے' وائرس کے کنٹرول کے لیے کوئی دوائی نہیں ہے۔ صرف زمیندار کو بے وقوف بنایا جا رہا ہے یہ دوائیاں۔

1. Control.
2. Promit.
3. Confidor.
4. Tamik.
5. Solvirex.

کوئی دوست استعمال نہ کرے۔ اس سے وائرس کا کوئی علاج نہیں ہوگا۔ صرف ایک علاج ہے۔ وائرس کے لیے wthite fly اس کا protector ہے۔ جب کپاس کی کاشت کا موسم شروع ہوتا ہے اور کپاس اگتی ہے white fly کو ختم کیجیے آپ کی کپاس وائرس سے محفوظ رہے گی۔ رہا قصہ نقصان کا' نقصان ہوا ہے۔ لیکن اتنا زیادہ نقصان نہیں ہوا جس کا ہم شور سن رہے ہیں۔ کئی دوستوں کا واقعی نقصان ہوا ہے جن کی چار ایکڑ تھی اس میں ایک وائرس نے صاف کر دی۔ اس کے لیے میری استدعا ہوگی کہ وزیر مال موجود ہیں' متاثرہ افراد کو ریونیو کے مطابق جو ان کو معافی ہوتی ہے آبیانہ وغیرہ کی وہ ان کو دینی چاہیے۔ یہ ان کا حق ہے اور ساتھ

قرضے کی سہولت بھی دی جائے۔ جنہوں نے گندم کاشت کرنی ہے ان کو وہاں سے آمدن نہیں ہوگی وزیر زراعت کے توسط سے وفاقی حکومت سے میری استدعا ہوگی کہ ہمارے جو ادارے ریسرچ کر رہے ہیں ان کے لیے جتنے بھی فنڈز مہیا کیے جائیں وہ کم ہوں گے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر : تو اب اس بارے میں وزیر زراعت چودھری محمد اقبال اظہار خیال فرمائیں گے۔

وزیر زراعت : جناب سپیکر! ۲۰۔ب والا نے مجھے بھی موقع فراہم کیا ہے' اس پر آپ کا شکر گزار ہوں۔ جناب سپیکر! فاضل دوستوں کی فاضلانہ رائے اور ماہرانہ رائے جیسا کہ ڈاکٹر خاور علی شاہ نے' ملک سرفراز صاحب جو کہ وزیر اعلیٰ پنجاب کے مشیر بھی ہیں' ریاض فتیانہ صاحب جو کہ میرے معزز ساتھی ہیں ان کی تقاریر بھی میں نے سنیں اور میرے علم میں اضافہ ہوا اور مجھے ان سے بڑی رہ نمائی حاصل ہوئی۔ جناب والا! کچھ گزارشات میں جناب والا! کی وساطت سے معزز ایوان کی خدمت میں عرض کرنا چاہوں گا۔ یہاں پر دوستوں نے فرمایا کہ محکمہ زراعت کا ریسرچ ونگ کچھ نہیں کر رہا۔ جناب والا! اس معزز ایوان کے کافی ممبران کپاس کے کاشت کار ہیں' اگر میں کوئی غلط بات کر دوں تو وہ بے شک مجھے ٹوک دیں اور انہیں مجھے ٹوکنے کا پورا حق حاصل ہے۔ جناب والا! میں نے خود دیکھا ہے کہ صوبہ پنجاب میں فی ایکڑ پیداوار دس من سے زیادہ نہیں ہوا کرتی تھی۔ یہ صرف ماہرین زراعت کی کوشش ہے کہ آج کل ہم چالیس پچاس اور ساٹھ من تک بھی کپاس حاصل کر رہے ہیں۔ اس میں اگر ماہرین کی کاوش بروئے کار نہیں لائی گئی تو پھر اتنا اضافہ کہاں سے آگیا ہے؟ یہ نئی نئی کپاس کی اقسام کہاں سے آگئی ہیں؟ جناب والا! میں یہ کہوں گا کہ خدانخواستہ کوئی ایسی بات نہیں کہ ماہرین زراعت اس سلسلے میں کوئی کوتاہی کر رہے ہیں۔ لیکن کچھ آفات جو آسمانی ہوتی ہیں اور کچھ بیماریاں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کا دنیا میں علاج دریافت نہیں ہوا۔ وہ ممالک جو دنیا میں بہت زیادہ وسائل رکھتے ہیں' انتہائی ترقی یافتہ ہیں اور ان کی ریسرچ پر اربوں روپے خرچ ہوتے ہیں وہ بھی آج تک وائرس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکال سکے۔ اور وائرس کا علاج دریافت نہیں کر سکے۔ مثلاً سوڈان میں انہوں نے کپاس کو کاشت کرنا ہی بند کر دیا تھا اور اس کا کوئی علاج نہیں ڈھونڈ سکے تھے۔ اسی طرح کی مثالیں باقی ممالک میں بھی ملتی ہیں۔

جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے' اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے صوبہ پنجاب میں کاٹن کا جو break through ہوا ہے اس کی مثال تو پوری دنیا میں نہیں ملتی۔ کاٹن میں اتنی پیداوار بڑھی ہے کہ پاکستان پوری دنیا میں کپاس کی پیداوار میں دوسرے نمبر کا ملک بن گیا ہے۔ جناب والا! یہ فصل نہ صرف کاشت کاروں کی معیشت کو سہارا دیتی ہے' بلکہ پورے ملک کی معیشت کا ایک بہت بڑا سہارا ہے۔ اس سے ہم زرمبادلہ حاصل کرتے ہیں' بلکہ پچاس ہزار مزدور بھی بالواسطہ یا بلا واسطہ اس انڈسٹری سے وابستہ ہیں۔ اس اہم مسئلے پر حکومت کبھی یہ برداشت نہیں کرے گی کہ اس کے ماہرین خدانخواستہ کسی قسم کی کوتاہی کے مرتکب ہوں۔ جناب والا! آپ سے اپیل کروں گا اور عرض کروں گا کہ یہ پہلی دفعہ 1991ء میں وباء کی صورت میں ملک میں پھیلی۔ اس سے پہلے بھی یہ بیماری موجود تھی' وائرس موجود تھا' لیکن معمولی حد تک موجود تھا۔ لیکن 1991ء میں اس نے وباء کی صورت اختیار کی اور اس سے 35 ہزار ایکڑ رقبہ متاثر ہوا۔ 1992ء میں 2 لاکھ 44 ہزار ایکڑ رقبہ اس کی زد میں آگیا۔ اس پر میں نے اسی وقت جناب وزیر اعلیٰ پنجاب سے گزارش کی اور انہوں نے اسی وقت اس پر ایک کمیٹی تشکیل دی اور عملی اقدامات اٹھانے کا فیصلہ کیا۔ جناب والا! اس میں زرعی اداروں کے ماہرین شامل ہوئے۔ جس میں ادارہ فیصل آباد' نایاب' اور پاکستان کسان کمیٹی' متاثرہ علاقے کے کاشت کاروں کو ملا کر ہم نے کمیٹیاں بنائیں تاکہ وہ اس پر غور و خوض کریں اور یہ دیکھیں کہ اسے کس طرح سے وائرس سے چھایا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر ایم۔ آر۔ نیلسن جو امریکہ کی ایری زونا یونیورسٹی میں پلانٹ پیتھالوجی کے پروفیسر ہیں ان کو پاکستان میں بلایا گیا اور ان کے تجربات سے ہم نے فائدہ اٹھانے کے لیے 3 اکتوبر 1991ء کو پورے پنجاب کا دورہ کروایا اور مختلف علاقوں میں پنجاب کی فصل کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا اور میکسیکو ایری زونا میں بھی اسی طرح کی بیماری دیکھی گئی اور پاکستان میں جو صورت حال انہوں نے دیکھی اس پر انہوں نے نمونہ جات بھی حاصل کیے اور پھر انہوں نے سوڈان کی مثال بھی ہمیں سنائی اور اس کی قوت مدافعت رکھنے والی دو اقسام انہوں نے دریافت کی ہیں۔ لیکن اس میں سوڈان کو 15 سال کا عرصہ لگا۔ اس لیے یہ کوئی معمولی بات تو ہے نہیں جس کا ایک دن میں رزلٹ نظر آ جائے۔ اس کے علاوہ جو ہم نے کاوشیں کی ہیں وہ بھی میں آپ کے گوش گزار کرنا چاہوں گا۔

ماہرین کپاس کو ہم نے سوڈان میں بھیجا ہے۔ تاشقند میں بھیجا ہے اور فرانس میں ایک جگہ مونو پلیر ہے وہاں بھی بھیجا ہے۔ انگلینڈ میں بھی ایک لیبارٹری ہے وہاں بھی ہماری ٹیمیں گئی ہیں اور اس کی تحقیقات میں بھرپور حصہ لے رہی ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اللہ کے فضل و کرم سے جو بھی نتائج وہ وہاں سے لے کر آئیں گے اس سے پورے ملک اور قوم کو فائدہ پہنچے گا۔

جناب سپیکر! یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اس پر کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا۔ اس پر بھی مجھے یہ کہنے کی اجازت دی جائے۔ تین چار طریق کار جو ماہرین نے شروع کیے ہیں وہ میں آپ کی خدمت میں گوش گزار کرتا ہوں ایک تو پیوند کاری کا طریقہ ہمارے ماہرین نے نکالا ہے کہ جو بیمار پودا ہے اس کو تندرست پودے کے ساتھ پیوند کر کے رزلٹ دیکھا جائے اور اگر اس کو ہم علیحدہ کرتے ہیں تو کس پودے پر یہ کس طرح سے اثر انداز ہوتا ہے' کس va-riety کے اوپر یہ کس طرح سے اثر انداز ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اس بات کی بھی identifi-cation کی گئی کہ یہ وائرس ہے کیا؟ جناب والا! ہمارے ماہرین مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے یہ دریافت کر لیا ہے کہ یہ جینی وائرس ہے اور اس وائرس کا ابھی تک علاج تو پوری دنیا میں دریافت نہیں ہو سکا۔ ہمارے ماہرین اس پر کوشش کر رہے ہیں اور ان کے علم سے استفادہ حاصل کر رہے ہیں کہ اس کا کوئی علاج دریافت کیا جائے۔ پھر ایک اور طریقہ بھی نکالا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ بیماری کے متبادل جو میزبان پودے ہیں ان کی شناخت کی جائے کہ کون سے پودے اسے زیادہ قبول کرتے ہیں۔ پھر زیادہ قوت مدافعت والی اقسام پر بھی پوری ریسرچ کی جا رہی ہے کہ کون سی ایسی اقسام ہیں جن میں یہ بیماری کم حملہ آور ہوتی ہے۔ ان میں جناب سپیکر! ایف۔ ایچ۔ 682' سی۔ ایم 240' سی۔ این 109' ایم۔ این۔ ایچ 147 ایم۔ این۔ ایچ 93 اور نایاب قابل ذکر ہیں۔ ان اقسام کی کاشت زیادہ بیماری والے علاقوں میں مفید ثابت ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ جناب سپیکر! سارا زور اس بات پر لگایا جا رہا ہے کہ قوت مدافعت رکھنے والی اقسام کی مزید دریافت کی جائے۔ جس طرح میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ یہ بڑا لمبا عمل ہے اور اس میں کافی عرصہ لگتا ہے۔ ہمارے ماہرین کی یہ کوشش قابل قدر ہے کہ یہ تقریباً دو سال میں نئی اقسام کا روپ دھار لیں گی' یہ تمام تین چار قسمیں جو میں نے ابھی عرض کی ہیں۔ اس کے علاوہ جناب سپیکر! ایل۔ آر 51 اور ایل۔ آر

66 ہے۔ اس کے علاوہ ایل۔ آر۔ ایکس ہے جو قوت مدافعت رکھنے والی اقسام ہیں اور یہ اقسام مخلوط نسل کشی کے لیے استعمال کی گئی ہے۔ جناب سپیکر! وائرس پر کنٹرول کے لائحہ عمل میں سی۔ این۔ 70 اور ایس۔ 12' ایسی دو اقسام ہیں جو بہت زیادہ متاثر ہوئی ہیں۔ اس کے اوپر بھی ہمارے ماہرین تحقیق کر رہے ہیں کہ ان کو اس علاقے میں جہاں پر بیماری بہت زیادہ ہے، وہاں پر discourage کیا جائے۔ اور وہاں پر نئی اقسام سامنے لائی جائیں جو resistant variety ہیں۔ اس کے علاوہ کاٹن کنٹرول ایکٹ پر مکمل عمل درآمد کرتے ہوئے کپاس کی خطہ بندی کی جائے۔ پھر ہم جناب والا! زمینداروں کو تاکیداً عرض کرتے ہیں کہ وہ جدید طریقہ کار کاشت اپنائیں اور بیماری سے متاثرہ علاقوں میں بھی انتظامی امور پر بھرپور توجہ دیں۔ اس سلسلے میں' میں عرض کروں گا کہ جن زمینداروں نے اچھی مینجمنٹ کی ہے' شاید ملتان کے ہمارے کوئی دوست تشریف رکھتے ہیں تو میں آپ کے سامنے ایک مثال پیش کروں گا۔ ہمارے ایک دوست ہیں اظہر خان خاکوانی ان کی پچھلے سال 100 ایکڑ کپاس اس وائرس سے تباہ ہو گئی تھی۔ اس دفعہ انہوں نے بیسٹ مینجمنٹ کی ہے۔ میں نے خود ان کا فارم جا کر دیکھا ہے ان کے کوئی 400 ایکڑ کے فارم ہیں اگر patches میں آپ دیکھیں تو دو ایکڑ بھی آپ کو ایسی فصل نظر نہیں آئے گی جو پوری طرح سے متاثر ہوئی ہو۔ دو ایکڑ میں تھوڑے سے patches نظر آئے ہیں' باقی 400 ایکڑ انہوں نے محفوظ کر لیا ہے اور یہ صرف بیسٹ مینجمنٹ کی وجہ سے ہوا ہے۔ جناب والا! جہاں پر بیسٹ مینجمنٹ ہوتی ہے وہاں پر بیماری کا حملہ کم ہوتا ہے جیسے جس آدمی میں قوت مدافعت زیادہ ہو اس کو یہ وائرس کی بیماریاں جیسے انفلوئنزا اور زکام وغیرہ بہت کم ہوتی ہیں۔ اس لیے قوت مدافعت بڑھانا بہت ضروری ہے' اس لیے ہمارے ماہرین تمام زمینداروں سے اس بات کی سفارش کرتے ہیں کہ جب تک آپ قوت مدافعت نہیں بڑھائیں گے اس وقت تک اس بیماری کا علاج نہیں ہو سکے گا۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ کھاد' سپرے اور بروقت پانی دینا اور جڑی بوٹیوں کی تلفی کرنا pre-ventive measures میں سب سے اچھا علاج ہے۔ ہمارے ڈاکٹر ظفر الطاف ہیں۔ اگر میں ان کا ذکر نہ کروں تو بات مکمل نہیں ہوگی وہ ہمارے چیئرمین ہیں۔ انہوں نے اس پورے

علاقے کا دورہ کیا ہے اور اس کے اوپر وہ پوری ریسرچ کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارے پنجاب کے جتنے ماہرین ایوب ریسرچ میں ہیں۔ اور کاٹن ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ملتان کے تمام ماہرین کو ساتھ لے کر متاثرہ علاقوں کا میں نے خود بھی دورہ کیا ہے۔ اس وقت جناب خاور علی شاہ صاحب تشریف لے گئے ہیں' ورنہ میں ان کی خدمت میں عرض کرتا۔ ماہرین نے ایک ایک پودے کو دیکھ کر وہاں سے نمونہ جات حاصل کیے ہیں اور وہ تمام لیبارٹری میں بھیجے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب فرما رہے تھے کہ ریسرچ والوں کے پاس مائیکرو سکوپ نہیں ہے۔ لیکن جناب والا! میں عرض کروں گا کہ ایسی صورت حال بالکل نہیں ہے۔ اس پر حکومت پوری تن دہی سے کوشش کر رہی ہے کہ اس کا علاج نکالا جائے اور کپاس کی فصل جو ہماری معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے اس کو بچایا جائے۔ جناب والا! میں آپ کے توسط سے پورے ایوان کو یقین دلاتا ہوں کہ اس سلسلے میں کوئی کوتاہی ہماری طرف سے نہیں ہوگی۔ دوسری بات جو علاقے سے متعلقہ بھی ہے دھان کے بارے میں عرض کرنی ہے' میرے ایک فاضل دوست جو ابھی ابھی چلے گئے ہیں گلہ کر رہے تھے کہ فلاں علاقے میں سپرے ہوا ہے مگر ہمارے علاقے میں نہیں ہوا۔ جناب والا! آپ اس بات کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں کہ وفاقی حکومت نے پچھلے سال 5 لاکھ ایکڑ رقبے پر سپرے منظور کیا تھا اور اس سال دس لاکھ ایکڑ رقبے کے لیے منظوری ملی ہے۔ جب بیس پچیس لاکھ ایکڑ رقبہ ہو' تین چار اضلاع میں چاول کاشت ہوتا ہے اس میں سے اگر دس لاکھ ایکڑ سپرے کرنا ہو تو low lying area جہاں پر یہ بیماری زیادہ ہوتی ہے اس کو منتخب کیا جاتا ہے۔ جناب والا! اس میں اگر کوئی دوست رہ جاتے ہیں تو یہ کوئی قابل گلہ بات نہیں کیونکہ اگر چودہ سال کے بعد حکومت پنجاب نے وفاقی حکومت سے سپرے کے پروگرام کا دوبارہ اجراء کروا دیا ہے۔ تو بجائے اس کے کہ اس کی داد دی جائے اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ جی فلاں کی فصل سپرے ہوئی ہے فلاں کی نہیں ہوئی۔ جناب والا! یہ تو مناسب بات نہیں اس کو اگر کم از کم سراہا نہ جائے تو اس پر پھر اس قسم کی تنقید بھی نہیں ہونی چاہیے۔ یہ تو وسائل کے مطابق ہے۔ اگر ہمیں پورے بیس لاکھ ایکڑ کی اجازت ہو جاتی تو پھر اس صورت میں کسی بھی دوست کا دھان کا ایک ایکڑ بھی باقی نہ رہ جاتا۔ اور جناب والا! یہ دھان کی بیماری تیلے کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔

اس میں واقعی جہاں کوئی کامیابی حاصل نہ ہو میرے خیال میں اس کا اقرار کرنا اچھی اور خوبی کی بات ہوتی ہے۔ یہ اس دفعہ تیلے کی بیماری خلاف توقع ہوئی۔' اس بیماری کو موسمی حالات ساز گار ملے اور یہ بیماری اس دفعہ دھان کی فصل پر بہت شدت سے آئی۔ اور لوگوں کے ہاتھوں سے' وہ کیا کہتے ہیں کہ روٹی پکی پکائی نکل جاتی ہے۔ اس طرح چاول کی تیار شدہ فصل تیلے کی بیماری کی وجہ سے تباہ ہوئی ہے۔ وہ اتنی تو نہیں پھیلی۔ لیکن جہاں جہاں بھی پھیلی ہے اس نے بڑی تباہی و بربادی کی ہے' اس لیے کہ ہماری پہلے سے تیاری نہ تھی کہ یہ تیلے کی بیماری بھی پڑ سکتی ہے۔ میں یہ برملا اقرار کرتا ہوں کہ اس میں اس حد تک کوتاہی ہے کہ اس کو ہم نے پہلے سے نہیں لیا کہ وہ بیماری بھی چاول پر آ سکتی ہے میں ان شاء اللہ پورے معزز ایوان کو یقین دلاتا ہوں کہ آئندہ سے اس کو بڑی سنجیدگی سے فیک اپ کیا جائے گا۔ اس کا علاج سوچ کر بروقت دوائی کا انتظام اور اس پر سارے پروگرام بروقت کیے جائیں گے تاکہ آئندہ اس سے دھان کی فصل کو محفوظ رکھا جائے۔ اس کے ساتھ ہی جناب والا! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے موقع عنایت فرمایا۔ شکریہ۔

حاجی ملک گلاب خان : نام تو نہیں دیا' اسی لیے میں آخر میں رہ گیا ہوں۔ وائنڈ اپ تو چیف منسٹر صاحب کریں گے ناں۔

جناب سپیکر : نہیں' چیف منسٹر صاحب نہیں کریں گے۔ یہ تو وئنڈ اپ ہو گئی ہے۔ اس پر بحث وزیر زراعت نے وائنڈ اپ کر دی ہے۔

حاجی ملک گلاب خان : اگر ایک منٹ کے لیے اجازت دی جائے تو میں اس کے لیے دوائی پیش کر سکتا ہوں۔ جناب سے ایک منٹ کی مہلت مانگتا ہوں۔ وزیر زراعت صاحب نے اللہ کا نام لیا ہے اس ضمن میں عرض کر دینا چاہتا ہوں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : پوائنٹ آف آرڈر ملک اقبال احمد خان لنگڑیال۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب والا! جب کوئی بھی تقریر وائنڈ اپ کر دی جائے تو اس کے بعد کسی کو بھی کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ اس پر بات کرے؟

جناب سپیکر : جی' آپ کا پوائنٹ آف آرڈر درست ہے۔ ملک اقبال احمد صاحب کا پوائنٹ

آف آرڈر درست ہے۔ حاجی صاحب' میرے خیال میں میں اب آپ مہربانی فرمائیں اور تشریف رکھیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج اس تحریک التوائے کار پر بڑی مفید بحث ہوئی ہے۔ اور سب صاحبان نے contribute کیا ہے۔ یہ بلاشبہ پنجاب بھر کے کاشت کار کی خوش حالی اور ملک کی economy کا مسئلہ ہے۔ میں اس پر کوئی اظہار خیال نہیں کرنا چاہتا لیکن کاٹن کے کاشت کار ہونے کے حوالے سے میں بھی یہ محسوس کرتا ہوں کہ یہاں پر جو اظہار خیال کیا گیا ہے۔ اور اس وائرس کے بارے میں معزز اراکین نے ملک سرفراز صاحب نے اور آخر میں وزیر زراعت چودھری محمد اقبال نے جو اظہار خیال کیا ہے ان کی آراء قیمتی ہیں۔ اور اس سے توقع کی جا سکتی ہے کہ اس سلسلے میں کوئی مثبت پیش رفت ہوگی۔ اس میں میں صرف یہ add کرنا چاہتا ہوں کہ حکومت کو اس سلسلے میں مؤثر اقدامات کرنے چاہئیں کہ کاشت کار طبقے کو یہ یقین دلایا جائے کہ اگلی کاٹن کی فصل میں وائرس کو کنٹرول کیا جائے گا۔ اور حکوت اس سلسلے میں انتہائی مؤثر اقدامات کر رہی ہے۔ ورنہ اس بات کا احتمال ہو سکتا ہے کہ کاشت کار طبقہ وائرس کے خوف سے' ایک تو وائرس damage کرے گی' اور دوسرا وہ اس کے خوف سے کاٹن کو کاشت نہ کرے۔ کیونکہ یہ نقصان اتنا بڑا نقصان ہے جو کہ کاشت کار کے لیے ناقابل تلافی ہے۔ اس سلسلے میں بھی حکومت کو مؤثر اقدامات کرنے ہوں گے' پبلسٹی کے ذریعے کہ حکومت نہایت مؤثر کارروائی کر رہی ہے اور وہ ہر حالت میں اس کو کنٹرول کرے گی تاکہ کاشت بھی ہو جائے اور پھر وائرس پر کنٹرول بھی ہو جائے۔ میرا خیال ہے کہ اب ٹائم ہو چلا ہے اگر قانون سازی شروع بھی کریں تو لاء منسٹر صاحب! میرا خیال ہے کہ آج فائدہ نہیں ہے کیونکہ نو(9.00)بجنے میں پانچ منٹ ہیں۔ اس لیے اس کو اب ملتوی کرلیں اور قانون سازی کو اگلے روز پہ لے جائیں۔ تو اجلاس کل صبح نو بجے تک کے لیے ملتوی ہوتا ہے۔

# صوبائی اسمبلی پنجاب

## (صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس)

پیر' 26۔ اکتوبر 1992ء

(دوشنبہ' 28۔ ربیع الثانی 1413ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز لاہور میں صبح 9 بج کر 33 منٹ پر منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید مشتاق علی نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم O

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝ وَ
لَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ
صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝

سورۃ الماعون آیات 1 تا 7

بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جو (روز) جزا کو جھٹلاتا ہے O یہ وہی (بدبخت) ہے' جو یتیم کو دھکے دیتا ہے O اور فقیر کو کھانا کھلانے کے لیے (لوگوں کو) ترغیب نہیں دیتا O تو ایسے نمازیوں کی خرابی ہے O جو نماز کی طرف سے غافل رہتے ہیں O جو ریاکاری کرتے ہیں O اور برتنے کی چیزیں عاریتاً نہیں دیتے O

وما علینا الا البلاغ O

# نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جناب سپیکر: آج ہمارے پاس جو business ہے اس میں وقفہ سوالات ہو گا پھر Call Attention Notice ہے' تحاریک استحقاقات اور تحاریک التوائے کار ہیں۔ اس کے بعد قانون سازی ہو گی' قانون سازی کے لیے ہمارے پاس دو بل ہیں۔ وقفہ سوالات شروع کرتے ہیں۔ محکمہ امداد باہمی کے سوالات ہیں۔ رانا اکرام ربانی خان صاحب۔ next رانا اکرام ربانی صاحب۔ next چودھری محمد فاروق صاحب۔ next میاں محمود احمد صاحب۔

ایک معزز ممبر: On his behalf

جناب سپیکر: میاں محمود احمد صاحب بڑی باقاعدگی سے سوالات بھیجتے ہیں' میں نے دیکھا ہے کہ وہ سیکرٹریٹ کو سوالات بھیجنے میں اتنے punctual ہیں کہ تقریباً ہر واقفہ سوالات میں ان کے سوالات سرفہرست ہوتے ہیں۔ میں ان کے سوالات کی پیروی کرنے پر comment نہیں کرنا چاہتا' لیکن میں اس کو entertain نہیں کرتا۔ I am sorry

میاں منظور احمد موہل: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! آپ نے بالکل ٹھیک نشان دہی کی ہے کہ ہمارے بعض فاضل اراکین سوالات دینے میں تو بڑی پابندی کرتے ہیں اور بڑی دلچسپی لیتے ہیں۔ لیکن جب اس سوالات پر حکومت اپنا جواب دیتی ہے اور اس پر پوسٹ مارٹم کا وقت آتا ہے اور جب ضمنی سوالات کیے جاتے ہیں تو وہ قطعاً نہیں آتے۔ میں بڑے ادب سے گزارش کروں گا کہ وہ میرے خیال میں سوالات اس لیے دیتے ہیں کہ بغیر کسی محنت کے ان کے سوالات کا ہیڈنگ لگ جاتا ہے اور اخبارات میں آ جاتا ہے کہ فلاں کا یہ سوال تھا۔ لیکن اگر ساتھ یہ بھی لکھ دیا جائے کہ حاضر نہ تھے تو میرے خیال میں حاضری زیادہ ہو جائے گی۔

جناب سپیکر: میاں منظور احمد موہل صاحب کے پوائنٹ آف آرڈر پر میں یہ کہوں گا کہ غالباً آج اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ رانا پھول محمد خان صاحب کے محکمے سے متعلق سوالات ہیں اور رانا صاحب کے بارے میں سب کو علم ہے کہ وہ علیل ہیں اور ملک سے باہر ہیں---- وہ تشریف تو لے آئے ہیں لیکن وہ بدستور علیل ہیں۔ میں ان سے خود ملا ہوں۔ وہ اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ ہاؤس میں آ سکیں اور یہاں جوابات دے سکیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں صحت دے۔ میرے خیال میں معزز اراکین نے رانا صاحب کی علالت کی وجہ سے اور ان کے احترام میں سوالات پیش کرنے سے یا

on behalf سوالات کرنے سے اجتناب کیا ہے۔ لیکن میں یہ observation دیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جو معزز اراکین سوالات دیتے ہیں وہ ایک بہت لمبے process سے یہ سوالات گزرتے ہیں۔ اسمبلی سیکرٹریٹ فوری طور پر activate ہو جاتا ہے اور process کرتا ہے۔ ڈپٹی سپیکر صاحب کی ذمہ داری ہے کہ وہ سوالات کی منظوری دیں۔ وہ ایک ایک سوال کی منظوری دیتے ہیں۔ اس کے بعد سوال متعلقہ محکمے کو جاتا ہے اور محکمے کو اس پر بے پناہ محنت کرنی پڑتی ہے۔ ضلع کی سطح تک اور ڈویژنل لیول تک اس کی چھان پھٹک کرنے کے بعد وہ سوالات کے جوابات اکٹھے کر کے دیتا ہے اور اس کو محکمے کا سیکرٹری attest کرتا ہے اور ہر سوال پر وزیر کے ذاتی دستخط ہوتے ہیں۔ اتنی محنت اور ریاضت کرنے کے بعد ان سوالات کو lightly ہرگز نہیں لیا جانا چاہیے۔ میں معزز اراکین سے یہ کہوں گا جو سوالات بھیجتے ہیں وہ براہ مہربانی سوالات کے روز اصلاً تشریف لایا کریں اور اپنے سوال کی پیروی کیا کریں۔

جناب ایم۔ لطیف مغل: پوائنٹ آف آرڈر۔ کیا یہ ضروری ہے کہ جو سوال بھی کوئی فاضل رکن کرے اسے جواب کے لیے بھیج دیا جائے یا منظور کیا جائے؟ کچھ سوالات ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کا جواب دینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جیسا کہ یہاں کہا گیا ہے کہ فاضل ممبران سوالات تو کر دیتے ہیں لیکن آتے نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ کچھ سوالات ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا جواب یہاں پر دینا ضروری نہیں ہوتا۔ لیکن محکموں کو ان پر لاکھوں روپیہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ بڑی محنت کرنی پڑتی ہے۔ معمولی سی بات ہوتی ہے اور اس کا جواب یہاں مل جاتا ہے۔ لیکن جس روز اسمبلی میں پیش ہوتا ہے تو فاضل ممبران آتے ہی نہیں۔ جب سوالات آتے ہیں تو آپ کو چاہیے کہ اسمبلی سیکرٹریٹ یہ محسوس کرے کہ اس سوال پر لاکھوں روپیہ خرچ ہو گا اور پھر اس کے جواب کی بھی اتنی ضرورت نہیں۔ مثلاً ایک سوال دیا گیا ہے کہ جب سے فیصل آباد کارپوریشن بنی ہے اس وقت سے اس کی تمام آمدنی اور ذریعہ آمدنی اور تمام بجٹ یا اخراجات بتائے جائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کا جواب اتنا ضروری نہیں ہے لیکن محکمہ اتنی محنت کرتا ہے اور پچیس سال یا دس سال کا تمام کا تمام ریکارڈ یہاں پر پیش کرتا ہے لیکن فاضل ممبران آتے بھی نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسے سوالات پر لاکھوں روپے خرچ ہوں اور اس میں کچھ حاصل بھی نہ ہو۔

جناب سپیکر: تشریف رکھیں۔ اس کے پوائنٹ آف آرڈر کا جواب مجھے دینا ہے۔ سوالات کے جائز ہونے یا نامناسب ہونے کے بارے میں باقاعدہ ایک criteria laid down ہے جو آپ کے قواعد میں

موجود ہے۔ اس کی روشنی میں سوالات جو آتے ہیں ان کی چھان پھٹک کی جاتی ہے اور اس سلسلے میں سیکرٹریٹ کی نگرانی جناب ڈپٹی سپیکر کرتے ہیں اور سوالات کی منظوری یا نامنظوری کا تعین وہ کرتے ہیں۔ میں نے اپنی طرف سے انہیں یہ اختیارات تفویض کیے ہوئے ہیں۔ تو اس سلسلے میں کوئی ایسی خاص بات ہو کہ جو آپ محسوس کریں کہ یہ سوال نہیں آنا چاہیے تو ڈپٹی سپیکر صاحب کے نوٹس میں لائیں یا میرے نوٹس میں لائیں تو اس کو دیکھا جا سکتا ہے۔ اب وقفہ سوالات تو ختم ہو گیا۔ کال اٹینشن نوٹس کو تحاریک استحقاق اور تحاریک التوائے کار کے بعد لیں گے۔

## مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر: اب تحاریک استحقاق کو لیتے ہیں۔ چودھری اصغر علی گجر صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 34 ان کی درخواست پر پینڈنگ ہے۔ نمبر35 بھی انہی کی طرف سے ہے۔ یہ بھی ان کی درخواست پر پینڈنگ ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب والا! میری تحریک استحقاق نمبر26 ہے۔ اس دن آپ نے کسی وجہ سے ٹائم short کر دیا تھا۔ میں نے گزارش کی تھی کہ میں اگلے روز حاضر نہیں ہو سکوں گا۔ تو آپ نے فرمایا تھا کہ یہ بعد میں ٹیک اپ کر لیں گے۔ اس پر میں نے اصرار نہیں کیا تھا۔ بعد میں یہ کل ٹیک اپ نہیں ہوئی۔ گزارش یہ ہے کہ مجھے موقع دیا جائے کہ میں اسے ٹیک اپ کروں۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! آپ کی یہ تحریک استحقاق میں نے ٹیک اپ کی تھی۔ آپ تشریف نہ رکھتے تھے۔ میں نے آپ کا نام دہرایا اور پوچھا کہ آیا آپ کی طرف سے کوئی اطلاع ہے؟ لیکن کسی معزز رکن نے مجھے یہ بھی نہیں کہا کہ آپ کی طرف سے کوئی اطلاع ہے' یا آپ تشریف نہیں لا سکے اور اس کو مؤخر کیا جائے۔ یا آپ کی یہ request ہے کہ اس کو مؤخر کیا جائے۔ اس وجہ سے یہ lapse کر گئی تھی۔ میں نے announce کر دیا تھا کہ یہ lapse کر گئی ہے' کیونکہ آپ تشریف نہیں رکھتے تھے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! جب آپ نے ٹائم short کیا تھا میں نے تو اسی وقت گزارش کی تھی کہ میں حاضر نہیں ہو سکوں گا۔ آپ نے کہا تھا کہ جب آپ آئیں گے تو اس کو ٹیک اپ کر لیں گے۔ اس وجہ سے یہ پھر ٹیک اپ نہ ہو سکی۔

جناب سپیکر: میں نے یہ بات کی تھی کہ جب آپ آئیں گے تو اس کو ٹیک اپ کر لیں گے؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: بالکل۔
جناب سپیکر: اس کو دیکھ لیتے ہیں۔ اگر میں نے یہ بات کی تھی تو پھر یہ lapse نہیں کرے گی۔
ڈاکٹر سید وسیم اختر: بالکل دیکھ لیجئے۔
جناب سپیکر: ریکارڈ دیکھ لیتے ہیں۔
تحریک استحقاق نمبر38 چودھری محمد فاروق صاحب کی ہے۔ ان کی استدعا ہے کہ اسے مؤخر کیا جائے۔
اگلی تحریک استحقاق نمبر41 میاں محمود الرشید صاحب کی ہے۔ جی میاں صاحب۔

## محکمہ تعلیم کے افسران کا ایم۔ پی۔ اے کے ساتھ نامناسب طرز عمل

میاں محمود الرشید: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ محکمہ تعلیم میں ایک معذور اور ایک یتیم بچی جو کہ پی ٹی سی ٹیچرز ہیں جن کی ٹرانسفر کے لیے میں محکمہ تعلیم لاہور ڈویژن کے دفتر ذاتی طور پر چھ مرتبہ گیا۔ دو مرتبہ ڈائرکٹر لاہور ڈویژن شیخ اللہ وسایا صاحب سے ملاقات ہوئی۔ تین مرتبہ ڈپٹی ڈائرکٹر لاہور ڈویژن چودھری محمد اسلم صاحب سے ملاقات ہوئی۔ تین مرتبہ ڈی ای او کینٹ کنیز انور ملک سے ملاقات ہوئی۔ ان مذکورہ تمام افسران نے ان ٹیچرز کے ٹرانسفر آرڈر جاری کرنے کی یقین دہانی کروائی۔ جبکہ متعدد بار ان کے دفتر میں جانے کی باوجود مذکورہ افسران میں سے کوئی افسر اپنی سیٹ پر موجود نہ تھا۔ آخری مرتبہ 18۔ اکتوبر بروز اتوار ڈپٹی ڈائرکٹر چودھری محمد اسلم سے ان کے دفتر میں ملاقات ہوئی اور انہوں نے اگلے روز میرے ساتھ ایک بجے کا وقت مقرر کیا اور کہا اس وقت بیٹھ کر مذکورہ ٹیچرز کی ٹرانسفر کے احکام جاری کر دیے جائیں گے۔ میں حسب پروگرام اسمبلی سے اٹھ کر ایجوکیشن کے دفتر میں گیا لیکن متعلقہ ڈائرکٹر اور ڈپٹی ڈائرکٹر میں سے کوئی شخص بھی اپنے کمرے میں موجود نہ تھا اور نہ ہی انہوں نے اس بارے میں کوئی پیغام چھوڑا تھا۔ میں آدھ گھنٹہ انتظار کرنے کے بعد وہاں سے واپس اسمبلی آ گیا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان دونوں ٹیچرز کے بارے میں وزیر اعلیٰ پنجاب اور وزیر تعلیم نے کئی ماہ پہلے سے ڈائریکٹو جاری کیا ہوا ہے۔ محکمہ تعلیم لاہور کے افسران کے طرز عمل سے میرا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ میری استدعا ہے کہ میری تحریک منظور کر کے استحقاق کمیٹی کے سپرد کی جائے۔
جناب سپیکر! معاملہ یہ ہے کہ لاہور کے ایم۔ پی۔ اے اور ایم۔ این۔ اے کی شاید یہ بدقسمتی ہے

کہ لاہور میں ان کا کوئی کام بھی خاص طور پر محکمہ تعلیم میں ٹرانسفر کے بارے میں یہاں کئی معیار مقرر ہیں۔ کوئی آدمی یا کوئی ٹیچر رشوت کے بغیر تصور بھی نہیں کر سکتا کہ روٹین میں میرٹ کی بنیاد پر اس کا تبادلہ لاہور ہو سکتا ہے۔ نئی نوکری کا حصول اتنا مشکل نہیں ہے جتنا مشکل لاہور میں دوبارہ ٹرانسفر کا مسئلہ ہے۔ جیسے میں نے تحریک میں بھی کہا کہ یہ دو ایک معذور ٹیچرز ہیں۔ ایک کی ٹانگ نہیں ہے جو یہاں سے پچیس میل دور لاہور ہی کے مضافات میں پڑھانے کے لیے جاتی ہے اور ایک نوجوان یتیم بچی ہے اور غیر شادی شدہ ٹیچر ہے۔ اس طرح اسے بھی بیس پچیس میل کا سفر کر کے تین جگہوں پر ٹرانسپورٹ بدل کر اسے سکول جانا پڑتا ہے۔ اس بارے میں وزیر اعلیٰ پنجاب سے بات ہوئی اور میں نے ذاتی طور پر ڈائریکٹو لیا۔ وزیر تعلیم سے ڈائریکٹو پر عمل درآمد کے بارے میں ہدایات لیں۔ ایک ڈائریکٹو کو تو ایک سال سے زیادہ کا عرصہ ہو گیا اور دوسرے ڈائریکٹو کو بھی کئی ماہ گزر چکے ہیں اور ذاتی طور پر جب میں نے کہا کہ چھ مرتبہ ایک منتخب نمائندہ ایک جائز کام کے لیے جاتا ہے کہ میرے حلقہ انتخاب میں پی ٹی سی ٹیچرز کی پوسٹیں خالی پڑی ہیں اور متعدد بار جانے کے باوجود اور وزیر اعلیٰ کے حکم کے بعد وزیر تعلیم کے حکم کے بعد اور ایم پی اے کے چھ چکر کے بعد بھی ان افسران کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ اور معاملہ کیا ہے؟ معاملہ جناب سپیکر' سیدھا یہ ہے کہ ان افسران نے اپنے ٹاؤٹ چھوڑے ہوئے ہیں جو آپ کو وہاں پر تھیلے پکڑے ہوئے' فائلیں پکڑے ہوئے محکمہ تعلیم کے دفاتر کے چکر کاٹتے ہوئے نظر آئیں گے اور یہاں پر اس سطح پر جو ٹرانسفر نہیں ہوتیں تو ان کا ریٹ مقرر ہے۔ اگر پی ٹی سی ٹیچر کا تبادلہ ہے تو پانچ ہزار روپے آپ دیں اور تبادلہ کروالیں۔ آپ کے آرڈر دوسرے روز آپ کے گھر آ جائیں گے۔ ایس ایس ٹی ٹیچر کا تبادلہ ہے تو دس ہزار روپیہ دیں تو تیسرے روز آپ کے آرڈر آپ کے گھر آ جائیں گے۔ جونیئر کلرک کا تبادلہ باہر سے اگر لاہور کے اندر ہونا ہے تو آپ دس ہزار روپیہ دیں تو تبادلے کے آرڈر آپ کے گھر پہنچ جائیں گے۔ جناب سپیکر! یہ ہماری ہڈ بیتی ہے۔ پچھلے چار سالوں سے محکمہ تعلیم کا یہ معمول بن چکا ہے۔ جس ڈی ای او کنیز انور ملک کا میں نے حوالہ دیا ہے وہ معطل بھی ہو چکی ہے۔ اس نے لاکھوں روپے کی Payment بوگس تقرریاں ظاہر کر کے وہاں سے draw کی ہے۔ آج کل وہ معطل ہیں۔ تو میری یہ گزارش ہے کہ شہریوں اور خاص طور پر جو سرکاری ملازمین ہیں اگر میرٹ کی بنیاد پر ہی ہم بات کر لیں کہ وہاں پوسٹیں بھی خالی ہوں اور ان کا منتخب نمائندے کوشش بھی کرے اور یہ افسران بار بار کی یقین دہانیوں کے باوجود اتنی زحمت بھی گوارا نہ کریں کہ وہ طے شدہ وقت میں اپنے دفتر میں

موجود ہوں اور اس کی کسی کو اطلاع بھی نہ ہو تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک میرے ساتھ انتہائی زیادتی ہوئی ہے۔ بطور ایک رکن اسمبلی کے میں نے کوئی ناجائز بات نہیں کی۔ ایک جائز کام جس کے لیے متعدد مرتبہ محکمہ تعلیم کے چکر کاٹے ہیں اور ان افسران کا طرز عمل یہی ہے۔ اور آج میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آج ان کے محکمہ تعلیم کے کسی بندے کو پانچ دس ہزار روپے دے دیے جائیں تو ان خواتین کے تبادلے کے آرڈر ان کے گھروں میں پہنچ جائیں گے۔ تو میری گزارش ہے کہ یہ میرے استحقاق کا مسئلہ ہے۔ تمام دوست جو ہمارے منتخب نمائندے ہیں۔ ان کے استحقاق کا مسئلہ ہے' لہٰذا میری تحریک استحقاق کو admit کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی عثمان ابراہیم صاحب!

وزیر تعلیم (جناب عثمان ابراہیم): جناب سپیکر! فاضل ممبر نے ایک ٹرانسفر کی بنیاد پر یہ تحریک استحقاق پیش کی ہے لیکن انہوں نے اپنی شارٹ سٹیٹمنٹ میں جو allegations لگائے ہیں وہ بالکل بے بنیاد اور مفروضے پر مبنی ہیں۔ ان کی طرف میں بعد میں آؤں گا لیکن سب سے پہلے تو جناب سپیکر! ان کا کوئی استحقاق مجروح نہیں ہوا۔ ٹرانسفر کی بنیاد پر ابھی کل آپ کی ایک رولنگ آئی تھی کہ ٹرانسفر کا ہونا یا نہ ہونا inter-departmental مسئلہ ہے اور اس ٹرانسفر نہ ہونے سے کسی فاضل رکن کا استحقاق مجروح نہیں ہوتا لیکن میرے فاضل رکن نے مختصر بیان میں زور ہی اس بات پر دیا ہے کہ لاہور میں ایم۔ پی۔ اے اور ایم۔ این۔ اے کی مرضی کے مطابق کوئی بھی ٹرانسفر نہیں ہوتی۔ اس طرح انہوں نے کہا کہ ایم پی اے چکر لگاتے ہیں لیکن ٹرانسفر نہیں ہوتی۔ تو میری جناب سپیکر! گزارش ہے کہ یہ جو inter-departmental ٹرانسفر کا مسئلہ ہے اس سلسلہ میں ان کا کوئی استحقاق مجروح نہیں ہوا۔

جہاں تک انہوں نے یہ کہا ہے آپ اتنے پیسے دیں۔ ریٹ مقرر ہیں یہ ان کو بالکل غلط انفرمیشن دی گئی ہے۔ جناب سپیکر! لاہور میں جتنے بھی ٹرانسفر ہوتے ہیں' وہ میرے آرڈر سے ہوتے ہیں۔ وزیر تعلیم کے آرڈر سے ہوتے ہیں۔ یہ محکمہ کو ہماری standing instructions ہیں کہ لاہور میں چاہے پی ٹی سی کا بھی ٹرانسفر ہو تو اس کی فائل بھی وزیر تعلیم کے پاس آتی ہے۔ وزیر تعلیم کے آرڈر کے بغیر لاہور میں کوئی ٹرانسفر نہیں ہو سکتی۔ تو ان کا یہ کہنا کہ آپ پانچ ہزار روپیہ دیں' پی ٹی سی کا اور فلاں کا دس ہزار روپیہ دیں۔ میں انہیں چیلنج کرتا ہوں کہ آپ ایک مثال بھی مجھے دیں جہاں اس طرح ہوا ہے' یعنی پیسے مانگے گئے ہیں اور یہاں آج اس طرح آپ کریں اور کل ان کو آرڈر مل سکتا

ہے۔ یہ ان کے بالکل بے بنیاد الزامات ہیں اور انہوں نے صرف مسئلے کو magnify کرنے کے لیے اور اپنی ٹرانسفر کے لیے اپنا وزن بڑھانے کے لیے ساری کہانی گھڑی ہے۔ کیونکہ ہمارا ایک set procedure ہے اور ہم اس کو پوری طرح follow کر رہے ہیں اور لاہور میں خاص طور پر جتنی بھی ٹرانسفرز ہوتی ہیں اس کی باقاعدہ ایک سمری بنتی ہے جو پہلے سیکرٹری تعلیم کے پاس آتی ہے اور اس کے بعد وزیر تعلیم کے پاس آتی ہے اور اس approval کے بعد وہ سمری واپس محکمے کو جاتی ہے اور اس کے بعد ٹرانسفر وغیرہ ہوتی ہے۔ جہاں تک ان کی particular ٹرانسفر کا تعلق ہے۔ اس میں فائل کی movement ہو رہی ہے۔ یہ فائل 13 تاریخ کو ڈی ای او کی طرف move ہوئی تھی اور انہوں نے خود یہ کہا ہے کہ چونکہ ڈی ای او نے ban کے دوران کچھ تقرریاں کی تھیں اور اس بنیاد پر سے معطل کیا گیا ہے اور اس وجہ سے یہ فائل وہاں رکی ہوئی ہے لیکن میں اس کی اطلاع کے لیے یہ عرض کروں گا کہ وہ فائل process ہونے کے بعد دوبارہ ایجوکیشن منسٹر کے پاس آئے گی۔ ہم دیکھیں گے کہ کوئی جگہ ہے؟ اگر واقعی کوئی جگہ ہوئی تو اس کے لیے پھر دیکھنا پڑے گا کہ وہ کوئی ایس این ای کی سیٹ تو نہیں ہے کیونکہ ایس این ای کی سیٹ پر ہم ٹرانسفر نہیں کرتے۔ یہ پورا process ہونے کے بعد وہ فائل دوبارہ ایجوکیشن منسٹر کے پاس آئے گی اور میری منظوری کے بعد جو بھی ٹرانسفر ہو گی اور اس پر عمل درآمد ہو گا۔ تو میری جناب سپیکر! یہی گزارش ہے کہ معزز فاضل رکن کا کوئی استحقاق مجروح نہیں ہوا۔ جہاں تک انہوں نے کہا ہے کہ وہ گئے ہیں اور وہاں انہیں کوئی افسر نہیں ملا تو اس سلسلہ میں' میں نے ان کا ڈیوٹی چارٹ منگوایا ہے اور ان کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ اگر دفتر سے غیر حاضر ہوں تو بتا کر جائیں کہ وہ کہاں جاتے ہیں۔ وہ ابھی مجھے نہیں ملا لیکن یقیناً وہ اپنے فرض کی ادائیگی کے سلسلہ میں کہیں باہر گئے ہوں گے۔ تو اس سلسلہ میں میں یہی عرض کروں گا کہ فاضل رکن کا کوئی استحقاق مجروح نہیں ہوا۔ لہٰذا اس تحریک استحقاق کو خلاف ضابطہ قرار دیا جائے۔

میاں محمود الرشید: جناب سپیکر! میں انتہائی افسوس کے ساتھ یہ بات کہہ رہا ہوں کہ پتہ نہیں منسٹر صاحب کے نزدیک استحقاق مجروح ہونا شاید یہ ہے کہ اگر کوئی تھپڑ مارے یا پیٹ دے یا دفتر سے دھکے دے کر نکال دے تو پھر ہی استحقاق مجروح ہوتا ہے۔ میرا معاملہ یہ بھی نہیں ہے کہ یہ کیوں نہیں ہوا۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ ایک ڈپٹی ڈائرکٹر کے عہدے کے آدمی کے پاس یا ڈائریکٹر ایجوکیشن کے پاس اگر ایک رکن اسمبلی جاتا ہے اور پانچ سات مرتبہ جاتا ہے اور پھر اس کے ساتھ وقت مقرر

کیا جاتا ہے کہ آپ کے یہ مسائل ہیں تو فلاں وقت پر آپ آ جائیں۔ میں اسمبلی کی کارروائی چھوڑ کر وہاں پہنچتا ہوں اور آدھ گھنٹہ وہاں انتظار کرتا ہوں تو ان کا یہ فرض نہیں بنتا کہ وہاں کوئی پیغام چھوڑ دیتے کہ میں فلاں میٹنگ پر جا رہا ہوں یا یہ وجہ ہے یا آج نہیں پہنچ سکتا یا اگلے روز مجھ سے رابطہ کر لیتے کہ یہ وجہ تھی' اس لیے ہم اپنے دفتر میں موجود نہیں تھے۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب کا یہ رویہ میرے نزدیک انتہائی قابل افسوس ہے کہ اگر آج یہ بات میرے ساتھ ہے تو کل کو ان کے ساتھ بھی ہو سکتی ہے۔ میں تو اپنے استحقاق کی بات کر رہا ہوں۔ یہ بھی ایک ضمنی بات میں نے کہی تھی اور ہم یہ چیلنج کرتے ہیں۔ تو میں انہیں چیلنج کرتا ہوں کہ میں صبح پچاس آدمیوں کو پیش کر سکتا ہوں کہ جنہوں نے رشوت دے کر اپنے تبادلے کروائے ہیں۔ آپ پاکستان کی بات کر رہے ہیں' لاہور کی بات کر رہے ہیں' محکمہ تعلیم کی بات کر رہے ہیں۔ وہاں کیا کچھ نہیں ہو رہا۔ اس کے بارے میں اگر چیلنج والی بات ہے تو پھر شہادتی دستاویز پیش کر سکتا ہوں۔ وہ لوگ حلفاً اور قرآناً آ کر باہر کھڑے ہو جائیں گے اور پھر اسمبلی کے اندر پیش ہو جائیں گے کہ جو پیسے دے کر ٹرانسفر کرواتے ہیں۔ اس لیے میں تو اپنی بات کر رہا ہوں۔ انہوں نے سارا زور اس پر دیا ہے کہ رشوت نہیں لی جا رہی اور محکمہ تعلیم بالکل پاک و صاف ہے۔ تو اس کے متعلق اخبارات کے پورے صفحے بھی بھرے ہوتے ہیں اور زبان زد عام ہے کہ محکمہ تعلیم کے اندر کیا کچھ ہو رہا ہے۔ میری بات تو صرف یہ تھی کہ ایک رکن اسمبلی کے طور پر ایک جائز بات کے لیے میں وہاں گیا ہوں۔ میں نے ایک جائز طریقہ اختیار کیا ہے۔ یہاں لاہور میں سیٹیں موجود ہیں۔ وزیر اعلیٰ کا وزیر تعلیم کا انہی کا ڈائریکٹو موجود ہے' اس کے باوجود بھی ایک رکن اسمبلی کے ساتھ میں سمجھتا ہوں کہ یہ غلط رویہ اختیار کیا گیا ہے کہ کئی مرتبہ جانے کے بعد وقت مقرر ہوا اور اس وقت مقررہ پر بھی وہ اپنے دفتر میں موجود نہیں تھے۔ تو جناب اور استحقاق کس طرح سے مجروح ہوتا ہے؟ میں یہ سمجھتا ہوں کہ منسٹر صاحب نے یہ بہت زیادتی کی ہے۔ اگر وہ یہ کہتے کہ میں اس معاملے کو دیکھوں گا۔ آپ اس پر زور نہ دیں۔ میں ان افسران کی خبر لوں گا یا ان کا رویہ درست کرواؤں گا تو میں اس پر زور نہ دیتا۔ لیکن اب میں یہ سمجھتا ہوں کہ جناب اس پر آپ اپنی رولنگ دیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ میرے ساتھ بہت زیادتی ہوئی ہے اور یہ تحریک استحقاق منظور ہونی چاہیے۔

جناب سپیکر: اس میں معزز رکن میاں محمود الرشید صاحب کا اصرار اس بات پر ہے کہ وہ ایک ٹرانسفر کے لیے گئے ہیں اور متعدد مرتبہ گئے ہیں اور ان سے بات ہوئی ہے اور ان کی بات کو پذیرائی

نہیں ملی اور اس کے بعد بالآخر جب ان سے وہاں وقت مقرر ہوا کہ آپ تشریف لائیں' ہم یہ مسئلہ حل کریں گے تو وہ گئے اور وہ اپنی سیٹوں پر موجود ہی نہ تھے۔ جو appointment کا ٹائم تھا' اس پر وہ تشریف نہیں رکھتے تھے۔ پھر میاں صاحب کو انتظار کے بعد واپس آنا پڑا۔ تو یہ main contention ہے۔ اس کے بارے میں جہاں تک ایک ٹرانسفر ہونے کا یا نہ ہونے کا سوال ہے وہ اپنی جگہ پر ہے کہ اس کے لیے گورنمنٹ کی پالیسی کیا ہے؟ اس کے لیے منسٹر ایجوکیشن نے کیا پالیسی وضع کی ہے؟ کہ ٹرانسفر ایک ایم پی اے کی گزارش پر کی جائے یا نہ کی جائے۔ لیکن کسی معزز رکن کو ایک treatment کہ ان کے لیے گورنمنٹ آف پاکستان نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جو ممبران اسمبلی ہیں وہ بہت اہم شخصیت ہیں' وہ VIPs ہیں تو VIPs کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ preferential treatment کے ساتھ' مؤدب انداز میں' ان کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے' ان کی منتخب حیثیت کو تسلیم کرتے ہوئے' ان کے ساتھ نہایت ادب اور احترام کے ساتھ پیش آیا جائے ان کی بات کو اہمیت دی جائے۔ ان کے ساتھ appointment کو اہمیت دی جائے۔ ان کے ساتھ commitment کو اہمیت دی جائے' تو عوامی نمائندے ہونے کی حیثیت سے ان کے استحقاق اور ان کی حیثیت کا احترام کیا جائے' تو اس سلسلے میں' میں منسٹر ایجوکیشن سے یہ توقع کروں گا کہ وہ معزز رکن کے ان grievances کی روشنی میں بات کریں گے' جی عثمان ابراہیم صاحب!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! میں نے ذکر کیا تھا کہ چونکہ ابھی میں نے ان کی موومنٹ کا روسٹر منگوایا ہے اور اس سلسلے میں شاید معزز رکن نے سنا نہیں۔ یہ تحریک استحقاق ابھی 22 تاریخ کو انہوں نے فائل کی ہے اور ہمیں یہ کل شام کو ملی ہے۔ جناب سپیکر! آپ ذرا اس پر بھی ایک رولنگ دیں کہ اسمبلی کے اجلاس کو چھوڑ کر کوئی ممبر ایک کام کے لیے کسی دفتر میں جا سکتا ہے؟

راجہ خلیق اللہ خان: لاحولا ولا قوۃ.....

وزیر تعلیم: میں سمجھتا ہوں کہ اسمبلی کی کارروائی سب چیزوں سے زیادہ مقدم ہے' تو انہوں نے خود ذکر کیا ہے کہ میں گیا اور اسمبلی کی کارروائی کو چھوڑ کر وہاں گیا۔ اس کا ذکر کیا ہے۔ بہرحال یہ تو ایک علیحدہ مسئلہ ہے۔ لیکن میں نے ساتھ یہ بھی کہا تھا کہ اگر وہ دفتر میں حاضر نہیں تھے' تو یقیناً ان کی کوئی official appointment ہوگی۔ جس سلسلہ میں وہ دفتر سے غیر حاضر ہوں گے اور جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ میں نے وہ رجسٹر منگوایا ہے اور اس کی روشنی میں اس کی تصدیق ہو سکے گی کہ واقعی کوئی appointment ہوئی تھی یا کیا صورت حال تھی؟

وزیر قانون: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں لا منسٹر صاحب اس بارے میں کوئی بات کرنا چاہتے ہیں؟

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! میں عرض کر رہا ہوں۔ میں نے ابھی بات ختم نہیں کی' تو جیسا کہ میں عرض کر رہا تھا کہ جب تک مجھے اس کی موومنٹ کا پتا نہیں چل جائے گا' اس کی کم از کم موومنٹ کا ہمیں پتا چلنا چاہیے کہ ایک بجے اگر وہ دفتر میں نہیں تھا یا اس کی appointment فاضل رکن کے ساتھ تھی یا نہیں تھی؟ ہمیں وہ متعلقہ افسر ابھی contact نہیں ہوا۔ یہ دونوں چیزیں ابھی verify ہوتی ہیں اور جب تک یہ دونوں چیزیں verify نہ ہوں تو اس سے پہلے یہ کہنا کہ معزز فاضل رکن کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ اس بات کا فیصلہ ان چیزوں کے verify ہونے سے پہلے نہیں کیا جا سکتا۔

جناب سپیکر: اس کے لیے آپ کیا تجویز فرماتے ہیں؟

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! یہ ایک دن کے لیے پینڈ کر دیں۔

جناب سپیکر: جی لاء منسٹر صاحب کچھ ارشد فرمانا چاہتے ہیں؟

وزیر قانون: جناب سپیکر! آپ نے جن خیالات کا اظہار فرمایا ہے یہ ہمارے ایوان کے ہر فاضل رکن کے دل کی آواز ہے کہ منتخب اراکین اسمبلی کی عزت اور احترام کا ہمیں خیال رکھنا چاہیے اور اس سلسلے میں جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے' میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس سلسلہ میں ہم حکومت کی طرف سے خصوصی ہدایات جاری کریں گے کہ جب بھی کوئی فاضل رکن کسی بھی سرکاری محکمے کے کسی سیکرٹری صاحب کے پاس یا ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ یا کسی آفیسر کے پاس جاتے ہیں تو ان کے ساتھ نہایت احترام اور عزت و تکریم کے ساتھ پیش آیا جائے اور جس حد تک بھی ممکن ہو' ان کے مسائل حل کرنے کے لیے ان کے ساتھ بھرپور تعاون کیا جائے۔ اس سلسلہ میں فاضل وزیر تعلیم بھی اپنے محکمے کو ہدایات جاری کریں گے اور وقتاً فوقتاً اس سلسلہ میں ہم اپنی کیبنٹ میٹنگ میں بھی اس بات کو ہمیشہ top priority دیتے ہیں کہ کس طریقے سے فاضل اراکین کی عزت اور احترام میں اضافہ کیا جائے اور میں اپنے فاضل بھائی میاں محمود الرشید صاحب کو یقین دلاتا ہوں کہ جو انہوں نے کہا ہے کہ وہ متعدد بار گئے ہیں اور انہوں نے appointment لی ہے' ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ انہوں نے ضرور appointment لی ہوگی اور وقت دے کر وہ سرکاری ملازم وہاں پر موجود نہ تھا۔ اس کا جناب وزیر تعلیم نوٹس لیں گے اور میں اپنے بھائی کو یقین دلاتا ہوں کہ ان شاء اللہ العزیز اس مسئلے کو دہرانے کی ہم قطعی طور پر اجازت نہیں دیں گے اور میں اپنے فاضل رکن میاں

محمود الرشید صاحب سے توقع کرتا ہوں کہ وہ اس یقین دہانی کے پیش نظر اپنی تحریک استحقاق کو پریس نہیں فرمائیں گے۔ شکریہ۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! گزارش ہے کہ اس قسم کے معاملات اس معزز ایوان میں اٹھائے جاتے ہیں اور یہاں تحاریک استحقاق اور تحاریک التوائے کار بھی آتی ہیں۔ ان پر جو رویہ وزراء اور ٹریژری بنچز کی طرف سے ہوتا ہے وہ بالکل irrational ہوتا ہے اور خاص کر ان کا اپنے محکمے کو جو defend کرنے کا معاملہ ہے' اس کی وجہ سے یہ سارا ایوان اور اس کی کارروائی ایک ڈرامہ سی لگتی ہے' کئی چیزیں اخبارات میں reflect ہوتی ہیں اور عوام اس سے تاثر لیتے ہیں۔ اس لیے میری یہ گزارش ہے کہ یہ رویہ rational ہونا چاہیے' کیونکہ سب لوگ جانتے ہیں کہ یہ سسٹم کس طرح چل رہا ہے اور دفاتر کی کیا صورت حال ہے۔ اس لحاظ سے انہیں کسی معاملے کو خوامخواہ defend نہیں کرنا چاہیے۔ اس سے پبلک میں ہمارا تاثر خراب ہوتا ہے۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! مجھے یہ کہتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ یہ تحریک استحقاق ہے اور اس کو محرک نے پیش کیا ہے اور اس پر اپنی شارٹ سٹیٹمنٹ دی ہے اور وزیر متعلقہ نے اس کا جواب دیا ہے۔ اس جواب کی روشنی میں وزیر قانون صاحب نے یہ مناسب خیال کیا ہے کہ وہ بحیثیت قائد ایوان یہاں بیٹھے ہیں' انہوں نے حکومت کی پالیسی پر روشنی ڈالی ہے' تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ممبرز کے استحقاقات کے بارے میں درست approach ہے اور میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ وزیر تعلیم صاحب کی اس بارے میں یہ observation کہ ہم رجسٹر منگوائیں گے۔ جس میں معزز رکن کی appointment تھی اور اس کو verify کریں گے کہ آیا یہ appointment تھی یا نہیں تھی۔ یہ بات نامناسب ہے اور میں وزیر تعلیم صاحب سے یہ توقع نہیں کرتا کہ ایک معزز رکن جنہوں نے یہ تحریک استحقاق پیش کی ہے' اور وہ of the House on the floor یہ کہہ رہے ہوں کہ میرے ساتھ ان کا ٹائم تھا۔ میں گیا ہوں اور میں نے آدھا گھنٹہ انتظار کیا ہے اور وہ موجود نہیں تھے تو اس بارے میں ان کا یہ فرمانا کہ رجسٹر منگوا کر دیکھیں گے کہ appointment تھی یا نہیں تھی' یہ نہایت نامناسب بات ہے۔ آپ آپس میں colleague ہیں اور کوئی منسٹر بن جاتا ہے اور کوئی ممبر رہ جاتا ہے' تو اس سلسلے میں ممبر کی بات پر یقین کرنا اور اسے اہمیت دینا چاہیے۔ وزیر تعلیم صاحب! یہ آپ کے colleague ہیں اور ان کی بات کو اہمیت دی جانی چاہیے' اور آپ کو یہ فرمانا چاہیے کہ آپ ان کو بلوائیں گے' ان سے آپ بات کریں گے اور انہوں

نے جو طرز عمل اختیار کیا ہے' اس کی آپ سرزنش کریں گے اور آپ معزز رکن کو مطمئن کریں گے کہ ان کے استحقاقات کا تحفظ کیا گیا ہے اور ان کی بات کو honour کیا گیا ہے۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! مجھے افسوس ہے کہ شاید کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ جناب والا! میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ appointment کا رجسٹر منگوائیں گے۔ ہم نے ان کی ڈیوٹی کا رجسٹر بنایا ہوا ہے۔ ہمارے ملازمین کی ڈیوٹی کا roster ہے۔ میں نے اس رجسٹر کی بات کی تھی appointment کا ہمارے محکمے میں کوئی رجسٹر نہیں۔

جناب والا! ہمارے فاضل ارکان ہمارے لیے قابل احترام ہیں۔ میاں محمود الرشید ابھی میرے پاس آئے تھے اور میں نے ٹیلی فون کر کے ان کا کام کروایا ہے۔ ہمارے فاضل ارکان کا ہمارے پاس کافی احترام ہے' ان کا جو استحقاق ہے وہ ہمارا ہی استحقاق ہے اور کسی فاضل رکن کے استحقاق کا دفاع ہمارا سب کے دفاع کا مشترکہ مسئلہ ہے۔ اس میں تو کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں۔ میں نے اسے مؤخر کرنے کی درخواست اس لیے کی تھی کہ ہم نے باقاعدہ اس کا پتا کرنا ہے کہ اگر اس نے appointment دی تھی اور وہ ایک بجے سے دفتر سے غائب ہو گیا تو اس کی کیا وجوہات تھیں اور وہ اپنے دفتر میں حاضر نہیں تھا۔ اسی بناء پر میں نے درخواست کی تھی' لیکن چونکہ وزیر قانون صاحب نے اس کی یقین دہانی کرا دی ہے۔ ہم نے پہلے بھی یہ ہدایات جاری کی ہوئی ہیں' ان ہدایات کی روشنی میں ہمیں کہیں بھی یہ پتا چلتا ہے کہ کسی معزز رکن کا استحقاق مجروح ہوا ہے تو ہم اس کا فوراً ایکشن لیتے ہیں اور اس سے پہلے بھی ہم لیتے رہے ہیں۔ اس کے بعد جناب ارشاد حسین سیٹھی صاحب کی ایک تحریک استحقاق آ رہی ہے۔ میری ان سے صبح چیمبر میں بات ہوئی تھی اور میں نے فوری طور پر کہا تھا کہ آپ کا یہ واقعی استحقاق بنتا ہے اور میں اس پر ضرور ایکشن لوں گا اور میں نے ان سے درخواست کی تھی کہ آپ اس تحریک استحقاق کو پریس نہ کریں۔ میں ایکشن لے رہا ہوں۔

جناب والا! جہاں تک میرے فاضل رکن کے استحقاق کا تعلق ہے' میں اس کا پورا دفاع کروں گا اور ان کو اس بات کا علم ہے۔ لیکن اس میں یہ جو غلط فہمی ہوئی ہے' میں چاہتا ہوں کہ اس کو کارروائی سے حذف کر دیا جائے۔ یہ آپ کے الفاظ ہیں اور میں آپ سے درخواست تو نہیں کر سکتا' لیکن غلط فہمی کی وجہ سے آپ کی یہ observation آئی ہے کہ appointment کا رجسٹر ہے' میں نے یہ ذکر نہیں کیا تھا کہ appointment کا رجسٹر ہے۔

جناب سپیکر! اس بات کی وزیر تعلیم clarification کرتے ہیں کہ appointment کا کوئی رجسٹر

نہیں' لہٰذا یہ اس کے مطابق ٹیک اپ کیا جائے۔

میاں محمود الرشید: جناب سپیکر! میں اس بارے میں یہ عرض کروں گا کہ عثمان ابراہیم صاحب ہمارے colleague ہیں' یہ انتہائی دیانت دار' محنتی competent ملنسار وزیر بھی ہیں۔ جناب والا! انہوں نے میرا استحقاق مجروح نہیں کیا۔ انہوں نے ابھی میرا کام کیا' زندگی میں بے شمار کام کیے ہوں گے' ہم آئندہ بھی انہیں کہیں گے اور یہ کریں گے۔ میرا مسئلہ تو ان افسران کے طرز عمل کے بارے میں تھا اور یہ اسمبلی میں ہمارا ایک استحقاق ہے' اس کے علاوہ اور کیا ہے۔ یعنی یہ ہمارا سب کا استحقاق ہے اور استحقاق کمیٹی کے ذریعے اور تحریک استحقاق کے ذریعے اراکین اسمبلی کی عزت اور ان کا احترام ان کا وقار ان کا status ان ساری چیزوں کو بحال کیا جاتا ہے' تاکہ دیگر محکمے کے لوگوں کی نظر میں بھی یہ ہو کہ یہ ڈیڑھ لاکھ کا نمائندہ ہے اور اس سے ہم اس انداز سے بات کریں اور اگر یہ جائز بات ہے تو اسے مان لیا جائے۔ میری گزارش ہے کہ عثمان صاحب نے جو clarification کی ہے کہ میں confirm کروں گا کہ آیا appointment تھی بھی یا نہیں۔ اس پر مجھے دلی طور پر صدمہ ہوا تھا۔ جیسے آپ نے فرمایا اور یہ مجھے ذاتی طور پر جانتے ہیں کہ ہم کوئی ویسے بات نہیں کہتے۔ یہ طے شدہ بات ہے اور میں یہ لکھ کر دے رہا ہوں کہ اس نے میرے ساتھ appointment کی ہے اور میں آدھا گھنٹہ وہاں بیٹھا رہا۔ اگر جناب والا! یہ اس بات کی یقین دہانی کراتے ہیں تو میں اپنی تحریک استحقاق کو پریس نہیں کرتا۔

وزیر تعلیم: جی' میں ان کو یقین دہانی کراتا ہوں۔

جناب سپیکر: تو آپ اس کو پریس نہیں کرتے ہیں یا آپ اسے مؤخر کرواتے ہیں۔

میاں محمود الرشید: میں اسے پریس نہیں کرتا۔

جناب سپیکر: اس پر کافی بات ہو گئی ہے۔ اس بارے میں وزیر تعلیم نے یقین دہانی کرائی ہے اور وزیر قانون صاحب نے بھی یقین دہانی کرائی ہے' اب محرک اس کو پریس نہیں کرتے۔

راجہ خلیق اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر' جناب والا! آپ سے ایک سوال کیا گیا ہے اور اس کا جواب میں نے آپ سے پوچھنا ہے کہ آیا کوئی اسمبلی کا ممبر سیشن کے دوران عوامی کام کے لیے کسی دفتر میں جا سکتا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب ابھی تک تشنہ ہے۔

جناب سپیکر: واقعی وزیر تعلیم صاحب نے اپنی تحریک استحقاق کا جواب دیتے ہوئے یہ چاہا ہے کہ میں اس پر اپنی بات کروں کہ معزز ارکان میں سے کوئی صاحب اسمبلی کے سیشن کے دوران عوامی

کاموں کے لیے کسی دفتر میں جا سکتے ہیں یا نہیں؟ میں سمجھتا ہوں کہ وہ جا سکتے ہیں' اس پر کوئی پابندی نہیں۔

چودھری اصغر علی گجر: جناب سپیکر! میری ایک تحریک استحقاق نمبر34 ہے' میں اس بارے میں کچھ عرض کرنی چاہتا تھا۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب آپ کے تشریف نہ لانے پر میں نے اس کو مؤخر کر دیا ہے۔

وزیر قانون: جناب والا! آپ کی رولنگ سر آنکھوں پر' لیکن اس کی تھوڑی سی وضاحت فرما دیتے تو بہتر تھا۔ سال میں ہم 70 دن عوامی اہمیت کے کاموں کے لیے اسمبلی کا سیشن منعقد کرتے ہیں' باقی سارا سال ہمارے پاس ہوتا ہے' جس میں ہم دفاتر جا سکتے ہیں۔ اسمبلی کی کارروائی کو چھوڑ کر معزز اراکین کو نہیں جانا چاہیے۔ اگر واقعی کوئی ایسا کام ہو جو زبردست اہمیت کا حامل ہو' جس کے لیے اسمبلی کی کارروائی چھوڑ کر جانا پڑے تو وہ اور بات ہے' لیکن آپ کی رولنگ کا سہارا لے کر سارے لوگ دفتروں میں چلے جائیں گے اور پھر آپ اور میں اکیلے رہ جائیں گے۔ اس کی تھوڑی سی وضاحت فرما دیں تو بہتر ہوگا۔ کورم پورا کرنا بھی ہمارے فرائض میں شامل ہے اور ایوان کی کارروائی کو باوقار طریقے سے مؤثر انداز سے چلانا بھی ہمارے اولین فرائض میں شامل ہے۔

جناب سپیکر: وزیر قانون چاہتے ہیں کہ میں اپنی رولنگ کو تھوڑا سا واضح کر دوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ معاملہ آپ کے اپنے سوچنے اور سمجھنے کا ہے۔ آپ سب اپنے فرائض کو بخوبی جانتے اور سمجھتے ہیں اور آپ میں سے ہر رکن لاکھوں انسانوں کا نمائندہ ہے اور اسمبلی کے رکن کی حیثیت سے وہ اپنی ذمہ داریاں خوب جانتا ہے۔ اس لیے میں یہ کہوں گا کہ میری جو بات ہے کہ آپ میں سے جو صاحب کسی کام کے لیے دفتر میں جانا چاہیں جا سکتے ہیں' اس پر سپیکر کی طرف سے کوئی پابندی نہیں۔ اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ آپ ایوان چھوڑ کے کہیں باہر جا ہی نہیں سکتے اور اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ آپ سارے صاحبان ایوان چھوڑ کر چلے جائیں اور صرف میں اور وزیر قانون رہ جائیں۔ یہ آپ سب بخوبی جانتے ہیں کہ یہ بات آپ کے فرائض میں شامل ہے کہ ایوان میں تشریف لائیں اور ایوان میں کورم کو بھی پورا رکھیں اور ایوان کی کارروائی کو مفید اور بامقصد بنائیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! یہ ایک اہم بات ہے' جو آج زیر بحث آ گئی ہے۔ اس حوالے سے میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہم میں سے بیشتر حضرات بہت دور دور سے سیشن میں آتے ہیں اور جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ کاموں کی اتنی عدم مرکزیت ہے کہ ایک چپڑاسی کا

تبادلہ بھی یہیں سے ہوتا ہے تو سیشن کے دوران بھی ہمارے بہت سارے لوگ کاموں کے سلسلے میں ہمارے حلقہ انتخاب سے آتے ہیں اور اس میں وزیر قانون کی یہ بات بھی درست ہے کہ اگر وہ کاموں کے لیے جائیں گے تو یہاں کورم کا مسئلہ پیدا ہوگا۔ اس کے لیے بارہا یہ تجویز آئی ہے کہ سیشن شام کے وقت رکھا جائے۔ تاکہ صبح کے وقت جو ہمارے حلقے سے لوگ آئے ہوتے ہیں' ان کے کام نپٹا سکیں۔

جناب سپیکر: یہ تجویز وزراء کو suit نہیں کرتی' ممبران کو تو suit کرتی ہے۔ یہ معاملہ کئی مرتبہ یہاں زیر بحث آیا ہے۔ کسی روز اس پر تفصیل سے بات کریں گے کہ سیشن شام کو کیا جائے اور صبح کے وقت معزز اراکین اپنے حلقہ نیابت کے لوگ جو کاموں کے سلسلہ میں آتے ہیں۔ ان کو لے کر وہ وزراء صاحبان کے دفاتر میں جا سکیں۔ یہ معاملہ مسلسل یہاں اسمبلی میں پیش ہوتا رہا ہے۔ اس پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے اور اس پر فیصلہ کرنا چاہیے۔ جناب ایس اے حمید صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب ایس اے حمید: جناب والا! اسمبلی کو وجود میں آئے ہوئے تقریباً دو سال ہو چکے ہیں اور پچھلے دو سال کا تجربہ یہ ہے کہ جتنے بھی سیشن بلائے گئے' ان میں باقاعدگی نہیں ہے۔ کوئی سیشن تین ماہ کے بعد بلایا گیا اور کسی میں پانچ ماہ کا وقفہ آیا۔

جناب سپیکر: یہ بات آپ پہلے بھی کر چکے ہیں اور میں اس کا نوٹس لے رہا ہوں۔ میں ایک جامع تجویز بنا کر وزیراعلیٰ کو بھی بھیج رہا ہوں اور آپ کے سامنے بھی یہ تجویز پیش کروں گا کہ باقاعدہ سیشن کے ایام کار طے کر دیے جائیں۔ چار یا پانچ سیشن کے ایام کار اور مہینے طے کر دیے جائیں کہ فلاں تاریخ سے فلاں تاریخ تک سیشن ہوگا۔ اس معاملہ کو ہم ٹیک اپ کر رہے ہیں۔ شکریہ۔ ڈاکٹر سید خاور علی شاہ! پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ: محترم وزیر قانون نے فرمایا ہے کہ صرف 70 دن کام کرنے کے لیے ہوتے ہیں اور ممبر صاحبان یہاں حاضر رہیں۔ میں یہ بات عرض کرنے کے لیے کھڑا ہوں کہ ستر میں سے تین دن جمعہ ہفتہ اور اتوار ایسے ہوتے ہیں کہ دو دن تو کام ہوتا نہیں اور اتوار کی شام کو اجلاس ہوتا ہے۔ اگر ہمارے وزراء صاحبان باقی تین دن کی قربانی دے دیں اور شام کو سیشن میں حاضر ہو جائیں اور دن کو کام کر لیں تو اس میں کیا حرج ہوگا؟ ممبر صاحبان بھی ایوان میں آ جائیں گے۔

جناب سپیکر: اس میں ایک بات طے کر لیں کہ اگر ممبر حضرات یہ طے کر لیں کہ شام کو اجلاس ہو

تو میرے خیال میں وزراء حضرات کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ اگر آپ سب حضرات اتفاق کریں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وزراء صاحبان کو میں منوا لوں گا۔ لیکن اس کا فیصلہ اس دن ہونا چاہیے' جس دن ممبر صاحبان کی معقول تعداد ایوان میں موجود ہو۔ آپ اس پر اپنا ذہن بنا لیں کہ اجلاس شام کو کرنا ہے تو میں manage کر لوں گا۔ آپ فکر نہ کریں۔

## تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اب ہم تحاریک التوائے کار کو لیتے ہیں۔

حاجی محمد افضل چن: جناب والا! میں نے کل اپنی ایک تحریک التوائے کار پیش کی تھی' جس کو آپ نے موخر فرمایا تھا۔ جناب وزیر قانون سے یہ پوچھیں کہ وہ اس پر کیا فرمانا چاہتے ہیں؟

جناب سپیکر: وزیر قانون فرما رہے ہیں کہ اس کو مؤخر رہنے دیا جائے۔

حاجی محمد افضل چن: جناب والا! میری گزارش ہے کہ وہ ایوان میں وجہ بتائیں کہ کیوں مؤخر رکھنا چاہتے ہیں۔ تاکہ ایوان کو بھی پتا چل جائے۔

وزیر قانون: جناب والا! اس سلسلہ میں میری گزارش یہ ہے کہ یہ انتہائی اہمیت کا حامل اور حساس مسئلہ ہے۔ اس سلسلہ میں میری حاجی افضل چن اور میاں منظور احمد موہل صاحب سے بات ہوئی ہے۔ اس بارے میں ہم مزید بات چیت کر رہے ہیں کہ اس اہم ترین مسئلے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ایسا لائحہ عمل مرتب کرنا چاہیے کہ جو قوتیں اس کو sabotage کرنا چاہتی ہیں' ان کو فائدہ نہ پہنچے۔ اس لیے انہوں نے مجھ سے اتفاق کیا تھا اور میں نے بھی آپ سے گزارش کی تھی' موہل صاحب بھی موجود تھے۔ اس لیے اس مسئلہ کو مؤخر رکھیں۔ اس بارے میں جو بھی ہم طے کریں گے' اس سے جناب والا کو آگاہ کر دیں گے اور اسی کے مطابق اس مسئلے کو چلائیں گے۔

جناب سپیکر: حاجی صاحب! کیا خیال ہے۔ اس پر مزید بات چیت کر لیں گے' اگر آپ اتفاق کرتے ہیں کہ اسے التواء میں رہنے دیا جائے تو آپ آپس میں بات کر کے مجھے بتا دیں گے کہ اس مسئلے کا کیا کرنا ہے؟

حاجی محمد افضل چن: جناب سپیکر! کب تک یہ pending رہے گی؟

جناب سپیکر: اس سلسلے میں آپ بات چیت کر لیں اور اگر آپ اتفاق کرتے ہیں کہ اس کو وزیر قانون کی تجویز کے مطابق pending رہنے دیا جائے تو پھر آپ آپس میں بات کر کے مجھے بتا دینا کہ

کب تک اس کو pending کرنا ہے۔

حاجی محمد افضل چن: جناب والا! یہ مسئلہ نہایت ہی اہم ہے۔ یہ پورے پاکستان بالخصوص پنجاب کا مسئلہ ہے۔ جس طرح وزیر قانون فرما رہے ہیں کہ اس کو pending کر لیا جائے' مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن اس کو دو سال ہو چکے ہیں اور دو سال میں اس بارے میں ذرا بھی پیش رفت نہیں ہوئی ہے' کالا باغ ڈیم کا نام تک نہیں لیا گیا' بلکہ اگر کسی دوسری اسمبلی میں اس بارے میں بات ہوتی بھی ہے تو ہمارے ہاں سے اس سلسلہ میں کوئی بیان نہیں دیا جاتا' نہ ہی ان کے ساتھ ہماری کوئی میٹنگ وغیرہ کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ لہٰذا میری گزارش یہ ہے کہ بے شک آپ اس کو pending کر لیں۔ لیکن اس کے لیے کوئی تاریخ مقرر کر لیں۔ کیا یہ پھر دو سال کے لیے رہے گی؟ چونکہ یہ ایک نہایت ہی اہم مسئلہ ہے' لہٰذا اس کو حل کرنے کے لیے کوئی تاریخ مقرر کی جائے اور یہ بتایا جائے کہ ایک ماہ کے لیے' دو ماہ کے لیے' کب تک' اس کو pending رکھا جائے گا؟ جناب والا! میں صرف یہ یقین دہانی چاہتا ہوں کہ اس کے لیے کوئی تاریخ مقرر کی جائے۔

جناب سپیکر: حاجی صاحب! وزیر قانون صاحب تجویز کر رہے ہیں کہ آج کے لیے اس کو pending کر لیا جائے۔ لہٰذا اگر آپ اس سے اتفاق کرتے ہیں تو آج کے لیے اس کو pending کر دیتے ہیں اور پھر وزیر قانون صاحب' آپ میاں منظور مول صاحب اور دیگر محرک صاحبان آپس میں بات کر لیں اور کل مجھے بتا دیں کہ کب آپ اس کو take up کرنا چاہتے ہیں۔

حاجی محمد افضل چن: جناب والا! جس طرح آپ مناسب سمجھتے ہیں کر لیں۔

جناب سپیکر: آج اس کو pending کرتے ہیں اور اس بارے میں حاجی افضل چن صاحب اور دیگر محرک صاحبان وزیر قانون صاحب سے میٹنگ کریں۔ اس میں آپ اپوزیشن کے معزز اراکین کو بھی شامل کریں۔ آپ اس میں جماعت اسلامی کے معزز اراکین کو بھی شامل کریں۔ پھر اس مسئلے کو آپ آپس میں بیٹھ کر افہام و تفہیم سے طے کریں اور جب آپ چاہیں گے' میں اس کو take up کر لوں گا۔

چودھری اصغر علی گجر: جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس سے پہلے بھی یہی تحریک ایوان میں میری طرف سے پیش کی گئی اور جناب وزیر قانون صاحب کا اس بارے میں ایک ہی مؤقف ہوتا ہے کہ اس کو ایوان میں نہ اٹھایا جائے۔ ایوان میں اٹھانے سے یہ مسئلہ کہیں کھٹائی میں نہ پڑ جائے اور دوسرے لوگ ہمارے ساتھ اس لیے ناراض نہ ہو جائیں کہ پنجاب والے اس کے لیے

کیوں آواز بلند کرتے ہیں۔ میرے خیال میں وزیر قانون صاحب کی یہ منطق اتنی بہتر نہیں ہے اور اب بھی اگر اس مسئلے پر بات ہوئی تو وزیر قانون صاحب یہی تجویز کریں گے کہ آپ خاموش رہیں۔ معاملہ ٹھیک طے ہو رہا ہے' اگر آپ کی طرف سے آواز اٹھی تو معاملہ بگڑ جائے گا' میرے خیال میں اس کے علاوہ وہ کوئی اور نئی بات نہیں کہیں گے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! اس بات چیت میں آپ بھی شامل ہو جائیں اور آج اس کو pending کرتے ہیں۔

حاجی خان احمد خان بلوچ: پوائنٹ آف آرڈر جناب سپیکر۔

جناب سپیکر: حاجی احمد خان بلوچ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

حاجی خان احمد خان بلوچ: جناب والا! میری ایک تحریک ہے اور آپ نے فرمایا تھا کہ اس کو next working day پر دیکھیں گے۔ چونکہ یہ نہایت ہی اہمیت عامہ کی حامل ہے' اس لیے میں اس کو out of turn لینے کی درخواست کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: حاجی صاحب! اس کا کیا نمبر ہے؟

حاجی خان احمد خان بلوچ: جناب 136۔

جناب سپیکر: اس کو out of turn لینے کے لیے آپ نے یہاں پر پارٹیز کے قائدین سے بات کر لی ہے؟ کیونکہ out of turn تو اس وقت ہوگی جب سارا ہاؤس چاہے گا۔

حاجی خان احمد خان بلوچ: جناب سپیکر! یہ نہایت ہی اہمیت عامہ کی حامل ہے اور اس سے جانی نقصان کا اندیشہ ہے۔

جناب سپیکر: حاجی صاحب! آپ ایسا کریں کہ وزیر قانون اور قائد حزب اختلاف سے بات کر لیں اور بات کرنے کے بعد کل اس مسئلے کو اٹھائیں۔ اگر یہ اتفاق کر لیں گے تو پھر اس پر ہاؤس کا بھی consensus لے لیا جائے گا۔

حاجی خان احمد خان بلوچ: بہتر ہے' جناب۔

چودھری نور محمد تارڑ: جناب سپیکر پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: چودھری نور محمد تارڑ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

چودھری نور محمد تارڑ: جناب سپیکر! میں ایک اہم مسئلہ کی طرف جناب کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ پہلے تو میں یہ چاہتا تھا کہ ایک تحریک التوائے کے ذریعے اس مسئلے کو اٹھایا جائے۔ لیکن پھر میں نے

وقت کے ضیاع کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف آپ کی توجہ اس طرف مبذول کرانا ہی مناسب سمجھا۔ معاملہ یہ ہے کہ آج کل گندم کی بوائی کا آغاز ہو چکا ہے اور ضلع گوجرانوالہ میں ڈی اے پی کھاد نہ صرف یہ کہ دستیاب نہیں ہے' بلکہ اگر تھوڑی بہت بلیک میں کہیں مل رہی ہے تو اس میں بھی ملاوٹ ہو رہی ہے۔ محترم وزیر زراعت موجود ہیں' لہٰذا میں ان کی خدمت میں آپ کی وساطت سے یہ گزارش کروں گا کہ اس مسئلے کو فوری طور پر حل کیا جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ چودھری صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ تحاریک التوائے کار کو take up کرتے ہیں۔ تحریک التوائے کار نمبر 34 ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب اور ان کے دیگر ساتھیوں کی pending ہے' اور اس بارے میں آج میں نے ان کو بلوایا ہے۔ ڈاکٹر صاحب' اس سلسلے میں آج آپ کو کون سا وقت مناسب رہے گا؟

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب والا! 2 بجے مناسب رہے گا۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! آج مجھے لگتا ہے کہ ہمارا اسمبلی بزنس شاید 2 بجے سے پہلے ہی ختم ہو جائے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: تو ٹھیک ہے' جیسے ہی اجلاس ختم ہوگا' ہم بات کر لیں گے۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! ختم ہوگا والی بات نہیں ہے' اس لیے کہ ان لوگوں کو بھی مطلع کرنا ہوگا۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب والا! پھر ایک بجے کا وقت ٹھیک رہے گا۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! آپ ایک بجے فارغ ہو کر آ جائیں گے؟

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جی ہاں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے' ایک بجے رکھ لیتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب سپیکر! اس میں وزیر قانون کے ساتھ ہم چاہتے ہیں کہ وزیر اطلاعات کو بھی شامل کیا جائے۔

جناب سپیکر: وزیر اطلاعات بھی مہربانی کر کے اس میں شرکت کریں۔ چودھری محمد فاروق صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر 64 ہے۔

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! اجازت ہے۔

جناب سپیکر: جی ارشاد فرمایئے۔

## پولی ٹیکنیک انسٹی ٹیوٹ برائے خواتین میں پولیس کا بغیر اجازت داخل ہونا

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ آج مورخہ 28 ستمبر 1992ء کے روزنامہ "نوائے وقت" لاہور اور روزنامہ "جنگ" لاہور میں ایک خبر شائع ہوئی ہے کہ پولیس نے گورنمنٹ پولی ٹیکنیک انسٹی ٹیوٹ برائے خواتین پر ہلہ بول دیا۔ قیادت ایک اے ایس آئی نے کی' جس سے کالج کی طالبات میں سخت خوف و ہراس پھیل گیا ہے' کالج کی پرنسپل نے پولیس کی طرف سے چادر اور چار دیواری کی بے حرمتی کو ایک ناقابل تلافی جرم قرار دیا ہے اور پولیس کے اس وحشیانہ اقدام پر کالج کی سینکڑوں طالبات سراپا احتجاج بن گئیں ہیں۔ کالج کی پرنسپل نے ناظم اعلیٰ فنی تعلیمات کو ایک مراسلہ میں تحریر کیا ہے کہ تھانہ مزنگ کا ایک اے ایس آئی دوسرے پولیس اہل کاروں کے ہمراہ ادارہ مذکورہ میں بلا اجازت گھس آئے اور چادر اور چار دیواری کی بے حرمتی کے علاوہ ادارہ کے چوکیدار لیاقت کو دوران ڈیوٹی حراست میں لے کر چلے گئے۔ پولیس کی طرف سے خواتین کے ایک تعلیمی ادارے کے اندر اس قسم کی غیر قانونی کارروائی اور خواتین طالبات کی بے حرمتی سے اضطراب اور پریشانی کی لہر دوڑ گئی ہے' اس لیے یہ تحریک باضابطہ قرار دے کر بحث کے لیے منظور کی جائے۔

جناب سپیکر: وزیر مال صاحب' اس بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں گے؟

وزیر مال (محمد ارشد خان لودھی): جناب سپیکر! اس میں پہلی بات تو یہ ہے کہ لاء اینڈ آرڈر پر' بحث کے لیے دن مقرر ہوئے تھے اور اس پر بحث بھی ہو چکی ہے' جو تحاریک التوائے کار لاء اینڈ آرڈر پر بحث ہونے سے پہلے آئی تھیں' ان کو اب technically نہیں لیا جا سکتا۔ یہ تحریک بھی لاء اینڈ آرڈر پر بحث ہونے سے پہلے آئی تھی اور اس کو لاء اینڈ آرڈر کی بحث cover کر گئی۔ یہ تو جناب والا! technically بات ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ میرے دوست نے اس واقعہ کی بنیاد ایک اخبار کی کٹنگ کو بنایا ہے' جو کہ اگست کے مہینے کی بات ہے اور اس واقعہ میں کوئی recent occurrence نہیں' تو یہ فنی لحاظ سے بھی نہیں آ سکتی' لیکن بہرحال میں حقائق پر بھی بات کر دیتا ہوں کہ مزنگ تھانے میں ایک چوری کا مقدمہ درج ہوا۔ انسٹرکٹر فوزیہ عظیم کی چوری ہوئی' تالا توڑا گیا اور گھر کا سامان چوری ہو گیا اور چور جاتے وقت ان کی گاڑی کو بھی نقصان پہنچا

گئے۔ اس پر انہوں نے پرچہ رجسٹرڈ کیا اور اس کیس کی تفتیش اے ایس آئی کالج میں گیا۔ اس نے پرنسپل صاحبہ سے اجازت لی اور بعد میں دو چوکیداروں کو زیر حراست لے کر تھانے گئے اور ان سے تفتیش کی۔ اس کے بعد ان کو گرفتار کر لیا گیا۔ اے ایس آئی اجازت حاصل کر کے گیا اور اس کے بعد اس مقدمے کی تفتیش کے لیے ان کو لے گیا۔ میری رائے میں چادر چار دیواری کے تقدس کو پامال نہیں کیا گیا' ایک قانون اور ضابطے کے مطابق after the registration of the case ایک Investigator with permission of the Principal گیا اور پرنسپل کی اجازت سے ان کو شامل تفتیش کیا اور after all وہ چالان ہوئے۔ جناب سپیکر! یہ تحریک التوائے کار نہ فنی لحاظ سے بنتی ہے اور نہ ہی حقائق پر بنتی ہے۔ جناب والا! میں گزارش کروں گا کہ یہ چوری کا مسئلہ ہے' کسی کی پراپرٹی کا مسئلہ ہے اور اس میں کوئی recent occurrence بھی نہیں۔ کوئی importance بھی نہیں اور یہ معاملہ اگست کا ہے اور لاء اینڈ آرڈر پر بحث بھی ہو چکی ہے۔

I would request your Honour that this motion should be ruled out.

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! اس سلسلے میں' میں یہ عرض کرتا ہوں کہ کم از کم لاء اینڈ آرڈر کو define کر لیا جائے کہ یہ کیا چیز ہے اور کون کون سے معاملات اس کے زمرے میں آتے ہیں۔ اس لیے کہ پبلک اور معاشرے میں جو جرائم ہوتے ہیں' ان کو تو کسی نہ کسی طرح لاء اینڈ آرڈر کے کھاتے میں ڈال سکتے ہیں' لیکن وہ ادارے جو عوام کو تحفظ فراہم کرنے کے ذمہ دار ہیں' اگر ان کی طرف سے جرائم' زیادتی' تشدد یا چادر چار دیواری کے تقدس کی بے حرمتی ہو تو وہ لاء اینڈ آرڈر کے کھاتے میں نہ ڈالی جائے' بلکہ وہ ان کی ذمہ داریوں میں کوتاہی یا تجاوز کے زمرے میں آتی ہیں۔ اس لیے جو عوام کا نام نہاد محافظ ادارہ ہے' جب وہ اپنے اختیارات سے تجاوز کرتا ہے اور معاملات کو بگاڑنے کی کوشش کرتا ہے تو اس پر تو ان کی سرزنش ہونی چاہیے' وہ تحریک لاء اینڈ آرڈر کے کھاتے میں ڈال کر kill نہیں کرنی چاہیے۔ اس میں میری دوسری گزارش یہ ہے کہ خواتین کے جو تعلیمی اداروں کا احترام اور وقار حکومت اور حکومتی اہل کاروں کے ذمہ ہے۔ ایک ادارے کے duty hours کے دوران جا کر آدمی کو گرفتار کرنا میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس ادارے کی پرنسپل کی اجازت سے گرفتار کر لیا جائے تو شاید جرم نہیں ہے۔ اسے گرفتار کرنا چاہیے۔ میں یہاں پر کسی کو چوری کے جرم پر defend نہیں کر رہا اور نہ ہی ہمیں defend کرنا چاہیے۔

جناب سپیکر! ہمیں پورے پنجاب کی خبروں کا تو پتا نہیں ہوتا' اخبار میں ایک واقعہ reflect ہوا اس کے حوالے سے میں نے اسی روز یہ تحریک آپ کے چیمبر میں پہنچا دی اور خواتین کے ادارے میں duty hours میں پولیس کا اس طرح گھس جانا' کسی آدمی کی چار دیواری اور گھر کے اندر بھی پولیس کو نہیں جانا چاہیے۔ اسی طرح ادارے کے اندر بھی پولیس کو آنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ اگر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس پرنسپل کی اجازت کے بغیر پولیس اس ادارے کے اندر گئی ہے تو یہ چادر اور چار دیواری کے تقدس کی بے حرمتی ہے اور جو بات میں نے کی ہے کہ ناظم فنی تعلیمات پنجاب نے لیٹر لکھا ہے کہ پولیس نے میرے ادارے کے اندر اجازت کے بغیر یہ واقعہ کیا ہے اگر اس ادارے کی پرنسپل نے یہ لیٹر نہیں لکھا پھر بے حرمتی نہیں ہوئی اور اس نے لیٹر لکھا ہے اور وزیر موصوف مان رہے ہیں کہ پولیس اس ادارے کے duty hours میں وہاں پر گئی اور اس آدمی کو گرفتار کر کے لائی۔ duty hours میں خواتین کے ادارے سے گرفتاری اور پولیس کا وہاں پر گھسنا چادر اور چار دیواری کے تقدس کی بے حرمتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس بے حرمتی پر اس تحریک التوائے کار کو باضابطہ قرار دیا جائے اور بحث کے لیے منظور کیا جائے۔

جناب سپیکر! اب اس میں مختلف clear contentions سامنے آ گئی ہیں کہ آپ کی جو تحریک التوائے کار ہے' اس میں آپ فرما رہے ہیں کہ پولیس ناجائز طور پر بغیر اجازت کے بچیوں کے ادارے میں گھس گئی اور انہوں نے وہاں ایک بڑی situation create کر دی۔ جبکہ وزیر مال یہ فرما رہے ہیں کہ پولیس ایک investigation کے لیے پرنسپل کی اجازت کے ساتھ اس تعلیمی ادارے میں گئی۔ یہ بالکل دو مختلف contentions ہیں۔ ہمارے رولز اور روایات میں یہ بات ہے کہ وزیر جو on the floor of the House بات کرتے ہیں' ان کی بات کو صحیح تسلیم کیا جائے' جس وقت تک وہ documents میں otherwise ثابت نہ ہو جائے۔ اس سلسلے میں' میں کہوں گا کہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس کو مؤخر کر لیتے ہیں اور آپ منسٹر صاحب سے مل کر اس بات کو clear کر لیں اور clear کرنے کے بعد بھی اس میں ابہام ہو تو پھر اس کو دوبارہ take up کر لیں گے اور اس پر فیصلہ کریں گے۔

چودھری محمد فاروق: جناب والا! ٹھیک ہے' اس کو مؤخر کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: تو خان صاحب! ٹھیک ہے' اس کو موخر کر لیتے ہیں اور چودھری فاروق صاحب آپ سے مل لیتے ہیں۔

وزیر مال: جناب سپیکر! جیسے آپ کا حکم ہو' لیکن یہ ایک common sense کی بات ہے کہ لاہور میں بچیوں کا تعلیمی ادارہ ہو تو کسی اے ایس آئی کو یہ جرأت ہو سکتی ہے کہ وہ بغیر اجازت اس کے premises میں چلا جائے؟ اس اے ایس آئی نے پرنسپل کو written دیا ہے کہ میں ان کو شامل تفتیش کر رہا ہوں۔ یہ ہمارے ملزمان ہیں' یہ چور ہیں تو اس پر verify کرنا ہے تو میں تیار ہوں۔

جناب سپیکر: جی خان صاحب! آپ کی بات میں وزن ہے' تو چودھری فاروق صاحب اس بارے میں آپ سے مل لیتے ہیں۔

تحریک التوائے کار نمبر65' چودھری محمد فاروق صاحب۔

## حکومت کی عدم توجہی کے باعث تاریخی عمارات کی شکستگی

محمد فاروق چودھری: میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ تاریخی عمارات عدم توجہی کے باعث کھنڈر بن رہی ہیں اور صوبائی دارالحکومت میں تاریخی عمارات مساجد بزرگان دین کے مزارات محکمہ آثار قدیمہ اور محکمہ اوقاف کی عدم توجہی کے باعث تباہ ہو رہے ہیں اور خستہ و شکستہ حالت میں ہیں اور اسی وجہ سے تاریخی اہمیت کے حامل شہر لاہور میں اب غیر ممالک سے آنے والے سیاحوں کی تعداد میں حیرت انگیز کمی آ گئی ہے اور حکومت سالانہ کئی لاکھ ڈالر کے غیر ملکی زرمبادلہ سے محروم ہو رہی ہے۔ لاہور کا تاریخی شاہی قلعہ' شالا مار باغ' مسجد وزیر خان' سنہری مسجد' شاہی حمام' مقبرہ جہانگیر' مقبرہ نور جہاں' چوبرجی پارک اور سکھوں کی بارہ دریاں اور دیگر کئی عمارتیں ان دنوں انتہائی خستہ حالت میں ہیں۔ شاہی قلعہ کے بھی صرف مخصوص حصوں کی مرمت ہوئی ہے۔ ان تاریخی عمارتوں کی تباہی کے خدشہ سے محب وطن شہریوں کے اندر پریشانی اور غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی ہے۔ لہٰذا اس تحریک کو باضابطہ قرار دے کر بحث کے لیے منظور کیا جائے۔

جناب سپیکر: وزیر اطلاعات!

وزیر اطلاعات و ثقافت: جناب سپیکر! اس میں کوئی شک نہیں کہ لاہور کی بیشتر تاریخی عمارات عدم توجہی کی وجہ سے شکستہ حال ہیں۔ لیکن یہ تاریخی عمارات حکومت پنجاب کے دائرہ کار میں نہیں آتیں۔ یہ عمارتیں حکومت پاکستان کے دائرہ اختیارات میں ہیں۔ لیکن حکومت پنجاب اس مسئلے پر

حکومت پاکستان سے گفت و شنید کر رہی ہے اور ہم نے مرکزی حکومت سے یہ گزارش کی ہے کہ یہ عمارات حکومت پنجاب کے حوالے کر دی جائیں' تاکہ اس کی اچھی طرح سے دیکھ بھال کی جا سکے اور اس سلسلے میں پنجاب کے اندر ایک ڈائریکٹوریٹ بھی قائم ہو چکا ہے۔ میں معزز رکن کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ ہم نے یہ مسئلہ پہلے فیڈرل گورنمنٹ کے پاس ٹیک اپ کیا ہوا ہے اور امید ہے کہ یہ عمارات ہماری تحویل میں آ جائیں گی' پھر اس کے بعد ان کی مرمت کا انتظام بھی ہو جائے گا۔ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ اس کے متعلق ایک ڈائریکٹوریٹ پہلے ہی قائم ہو چکا ہے۔

جناب سپیکر: ملک صاحب! اس سلسلے میں جب آپ اس مسئلے کو ٹیک اپ کریں تو اس میں اسلامک سمٹ مینار کے نیچے قائم شدہ لائبریری کو بھی ساتھ ہی ٹیک اپ کر لیں۔ اس لائبریری کے بارے میں ہم نے اسمبلی سیکرٹریٹ کی طرف سے متعلقہ فیڈرول ڈیپارٹمنٹ کو لکھا ہے کہ یہ لائبریری neglected ہے' اس کی کوئی مناسب دیکھ بھال بھی نہیں ہو رہی' اور اگر آپ یہ لائبریری پنجاب اسمبلی کو دے دیں تو پنجاب اسمبلی اس میں ایک شایان شان لائبریری قائم کرے گی۔ اس طرح اس بلڈنگ کی بھی دیکھ بھال ہوگی' اس لائبریری کی بھی دیکھ بھال ہوگی اور ہم ایک عمدہ ترین latest کمپیوٹرائزڈ لائبریری قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے اس کو بھی آپ ساتھ ہی ٹیک اپ کریں اور اگر مناسب ہو تو یہاں اسمبلی میں اس سلسلے میں ایک قرارداد بھی پاس کر لی جائے تاکہ آپ کی contention کو support ملے۔

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں وزیر اطلاعات کا مشکور ہوں کہ انہوں نے اپنے جواب میں میری تحریک التوائے کار کی مخالفت نہیں کی' بلکہ انہوں نے اسے مفاد عامہ کی تحریک سمجھتے ہوئے' اس کا جواب بھی دیا ہے۔ میں ان کا اس پر شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان کی اس کوشش پر داد دیتا ہوں۔ مختلف محکمے جنہوں نے اس سلسلے میں عدم توجہی اختیار کی ہوئی ہے' یہ تمام مرکزی حکومت سے متعلق ہیں اور وزیر موصوف یہ عمارات مرکزی حکومت سے لے کر پنجاب حکومت کے حوالے کروانا چاہتے ہیں۔ ان کی یہ کوشش بہت ضروری ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس سے حکومت پنجاب کو اگر یہ عمارات مل جائیں اور ان کی دیکھ بھال حکومت پنجاب کے ذمے آ گئی تو اس سے پنجاب حکومت کو لاکھوں ڈالر کا ریونیو بھی مل سکتا ہے' اس سے ہم اپنے صوبے کے معاشی حالات بھی بہتر بنا سکتے ہیں۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس قسم کے تمام ادارے اور عمارتیں وفاقی حکومت سے پنجاب حکومت کو منتقل کرنے کے لیے ہماری پنجاب اسمبلی کو ایک باقاعدہ قرارداد منظور

کرنا چاہیے اور صرف اسلامک سٹ مینار ہی نہیں باقی عمارات بھی اگر پنجاب حکومت کے حوالے کر دی جائیں تو یہ مفاد عامہ میں ہوگا اور ہمارے صوبے کے معاشی اور اقتصادی مفاد میں ہوگا۔ بہرحال ان کی اس یقین دہانی کے بعد کہ یہ عمارات کے تحفظ اور ان کے رونق کو بحال کرنے کے لیے کوشش کر رہے ہیں' میں اپنی اس تحریک التوائے کار پر زور نہیں دیتا۔

جناب سپیکر: شکریہ چودھری فاروق صاحب' اپنی اس تحریک پر زور نہیں دیتے ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: پوائنٹ آف آرڈر' جناب سپیکر! آپ نے اسلامک سٹ مینار کے حوالے سے جو بات کی ہے' یہ انتہائی مثبت ہے۔ ہماری اسمبلی کے اندر جو لائبریری ہے' وہ ہماری ضروریات کو پورا کرنے میں انتہائی ناکافی ہے' اور یہ ایک بہت ہی اچھی تجویز آپ کی طرف سے آئی ہے' میں اس سلسلے میں آپ کی وساطت سے یہ چاہوں گا کہ ہمارے متعلقہ وزیر اس پر کچھ comment کریں تاکہ ہماری بھی اس حوالے سے کوئی تسلی ہو۔

جناب سپیکر: اگلی تحریک التوائے کار نمبر66۔ چودھری فاروق صاحب کی طرف سے ہے۔

## 25 فیصد نمبر حاصل کرنے والے امیدواروں کو کامیاب قرار دینے سے معیار تعلیم کے انحطاط کا خدشہ

چودھری محمد فاروق: میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ آج مورخہ 29 ستمبر کے روزنامہ "نوائے وقت" میں ایک خبر شائع ہوئی ہے کہ پنجاب یونیورسٹی نے 25% نمبر حاصل کرنے والے طلبہ و طالبات کو English subject کے امتحان میں کامیاب قرار دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ خبر انتہائی تشویش ناک ہے اور تعلیم کے گرتے ہوئے معیار کو بہتر بنانے کی کوشش کرنے کی بجائے تعلیمی اداروں کے اندر غیر ذمہ دارانہ ماحول پیدا کرنے کی سازش کی نشان دہی کرتی ہے۔ اس فیصلہ سے طلابہ کو تعلیمی سرگرمیوں میں دلچسپی لینے کی بجائے عدم دلچسپی کی طرف مائل کرنے اور کم محنت کرنے والے طلبہ کی حوصلہ افزائی کرنا مقصود نظر آتا ہے' جس سے ہمارا تعلیمی ڈھانچہ تباہ ہو کر رہ جائے گا اور نئی نسل محنت کی بجائے وقت گزارے کے عمل کے ذریعے اپنا مستقبل داؤ پر لگا دے گی' جس کی تمام تر ذمہ داری موجودہ انتظامیہ اور حکومت کی

ہے۔ گورنر پنجاب جو کہ چانسلر بھی ہیں' انہوں نے آج ایک بیان میں پنجاب یونیورسٹی کے اس فیصلہ کو تشویش ناک حد تک غلط فیصلہ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ وہ یونیورسٹی کے اس فیصلہ سے نہ متفق ہیں اور نہ ہی کوئی تعلق ہے۔ انہوں نے مزید کہا ہے کہ امتحانات میں سیکریسی نام کی کوئی چیز نہیں۔ خاص لوگوں کے علیحدہ مراکز بنائے جاتے ہیں' جہاں مخصوص لوگوں کو نگران بنایا جاتا ہے اور یونیورسٹی کے معاملات میں عوام کا اعتماد اٹھ گیا اور ہر طرف تشویش کی لہر دوڑ گئی ہے' وہاں یہ صورت حال پیدا ہو گئی ہے کہ پنجاب یونیورسٹی کے اس فیصلہ سے رہے سہے نظام تعلیم کا بھی بیڑہ غرق ہو جائے گا' اس لیے یہ تحریک باضابطہ قرار دے کر بحث کے لیے منظور کی جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! ایک دن میں ایک معزز رکن کی کتنی تحاریک التوائے کار ٹیک اپ کی جا سکتی ہیں؟

جناب سپیکر: وزیر قانون صاحب تحاریک التوائے کار پر کوئی پابندی ہے؟ تحاریک التوائے کار پر تو کوئی پابندی نہیں۔ تحاریک التوائے کار جس کی طرف سے جتنی بھی ہوں وہ باری باری ٹیک اپ کی جا سکتی ہیں۔ تحریک استحقاق ایک آ سکتی ہے' تحریک التوائے کار پر کوئی پابندی نہیں۔

چودھری محمد فاروق: جناب والا! میں وزیر قانون صاحب کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ اصل صورت حال یہ ہے کہ اگر ایک ممبر کی ایک تحریک التوائے کار ایڈمٹ ہو جائے' بحث کے لئے منظور ہو جائے تو پھر.....

جناب سپیکر: نہیں' اس کے بعد کوئی تحریک التوائے کار چاہے کسی کی بھی ہو' ٹیک اپ ہو سکتی۔ لیکن تحریک استحقاق کے لیے یہ ضروری ہے کہ ایک معزز رکن کی ایک دن میں ایک تحریک استحقاق ٹیک اپ کی جائے۔ تحاریک التوائے کار کے بارے میں کوئی پابندی نہیں۔ کسی ایک ممبر کی بے شک سو تحاریک التوائے کار ہوں اور ترتیب سے ہوں تو وہ ساری ٹیک اپ کی جا سکتی ہیں۔ وزیر تعلیم صاحب! چودھری فاروق کی تحریک التوائے کار پر کچھ ارشاد فرمائیں گے؟

وزیر تعلیم: جناب والا! یہ تحریک التوائے کار ایک خبر کی بنیاد پر پیش کی گئی ہے' جس سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی ہے' جو اصل صورت حال ہے' وہ میں ابھی بتاتا ہوں۔ یونیورسٹی اکیڈمک کونسل نے یکم ستمبر کو اپنے ایک اجلاس میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ لڑکے جو بغیر آپشنل سبجیکٹ کے مجموعی طور پر پچاس فیصد نمبر حاصل کر لیتے ہیں اور وہ پاکستان سٹڈیز اور اسلامیات کے علاوہ کسی ایک مضمون میں فیل ہو جاتے ہیں اور وہ اس فیل شدہ مضمون میں 25 فیصد نمبر حاصل کر لیتے ہیں' تو انہیں اس مضمون میں

پاس قرار دے دیا جائے گا۔ خبر سے یہ تاثر ملتا ہے کہ شاید کوئی بھی سٹوڈنٹ جو 25 فیصد نمبر صرف انگریزی میں' انگریزی کا ذکر ہے حالانکہ اس میں تمام مضامین کا تعلق ہے۔ صرف انگریزی میں اگر 25 فیصد نمبر لیتا ہے' تو اسے پاس قرار دے دیا جائے گا' اس سے غلط فہمی پیدا ہوئی ہے۔ یہ فیصلہ یکم ستمبر کو یونیورسٹی اکیڈمک کونسل نے کیا تھا اور اس کی باقاعدہ توثیق یونیورسٹی کے سنڈیکیٹ نے 8 ستمبر کو کر دی تھی اور جناب سپیکر! اس سے تعلیم کا معیار گرے گا نہیں۔ کیونکہ اس سہولت سے وہ لڑکا فائدہ اٹھائے گا' جس کے بغیر optional کے 50% نمبر ہوں گے اور وہ پاکستان سٹڈیز اور اسلامک سٹڈیز میں پاس ہوگا اور کسی ایک مضمون میں اس کے 25% نمبر ہوں گے اور جناب والا! ہمارے پاس مارکس 33% ہیں۔ اس فیصلے سے طالب علم کو 8 نمبر رعایتی ملیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک سہولت پیش کی گئی ہے۔ ایسے طالب علم کو جو کہ bright ہے shining ہے اور کسی وجہ سے ایک مضمون میں اس کے نمبر تھوڑے سے کم آ گئے ہیں۔ لیکن دوسرے مضمونوں میں اس کی performance بہت اچھی رہی ہے تو یہ سہولت اس طالب علم کو دی گئی ہے۔ یہ سہولت ان طلباء کو نہیں دی گئی جو صرف ایک مضمون میں فیل ہو جاتے ہیں اور بقایا بھی ان کی performance اتنی اچھی نہیں ہوتی۔ لہٰذا میں اس بات کی روشنی میں اپنے فاضل رکن سے استدعا کروں گا کہ وہ اس کو پریس نہ کریں۔ شکریہ!

**چودھری محمد فاروق :** جناب والا! میں وزیر تعلیم کا ضرور احترام کرتا ہوں۔ لیکن میں یہاں پر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے اس بات کو ایڈمٹ کیا ہے کہ میں نے یہ تحریک التوائے کار محض اخباری خبر کی بنیاد پر نہیں دی۔ انہوں نے تسلیم کیا کہ یونیورسٹی نے ایسا فیصلہ کیا ہے اور میں نے صرف یونیورسٹی کے فیصلے یا اخبار کی خبر کے حوالے سے یہ بات نہیں کی تھی۔ یہ ہمارے لیے واجب الاحترام ہیں' جناب گورنر پنجاب' صوبے کی حکومت کے سربراہ ان کے بیان کا بھی میں نے اس میں ذکر کیا ہے کہ انہوں نے اس پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ یونیورسٹی کے چانسلر بھی اس خبر پر تشویش کا اظہار کرتے ہیں اور اگر اس بات کو بھی ایک طرف رکھا جائے تو جہاں پر یہ کہا گیا ہے کہ ایک مضمون انگلش میں یا دوسرے optinal مضمون میں نمبروں کا اصل معیار پہلے سے کم کر کے 25% نمبر حاصل کرنے والے کو بھی پاس قرار دینے کا فیصلہ کیا ہے اور وزیر تعلیم کا یہ بیان کہ اس سے تعلیمی معیار نہیں گرے گا اور یہ ہم نے برائٹ طلباء کی بہتری کے لیے فیصلہ کیا ہے۔ جناب والا! میں اس امر سے اتفاق نہیں کر سکتا۔ وہ طالب علم جس کو پہلے 33% نمبر لینے لازم تھے۔ اب اگر وہ 25% نمبر لیتا ہے

تو اس سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ تعلیمی معیار گرے گا۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! جو تحاریک التوائے کار ہیں' ان کو رولز کے مطابق ہی ٹیک اپ کرنا چاہیے۔ آپ نے اپنی تحریک التوائے کار پیش کی۔ منسٹر ایجوکیشن نے اس کا جواب دیا۔ اب اس پر فیصلہ ہونا چاہیے۔ اب اس پر بات ہو گئی ہے جو تحریک التوائے کار ہوتی ہے وہ تو talk out ہوتی ہے' اگر اس کو admit بھی کیا جائے تو اس پر بات ہوتی ہے اور بات ہو کر talk out ہو جاتی ہے۔ تو اب آپ اس کو مزید پریس کرنا چاہتے ہیں۔ ایجوکیشن منسٹر نے آپ کو کہا ہے کہ آپ ان حالات کی روشنی میں اس کو پریس نہ کریں۔

چودھری محمد فاروق: جناب والا! اگر آپ ارشاد فرماتے ہیں تو میں اس بارے میں سوچنے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن یہ مفاد عامہ کا اور پورے صوبے کے تعلیمی معیار کا معاملہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس کو پینڈنگ کر کے اسمبلی کی ایک کمیٹی بنا کر اس معاملے کے بارے میں سوچ لیا جائے کہ ہمیں اس تعلیمی معیار کو کس طرف لے کر جانا ہے تو کوئی جرم نہیں۔ میں مخالفت برائے مخالفت کے امر پر حکومت کی کوئی مخالفت نہیں کرنا چاہتا' اگر تعلیمی نظام تباہ ہوا تو ہمارا سارا سسٹم تباہ ہو کر رہ جائے گا۔ اس کو جناب والا! آپ پینڈنگ کر دیں اور اس کو اس طریقے سے ختم نہ کیا جائے۔ کمیٹی بنائی جائے اور اس میں پوچھ لیا جائے۔

جناب سپیکر: میرا خیال ہے کہ اس پر تو بحث نہیں ہو چکی؟

وزیر تعلیم: کس مسئلے پر جناب والا!

جناب سپیکر: یہ خاص طور پر جو امتحانات کا مسئلہ ہے اور یہ امتحانات کی secrecy کا مسئلہ ہے۔

وزیر تعلیم: جی ہاں' اس پر بحث ہو چکی ہے۔

## نوٹس برائے طلبی توجہ

جناب سپیکر: جی ہاں! اس پر بحث ہو چکی ہے' تو چودھری محمد فاروق صاحب اس کو پریس نہیں کرتے ہیں۔ تحاریک التوائے کار کا ٹائم ختم ہوتا ہے۔

جناب سپیکر: Call Attention Notice لیتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد افضل اعزاز صاحب۔

## پولیس تشدد سے پنڈی بھٹیاں کے نوجوان کی موت

**ڈاکٹر محمد افضل اعزاز:** جناب والا! کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پنڈی بھٹیاں میں ایک پندرہ سالہ نوجوان حافظ قرآن منیر احمد پولیس کے ظالمانہ تشدد سے ہلاک ہوا۔ اگر ایسا ہے تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟ نیز کیا مقتول کی المناک موت کے مجرموں کو صرف معطل کر دینا قرار واقعی سزا ہے؟

(ب) پولیس کے وحشیانہ تشدد سے آئے دن اموات کے سدباب کے لیے حکومت نے اب تک کیا عملی اقدامات کیے ہیں اور اس کے کیا نتائج برآمد ہوئے ہیں؟

**جناب سپیکر:** جناب قائد ایوان۔

**وزیر اعلیٰ پنجاب (جناب غلام حیدر وائیں):** شکریہ جناب سپیکر! یہ جس مسئلے کی طرف میرے فاضل رکن نے Call Attention Notice کے ذریعے میری توجہ مبذول کروائی ہے۔ اگرچہ اس کی ساری تفصیلات میرے پاس موجود ہیں۔ غالباً سب سے پہلے 28 ستمبر کو میں اس علاقے میں فلڈ ریلیف arrangement کے سلسلے میں گیا تھا اور میرے ہمراہ وزیر زراعت اور وزیر صحت بھی تھے۔ یہ مسئلہ وہاں پر میں نے سب سے پہلے خود ٹیک اپ کیا تھا۔ لیکن جناب والا! اس وقت صورت حال یہ ہے کہ جب اس مسئلے کا اخبار میں تذکرہ آیا تو عدالت عالیہ نے بھی اس کا ازخود نوٹس لیا اور اس کا نوٹس لینے کے بعد عدالت عالیہ کے حکم کے مطابق سینئر سول جج گوجرانوالہ اس وقت اس کیس کی جوڈیشل انکوائری کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک اور رٹ پٹیشن بھی ہائی کورٹ میں پینڈنگ ہے اور اس کی آئندہ پیشی اس کی سماعت کے لیے 7 نومبر کو مقرر ہو چکی ہے۔ ان حالات میں اسمبلی کے قواعد کے مطابق یہ مسئلہ subjudice ہو جاتا ہے۔ اس معاملے میں جناب سپیکر! آپ ارشاد فرمائیں کہ ان حالات میں اس پر بحث ہونی چاہیے اور مجھے اس کی تفصیلات اس ایوان میں پیش کرنی چاہئیں؟ اگر ان حالات میں بھی آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بات کروں تو میرے پاس اس کی تفصیلات موجود ہیں۔

**جناب سپیکر:** یہ کورٹ میں پینڈنگ ہے۔

**CHIFF MINISTER :** It is pending not only in the High Court but on the order of the Chief Justice, Lahore High Court,

Civil Judge, Gujranwala is holding an inquiry in the matter

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ یہ معاملہ بے شک پینڈنگ ہے اور اس کی کورٹ میں انکوائری ہو رہی ہے۔ میں جس طرف توجہ دلانا چاہتا تھا' یا جو اس Call Attention Notice کا میرا مقصد تھا' وہ تھا کہ اس پر اس طرح تشدد کرنے کے بعد.....

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! اب مسئلہ یہ ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب کے پوائنٹ آؤٹ کرنے پر کہ یہ معاملہ کورٹ میں پینڈنگ ہے اور اس پر جوڈیشل انکوائری ہو رہی ہے۔

Whether we can take up this matter in the House in the form of a Call Attention Notice or not?

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: میں صرف پولیس کی زیادتی اور اس کے وحشیانہ تشدد کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ اتنے بے سہارا لوگوں کو قتل کیا جا رہا ہے۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس ملک میں پولیس کو کیا اتنے اختیارات مل گئے ہیں کہ وہ جب چاہے بے گناہ انسانوں کو پکڑ کر تشدد کرے اور قتل کر دے اور کوئی شنوائی نہ ہو؟

جناب سپیکر: جی ڈاکٹر صاحب! آپ بات کو follow کرنے کی کوشش فرمائیں کہ بلاشبہ آپ نے پوچھا ہے' آپ نے یہ دریافت فرمایا ہے' اور ہم نے اس کو admit کیا ہے اور چیف منسٹر صاحب سے کہا ہے کہ وہ اس کا جواب دیں اور وہ اس کا جواب دینے کو تیار ہیں۔ لیکن انہوں نے اپنے جواب میں یہ فرمایا ہے کہ یہ معاملہ subjudice ہے اور اس پر ہائی کورٹ نے جوڈیشل انکوائری آرڈر کر دی ہے۔ اب تو اس پر جوڈیشل انکوائری ہو رہی ہے تو کیا اب ہم ایک question کی صورت میں یہ معاملہ ٹیک اپ کر سکتے ہیں؟ رولز کے مطابق کال اٹینشن نوٹس پر وہی قواعد لاگو ہوتے ہیں جو question raise کرنے کے لیے قواعد و ضوابط ہیں اور question raise کرنے کے لیے جو قواعد و ضوابط ہیں' اس میں یہ چیز واضح ہے۔ رول-45:

"In order that a question may be admissible, it shall satisfy the following conditions....

اسی رول میں یہ clear ہے۔ نمبر 6 میں' صفحہ 21 پر۔ ڈاکٹر صاحب! آپ دیکھیں:

(vi) relate to a matter which is subjudice.

تو یہ واضح ہے کہ جو معاملہ subjudice ہے' اسے question کی صورت میں یا کال اٹینشن کی

صورت میں ہاؤس میں ٹیک اپ نہیں کیا جا سکتا' تو میں جناب چیف منسٹر کی اس بات سے اتفاق کرتا ہوں' جس کی انہوں نے نشان دہی کی ہے کہ یہ معاملہ subjudice ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ subjudice ہے اور اس کو ایوان میں ٹیک اپ نہیں کیا جا سکتا۔ چودھری اصغر علی گجر پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

**چودھری اصغر علی گجر:** جناب والا! میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہوں گا۔ وہ یہ کہ جو بات کورٹ نے پوچھی ہے' وہی بات ہم پوچھ رہے ہیں۔ کورٹ نے اس پر کوئی فیصلہ نہیں کرنا۔ کورٹ کو تجسس تھا کہ ایک ایسا واقعہ ہوا' اس کا کیا بنا؟ اور مجھے تحقیق کر کے بتایا جائے۔ یہی بات یہاں پر پوچھی گئی ہے کہ یہ واقعہ ہوا' اس کا کیا بنا؟ تو وہاں پر کوئی فیصلہ نہیں ہو رہا۔ وہاں پر بھی ایک بات کے بارے میں پوچھا جا رہا ہے۔ اس کی معلومات حاصل کی جا رہی ہیں' جبکہ یہاں پر بھی ایک بات کے لیے پوچھا جا رہا ہے' اس کی معلومات حاصل کی جا رہی ہیں۔

**جناب سپیکر:** میاں منظور احمد موہل صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

**میاں منظور احمد موہل:** آپ کی واضح رولنگ آ گئی ہے۔ میرے خیال میں اس کے بعد اس پر پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔

**جناب سپیکر:** اس پر پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔ گنجائش کی بات بالکل نہیں اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ جو معاملہ کسی بھی لحاظ سے' کسی بھی انداز میں' کسی بھی طریقے سے کورٹ میں زیر بحث ہے یا پینڈنگ ہے اس کو question یا کال اٹینشن نوٹس کے ذریعے زیر بحث نہیں لایا جا سکتا' تو اب قانون سازی کو لیتے ہیں۔ رانا ثناء اللہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

**رانا ثناء اللہ خان:** جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ کسی بھی عدالت کے سامنے جو معاملہ پینڈنگ ہو' اس میں case decided کی definition اور ہے اور انکوائری initiate کرنے کی definition اور ہے اور وہ معاملہ جو کسی کورٹ کے سامنے ہو اسے ہی subjudice کہا جا سکتا ہے۔ انکوائری initiate کرنے سے کوئی معاملہ subjudice نہیں ہوتا اور اس سوال کے ذریعے سے انفرمیشن مانگی گئی تھی اور میں سمجھتا ہوں کہ اس ہاؤس میں انفرمیشن دینے سے متعلق کسی بھی عدالت سے کوئی stay جاری نہیں ہوا کہ اس معاملے پر ہم بات بھی نہیں کر سکتے۔ ہاں' اس معاملے پر ہم رائے زنی یا فیصلے پر اثر انداز ہونے والی کوئی بات نہیں کر سکتے۔ لیکن صرف انفرمیشن لینا اور دینا اس زمرے میں نہیں آتا۔

جناب سپیکر: اس میں ایک مسئلہ تو یہ ہے کہ سپیکر کی واضح رولنگ کے بعد کہ یہ مسئلہ subjudice ہے' اس کو ٹیک اپ نہیں کیا جا سکتا' کیا اب اس معاملے کو مزید زیر بحث لایا جا سکتا ہے؟ رانا ثناء اللہ صاحب اس بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کو دوبارہ زیر بحث لایا جا سکتا ہے؟

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس سلسلے میں آپ کا انتہائی احترام کرتے ہوئے' آپ کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ یہاں پر ایسا بھی ہوا ہے کہ چیئر نے ایک معاملے پر واضح رولنگ دی اور اس کے بعد قائد ایوان کے بار بار اصرار کرنے پر چیئر نے اس رولنگ کو بدل دیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ قائد ایوان اور میرا اس ایوان میں کھڑے ایک جیسا مقام ہے۔ اگر ان کے کہنے پر اور ان کے اصرار کرنے پر یا ان کی طرف سے کوئی نشان دہی کرنے پر چیئر کی رولنگ بدل سکتی ہے' change ہو سکتی ہے تو مجھے بھی یہ حق حاصل ہے کہ میں اگر کسی بات کی نشان دہی کرنا چاہوں' کسی بات پر اصرار کرنا چاہوں تو میں وہ گزارشات چیئر کی خدمت میں پیش کروں۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ میں اس بات کو واضح کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے کسی بھی وقت کسی بھی لمحے قائد ایوان کی طرف سے بات کی گئی ہو یا قائد حزب اختلاف کی طرف سے بات کی گئی ہو' میں نے اپنی رولنگ کو change نہیں کیا۔ جس بات کا آپ mention کر رہے ہیں' اس میں کمیٹی میں نے تشکیل دینی تھی۔ لاء منسٹر صاحب جو یہاں قائد ایوان کی نمائندگی کرتے ہیں' ان کی طرف سے اس بات کی تائید ہونے پر میں نے کمیٹی تشکیل دی تھی' کیونکہ وہ قائد ایوان کی ہاؤس میں نمائندگی کرتے ہیں اور کمیٹی تشکیل ہونے کے بعد قائد ایوان ہاؤس میں تشریف رکھتے تھے' انہوں نے کمیٹی تشکیل دینے پر اعتراض کیا۔ ہاؤس میں سپیشل کمیٹی اسی صورت میں تشکیل ہو سکتی ہے کہ وہ ہاؤس نے تشکیل دینی ہے۔ سپیشل کمیٹی سپیکر ذاتی طور پر تشکیل نہیں دے سکتا' ہاؤس نے وہ کمیٹی تشکیل دینی ہے تو یہ کمیٹی ہاؤس نے تشکیل دینی ہے تو وہ consensus سے تشکیل دینی ہے۔ جب قائد ایوان ہی اس کمیٹی کو تشکیل دینے کی مخالفت کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہاؤس میں consensus نہیں ہے اور جب میں نے محسوس کیا کہ قائد ایوان اس کمیٹی کی تشکیل دینے کی مخالفت کرتے ہیں تو ہاؤس میں کمیٹی تشکیل دینے پر consensus نہیں ہے تو accordingly ہاؤس میں دوسری رائے آنے پر ہاؤس سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ اس تجویز سے اتفاق کرتے ہیں' جو دوسری تجویز قائد ایوان کی طرف سے آئی ہے کہ اس کا فیصلہ سپیکر اور قائد

ایوان مل کر کریں؟ تو سارے ہاؤس نے اتفاق کیا اور میں نے اس کے مطابق عمل کیا۔ اس میں رولنگ کو واپس لینے کا کوئی سوال ہی نہیں۔ نہ قائد ایوان کے کہنے پر رولنگ واپس ہو سکتی ہے اور نہ قائد حزب اختلاف کے کہنے پر رولنگ واپس ہو سکتی ہے اور سپیکر کی رولنگ آ جانے کے بعد کوئی provision نہیں ہے' نہ قواعد میں اور نہ روایات میں کہ اس پر تنقید کی جائے یا اس کو دوبارہ زیر بحث لایا جائے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

اب ہم قانون سازی لیتے ہیں۔ پوائنٹ آف آرڈر' رانا ثناء اللہ خان۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ نے جو کچھ فرمایا ہے' وہ اپنی یادداشت کے حوالے سے فرمایا ہے۔ میرے پاس 25 جون کی تمام کارروائی موجود ہے۔ میں نے سیکرٹریٹ سے حاصل کی ہے۔ اگر اس کے متعلقہ حصے میں پڑھنا چاہوں تو میرے خیال میں اس میں کافی وقت لگے گا۔ میں نے اس پر تحریک استحقاق نمبر 6 دی ہوئی ہے۔ اس میں ہمارا موقف اور نقطۂ نظر پیش کیا گیا ہے۔ اس ریکارڈ کے حوالے سے میں نے جو بات کی ہے وہ میں ثابت کروں گا کہ درست ہے۔ یہ ریکارڈ کی کاپی میرے پاس ہے۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ آپ کی تحریک استحقاق میرے پاس پینڈنگ ہے۔ رانا اکرام ربانی صاحب کی طرف سے بھی ہے اور آپ کی طرف سے بھی ہے۔ اگر آپ چاہیں گے تو اس کو ہم ٹیک اپ کر لیں گے۔

## مسودہ قانون

### مسودہ قانون' دی پنجاب ہیلتھ فاؤنڈیشن' مصدرہ 1992ء

MR. SPEAKER: Now, we take up legislation.

MINISTER FOR LAW: I beg to move-

That the Punjab Health Foundation Bill, 1992, as recommended by the Standing Committee on Health be taken into consideration at once.

MR. SPEAKER: The motion moved is.

That the Punjab Health Foundation Bill, 1992, as recommended by the Standing Committee on Health, be taken into consideration at once.

DR. MUHAMMAD AFZAL EZAZ:

RANA SANA ULLAH KHAN: Opposed.

MR. SPEAKER: Four amendments have been received in this motion.

The first one has been given notice of by Mr. Ghulam Sarwar Khan, Malik Iqbal Ahmed Khan langrial and Rana Sana Ullah Khan. Who is going to move the amendment?

RANA SANA ULLAH KHAN: I will move it. Sir, I beg to move-

That the Punjab Health Foundation Bill, 1992, as recommended by the Standing Committee on health, be referred to a Select Committee consisting of the following Members with the instructions to report upto 31st December, 1992:-

1. Dr. Muhammad Afzal Ezaz.
2. Ch. Muhammad Farooq.
3. Haji Muhammad Afzal Chan.
4. Mr. Sohail Zia Butt.
5. Mr. Irshad Hussain Sethi.
6. Sahibzada Muhammad Usman Abbassi.

MR. SPEAKER: The amendment moved is:-

That the Punjab Health Foundation Bill, 1992, as recommended by the Standing Committee on health, be referred to a Select Committee consisting of the following Members with the instructions to report up to 31st December, 1992:-

1. Dr. Muhannad Afzal Ezaz.
2. Ch. Muhammad Farooq.
3. Haji Muhammad Afzal Chan.
4. Mr. Sohail Zia Butt.
5. Mr. Irshad Hussain Sethi.
6. Shaibzada Muhammad Usman Abbassi.

MINISTER FOR LAW: I oppose it sir.

جناب سپیکر: رانا ثناء اللہ خان صاحب کچھ ارشاد فرمائیں گے؟

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! پنجاب ہیلتھ فاؤنڈیشن بل کے بنیادی مقاصد میں یہ بات درج ہے کہ اس کا نفاذ اس مقصد کے تحت کیا جا رہا ہے کہ اس سے صوبے میں پرائیوٹ سیکٹر میں صحت کی سہولتوں کی فراوانی کے لیے اور انہیں عوام تک پہنچانے کے لیے گورمنٹ کی طرف سے دی جائیں جو اس معاملے میں حصہ لینا چاہتے ہیں۔ لیکن اس بل کو اس کے بنیادی مقصد کو implement کرنے کے نقطۂ نظر سے ڈرافٹ نہیں کیا گیا۔ اس لیے میں یہ چاہتا ہوں کہ اس کا دوبارہ جائزہ لینے اور اس پر از سر نو غور کرنے کے لیے ان افراد پر مشتمل ایک کمیٹی بنا کر اسے اس کے سپرد کیا جائے اور وہ اس کے بنیادی مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کو درست کریں اور اس میں ترامیم لائیں۔ اس وقت یہ بل اس بنیادی مقصد کو جو اس میں درج ہے' implement پر عمل کرتا ہوا دکھائی نہیں دیتا' بلکہ یہ موجودہ حکومت کے انہی مقاصد کو آگے بڑھاتا ہوا محسوس ہو رہا ہے' جس کے تحت وہ اس ملک میں مختلف پالیسیوں پر عمل درآمد کر رہی ہے۔ جناب سپیکر! موجودہ دور کے متعلق ایک شاعر نے کہا ہے کہ:

سازشوں کا یہ گھناؤنا دور ایسا ہے
جس کی ہے ابتدا غلام محمد' انتہا غلام اسحٰق

جناب سپیکر: ہوس زر میں غرق ایک جتھا اس ملک کی عنان اقتدار پر مسلط ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! کیا یہ relevant بات ہے؟

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ انتہائی relevant ہے اور اس کی relevancy کا اس وقت پتا چلے گا' جب میں اپنی بات مکمل کر لوں گا اور آپ کے پاس یہ اختیار ہے کہ جب میں اپنی بات مکمل کر لوں اور آپ یہ سمجھیں کہ یہ relevant نہیں تھی' تو اس کو کارروائی سے حذف قرار دے دیں۔

جناب سپیکر: لیکن میں درمیان میں بھی آپ کو یاد دلا سکتا ہوں کہ آپ کی بات relevant نہیں ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس سلسلے میں میری یہ گزارش ہے کہ میری بات جب مکمل ہو گی تو تب ہی جا کر پتا چلے گا کہ میری بات relevant ہے یا نہیں ہے۔ اب اگر میری صرف اتنی بات کو پکڑ لیا جائے کہ "مت جاؤ نماز کے قریب" اور اس سے اگلی بات "جبکہ تم نشے کی حالت میں ہو" مجھے نہ کرنے دی جائے تو پھر اس طرح کیسے پتا چلے گا کہ میں relevant بات کر رہا ہوں یا irrelevant۔ آپ لاء منسٹر صاحب سے حکم فرمائیں کہ وہ بیٹھ جائیں' وہ میری بات کو غور سے سنیں اور اس کے بعد وہ فیصلہ کریں۔

جناب سپیکر: جی لاء منسٹر صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! گزشتہ دنوں جب محترم کھگہ صاحب نے تقریر کی تھی تو اس بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے محترم قائد حزب اختلاف نے میرے ساتھ یہ بات فرمائی تھی کہ میں چاہتا تھا کہ میں یہ بات جناب سپیکر صاحب کی خدمت میں point out کروں کہ ایسی بات جو کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اس قسم کے issue کی طرف lead کرے گی' جو کہ ہاؤس کے ماحول کو خراب کرے گا تو Nip the evil in the bud. والا سلسلہ اختیار کیا جائے۔ کیونکہ ہوتا یہ ہے کہ جب بات شروع ہوتی ہے تو اس کے نتیجے میں آغاز میں ہاؤس کا ماحول تھوڑا سا غیر سنجیدہ ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد جب اس کو کنٹرول کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو پھر بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے' تو جناب والا! انہوں نے صدر مملکت کے بارے میں جو کچھ کہا اور پھر جو شعر پڑھا ہے' اس کا ہیلتھ فاؤنڈیشن کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ اور جناب والا نے بڑے مناسب انداز میں اس کا نوٹس لیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں' اس قسم کی

چیزوں کی ہمیں ہرگز اجازت نہیں دینی چاہیے۔ قانون سازی کے کام کو ہمیں سنجیدگی سے لینا چاہیے اور to the point ہمیں بات کرنی چاہیے۔ اس قسم کی بات کرنے سے ہمیں گریز کرنا چاہیے جو relevant نہ ہو اور جس سے بعد میں تلخی بڑھنے کا امکان ہو۔ شکریہ۔

**جناب سپیکر:** رانا صاحب! ذرا رول 172 دیکھیے' آپ کے پاس کتاب ہوگی۔

An amendment shall be within the scope and relevant to the subject matter of the motion in which it is proposed.

**رانا ثناء اللہ خان:** جناب سپیکر! یہ درست ہے۔ اس سلسلے میں میری یہ گزارش ہے کہ جب میں نے یہ بات عرض کی ہے کہ اس بل کی جو بنیادی ڈرافٹنگ ہے' وہ لوگوں کو ہیلتھ کی سہولتیں پہنچانے کے لیے نہیں کی گئی' بلکہ لوٹ مار کرنے کے لیے کی گئی ہے تو یہ میں ثابت کروں گا۔ اس بل کو کلاز وائز ایوان کی خدمت میں پیش کروں گا کہ اس بل میں یہاں پر فنڈز کتنے آنے ہیں۔ یہ کیا کیا کر سکتا ہے۔ کیا کیا اس کے دائرہ اختیار میں ہے اور ان تمام اختیارات کو استعمال کس طریقے سے کیا جائے گا' تو جناب سپیکر! آپ بھی اس بات سے متفق ہوں گے اور میرے دوسرے بھائی بھی' کہ یہ بل لوٹ مار کرنے کے لیے ڈرافٹ کیا گیا ہے' وہ علیحدہ بات ہے کہ ہر کسی کی اپنی اپنی مجبوری ہے۔ کوئی اظہار کرتا ہے' کوئی نہیں کرتا۔ لیکن سبھی اس بات کو تسلیم کریں گے۔ جناب سپیکر! میں نکتہ وضاحت پر یہ بھی گزارش کرنی چاہوں گا کہ لاء منسٹر صاحب نے جو فرمایا ہے کہ ہاؤس کی کارروائی کو غیر سنجیدہ کیا جاتا ہے اور اس ایوان کے تقدس کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا جاتا۔ جناب سپیکر! اس ملک کی' اس ہاؤس کی بدقسمتی یہ ہے کہ وہ لوگ جو پہلے ہمارے ساتھ تھے اور جن کے کارناموں کی وجہ سے ہمیں آج تک سزا مل رہی ہے' وہی اس وقت ملزم تھے اور آج وہ مدعی بنے ہوئے ہیں۔ یعنی کیا سب کچھ انہوں نے کیا ہے۔ اب دوسری طرف سے ہمیں جواب دے رہے ہیں۔

**جناب سپیکر:** رانا صاحب! کیا یہ relevant بات ہے؟

**رانا ثناء اللہ خان:** جناب سپیکر! میں نے نکتہ وضاحت پر بات کی ہے۔

**جناب سپیکر:** آپ کی یہ بات آپ کی ترمیم کے بارے میں ہے؟

**رانا ثناء اللہ خان:** جناب سپیکر! میں نے یہ بات نکتہ وضاحت پر کی ہے اور یہ ہاؤس کے تقدس کو اور ہاؤس کی کارروائی کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے' آج جو پہلے دو گھنٹے کی کارروائی چلی ہے وہ بھی آپ

نے ملاحظہ فرمائی ہے' کہ پارلیمانی سیکرٹری صاحب فرماتے ہیں کہ سوالات کیوں کیے جاتے ہیں۔ ان کا جواب دینے کے لیے ہمیں لاکھوں روپیہ خرچ کرنا پڑتا ہے' یعنی جیسے سوالات یہاں پر ہوائی جہاز پر بیٹھ کر آتے ہیں اور ان کے لیے لاکھوں روپے کی سڑکیں کارپٹ کروائی جاتی ہیں کہ انہوں نے چل کر آنا ہے۔ سوالات پر لاکھوں روپیہ خرچ کیا جاتا ہے تو یہ جب ہاؤس میں اس قسم کی صورت حال ہوگی.....

**وزیر قانون:** پوائنٹ آف آرڈر۔

**جناب سپیکر:** جی' لا منسٹر صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں گے۔

**وزیر قانون:** جناب والا ! آپ کے بار بار فرمانے کے باوجود بھی فاضل رکن بالکل relevant نہیں ہیں۔ انہوں نے کوئی specific تجویز نہیں دی۔ اس کے لیے ان کو اس میں کوئی نقص نکال کر کوئی specific تجویز دینی چاہیے کہ اس لیے ہم public opinion elicit کرنے کے لیے یہ کمیٹی مقرر کرنا چاہتے ہیں۔ رولز کے مطابق ان کو چاہیے تھا کہ یہ اس قسم کی کوئی تجویز باقاعدہ بتاتے کہ ہم جو بل پیش کر رہے ہیں' اس میں یہ نقص ہے اور اس نقص کو دور کرنے کے لئے میں یہ تجویز پیش کر رہا ہوں تو حکومت اس چیز سے cognizant ہے اور یہ جو لوٹ مار کی میرے فاضل بھائی بات کر رہے ہیں' یہ ساون کے اندھے کو ہمیشہ ہرا سوجھنے والی بات ہے۔ پتا نہیں کہ لوٹ مار ان کے ذہن میں کیوں رچی بسی ہوئی ہے کہ لوٹ مار کے علاوہ ان کو کوئی چیز اور نظر نہیں آتی۔

جناب والا! ایجوکیشن فاؤنڈیشن میں ہم نے ملک معراج خالد صاحب کو رکھا ہوا ہے وہ بھی اس کی بالکل سسٹر آرگنائزیشن ہے۔ جناب قائد حزب اختلاف کو رکھا ہوا ہے اور اس طریقے سے اس میں بھی ہم اس قسم کی اپوزیشن کی شخصیات کو بھی رکھیں گے جو ensure کریں گے کہ مقاصد کے مطابق یہ ہیلتھ فاؤنڈیشن کام کر رہی ہے۔ شکریہ جناب۔

**جناب سپیکر:** رانا صاحب! آپ اپنی ترمیم کے موضوع پر ارشاد فرمایئے' اگر آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

**رانا ثناء اللہ خان:** جناب سپیکر! اس بل میں' میں نے جو چودہ ترمیم دی ہیں۔ محترم لاء منسٹر صاحب یہ فرما رہے ہیں کہ میں نے ترامیم ہی کوئی نہیں دیں۔ اس میں چودہ ترامیم میری طرف سے ہیں اور انہی کی بنیاد پر میں یہ گزارش کرنی چاہتا ہوں کہ اس بل کو refer back کیا جائے اور اسے درست کیا جائے تو یہ ایک نقص کی بات کر رہے ہیں' اس میں تو نقائص ہیں اور ان کی ہی میں نشان دہی

کرنے کی طرف جا رہا ہوں' تو میں نے صرف اس بات کو لیا تھا کہ اس کا چونکہ بنیادی مقصد جو ہے اس میں درج یہ ہے' جبکہ اس کا اصل مقصد کوئی اور ہے تو اس کے بعد میں نے اب اس بل کی طرف بھی آنا تھا اور کلاز وائز میں نے بتانا تھا کہ اس میں کیا کیا رکھا گیا ہے اور کیا کیا اس میں ہو گا؟

جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اس بل میں جو بنیادی مقصد درج کیا گیا ہے وہ عوام کو دھوکا دینے کے مترادف ہے' کیونکہ اس میں لکھا یہ گیا ہے کہ عوام کی فلاح و بہبود کے لیے اور ان کی صحت کو بہتر بنانے کے لیے اس بل کو ہم لا رہے ہیں' جبکہ اس بل کو قبضہ گروپ اور لٹیروں کی صحت کو بہتر بنانے کے لیے' ان کے بنک بیلنسز کو بہتر بنانے کے لیے' ان کی پراپرٹیز کو بہتر بنانے کے لیے لایا جا رہا ہے۔ اس کا ایک بنیادی مقصد جو ہے' یہ انحراف ہے تو اس سلسلے میں' میں محترم لاء منسٹر صاحب کی توجہ چاہوں گا کہ ٹھیک ہے' لوٹ مار تو ہو رہی ہے۔ سبھی کو پتا ہے اور آپ روکیں گے بھی نہیں' لیکن کم از کم اس لوٹ مار کو لیگلائز تو نہ کریں۔ اس کو لیگل کور تو نہ دیں کہ اب آپ لوٹ مار کے لیے لیجسلیشن ہی کرنی شروع کر دیں۔

جناب سپیکر! اس بل کی کلاز 11 میں اس ہیلتھ فاؤنڈیشن کے لیے فنڈز کے متعلق بتایا گیا ہے کہ:

(a) Grants made by the Government and the Federal Government and Local Bodies:

(b) Income from investments made by the Foundation.

(c) Donations and endowments:

(d) Revolving funds placed by the Government at the disposal of the Foundation:

(e) All other sums received by the Foundation.....

جناب سپیکر! اب اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہیلتھ فاؤنڈیشن کے لیے خطیر فنڈز کا انتظام ہو گا۔ اس میں کافی فنڈز اکٹھے ہوں گے۔ اب یہ کر کیا سکے گا؟ اس فاؤنڈیشن کے اختیارات کیا ہوں گے؟ اس کے لیے میں آپ کی توجہ کلاز 10 کی سب کلاز 2 کی طرف دلاؤں گا اور اس میں آگے 10(2)(a) ہے۔

Section 10(2)(a)-

"establish or cause to be established health institutions

and allied projects:"

یعنی یہ جو فاؤنڈیشن ہے یہ ہیلتھ انسٹی ٹیوشنز اور الائیڈ پروجیکٹس اسٹیبلش کر سکے گا۔ (بی) ہے۔

(b) give grants to health institutions operating on non-commercial basis for the purchase of land, construction of buildings, purchase of equipment, furniture and for other allied projects;

یعنی اس فاؤنڈیشن کے تحت جو آدمی اپنا ایک ہسپتال بنانا چاہے گا' اسے گھر سے کسی قسم کی کوئی چیز لانے کی ضرورت نہیں۔ اسے صرف موجودہ حکمرانوں کی نظر شفقت کی ضرورت ہے' وہ گھر سے بالکل تہی دامن آ جائے اور اس کے بعد اسے فرنیچر تک' بلڈنگ تک ہر چیز حکومت کی طرف سے مہیا کی جائے گی۔

میاں منظور احمد موہل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی' موہل صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں گے۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! رول 79 کی طرف میں آپ کی توجہ مبذول کراتا ہوں۔

"On the day appointed under rule 78 or on any subsequent day to which the matter might have been adjourned, the member-incharge may make any of the following motions in regard to his Bill:"-

اس میں ہے:

"That it may be referred to a select committee."

جناب والا! اب جو زیر بحث مسئلہ ہے:

Discussion of principles of Bills.

تو چونکہ وہ اس کی کلاز 10 پر چلے گئے ہیں۔ اس کا ریفرنس دے رہے ہیں تو یہ رول 81(1) میرے پوائنٹ آف آرڈر کے بارے میں relevant ہے:

81(1) "On the day on which any of the motions referred to in rule 79 is made, or on any subsequent

day to which discussion thereof is postponed, the principles of the Bill and its general provisions may be discussed, but the details of the Bill shall not be discussed further than is necessary to explain its principles."

یعنی Details of the Bill shall not be discussed ہے۔ اس کے principles ہو سکتے ہیں۔ ان کا یہی ہے کہ اس تاریخ تک سلیکٹ کمیٹی بنائی جائے۔ اب ان کو یہی کہنا چاہیے کہ وہ کون سی صورت حال ہے۔ سٹینڈنگ کمیٹی سے بل آ گیا ہے۔ اب سلیکٹ کمیٹی کو کن وجوہات کی بناء پر بل بھجوانا چاہتے ہیں۔ صرف principles پر یہ touch کر سکتے ہیں۔ جب امنڈمنٹس آئیں گی' تو اس وقت یہ بل کے sub-sections کو refer کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی درست بات ہے۔ مولی صاحب کے پوائنٹ آف آرڈر سے میں اتفاق کرتا ہوں اور واقعی اس stage پر Principles of the Bill discuss ہو سکتے ہیں۔ اس کی detail discuss نہیں ہو سکتی۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں بھی محترم منظور مولی صاحب کی بات سے اتفاق کرتا ہوں اور انہوں نے جو کہا ہے کہ یہ وجوہات بتائیں تو میں وہ وجوہات ہی بتا رہا ہوں۔ آپ ذرا سننے کی اور سمجھنے کی کوشش کریں۔ دراصل چونکہ قائد ایوان اس وقت ہاؤس میں موجود ہیں اور کچھ لوگ اپنی performance دکھانے کے لیے مجبور ہیں کہ ہمارے خلاف بات کریں' تو میرا خیال ہے کہ جب تک وہ بیٹھے رہیں گے' اس وقت تک interruption جاری رہے گی۔ میں وجوہات ہی بتا رہا ہوں۔ ذرا غور فرمائیں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! principles پر بات کریں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں نے یہ بتایا ہے کہ اس بل کے بنیادی principle میں درج انہوں نے کیا ہے کہ اس سے ہم نے عوام کو فائدہ پہنچانا ہے۔ حالانکہ اس سے انہوں نے قبضہ گروپ کو فائدہ پہنچانا ہے۔ بنیادی principle پر تو میں بات کر رہا ہوں۔ یعنی اس فاؤنڈیشن کا جو بورڈ ہو گا' اس کے اختیارات میں یہ بات شامل ہے۔ فنڈز کا میں نے بتایا ہے کہ اس حد تک وہ unlimited funds raise کر سکتا ہے اور اب اس کے بعد وہ کر کیا سکتا ہے؟

جناب سپیکر! کلاز 10 کی سب کلاز (سی) اور (ڈی) ہے۔

(c) Give loans to health institutions;

(d) Provide loans to Doctors for opening clinics;

جناب سپیکر آگے (ای) بہت اہم ہے۔

(e) Assist health institutions and Doctors in getting loans from scheduled banks and financial institutions;

جناب سپیکر! آگے (ایف) ہے اور یہ وہی یعنی قبضہ گروپ ہے۔ اب ان کو پتا ہے کہ اس کے خلاف بڑا شور اٹھ رہا ہے' اس لیے اس کو کوئی لیگل کور دیا جائے کہ اب جو کوئی قبرستان بچ گیا ہے' کوئی گرین بیلٹ بچ گئی ہے تو اس کو اب کس طرح سے قابو کرنا ہے؟

جناب سپیکر: رانا صاحب! آگے ایک مرحلہ آ رہا ہے' جس پر آپ یہ details discuss کر سکتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ اس بنیادی principle کے discuss ہونے سے یہ بات طے ہو جائے گی اور میرا خیال ہے کہ یہ بل سلیکٹ کمیٹی کو refer ہو جائے گا۔ اگلی exercise ہمیں کرنی ہی نہیں پڑے گی۔

جناب سپیکر: نہیں' آپ کو پتا ہے کہ وہ کرنی پڑے گی' اور اس پر آپ کو بولنا ہو گا۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ ہی اگر کہہ رہے ہیں کہ وہ کرنی پڑے گی' تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کو بھی پتا ہے کہ انہوں نے کوئی بات سنی نہیں' خواہ وہ جائز ہو۔

جناب سپیکر: میں یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ کو علم ہے۔ آپ principles پر بات کر لیں۔ اس کے بعد آپ کے پاس ڈسکشن کے لیے وقت ہے۔ ابھی اور مرحلہ ہے' جس پر آپ یہ ڈسکس کر سکتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: ٹھیک ہے۔ جناب سپیکر! یہ آخری کلاز (ایف) ہے اور یہ انتہائی اہمیت کی حامل کلاز ہے۔ میں وزیر قانون صاحب کی توجہ چاہوں گا۔ "Lease or sell plots" یہ ہیلتھ فاؤنڈیشن ہے اور اس میں یہ ایک شق رکھی ہے کہ:

(f) Lease or sell plots or assist in getting plots....

یعنی یہ لوگ پلاٹوں سے نکلتے ہی نہیں ہیں۔ اگر یہ ایجوکیشن فاؤنڈیشن بناتے ہیں تو اس میں بھی یہ

پلاٹ لے آتے ہیں' اگر یہ ہیلتھ فاؤنڈیشن بناتے ہیں تو اس میں بھی یہ پلاٹ لے آتے ہیں اور اگر کوئی غریب ملازم پلاٹ مانگے تو جناب سپیکر! یہ مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے ہیں کہ اس کو رہنے کے لیے پلاٹ نہیں دینا۔ جناب سپیکر! پنجابی کی ایک مثال ہے "بھوں جھوں کے کھوتی بوڑھ تھلے۔"

جناب سپیکر! یعنی پلاٹ تو ہر چیز میں لے آتے ہیں:

(f) Lease or sell plots or assit in getting plots and land from Government.....

جناب سپیکر! اس میں انہوں نے مقدس اختیار ڈالا ہے کہ گورنمنٹ سے پلاٹوں کو لینے میں assist کریں گے' اور آگے ہے:

Development Authorities and housing agencies controlled by the Government.

یعنی اب پورے ملک میں کوئی جگہ نہیں بچے گی۔ جہاں جہاں بھی پلاٹس ہوں گے' وہاں پر ان کا قبضہ گروپ ہیلتھ فاؤنڈیشن کے نام پر پلاٹس حاصل کرے گا اور اس کے بعد جناب سپیکر 15 لاکھ روپے کا قرضہ لے گا' ان میں سے پندرہ ہزار روپے وہاں پر خرچ کرے گا اور وہاں پر لوگوں کو جعلی دوائیاں دے کر اور جعلی ٹیکے لگا کر ان کی صحت کے ساتھ کھیلے گا۔ جناب سپیکر! کلاز 10 کی سب کلاز (ایف) جو ہے کہ assist کرنا ہے' یعنی ہیلتھ فاؤنڈیشن کے بورڈ کو طریقے بتانے ہیں کہ جو پلاٹ اب تک باقی رہ گئے ہیں اور ابھی تک تمہارے ہاتھ نہیں لگے' ان کو آپ نے کیسے حاصل کرنا ہے۔ اب اگر میری ان گزارشات کو میرے محترم ممبر صاحبان پیش نظر رکھیں' اب اس چیز پر آئیں کہ یہ سب کچھ کیسے ہونا ہے۔ جناب سپیکر! یہ ہیلتھ فاؤنڈیشن ہو گا اور ہیلتھ فاؤنڈیشن کو فنڈز raise کرنے کے بے پناہ اختیارات ہوں گے۔ اس کے بعد اس کے اختیارات کا دائرہ اتنا وسیع ہے' میں نے تمام کلاز تو نہیں پڑھیں' ویسے میں نے صرف پلاٹوں والی کلاز پر زور دیا ہے۔ اب جناب سپیکر! اس کو انہوں نے کیسے چلانا ہے؟ یہ کلاز 3 کی سب کلاز (1) ہے۔

3(1) There shall be a board of directors of the foundation consisting of such number of official and non-official members, including the Chairman, as may be appointed by the Government.

اب ان تمام بے پناہ اختیارات کو استعمال کرنے کے لیے اور یہ جو فنڈز raise ہوتے ہیں' ان کو استعمال کرنے کے لیے یہ ایک بورڈ آف ڈائریکٹرز ہوگا اور اس بورڈ آف ڈائریکٹرز میں آدمی کو کون appoint کرے گا؟ یہ گورنمنٹ کرے گی۔ اس میں کسی قسم کی کوئی کنڈیشن نہیں۔ میں نے اس کلاز میں یہ امنڈمنٹ دی ہے کہ آپ اس بورڈ آف ڈائریکٹرز میں ہر ڈویژن سے ایک ممبر صوبائی اسمبلی لیں اور ان کے ساتھ آپ جن افراد کو appoint کر سکتے ہیں' انہیں بھی کر دیں اور کوئی ایسی صورت حال بھی نہیں ہے کہ اس بورڈ آف ڈائریکٹرز' جس میں عوام کے نمائندے ہوں گے' اس کو کسی ڈویژن سے یہ خطرہ ہو کہ وہاں سے کوئی اپوزیشن کا ممبر الیکٹ ہو کر آ جائے گا یا وہاں سے کسی اپوزیشن کے ممبر کو appoint یا nominate کرنا پڑے گا' تو میں نے اس بارے میں یہ تجویز دی ہے کہ آپ اس بورڈ میں ہر ڈویژن سے ممبر صوبائی اسمبلی کو رکھیں' تاکہ ان بے پناہ وسائل کا غلط استعمال نہ ہو سکے' ان کا استحصال نہ ہو سکے۔

جناب والا! اس بورڈ کا جو ڈائریکٹر جنرل ہوگا' اس کے متعلق بھی آپ دیکھ لیں کہ اس پر گورنمنٹ کی کتنی گرفت ہوگی۔ یہ کلاز 3 کی سب کلاز (3) ہے۔

> 3(3) "The Government may remove a Director on the ground of inefficiency, unsuitabililty or misconduct after giving him an opportunity of being heard."

یعنی یہ بھی اسی طرح سے ہوگا' جس طرح کہ کوآپریٹو کے معاملے میں ہوا ہے' یعنی اگر وہ ان کا کہا نہیں مانیں گے' تو اس ڈائرکٹر کو یہ لوگ کسی وقت بھی ہٹا سکتے ہیں' تو جناب سپیکر! اس بے پناہ وسائل کی حامل فاؤنڈیشن سے اور ان بے پناہ اختیارات رکھنے والے اس ادارے میں اگر انہوں نے کسی عوامی نمائندے کو شامل کرنا ہی نہیں اور اس میں سب ایسے لوگ نامزد کرنے ہیں اور ایسے لوگ تقرر کرنے ہیں' جن کے متعلق ان کا جی چاہے گا اور جو ان کی مرضی کے مطابق کام کریں گے' تو پھر جناب سپیکر! میری اس بات میں وزن ہے کہ یہ فنڈز اور یہ اختیارات عوام کی فلاح کے لیے استعمال نہیں ہوں گے' بلکہ ان کا استحصال ہوگا اور یہ بات عوام کی صحت کو بہتر بنانے کے لیے نہیں' بلکہ قبضہ گروپ کے بنک بیلنسز اور ان کے پلاٹ کے بیلنسز کو بڑھانے کے لیے یہ تمام کے تمام اختیارات استعمال ہوں گے۔

جناب سپیکر! اسی طرح سے کلاز 4 کی سب کلاز 2 میں بھی انہوں نے اختیارات کو پھر اپنی طرف

سمیٹ لیا ہے کہ:

4(2) "The affairs of the Foundation shall be conducted subject to the supervision and control of the Government."

اسی طرح سے جناب سپیکر! آپ ملاحظہ فرمائیں کہ کلاز 5 ہے اور اس کی سب کلاز 2 ہے یعنی ایک ہی بل میں پہلے ایک بات پر پابندی لگا لیتے ہیں اور اس کے بعد جب یہ اگلی کلاز پر آتے ہیں تو انہیں خیال آتا ہے کہ جناب' یہ پابندی کہیں ان کی راہ میں اس طرح سے حائل نہ ہو جائے' یعنی اس بل کی ایک کلاز میں انہوں نے کہا کہ اس کے ڈائریکٹر کا پریڈ تین سال ہوگا' لیکن انہیں بعد میں خیال آگیا تو پھر انہوں نے اس میں سب کلاز 2 ڈالی کہ:

Subject to sub-section (3), the term of the office of the Managing Director shall be three years but the Government may extend the same for a period not exceeding one year at a time.

یعنی اس میں یہ لمٹ نہیں ہے کہ at one time کر سکتی ہے۔ اس میں یہ لکھا ہے کہ at a time اگر وہ آدمی ٹھیک ہے' ان کی لوٹ مار میں حصے دار بنا ہوا ہے یا وہ اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈال رہا تو پھر اس کی تین سال کی خدمات کا صلہ اسے ایک سال اور extension میں دیا جا سکتا ہے اور اگر اس نے وہ سال بھی ٹھیک ٹھاک گزارا تو پھر اسے ایک اور سال بھی دیا جا سکتا ہے' تو جناب سپیکر! یہ وہ مقاصد اور وہ اختیارات ہیں' جن کو انہوں نے کس طرح سے استعمال کرنا ہے۔

جناب سپیکر! اسی طرح سے کلاز 9 ہے اور اس کی سب کلاز (2) ہے' جس میں یہ لکھا گیا ہے کہ:

9(2) No act or proceedings of the Board shall be invalid on the ground of the existence of any vacancy in or any defect in the constitution of the Board.

جناب سپیکر! میں یہ چیلنج کرتا ہوں' محترم وزیر قانون نے تو اس چھوٹے سے brief سے آگے پیچھے تو جانا نہیں ہے' جو انہیں پیچھے سے لکھا ہوا مل جاتا ہے' یہ اس قسم کی کلاز کو مجھے دنیا کے کسی قانون میں دکھا دیں یا اب سے پہلے جو قانون سازی ہوئی ہے' اس میں یہ دکھا دیں یا پھر اس چیز کا

حوالہ دے دیں کہ اس قسم کی کلاز قانون میں ہوا کرتی ہیں:

No act or proceeding of the Board shall be invalid on the ground of the existence of any vacancy in or any defect in the constitution of the Board.

جناب سپیکر! جب انہوں نے اس بورڈ کو بے پناہ اختیارات دے دیے' وہ لوگوں کو پلاٹ لے کر دیں' وہ لوگوں کو قرضے دیں' وہ لوگوں کو شیڈ ولڈ بنکوں سے قرضے لے کر دیں اور ایک آدمی جس کے پاس ایک دھیلہ نہیں' اس کو وہ لاکھوں اور کروڑوں روپے دے دیں' کہ جناب' تم پلاٹ بھی لو' بلڈنگ بھی بناؤ' فرنیچر بھی رکھو' باہر سے equipment بھی منگواؤ اور ان پر لاکھوں اور کروڑوں روپے کی ڈیوٹی بھی کھا جاؤ اور اس بورڈ کے متعلق تو یہ بھی کہہ دیا گیا ہے کہ اگر اس بورڈ میں کوئی اسامی خالی ہو تب بھی کوئی بات نہیں۔ اگر اس کے constitution میں کوئی نقص ہو تب بھی کوئی بات نہیں۔ جناب سپیکر! آپ خود اس بات کا جائزہ لیں کہ کیا یہ اس قوم کے ساتھ ظلم نہیں کہ ایک بورڈ' جس کے اتنے اختیارات ہیں' اس کے متعلق یہ کہہ دیا جائے کہ اگر اس کے constitution میں کوئی نقص ہو تو کوئی بات نہیں' جو بھی وہ کرے وہ valid ہی valid ہے؟ اگر اس میں کچھ اسامیاں خالی پڑی ہیں اور ہمیں ابھی اپنے مزاج کے لوٹ مار کے آدمی نہیں مل سکے تو پھر بھی ٹھیک ہے' وہ جو کچھ کرتے جائیں گے' اور جو بھی وہ کریں گے وہ سارے کا سارا valid ہی valid ہے۔ اس پر جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ چاہوں گا کہ اگر اس قسم کی باتوں کو انہوں نے پاس کروانا ہے تو یہ قانون سازی تو نہیں رہتی جناب سپیکر! اس لوٹ مار میں سب ہی تو حصے دار نہیں ہیں۔ یہ جو باقی میرے بھائی ہیں' انہوں نے ان کو تو یرغمال بنایا ہوا ہے' ان کو پکڑا ہوا ہے اور ان سے "ہاں" یا "نہ" کروا لیتے ہیں۔

جناب سپیکر! اب انہوں نے اس قسم کی قانون سازی کروانی ہے تو بہتر ہے نہ کروائیں' ویسے ہی ٹھیک ہے' off the record جو کچھ کرتے جائیں کرتے جائیں۔ جب پکڑے جائیں گے تو پھر وہی حساب دیں گے' اس ادارے کو تو حساب نہیں دینا پڑے گا۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ ابھی اور بات کرنا چاہتے ہیں؟

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! تھوڑی سی بات ایک اور کلاز پر کرنا چاہتا ہوں۔ چونکہ ترامیم بھی ہیں' ان پہ بھی کچھ بات کر لوں گا۔ جناب سپیکر! آخری کلاز 30 ہے۔ اس میں انہوں نے ایک انتہائی

واردات کی ہے۔ جناب سپیکر! یہ قانون سازی نہیں ہے' بلکہ واردات ہے۔ انہوں نے واردات یہ کی ہے کہ انہوں نے سمجھا کہ تمام اختیارات ہم نے حاصل کر لیے ہیں اور ساری واردات اس ڈائریکٹر یا بورڈ کے ممبران کے سر پر کرنی ہے اور وہ کل کو کہیں گے کہ جناب' ہم سے یہ کیا ظلم کروا رہے ہیں۔ کل کو آپ بھی پکڑے جائیں گے اور ہم بھی تو اس کے لیے انہوں نے کلاز 30 ڈال دی ہے کہ تم جو کچھ بھی کرو گے' اس سے تم indemnify قرار دلوا سکیں گے۔ اس کلاز 30 میں دیا گیا ہے کہ ڈائریکٹر اور بورڈ آف ڈائرکٹر کے ممبر جو بھی گھپلا کریں گے' اس سے وہ indemnify ہوں گے۔ اس بنیاد پر ان سے کوئی حساب نہیں لیا جائے گا۔ لیکن جناب سپیکر! میں موجودہ حکمرانوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ان باتوں سے تم وقتی حساب سے تو بچ جاؤ گے' لیکن ایک حساب آپ نے اللہ کے پاس جا کر بھی دینا ہے۔ وہاں آپ کے پاس کوئی اختیار نہیں ہوگا اور نہ ہی آپ کے پاس ایسا ہاؤس اور ایسے یرغمالی مہیا ہوں گے' جو آپ کی ہاں میں ہاں ملاتے رہیں۔ وہاں پر نہ آپ خود کو indemnify قرار دلوا سکیں گے اور نہ ڈائریکٹر کو اور نہ بورڈ کے ممبران کو indemnify کرا سکیں گے جو اس مقدس نام پر لوگوں کو پلاٹ لے کے دے گا' لوگوں کو زمینیں لے کے دے گا' ان کو قرضے لے کے دے گا اور اس کے بعد ان کا غلط استعمال ہوگا۔

جناب سپیکر: جناب غلام سرور خان اور ملک اقبال احمد خان صاحب کی طرف سے یہ ترمیم ہے' وہ تشریف نہیں رکھتے ہیں تو وزیر قانون صاحب اس پر کچھ ارشاد فرمانا چاہیں گے؟

وزیر قانون: جناب سپیکر! میں انتہائی اختصار کے ساتھ اپنے بھائی کی لمبی چوڑی تقریر کا جواب دینا چاہوں گا کہ مخالفت برائے مخالفت اور ہر اچھی بات میں کیڑے نکالنا میں سمجھتا ہوں کہ کسی لحاظ سے بھی قابل تحسین بات نہیں ہے۔ جناب سپیکر! ایک طرف تو ہمارے اپوزیشن کے بھائی یہ فرماتے ہیں کہ عوام کو بنیادی سہولیات مہیا کی جائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہماری حکومت کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے کہ ایجوکیشن فاؤنڈیشن اور ہیلتھ فاؤنڈیشن کے لیے ہم نے اپنے محدود وسائل کے اندر رہتے ہوئے کوشش کی ہے کہ صحت کی بنیادی ضروریات پوری کرنے کے لیے ہم پرائیویٹ سیکٹر کو شامل کریں۔ حکومتی ادارے اس پر قطعی طور پر پورے نہیں اتر سکتے۔ میرے فاضل بھائی نے اعتراض کیا ہے کہ اس میں زمینیں لی جائیں گی اور پلاٹ لیے جائیں گے تو میں آپ کی خدمت میں اور اپنے بھائی کی خدمت میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ فاؤنڈیشن ہوا میں بنے گی؟ اس کے لیے زمین کی ضرور ضرورت پڑے گی۔ اس کے لیے طریق کار وضع کیا گیا ہے۔ ہم نے اس کے بورڈ آف ڈائریکٹرز میں

ملک معراج خالد کو رکھا ہوا ہے' رانا اکرام ربانی صاحب کو اس کے بورڈ آف ڈائرکٹرز میں ممبر رکھا ہوا ہے تاکہ وہ ہماری رہنمائی کر سکیں اور تمام مکتبہ فکر کو معززین کی رائے سے ہم احسن طریقے سے اپنے معاملات کو چلا سکیں اور یہ فرما رہے ہیں کہ لوٹ مار ہو رہی ہے' تو میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا ان کو یہ اطلاع رانا اکرام ربانی صاحب یا ملک معراج خالد صاحب نے بطور ممبر بورڈ آف ڈائرکٹرز کے فراہم کی ہے۔ ابھی تو ہم اس کا بل لائے ہیں۔ ابھی تو بورڈ آف ڈائرکٹرز بننا ہے یا تو انہوں نے یہ بات ان کے حوالے سے کی ہے۔ ایسی بات ہے تو ان کو یہ کرنی چاہیے تھی یا ایسی بات تو نہیں کہ وہ بھی اپنا حصہ لے کر خاموش ہو گئے ہیں۔ ان کی یہ بات کسی لحاظ سے بھی ان کو زیب نہیں دیتی اور قابل ستائش نہیں ہے۔ ایسی باتیں کر کے ہم کسی اچھے کام کی تعریف نہیں کر سکتے اور کسی اچھے کام پر حکومت کو خراج تحسین پیش نہیں کر سکتے ہیں۔ اس طرح سے میں سمجھتا ہوں کہ ہم اپنے حق نمائندگی کسی لحاظ سے بھی ادا نہیں کر رہے۔ یہ فرما رہے ہیں کہ اسے رائے عامہ معلوم کرنے کے متداول کرایا جائے۔ کیوں رائے عامہ معلوم کرنے کے لیے بھیجا جائے؟ اس میں کیا نقص ہے؟ اس بارے میں انہوں نے اپنی ترمیم میں کوئی ذکر نہیں فرمایا۔ میں اس ترمیم کی مخالفت کرتا ہوں۔ ہمارا یہ آرڈیننس 31-3-1992ء سے نافذ العمل ہے۔ اس کو نافذ ہوئے سات ماہ سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے' عوام نے اسے پسند کیا ہے اور کسی بھی مکتبہ فکر کی طرف سے اس کی کوئی شکایت یا تجویز موصول نہیں ہوئی کہ آپ ہیلتھ فاؤنڈیشن کا بل لا رہے ہیں یا ordinance نافذ کیا ہے تو اس میں اس قسم کی ترمیم کریں۔ اس لیے جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ فاضل رکن نے جو اسے رائے عامہ معلوم کرنے کے لیے مشتہر کرنے کی ترمیم دی ہے' اسے مسترد فرمایا جائے۔ شکریہ!

MR SPEAKER: The amendment moved and the question is-

That The Punjab Health Foundation Bill, 1992, as recommended by the Standing Committee on Health, be referred to a Select Committee consisting of the following Members with the instructions to report upto 31st December, 1992:-

1. Dr Muhammad Afzal Ezaz.
2. Ch Muhammad Farooq.

3. Haji Muhammad Afzal Chan.

4. Mr Sohail Zia Butt.

5. Mr Irshad Hussain Sethi.

6. Sahibzada Muhammad Usman Abbasi.

(The motion was lost).

MR SPEAKER: The next amendment has been received from Mr. Farid Ahmad Piracha, Malik Muhammad Din, and Ch Muhammad Aslam Kaira.

Since none of them is present in the House, it will be taken as withdrawn.

The next amendment has been received from Rana Ikram Rabbani, Syed Chiragh Akbar Shah, and Mr Ali Hassan Raza Qazi.

Since none of them is present in the House, it will also be taken as withdrawn.

The next amendment has been received from Mr Farid Ahmad Piracha, Mr Irshad Hussain Sethi, and Ch Muhammad Hanif. Anybody would like to move the amendment?

Ch Muhammad Hanif would like to move the amendment.

CH MUHAMMAD HANIF: I beg to move-

That the Punjab Health Foundation Bill, 1992, as recommended by the Standing Committee on Health, be circulated for the purpose of eliciting opinion thereon by the 15th December, 1992.

MR SPEAKER: The amendment moved is-

That the Punjab Health Foundation Bill, 1992, as recommended by the Standing Committee on Health, be circulated for the purpose of eliciting opinion thereon by the 15th December, 1992.

LAW MINISTER: I oppose it Sir.

MR SPEAKER: Minister for law opposes the amendment. Would you like to say something Ch Muhammad Hanif?

چودھری محمد حنیف: جناب سپیکر! صحت ایک اہم شعبہ ہے جو ہر فرد سے متعلق ہے۔ حکومت کی بھی یہ بنیادی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ لوگوں کو صحت کی بنیادی سہولتیں بہم پہنچائے۔ بلاشبہ ہیلتھ فاؤنڈیشن کا قیام اس موجودہ حکومت کی ایک اچھی کوشش ہے۔ میں اسے سراہتا ہوں۔ اسی طرح جس طرح ایجوکیشن فاؤنڈیشن کا قیام عمل میں لایا گیا' وہ بھی ایک اچھی کوشش تھی۔ جناب سپیکر! ہم مخالفت برائے مخالفت نہیں کرتے' بلکہ ہمارا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ خامیاں اور خرابیاں حکومت کے علم میں لائیں جن کو دور کر کے زیادہ افادیت حاصل کی جا سکتی ہو۔ جناب سپیکر! ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے تحت جن لوگوں کو زمینیں راولپنڈی کے اندر الاٹ کی گئی ہیں' وہ بالکل ہی اس بات کے مستحق نہیں تھے' بلکہ وہ زمین جو راولپنڈی میں ایک فرد کو سیاسی رشوت کے طور پر دے دی گئی' میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہاں پر ایک گورنمنٹ کے سکول کی انتہائی ضرورت تھی اور پھر وہاں کے لوگوں کی اس کے لیے پہلے سے ڈیمانڈ موجود تھی۔ یہ لوگ خواہ ان کا تعلق مسلم لیگ سے ہے یا کسی اور جماعت سے بھی' یہی چاہتے تھے کہ یہاں پر پرائمری سکول تعمیر ہو' لیکن یہ زمین غلط طور پر ایک فرد کے نام الاٹ کر دی گئی۔ اسی طرح ہماری یہ رائے ہے کہ ہیلتھ فاؤنڈیشن کے معاملات کو پبلک میں مشتہر کیا جائے اور اس بارے میں لوگوں کی رائے معلوم کی جائے' کیونکہ یہ بہت ہی اہم مسئلہ ہے' ورنہ پھر وہی بات رہ جائے گی جیسا کہ ہسپتالوں میں ہو رہا ہے کہ ایکس رے مشینیں بے کار' لوگوں کو ادویات نہیں ملتیں' لیبارٹریز میں خود ڈاکٹر یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہسپتال کی بجائے آپ کہیں باہر سے جا کر ٹیسٹ کروا لیں۔ پھر زمینوں کی الاٹمنٹ کا بھی مسئلہ ہو گا۔ لوگوں کو قرضوں کا مسئلہ ہو گا۔ یہ ایک بہت ہی ضروری مسئلہ ہے۔ اس کے مقاصد بہت اہم ہیں' لہٰذا میں یہ چاہتا ہوں کہ اسے مشتہر کیا جائے۔ تاکہ اس بارے میں رائے عامہ م ہ م کی جا سکے اور پھر اس بارے میں لوگوں کی رائے' ڈاکٹرز کی رائے'

پبلک کی رائے آنے کے بعد زیادہ بہتر شکل میں یہ ہاؤس کے سامنے آسکے گا اور اس طرح یہ بہتر رنگ میں پیش ہو سکے گا۔ چنانچہ میری رائے میں اس کو اس صورت میں پیش کیے جانے کی بجائے مشتہر کیا جانا ضروری ہے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر! اس بات میں تو کوئی شک نہیں ہے کہ سٹینڈنگ کمیٹی سے ہو کر یہ بل اس معزز ایوان میں پیش کیا گیا ہے مگر میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس پر بہت زیادہ ترامیم اس ہاؤس کے ممبران کی طرف سے بھی دی گئی ہیں۔ ہماری طرف سے جو ترامیم دی گئی ہیں' وہ ہم نے اپنے طور پر نہایت ہی مناسب دی ہیں اور ہماری یہ کوشش ہوگی کہ اس بل کو ان ترامیم کے مطابق ہونا چاہیے۔ لیکن حزب اقتدار نے ہر ترمیم کو اسی زمرے میں لینا ہے کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن اگر ہم اس بات کا بنظر غائر بھی کبھی جائزہ لیں کہ کیا سٹینڈنگ کمیٹی کے افراد اس بل کی دفعات کے بارے میں جانتے ہیں؟ جس طرح وزیر قانون صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ کسی طرف سے بھی اس بل کی مخالفت نہیں کی گئی' یہ نافذ العمل ہے' بلکہ اس کو بڑا appreciate کیا گیا ہے۔ جناب سپیکر! میں یہ کہوں گا کہ وہ معزز ممبران جو اس ہیلتھ کمیٹی میں بطور ممبر شامل ہیں' ان میں سے کوئی اگر اس بل کی دفعات ہی بتا دے کہ اس بل کی اتنی دفعات ہیں تو ہم مان جائیں گے۔ جناب والا! اس وقت ہم عام لوگوں کو زیر بحث نہیں لاتے کہ یہ بل کب عام لوگوں میں مشتہر کیا گیا' عوام کی اس میں آراء کیا ہیں؟ اور پھر کس انداز سے سٹینڈنگ کمیٹی نے اس کا جائزہ لیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ سب کچھ ایک لگے بندھے ضابطے کے تحت ہوا ہے اور اسی ضابطے کے تحت حکومتیں بھی چل رہی ہیں۔ جناب والا! کوئی قانون جو کہ عوام الناس کے لیے پریشانی کا باعث بنے یا ایسا قانون جس کو متعارف کرایا جا رہا ہو اور پھر اس میں نہ وزیر قانون کی آراء شامل ہوں' نہ سٹینڈنگ کمیٹی کے چیئرمین کی آراء شامل ہوں' نہ دیگر ممبران کی اور نہ ہی عوامی سطح پر اس کو مشتہر کیا جائے تو افسوس ہوتا ہے۔ اس کو و امرھم شوری بینھم جب بھی کوئی کام کیا جائے' وہ آپس کی مشاورت کے بعد کیا جائے۔ وزیر قانون صاحب صرف یہ بات کہہ کر اپنے آپ کو مطمئن کر لیتے ہیں کہ اپوزیشن کی طرف سے ہم نے فلاں لیڈر آف اپوزیشن کو اس میں شامل کیا۔ فلاں ممبر کو لیا۔ جناب معراج خالد کو لیا۔ جناب سپیکر! یہ باتیں کہنے سے یہ کیا تاثر اس ایوان کے سامنے' معزز ممبران کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں؟ جناب سپیکر! ایک چیز کو کرنے کے بعد لوگوں کو اس میں شامل کرنا' یہ تو کوئی طریقہ کار نہیں کہ سارے کام کرنے کے بعد آپ کسی بندے کو کہیں کہ آپ اس پر مہر لگا دیں۔ صرف لوگوں کو یہ بتانے کے

لیے کہ دیکھیں جناب ہم تو اپوزیشن کو بھی ساتھ لے کر چلتے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ سب کچھ قرین انصاف نہیں ہے۔ اس بات کا جائزہ لینا چاہیے۔ میں یہ کہوں گا کہ اس بل کو پبلک میں مشتہر کرنا اور اس بارے میں لوگوں کی آراء لینا' اس لیے بھی ضروری ہے کہ ہمارے اس وقت بنیادی ہیلتھ یونٹ جو دیہات میں کام کر رہے ہیں' چونکہ اس کا تمام کنٹرول اور عمل دخل حکومت کی نگرانی میں ہوگا اور معزز ممبران اپنے تجربات کی روشنی میں یہ ثابت کر سکیں گے کہ جتنے بھی حکومت پنجاب کے زیر انتظام یا کنٹرول میں چلنے والے بنیادی مراکز صحت یا ہسپتال ہیں' ان کی کارکردگی کا ایک بڑا ہی عجیب و غریب نقشہ سامنے آتا ہے۔ چنانچہ اس کا کوئی بھی پہلو ایسا نہیں رہ جاتا' جو کہ قابل تنقید نہ ہو۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ بظاہر تو اس بل کے ذریعے عام لوگوں کی involvement کا کہا گیا ہے' مگر جناب سپیکر! عملی طور پر میں یہ سمجھتا ہوں کہ دیگر حکومتی اداروں کی طرح' اس میں بھی حکومت کی involvement اسی قدر ہے۔ آج ہم ہیلتھ کے معاملے میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ حکومت اپنی ذمہ داریوں سے نہ صرف غافل ہے' بلکہ ان سے عہدہ برآ نہیں ہو رہی۔ اس لیے جناب سپیکر! میں فراخ دلی سے اور اپنی اس بات کو صحیح سمجھتے ہوئے یہ کہوں گا کہ یہ ترمیم جو ہم نے اس بل میں دی ہے' اس کو پبلک کے نوٹس میں لانا چاہیے' کیونکہ بقول وزیر قانون یہ عوامی مفاد میں ہے۔ یہ صحت کے اداروں کی بہتری کے لیے ہے' اس لیے ان لوگوں کی آراء' مشورے اور تجاویز اس میں شامل ہونی چاہئیں' جن لوگوں سے متعلق یہ فاؤنڈیشن بنائی جا رہی ہے۔ اس لیے میری یہ گزارش ہوگی کہ اس کو 15 دسمبر تک کے لیے مشتہر کیا جائے' تاکہ اس پر بہترین آراء اور تجاویز آ سکیں۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: کوئی اور صاحب اس پر بات کرنا چاہیں گے؟ کوئی نہیں۔ وزیر قانون صاحب! آپ ارشاد فرمائیے۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! جیسا کہ میں نے پہلے یہ گزارش کی ہے کہ یہ آرڈیننس اخبارات میں چھپ چکا ہے' سات ماہ پہلے چھپ چکا ہے اور یہ بل پبلک کے نوٹس میں ہے' اس کی تمام تفصیلات بھی پبلک کے نوٹس میں ہیں۔ ایک اچھے کام میں مزید تاخیر کرنا کسی لحاظ سے بھی مستحسن اقدام نہیں ہے۔ میرے بھائی چودھری محمد حنیف صاحب نے ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے حوالے سے جو بات کی ہے' کہ اس میں کسی کو کوئی پلاٹ صحیح الاٹ نہیں کیا گیا۔ جناب والا! اس ایجوکیشن فاؤنڈیشن میں ان کے ایک معزز رکن جن کا تعلق ان کی جماعت سے ہے' وہ بھی اس فاؤنڈیشن کے ممبر ہیں۔ اس قسم کی

چیزیں ان کے نوٹس میں لائی جا سکتی ہیں اور ان کی اصلاح بھی کی جا سکتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہیلتھ فاؤنڈیشن کا موجودہ بل جو ہم نے پیش کیا ہے' یہ already پبلک کے نوٹس میں ہے۔ اس کو نافذ ہوئے سات ماہ سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔ اخبارات میں یہ چھپ چکا ہے۔

MR SPEAKER: Now the amendment moved and the question is-

That the Punjab Health Foundation Bill, 1992, as recommended by the Standing Committee on Health, be circulated for the puropose of eliciting opinion thereon by the 15th December, 1992.

(The motion was lost).

MR SPEAKER: The motion moved and the question is-

That the Punjab Health Foundation Bill, 1992, as recommended by the Standing Committee on Health be taken into consideration at once.

(The motion was carried)

MR SPEAKER: We have completed the first reading and we will take up the Bill clause by clause.

The House is adjourned till 9.00 am on 27th October, 1992.

# صوبائی اسمبلی پنجاب

## (صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس)

منگل' 27۔ اکتوبر 1992ء

(سہ شنبہ' 29۔ ربیع الثانی 1413ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز لاہور میں صبح 9 بج کر 37 منٹ پر منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم O

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝ بَلٰى قٰدِرِيْنَ
عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ
اَمَامَهٗ ۝ يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ۝ فَاِذَا بَرِقَ
الْبَصَرُ ۝ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝
يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۝ كَلَّا لَا وَزَرَ ۝ اِلٰى
رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ۨ الْمُسْتَقَرُّ ۝ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۢ
بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ۝

سورۃ القیٰمۃ آیات 3 تا 13

کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی (بکھری ہوئی) ہڈیاں اکٹھی نہیں کریں گے؟ O ضرور کریں گے اور ہم اس بات پر قادر ہیں کہ اس کی پور پور درست کر دیں O مگر انسان چاہتا ہے کہ آگے کو خود سری کرتا جائے O پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہوگا؟ O جب آنکھیں چندھیا جائیں O اور چاند گہنا جائے O اور سورج اور چاند جمع کر دیئے جائیں O اس دن انسان کہے گا کہ (اب) کہاں بھاگ جاؤں؟ O بے شک کہیں پناہ نہیں O اس روز پروردگار کے پاس ٹھکانا ہے O اس دن انسان کو جو (عمل) اس نے آگے بھیجے اور جو پیچھے چھوڑے ہوں گے سب بتا دیئے جائیں گے۔

وما علینا الا البلاغ O

# نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جناب سپیکر: جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ آج پرائیویٹ ممبرز ڈے ہے اور ہمارے پاس وقفہ سوالات میں پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کے سوالات ہیں' تحاریک استحقاق ہیں' تحاریک التوائے کار ہیں اور غیر سرکاری ارکان کی کارروائی ہے۔ اب وقفہ سوالات شروع کرتے ہیں۔ پی اینڈ ڈی سے متعلقہ سوالات ہیں' رانا اکرام ربانی خان صاحب تشریف نہیں رکھتے ہیں۔

SYED CHIRAGH AKBAR SHAH: On his behalf

ملک سرفراز احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی پوائنٹ آف آرڈر' ملک سرفراز احمد!

ملک سرفراز احمد: جناب والا! میں تھوڑی سی یاداگوئی کے لیے معذرت چاہوں گا۔ کیونکہ یہ سوال بھی کچھ اسی قسم کا ہے۔ یہ سوال رول 45(n) سے ہٹ ہوتا ہے۔ جس میں درج ہے کہ ایسے سوالات جن کے لیے statements کسی دفتر میں موجود ہوں اور دیکھی جا سکتی ہوں۔ ایسے سوالوں کا جواب اسمبلی میں دینے کی کوئی پابندی نہیں۔ اس پر جناب والا! میں آپ کی رولنگ چاہوں گا۔

جناب سپیکر: پوائنٹ آف آرڈر پر ملک صاحب نے بات کی ہے۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! اگر مناسب سمجھیں تو میں اس میں اپنی ایک تجویز دینا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: اس پوائنٹ آف آرڈر کو Dispose of کرنے کے لیے۔

میاں منظور احمد موہل: ہاں جی۔

جناب سپیکر: جی ارشاد فرمایئے!

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! یہ جو ملک سرفراز صاحب نے پوائنٹ اٹھایا ہے' یہ واقعی ٹھیک ہے۔

> It shall not ask for information contained in documents easily accessible to the public...

لیکن جناب والا! وہ مرحلہ اب گزر گیا ہے یعنی یہ تو سیکرٹریٹ کو یا ڈپٹی سپیکر کو جو اس کے انچارج ہیں۔ ان کو یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ آیا وہ اس زمرے میں آتا ہے یا نہیں' ان کو یہ Kill کر دینا چاہیے تھا'

جبکہ وہ وہاں سے گزر کے یہاں آگیا ہے تو پھر وہ اب ہاؤس کی پراپرٹی بن چکا ہے۔ میرے خیال میں یہ stage اس پوائنٹ آف آرڈر کے لیے نہیں ہے کیونکہ وہ stage دفتر کے لیے تھی۔ دفتر میں ہی سیکرٹریٹ نے یہ assess کرنا تھا کہ یہ اس زمرے میں آتا ہے یا نہیں' وہاں پر انہوں نے kill نہیں کیا ہے تو اب یہاں پر اس stage پر میرے خیال میں مناسب نہیں ہے۔

جناب سپیکر: جو ملک سرفراز صاحب نے پوائنٹ آف آرڈر یہ فرمایا ہے کہ یہ رول (n) 45 جو ہے۔ اس میں ہے کہ سوال پوچھنے کی کیا requirments ہیں اس میں:

> It shall not ask for information contained in documents easily accessible to the public or in ordinary works of reference.

اس میں یہ جو سوال میں نے دیکھا ہے اس میں ایک تو میاں منظور احمد موال صاحب نے بجا طور پر فرمایا ہے کہ یہ مرحلہ واقعی وہ مرحلہ ہے جب سوال کی approval دینی ہوتی ہے۔ اس کے بعد یہ چھپتا ہے اس پر پراسس ہوتا ہے اور پھر یہ متعلقہ محکمہ جات کو جاتے ہیں۔ اسی وقت اس کو دیکھنا چاہیے کہ جو رول (n) 45 سے ہٹ ہوتا ہے وہ سوال سیکرٹریٹ کو ٹیک اپ نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے اب اس وقت میں یہی کہوں گا کہ رول (n) 45 اس پر apply نہیں کرتا۔ سوال کو ٹیک اپ کرنے کی اجازت پہلے ہی ہو چکی ہے۔ اب میں اس کو ٹیک اپ کر رہا ہوں۔

ملک سرفراز احمد: جناب والا! آپ نے رولنگ تو دے دی لیکن اس میں قاعدہ 47 بھی دیکھ لیں تو اس میں آپ کو پورا اختیار ہے کہ آپ اس کو قبول کریں یا رد کر دیں۔

جناب سپیکر: جی رول 47 میں...

MALIK SARFARAZ AHMAD:

> Rule 47. It goes like this...
>
> "The Speaker shall decide on the admissibility of a question and shall disallow any question which, in his opinion, is in contravention of these rules, or he may, in his discretion, amend its form."

جناب سپیکر: اس کا بھی وہی مرحلہ ہے۔

سید چراغ اکبر شاہ: جناب والا! آپ اس کی اجازت دے چکے ہیں۔

جناب سپیکر: جی میں اجازت دے چکا ہوں۔ On his behalf آپ نے کہا ہے۔

سید چراغ اکبر شاہ: جی ہاں۔

(رانا اکرام ربانی کے ایما پر سید چراغ اکبر شاہ نے دریافت کیا)

جناب سپیکر: پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

## ترقیاتی سکیموں اور منصوبوں کے لیے امداد

☆63۔ رانا اکرام ربانی: کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) سال 86-1985 سے 90-1989 کے دوران محکمہ ہذا نے کن کن ترقیاتی سکیموں اور منصوبہ جات کی مالی امداد کے لیے وفاقی حکومت سے کتنی کتنی مالی امداد کی درخواست کی۔ ایسے منصوبہ جات اور سکیموں کے نام کیا کیا ہیں۔

(ب) متذکرہ عرصے کے دوران کون کون سے منصوبے / ترقیاتی سکیمیں عوامی نمائندوں / وزراء / وزیر اعلیٰ دیگر مجاز اتھارٹی کی تجاویز اور سفارشات پر تیار کیے گئے ہیں ہر ایک سکیم / منصوبے کا نام اور لاگت اور نام تجویز یا سفارش کنندہ کی تفصیلات ایوان میں پیش کی جائیں۔

(ج) متذکرہ سکیموں یا منصوبہ جات کے لیے وفاقی حکومت نے کتنی کتنی مالیت کی رقومات حکومت پنجاب کو جاری کیں اور کتنے منصوبے تاحال وفاقی حکومت کے پاس التواء میں پڑے ہیں۔ جن منصوبوں کے لیے وفاقی حکومت نے گرانٹس جاری کر دی ہیں۔ ان کے نام کیا کیا ہیں اور جو زیر غور ہیں ان کے نام کیا کیا ہیں۔

(د) متذکرہ عرصے کے دوران جن سکیموں کی اجازت نہیں دی گئی اور نہ ہی ان کے فنڈز جاری کیے گئے ہیں ایسی سکیموں کی مکمل تفصیلات بھی ایوان میں پیش کریں؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (سردار نصر اللہ خان دریشک):

(الف) سال 86-985ء سے 90-989ء کے دوران محکمہ ہذا نے وفاقی حکومت سے سکیم وار، منصوبہ وار امداد حاصل کرنے کے لیے درخواست نہ کی کیونکہ وفاقی حکومت صوبائی ترقیاتی پروگرام کے لیے مالی امداد سکیم وار مہیا نہیں کرتی۔ بلکہ بلاک شکل (Block Allocation)

میں رقم فراہم کرتی ہے' جس کے بعد صوبائی ترقیاتی پروگرام کے تحت منصوبے پانچ سالہ منصوبے کے اہداف' مقامی ضروریات' مختلف محکموں کی تکنیکی ترجیحات اور عوامی نمائندوں و دیگر مجاز اتھارٹیز کی مشاورت و ہدایات کی روشنی میں شعبہ وار تشکیل دیئے جاتے ہیں اور ہر منصوبہ کی اہمیت کی بناء پر اس کے لیے رقم مختص کی جاتی ہے۔ شعبہ وار سکیم وار تفاصیل متعلقہ سالوں میں بجٹ کی منظوری دیتے وقت تمام معزز اراکین کو پیش کر دی گئی تھیں۔ مطلوبہ مکمل تفاصیل متعلقہ سالوں کی شائع شدہ کتب میں دستیاب ہیں۔

(ب) اس حصہ کے جواب کی وضاحت جزو (الف) کے جواب میں کر دی گئی ہے۔

(ج) اس حصہ کے جواب کی وضاحت جزو (الف) کے جواب میں کر دی گئی ہے۔

(د) اس حصہ کے جواب کی وضاحت جزو (الف) کے جواب میں کر دی گئی ہے۔

MR SPEAKER: Any supplementary question.

سید چراغ اکبر شاہ: جناب والا! اس جواب میں تفصیل نہیں دی گئی ہے بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ بلاک شکل میں رقم فراہم کی جاتی ہے۔ جناب والا! یہ بلاک ایلوکیشن کتنی تھی یہ رقم ہی بتا دیں؟

جناب سپیکر: بلاک ایلوکیشن کتنی تھی؟

سید چراغ اکبر شاہ: جی ہاں۔ کیونکہ سوال تھا کہ آپ ساری ترقیاتی سکیموں کے بارے میں علیحدہ علیحدہ بتائیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ مرکزی حکومت بلاک شکل میں یہ رقم فراہم کرتی ہے تو سوال میں جن سالوں کے لیے پوچھا گیا ہے اس کے لیے مرکزی حکومت کی طرف سے بلاک ایلوکیشن کتنی فراہم کی گئی تھی؟

جناب سپیکر: جی' منسٹر پی اینڈ ڈی۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات: جناب والا! یہ کس سال کی پوچھنا چاہتے ہیں یا ٹوٹل پوچھنا چاہتے ہیں؟

جناب سپیکر: یہ ٹوٹل پوچھنا چاہتے ہیں۔

سید چراغ اکبر شاہ: جناب والا! یہ ٹوٹل ہی بتا دیں۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات: یہ جناب والا! سال 86-1985ء میں 519 کروڑ 10 لاکھ' سال 87-1986ء میں 652 کروڑ 13 لاکھ' 88-987ء میں 808 کروڑ 63 لاکھ اور 89-1988ء میں گھٹا کر 662 کروڑ کر دی گئی جب پیپلز پارٹی کی حکومت تھی اس وقت یہ کم کر دی گئی تھی۔ اور اسی طرح

90-1989ء میں بھی پیپلز پارٹی کے دور میں 664 کروڑ 86 لاکھ کر دی گئی تھی۔ 91-1990ء میں یہ پھر 766 کروڑ ہوئی۔ یہ تو پوزیشن ہے۔

میاں منظور احمد موہل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: پوائنٹ آف آرڈر۔ میاں منظور احمد موہل!

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! یہ جو ہمیں جوابات کی فہرست دی گئی ہے اس میں لاء منسٹر صاحب کے محکمے نے آخر میں ایک صفحہ لگایا ہے جو بڑا relevant ہے' میں نے وہ پڑھا ہے میرے خیال میں شاید باقی دوستوں نے وہ پڑھا ہے یا نہیں پڑھا۔ اس صفحے پر انہوں نے تمام سوالات کے بارے میں تفصیلات سے آگاہ کر دیا ہے۔ اگر وزیر قانون اس کو ہی پڑھ دیں تو میرے خیال میں یہ جتنے بھی سوالات revise ہوئے ہیں ان سب کا جواب آ جاتا ہے۔

جناب سپیکر: اس کو پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے وہ سرکولیٹ ہو چکا ہے۔ میرے پاس بھی کاپی ہے اور تمام معزز اراکین کے پاس کاپیاں پہنچ چکی ہیں۔ لیکن اس کی روشنی میں سوالات کے جوابات دیئے اور ضمنی سوالات کیے جا سکتے ہیں۔ خان غلام سرور خان صاحب۔ تشریف نہیں رکھتے۔

SYED CHIRAGH AKBAR SHAH: On his behalf Question No. 77

(خان غلام سرور خان کے ایما پر سید چراغ اکبر شاہ نے دریافت کیا)

## ترقیاتی فنڈ کی تفصیل

☆ 77۔ خان غلام سرور خان: کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) 6 اگست 1990ء سے 30 نومبر 1990ء تک ضلع راولپنڈی کو تعمیر وطن پروگرام کے تحت کتنے ترقیاتی فنڈ مہیا کیے گئے۔ قومی اور صوبائی اسمبلی کے حلقوں کی الگ الگ تفصیلات فراہم کی جائیں۔

(ب) متذکرہ قومی اور صوبائی اسمبلی کے حلقہ جات میں خرچ کیے گئے فنڈز کو کس کس نے سپانسر کیا تھا اور فنڈز مختص کرنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا گیا۔

(ج) جز (ب) میں مختص شدہ فنڈز کس کس کمیٹی کے ذریعے خرچ ہوئے۔ اس کمیٹی میں کتنے افراد شامل تھے۔ ان کے نام' پتے اور عہدے کیا ہیں۔ نیز اس کمیٹی کو کس حد تک رقم خرچ کرنے

کا قانونی اختیار تھا۔

(د) ضلع راولپنڈی کے قومی / صوبائی حلقوں میں 6 اگست 1990ء کے بعد شروع کیے گئے منصوبوں میں ہر منصوبہ پر کس قدر کام مکمل ہو چکا ہے اور کس قدر بقایا ہے۔ ان منصوبوں پر کتنی رقم خرچ ہو چکی ہے اور کتنی بقایا ہے۔ ہر حلقہ میں ترقیاتی کام کی تفصیل الگ الگ بیان کی جائے۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (سردار نصراللہ خان دریشک):

(الف) تعمیر وطن پروگرام میں رقوم کی تخصیص حلقہ وار نہیں کی جاتی' بلکہ پانچ سالہ منصوبہ کے اہداف اور حکومت کی مروجہ حکمت عملی کے تحت' شعبہ وار' پروگرام وار رقوم مختص کی جاتی ہیں۔ لہٰذا صوبائی یا قومی اسمبلی کے حلقہ وار' ضلع وار مختص شدہ رقوم کی تفصیل کی فراہمی ممکن نہ ہے۔

(ب) اس حصہ کی وضاحت جزو "الف" کے جواب میں کر دی گئی ہے۔

(ج) حصہ "الف" اور "ب" میں دی گئی وضاحت کی روشنی میں اس حصہ کے جواب کی ضرورت نہ ہے۔

(د) مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں مذکورہ تفصیل ممکن نہ ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال نہیں اگلا سوال رانا اکرام ربانی کا ہے۔

رانا اکرام ربانی: سوال 360 (جواب پڑھا ہوا تصور کیا گیا)

## ترقیاتی سکیموں' منصوبوں کے لیے وفاقی گرانٹ کی تفصیل

☆ 360۔ رانا اکرام ربانی: کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سال 89-1988ء' 90-1989ء اور رواں مالی سال کے دوران کون کون سی ترقیاتی سکیمیں ترقیاتی منصوبے وفاقی حکومت / قومی اقتصادی کونسل کی منظوری کے لیے بھیجے گئے ایسے منصوبوں پر لاگت کا تخمینہ کیا تھا اور ان منصوبوں سکیموں کے نام کیا ہیں۔

(ب) متذکرہ مالی سالوں کے دوران وفاقی حکومت نے کن کن منصوبوں کے لیے کتنی کتنی مالیت کی گرانٹیں جاری کیں اور محکمہ ہذا نے وفاقی حکومت / قومی اقتصادی کونسل کو جو منصوبہ جات اور ترقیاتی سکیمیں ارسال کیں' ان میں سے کون کون سے منصوبوں سکیموں کی وفاقی

حکومت اور قومی اقتصادی کونسل نے منظوری دی اور ان میں سے کون کون سے وفاقی حکومت قومی اقتصادی کونسل کے پاس التواء میں پڑے ہوئے ہیں' ان سب کی مکمل تفصیلات ایوان میں پیش کی جائیں؟

**وزیر منصوبہ بندی و ترقیات** (سردار نصراللہ خان دریشک):

(الف) قومی اقتصادی کونسل سکیموں کی منظوری نہیں دیتی' البتہ قومی اقتصادی کونسل کی انتظامی کمیٹی (ECNEC) سکیموں کی منظوری دیتی ہے۔ ایسے منصوبے جن کی منظوری قومی اقتصادی کونسل کی انتظامی کمیٹی سے درکار تھی۔ ان کی سکیم وار تفصیل معہ لاگت برائے مالی سال 89-1988ء' 90-1989ء اور رواں مالی سال 91-1990ء تتمہ (الف) جو ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا۔

(ب) وفاقی حکومت سکیم وار صوبائی سکیموں کے لیے گرانٹس مہیا نہیں کرتی۔ بلکہ شروع سال میں اجتماعی رقوم (Block Allocation) دے دیتی ہے۔ سکیم وار رقوم کی تقسیم صوبائی حکومت مختلف محکمہ جات میں وسائل کی دستیابی اور وضع کردہ ترجیحات کے مطابق طے کرتی ہے۔ جس کی حتمی منظوری صوبائی اسمبلی سے ہر سال لی جاتی ہے۔ (ECNEC) نے جو سکیمیں منظور کیں اور جن کو التواء میں رکھا۔ ان کی تفصیل بھی تتمہ "الف" میں ہر سکیم کے سامنے درج کر دی گئی ہے۔

**سید چراغ اکبر شاہ:** جناب والا! جواب میں بتایا گیا ہے کہ:

قومی اقتصادی کونسل سکیموں کی منظوری نہیں دیتی' البتہ قومی اقتصادی کونسل کی انتظامی کمیٹی (ECNEC) سکیموں کی منظوری دیتی ہے۔

کیا وزیر موصوف بتائیں گے کہ جن جن سالوں کے متعلق پوچھا گیا ہے' ان میں (ECNEC) نے کون کون سی سکیموں کی منظوری دی ہے؟

**وزیر منصوبہ بندی و ترقیات:** آگے توجہ فرمائیں تو یہ ساری تفصیل لگی ہوئی ہے۔

**جناب سپیکر:** یہ وقفہ سوالات ہے' وقفہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔

**چودھری محمد فاروق:** جناب سپیکر! سوالات کے بارے میں ہی پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

**جناب سپیکر:** ارشاد فرمایئے۔

---

☆☆☆ (تفصیلات اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! ویسے تو ظاہر ہے کہ یہاں پر مجھے فاضل ممبر کے حق کے بارے میں اور انہی کی حمایت کرنی چاہیے۔ لیکن وہ سوال دیتے ہوئے قواعد کا احساس نہیں کرتے' اس کے لیے میں نے پوائنٹ آف آرڈر raise کیا ہے۔ میں قاعدہ۔ 45 کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ کا پوائنٹ آف آرڈر ہو گیا ہے۔ ٹھیک ہے۔

چودھری محمد فاروق: شکریہ۔

جناب سپیکر: سوال نمبر360 پر کوئی اور ضمنی سوال ہے؟ اور کوئی ضمنی سوال نہیں ہے۔ جناب فرید احمد پراچہ! سوال نمبر482۔

## ناظم شماریات کے دوروں کی تفصیل

☆482۔ جناب فرید احمد پراچہ: کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ناظم شماریات پنجاب نے سال 1990ء کے دوران اندرون و بیرون ملک کل کتنے دورے کیے۔

(ب) متذکرہ دوروں کے مقاصد کیا تھے اور ان کی منظوری کس ادارے' اجلاس یا ذمہ دار حاکم بالا سے لی گئی۔

(ج) مذکورہ بالا دوروں پر کل کتنی رقم خرچ آئی اور افسر مذکورہ نے ایک سال میں کتنائی اے ڈی اے وصول کیا؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (سردار نصراللہ خان دریشک):

(الف) ناظم شماریات پنجاب نے سال 1990ء کے دوران اندرون ملک (19) دورے کیے' جبکہ بیرونی ملک کوئی دورہ نہیں کیا۔

(ب) ناظم شماریات پنجاب کے متذکرہ بالا دوروں کے عمومی مقاصد شماریات ڈویژن اسلام آباد میں مختلف اجلاسوں میں شرکت' مختلف وفاقی وزارتوں اور دوسرے دفاتر سے اہم صوبائی ضروریات کے لیے پاکستان کے صوبہ وار اہم اعداد و شمار معہ ان کی تکنیکی تفصیلات کے اکٹھا کرنے شعبہ شماریات کے لیے نئے فیلڈ دفاتر قائم کرنے کے لیے ابتدائی انتظامات کرنے' قائم شدہ فیلڈ دفاتر کا سالانہ انتظامی معائنہ کرنے اور ان کے سروے جات کی پراگریس اور انتظامی

معاملات کا جائزہ لینے اور فوری نوعیت کے معاملات کے بارے میں فیصلہ اور ہدایات دینا تھے۔

دوروں کی تفصیل کا گوشوارہ ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا۔

ان دوروں کی منظوری حاکم مجاز جناب چیئرمین' منصوبہ بندی و ترقیات بورڈ پنجاب سے لی گئی۔

(ج) مذکورہ بالا دوروں پر کل -/26226 روپے کی رقم خرچ ہوئی۔ اس رقم میں 6291/60 روپے کا ڈیزل۔ -/2880 روپے ڈرائیور کا ڈیلی الاؤنس۔ -/108 روپے ٹول ٹیکس اور 16946/40 روپے ناظم شماریات کا ٹی اے / ڈی اے شامل تھے۔ 16946/40 روپے ٹی اے / ڈی اے کی رقم میں -/755 روپے ہوائی جہاز کا کرایہ اور 7541/40 روپے ہوٹل اور ریسٹ ہاؤسز کا کرایہ شامل تھے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! مجھے وزیر صاحب نے بتایا ہے کہ یہ سوال جس افسر کے متعلق ہے وہ ریٹائر ہو گئے ہیں۔ جب وہ ریٹائر ہو گئے ہیں تو ضمنی سوال کی گنجائش نہیں ہے۔ میں صرف اتنا ہی کہہ دیتا ہوں:

شکار مردہ سزاوار شہباز نیست

جناب سپیکر: رانا ثناء اللہ! سوال نمبر585' جواب پڑھا گیا تصور ہوا۔

## ایک ہی جگہ زائد عرصہ تعیناتی کی وجوہات

☆585۔ رانا ثناء اللہ خان: کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ شماریات پنجاب کا موجودہ ناظم اعلیٰ گزشتہ تیرہ سال سے اسی عہدہ پر فائز ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ قواعد و ضوابط کی رو سے کوئی آفیسر ایک اسٹیشن اور اسامی پر اتنا لمبا عرصہ تعینات نہیں رہ سکتا۔

(ج) اگر جز (ب) بالا کا جواب اثبات میں ہے تو مذکورہ بالا آفیسر اتنے عرصے سے کیوں تعینات ہے' نیز محکمہ ہذا کے کتنے افسران اتنے لمبا عرصہ سے کن کن اسٹیشنوں اور اسامیوں پر تعینات

ہیں، مکمل تفصیلات سے ایوان کو مطلع کیا جائے؟

**وزیر منصوبہ بندی و ترقیات** (سردار نصراللہ خان دریشک):

(الف) یہ درست نہیں ہے جو موجودہ ناظم اعلیٰ 3-10-1979 سے محکمہ شماریات میں بحیثیت ناظم شماریات متعین ہیں، یہ عرصہ تقریباً گیارہ سال اور ساڑھے سات ماہ بنتا ہے۔

(ب) درست ہے۔ پنجاب گورنمنٹ کے رولز آف بزنس مجریہ 1974ء کی رو سے ملحقہ محکمہ کے سربراہ کی عمومی عرصہ تعیناتی تین سال ہے۔

(ج) موجودہ ناظم محکمہ شماریات کی بھرتی محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات (گزٹیڈ اسامیاں) ریکروٹمنٹ رولز 1972ء کے تحت پنجاب پبلک سروس کمیشن کی سفارش پر 1979ء میں ہوئی تھی، چونکہ محکمہ ہذا میں کام کی نوعیت خصوصی ماہرانہ، تکنیکی و تحقیقی ہے اور ناظم کی اسامی اپنی نوعیت کی واحد اسامی ہے، محکمہ شماریات میں کوئی اور عہدہ بلحاظ گریڈ اور کام کی نوعیت میں اس کے برابر نہیں اور موجودہ ناظم شماریات مذکورہ محکمہ کا سب سے سینئر آفیسر ہے، اس لیے آفیسر مذکورہ کا تبادلہ ممکن نہیں ہے۔

محکمہ شماریات کے افسران جو ناظم شماریات کی طرح لمبے عرصے سے ایک اسامی اور اسٹیشن پر تعینات ہیں، ان کی فہرست منسلک "الف" ہے۔

## ذیلی دفتر محکمہ شماریات

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| 1۔ | محمد اسلم، ڈپٹی ڈائریکٹر | (بی ایس۔ 18) | ہیڈ کوارٹر آفس | 14-12-74 |
| 2۔ | عبدالحمید پال | ایضاً | ایضاً | 1-6-1974 |
| 3۔ | لئیق احمد | ایضاً | ایضاً | 1-3-1976 |
| 4۔ | محمد یعقوب<br>سسٹمز اناليسٹ پروگرامر | (بی ایس۔ 18) | ایضاً | 20-1-1976 |
| 5۔ | عبدالحمید مددگار ناظم | (بی ایس 17) | ایضاً | 26-1-1976 |
| 6۔ | محمد یعقوب | ایضاً | ایضاً | ایضاً |
| 7۔ | محمود احمد | ایضاً | ایضاً | ایضاً |
| 8۔ | محمد اسماعیل | ایضاً | ایضاً | ایضاً |

| | | | |
|---|---|---|---|
| 9۔ عرفان احمد | ایضاً | ایضاً | 2-4-1976 |
| 10۔ سید شفاعت حسین آفیسر شماریات | (بی ایس 17) | ایضاً | 15-1-76 |
| 11۔ آفاق حسین | ایضاً | ایضاً | 16-1-1976 |
| 12۔ محمد اقبال اظہر | ایضاً | ایضاً | 3-5-1976 |
| 13۔ محمد فاضل مددگار ناظم | ایضاً | ایضاً | 12-9-1977 |
| 14۔ منظور احمد آفیسر شماریات | (بی ایس 17) | ایضاً | 1-11-1976 |
| 15۔ ادریس احمد علوی | ایضاً | ایضاً | 1-11-1976 |
| 16۔ دوست محمد شماریاتی تحقیق کنندہ | (بی ایس 16) | ایضاً | 24-2-1972 |

جناب سپیکر: جناب فرید احمد پراچہ! سوال نمبر 819 پڑھا گیا تصور کیا جاتا ہے۔

## ناظم شماریات کے خلاف انکوائری کی تفصیل

☆ 819۔ جناب فرید احمد پراچہ: کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ ناظم شماریات پر نان گزٹیڈ ایمپلائز ایسوسی ایشن نے بیانات حلفی اور دیگر دستاویزات اور ٹھوس شواہد کے ساتھ سنگین بدعنوانیوں کے الزامات عائد کیے ہیں' جن میں سرکاری وسائل کا ناجائز استعمال اقربا پروری اور ماتحت ملازمین کے مفادات کو جان بوجھ کر نقصان پہنچانے کے الزامات شامل ہیں۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ دفتر کے تمام ملازمین ناظم شماریات کے سخت خلاف ہیں اور انہوں نے علامتی ہڑتالیں بھی کی ہیں' اس کے باوجود ایک ہی فرد کو گزشتہ بیس سالوں سے مسلط کیا گیا ہے۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت نے ناظم شماریات کے خلاف کوئی تحقیقات کرائی ہے۔ اگر ہاں تو اس کی رپورٹ کیا ہے اگر نہیں تو متذکرہ الزامات کی کب تک تحقیقات کروائی جائے گی' کیا موجودہ ناظم شماریات کے علاوہ اس عہدے کے لیے کوئی اور

باصلاحیت فرد موجود نہیں ہے؟

**وزیر منصوبہ بندی و ترقیات** (سردار نصراللہ خان دریشک):

(الف) ناظم شماریات پرنٹنگ گزٹیڈ ایمپلائز ایسوسی ایشن کی طرف سے لگائے گئے الزامات کے سلسلہ میں ایسوسی ایشن کی طرف سے کوئی ٹھوس ثبوت دیگر دستاویزات یا بیان حلفی محکمہ ہذا کو پیش نہیں کیے گئے۔ تاہم نان گزیٹڈ ایمپلائز ایسوسی ایشن شعبہ شماریات پنجاب لاہور سے ایک ایک درخواست موصول ہوئی جو کہ منسلکہ (الف) پر ملاحظہ فرمائی جا سکتی ہے۔ اس درخواست میں ناظم شماریات پر کچھ الزامات عائد کیے گئے تھے۔ اس سلسلہ میں ناظم شماریات سے وضاحت طلب کی گئی۔ اس وضاحت اور فہرست الزامات کے حقائق کی روشنی میں جائزہ لیا گیا' جس سے یہ ثابت ہو گیا تھا کہ یہ تمام الزامات بے بنیاد ہیں۔

(ب) ناظم شماریات ایک بااصول اور ایماندار افسر ہے۔ پابندی وقت اور کام کے معیار کو قائم رکھنے کے لیے کوشاں ہے' جس کی وجہ سے دفتر کے ملازمین مذکورہ بالا افسر سے نالاں ہیں۔ ناظم شماریات اس عہدہ پر 11 سال ساڑھے سات ماہ سے تعینات ہے' جس کی وجہ مندرجہ ذیل ہے۔

محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات میں ناظم شماریات کا عہدہ تکنیکی اور ناقابل تبادلہ ہے۔

(ج) کیونکہ مندرجہ بالا دو اجزاء کا جواب نفی میں ہے۔ اس لیے جز (ج) کے جواب کا اطلاق نہیں ہوتا۔

**جناب سپیکر:** کوئی ضمنی سوال؟

**جناب فرید احمد پراچہ:** جناب سپیکر! وزیر صاحب سے صرف ایک یقین دہانی لینی ہے کہ یہ سوال جس افسر کے متعلق ہے' وہ ابھی تک لوگوں کی اے سی آر خراب کر رہے ہیں یا لکھ کر نہیں دے رہے اور ان کی پروموشن میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ وزیر صاحب یہ یقین دہانی فرمائیں گے کہ کیا وہ ان پر اثر انداز ہوں گے کہ وہ محکمے سے جانے کے باوجود لوگوں کو اپنی انتقامی کارروائی کا نشانہ نہ بنائیں۔

**وزیر منصوبہ بندی و ترقیات:** جناب سپیکر! آفیسر نے اے سی آر کسی منشاء کے مطابق نہیں لکھنی ہوتی بلکہ اس افیسر کی کارکردگی کو دیکھ کر لکھنی ہوتی ہے۔ جیسا کہ میرے فاضل بھائی کو معلوم ہے' وہ آفیسر جون میں ریٹائر ہو چکے ہیں۔ ریٹائرمنٹ کے بعد ان کے بارے میں اس قسم کی یقین دہانی تو میں

نہیں کرا سکتا' لیکن میں ان کی خدمت میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ہم persuade کریں گے کہ وہ ایک تو ان کی اے سی آر فوری طور پر لکھیں اور دوسرے کسی آفیسر کو انتقامی کارروائی کا شکار نہ بنائیں۔

جناب سپیکر: چودھری محمد اسلم کائرہ! سوال نمبر1178۔

## ضلع گجرات میں گلیوں اور نالیوں کی تعمیر

☆ 1178۔ چودھری محمد اسلم کائرہ: کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سال 92-1991ء کے سالانہ بجٹ میں "تعمیر وطن پروگرام" کے تحت ضلع گجرات میں گلیوں اور نالیوں کی تعمیر کے لیے کتنی رقم مختص کی گئی ہے۔

(ب) ضلع گجرات میں مذکورہ منصوبوں کے نام اور مختص شدہ رقم کی تفصیل الگ الگ بیان کی جائے اور ہر منصوبہ پر اس وقت تک کتنی رقم خرچ کی جا چکی ہے اور مذکورہ منصوبے کب سے زیر تکمیل ہیں؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (سردار نصراللہ خان دریشک):

(الف) "تعمیر وطن پروگرام" میں منصوبوں کی شمولیت اور رقوم کی تخصیص ضلع کی بنیاد پر نہیں کی جاتی' بلکہ پانچ سالہ منصوبہ کے اہداف اور حکومت کی مروجہ پالیسی اور حکمت عملی مدنظر رکھتے ہوئے شعبہ وار پروگرام تشکیل دیا جاتا ہے اور رقوم بھی مختلف شعبوں کی بنیاد پر مختص کی جاتی ہیں' جس کی تفصیل شائع شدہ پروگرام میں موجود ہے۔

(ب) جزو (الف) کے جواب کی روشنی میں جزو (ب) کا جواب ممکن نہ ہے۔

جناب سپیکر: جناب ارشاد حسین سیٹھی! سوال نمبر1314

## (محکمہ قانون و پارلیمانی امور)

## یونیورسٹیوں کی سینٹ میں ممبران اسمبلی کی شمولیت

☆ 1314۔ جناب ارشاد حسین سیٹھی: کیا وزیر قانون و پارلیمانی امور ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) صوبہ پنجاب میں واقع یونیورسٹیوں میں سینٹ کے رکن کے طور پر جن ممبران اسمبلی کو نامزد کیا گیا ہے' ان کے نام کیا ہیں۔

(ب) متذکرہ ارکان کو نامزد کرنے والی مجاز اتھارٹی کتنے افراد پر مشتمل ہے اور ان کے نام کیا ہیں۔ نیز مجاز اتھارٹی کو کس ضابطہ و قاعدہ کے تحت یہ اختیار حاصل ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (سردار نصراللہ خان دریشک):

(الف) صوبہ پنجاب میں واقع یونیورسٹیوں کے ارکان سینٹ نامزد نہیں کیے جاتے' بلکہ منتخب کیے جاتے ہیں۔ موجودہ صوبائی اسمبلی کے وجود میں آنے کے بعد جن ممبران صوبائی اسمبلی کا انتخاب بطور ارکان سینٹ یونیورسٹی عمل میں آیا ان کے نام بلحاظ یونیورسٹی ترتیب وار درج ذیل ہے۔

## پنجاب یونیورسٹی لاہور

1۔ ڈاکٹر محمد افضل اعزاز
2۔ بیگم فوزیہ بہرام
3۔ چودھری عبدالحمید
4۔ ملک مختار احمد اعوان
5۔ ڈاکٹر محمد شفیق چودھری
6۔ جناب ریاض کھیانہ
7۔ جناب ایس اے حمید
8۔ چودھری سکندر حیات ملھی
9۔ میجر (ریٹائرڈ) حبیب اللہ خان
10۔ جناب واجد علی خان
11۔ سردار حسن اختر موکل
12۔ رانا اکرام ربانی
13۔ ڈاکٹر سید خاور علی شاہ
14۔ میاں گوہر فرید احمد خان مانیکا
15۔ جناب محسن عطا خان کھوسہ
16۔ سردار امجد حمید خان دستی
17۔ سید محمد سجاد حسین بخاری
18۔ میاں شوکت علی

## یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور

1۔ چودھری محمد ریاض
2۔ چودھری فرخ جاوید گھمن
3۔ سید چراغ اکبر شاہ
4۔ چودھری وجاہت حسین

5۔ میاں محمود الرشید
6۔ میاں زاہد یٰسین
7۔ سردار محمد عارف نکئی
8۔ رائے نور محمد کھرل
9۔ شیخ محمد طاہر رشید
10۔ ملک سلطان محمود ہنجرا
11۔ جناب دریوس پستونجی

## اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور

1۔ راجہ ناصر علی خان
2۔ جناب محمد سبطین خان
3۔ جناب ریاض فتیانہ
4۔ جناب محمد نمبر خان
5۔ میاں عبدالستار
6۔ میاں محفوظ احمد
7۔ میاں فرحت عزیز مزاری
8۔ چودھری ظفر اقبال
9۔ سید سلیمان احمد گردیزی
10۔ سردار محمد اظہر لغاری

## بہاؤ الدین ذکریا یونیورسٹی ملتان

1۔ ملک عطاء محمد خان
2۔ ملک خدا بخش وڈھل ٹوانہ
3۔ چودھری طالب حسین
4۔ چودھری محمد اسلم کائرہ
5۔ میاں شہباز احمد
6۔ الحاج سعید احمد قریشی
7۔ جناب محمد صدیق خان
8۔ سردار اللہ یار خان ہراج
9۔ پیر اللہ یار چشتی
10۔ جناب محمد شاہ کھگہ
11۔ خانزادہ محمد خضر غام خان خاکوانی
12۔ سردار غلام مجتبیٰ دریشک
13۔ مخدوم مشرف حسین

## زرعی یونیورسٹی فیصل آباد

1۔ چودھری محمد حنیف
2۔ ملک امان اللہ
3۔ رانا ثناء اللہ خان
4۔ مہر محمد نواز خان بھروانہ
5۔ جناب ریاض فتیانہ
6۔ چودھری ظفر اللہ چیمہ

7۔ جناب اختر رسول　　8۔ الحاج پیر ذوالفقار علی چشتی

9۔ جناب ظہور احمد خان　　10۔ میاں عبدالستار

(ب) یونیورسٹی ہائے کے ارکان سینٹ 1985ء میں قانون میں ترمیم کے بعد سے نامزد نہیں کیے جاتے بلکہ ارکان اسمبلی ان کو اپنے میں سے حسب ذیل منتخب کرتے ہیں۔

1۔ پنجاب یونیورسٹی : (دی یونیورسٹی آف دی پنجاب ایکٹ 1973ء کی دفعہ 23 (1) (xxxiii) کے تحت)

(i) ماسوائے لاہور ڈویژن کے ہر ڈویژن سے اس ڈویژن کے منتخب ارکان اسمبلی کے ذریعے کیے گئے انتخاب کی بنیاد پر دو ممبر۔

(ii) لاہور ڈویژن کے ہر ضلع سے اس ڈویژن کے منتخب ارکان اسمبلی کے ذریعے کیے گئے انتخاب کی بنیاد پر ایک ممبر۔

2۔ انجینئرنگ یونیورسٹی : (دی یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی ایکٹ 1973ء کی دفعہ 21 (1) (xx) کے تحت)

(i) ماسوائے لاہور ڈویژن کے ہر ڈویژن سے اس ڈویژن سے منتخب ارکان اسمبلی کے ذریعے کیے گئے انتخاب کی بنیاد پر ایک ایک ممبر۔

(ii) لاہور ڈویژن کے ہر ضلع سے اس ڈویژن سے منتخب ارکان اسمبلی کے ذریعے کیے گئے انتخاب کی بنیاد پر ایک ایک ممبر۔

3۔ زرعی یونیورسٹی فیصل آباد : (دی ایگریکلچر یونیورسٹی فیصل آباد ایکٹ 1973ء کی دفعہ 22 (1) (xxii) کے تحت)

(i) ماسوائے فیصل آباد ڈویژن کے ہر ڈویژن سے اس ڈویژن سے منتخب ارکان اسمبلی کے ذریعے کیے گئے انتخاب کی بنیاد پر ایک ایک ممبر۔

(ii) فیصل آباد ڈویژن کے ہر ضلع سے اس ڈویژن سے منتخب ارکان اسمبلی کے ذریعے کیے گئے انتخاب کی بنیاد پر ایک ایک ممبر۔

4۔ بہاؤ الدین ذکریا یونیورسٹی ملتان : (دی بہاؤ الدین ذکریا یونیورسٹی ایکٹ 1975ء کی دفعہ 23 (1) (xxii) کے تحت)

(i) ماسوائے ملتان ڈویژن کے ہر ڈویژن سے اس ڈویژن کے منتخب ارکان اسمبلی کے ذریعے کیے

گئے انتخاب کی بنیاد پر ایک ایک ممبر۔

(ii) ملتان ڈویژن کے ہر ضلع سے اس ڈویژن سے منتخب ارکان اسمبلی کے ذریعے کیے گئے انتخاب کی بنیاد پر ایک ایک ممبر۔

5۔ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور: (دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور ایکٹ 1975ء کی دفعہ 22 (1)(xxii) کے تحت)

(i) ماسوائے بہاولپور ڈویژن کے ہر ڈویژن سے اس ڈویژن سے منتخب ارکان اسمبلی کے ذریعے کیے گئے انتخاب کی بنیاد پر ایک ایک ممبر۔

(ii) بہاولپور ڈویژن کے ہر ضلع سے اس ڈویژن سے منتخب ارکان اسمبلی کے ذریعے کیے گئے انتخاب کی بنیاد پر ایک ایک ممبر۔

مذکورہ بالا انتخاب کے طریقہ کی صورت یہ ہے کہ قانون متعلقہ نے انتخاب کی ذمہ داری ایوان کو سونپی ہے' آئین کے آرٹیکل 67 کے مطابق اسمبلی کی کارروائی کے لیے قواعد و ضوابط وضع کرنے کا اختیار اسمبلی کو ہے اور جب تک مذکورہ قواعد و ضوابط اس میں وضع نہ کرے' اسمبلی گورنر کے بنائے ہوئے قواعد' و ضوابط پر عمل کر سکتی ہے۔ رائج الوقت انضباط بابت کارروائی اسمبلی Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1973 کے نام سے گورنر کے وضع کردہ ہیں۔ فی الحال ان میں یونیورسٹیوں کے سینٹ کے ممبران کے اسمبلی کی جانب سے انتخاب کا کوئی طریقہ کار درج نہیں ہے۔ اندریں حالات ایوان اپنے مندرجہ بالا اختیار بابت وضع کرنے انضباط کار اسمبلی اس انتخاب کے لیے کوئی بھی مناسب طریقہ کار وضع کر سکتی ہے۔ اس اختیار کے تحت ایوان نے جو طریقہ کار اپنایا ہے وہ اس طریقہ کار سے مماثل ہے' جو اسمبلی کی مختلف کمیٹیوں کے ممبران کے انتخاب کے لیے۔

Rules of Procedure کے Rule 121 میں بیان کیا گیا ہے۔ اس طریقے کے مطابق قائد ایوان اور قائد حزب اختلاف کے باہمی اتفاق سے ارکان سینٹ کا چناؤ کر لیا جاتا ہے اور ایوان اس کی منظوری دے دیتا ہے۔ موجودہ ممبران یونیورسٹی سینٹ کا انتخاب اس ہی طریقہ کار کے ذریعہ کیا گیا ہے' یعنی ان کے نام قائد ایوان اور قائد حزب اختلاف نے پہلے چن لیے اور ایوان نے اس چناؤ کی منظوری دے دی۔

جناب سپیکر: وقفہ سوالات تو قائم ہے' لیکن سوالات ختم ہوتے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) لگتا ہے کہ

منسٹر پی اینڈ ڈی کی پی آر بہت زبردست ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: انہوں نے اسمبلی کے تمام ارکان کے اعزاز میں کھانا دینے کا وعدہ کیا ہے۔

## اراکین اسمبلی کی رخصت

جناب سپیکر: اب اراکین کی رخصت کی درخواستیں لی جائیں گی۔

## میاں محمد امجد جوئیہ

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست میاں محمد امجد جوئیہ صاحب رکن' صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

مؤدبانہ گزارش ہے کہ بندہ اپنے بھائی میاں محمد اشرف جوئیہ ایم پی اے کے علاج کی خاطر اس کے ساتھ لندن گیا تھا' جس کی وجہ سے مندرجہ ذیل تاریخوں میں اسمبلی اجلاس میں حاضر نہ ہو سکا۔

1۔ مورخہ 1992-8-27 سے 1992-9-13

2۔ مورخہ 1992-10-7 سے 1992-10-25

لہٰذا درخواست ہے کہ بندہ کی چھٹی منظور فرما کر مشکور فرمائیں۔

جناب سپیکر! اب سوال یہ ہے کہ:۔

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

## جناب اعجاز احمد شیخ

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب اعجاز احمد شیخ صاحب رکن' صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

میں بوجہ ضروری کام مورخہ 1992ء-10-15 اور 1992ء-10-19 اجلاس میں حاضر نہ ہو سکا۔ برائے مہربان میری رخصت منظور فرمادی جائے۔

جناب سپیکر! اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

## جناب عتیق الرحمٰن

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب عتیق الرحمٰن صاحب رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

I have the honour to submit that I could not attend Assembly session on Thursday, the 22nd instant as I was pre-occupied at Islamabad.

I, therefore, request you to kindly grant me leave for the above date.

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

## جناب ایس اے حمید

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب ایس اے حمید صاحب رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

I Could not attend Assemly session on Thursday, saturday i.e. 22nd + 24th of October. Please grant leave for two days.

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

## جناب فرید احمد پراچہ

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب فرید احمد پراچہ صاحب رکن، صوبائی اسمبلی کی

طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ میں اپنے ایک عزیز کے انتقال کی وجہ سے مورخہ 26 اکتوبر کو اجلاس میں حاضر نہ ہو سکوں گا۔ برائے مہربانی رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

## جناب شوکت داؤد

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب شوکت داؤد صاحب رکن' صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

نوازش ہے کہ میں ضروری کام کی وجہ سے لاہور سے باہر گیا تھا' جس کی وجہ سے 22-10-1992 attand نہ کر سکا۔ لہٰذا 22-10-1992 کی چھٹی منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

## جناب محمد ناصر خان

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب محمد ناصر خان رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

I have proceeded to USA to participate in the U.S. Election Study Programme.

In view of the above I will not be able to attend the Assembly Session till 10th of November 1992. Leave may please be granted.

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

## شوکت علی لالیکا

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب شوکت علی لالیکا صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی۔

مجھے تین' سات' دس ستمبر کی چھٹی عنایت فرمائی جائے' کیونکہ میں ضروری کام کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکتا ہوں۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

## جناب خان احمد خان بلوچ

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب خان احمد خان بلوچ رکن' صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ چند ایک ناگزیر حالات کی بنیاد پر اجلاس میں مورخہ 5,7,8,13-9-1992 شرکت نہ کر سکا۔

ازراہ کرم رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

## جناب سعید احمد ظفر

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب سعید احمد ظفر صاحب رکن' صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

ضروری کام کی وجہ سے 1992-9-1, 1992-9-3 اور 1992-9-10 کو اجلاس میں حاضر نہیں ہو سکا۔ تین یوم کی رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

## جناب طیب خان اعوان

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب طیب خان اعوان صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ بندہ مورخہ 14,13,12,11,8,7 اور 15 اکتوبر 1992ء تک بوجہ بیماری اسمبلی اجلاس میں حاضر نہیں ہو سکا' براہ کرم ان دنوں کی رخصت منظور فرما کر مشکور فرمایا جائے' حضور والا کی عین نوازش ہوگی۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

## ڈاکٹر سید وسیم اختر

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب رکن' صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

Due to certain unaviodable circumstances, I could not attend Assembly session on 15/10/92, 18/10/92, 19/10/92 20/10/92, and 21/10/92.

Leave may please by granted.

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

## تاج محمد خان زادہ

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب تاج محمد خان زادہ صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

Kindly grant me leave from 25 October, 1992 the end of the present session on account of urgent domestic circumstances

Thanks,

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

## میاں محمد اشرف جوئیہ

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست میاں محمد اشرف جوئیہ صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

مؤدبانہ گزارش ہے کہ بندہ اپنے علاج کے سلسلہ میں ملک سے باہر مندرجہ ذیل تاریخوں میں چلا گیا تھا۔

1۔ مورخہ 1992ء۔8۔27 سے 1992ء۔9۔13

2۔ مورخہ 1992ء۔10۔7 سے 1992ء۔10۔25

بندہ میڈیکل بورڈ کی سفارش سے لنڈن برائے علاج گیا ہوا تھا' لہٰذا مندرجہ بالا تاریخوں کی چھٹی منظور فرما کر مشکور فرمائیں۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

# مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر: اب ہم تحاریک استحقاق کو لیتے ہیں۔

چودھری شوکت داؤد: پوائنٹ آف آرڈر' جناب والا! میری ایک تحریک استحقاق تھی اور اس دن میں چھٹی پر تھا' یعنی 22۔ اکتوبر کی میری درخواست بھی پڑھ کر سنائی گئی ہے' وہ تحریک میری عدم موجودگی کی وجہ سے lapse ہو گئی۔ اگر اسے دوبارہ take up کر لیا جائے تو مہربانی ہوگی۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! آپ کی کون سی تحریک استحقاق تھی؟

چودھری شوکت داؤد: جناب والا! یہ واپڈا کے متعلق تھی۔

جناب سپیکر: اس کا نمبر کیا ہے؟

چودھری شوکت داؤد: جناب سپیکر! اس کا نمبر 39 ہے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! آپ تشریف نہیں رکھتے تھے اور آپ کی طرف سے کوئی اطلاع بھی نہیں تھی۔

چودھری شوکت داؤد: جناب والا! میں نے درخواست دی تھی۔

جناب سپیکر: کس کو درخواست دی تھی؟

چودھری شوکت داؤد: جناب سپیکر! یہ ابھی پڑھ کر سنائی گئی ہے۔

جناب سپیکر: نہیں نہیں! آپ نے یہاں درخواست لکھ کر اگر بھیجی ہے کہ میں نہیں آسکوں گا اور میری متعلقہ تحریک استحقاق' تحریک التوائے کار کو pending رکھا جائے تو ہم ضرور اس کو honour کرتے۔ لیکن آپ کی طرف سے نہ ہمیں کوئی اطلاع تھی' یعنی نہ لکھی ہوئی اطلاع تھی اور نہ زبانی کوئی اطلاع تھی اور نہ ہی کسی معزز رکن نے ہمیں یہ فرمایا کہ چودھری شوکت داؤد صاحب نے یہ پیغام دیا۔ اگر پیغام بھی ہمارے پاس پہنچتا تو ہم اسے lapse نہ ہونے دیتے یہ lapse کی گئی' اب تو فیصلہ ہو گیا ہے۔ افسوس! یہ پیش نہیں ہو سکتی۔

چودھری شوکت داؤد: شکریہ جناب!

جناب سپیکر: یہ نمبر 11 تحریک استحقاق ہمارے پاس موخر ہے۔ ریونیو منسٹر کی طرف سے اطلاع ہے کہ آج وہ ایوان میں تشریف نہیں لا سکیں گے تو اس لیے اس تحریک استحقاق کو پھر مؤخر کیا جاتا ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب والا! وہ تشریف نہیں لائے تھے۔ انہیں موقع نہیں ملا' لہٰذا اسے آپ pending فرمالیں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے! آپ فرماتے ہیں تو ہم اسے pending کر لیتے ہیں' اگلی تحریک بھی چودھری اصغر علی گجر صاحب کی ہے۔ پھر اس کو بھی وہی treatment ملے گا۔ اگلی تحریک استحقاق نمبر38 چودھری محمد فاروق صاحب کی ہے۔ جی ارشاد۔

## امن عامہ پر بحث کے دوران آفیشل گیلری میں متعلقہ محکمہ جات کے سربراہان کی عدم موجودگی

چودھری محمد فاروق: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ آج مورخہ 1992ء-10-15 کو پنجاب اسمبلی بزنس کے مطابق امن عامہ پر بحث ہونا تھی جو کہ ایک انتہائی اہم موضوع ہے اور حکومتی ذمہ داریوں اور پالیسیوں کے بارے میں نازک موضوع ہے' جس سے معاشرے اور صوبہ کا ہر فرد متاثر ہوتا ہے۔ یہ امر واقع ہے کہ بیوروکریسی حکومتی پالیسیوں کی عمل درآمد میں جس کوتاہی کا مظاہرہ کرتی ہے' اس کوتاہی کی وجہ سے امن عامہ کی مجموعی صورت حال خراب ہوتی ہے' اور بیوروکریسی اپنی ذمہ داریاں پوری نہ کر کے عوام کی پریشانی اور ان کے مسائل میں اضافہ کا باعث بنتی ہے اور تخریبی اور مجرمانہ فضا نیز نفسیاتی مسائل کی بنیاد بنتی ہے۔

اپنے اس پرانے کردار کو دہراتے ہوئے آج اسمبلی کی مذکورہ کارروائی کے دوران حکومت کے متعلقہ محکمہ جات کے افسران اور متعلقہ بیوروکریسی نے بروقت اسمبلی گیلری میں نہ آ کر ایوان کے تقدس اور وقار کو پامال کیا تھا اور اس وقت 45-11 بجے تک official گیلری میں متعلقہ افسران کی غیر حاضری اور عدم موجودگی ایوان کے ساتھ مذاق ہے اور اس کی اہمیت کو نظرانداز کرنے کے مترادف ہے' جبکہ وزیر قانون یہ یقین دلانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ مذکورہ افسران کو ہم نے بلانے کے لیے Messanger بھیج دیا ہے۔

اسمبلی کی آفیشل گیلری میں مذکورہ افسران کی بروقت عدم موجودگی سے نہ صرف میرا بلکہ پوری ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے' اس لیے یہ تحریک استحقاق باضابطہ قرار دے کر بحث کے لیے منظور

کی جائے۔

جناب سپیکر! اس پر میں شارٹ سٹیٹمنٹ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آفیشل گیلری ایوان کا ایک انتہائی اہم حصہ ہے اور اس کے اندر جناب سپیکر! ہاؤس in order نہیں' براہ کرم اسے in order کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی' چودھری فاروق صاحب!

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! یہ آفیشل گیلریز ایوان کا ایک حصہ ہے اور جو حکومت کے ذمہ دار افسران ہیں' بیوروکریسی کے متعلقہ افسران ہوتے ہیں' جن کا اسمبلی میں کسی روز بزنس ہوتا ہے' ان محکمہ جات کی طرف سے باقاعدہ liaison آفیسر تعینات کیے جاتے ہیں۔ ان کے محکمہ کے اندر سرکلر جاری ہوتے ہیں کہ آج اسمبلی کی کارروائی میں ہمارے محکمے کا بزنس ہے اس لیے فلاں فلاں آفیسرز بطور liaison officer اسمبلی میں جائیں گے اور آفیشل گیلری میں اپنے بزنس کی کارروائی دیکھیں گے اور اس کے نوٹس مرتب کریں گے۔ جناب سپیکر! وہ notes مرتب کرنا اور اسمبلی کی کارروائی طریقے سے دیکھنا' نہ دیکھنا تو ہر فرد کی اپنی ذاتی صوابدید اور اس کے کردار اور سوچ پر منحصر ہے۔ لیکن جب ایک سرکلر جاری ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس افسر کو اپنی ایک سرکاری ذمہ داری کے تحت اس اسمبلی میں آنے کے لیے کہا گیا یا بھیجا گیا اور اگر وہ افسر یہاں پر نہیں آتا تو جہاں وہ اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں کوتاہی برتتا ہے وہاں پر اس ایوان کا استحقاق اس انداز میں مجروح ہوتا ہے کہ اس روز جناب وزیر قانون نے یہ فرمایا کہ ہم نے انہیں بلانے کے لیے میسنجر بھیجا ہوا ہے۔ یہ الفاظ اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ ان افسران کا یہاں موجود ہونا اہم تھا' لیکن وہ نہیں آئے۔ اسمبلی کی کارروائی اگر صبح نو بجے شروع ہوتی ہے تو جناب سپیکر! اس کے بعد ان افسران کو باقی معاملات ترک کر کے اسمبلی کی کارروائی میں بروقت طور پر پہنچنا چاہیے۔ میں یہ سمجھتا ہوں' امن عامہ کی خرابی میں سب سے بڑی وجہ بیوروکریسی کا کردار اور کوتاہیاں ہیں' جن کوتاہیوں کے ذریعے وہ اس جمہوری حکومت کو بدنام کرنے کا باعث بنتے ہیں' اور اگر اسمبلی کا وہ بزنس جو امن عامہ سے متعلق ہے' اور ان افسران کی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں کوتاہی کے بارے میں ممبران نشان دہی کرتے ہیں' یہ ممبران کی تقاریر۔ ممبران کے پوائنٹس اور وہ معاملات جن کی ممبران یہاں پر نشان دہی کرتے ہیں وہ ہوبہو اخبارات میں نہیں چھپتی' نہ ہی وہ افسران کو پڑھنے کو ملتی ہے۔ لیکن اگر وہ اس آفیشل گیلری میں بیٹھے ہوں تو ان کو ممبران کے جذبات اور عوام کی ترجمانی جس انداز میں کی جاتی

ہے' عوام کی ترجمانی ان تک صحیح انداز میں پہنچ جائے تو وہ حکومت کی پالیسی کو بہتر بنا سکتے ہیں اور اگر وہ یہاں پر آئیں' عوام کی ترجمانی سنیں تو پھر ہی وہ بہتر انداز میں اپنی پالیسیاں مرتب کر سکتے ہیں۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ مذکورہ آفیسر جنہیں یہاں ڈیوٹی پر تعینات کیا گیا تھا یا آفیسران یہاں پر بھجوائے گئے تھے اور وہ نہیں آئے۔ انہوں نے یہاں نہ آکر اس ایوان کے ساتھ جہاں مذاق کیا ہے' وہاں انہوں نے اس ایوان کا استحقاق بھی مجروح کیا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایسے آفیسرز کا اس آفیشل گیلری میں ہونا انتہائی ضروری ہے۔ اب یہ بات کہنا کہ اگر آفیسر یہاں پر آئے تو کوئی ممبر یہاں سے اٹھ کر یہ کہے گا کہ یہ ہمیں دھمکیاں دینے کے لیے آئے ہوئے ہیں۔ جناب سپیکر! کوئی ایک ممبر کسی لحاظ سے اگر جذبات میں ایسی کوئی بات کہہ بھی دیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ آفیسرز یہاں پر نہ آئیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وہ آفیسرز یہاں slips دینے کے لیے نہیں آئے' وہ کارروائی کو نوٹ کرنے کے لیے اور اسمبلی بزنس کو assist کرنے کے لیے آئے ہیں۔ assist کرنا یہ نہیں ہے کہ یہاں ایوان کے اندر بیٹھ کر وہ چٹیں اور کتابیں بھیجتے رہیں۔ assist کرنے کے بے شمار طریقے ہوتے ہیں' یہاں سے وہ اہم معاملات کے notes لے کر اپنے آفس میں جا کر مذکورہ وزیر یا متعلقہ محکمے کی پالیسیوں میں رد و بدل کر کے یا ان کی نشان دہی اہم طریقے سے کر کے وہ assist کر سکتے ہیں۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ مذکورہ روز ان آفیسرز نے یہاں نہ آکر ایوان کا استحقاق مجروح کیا ہے۔ اس لیے اس تحریک استحقاق کو باضابطہ قرار دے کر اسے کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: جی' لاء منسٹر صاحب۔

وزیر قانون: جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ میرے فاضل بھائی چودھری محمد فاروق صاحب جو رولز آف پروسیجر کا ہر وقت ذکر فرماتے رہتے ہیں' کم از کم ان سے اس قسم کی تحریک استحقاق اس ایوان میں لانے کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ میں اس کی توقع نہیں کر سکتا تھا کہ ایک ایسا رکن اسمبلی جو رولز آف پروسیجر کو اچھی طرح سے جانتا ہے' ان کی طرف سے اس قسم کی تحریک استحقاق آئے گی۔

جناب والا! اب چونکہ انہوں نے اتنی تفصیل سے بات کی ہے' میں صرف اتنی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ سرکاری ملازمین' متعلقہ محکمے کے آفیسرز کا گیلری میں بیٹھنا اور ان کے ہیڈز آف ڈیپارٹمنٹ کا گیلری میں بیٹھنا کسی لحاظ سے بھی obligatory نہیں ہے اور نہ ہی ان کے نہ آنے سے اس معزز ایوان کا استحقاق مجروح ہوتا ہے' لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس دن چونکہ ہاؤس میں اس خواہش کا

اظہار کیا گیا تو میں نے ہاؤس کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اطلاع کرائی۔ اس وقت بھی محکمہ ہوم کے ڈپٹی سیکرٹری موجود تھے اور وہ notes لے رہے تھے اور بھی متعلقہ محکمے کے آفیسرز جن کا بزنس اسمبلی میں ٹیک اپ ہونا ہوتا ہے' وہ موجود رہتے ہیں اور notes لیتے رہتے ہیں اور پھر وہ notes اپنے متعلقہ ہیڈز آف ڈیپارٹمنٹس کو جا کر دیتے ہیں' اس کے مطابق پھر لاء اینڈ آرڈر کے متعلق ڈیلی رپورٹ چیف منسٹر صاحب کو بھی جاتی ہے اور متعلقہ منسٹر لودھی صاحب کو بھی جاتی ہے' تو اس قسم کی کسی بات کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں نے ایوان کے جذبات کے احترام میں اس وقت اطلاع کرائی تو میں یہ بات ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ اس دن میں نے ہوم سیکرٹری صاحب اور آئی جی صاحب کو اطلاع کرائی تھی کہ وہ ایوان میں تشریف لے آئیں اور آ کر مہربانی کر کے کارروائی کو خود دیکھیں اور اس کے notes لیں۔

جناب والا! میں اپنے آفیسرز کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ میں نے آئی جی صاحب اور ہوم سیکرٹری صاحب کو بلایا تھا۔ نہ صرف آئی جی صاحب اور ہوم سیکرٹری صاحب تشریف لائے بلکہ چیف سیکرٹری صاحب بھی فوری طور پر یہاں تشریف لے آئے اور وہ آفیسرز گیلری میں موجود رہے تو جناب اس سے زیادہ احترام کا عملی مظاہرہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ ہم ایوان کا دل کی گہرائیوں سے احترام کرتے ہیں' لیکن یہ تو اس طرح ہے کہ جیسے کل یہ تھا کہ کوئی فاضل رکن ایوان سے اٹھ کر نہ جائے چاہے اس کو انتہائی ضروری کام بھی ہو' اس طرح چونکہ کورم پورا ہوتا ہے اور ایوان کا کام زیادہ اہم ہوتا ہے' تو اس قسم کی تفصیل اور تشریح کے بعد میں توقع کرتا ہوں کہ معزز رکن اس تحریک استحقاق کو جو کہ کسی لحاظ سے بھی ٹیکنیکلی تحریک استحقاق کے زمرے میں نہیں آتی' پریس نہیں فرمائیں گے۔ شکریہ جناب۔

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب آپ سے مخاطب ہیں کہ آپ ان کی تشریح کی روشنی میں اس کو پریس نہیں کریں گے۔

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! ایسا نہیں ہے کہ میں مذکورہ آفیسرز کا احترام نہیں کرنا چاہتا' اور صرف ایوان کے احترام کی بات کر رہا ہوں' لیکن میرا ایک نقطہ نظر ہے کہ جب ان آفیسرز کی یہاں پر ڈیوٹی ہوتی ہے تو انہیں آنا چاہیے۔ بہرحال اگر وزیر قانون یہ سمجھتے ہیں کہ میں اس تحریک استحقاق کو پریس نہ کروں تو اس کے بارے میں' میں یہ کہنے سے پہلے اتنا ضرور کہوں گا کہ میری اس تحریک کا مقصد یہی تھا کہ اس ایوان کی کارروائی کو عزت دینا اور اس کے وقار کو بحال رکھنا' جہاں ممبران

اسمبلی کے لیے ضروری ہے' وہاں آفیسرز کو بھی امن عامہ جیسے معاملات کے روز بروقت ایوان میں آ کر اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی کرنی چاہیے اور اس سے حکومتی کارکردگی اور حکومتی پالیسیوں پر بہتر طریقے سے عمل پیرا ہوا جا سکتا ہے۔ میں بھی یہی سمجھتا تھا کہ اس تحریک کے نتیجے سے متعلقہ محکموں کے جو افسران ہیں' ان کی توجہ اس جانب دلائی جا سکتی ہے کہ وہ حکومت کے نظام کو بہتر طریقے سے چلانے کے لیے معاونت کریں۔ بہرحال اگر وزیر قانون صاحب اپنے ان ذمہ دار افسران کی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے بارے میں مطمئن ہیں اور یقین دلاتے ہیں تو میں اپنی اس تحریک استحقاق پر زور نہیں دیتا۔ لیکن جناب سپیکر! ایک چیز ہے۔ اس کی eligibility پر ضرور آپ اس ایوان کو آگاہ فرمائیں کہ اس آفیشل گیلری میں افسران کا بیٹھنا ہے وہ کسی حد تک اس ایوان کا حصہ ہے اور آیا ان کا اس گیلری میں بیٹھنا ضروری ہے یا نہیں؟ یا Liaison officer کو یہاں آنا چاہیے یا نہیں آنا چاہیے؟ اگر وہ یہاں پر آتا ہے تو آفیشل گیلری میں بیٹھ کر اس کی کیا حیثیت ہوتی ہے؟ آیا وہ یہاں پر بیٹھ کر اس ایوان کا حصہ شمار ہوتے ہیں یا نہیں اور جن کی ڈیوٹی ہے' انہیں ایسے اوقات میں آنا چاہیے یا نہیں؟ جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک ایسا نکتہ ہے کہ جس کی آپ وضاحت کر کے اس ایوان کی رہنمائی کر سکتے ہیں۔ اس لیے میں آپ کی توجہ اور اس نکتے کے بارے میں آپ کی رولنگ چاہتا ہوں۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: ایک بات تو طے ہوئی کہ چودھری محمد فاروق صاحب اس تحریک استحقاق پر زور نہیں دیتے ہیں۔ دوسری بات اس سلسلے میں وہ جو مجھ سے پریس گیلری کی پوزیشن کے بارے میں رولنگ چاہتے ہیں۔ آفیسرز گیلری کی پوزیشن کے بارے میں' اس میں آفیسرز کی حاضری کے بارے میں اور آفیسرز گیلری کے اس ایوان کے ساتھ تعلق کے بارے میں تو اس پر میں روایات کے حوالے اور روٹر کے حوالے سے ایک واضح رولنگ دوں گا۔

اب یہ ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب کی تحریک استحقاق نمبر26 ہے' جس کے بارے میں کل انہوں نے پوائنٹ آؤٹ کیا تھا۔ میں نے اس کا ریکارڈ منگوایا ہے۔ یہ ان کی عدم موجودگی کی وجہ سے lapse کر گئی تھی' لیکن میں نے اس کا ریکارڈ منگوا کر دیکھا ہے' تو اس سے یہ بات عیاں ہے کہ ڈاکٹر وسیم صاحب نے پوائنٹ آؤٹ کیا تھا کہ اس کو ٹیک اپ کیا جائے تو میں نے انہیں یقین دلایا تھا کہ اس کو آئندہ روز پر ٹیک اپ کیا جائے گا لہٰذا ڈاکٹر وسیم صاحب کی تحریک استحقاق کو ہم ٹیک اپ کرتے ہیں۔ یہ lapse نہیں کرتی' تو ان کی تحریک استحقاق نمبر26 ہے۔ ڈاکٹر صاحب ارشاد فرمائیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم○ جناب سپیکر! آپ کا بہت بہت شکریہ۔
وزیر قانون: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میری آپ سے استدعا ہے کہ آپ اسے کل ٹیک اپ کر لیں' کیونکہ اس تحریک استحقاق کے lapse ہونے کی وجہ سے اس کا جواب میرے ریکارڈ میں موجود نہیں ہے۔
جناب سپیکر: جی' درست ہے۔ وزیر قانون کا ارشاد بجا ہے کہ ان کے پاس آج اس کا جواب نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ یہ بظاہر lapse ہو گئی تھی اور اسے نئے سرے سے پیش کرنا ہے لہٰذا اس کو کل پیش کریں گے۔

چودھری اصغر علی گجر صاحب کی تحاریک استحقاق ہم نے موخر کر دی ہیں۔ چودھری صاحب! اب آپ تشریف لائے ہیں' ان پر اب پہلے یہ فیصلہ ہو گیا ہے کہ آپ کے تشریف نہ لانے کی وجہ سے موخر کیا جاتا ہے۔ جناب فرید احمد پراچہ صاحب نے پوائنٹ آؤٹ کیا تھا کہ چودھری صاحب چاہتے ہیں کہ ان کو موخر کر دیا جائے' اب ان کو انشاء اللہ کل پیش کریں گے' آپ کل بروقت تشریف لائیے گا۔

تحریک استحقاق نمبر 42 جناب ارشاد حسین سیٹھی صاحب کی ہے۔ جی سیٹھی صاحب ارشاد فرمائیے۔

## ہیڈ مسٹریس کے تبادلے کے بارے میں وزیر تعلیم کے حکم کی عدم تعمیل

جناب ارشاد حسین سیٹھی: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ میرے انتخابی حلقہ پی پی 117 میں واقع مدرسۃ البنات پرائمری سکول کی ایک ٹیچر مس ثریا کے گھر میں ڈاکہ زنی کی واردات کی گئی اور گن پوائنٹ پر ٹیچر مذکورہ سے اس کے تمام زیورات حاصل کر لیے' ملزمان موٹر سائیکل پر سوار تھے۔ واردات کے بعد بھاگتے ہوئے موٹر سائیکل کی نمبر پلیٹ گر گئی' جو انہوں نے اتار رکھی تھی۔ مذکورہ ٹیچر کے خاوند اور دیگر لوگوں نے وہ نمبر پلیٹ لے کر مجھ سے رابطہ کیا۔ میں نے ایس ایچ او مصری شاہ کو موقع پر جا کر یہ نمبر پلیٹ حوالہ کی' بعد تفتیش پولیس نے ملزمان کو گرفتار کر لیا۔ پتا چلا کہ واردات مذکورہ ٹیچر کے سکول کی ہیڈ مسٹریس کے بیٹے اور بھانجے نے کی تھی۔ ملزمان گرفتار ہوئے اور معاملہ عدالت میں ہے۔ چونکہ اس واقع کی وجہ سے علاقہ

میں والدین طلبہ اور اساتذہ کی نظر میں ہیڈ مسٹریس کا کردار مشکوک ہو گیا اور سکول میں گروپ بندی کی کیفیت ہو گئی۔ جس سے طلبہ کو اور ان کے والدین کو شدید پریشانی سے دوچار ہونا پڑا۔ میں نے معاملہ کا حل یہ سمجھتے ہوئے وزیر تعلیم سے کہا کہ مذکورہ صورت حال کے پیش نظر مذکورہ ہیڈ مسٹریس کا فوری تبادلہ فرما دیں' تاکہ حالات بہتر ہو سکیں۔ وزیر تعلیم نے میری تجویز سے اتفاق فرماتے ہوئے تبادلہ کے احکام جاری کیے' مگر مذکورہ ہیڈ مسٹریس نے عدالت عالیہ سے رجوع کر لیا اور موقف اختیار کیا کہ سیاسی بنیادوں پر میرا تبادلہ کیا جا رہا ہے۔ عدالت عالیہ رٹ نپٹاتے ہوئے وزیر تعلیم اور سیکرٹری تعلیم کو پابند کیا کہ سیاسی بنیادوں پر تبادلہ نہ کیا جائے' اس پر میں نے دوبارہ جناب وزیر تعلیم سے رابطہ کیا۔ وزیر تعلیم نے دوبارہ میرے موقف کو درست تسلیم کرتے ہوئے مذکورہ ہیڈ مسٹریس کے تبادلے کے احکام دو روز پیشتر اپنے پرائیویٹ سیکرٹری کو دیئے اور پارلیمانی سیکرٹری میاں عبدالستار صاحب کو بھی کہا کہ اس پر عمل درآمد کو یقینی بنایا جائے۔

میاں عبدالستار صاحب نے مجھے بتایا کہ میں نے ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر کو جناب وزیر تعلیم کے حکم پر عمل درآمد کے لیے واضح احکام پہنچا دیئے ہیں' مگر افسوس آج تک یہ معاملہ جوں کا توں ہے۔

جناب عالی! علاقے کے ایک سکول میں بدامنی ختم کرنے کے لیے میری بھرپور کوشش کے باوجود مسئلہ حل نہ ہونے سے نہ صرف میرا بلکہ اس پورے معزز ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہٰذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو منظور کر کے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر! میں مختصر طور پر اس بارے میں ایک بات کہوں گا کہ استحقاق کا معاملہ بلاشبہ کسی ممبر کی ذات سے متعلقہ ہوتا ہے' مگر میں یہ بات یہاں پر بالکل واضح طور پر کہنا چاہتا ہوں کہ میں نے نہ کوئی سیاسی دباؤ ڈالا اور نہ ہی میں نے اسے استعمال کیا' اس کا ثبوت یہ ہے کہ 1990ء-9-25 کو جبکہ میں اس ایوان کا ممبر بھی نہیں تھا تو اس وقت اس ہیڈ مسٹریس کے خلاف

Mr Afzal Aleem was of the view that the Head Mistress of the said school, Mrs, Ghulam Zohra should be transferred at once for the smooth running of the institution.

یہ اس کے ریمارکس ہیں' جو اس نے دیئے تھے اور یہ بدامنی کی فضا اس نے میرے ممبر بننے سے پہلے سکول میں قائم کی تھی' اس لیے عدالت عالیہ سے متعلقہ ہیڈ مسٹریس کا جو stay تھا وہ بھی میں سمجھتا ہوں کہ اس نے اپنی ذات کو بچانے کے لیے لیا تھا۔ بہرحال جناب سپیکر! جو بھی معاملہ ہوا'

میں اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا' اس میں میرا موقف صرف اتنا ہے کہ جب عدالت عالیہ نے رٹ نمٹاتے ہوئے وزیر تعلیم اور سیکرٹری صاحب کو پابند کر دیا کہ اس مسئلے کو settle کریں۔ جناب سپیکر! اس کے دو مہینے کے بعد پھر اس سکول کے سٹاف نے درخواست دی کہ اس نے پہلے سے زیادہ بدامنی کا مظاہرہ شروع کر دیا ہے۔ میں نے جناب وزیر تعلیم سے رابطہ کیا' انہوں نے میری بات کو پھر یوں سمجھا کہ بلاشبہ آپ کی طرف سے کوئی سیاسی دباؤ نہیں' دراصل اس نے عدالت عالیہ سے بھی غلط رجوع کیا تھا اور اب بھی اس کا موقف درست نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ وہاں بدامنی کی فضا واقعی قائم ہے۔ مگر جناب سپیکر! افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ دو سال والے واقعے کی مجھے آج یہ تحریک استحقاق دینے کی ضرورت پیش آئی' جب کہ میرا اس میں کوئی عمل دخل نہیں بنتا تھا۔ چونکہ اس سکول کی فضا سٹاف کی وجہ سے خراب کی جا رہی تھی' اس لیے میں نے سوچا کہ اس کا خمیازہ طلبہ اور ان کے والدین کیوں بھگتیں۔ جناب سپیکر! میں نے صحیح نشان دہی کی اور اس کے لیے بھرپور کوشش کی اور میں نے عدالت عالیہ کے احترام میں کسی قسم کا کوئی اثر و رسوخ استعمال کرنے کی کوشش نہیں کی' تو میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملے میں جو اتنی تاخیر تھی' اس نے میرے استحقاق کو مجروح کیا' اس لیے میری گزارش ہے کہ اسے درست تسلیم کرتے ہوئے میری اس تحریک استحقاق کو منظور فرمائیں' تاکہ اس بارے میں صحیح صورت حال سامنے آ سکے۔

جناب سپیکر: وزیر تعلیم صاحب! آپ فرمائیں۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! فاضل رکن اس سے پہلے یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ ان کے موقف کو درست تسلیم کرتے ہوئے میں نے مذکورہ ٹیچر کے ٹرانسفر کے آرڈر کیے تھے' لیکن مذکورہ ٹیچر چونکہ عدالت عالیہ سے stay لینے میں کامیاب ہو گئی' اس وجہ سے عدالت عالیہ کے حکم کی پابندی کرتے ہوئے اس کی ٹرانسفر کو کینسل کرنا پڑا۔

جناب سپیکر! میرے فاضل رکن نے بالکل درست فرمایا ہے کہ اس ٹیچر کے stay کے بعد سکول میں بدامنی کی فضا جاری رہی' اس سے سکول میں تعلیم کا معیار بھی متاثر ہوا۔ چنانچہ اس چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے فاضل رکن نے مجھ سے دوبارہ رجوع کیا اور میں نے اس سلسلے میں دوبارہ یہ احکامات دیئے کہ اس کی through enquiry کی جائے اور صحیح صورت حال کے متعلق آگاہ کیا جائے' چنانچہ انہی احکامات کی روشنی میں فاضل رکن نے چند دن پہلے مجھ سے دوبارہ رجوع کیا اور سکول کی بدامنی کی فضا کو دیکھتے ہوئے اور سکول کے حالات کو بہتر بنانے کے لیے میں نے دوبارہ یہ احکامات دیئے کہ

متعلقہ ٹیچر کو فوری طور پر ٹرانسفر کر دیا جائے' تاکہ سکول میں بدامنی کی فضا کا خاتمہ ہو سکے اور بچوں کی تعلیم و تربیت کا صحیح معنوں میں سلسلہ شروع ہو سکے اور یہ درست ہے کہ یہ احکامات ڈی ای او (فیمیل) کے پاس بھی پہنچے تھے۔ جناب والا! اس میں واقعی دو چار دن کی تاخیر ہوئی ہے اور میں نے اس کا نوٹس لیا ہے اور جو مذکورہ ٹیچر ہے' اس کا تبادلہ کر دیا گیا ہے اور اس کے تبادلے کی کاپی میرے پاس موجود ہے اور جو متعلقہ ڈی ای او (زنانہ) جس نے احکامات کو delay کیا ہے' اس کا تبادلہ بھی میں کر رہا ہوں' بلکہ آج صبح یہاں آنے سے پہلے میں نے احکام جاری کیے ہیں کہ مذکورہ ڈی ای او کو بھی لاہور سے باہر تبدیل کر دیں۔ مجھے امید ہے کہ میرے ان اقدام کی روشنی میں فاضل رکن اس تحریک استحقاق کو پریس نہیں کریں گے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر! شکر گزار ہوں۔ میں اپنے استحقاق کے مجروح ہونے اور انسان ہونے کے ناتے سے عوام کے مفاد میں ایسی زیادتیاں برداشت کرنے کے لیے تیار ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے جو یہ فرمایا ہے کہ میں نے تبادلہ کر دیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ مجھے اس تحریک استحقاق پر زور نہیں دینا چاہیے اور اس پر میں زور نہیں دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: وزیر تعلیم کے اس prompt action پر جناب ارشاد حسین سیٹھی صاحب اپنی تحریک استحقاق کو پریس نہیں کرتے ہیں۔ اب تحاریک استحقاق کافی ہو گئی ہیں۔ میرے خیال میں ہمارے پاس صرف ایک یا دو تحاریک استحقاق باقی ہیں' ان کو کل ٹیک اپ کریں گے۔

## تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اب تحاریک التوائے کار کا ٹیک اپ کرتے ہیں۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! پوئنٹ آف آرڈر' میں نے ایک تحریک التوائے کار پیش کی تھی جو مجوزہ اضافہ بین الاقوامی مالیاتی اداروں کے دباؤ پر ٹیلی فون اور بجلی کے بلوں میں کیا جا رہا ہے' سے متعلق ہے' اس بارے میں گزارش ہے کہ اسے بغیر باری کے ٹیک اپ کیا جائے۔ یہ بڑا اہمیت عامہ کا حامل مسئلہ ہے۔ پتا نہیں کہ کتنے دن اور اسمبلی چلے گی' تو مرکزی حکومت تک پنجاب کی اسمبلی کے احساسات پہنچنے چاہیں کہ پہلے ہی لوگوں پر بے پناہ دباؤ ڈالا گیا ہے اور بجلی اور ٹیلی فون کے بلوں پر ایکسائز ڈیوٹی بڑھا کر ان میں اضافہ کیا گیا ہے۔ اب وہ غریب جس کو تھوڑی سی رعایت ملی ہوئی تھی اور بجلی کافی یونٹ ریٹ کم لگایا جاتا تھا' اس میں بھی اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اس لیے میری گزارش

ہے کہ اسے بغیر باری کے ٹیک اپ کیا جائے۔

**شیخ محمد طاہر رشید:** جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ وہ پوائنٹ آف آرڈر پر پوری تقریر کر دیتے ہیں۔ جناب سپیکر! کیا پوائنٹ آف آرڈر پر تقریر کی جا سکتی ہے؟

**جناب سپیکر:** پوائنٹ آف آرڈر پر کوئی تقریر کی جا سکتی ہے اور نہ پوائنٹ آف آرڈر پر پوائنٹ آف آرڈر ہو سکتا ہے۔ فرید احمد پراچہ صاحب کی تحریک التوائے کار کا نمبر کیا ہے؟

**جناب فرید احمد پراچہ:** یہ تحریک التوائے کار میں نے آج دی ہے۔

**جناب سپیکر:** ابھی تو یہ ابتدائی مراحل سے گزر رہی ہوگی اور ابھی پرنٹ نہیں ہوئی ہوگی۔ میرے پاس ایک تحریک التوائے کار مؤخر شدہ ہے جو ڈاکٹر محمد افضل اعزاز صاحب' فرید احمد پراچہ صاحب' میاں محمود الرشید صاحب' حافظ سلمان بٹ' جناب ارشاد حسین سیٹھی' چودھری محمد حنیف' محمد اسلم کائرہ صاحب اور نور محمد تارڑ صاحب کی طرف سے ہے۔ اس سلسلہ میں ہماری تفصیلی بات چیت ہوئی ہے' اب اس کی روشنی میں ڈاکٹر صاحب کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

**چودھری اصغر علی گجر:** جناب سپیکر! معاف کیجئے گا کہ میں مداخلت کر رہا ہوں۔ اس سے پہلے کالا باغ ڈیم سے متعلق تحریک التوائے کار جو چالیس ممبران کے نام سے یہاں آئی ہے۔ اس کے لیے یہ بات طے ہوئی تھی کہ اس کو آج یہاں take up کیا جائے گا۔

**جناب سپیکر:** حاجی افضل چن صاحب مجھے نظر نہیں آ رہے' وہ تشریف لے آئیں تو اس کو ٹیک اپ کر لیں گے۔

**چودھری اصغر علی گجر:** جناب والا! وہ پڑھی جا چکی ہے' اب حاجی افضل چن صاحب کی ضرورت باقی نہیں رہی' کیونکہ انہوں نے صرف اس کو پڑھنا تھا اور انہوں نے اسے پڑھ دیا ہے۔ اب تو میرے خیال میں وہ ایوان کی امانت ہو گئی ہے۔

**جناب سپیکر:** محرک کی موجودگی میں اس پر مزید بات ہونی چاہیے۔

**چودھری اصغر علی گجر:** یہ تو وزیر قانون سے پوچھنا چاہیے کہ کہیں محرک کو باندھ کے تو نہیں آ گئے یا انہیں کہیں چھپا کے آ گئے ہوں۔

**جناب سپیکر:** وہ محرک چھپنے والے نہیں ہیں۔ جب وہ آئیں گے تو یہاں بات کریں گے۔

**ڈاکٹر محمد افضل اعزاز:** جناب سپیکر! جو ہماری تحریک التوائے کار تھی' اس کے سلسلہ میں ایڈیٹر "دی نیوز" آپ کے چیمبر میں تشریف لائے تھے اور وزیر قانون اور وزیر اطلاعات بھی موجود تھے اور

بڑی تفصیل کے ساتھ ان سے ملاقات ہوئی اور یہ طے پایا تھا کہ وہ ایک مرتبہ پھر اپنے اخبار میں regret اور apology شائع کریں گے اور اس چیز کی یقین دہانی کرائیں گے کہ جس شخص نے وہ خبر شائع کی ہے' اس کی اس اخبار سے یا اس محکمہ سے ملازمت ختم کر دی جائے گی اور تیسری بات یہ کہ اس قسم کا کوئی مواد یا میٹریل آئندہ شائع نہیں کیا جائے گا اور اس یقین دہانی پر ہم نے یہ کہا تھا کہ جب وہ اخبارات میں خبر آ جائے گی یا معافی نامہ شائع ہو جائے گا تو اس بارے میں ہم سوچیں گے' فی الحال اسے موخر کر دیں' جب تک کوئی تردید نہیں آ جاتی۔

جناب سپیکر: بلاشبہ ہماری "دی نیوز" کے ایڈیٹر سے تفصیلی اور مفید بات چیت ہوئی ہے اور یہ طے ہوا ہے کہ وہ اپنے اخبار کی اشاعت میں اس نامناسب مواد کی اشاعت پر معذرت نامہ جاری کریں گے اور انہیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور وہ محسوس کرتے ہیں کہ واقعی اس کی اشاعت قابل اعتراض تھی اور جو دیگر باتیں ہیں وہ یہ ہیں کہ آئندہ ایسی بات نہیں ہوگی۔ یہ بات ان سے ذاتی حیثیت میں ہوئی ہے۔ میرے خیال میں اس کی اخبار میں دینے کی ضرورت ہے اور نہ پریس میں دینے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے ہمارے ساتھ جو بات کی ہے' ہم اس کا احترام کرتے ہیں' تو اس تحریک التوائے کار کو مؤخر کیا جاتا ہے۔

یہ آج کوئی خاص بات ہے۔ وزیر اطلاعات تازہ تازہ ایوان میں آ رہے ہیں۔ ملک صاحب! لابی میں کوئی خاص واقعہ ہوا ہے؟

ملک سلیم اقبال: جی ہاں! لابی میں دو خبروں کا اعلان کر رہے ہیں۔ ایک یہ کہ واجد صاحب کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے' ان کو وزیر اعلیٰ نے مبارک باد پیش کی ہے' اور فاروق صاحب کی منگنی ہوئی ہے اور منگنی بھی اٹک میں ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: اب ہم تحریک التوائے کار نمبر 67 ٹیک اپ کرتے ہیں۔

یہ فرید احمد پراچہ' ارشاد حسین سیٹھی صاحب' میاں محمود الرشید صاحب اور محمد حنیف چودھری صاحب کی طرف سے ہے۔ اس کو کون صاحب پیش کریں گے۔

چودھری محمد فاروق: جناب والا! میری تحریک التوائے کار نمبر 64 مؤخر شدہ تھی۔

جناب سپیکر: یہ تحریک التوائے کار ٹیک اپ ہو چکی ہے' وزیر مال اس کا جواب دے چکے ہیں' اس کا فیصلہ مؤخر شدہ ہے۔

ملک محمد عباس کھوکھر: جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ یہ پیش ہو چکی ہے اور وہ اس کا جواب

بھی دے چکے ہیں' صرف یہ بات بتانا تھی کہ کیا وہ اے ایس آئی اجازت لے کر گیا ہے؟ اس محترمہ نے باقاعدہ رپورٹ درج کرائی تھی' اس کا مقدمہ درج ہوا ہے اور پرنسپل کی اجازت کے بعد اس کو شامل تفتیش کیا ہے۔ اس کی تحریری درخواست اور پرنسپل کا اجازت نامہ بھی موجود ہے۔ اگر وہ کہیں تو میں ان کو دکھا سکتا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ کی بات درست ہے۔ یہ بات ہو چکی ہے' اسی لیے اس کو pending کیا گیا تھا اور اس پر صرف فیصلہ pending ہے۔ اب ہم 67 کو take up کرتے ہیں۔

جناب فرید احمد پراچہ: اجازت ہے جناب۔

جناب سپیکر: جی ارشاد فرمایئے۔

## لاہور کے سرحدی دیہاتوں کو نہری پانی کی عدم فراہمی

جناب فرید احمد پراچہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ لاہور کے 65 سرحدی دیہات سال ہا سال سے پانی سے محروم ہیں۔ جن کو نہری پانی کی فراہمی کے لیے 1989ء میں حکومت پنجاب نے ایک سکیم تیار کی تھی' جس پر تاحال عمل درآمد نہ ہونے کی وجہ سے اب اسی سکیم کے لیے دس کروڑ روپے درکار ہیں۔ اسی طرح اس علاقہ میں سرکاری ٹیوب ویل بھی اکثر بند رہتے ہیں' جن کو چالو حالت رکھنے کے لیے 45 لاکھ روپے فراہم کرنے کا اعلان کیا گیا' مگر تاحال یہ رقم بھی استعمال نہیں ہوئی' یہ صورت حال اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر کے اس اہم مسئلہ کو زیر بحث لایا جائے۔ اس لیے کہ ہندوستان کی سرحد سے ملنے والے ان دیہاتوں کے مظلوم کسانوں کی حب الوطنی اور ملک کے لیے قربانیاں دینے کا بدلہ انہیں افسر شاہی کی طرف سے جس انداز میں دیا جا رہا ہے' وہ محل نظر ہے' نیز ہر گزرنے والا دن فراہمی آب کی ان سکیموں کی لاگت میں اضافے کا موجب بنے گا۔ گزارش ہے کہ اجلاس کی کارروائی ملتوی کر کے اس اہم مسئلہ پر بحث کی جائے۔

وزیر قانون: جناب والا! اگر مجھے اجازت ہو تو عرض کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: ارشاد فرمایئے!

وزیر قانون: جناب والا! اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ بی آر بی نہر کے بائیں کنارے پاکستان اور

ہندوستان کی سرحد کے ساتھ ساتھ تقریباً 85 دیہات واقع ہیں۔ قبل از تقسیم ہندوستان ان دیہات کی سیرابی Bochrana Distributory system, Rai Minor Distributory, Kaka Distributory and Kohali Distributory. سے کرتا تھا۔ جناب والا! یہ نہریں بارڈر کے پار تھیں اور پاکستان میں داخل ہوتی تھیں۔ ان نہروں کا پانی ہندوستان کی طرف سے آتا تھا اور اس سے تقریباً 41312 ایکڑ رقبہ سیراب ہوتا تھا۔ 1961ء سے 1985ء کے دوران ہندوستان نے ان نہروں سے پانی دینا بند کر دیا۔ چنانچہ ان کے متبادل کے طور پر 110 ٹیوب ویلز نصب کیے گئے' جن کے ذریعے اس رقبہ کی آب پاشی کی جاتی رہی۔ لیکن ایک تو ان پر بھاری خرچہ اٹھتا تھا اور دوسرا ان کی جو deterioration ہے' اس کی وجہ سے اکثر ٹیوب ویلز خراب رہتے تھے' جس کی وجہ سے اس زمین کی صحیح معنوں میں سیرابی نہیں ہو سکتی تھی۔ جناب والا! اسی لیے ایک Construction of lift channel to feed the area of 85 villages on left of BRBD کی سکیم بنائی گئی ہے' جس سے 106 کیوسک پانی اس 41312 ایکڑ رقبہ کے لیے ملے گا۔ پی اینڈ ڈی نے یہ سکیم منظور کر لی ہے اور اب اس پر process ہو رہا ہے اور اس کے لیے مزید فنڈز حاصل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ حکومت اس اہم مسئلہ سے پہلے ہی cognizant ہے۔ اس بارے میں اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ 8 ستمبر کو یہ سکیم منظور کی گئی ہے۔ یہ مسئلہ حکومت کے نوٹس میں ہے اور اس پر مناسب کارروائی کی جا رہی ہے اور جونہی مناسب فنڈز ہمیں میسر آئیں گے' اس سکیم پر عمل درآمد کیا جائے گا۔ اس صورت حال کے پیش نظر میں توقع کرتا ہوں کہ میرے فاضل رکن اس کو پریس نہیں فرمائیں گے اور ساتھ ہی میں ان کی تسلی کرانا چاہتا ہوں کہ اس سلسلے میں حکومت اپنے محدود وسائل کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہر ممکن کوشش کرے گی کہ اس سکیم پر جلد از جلد عمل درآمد کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! چونکہ وزیر صاحب نے یقین دہانی کرائی ہے۔ میں اس میں اتنا اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ جو مرمت طلب کام ہیں' وہ تو فوری ہونے والے ہیں' ان کو تو کر دیا جائے۔ باقی آپ نے جو سکیم تیار کی ہے' اسی کے مطابق عمل درآمد کریں۔ 1989ء سے لے کر اب تک اس کو 3 سال ہو چکے ہیں' لیکن جس طرح سے یہ یقین دہانی یہاں پر کرائی گئی ہے' اس پر عمل درآمد ہو جائے تو میں اسے پریس نہیں کروں گا۔

جناب سپیکر: فرید احمد پراچہ صاحب وزیر قانون کی اس یقین دہانی کے بعد اس کو پریس نہیں

کرتے۔

حاجی محمد افضل چن: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: حاجی محمد افضل چن صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

حاجی محمد افضل چن: جناب والا! میری تحریک التوائے کار کو آپ نے آج کے لیے pending کیا تھا۔

جناب سپیکر: اب آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

حاجی محمد افضل چن: جناب والا! میں تو یہ عرض کروں گا کہ اسے admit کر لیا جائے اور اگر اس کو pending بھی کرنا ہے تو وزیر قانون صاحب ہمیں کوئی ایسا کلیہ بتائیں تاکہ کالا باغ ڈیم پر کچھ کیا جا سکے اور وزیر قانون صاحب اگلے اجلاس میں کچھ بتائیں گے کہ کالا باغ ڈیم کے لیے ہم نے یہ کچھ کیا ہے۔ لیکن یہ اگر کچھ نہیں کرنا چاہتے تو پھر ہم اس پر بحث کریں گے۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے کہ کل اس تحریک التوائے کار پر میرے بھائی حاجی افضل چن صاحب نے فرمایا تھا۔ اس لیے اس کو pending کیا گیا تھا اور آپ نے جناب والا! یہ فرمایا تھا کہ حاجی صاحب' منظور موہل صاحب اور دوسرے movers صاحبان وزیر قانون سے بات کر لیں اور حاجی صاحب نے اس خدشے کا اظہار فرمایا تھا کہ پہلے ہی یہ معاملہ بہت عرصے سے pending ہے۔ لہٰذا اس کو مزید تاخیر میں نہ ڈالا جائے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ آپ سب حضرات اس پر بات کر کے مجھے بتا دیں' پھر جو آپ کی آپس میں بات چیت ہوگی اس کو مدنظر رکھتے ہوئے مزید فیصلہ کیا جائے گا کہ اس بارے میں کیا کرنا ہے۔ جناب والا! آج صبح بھی میری منظور موہل صاحب سے اس بارے میں بات ہوئی اور حاجی افضل چن صاحب تشریف نہیں لائے تھے۔ اس لیے ان سے بات نہ ہو سکی۔ لیکن اس سلسلے میں' میں حاجی افضل چن صاحب اور منظور موہل صاحب سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ ہم بھی اس اہم منصوبے کو اسی طریقہ سے اہمیت دیتے ہیں' جس طرح حاجی صاحب دیتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ میں نے جناب کی خدمت میں بھی عرض کیا تھا کہ اس کے بعض پہلو اس قسم کے ہیں کہ اگر اس کو زیادہ تفصیل سے زیر بحث لایا گیا تو پھر اس پر عمل درآمد کے مسئلے پر کوئی رکاوٹ پیدا ہونے کا احتمال پیدا ہو سکتا ہے۔ اس لیے میری یہ گزارش ہے کہ ہم سب مل بیٹھ کر اس بارے میں کوئی حتمی فیصلہ کریں گے اور پھر آپ کو آگاہ کیا جائے گا۔ یہ صرف آج کے لیے pending نہیں ہوئی تھی' بلکہ یہی فیصلہ ہوا تھا کہ جتنا جلدی ممکن ہو سکے' اس پر فیصلہ کیا جائے' اس میں بلاجواز تاخیر نہ کی جائے۔

لہٰذا میں اس پر قائم ہوں اور ہم آپس میں بات کر کے جناب والا کو آگاہ کریں گے۔

حاجی محمد افضل چن: جناب سپیکر! یہ تحریک التوائے کار آج تک کے لیے مؤخر کرائی گئی تھی' آپ اسے منظور فرمالیں اور بے شک اگلے اجلاس تک مؤخر کر دیں' لیکن اگلے اجلاس میں ہاؤس کو کارروائی بتانا ہوگی۔ جناب والا! یہ ایک قومی مسئلہ ہے' اسے دو سال تو پہلے گزر چکے ہیں' اس عرصے میں کوئی میٹنگ نہیں کی گئی اور نہ ہی قومی اسمبلی میں اور صوبائی اسمبلی میں اس پر بات ہوئی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آج ہی اس پر بحث ہو' جس طرح وزیر قانون فرما رہے ہیں' ہمیں اعتراض نہیں ہے۔ لیکن یہ قومی مسئلہ ہے اور نہایت اہمیت کا حامل ہے' تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کو سرد خانے میں رکھ دینے سے کچھ نہیں ہوگا' ہمیں اپنے حقوق کی بات کرنے دی جائے' آپ اسے admit فرمائیں' ہم آج اس پر بحث نہیں کرتے' لیکن وزیر قانون ہمیں یہ یقین دہانی کرائیں کہ اس مسئلہ میں جو بھی پیش رفت ہوگی وہ اگلے اجلاس میں ہاؤس کو بتائیں گے۔

چودھری اصغر علی گجر: جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا کہ یہ ملکی اور صوبائی لحاظ سے نہایت ہی اہمیت عامہ کی تحریک ہے' اسے اگلے اجلاس تک موخر کرنا ناانصافی ہوگی۔ بہتر یہی ہے کہ اس تحریک کو آج منظور فرمایا جائے اور اس اجلاس میں اس پر بحث رکھی جائے۔ یہی چیز انصاف کے مطابق ہوگی' کیونکہ ہمیں یاد ہے کہ ہم نے جب جاگ پنجابی جاگ کا نعرہ لگایا تھا' تو اس کی پشت پر کالا باغ ڈیم تھا۔ لوگوں سے کالا باغ ڈیم کے نام پر ووٹ مانگے تھے' اگر آج ہم اس سے منحرف ہوں گے تو ہم اپنے صوبے کے لوگوں سے بھی غداری کریں گے اور اپنے فرائض سے بھی کوتاہی کریں گے' تو میں یہ چاہتا ہوں کہ اسے ہر حالت میں یہاں آنا چاہیے اور اسے بڑے جوش و خروش سے منظور کر کے مرکزی حکومت پر دباؤ ڈالنا چاہیے کہ جتنا بھی جلدی ممکن ہو سکے اس مسئلے کو حل کیا جائے' چونکہ یہ کسی کا ذاتی معاملہ نہیں' پورے ملک اور صوبہ پنجاب کا معاملہ ہے۔

جناب سپیکر: مجھے یاد پڑتا ہے کہ کل بھی اس پر چودھری اصغر علی گجر صاحب نے بات کی تھی اور میں نے کہا تھا کہ اس معاملے میں چودھری اصغر علی گجر صاحب کو بھی شامل کر لیا جائے۔ حاجی افضل چن صاحب' میاں منظور احمد موہل صاحب' لاء منسٹر صاحب اور چودھری اصغر علی گجر صاحب اور محرکین حضرات میں سے جن کو آپ شامل کرنا چاہتے ہیں' شامل کر لیں اور مل بیٹھ کر اس پر بات کریں' پھر مجھے بتائیں کہ واضح طور پر اس سلسلے میں آپ کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ اس تحریک التوائے کار کو فوری طور پر take up کیا جائے' بلاشبہ یہ تحریک التوائے کار

بے حد importance کی حامل ہے۔ اس سے زیادہ importance کی حامل کوئی اور تحریک التوائے کار ہو ہی نہیں سکتی' لیکن آپ اسے سارے حوالے سے دیکھ لیں' قومی نقطہ نگاہ سے اس پروجیکٹ کے نقطہ نگاہ سے اور اس کو بنانے کے حوالے سے کہ یہ کس طریقے سے feasible ہوگا اور کس طریقے سے آپ اپنی منزل حاصل کرنا چاہتے ہیں' یہ دیکھنے کے بعد آپ مجھ سے بات کریں۔

حاجی محمد افضل چن: جناب سپیکر! آپ کا حکم سر آنکھوں پر' جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ 1988ء میں گورنمنٹ کی طرف سے کالا باغ ڈیم پر تحریک پیش کی گئی تھی' میری صرف یہ گزارش ہے کہ آپ اس کو صرف admit کرلیں' پھر بے شک اسے اگلے اجلاس تک مؤخر کرلیں۔ جناب والا! ہماری تحریک التوائے کار ہر حالت میں منظور ہونی چاہیے۔

جناب سپیکر: حاجی صاحب! آپ آپس میں مل کر یہی بات کرلیں' اس تحریک التوائے کار پر میرے پاس 40 محرک ہیں' اور میرے علم میں ہے کہ کچھ دوستوں کی ایک رائے ہے اور کچھ دوستوں کی دوسری رائے ہے۔ مقصد سب کا ایک ہے کہ یہ ہونا چاہیے' لیکن طریق کار پر اختلاف ہو سکتا ہے۔ آپ طریق کار طے کرلیں اور میرے ساتھ بات کرلیں' بے شک آپ کل بات کرلیں۔

حاجی محمد افضل چن: جناب والا! سارے ہاؤس کی مرضی ہے کہ اسے admit کیا جائے اور پھر بے شک اگلے اجلاس تک مؤخر فرمالیں۔ جناب والا! ایسے مؤخر نہ کریں۔ یہ نہایت اہمیت کا حامل مسئلہ ہے۔ آپ بھی اس کو بخوبی جانتے ہیں۔ جناب والا! اسے منظور کرنے میں کون سی قباحت ہے جبکہ 1988ء میں گورنمنٹ نے خود یہ تحریک پیش کی تھی۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! تحریک التوائے کار کا کیا مقصد ہوتا ہے؟ یہی کہ گورنمنٹ کے نوٹس میں آئے۔ کیا یہ مسئلہ گورنمنٹ کے نوٹس میں نہیں آیا کہ حاجی صاحب نے اس دن اپنی تحریک التوائے کار پڑھی ہے' کیا وہ سارے اخبارات میں بحرف جلی نہیں چھپی' آپ نے انتہائی معقول بات کی ہے کہ ہم اس مسئلہ کو implement کرنا چاہتے ہیں' ہم اس مسئلے کو controversial بنا کر الجھانا نہیں چاہتے' جس کے نتیجے میں ہمیں اس کے عمل درآمد میں مشکلات پیدا ہوں۔ اگر تحریک التوائے کار پر بحث بھی ہو جائے تو پھر بھی اخباروں میں یہی ہوگا اور جو کچھ یہ چاہتے ہیں اور جو گورنمنٹ کے نوٹس میں آنے والی بات ہے۔ جس دن انہوں نے پیش کیا ہے وہ اخباروں میں اتنا چھپا ہے کہ اس سے زیادہ تشہیر نہیں ہو سکتی اور گورنمنٹ نے اس کا cognizance لے لیا ہے اور یہ already اخباروں میں چھپ چکا ہے اور اس میں کوئی جلدی والی بات نہیں کہ آج admit کرلیں اور پھر اگلے

اجلاس میں لے آئیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس طریقے سے آپ نے فرما دیا ہے کہ میں' حاجی صاحب' منظور مولل صاحب اور جو دیگر ہمارے معزز محرکین صاحبان ہیں' ان میں سے بھی جو مشاورت کر کے بات کرنا چاہیں گے' ہم کوئی قابل عمل تجویز کے ساتھ آپ کے پاس حاضر ہوں گے۔ اس میں کوئی حرج والی بات نہیں ہے۔ میں پھر حاجی افضل چن صاحب کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ اس میں کوئی عجلت کی بات نہیں ہے۔ ابھی ہمارا سیشن چل رہا ہے اور انشاء اللہ کافی دن چلنا ہے تو اس سیشن کے دوران ہم کسی نہ کسی حتمی نتیجے پر پہنچ کر آپ کو آگاہ کریں گے اور ہاؤس کو بھی آگاہ کریں گے۔ شکریہ۔

حاجی محمد افضل چن: جناب والا! جیسا کہ وزیر قانون فرما رہے ہیں' میں نے کبھی بھی اشتہاروں کے لیے یا اخبارات کی زینت بننے کے لیے بات نہیں کی' میں ہمیشہ حق بات کہتا ہوں۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جب آپ 1988ء میں پیش کرنا چاہتے تھے تو آج آپ ایسے کیوں کرنا چاہتے ہیں' اگر آپ نے دو سالوں میں اس کے بارے میں کوئی بات کی ہوتی تو میں اسے پیش ہی نہ کرتا۔ دوسری میری گزارش یہ ہے کہ اگر "بیٹا روئے نہیں تو ماں بھی دودھ نہیں دیتی۔" جب پنجاب کے لوگ اپنے حقوق نہیں مانگیں گے تو ان کو کون دے گا۔ آپ مجھے بتائیں کہ دو سالوں میں پنجاب کے حقوق کہاں مانگے گئے ہیں' وہ وقت تھا کہ جب ہم کہتے تھے کہ جاگ پنجابی جاگ' اور آج پنجاب کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ دو سالوں میں پنجاب کو کیا ملا ہے' میں یہ باتیں نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن

کچلتے ہوئے جذبات کا دینا ہے قیامت
زنجیر میں طوفان کو اوج کرتے ہوئے نہیں دیکھا

آپ ایسی باتیں کریں گے تو ہم ضرور حق بات کہیں گے' ہماری حکومت نے دو سالوں میں کالا باغ ڈیم کا نام کیوں نہیں لیا' اس کی وجہ بتلائی جائے' اگر دو سالوں میں اس کا نام لیا جاتا تو میں کبھی بھی تحریک التوائے کار پیش نہ کرتا' میں نے دیکھا ہے کہ آپ اس کام میں مخلص نہیں ہیں۔ آپ ہرگز نہیں چاہتے کہ کالا باغ ڈیم کا نام لیا جائے۔ آپ نے آستینوں کے سانپ (اے این پی) کو سینے سے لگایا ہوا ہے۔ کردار اور گفتار میں فرق نہیں ہونا چاہیے۔ یہ قومی اہمیت کا مسئلہ ہے۔ براہ مہربانی اس کو آج admit کیا جائے۔ پہلا اجلاس بھی 8 ماہ کے بعد ہوا ہے۔ خدا جانے اگلا اجلاس سال کے بعد ہو' جب اجلاس ہوگا' اس پر بحث ہو جائے گی۔ میں بحث کے لیے نہیں کہتا' میں کہتا ہوں کہ اس کو ضرور admit کریں۔

ملک محمد ذاکر: جناب سپیکر! ہم بھی اس کے محرک ہیں' جیسے لاء منسٹر صاحب فرما رہے ہیں' ہمیں ان سے اتفاق ہے اور جیسے بھی لاء منسٹر صاحب کا خیال ہے' کہ اسی طریقے سے اس کو پیش کیا جائے۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ حاجی محمد افضل چن صاحب جن جذبات کا اظہار کر رہے ہیں' وہ کسی سیاسی مفاد یا کسی سیاسی مصلحت کا شکار ہیں۔ بلاشبہ یہ معاملہ پنجاب کے لیے انتہائی اہمیت کا حامل ہے' لیکن اس کے لیے آپ کی تجویز انتہائی معقول ہے کہ جب سرکاری بنچوں سے بات اٹھی ہے تو ہم آپس میں بات چیت کر کے باضابطہ طریقے سے آپ کے سامنے لائیں گے اور جن خیالات کا اظہار حاجی افضل چن صاحب نے کیا ہے' میں قطعاً ان کی تائید نہیں کرتا' بلکہ میں یہی گزارش کروں گا کہ ہمیں اس کو پہلے افہام و تفہیم سے لینا چاہیے اور کسی سیاسی جماعت کا آلہ کار بن کر اس کو نہیں اٹھانا چاہیے۔ شکریہ۔

حاجی محمد افضل چن: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب والا! شیخ محمد طاہر رشید صاحب کو مجھ پر الزام لگانے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا' چند روز پہلے ڈاکٹر شفیق صاحب نے ان سے کہا تھا کہ وہ اپنے آپ کو احتساب کے لیے پیش کریں تو اس وقت یہ کیوں خاموش رہے۔ میں کہہ رہا ہوں' میں اپنے آپ کو احتساب کے لیے پیش کرتا ہوں' میں آٹھ سال ایم پی اے رہا ہوں۔ 8 سال ممبر ضلع کونسل رہا ہوں۔ میں نے حکومت کی کبھی ایک دمڑی بھی نہیں کھائی۔ کھائی ہو تو آپ میرا گریبان پکڑ لیں۔ طاہر رشید صاحب کو کسی کے سفید کپڑوں پر چھینٹا ڈالنے سے پہلے سوچنا چاہیے اور اپنے گریبان میں جھانکنا چاہیے۔ آپ کو دو بھائیوں نے چیلنج کیا تھا۔ چودھری حنیف صاحب نے اور ڈاکٹر شفیق صاحب نے چیلنج کیا تھا۔ آپ اس وقت ان کا جواب دیتے۔ تحریک التوائے کار کے متعلق میری گزارش یہ ہے کہ ہاؤس اسے رد کر دے۔ ہاؤس اسے رول آؤٹ کر دے' مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن میں اس سلسلے میں آپ کی رولنگ چاہوں گا۔ جب تک آپ اس پر فیصلہ نہیں دیں گے' میں اسے ایڈمٹ کرنے کی استدعا کرتا رہوں گا' اگر اس کو ہاؤس ایڈمٹ کرنے کی اجازت نہیں دیتا تو آپ بے شک اسے رول آؤٹ کر دیں' مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا' لیکن میں آپ کا اس پر فیصلہ چاہوں گا۔

شیخ محمد طاہر رشید: ذاتی نکتہ وضاحت پر بات کرنا چاہوں گا۔

جناب والا! یہاں پر میرے کردار کے متعلق بات ہوئی ہے۔ جناب سپیکر! جہاں تک میرے کردار کا تعلق ہے' میں اس معزز ایوان میں یہ اقرار کرتا ہوں کہ اس معزز ایوان کے اندر سب سے زیادہ

گناہ گار شخص اگر کوئی ہے تو وہ محمد طاہر رشید ہے۔

آوازیں: اس میں کوئی شک نہیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: لیکن جناب سپیکر! جہاں تک گناہوں کا تعلق ہے' ہم مسلمان اپنے گناہوں کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے پروردگار سے شفاعت طلب کرتے ہیں۔ میں اس معزز ایوان میں بہانگ دھل کہتا ہوں۔ میرے اپنے کردار پر بات کرنے والے لوگوں سے بہانگ دھل کہتا ہوں کہ وہ اس ایوان کے اندر مجھ پر الزام لگائیں' جس بات کا میرے اوپر الزام لگائیں گے۔ انشاء اللہ الرحمٰن اس وقت تک ایوان سے باہر نہیں جاؤں گا' جب تک ایوان کے اندر اس کی وضاحت نہ کر دوں۔ کسی کو یہ کہہ دینا کہ جناب اس کا کردار' گفتار اور رفتار خراب ہے' یہ کسی طور پر انصاف کے تقاضے پورے نہیں کرتا' اس معزز ایوان میں الزام لگائیں' میں اس الزام کا جواب دوں گا۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: شکریہ' شیخ صاحب۔

پیر ذوالفقار علی چشتی: جناب والا! حاجی محمد افضل چن نے ہمارے تمام کاشتکاروں کے دلی جذبات کی ترجمانی کی ہے اور یہ نہایت اہم مسئلہ ہے۔ ورلڈ بنک نے 1985ء سے پہلے کی رقم مختص کی ہوئی ہے' پھر اس مسئلے میں دیر کیا ہے۔ کروڑوں روپے کے سود ہم پر نازل ہو رہے ہیں اور اس کے علاوہ بھی کافی اخراجات ہو چکے ہیں' اس لیے یہ تحریک نہایت اہمیت کی حامل ہے' اس لیے اس کو پیش کیا جانا نہایت مناسب ہے۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز! اس پر اب صرف ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب اپنا نکتہ نظر بیان کریں گے اور میں آپ کو یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ یہ تحریک التوائے کار ابھی ایڈمٹ نہیں ہوئی' اس لیے اس تحریک التوائے کار پر اس وقت بحث کی اجازت نہیں دے سکتا' ابھی تک اس کو ایڈمٹ کرنے کا فیصلہ نہیں ہوا' اس لیے جو بھی صاحبان اس پر بات کرنا چاہتے ہیں' وہ اس پر اس وقت بات کریں گے' جس وقت یہ تحریک التوائے کار ایڈمٹ ہو جائے گی۔ سردست طریقہ کار کے بارے میں بات ہو رہی ہے کہ کیا اس تحریک التوائے کار کو آج ٹیک اپ کیا جائے یا آج ٹیک اپ نہ کیا جائے' اس وقت بات صرف اتنی ہے۔ حاجی افضل چن صاحب میری بات کو غور سے سن رہے ہیں؟ ذوالفقار چشتی صاحب بھی اور چودھری اصغر گجر صاحب بھی' شیخ طاہر رشید صاحب بھی اور دیگر

صاحبان بھی میری بات غور سے سن لیں کہ آج صرف یہ مسئلہ زیر بحث ہے کہ یہ تحریک التوائے کار جو ہمارے چالیس معزز اراکین اسمبلی نے پیش کی ہے' نہایت اہمیت کی حامل تحریک التوائے کار ہے' اس کو آج ٹیک اپ کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ اس کو آج یا کل یا کسی اور روز ٹیک اپ کیا جائے۔ اس وقت صرف یہ بات ہو رہی ہے اور اس پر ایک تجویز آئی ہے جو کہ وزیر قانون صاحب کی طرف سے آئی ہے کہ اس کے محرکین اور وزیر قانون اور وہ صاحبان جن کو آپ اس میں شامل کرنا چاہتے ہیں' وہ ہاؤس کے باہر اس پر بیٹھ کر بات کر لیں اور بے شک میرے پاس اسے کل لے آئیں' آپ کی تحریک التوائے کار پیش ہو چکی ہے۔ تحریک التوائے کار کو میں آؤٹ آف ٹرن پیش کرنے کی اجازت دے چکا ہوں' یہ ہاؤس میں پڑھی جا چکی ہے' اس پر فیصلہ ہونا باقی ہے کہ اسے ایڈمٹ کرنا ہے اور یہ فیصلہ ہونا باقی ہے کہ اسے ایڈمٹ کر کے کس روز بحث کرنی ہے۔ وزیر قانون کی یہ تجویز ہے' اس کے بارے میں آپ ان سے بات کر لیں اور بے شک کل ہی آپ میرے ساتھ بات کر لیں۔ یہ وزیر قانون صاحب کی طرف سے تجویز ہے تو اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ کوئی اس کو مؤخر کرنا چاہتا ہے۔ کم از کم میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ چالیس معزز اراکین اسمبلی کی طرف سے قرارداد ہے' اس لیے اس کو میں سب سے زیادہ اہمیت دوں گا اور کسی بھی لحاظ سے آپ کی منشاء کے خلاف کسی قسم کا دوسرا فیصلہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ رولز کے مطابق اس کی ضرورت یہی ہے اور آپ کے جذبات کے احترام میں بھی میں اس پر پورا اتروں گا۔ لیکن آپ اس پر ٹھنڈے دل و دماغ سے' دھیمے لہجے سے' اس کی اہمیت کے حوالے سے قومی مسئلے کی اہمیت کے حوالے سے غور کر کے پھر میرے ساتھ بات کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری (جناب عرفان احمد ڈاھا): جناب والا! میں بھی اس تحریک کا محرک ہوں' جس طرح آپ نے خود بھی ارشاد فرمایا ہے اور وزیر قانون و پارلیمانی سیکرٹری نے بھی اس پر گزارش کی ہے۔ کیونکہ اس وقت ہم جذبات میں آ گئے ہیں۔ حاجی افضل چن صاحب بھی جذبات میں آ گئے ہیں اور بھی ہمارے معزز رکن جذبات میں ہیں۔ اس لیے میں آپ کی وساطت سے حاجی صاحب سے یہ گزارش کروں گا کہ اگر ایک آدھ دن کی گورنمنٹ کو مہلت دے دی جائے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وزیر قانون صاحب اور محرکین بیٹھ کر اس پر فیصلہ کر لیں' کیونکہ چالیس معزز اراکین نے اس تحریک پر دستخط کیے ہوئے ہیں۔ یہ تو ویسے بھی جس طرح آپ خود ارشاد فرما رہے ہیں کہ میں نے اس کو اہمیت دینی ہے۔ اس لیے اگر حاجی صاحب مہربانی کریں تو ایک آدھ دن سے کوئی فرق

نہیں پڑتا۔

جناب سپیکر: جی ہاں' حاجی صاحب! اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

چودھری محمد فاروق: جناب والا! اس سلسلے میں میری حاجی صاحب سے بات ہوئی ہے۔ حاجی صاحب اس صورت میں اس پر رضامند ہیں کہ پہلے اس پر کوئی وقت متعین کر لیا جائے تو آپ کی اس تجویز پر وہ عمل کریں گے۔

جناب سپیکر: میری طرف سے آپ اس پر آج بات کر کے کل لے آئیں' پرسوں لے آئیں' مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! حاجی صاحب کے ذہن میں خدشہ یہ پایا جاتا ہے کہ شاید اس تحریک کو kill کر دیا جائے گا۔ اس لیے اس پر وقت دیا جا رہا ہے' اس لیے اس تحریک کی اہمیت کے پیش نظر اس پر وقت متعین کر لیا جائے۔

پارلیمانی سیکرٹری (ایم لطیف مغل): جناب سپیکر! چودھری فاروق صاحب کو ان کی بات کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ انہیں خدشہ ہے' ان کی بات ہوئی ہے۔ ان کو اس بات کا ڈر ہے' وہ خود موجود ہیں' وہ خود کھڑے ہو کر یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ بات ہے۔ اس پر آج بات ہونی ہے یا کل ہونی ہے۔ یہ تو پہلے ہی خدشہ ظاہر کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: مغل صاحب چودھری فاروق صاحب اس تحریک کے محرک ہیں' ان کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اس پر بات کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری (ایم لطیف مغل): جناب والا! یہ کہنا کہ ان کو خطرہ ہے۔

جناب سپیکر: حاجی صاحب کو اللہ کے فضل سے کوئی خطرہ نہیں۔

حاجی محمد افضل چن: جناب والا! جس طرح سے ایوان کی مرضی ہے اور پھر جس طرح سے میرے بھائیوں نے کہا ہے' میں ان کے جذبات کا احترام کرتا ہوں' اور آپ کا بھی حکم سر آنکھوں پر ہے اور وزیر قانون بھی جس طرح کہتے ہیں' ہمیں منظور ہے لیکن اس پر کوئی وقت مقرر کر لیں کہ اس کو کل ٹیک اپ کر لیا جائے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے' آپ آج ہی اگر اس پر بات کر لیں تو کل ٹیک اپ کر لیں گے' مجھے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں' لیکن اس کو پہلے ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ دیکھ لیں۔

حاجی محمد افضل چن: جناب والا! اس کے لیے ہمیں یہ وقت تو بتا دیں' ورنہ اجلاس ختم ہو گا تو یہ

ہمیں ملیں گے بھی نہیں۔

وزیر قانون: جناب والا! اب فرض کریں کل ہماری کوئی بات نہیں ہوتی ہے' اس اجلاس کے دوران ہم آپ کو حتمی رائے سے آگاہ کریں گے۔

جناب سپیکر: سردار صاحب! آپ آج میٹنگ کے لیے تو وقت مقرر کر لیں۔

وزیر قانون: جناب والا! میں نے تو عرض کیا ہے کہ میں نے تو آج بھی منظور موہل صاحب سے پوچھا ہے کہ حاجی محمد افضل چن صاحب کہاں ہیں؟ یہ اس وقت تشریف نہیں رکھتے تھے۔ ہم تو خود ان کے ساتھ مل کر بات کرنا چاہتے تھے' لیکن یہ خود لیٹ تشریف لائے ہیں۔

جناب سپیکر: آج کے لیے وقت تو آپ طے کریں۔

وزیر قانون: ٹھیک ہے' جناب آج ہم مل لیں گے' اجلاس کے بعد مل لیں گے۔

جناب سپیکر: اجلاس کے فوراً بعد دو بجے آپ مل لیں گے۔ بات طے ہو گئی۔

وزیر قانون: درست ہے۔

جناب سپیکر: تحریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: فرید احمد پراچہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر فرمائیں۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب والا! اس موقع پر میں ایک بروقت توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ہماری کارروائی کے بارے میں اخبارات میں جس انداز کی بات آئی ہے۔ اس کا ایک پہلو کہ ابھی ایوان میں جس انداز میں گفتگو ہوئی ہے' یہ ایک نقطے پر تھی اور بڑے آرام سے چل رہی تھی۔ لیکن ہمارے دوست شیخ طاہر رشید صاحب نے اس کارروائی میں اس انداز میں حاجی افضل چن صاحب پر الزام لگا کے پھر جوابی الزام اور سارے ایوان کو ایک غلط رخ پر ڈال دیا۔ جناب والا! چونکہ ایوان میں آپ کی حیثیت ایک مربی کی بھی ہے' اس لحاظ سے آپ اس بات کی طرف توجہ دلائیں کہ یہ بات بڑی اہم ہے کہ ہمارے ایوان کا ایک احترام اور تقدس ہے۔ جب وہ ہمارے ہی ہاتھوں سے مجروح ہو گا تو پھر ہم اس کے بعد کس سے گلہ کر سکیں گے۔ میں اس بارے میں صرف آپ سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس پر توجہ دلائیں۔

جناب سپیکر: شکریہ فرید احمد پراچہ صاحب! یہ نہایت ہی جائز بات ہے کہ ہمیں بہرصورت ایک دوسرے سے بات کرتے ہوئے' ایک دوسرے کے بارے میں بات کرتے ہوئے' احترام اور ایک

دوسرے کی عزت اور ایک دوسرے کے ساتھ رواداری کے سلوک کے دامن کو تھامے رکھنا چاہیے۔ اگر ہم دوسرے معزز رکن کے بارے میں کوئی جذبات میں بات کریں گے تو وہ بھی آپ کے بارے میں ویسے ہی جذبات میں بات کر سکتے ہیں تو اس سے نہ آپ کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے' نہ ان کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے' نہ ہی ایوان کے وقار میں اس سے اضافہ ہوتا ہے اور میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں۔ شیخ صاحب اب اس میں آپ کے بارے میں کوئی بات نہیں ہوئی۔

**شیخ محمد طاہر رشید:** جناب والا! on the floor of the House عرض کرتا ہوں کہ اگر حاجی محمد افضل چن صاحب کو میری کسی بات سے دکھ پہنچا ہے تو میں معذرت خواہ ہوں۔

**جناب سپیکر:** شکریہ شیخ صاحب۔

**حاجی محمد افضل چن:** جناب والا! میں بھی بہت شکرگزار ہوں۔ دو سال ہو گئے ہیں' میری ایسی جرأت نہیں ہوئی کہ میں اپنے کسی بھائی کے خلاف ایسی کوئی بات کر سکوں۔ میں نے تو کبھی بھی نہیں کی۔ میں ان کا شکرگزار ہوں۔

**جناب سپیکر:** جی شکریہ حاجی صاحب! تو اب ہم غیر سرکاری ارکان کی کارروائی شروع ہوتے ہیں۔ ہمارے پاس محترم رانا اکرام ربانی خان صاحب کی طرف سے مسودہ قانون ہے۔ وہ تشریف نہیں رکھتے ہیں' لہٰذا یہ ایسے ہی ہوگا جیسے یہ ٹیک اپ نہیں کیا گیا' اس کو وہ ٹیک اپ نہیں کرنا چاہتے۔

## قراردادیں (مفاد عامہ سے متعلق)

**جناب سپیکر:** اب ہمارے پاس مفاد عامہ کے resolutions ہیں۔ سب سے پہلا resolution چودھری محمد حنیف صاحب کی طرف سے ہے' وہ پیش فرمائیں۔

## سود کی لعنت کا خاتمہ

**چودھری محمد حنیف:** اس ایوان کی رائے ہے:

"کہ صوبائی حکومت' مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرے کہ ملک سے فوری طور پر سود کی لعنت کو ختم کیا جائے۔"

**جناب سپیکر:** یہ قرارداد پیش کی گئی ہے:

"کہ صوبائی حکومت' مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرے کہ ملک سے فوری طور پر سود

کی لعنت کو ختم کیا جائے۔"

وزیر قانون: جناب والا! میں اس سلسلے میں تھوڑی سی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ وفاقی شرعی عدالت سود کے خاتمے کے بارے میں اپنا فیصلہ دے چکی ہے۔ اس فیصلہ کے خلاف اپیل عدالت عظمیٰ میں زیر غور ہے۔ کیونکہ یہ معاملہ ملک کی سب سے بڑی عدالت میں ہے۔ اس لیے صوبائی حکومت یا یہ معزز ایوان اس میں مداخلت نہیں کر سکتا۔ جناب والا! جیسے کہ میں نے پچھلی مرتبہ بھی گزارش کی تھی کہ مجھے اپنی بات کو بیان کرنے کے لیے تھوڑی سی وضاحت کرنی پڑتی ہے' اگر میں اس کو آپوز کر کے کرتا ہوں تو پھر اس میں شہ سرخیاں لگ جاتی ہیں۔ یہ معاملہ ایسا ہے جو کہ ٹیک اپ نہیں ہو سکتا' وفاقی شرعی عدالت نے اس کا فیصلہ کیا ہے' اب یہ ہمارے ملک کی سب سے بڑی عدالت سپریم کورٹ میں ہے۔ اگر ہم اس کی سفارشات بھی کر دیں تو اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں بنتی۔ سوائے اس کے کہ ایک معاملہ جو عدالت عظمیٰ میں پینڈنگ ہے' اس پر ہم اپنی رائے کا اظہار کر رہے ہیں' جو کہ کسی لحاظ سے بھی مناسب نہیں۔ جب عدالت عظمیٰ اس پر فیصلہ کر دے گی تو پھر حکومت اس پر عمل درآمد کرنے کی پابند ہوگی۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ عدالت عظمیٰ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کو اپ ہولڈ کرے اور حکومت اس پر عمل درآمد نہ کرے۔ اگر عدالت عظمیٰ نے اس کو اپ ہولڈ نہ کیا تو پھر کسی طریقے سے بھی اس پر عمل درآمد نہیں ہو سکے گا۔ اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ یہ غیر ضروری ہے' میں اس کی مخالفت کرتا ہوں' اس کو ٹیک اپ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

جناب سپیکر: یہ فیصلہ سپریم کورٹ میں پینڈنگ ہے؟

وزیر قانون: جی ہاں جناب!

چودھری محمد حنیف: میں نے جو قرارداد پیش کی ہے۔ اس پر جو مقدمہ یا کیس عدالت میں چل رہا ہے' یہ اس سے متعلق ہی نہیں ہے۔ یہ مفاد عامہ سے متعلق بھی ہے۔ سود خور لوگ موجود ہیں۔ اس میں ان کے بارے میں بھی بات ہوگی کہ معاشرے میں ایسے لوگ ہیں جو مختلف بازاروں میں' مختلف گلیوں میں بیٹھے ہوئے ہیں' جنہوں نے لوگوں کا جینا دوبھر کر دیا ہے اور اس سود کے چکر میں وہ ان کی جائیدادیں ہڑپ کر گئے ہیں۔ یہ معاملہ تو کورٹ میں نہیں ہے۔

جناب سپیکر: اب اس میں سوال یہ ہے کہ جو مسئلہ سپریم کورٹ میں زیر بحث ہے یا پینڈنگ ہے تو کیا قرارداد کی شکل میں اس کو ٹیک اپ کیا جا سکتا ہے؟ تو لاء منسٹر صاحب کا خیال ہے کہ اس کو ٹیک اپ نہیں کیا جا سکتا۔

چودھری اصغر علی گجر: یہ معاملہ کہ سود حرام ہے یہ بات تو اٹل ہے۔ اس میں تو سپریم کورٹ ہو' ہائی کورٹ ہو اور کوئی بھی کورٹ ہو وہ اس میں کوئی تبدیلی نہیں لا سکتی۔ معاملہ تو یہ ہے کہ اس کورٹ میں بھی اس چیز کو ختم کرنے کے لیے move کیا گیا ہے۔ وہاں پر کوئی تبدیلی تو نہیں آئے گی یا اس کی تبدیلی کو ہم نے ماننا ہے کہ سپریم کورٹ کیا فیصلہ کرے گی' یا ہائی کورٹ کیا فیصلہ کرے گی۔ انہوں نے تو یہی کرنا ہے کہ اس کو ختم کیا جائے۔ وہ یہ تو نہیں کر سکتے کہ اس کو ختم نہ کیا جائے۔ یعنی کہ اس میں نہیں والی بات تو ہے ہی نہیں۔ اس میں بھی یہ بات move کی گئی ہے کہ اس بات کو ختم کیا جائے' یہ جو حرام چیز ہے اس کو ملک سے ختم کیا جائے تو ہم بھی یہی بات کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: فرید احمد پراچہ صاحب کی کیا رائے ہے؟

جناب فرید احمد پراچہ: جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ سپریم کورٹ میں جو بات زیر بحث ہے وہ صرف مدت ہے۔ مدت کے علاوہ کوئی بات نہیں۔ یعنی آئین میں ایک مدت کا تعین کیا گیا تھا۔ اس میں مالیاتی قوانین کو وفاقی شرعی عدالت سے باہر رکھا گیا تو اس میں جناب والا! صرف مدت زیر بحث ہے کہ یہ جو حکومت کو ایک مہلت دی گئی ہے وہ اس میں کب تک کوئی اضافہ ہو سکتا ہے یا نہیں ہو سکتا اور آیا حکومت نے کوئی مخلصانہ اقدام کیا ہے یا نہیں کیا اور اس کا کوئی متبادل نظام تجویز کیا ہے جو آئین کے لحاظ سے اس کی ذمہ داری ہے۔ اس ذمہ داری کو اس نے پورا کیا ہے یا نہیں پورا کیا۔ تو اس میں صرف مدت زیر بحث ہے۔ اس میں سود کی نفی ہی زیر بحث نہیں ہے' جیسا کہ چودھری اصغر علی گجر صاحب نے کہا کہ کسی کو اس بات کا اختیار ہے ہی نہیں۔ یعنی کسی عدالت کو بھی اس بات کا اختیار نہیں ہے کہ وہ سود کو حلال قرار دے' سود کو تو اللہ نے حرام قرار دیا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا۔ اب اسے کوئی بھی حلال قرار نہیں دے سکتا۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ وزیراعظم نے قومی اسمبلی میں ایک بل کی شکل میں منظور کیا ہے کہ قرآن و سنت اس ملک کا قانون ہوگا' بالاتری قرآن و سنت کی ہوگی۔ آئین میں یہ ہے:

**Article 2.** Islam shall be the State religion of Pakistan

**Article 2A.** The principles and provisions set out in

the Objectives Resolution reproduced in the Annex are hereby made substantive part of the Constitution and shall have effect accordingly.

**Article 3**. The State shall ensure that elimination of all forms of exploitation and the gradual fulfilment of the fundamental principle, from each according to his ability to each according to his work.

Rib'a will be eliminated in all its forms.

آئین اور قرآن و سنت کی بالادستی تسلیم کرنے کے بعد جب ہم سود کے خاتمے کے لیے اصرار کرتے ہیں' تو یہ جواز پیش کیا جاتا ہے کہ ہم نے اس بارے میں ہائی کورٹ میں رٹ دائر کی ہوئی ہے۔ پراچہ صاحب نے بالکل صحیح فرمایا ہے کہ وہ ایک مدت ختم ہو رہی تھی اور اس مدت میں اضافے کے لیے درخواست دی گئی ہے کہ چونکہ آئین کے مطابق ہم پر یہ فرض تھا کہ ہم سود کی لعنت سے اس ملک کو نجات دلائیں' لیکن اپنے پورے وقت کے مطابق سود ختم نہیں ہو سکا یا ختم نہیں کیا جا سکا' اس لیے ہمیں مزید مہلت دی جائے۔ ہم اس اسمبلی میں آج یہ بحث کرنا چاہتے ہیں کہ کم از کم یہاں اس اسمبلی میں یہ سفارش تو کی جائے کہ لعنت لعنت ہے۔ اس میں مزید مہلت ملے یا نہ ملے یہ دوسری بات ہے۔ لیکن کم از کم اس بات کا تو کوئی جواز نہیں کہ اس سے انکار کیا جائے یا اس پر بحث نہ کی جائے۔ وزیر قانون صاحب اور حکومت پنجاب تسلیم کرے کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ لعنت جلد از جلد ختم ہونی چاہیے اور ہم بحیثیت صوبائی اسمبلی کے قومی اسمبلی سے یہ سفارش کرتے ہیں کہ اس لعنت کو ختم کرنے کے لیے مزید مہلت تسلیم نہ کی جائے۔ آج سے چالیس سال پہلے یہ مہلت دی گئی تھی۔ پھر اس کے بعد دس سال کا اضافہ کیا گیا۔ اب پچھلے سال دس سال کے اضافے کے بعد 1990ء میں یہ مہلت ختم ہو چکی ہے۔ لیکن اس کے باوجود مزید مہلت کے لیے کہا جا رہا ہے۔ اس کا سب سے بڑا جواز یہ ہے کہ حکومت اس کو ختم نہیں کرنا چاہتی۔ حکومت کی ایسی کوئی نیت نہیں کہ وہ سود کی لعنت سے ملک کو نجات دلائے۔ ہم صرف اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ براہ کرم وزیر قانون صاحب یہاں اس بات کو تسلیم کریں کہ وہ اور ان کی حکومت اور مرکزی حکومت یہ چاہتی ہے کہ سود کی لعنت سے ہم بالکل پوری طرح بچ کے رہیں گے اور اس ملک میں اسلام کا جو

استحصال ہو رہا ہے' اس سے نجات حاصل کریں گے۔

وزیر قانون: جناب والا! میں آپ کی توجہ قاعدہ۔ 93(5) پر دلانا چاہتا ہوں:

It shall not relate to any matter which is under adjudication by a court of law having jurisdiction in any part of Pakistan.

جناب والا! جب سپریم کورٹ فیصلہ کرے گی تو اس کا فیصلہ ہم سب پر لاگو ہو گا اور ہمیں اس پر عمل درآمد کرنا پڑے گا۔ اس میں بہت سے اہم قانونی نکات اٹھائے گئے ہیں۔ ملک کو سود سے پاک کرنے کے نظام کو قائم کرنے کے لیے جو وفاقی شرعی عدالت نے فیصلہ دیا ہے' اس کے خلاف اپیل زیر سماعت ہے۔ اس میں بہت سے نکتے ہیں' جن کی وضاحت جب تک نہ ہو' کوئی متبادل نظام بنایا ہی نہیں جا سکتا۔ اس صورت حال کے پیش نظر میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملے کو قواعد کے مطابق ٹیک اپ نہیں کیا جا سکتا۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب والا! میں گزارش کروں گا کہ اس مسئلے کے دو پہلو ہیں۔ ایک پہلو یہ ہے کہ آیا اس کی حرمت کے بارے میں' اس کے جائز ناجائز ہونے کے بارے میں' حلال و حرام ہونے کے بارے میں ہماری حکومت کا کیا موقف ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ آج یہ تسلیم کریں کہ یہ واقعی قرآن و سنت کے مطابق سود ایک بہت بڑی لعنت ہے اور اللہ اور اللہ کے رسول ؐ نے اس کو منع کیا ہے۔ اس کے مطابق حکومت یہ تسلیم کرے کہ واقعی یہ ممنوع ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حکومت نے ایک اپیل دائر کی ہوئی ہے اور صرف مہلت مانگی ہے کہ اس مہلت میں مزید اضافہ کیا جائے تاکہ ہم بندوبست کر سکیں' ایسے انتظامات کر سکیں' جس کے مطابق حکومت اس پوزیشن میں ہو کہ سود کا خاتمہ کر سکے۔ اب اس مسئلے کے دو پہلو ہیں۔ یہ جواز نہیں بنایا جا سکتا کہ چونکہ ہم نے ہائی کورٹ میں یا سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی ہوئی ہے' اس کو یہاں زیر بحث نہیں لایا جا سکتا۔ ہم نے صرف یہ مطالبہ کیا ہے کہ سود کو حرام قرار دیا جائے اور یہ یہاں تسلیم کریں کہ واقعی یہ حکومت سمجھتی ہے کہ سود حرام ہے' ممنوع ہے اور اللہ اور اللہ کے رسول ؐ کے بغیر یہ یہاں کسی صورت میں بھی introduce نہیں کیا جا سکتا۔ جب ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام اس ملک کا سب سے بڑا مذہب ہے' دین ہے اور قرآن و سنت کی بالادستی کو بھی تسلیم کرتے ہیں تو پھر ہم اس بات پر کیوں راضی نہیں ہوتے' اس میں کیا قباحت ہے؟ حکومت پنجاب کم از کم اس میں اتنا تو کر سکتی ہے کہ

جب کبھی اس petition کا فیصلہ ہو تو ہم مرکزی حکومت سے یہ سفارش کرتے ہیں کہ اس پر عمل درآمد کے لیے ہم پوری طرح مستعد ہوں گے۔ اللہ اور اللہ کا رسول اس کی اجازت نہیں دیتا' آپ کا آئین اجازت نہیں دیتا' آپ کا قانون اجازت نہیں دیتا۔ اس کے باوجود یہ تسلیم کرنے میں کیا قباحت ہے؟ کون سی ایسی مجبوری ہے کہ آپ وزیر قانون کو مجبور نہیں کرتے کہ آپ یہ تسلیم کریں کہ واقعی ہم اس بات پر قائم ہیں' اس بات پر پوری طرح متفق ہیں اور اس بات کو جائز سمجھتے ہیں کہ سود حرام ہے اور جونہی اس petition کے بارے میں فیصلہ ہوا' مزید مہلت ملی یا نہ ملی' اس کے مطابق ہم مرکزی حکومت سے یہ سفارش کریں گے کہ سود کی لعنت سے اس ملک کو نجات دی جائے۔ اس میں تو کوئی حرج نہیں؟

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! مسئلہ اس قرارداد کی merit یا demerit کا نہیں ہے۔ مسئلہ میرے سامنے اس کی ٹیکنیکل حیثیت کا ہے۔ ایک مسئلہ ریزولیوشن کی صورت میں چودھری محمد حنیف صاحب کا ایوان کے سامنے موجود ہے۔ لاء منسٹر صاحب نے اس کی ٹیکنیکل پوزیشن کو object کیا ہے کہ چونکہ یہ معاملہ سپریم کورٹ کے پاس پینڈنگ ہے اور اس پر سپریم کورٹ کا فیصلہ ہونا باقی ہے' اس لیے اس ایوان میں اس کو پیش نہیں کیا جا سکتا اور اس کو ایوان میں پیش کرنے کا فائدہ بھی نہیں ہے' اس لیے کہ سپریم کورٹ میں یہ پینڈنگ ہے۔ سپریم کورٹ نے فیصلہ دینا ہے۔ ساتھ انہوں نے قاعدہ۔ 93(5) کا حوالہ دیا ہے کہ:

> It shall not relate to any matter which is under adjudication by a court of law having jurisdiction in any part of Pakistan.

تو یہ قاعدہ۔93(5) کی روشنی میں کیا ہم اس کو ٹیک اپ کر سکتے ہیں؟ according to rules strictly ہم بات کر رہے ہیں۔ merits یا demerits کا اس میں کوئی problem ہی نہیں ہے۔ اسلام کے مطابق سود ختم ہونا چاہیے' اس میں کوئی controversial بات ہی نہیں ہے۔ میں نے اس کا جو فیصلہ دینا ہے' وہ اس کے merits پر نہیں دینا' بلکہ اس کے technical aspects کو سامنے رکھتے ہوئے دینا ہے۔ اس کی روشنی میں میرے خیال میں اس ریزولیوشن کو ٹیک اپ نہیں کیا جا سکتا۔

## تیل کے چولہے پھٹنے کے واقعات کے سدباب کے لیے اقدامات

جناب سپیکر: سردار حاجی غلام مجتبیٰ خان دریشک صاحب!

سردار حاجی غلام مجتبیٰ خان دریشک : اس ایوان کی رائے ہے کہ "صوبائی حکومت مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرے کہ تیل کے چولہے پھٹنے کے واقعات کے سدباب کے لیے فوری اور موثر اقدامات کیے جائیں"

جناب سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ "اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی حکومت' مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرے کہ تیل کے چولہے پھٹنے کے واقعات کے سدباب کے لیے فوری اور موثر اقدامات کیے جائیں۔"

وزیر قانون : جناب سپیکر! اگر آپ اجازت فرمائیں تو میں اس قرارداد کی سپورٹ میں ایک منٹ کے لیے عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اگر نہیں' تو آپ put فرما دیں۔

جناب سپیکر: جی' ارشاد فرمائیں!

وزیر قانون : جناب والا! اس سلسلہ میں پہلے بھی اس معزز ایوان میں تحاریک التوائے کار نمبر 39 اور 91 محمود الرشید صاحب اور ڈاکٹر وسیم اختر صاحب کی طرف سے آئی تھی' اور ان کے جواب میں' میں نے ایوان میں یہ گزارش پیش کی تھی کہ یہ واقعی انتہائی اہمیت کی حامل تحاریک التوائے کار ہے اور اس بارے میں ہم مرکزی حکومت کو لکھیں گے' اس لیے کہ یہ مرکزی حکومت سے متعلقہ معاملہ ہے کہ اس سلسلہ میں وہ کوئی موثر اقدامات کریں۔ اس سلسلہ میں حکومت پنجاب نے وفاقی وزارت صنعت سے سفارش کرنے کی یقین دہانی کرائی تھی تو جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک واقعی انتہائی اہمیت کی حامل قرارداد ہے اور میں اس کو support کرتا ہوں۔

محکمہ صنعت بھی اس کو support کرتا ہے کہ ہمیں مرکزی حکومت کو اس سلسلے میں یہ قرارداد بھیجنی چاہیے کہ اس قسم کی موثر ترامیم قانون میں کر کے اسے موثر بنایا جائے' تاکہ یہ قیمتی جانیں ضائع ہونے کی' جو ہر دوسرے دن ہم خبریں پڑھتے ہیں' ان کو روکنے کے لیے عملی طور پر قانون میں ترمیم کر کے اقدامات کیے جا سکیں۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: تو اس قرارداد کی کوئی مخالفت نہیں کرتا۔

یہ قرارداد پیش کی گئی ہے' اور سوال یہ ہے:

"کہ صوبائی حکومت مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرے کہ تیل کے چولہے پھٹنے کے واقعات کے سدباب کے لیے فوری اور موثر اقدامات کیے جائیں۔"

(تحریک متفقہ طور پر منظور کی گئی)

اگلی قرارداد چودھری واجد علی خان صاحب کی طرف سے ہے۔ وہ تشریف نہیں رکھتے ہیں' لہٰذا یہ take up نہیں ہو سکتی۔ اگلی قرارداد چودھری محمد فاروق صاحب کی طرف سے ہے۔

## صوبائی و قومی اسمبلی کی رکنیت کی اہلیت کے لیے تعلیمی معیار کا تعین

**چودھری محمد فاروق:** جناب سپیکر! اس ایوان کی رائے ہے کہ "صوبائی حکومت مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرے کہ صوبائی اسمبلی اور قومی اسمبلی کی رکنیت کی اہلیت کے لیے تعلیمی معیار مقرر کیا جائے اور اس ضمن میں آئینی تقاضے فوری طور پر پورے کئے جائیں۔"

**جناب سپیکر:** یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ "صوبائی حکومت مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرے کہ صوبائی اسمبلی اور قومی اسمبلی کی رکنیت کی اہلیت کے لیے تعلیمی معیار مقرر کیا جائے اور اس ضمن میں آئینی تقاضے فوری طور پر پورے کیے جائیں۔"

**وزیر قانون:** جناب سپیکر! میں اس قرارداد کی مخالفت کرتا ہوں۔

**جناب سپیکر:** وزیر قانون صاحب اس کی مخالفت کرتے ہیں اور چودھری محمد فاروق صاحب اس قرارداد کے حق میں بات کرنا چاہتے ہیں؟

**چودھری محمد فاروق:** جی' جناب سپیکر!

**جناب سپیکر:** تو ارشاد فرمائیں۔

**چودھری محمد فاروق:** جناب سپیکر! ممکن ہے کہ وزیر قانون صاحب حکومتی ذمہ داریاں نبھانے کے لئے اس قرارداد کی مخالفت کر رہے ہوں' لیکن میں نے اس قرارداد کو پیش کرنے کے لئے یہ بات نہیں کی۔ بلکہ یہ اسمبلی کی ذمہ داری ہے کہ صوبے کے عوام کے لیے قانون سازی کرے' جو ممبران اسمبلی قومی اسمبلی میں جاتے ہیں' وہ اس ملک کے باشندوں کے لیے ان اسمبلیوں میں بیٹھ کر قانون سازی کریں۔ اس وقت جو دنیا کا ماحول ہے اور دنیا کا نظام جس طریقے سے جتنی تیزی سے علم اور تعلیم کی روشنی میں آگے چل رہا ہے' اور اس کی وجہ سے لوگ تعلیمی نظام میں اور تعلیمی لحاظ سے کامیابیاں حاصل کرنے کے بعد اپنے ملک کے معاملات و مسائل کو بہتر طریقے سے حل کرتے ہیں'

اور بہتر طریقے سے قانون سازی کرنے کے بعد مفاد عامہ کے لیے معاملات اور ماحول پیدا کرتے ہیں۔ یقیناً میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان اسمبلیوں کے اندر جو ممبران پہنچتے ہیں' جو نمائندے پہنچتے ہیں' ان کی صرف اتنی ذمہ داری نہیں کہ وہ یہاں آکر ایک دو تقاریر کرلیں اور کوئی برادری اور محفل کے چار آدمی بٹھا کر تھانے دار اور ایس پی' ڈی سی اور کمشنر سے چند باتیں کر کے معاملات نمٹالیں یا ٹرانسفر کروالیں۔ کسی کی پوسٹنگ کروالیں۔ ممبران اسمبلی کی یہ تو ذمہ داری نہیں۔ ممبران اسمبلی کی اصل ذمہ داری قانون سازی ہے اور اگر قانون سازی کو وزیر قانون بھی اہمیت دیتے ہیں' حکومت بھی اہمیت دیتی ہے' پارلیمانی نظام میں بھی اس کی ایک اہمیت ہے۔ اس وقت ہمارے ملک میں' صوبے میں سو سو اور دو دو سو سال سے پرانے قوانین چل رہے ہیں۔ دنیا دو سو سال آگے چلی گئی اور ہم اپنے عوام اور اپنے ووٹرز اور اس ملک کے باشندوں' اس صوبے کے باشندوں پر وہی انگریزوں کے بنے بنائے قوانین کے تحت حکمرانی کر رہے ہیں اور انہیں ہم نے غلامی کے شکنجے میں جکڑا ہوا ہے اور وہ موجودہ زمانے کے لوازمات اور موجودہ زمانے کی بنیادی ضرورتیں بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ محض اس لیے کہ آج انہیں ان کے دروازوں پر انصاف نہیں ملتا۔ آج عوام کو ان کے بنیادی حقوق نہیں ملتے۔ بنیادی ضرورتیں اور سہولتیں انہیں میسر نہیں آتیں اور جب بھی کبھی وہ حاصل کرنے کے لیے کسی عدالت کے دروازے پر جاتے ہیں' تو دس سال سے لے کر بیس بیس سال تک ان لوگوں کو انصاف نہیں ملتا اور انصاف کیوں نہیں ملتا؟ اس لیے کہ ہماری قانون سازی میں کمزوریاں ہیں۔ ہم نے اپنے قانون سازی کے نظام کو up to date نہیں کیا۔ ہمارے یہ نمائندے منتخب ہو کر آئے ہیں' ان کا وقار اپنی جگہ پر ہے۔ یہ محترم ہیں' لیکن جناب سپیکر! اگر آئندہ آنے والی اسمبلیوں کے لیے ہم ممبران اسمبلی کی اہلیت کا آج تعین کر دیتے ہیں تو کوئی زیادتی اور جرم کی بات نہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر پارلیمانی نظام میں قانون سازی کی اہمیت برتر ہے اور یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ ہماری اصل ذمہ داری قانون سازی ہے جو آدمی تعلیم یافتہ نہیں' وہ قانون سازی نہیں کر سکتا' وہ دنیا کے مختلف نظام کا احاطہ کرنے کے بعد تعلیمی اور علمی لحاظ سے احاطہ کرنے کے بعد آج ہمارے اس صوبے کے اندر یا ایوان کے اندر وہ اپنی ذمہ داریاں اس طریقے سے ادا نہیں کر سکتا' جس طریقے سے ضرورت ہے۔ اس لیے جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ قانون سازی کی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لیے' پارلیمانی نظام کو مستحکم کرنے کے لیے اس صوبے کے عوام کو صحیح طور پر بنیادی حقوق دینے کے لیے اور انہیں انصاف مہیا کرنے کے لیے بہتر نظام اور پالیسیاں مرتب کروانے اور کرنے کے لیے اس

ایوان کی ذمہ داریاں بطریق احسن اور باوقار طریقے سے پوری کرنے کے لیے آئینی ترامیم کرنا ضروری ہیں اور یہ آئینی ترامیم کر کے ممبران اسمبلی کے لیے اگر اہلیت کا معیار مقرر کر لیا جائے تو یہ ایک اچھا قدم ہوگا۔ وزیر قانون اگر قانون نہ جانتے ہوں' اگر یہ لاء نہ پڑھے ہوتے اور اس طرح باقی وزراء اپنے محکمے کے بارے میں علمی احاطہ نہیں رکھتے تو جناب سپیکر! وہ کس طریقے سے کس بات کا بیان یا جواب دے سکتے ہیں؟ ایک آدمی اگر پڑھا لکھا ہی نہیں اور آج ہمارے ممبران اسمبلی کے لیے جو اس وقت اہلیت کا معیار ہے' اس میں تو پہلی جماعت اور دوسری جماعت کا بھی کوئی تذکرہ نہیں' کہ کوئی آدمی پہلی جماعت ہی پڑھا ہو۔ آپ نے یہ ایجنڈا دیا۔ میں ان پڑھ ہوں' جناب سپیکر! اگر میں اس ایجنڈے کو پڑھ نہیں سکتا تو اس ایوان میں بیٹھ کر میں کارروائی میں کس طرح حصہ لوں گا؟ وزیر قانون صاحب ایک رول کا حوالہ دے دیتے ہیں' جیسے آج ابھی انہوں نے کہا کہ یہ 93 کا سب رول (5) پڑھ لیں۔ جناب سپیکر! اگر مجھے پڑھنا ہی نہیں آتا تو مجھے کیا پتا کہ یہاں پر وزیر قانون صاحب نے کیا فرمایا ہے۔ جناب سپیکر! اس لیے کسی بات کا جواب دینے کے لیے' کسی بات کو سمجھنے کے لیے پڑھا لکھا ہونا کوئی بری بات نہیں۔ اچھی بات ہے۔ یہ تو ہمیں مذہبی لحاظ سے بھی اللہ اور اللہ کے رسول کا اس حد تک حکم ہے کہ آپ پڑھنے کے لیے جائیں' خواہ آپ کو چین جانا پڑے' تو اگر پڑھے لکھے ممبران اسمبلی ایوانوں میں آ جائیں تو اس سے ایوان کے وقار میں مزید اضافہ ہوگا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ جو پہلے بیٹھے ہوئے ہیں' ان کی وجہ سے اسمبلی کے یا ایوان کے وقار میں کمی ہے' لیکن جناب سپیکر! اگر بہتر پڑھے لکھے ممبران اسمبلی ایوان میں پہنچیں گے تو ایوان کے وقار میں مزید اضافہ ہوگا۔ اس طرح وہ اپنی ذمہ داریاں بطریق احسن پوری کریں گے۔ دنیا کے نظام کے اندر ہم اپنے صوبے اور ملک کو جائز اور بہتر مقام دلانے کے لیے زیادہ بہتر سرگرمیاں ادا کر سکیں گے' اس لیے میری عرض یہ ہے اور میں اپنی اس قرارداد کو سٹریس کرتے ہوئے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ممبران اسمبلی کی اہلیت کے تعلیمی معیار کا تعین کیا جائے اور اس کے لیے ہماری اسمبلی وفاقی حکومت کو سفارش کرے اور قومی اسمبلی اس سلسلے میں جو ضروری آئینی ترامیم ہیں' اور جو تقاضے ہیں' وہ پورے کرے۔ شکریہ۔

**ڈاکٹر محمد افضل اعزاز:** جناب سپیکر! میں بھی اس پر بولنا چاہتا ہوں۔

**محترمہ فوزیہ بہرام:** جناب سپیکر! میں بھی بولنا چاہتی ہوں۔

**جناب سپیکر:** جی محترمہ فوزیہ بہرام صاحبہ بات کرنا چاہتی ہیں اور ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب بات کرنا

چاہتے ہیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! میں بھی بولنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی' شیخ طاہر رشید صاحب!

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میرا نام بھی لکھ لیں۔

جناب سپیکر: فرید احمد پراچہ صاحب۔

چودھری اصغر علی گجر: جناب سپیکر! میں بھی بولنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: چودھری اصغر علی گجر اس کے حق میں یا اس کی مخالفت کرنا چاہتے ہیں۔ (قہقہے)

چودھری اصغر علی گجر: حق میں۔

جناب سپیکر: تو درست ہے۔ جی محترمہ فوزیہ بہرام صاحبہ۔

محترمہ فوزیہ بہرام: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں سمجھتی ہوں کہ اس قرارداد کو اسمبلی میں لانے سے پہلے فاروق صاحب کو بہتر سوچنا چاہیے تھا۔ اس لیے سوچنا چاہیے تھا کہ یہ بہت sensitive matter ہے۔ اس ملک میں خواندگی کا جو معیار ہے' ویسے ہی معیار کے حامل ہم لوگ بھی ہیں' جو یہاں بیٹھے ہیں۔ لیکن اگر یہ جرأت کر کے قرارداد یہاں پر لے آئے ہیں تو یا تو اس کو اسمبلی چیمبر میں ہی kill ہو جانا چاہیے تھا اور اگر اسمبلی چیمبر میں بھی یہ قرارداد kill نہیں ہوئی تو اب وزیر قانون صاحب اگر اس کی مخالفت کریں تو میں سمجھتی ہوں کہ بطور حکومتی بنچ کے ممبر کے یہ کوئی اچھی بات نہ ہوگی کہ ہم یہاں بیٹھ کر تعلیم کے خلاف ہی سٹیٹمنٹ دیں کہ ممبر کے لیے تعلیم یافتہ ہونا ضروری نہیں اور میں کچھ عرصے سے یہاں اسمبلی میں آتی ہوں اور حال ہی میں جو پیر کھگہ صاحب نے اخلاق باختہ تقریر کی ہے اور اس وقت میں اسمبلی کے اندر اور دوسری دونوں خواتین ممبر بھی اسمبلی سے گھر چلی گئیں اور آ ہی نہ سکیں۔ میں نے اس روز سنجیدگی سے محسوس کیا کہ اگر کوئی نہ کوئی ایسا معیار' کوئی نہ کوئی ایسی بات یہاں پر ہوتی تو شاید اس قسم کی گفتگو کرنے سے ہم لوگ خود ہی احتراز کرتے۔ وہ آپ کی مہربانی کہ آپ نے اس کو حذف کر دیا' لیکن اس کے باوجود اخبارات میں جس طرح کی بات ہوئی تو اس سے ہم لوگوں کو بھی شرمندگی ہوئی۔ بہرحال کوئی ممبر بھی ایک غلطی کرے' سارے ممبران کو اس کی شرمندگی میں برابر کا حصہ دار بننا پڑتا ہے۔ اب ان حالات میں جبکہ یہ قرارداد پیش ہو چکی ہے' میری وزیر قانون صاحب سے درخواست ہے جو بالکل میری بات نہیں سن رہے اور پیچھے حاجی چن صاحب سے گفتگو کر رہے ہیں۔

پیر احمد شاہ کھگہ: پوائنٹ آف آرڈر' جناب سپیکر۔

جناب سپیکر: پیر صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

پیر احمد شاہ کھگہ: جناب سپیکر! محترمہ نے جس طرح یہ الفاظ استعمال کیے ہیں' حالانکہ وہ جو واقعہ میں نے آپ کی وساطت سے اجلاس میں بیان کیا تھا' وہ ان کے پرچے میں درج ہے اور ان کا کیس رجسٹرڈ ہے اور وہ باتیں عام ہوتی رہتی ہیں۔ اس سے بیگم صاحبہ بھی واقف ہیں۔ کوئی ایسی ناواقفیت کا تعلق نہیں تو میری گزارش یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ☆☆☆☆☆☆☆☆ ان کو اللہ پاک نے نبوت کا رتبہ دیا اور ان کا دماغ اس طرح کا بھرپور بنا دیا کہ انہوں نے لوگوں کو دنیا کے متعلق صحیح راستے پر چلنے کی ہدایت فرمائی اور اپنی نبوت کا مسئلہ بتایا' تو تعلیم کے متعلق اعتراض نہیں۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں پیر احمد شاہ صاحب جو پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر رہے ہیں' یہ پوائنٹ آف آرڈر پر کرنے والی بات نہیں ہے۔ آپ پیر صاحب تشریف رکھیں۔ اس ریزولیوشن کے موضوع پر اگر آپ بات کرنا چاہتے ہیں تو میں آپ کو اس کی اجازت دے سکتا ہوں' لیکن اس پر یہ معاملہ پوائنٹ آف آرڈر پر اٹھانے والا نہیں۔

محترمہ فوزیہ بہرام: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں پیر صاحب کی تقریر میں صرف ایک تصحیح کرنا چاہتی ہوں کہ انہوں نے کہا کہ نبی پاک نعوذ باللہ تعلیم یافتہ نہیں تھے۔ نبی پاک اُمی تھے۔ اُمی وہ ہے جس کی تعلیم خداوند تعالیٰ نے خود کی ہو۔ جس کا دنیاوی کوئی استاد مقرر نہ ہو' تو میں تو بڑی حیران ہوں کہ یہ پیر ہیں اور انہوں نے اتنی بڑی بات کر دی۔ مذہب پر میں ان کے ساتھ بحث نہیں کرنا چاہتی۔

پیر احمد شاہ کھگہ: جناب سپیکر! یہی بات میں نے عرض کی تھی کہ پتا لگنا چاہیے۔

جناب سپیکر: پیر صاحب! تشریف رکھیں۔

محترمہ فوزیہ بہرام: میں ان کے ساتھ بالکل بحث نہیں کرنا چاہتی۔ جن کی تعلیم کا یہ معیار ہو کہ وہ کھڑے ہو کر نبی پاک کو نعوذ باللہ استغفراللہ العظیم نا تعلیم یافتہ' جاہل اور ایسے الفاظ کہہ سکیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ ان کے ساتھ بحث کیا کرنی چاہیے۔ لیکن میں اسمبلی کے ریکارڈ کے لیے کہ یہ ایک مسلمان ملک ہے' میں نہیں چاہتی کہ یہ الفاظ کسی بھی حوالے سے ہمارے ریکارڈ میں ہوں۔ ان کو

☆ (بحکم جناب سپیکر حذف کیا گیا۔)

درست کرلینا چاہیے اور پیر صاحب کو بھی ان کو درست کرلینا چاہیے۔

حاجی محمد افضل چن: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: حاجی صاحب! آپ بھی یہی بات کرنا چاہتے ہیں؟

حاجی محمد افضل چن: جناب! مجھے بھی دو منٹ اجازت دے دیں۔

جناب سپیکر: پوائنٹ آف آرڈر پر حاجی محمد افضل چن صاحب۔

پیر احمد شاہ کھگہ: جناب! میری عرض تھوڑی سی بقایا تھی۔

جناب سپیکر: پیر صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

پیر احمد شاہ کھگہ: جناب سپیکر! میری بات ابھی بقایا ہے۔

جناب سپیکر: پیر صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ میں آپ کی بات سنوں گا۔ آپ تشریف رکھیں۔

حاجی محمد افضل چن: جناب! میری گزارش یہ ہے کہ میں پہلے اپنے بھائیوں سے عرض کردوں کہ دینی بات جس کا علم نہ ہو' وہ نہ کیا کریں۔ یہ ایک مذہبی بحث ہے۔ خدا کے لیے یہ کبھی نہ کہا کریں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پڑھ تھے' ہرگز نہیں' وہ امام الانبیاء ہیں۔ وہ خاتم النبین ہیں' وہ رحمت اللعالمین ہیں۔ یہ آپ اپنے الفاظ واپس لیں۔ یہ آپ نے سارے مسلمانوں کے دل مجروح کیے ہیں۔ یہ الفاظ غلط ہیں۔

جناب والا! ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب پیدا کیا گیا تو تمام علم دے کر بھیجا گیا۔ سورہ الرحمٰن پڑھیں۔ الرحمٰن ○ علم القرآن○ خلق الانسان○ علمہ البیان ○ پاک ہے اس کی ذات جس نے پہلے تعلیم دی اور بعد میں خلقا پھر جناب بولنے کی طاقت دی۔ قرآن میں آپ کو ہزاروں ایسی آیتیں ملیں گی تو خدا کے لئے دینی بات کبھی ایسی نہ کہا کریں' جس کا آپ کو علم ہی نہ ہو۔

جناب سپیکر: شکریہ' شکریہ حاجی صاحب۔

پیر احمد شاہ کھگہ: جناب سپیکر! مجھے بھی اجازت دیں۔ میری بات ابھی بقایا ہے۔

جناب سپیکر: پیر صاحب! میں آپ کو موقع دوں گا۔ آپ ذرا حوصلہ فرمائیں۔ آپ تشریف رکھیں۔

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! پیر صاحب کے یہ الفاظ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ادا کیے گئے ہیں' یہ کارروائی سے حذف کیے جانے چاہئیں۔

جناب سپیکر: جی! آپ تشریف رکھیں۔ تشریف رکھیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب سپیکر! یہ الفاظ نہ صرف حذف کیے جائیں بلکہ واپس لئے جائیں۔

انہیں توبہ استغفار کرنی چاہیے۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! یہ حذف کرنے کی بات نہیں ہے۔ یہ بڑی اہم بات ہے۔ یہ انہیں واپس لینے چاہئیں اور اس پر استغفار کرنی چاہیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک عام غیر تعلیم یافتہ کے ساتھ ملا رہے ہیں۔ یہاں بحث ہو رہی ہے اور اس میں وہ کہہ رہے ہیں کہ وہ بھی غیر تعلیم یافتہ تھے۔ یہ بالکل ایک غلط بات ہے' اس لیے انہیں یہ الفاظ واپس لینے چاہئیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! یہ مقام استغفار ہے اور ان سے کہیں کہ وہ اس ہاؤس کے فلور پر استغفار کریں۔

جناب سپیکر: جی' شیخ صاحب! تشریف رکھیں۔

پیر احمد شاہ کھگہ: جناب سپیکر! میرا فقرہ تو سن لیں۔ میں ایوان سے اس کے متعلق معافی مانگنے کے لئے بھی تیار ہوں' اگر میرا فقرہ سن لیں تو۔

آوازیں: توبہ کریں۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز! آرڈر پلیز! پیر صاحب! میں آپ کو اجازت دیتا ہوں۔ آپ مائیک کے قریب ہو کر بات کریں۔ آپ مائیک سے آگے نکلے ہوئے ہیں۔ آپ کی بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جو الفاظ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں فرمائے ہیں' اس حوالے سے کہ یہاں عوامی نمائندوں کے پڑھے لکھے یا کم تعلیم یافتہ ہونے کے معیار کے بارے میں چودھری فاروق صاحب کے ریزولیوشن پر بات ہو رہی تھی' اس کے بارے میں جس انداز میں آپ نے یہ الفاظ فرمائے ہیں' میرے خیال میں یہ قابل اعتراض بات ہے۔ شاہ صاحب! آپ نہایت دین دار گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں ذاتی طور پر آپ کو جانتا ہوں' آپ کے جذبات ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے مسلمہ ہیں' یہ بھی میں ذاتی طور پر جانتا ہوں' لیکن بات انسان کے منہ سے نکل جاتی ہے' آپ وہ اپنے الفاظ واپس لیں۔

پیر احمد شاہ کھگہ: جناب والا! میں وہ الفاظ ہزار بار واپس لینے کے لیے تیار ہوں' لیکن میں ایک چھوٹا سا.....

جناب سپیکر: بس بات ختم ہو گئی۔

پیر احمد شاہ کھگہ: حضور' پڑھے ہوئے ہیں۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: پھر بات ختم ہو گئی۔ شاہ صاحب! آپ اس بات کو تو اس پر ختم کر دیں کہ آپ یہ الفاظ واپس لیتے ہیں۔

پیر احمد شاہ کھگہ: جی' میں وہ الفاظ واپس لیتا ہوں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! یہ الفاظ واپس لیتے ہیں اور یہ الفاظ جو انہوں نے واپس لیے ہیں' ان کو کارروائی سے حذف کیا جاتا ہے' یہ کارروائی میں شامل نہیں ہوں گے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب والا! میری استدعا ہے کہ نہ صرف یہ الفاظ حذف کریں بلکہ آپ تمام اخبارات کے نمائندگان جو اس وقت تشریف فرما ہیں' آپ ان سے بھی کہیے کہ کل اس قسم کی بحث وہاں شروع نہیں ہونی چاہیے اور یہ چیز اخبارات میں نہیں آنی چاہیے۔

جناب سپیکر: یہ معاملہ جو ہے یہ It goes without saying کہ جو الفاظ یہاں کارروائی سے حذف ہو جاتے ہیں' اخبارات میں رپورٹ نہیں ہوں گے' اس بارے میں روایات' رولز اور قانون موجود ہے کہ جو بات' جو معاملات' جو الفاظ کارروائی سے حذف ہو جاتے ہیں وہ اخبارات میں رپورٹ نہیں ہوتے۔

محترمہ فوزیہ بہرام: جناب سپیکر! مجھے افسوس ہے کہ اس ایوان میں کچھ بدمزگی سی ہو گئی تھی۔ میں اپنی بات کو ختم کرتے ہوئے یہ کہنا چاہتی تھی کہ جب یہ ریزولیوشن یہاں آ گیا ہے اس کو یہاں آنے کے بعد اگر حکومت اس کی مخالفت کرے تو اس بات کو تعلیم یافتہ طبقہ میں کوئی اچھی نظر سے نہیں دیکھا جائے گا' تو جناب والا! میرا ایک مشورہ ہے کہ فاروق صاحب اس بارے میں اصرار نہ کریں اور اس کی کوئی اور صورت بنا کر اسے پارٹی ایکٹ کو ریفر کر دیا جائے' یعنی تمام پارٹیز کو بھیج دیا جائے تاکہ پارٹیز اپنے طور پر اس میں کوئی تبدیلی کر کے آئندہ اس امر کی یقین دہانی کرائیں کہ وہ آئندہ ٹکٹ تعلیم یافتہ کو دیں گے۔ میرے خیال میں یہ بہتر صورت حال ہوگی اور اگر اس کی مخالفت کی جائے تو میں سمجھتی ہوں کہ تعلیم یافتہ ہونے کی حیثیت سے ہمیں اس کی مخالفت کرنی کچھ مناسب نہیں۔ میرا یہ مخلصانہ مشورہ ہے کہ اس کی کوئی بہتر صورت حال وزیر قانون صاحب نکال سکتے ہیں۔ انہی الفاظ کے ساتھ میں اپنی بات ختم کرتی ہوں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب سپیکر! سب سے پہلے تو مجھے یہ کہنا ہے کہ وزیر قانون صاحب نے جو اس قرارداد کی مخالفت کی ہے' اس پر میں سوائے رنج اور دکھ کے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ جناب والا! اس

ایوان میں اگر کوئی قرارداد منظور کرنے کے لیے پیش کی جاتی ہے کہ یونیورسٹیاں قائم کی جائیں تو وزیر قانون اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ یہاں اگر یہ کہا جائے کہ ممبران کے لئے تعلیمی معیار مقرر کیا جائے تو وزیر قانون کھڑے ہو کر اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ یہاں اگر یہ کہا جائے کہ قرآن اور سنت کی بالا دستی کو تسلیم کیا جائے' سود کا خاتمہ کیا جائے تو بھی وزیر قانون کھڑے ہو کر اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ میں آپ کی توجہ آئین کی دفعہ 62 کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں اور میں متعلقہ آرٹیکل پڑھنا چاہتا ہوں کہ:

"A person shall not be qualified to be elected or chosen as a member of Majlis-e-Shoora (Parliament) unless....

یعنی پارلیمنٹ کا ممبر اس وقت تک سلیکٹ نہیں ہوگا جب تک وہ اس میں دی ہوئی خصوصیات اور تعلیمی معیار پر پورا نہ اترتا ہوگا' اس میں سب سے پہلی شق یہ ہے کہ:

(a) He is a citizen of Pakistan;

(b) He is, in the case of National Assembly, not less than twenty-five years of age and is enrolled as a voter in any electoral roll for election to a Muslim seat or a non-Muslim seat as the case may be in that Assembly;

اور سینٹ کے لیے انہوں نے 35 سال کی عمر رکھی ہے' تو جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ جب عمر کی قید رکھی جا سکتی ہے کہ پچیس سال قومی اسمبلی کے لیے اور 35 سال سینٹ کے لیے تو مجھے افسوس ہے کہ اس میں تعلیمی معیار کا ذکر نہیں کیا گیا اور تعلیمی معیار کا یہاں ذکر ہونا چاہیے تھا۔ اس لیے کہ جب ہم قومی اسمبلی میں یا صوبائی اسمبلی یا پارلیمنٹ میں اپنے معیار کی بات کرتے ہیں تو ہمارا معیار اس وقت تک بہتر اور اچھا نہیں ہو سکتا ہے اور نمایاں کارکردگی نہیں ہو سکتی ہے' جب تک ہمارے ممبران تعلیم یافتہ نہیں ہوں گے' اس سے ہمارے اس اسمبلی کے وقار اور تقدس میں بھی اضافہ ہوگا' اگر ہمارے ممبران تعلیم یافتہ ہوں گے تو اس کے ساتھ ساتھ ہماری کارکردگی بھی بہتر ہوگی' جناب والا! ہماری قانون سازی کا جو کام اور جو مرحلہ ہے' وہ بھی بہتر طور پر انجام پائے گا۔ جب ہمارے ممبران تعلیم یافتہ ہوں گے۔ پھر جناب والا! ہمارے ہاں آئے دن جو کورم کا مسئلہ پیدا ہوتا رہتا

ہے' میں آپ کو پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ اگر ممبران یہاں ذمہ داری اور احساس ذمہ داری کے ساتھ آئیں اور یہ سمجھ کر آئیں کہ ہمارے پاس ایک لاکھ' سوا لاکھ یا ڈیڑھ لاکھ افراد کا منڈیٹ ہے اور ان کی نمائندگی کے لیے ہم یہاں اسمبلی میں آتے ہیں تو جب یہ اس احساس ذمہ داری کے ساتھ آئیں گے تو کورم کبھی بھی نہیں ٹوٹے گا۔ جناب والا! آج کورم کے ٹوٹنے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہاں لوگ پوری احساس ذمہ داری نہیں لے کر آتے اور وہ تعلیم یافتہ نہیں ہیں اور انہیں پتا نہیں ہے کہ ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں اور ان ذمہ داریوں کو نبھانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ یہ قرار داد پاس کی جائے اور اس کے بعد اس پر پوری طرح سے عمل کیا جائے۔

جناب سپیکر! اس قرارداد کے دوسرے حصے میں چودھری فاروق صاحب نے یہ کہا ہے کہ صوبائی اسمبلی اور قومی اسمبلی کی اہلیت کے لیے تعلیمی معیار مقرر کیا جائے اور اس ضمن میں آئینی تقاضے فوری طور پر پورے کئے جائیں۔ میں آئینی تقاضوں کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ:

(d) He is of good character and is not commonly known as one who violates Islamic Injunctions;

کہ وہ ایک اچھی شہرت کا حامل ہو اور اس کے بعد اس سے یہ چیز عیاں نہ ہو کہ وہ اسلام کے بارے میں خلاف ورزی کا مرتکب ہوتا رہتا ہے' اسلام کی عملی اور بنیادی تعلیمات سے وہ پوری طرح آگاہ ہو' وہ کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہونے والا نہ ہو اور اس کے بعد اس میں یہ لکھا ہے کہ:

(f) He is sagacious, righteous and non-profligate and honest and ameen;

وہ شخص جو ممبر بننے کا اہل ہے' اس آئین کے مطابق وہ امین ہو' ایمان دار ہو' دیانت دار ہو اور اس کے بعد وہ نہ صرف اچھی طرح اسلام پر عمل کرنے کا پوری طرح روادار ہو بلکہ اس کے ساتھ ساتھ وہ لوگوں کے حقوق کی نگہبانی کرنے والا ہو' وہ خرافات میں حصہ نہ لیتا ہو اور اس کی شہرت اپنے علاقے اور اپنے محلے میں اچھی ہو اور اس کے ساتھ ساتھ

(g) He has not been convicted for a crime involving moral turpitude or for giving false evidence;

یعنی اس شخص نے کوئی غلط شہادت نہ دی ہو' اس کے بعد اس نے کوئی ایسا اخلاقی جرم نہ کیا ہو تاکہ

ہم یہ کہہ سکیں کہ وہ ایک ذمہ دار آدمی اور قابل اعتماد آدمی ہے تو جناب والا! یہ سارا کچھ آئین میں دیا ہوا ہے لیکن اس کے باوجود رونا تو اس بات کا ہے کہ یہاں آئین کی خلاف ورزی کی جاتی ہے۔ آئین پر پوری طرح سے عمل نہیں کیا جاتا اور آپ دیکھیے کہ آئین میں جو پروویژنز دی ہوئی ہیں ان پر کتنے لوگ پورے اترتے ہیں اور جناب والا! مجھے دکھ سے کہنا پڑتا ہے۔ جناب والا! اس کے ساتھ یہ بھی لکھا ہوا ہے۔

(h) He has not, after the establishment of Pakistan, worked against the integrity of the country or opposed the Ideology of Pakistan;

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! اس میں تعلیمی معیار کی بات زیر بحث ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب والا! تعلیمی معیار کے ساتھ انہوں نے دوسری شرط یہ دی ہے کہ اس ضمن میں آئینی تقاضے فوری طور پر پورے کیے جائیں۔ تو جناب والا! یہ آئینی تقاضے جن کا میں ذکر کر رہا ہوں کہ وہ پاکستان کی سالمیت اور سلامتی پر پوری طرح سے ایمان رکھتا ہو۔ نظریہ پاکستان کا پوری طرح حامل ہو۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! اس وقت تعلیمی معیار کی بات ہو رہی ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب والا! تعلیمی معیار کے ساتھ ساتھ اس میں دوسری شق یہ ہے کہ اس ضمن میں آئینی تقاضے مکمل طور پر پورے کیے جائیں۔ آپ ذرا یہ قرارداد پڑھیے۔

جناب سپیکر: اس میں صوبائی اسمبلی، قومی اسمبلی کی رکنیت کے لیے تعلیمی معیار مقرر کیا جائے اور تعلیمی معیار مقرر کرنے کے لیے آئینی تقاضے پورے کیے جائیں۔ You are being irrelevant sir. صرف تعلیمی معیار کی بات ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب والا! اس قرارداد کے محرک سے یہ پوچھ لیجئے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ جو "آئینی تقاضے ہیں ان کو بھی پورا کیا جائے۔" اور میں جو آپ کے سامنے پڑھ رہا ہوں یہ آئینی تقاضے ہیں۔

جناب سپیکر: آئینی تقاضے تعلیمی معیار مقرر کرنے کے بارے میں پورے کیے جائیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: ٹھیک ہے۔ لیکن جناب والا! میں آخری بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تمام ممالک میں جہاں تعلیمی معیار مقرر ہے، ان کی کارکردگی ہمیشہ بہتر ہوگی اور وہ ملک ترقی کرے گا، خوش

حال ہوگا لیکن وہ ملک جہاں تعلیمی معیار ممبران پارلیمنٹس کے لیے نہیں ہوگا' وہاں اس قسم کی سہولتیں حاصل نہیں ہوں گی۔ میں اس کی پوری طرح تائید کرتا ہوں' اس کی حمایت کرتا ہوں کہ تعلیمی معیار مقرر کیا جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ' ڈاکٹر صاحب! جی شیخ طاہر رشید صاحب!

شیخ محمد طاہر رشید: جناب والا! چودھری فاروق صاحب نے جو قرارداد پیش کی ہے' میں اس بارے میں یہ سمجھتا ہوں کہ:

بات وہ کرتے ہیں خالی لطف لینے کے لیے
بات جو ہے وہ زیب داستاں کی بات ہے

جناب سپیکر! تاریخ سے بالکل ہٹ کر ایک تاریخی ناواقفیت کا انہوں نے اظہار کیا ہے' اگر وہ یہ کہتے کہ ان پڑھ کی بجائے انجان لوگوں پر ان اسمبلیوں میں داخلہ بند کر دیا جائے تو شاید میں پہلا شخص ہوتا کہ اس قرارداد کی حمایت کرتا' ان جان لوگوں کے لیے واقعی ان اسمبلیوں کے اندر داخلہ بند کیا جانا چاہیے۔ جناب والا! آج جو تعلیم کی سہولتیں اور تعلیم کا معیار ہے' وہ پورے پنجاب کے اندر نہیں ہے اور اگر موجود ہیں تو وہ معیار نہیں ہے کہ جو سہولتیں ایک علاقے کو دے دی گئی ہیں' دوسرے علاقے کو مہیا نہیں کی گئی ہیں۔ جناب سپیکر! یہ ادارے پورے پنجاب کے خاندان کے مانند ہیں' یہاں پڑھے لکھے لوگ بھی ہیں اور ان پڑھ لوگ بھی موجود ہیں۔ اب کسی کو یہ کہہ کے گھر سے نکال دینا کہ چونکہ یہ مکتب نہیں گیا یا سکول نہیں گیا' اس لیے ان اداروں میں ان کا داخلہ ممنوع ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی طور پر بھی قرین انصاف نہیں ہے۔ میرے فاضل دوست نے یہ فرمایا ہے کہ اگر پڑھے لکھے لوگ یہاں آ جائیں تو ایوان کے اندر قانون سازی بہتر انداز میں ہوگی۔ میں اس کی تائید کرتا ہوں کہ ایوان کے اندر قانون سازی بہتر انداز میں ہوگی' لیکن اس ایوان کے اندر اس طبقہ کی نمائندگی کون کرے گا' کہ جو احساسات اور جو جذبات ان لوگوں کے ہیں' اور جو آج تک تعلیم کے زیور سے آراستہ نہیں ہوئے۔ جناب سپیکر! اکبر خان جو دو جماعت بھی نہیں پڑھا ہوا تھا' لیکن اس نے تعلیم کی وہ خدمات کی ہیں' جو تاریخ کے اندر روشن مثال ہیں۔ میں سر چھوٹو رام کے متعلق ذکر کروں گا کہ جو تعلیم سے بالکل نا آشنا تھے' لیکن انہوں نے تعلیم کے لیے بے انتہا قربانیاں دی ہیں اور میں ان الفاظ کے ساتھ اس ایوان کے اندر یہ گزارش کروں گا کہ میں اس حق میں نہ ہوں کہ اس ایوان کے اندر کوئی تعلیمی معیار قائم کیا جائے بلکہ میں یہ کہوں گا کہ اگر تعلیم کی بجائے

تربیت پر زور دیا جائے تو زیادہ مناسب ہے اور اس کے لیے جو محترمہ فوزیہ بہرام صاحبہ نے تجویز دی ہے' میں اس سے اتفاق کرتا ہوں کہ ہمارا جن جن سیاسی جماعتوں سے واسطہ ہے' ان جماعتوں کے اندر بیٹھ کے اس چیز کو باور کرانا چاہیے کہ ان اداروں کے اندر جو لوگ آئیں وہ مکمل تعلیم اور تربیت کے ساتھ آئیں۔ شکریہ!

جناب سپیکر: فرید احمد پراچہ صاحب!

جناب فرید احمد پراچہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! یہ ایک اہم قرارداد ہے' جو ایوان میں پیش کی گئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ زندگی کا کوئی بھی ایسا شعبہ نہیں ہے کہ جس کا کوئی بنیادی تعلیمی معیار مقرر نہ ہو۔ عدلیہ کے جج کی بنیادی اہلیت موجود ہے' بیورو کریسی میں کوئی افسر ہوتا ہے تو اس کے لیے تعلیمی معیار موجود ہے' کلرک کے لیے اہلیت موجود ہے حتیٰ کے نائب قاصد کے لیے تعلیمی قابلیت موجود ہے۔ لیکن جو قانون ساز ادارہ ہے' جس نے ان تمام اداروں کے لیے قانون سازی کرنی ہے' اس کے لیے کوئی بنیادی تعلیمی قابلیت موجود نہیں۔ جناب سپیکر! یہ ایک اہم بات ہے کہ جس ادارہ نے قانون سازی کرنی ہے' اس کے لیے ہم کوئی تعلیمی معیار مقرر نہیں کرتے' کوئی بنیادی تعلیمی قابلیت نہیں ہوتی' تو اس سے ہم کس طرح بہتر توقع کر سکتے ہیں۔ آپ جو بیج کھیت میں بوئیں گے تو فصل ویسی ہی اگے گی۔ اگر کھیت میں بیج ڈالتے ہوئے اس چیز کی پرواہ نہیں کرتے کہ یہ بیج کس قسم کا ہے اور اس سے کون سی فصل پیدا ہوگی تو پھر اس کے بعد فصل کا گلا بھی نہیں کیا جا سکتا۔ جناب سپیکر! مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ ہمارے ملک میں جو طویل عرصہ سے بیورو کریسی کی حکومت ہے کہ ہر چیز پر وہ ہی عملاً مسلط ہیں اور ان کے ہی بنائے ہوئے قوانین چلتے ہیں' ان کے ہی بنائے ہوئے بجٹ پاس کرتے ہیں اور ان کی بنائی ہوئی تمام تر رپورٹوں پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں تو اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ممبران اسمبلی کے لیے کہ جن میں سے ہی وزراء مقرر ہونے ہیں' جنہوں نے بیورو کریسی کو کنٹرول کرنا ہے اور جنہوں نے ہی بیورو کریسی کے تمام اعداد و شمار کے غلط اور صحیح ہونے کا تعین کرنا ہے اور جنہوں نے ہی ان کی پیش کی ہوئی رپورٹوں کا جائزہ لینا ہے' اگر وہ ان پڑھ ہوں گے' اگر باصلاحیت نہیں ہوں گے تو پھر یہاں پر بیورو کریسی کی حکومت چلتی رہے گی۔ ان کی ہی بات مانی جائے گی اور ان کا فرمودہ ہی بجا ہوگا۔ جناب سپیکر! مثالیں ہیں کہ ہمارے ہی ایک ممبر کے علاقے میں وزیراعظم گئے۔ وہ ایک چھوٹا سا قصبہ تھا اور ممبر اسمبلی یہ کہنا چاہتے تھے کہ اس قصبے کو سب ڈویژن قرار دیا جائے' انہیں سب ڈویژن اور ڈویژن کا فرق بھی معلوم نہیں تھا۔ میں ان کا نام

نہیں لے رہا' لیکن یہ حقائق ہیں' جو اخبارات میں آ چکے ہیں تو انہوں نے وزیراعظم کی موجودگی میں کہا کہ میرے اس قصبے کو ڈویژن بنا دیا جائے۔ وزیراعظم اور تمام اخبار نویس ہنسنے لگے اور وزیراعظم صاحب نے کہا کہ نہ صرف اس کو ڈویژن بنا دیا جائے' بلکہ فلاں صاحب کو اس کا کمشنر بھی لگا دیا جائے۔ جناب والا! اس طرح رکن اسمبلی کا مذاق کھلے عام ہو رہا ہے۔ ایسی مثالیں بھی ہیں کہ ایک صاحب کو بجلی کا وزیر مقرر کیا گیا تو جب ان سے اخبار نویسوں نے سوال کیا کہ ہمارے ملک میں فصلیں صحیح طور پر پیدا نہیں ہوئیں' اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ جناب سیدھی سی وجہ ہے کہ ایک تو پانی کم آتا ہے اور جو پانی آتا ہے' اس میں سے بھی واپڈا والے بجلی نکال لیتے ہیں۔ اس میں سے واپڈا والے اس کی قوت نکال لیتے ہیں' اور باقی پھوکا پانی فصلوں کو ملتا ہے' فصلیں کیا پیدا ہوں۔ جناب والا! جب یہ معیار ہو گا تو ایسے لطیفے بھی جنم لیں گے۔ اس لیے جناب سپیکر! یہ بڑی ضروری بات ہے کہ آپ ایک معیار مقرر کیجئے۔ کوئی بھی معیار ہو' میں یہ نہیں کہتا کہ ایم اے ہی اس کا معیار ہو یا ایل ایل بی ہی معیار ہو یا پی ایچ ڈی ہو' لیکن کوئی بنیادی تعلیمی معیار تو ہونا چاہیے۔ جب زندگی کے ہر شعبے میں بنیادی تعلیمی قابلیت موجود ہے تو اس ادارے کے لیے کیوں نہ کی جائے۔ جناب میں اپنی بات کو مختصر کرتے ہوئے کہوں گا کہ ہمارا یہ ایوان ہے' اس کی شرعی اصطلاح "اہل الرائے" اگر اسلامی قانون ہو گا تو اس کے مطابق جو اہل الرائے ہیں' اور جن کے بارے میں قرآن مجید نے فرمایا ہے کہ "وامرھم شوریٰ بینھم" سے معاملات آپس کے مشورے سے ہوتے ہیں اور اسلام نے اہل الرائے کی صفات بھی متعین کی ہیں۔ اہل الرائے وہ ہیں' جو علم رکھتے ہوں اور جو صلاحیت رکھتے ہوں' جو تجربہ رکھتے ہوں یا جو صلاحیت رکھتے ہوں اور جو صحیح طور پر رہنمائی کر سکیں۔ جناب سپیکر! یہ بنیادی تعلیمی معیار نہ ہونے کی ہی وجہ ہے کہ ایوانوں میں وہ لوگ پہنچ جاتے ہیں کہ جو اپنے حلقے میں سکول نہیں بننے دیتے' اس لیے کہ اگر ہم ان پڑھ ہیں تو کوئی اور پڑھا لکھا پیدا نہ ہو جائے' وہ سکول تک قائم نہیں ہونے دیتے' تو جناب والا! جب علم کا نور ہی نہیں پھیلے گا تو اور ان کا اپنا معیار نہیں ہو گا تو وہ علم کا نور کیسے پھیلنے دیں گے۔ اس لیے جناب والا! یہ بات بڑی ضروری ہے۔ اسی طرح سے وہ افراد جو منتخب ہو کر آ جاتے ہیں کہ جن کی اہلیت ان کے مربعے ہیں یا جاگیریں ہیں یا ان کی گدیاں ہیں' ان کی اہلیت تھانے ہیں' ان کی اہلیت چودھراہٹیں ہیں' ان کی اہلیت غنڈہ گردی ہے' ان کی اہلیت الیکشن میں دھاندلی ہے' پھر اس اہلیت کے لوگ آئیں گے اور اگر آپ کوئی تعلیمی معیار مقرر کر دیں گے تو پھر پڑھے لکھے لوگ آئیں گے اور پھر ہمارے ایوانوں میں ایسے افراد

ہوں گے کہ جو صحیح طور پر ایوان کے مسائل صوبے کے مسائل میں اور ملک کے مسائل میں دلچسپی لیں گے۔ جناب والا! میں اپنی بات ختم کرتے ہوئے ایک مرتبہ پھر کہوں گا کہ اس کے لیے تعلیمی معیار مقرر کرنے کی قرارداد کو منظور کیا جائے اور اس کی مخالفت نہ کی جائے۔ شکریہ!

جناب سپیکر: چودھری اصغر علی گجر!

چودھری اصغر علی گجر: جناب سپیکر! اس ملک میں سب سے بڑا ادارہ پارلیمنٹ کا ہے اور وہ ایسا ادارہ ہے جو ملک کے تمام اداروں کو کنٹرول کرتا ہے اور تمام اداروں کو چلاتا ہے اور جن اداروں کو یہ پارلیمنٹ کا ادارہ چلاتا ہے' ان پر یہ شرط عائد کر دی گئی ہے کہ ان میں سے کوئی شخص ان پڑھ نہیں ہوگا۔ ان کی تعلیم کا ایک معیار مقرر کر دیا گیا ہے کہ یا تو وہ گریجوایٹ ہوں گے یا ماسٹر ڈگری کے حامل لوگوں ہوں گے' پی ایچ ڈی ہوں گے یا سی ایس پی ہوں' سی ایس ایس ہوں گے یا پی سی ایس ہوں گے اور جب ان اداروں کے سربراہ پڑھے لکھے ہوں گے' لیکن ان کو چلانے کے لیے ایک ایسا پارلیمنٹ کا ادارہ قائم کیا گیا ہے' جس میں یہ شرط نہیں کہ پڑھے لکھے لوگوں کو چلانے والے لوگ بھی پڑھے لکھے ہوں۔ اس طرح ملک کی پارلیمنٹ میں ان پڑھ لوگ پڑھے لکھے لوگوں کو چلانے کے لیے آ جاتے ہیں' جس سے بیورو کریٹس میں ہمارا مذاق اڑایا جاتا ہے' اور ہم ایک بہتر نظام بنانے اور رائج کرنے میں ناکام ہو جاتے ہیں۔ اس پر بہت سی باتیں ہو چکی ہیں۔ میں آخر یہ بات ضرور عرض کروں گا کہ اگر اس ایوان کو یہ قرارداد منظور نہ ہو یا اس ایوان کے اندر وزیر قانون صاحب کو یا شیخ طاہر رشید صاحب کو یہ بات منظور نہ ہو کہ اس ایوان کے لیے بھی پڑھے لکھے کی شرط ہونی چاہیے جیسا کہ طاہر رشید صاحب نے یہ بات کہی ہے کہ بہت سے جاہلوں نے بھی قوم کی بڑی خدمت کی ہے' اسی سلسلے میں سر چھوٹو رام کا نام لیا گیا ہے' کئی اور جاہل آدمیوں کے نام لیے گئے ہیں کہ انہوں نے اتنی خدمت کی ہے' تو پھر کم از کم یہ قرارداد تو ضرور پاس ہونی چاہیے کہ اس پارلیمنٹ میں کوئی پڑھا لکھا آدمی نہیں ہونا چاہیے' سب جاہل آدمی ہوں۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: چودھری محمد حنیف صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔

چودھری محمد حنیف: جناب سپیکر! ممبران کے لیے تعلیمی معیار کے سلسلے میں پراچہ صاحب اور میرے باقی دوست و احباب نے بڑی تفصیل کے ساتھ اظہار خیال کیا ہے۔ جناب والا! ایک وقت تھا کہ جب لوگوں کو تعلیم سے روکا جاتا تھا۔ کچھ وڈیرے' کچھ بڑے لوگ اور کچھ جاگیردار اپنے علاقوں میں سکول نہیں بننے دیا کرتے تھے' اس لیے کہ کچھ لوگوں کو شعور نہ مل جائے اور سمجھ نہ آ جائے۔

اگر یہ کہیں تعلیم کی طرف چلے گئے تو یہ ہم سے اوپر چلے جائیں گے۔ معلوم نہیں دریشک صاحب نے اس کی کیوں مخالفت کی ہے' شاید ان کے علاقے میں کوئی اس قسم کا مسئلہ ہے۔ جناب سپیکر! یہ بہت ہی ضروری بات ہے کہ قانون ساز ادارے میں جو لوگ منتخب ہو کر آئیں ان کو سمجھ ہو' ان کو یہ فہم ہو کہ جو مسئلہ اسمبلی کے اندر پیش کیا جا رہا ہے' اس کی کیا حیثیت ہے؟ سود کے بارے میں شرعی معاملات کے بارے میں یہاں قراردادیں آتی ہیں' تو ممبران باہر جا کر پوچھتے ہیں کہ یہ کیا مسئلہ ہے اور ان کو اس بارے میں علم ہی نہیں ہوتا' صرف وہ دریشک صاحب کے ساتھ ہاتھ کھڑا کر دیتے ہیں۔ لہٰذا میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ضروری ہے کہ معاملات کو طے کرنے کے لیے پڑھے لکھے لوگ منتخب ہو کر آئیں اور طاہر رشید صاحب نے فرمایا ہے کہ پارٹیز خود اپنے اچھے لوگوں کو منتخب کر کے بھیجیں۔ لیکن وہ یہ سب کچھ کیسے کر سکتی ہیں' جب طاہر رشید صاحب جیسے بندے آ جائیں گے۔ جناب سپیکر! یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے اور اس طرح انجان لوگ آ جائیں گے اور یہ انجان لوگ خود بخود' کسی نہ کسی رنگ میں' کسی نہ کسی راستے سے' کسی نہ کسی بل بوتے پر آ جاتے ہیں۔

(قطع کلامیاں)

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! جس نے سکولوں اور کالجوں میں چلائی ہی صرف بندوقیں ہوں' جو صرف بزرگوں کی عزتوں سے ہی کھیلا ہو' وہ بھلا اس ایوان کے اندر کھڑے ہو کر کیسے باعزت اور باوقار طریقے سے بات کر سکتے ہیں۔ یہ تربیت کے اثرات ہیں' یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں' صحیح کہہ رہے ہیں۔ انہیں تربیت ہی یہ دی گئی تھی کہ تم نے جا کر شرفاء کی پگڑیاں اچھالنی ہیں۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

(قطع کلامیاں)

چودھری محمد حنیف: جناب سپیکر! میں مانتا ہوں کہ ہم نے کالجوں میں بھی این سی سی کی تربیت حاصل کی ہے اور اس کے علاوہ اللہ کے فضل و کرم سے محاذوں پر جا کر بھی ہم نے کلاشنکوفیں چلائی ہیں۔ افغانستان اور مختلف جگہوں پر جا کر ہم نے کلاشنکوفیں چلائی ہیں۔ اللہ کے فضل و کرم سے ہم اس سلسلے میں تربیت یافتہ ہیں۔

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: چودھری محمد فاروق صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! تعلیمی اداروں کی جو اہمیت ہے' اس سے کسی لحاظ سے بھی انکار

نہیں کیا جا سکتا۔ اگر کوئی بچہ کسی کالج یا یونیورسٹی میں جاتا ہے اور ہم یہاں بیٹھ کر یہ کہیں کہ جو تعلیمی اداروں میں جاتے ہیں' وہ وہاں پر کلاشنکوفیں اور بندوقیں چلانا سیکھتے ہیں۔ ان کا تو کام ہی یہی ہے اور وہ جہاں پر بھی جائیں گے' وہ کام کی یا علم کی کیا بات کریں گے' وہ تو بندوق اور گولی کی بات کریں گے۔ جناب سپیکر! ہماری اسمبلی کی طرف سے اس قسم کا موقف پیش کرنا مناسب نہیں ہے۔ جہاں ہم اپنے اور اس اسمبلی کے وقار کی بات کرتے ہیں' وہاں تعلیمی اداروں کے وقار سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے کسی فاضل ممبر کو اس اسمبلی میں بیٹھ کر تعلیمی اداروں کے بارے میں اس قسم کے ریمارکس پاس نہیں کرنے چاہئیں۔

**شیخ محمد طاہر رشید:** جناب سپیکر! چودھری محمد فاروق صاحب نے انتہائی غلط اور بے موقع بات کی ہے۔ میں نے تعلیمی اداروں سے متعلق تو بات ہی نہیں کی۔ میں تو تعلیمی اداروں کا دل سے احترام کرتا ہوں' ادب کرتا ہوں۔ میں نے تو ایک شخص کے بارے میں بات کی ہے کہ جس نے تعلیمی اداروں کے وقار کو تباہ و برباد کرنے میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے' اس بندے سے آپ یہ کیسے توقع رکھیں گے کہ وہ ایوان میں ایسی بات کرے گا جس سے ایوان کے وقار میں اضافہ ہو۔

(قطع کلامیاں)

**جناب سپیکر:** آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ شیخ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

**محترمہ فوزیہ بہرام:** پوائنٹ آف آرڈر جناب سپیکر!

**جناب سپیکر:** محترمہ فوزیہ بہرام صاحبہ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتی ہیں۔

**محترمہ فوزیہ بہرام:** جناب سپیکر! ابھی اپنی تقریر میں حنیف صاحب نے کہا ہے کہ ہم نے کلاشنکوفیں چلائی ہیں۔ محاذوں پر جا کر چلائی ہیں اور افغانستان میں جا کر ہم نے چلائی ہیں۔ بطور پاکستانی اگر یہ یہاں پر اس قسم کی statement دیں گے تو یہ ہمارے ملک کی پالیسی کے خلاف ہے۔ افغانستان کے اندر پاکستان کے لوگوں نے کوئی کلاشنکوفیں نہیں چلائیں' وہ ان کا داخلی معاملہ تھا۔

(قطع کلامیاں)

**جناب سپیکر:** آرڈر پلیز! آرڈر پلیز! آرڈر پلیز!

**محترمہ فوزیہ بہرام:** چودھری صاحب آپ بیٹھے بیٹھے کیوں بات کر رہے ہیں۔ حد ہو گئی ہے۔ ان کو تو کھڑے ہو کر بات کرنی چاہیے۔

**جناب سپیکر:** آرڈر پلیز! آرڈر پلیز! بیگم صاحبہ! آپ تشریف رکھیں۔ بیگم صاحبہ! میرے خیال میں

صرف ایک ہی مقرر باقی ہے۔ لہٰذا ان کو بات کرنے دی جائے۔

محترمہ فوزیہ بہرام: جناب سپیکر! میں صرف یہ چاہتی تھی کہ اس قسم کی پالیسی statement دینا اچھی بات نہیں اور اس سے مجموعی طور پر پاکستان کا تشخص خراب ہوگا۔

جناب سپیکر: بیگم صاحبہ! آپ کا شکریہ کہ آپ نے اس بات کو Point out کیا۔

چودھری اصغر علی گجر: جناب سپیکر! اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم نے افغانستان میں کلاشنکوفیں چلائی ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان لوگوں کا اس پاکستان پر احسان ہے' جنہوں نے روس کے خلاف افغانستان میں کلاشنکوفیں چلائی ہیں۔ ورنہ روس کے لوگ آج پاکستان میں رہنے والی عورتیں کے دوپٹے نوچ لیتے' وہ یہاں پر دین کے خلاف کام کرتے' وہ افغانستان میں نہیں آنا چاہتے تھے بلکہ وہ پاکستان میں آنا چاہتے تھے۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: شیخ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ کیا ان کی ہربات کا جواب دینا آپ پر لازم ہے؟

چودھری اصغر علی گجر: اور اگر افغانستان آزاد ہوا ہے تو پاکستان کی حکومت کی پالیسیوں اور ہمارے خون کی وجہ سے ہوا ہے۔ لہٰذا ان لوگوں کا پاکستان کے باسیوں کا ممنون ہونا چاہیے' جنہوں نے افغانستان میں جاکر پاکستان کا دفاع کیا ہے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب شکریہ آپ تشریف رکھیں۔ چودھری صاحب آپ بیٹھ جائیں۔ چودھری محمد حنیف صاحب آپ wind up کیجئے گا۔

چودھری محمد حنیف: جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہوں گا کہ افغانستان کے بارے میں پاکستان کا موقف واضح رہا ہے۔

جناب سپیکر: چودھری محمد حنیف صاحب آپ اس قرارداد پر بات کریں۔

چودھری محمد حنیف: بہتر ہے' جناب میں تعلیمی معیار کے بارے میں بات کرتا ہوں۔ یہ معیار بلاشبہ بہت ضروری ہے۔ اس کے لیے باقاعدہ طور پر آئین میں ترامیم لائی جائیں اور اس میں یہ اضافہ کیا جائے کہ کسی ممبر کے لیے کسی نہ کسی حد تک تعلیم کا معیار ہونا ضروری ہے۔ جناب سپیکر! اس سے پہلے بھی تعلیم کو عام کرنے کے لیے ادارے بنے تھے' لیکن پیپلز پارٹی کے دور میں یہ ادارے ختم کر دیئے گئے تھے۔ میں چاہتا ہوں کہ انہیں پھر بحال کیا جائے اور تعلیم بالغاں کے لحاظ سے بھی اس پر توجہ دی جائے۔ تاکہ تمام لوگوں تک تعلیم پہنچے اور وہ کچھ نہ کچھ پڑھنا لکھنا سیکھ جائیں اور

اگر وہ کبھی انگوٹھا لگانا چاہیں یا ہاتھ کھڑا کرنا چاہیں تو انہیں اس بات کا علم ہو کہ وہ کس بات پر ہاتھ کھڑا کر رہے ہیں' وہ کس چیز پر انگوٹھا لگا رہے ہیں۔ یہ چیز بہت ہی ضروری ہے۔ یہ ایک قانون ساز ادارہ ہے اور اس میں پڑھے لکھے لوگوں کا آنا نہایت ہی ضروری ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس ملک کے لیے بھی بہت بہتر ہوگا' اس ملک کی ترقی' فلاح کے لیے اور بہتر قانون بنانے کے لیے ضروری ہے کہ یہاں پڑھے لکھے اور تعلیم یافتہ لوگ آئیں۔

جناب سپیکر: شکریہ چودھری صاحب! وزیر قانون صاحب اس پر روشنی ڈالیں۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! میرے محترم بھائی چودھری محمد فاروق صاحب نے جو قرارداد پیش کی ہے' یہ قرارداد اس لحاظ سے بڑی important ہے' کہ تعلیمی معیار کی اہمیت کو کسی لحاظ سے بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔

چودھری اصغر علی گجر: جناب سپیکر! بس اتنا ہی کافی ہے۔

(قطع کلامیاں)

وزیر قانون: جناب والا! ان کا طرز عمل انتہائی نامناسب ہے۔

جناب سپیکر: ہم بنیاد کو نہیں دیکھتے ہم reasons دیکھتے ہیں' cause کو deal نہیں کرتے جناب والا! سب سے اہمیت کی حامل یہ بات ہے کہ ہمیں بنیادی طور پر تعلیم کو پھیلانا چاہیے' تعلیم کو عام کرنا چاہیے' اس وقت ہمارے ملک میں 76 فیصد لوگ زیور تعلیم سے محروم ہیں' جہاں تک میرا علم ہے کہ 24 فیصد کے قریب literacy rate ہے۔ جناب والا! ایسی صورت میں 76 فیصدی لوگوں کو الیکشن لڑنے سے محروم کر دینا اور پھر یہ کہ کسی آدمی کو تعلیمی لحاظ سے اس کی polularity کو test نہیں کیا جا سکتا' آدمی کم تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود بھی بہت popular ہو سکتا ہے اور کم تعلیم یافتہ لوگ اس اسمبلی میں رہے ہیں اور اب بھی موجود ہیں' جن کی contribution تعلیم یافتہ سے بھی زیادہ ہے اور جو تعلیم یافتہ ہیں' وہ زیادہ دلچسپی نہیں لیتے اور ان کی اتنی زیادہ contribution نہیں ہے' تعلیم بھی one of the factor ہے۔

جناب والا! ہماری حکومت ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے ذریعے سے یا جو ہمارا سوشل ایکشن پلان ہے' اس کے ذریعے کوشش کر رہی ہے کہ ہمارا تعلیم کا معیار بلند ہو اور ملک میں تعلیم کو زیادہ سے زیادہ پھیلایا جائے۔ آئین کے آرٹیکل 62 میں qualifications کا ذکر ہے' آئین کے آرٹیکل 63 میں disqualifications کا ذکر ہے۔ اس معزز ایوان میں ایسے اراکین رہے ہیں' ابھی کچھ دن پہلے اس

اسمبلی میں چودھری عبدالوکیل خان مرحوم کا ذکر کیا گیا جو کہ اتنے زیادہ تعلیم یافتہ نہیں تھے' لیکن سارے ایوان نے متفقہ طور پر ان کی بطور منتخب نمائندہ کارکردگی کو نہ صرف بنظر تفصیل دیکھا بلکہ قابل تقلید سمجھا۔ جناب والا! ان حقائق کے پیش نظر چودھری فاروق صاحب کے جذبات کو ہم قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کے جذبات کے بارے میں ہم مرکزی حکومت کو بھی آگاہ کریں گے کہ جو قرارداد ان کی طرف سے آئی ہے' یہ خاصی قابل غور ہے' ان کے کافی پہلوؤں پر غور کیا جانا چاہیے' لیکن یہ مسئلہ اس طرح سے حل ہو گا کہ ہم تعلیم کا معیار زیادہ سے زیادہ بڑھائیں اور تعلیم کو عام کریں تو تب ہی اس مسئلے کا صحیح حل نکل سکے گا' اس صورت حال کو مدنظر رکھتے ہوئے اور میں نے جو وضاحت کی ہے کہ ہم مرکزی حکومت کو بھی ان کے جذبات سے آگاہ کریں گے' اس کے پیش نظر میں سمجھتا ہوں کہ میرے فاضل بھائی اپنی اس قرارداد کو stress نہیں فرمائیں گے اور میں آپ کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ میں نے جو ساری تفصیل بیان کی ہے' اس کے مدنظر اس پر مزید کارروائی کی کوئی ضرورت نہیں۔

جناب سپیکر: تو چودھری محمد فاروق صاحب اپنی قرارداد کو stress نہیں کرتے ہیں؟

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! میں لاء منسٹر صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے میری قرارداد کو نہایت اہمیت کی حامل قرار دیا ہے اور میں ان ممبران اسمبلی ساتھیوں کا بھی شکرگزار ہوں کہ جنہوں نے میری قرارداد کے حق میں اور اس کی اہمیت اور اچھے پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے لیے اپنے جذبات کی اچھے طریقے سے ترجمانی کی ہے۔

جناب والا! میں نہیں سمجھتا کہ میرا موقف غلط ہے' البتہ fuss create کرنے کی بجائے جب وزیر قانون مجھے پورے ایوان میں یقین دہانی کرا رہے ہیں کہ وہ اپنے طور پر اس قرار داد کو پنجاب حکومت کے نوٹس میں بھی لائیں گے اور وفاقی حکومت سے بھی اس سلسلے میں اقدامات کرانے کی یقین دہانی کرائی ہے تو ان کی اس یقین دہانی کے پیش نظر اس توقع کے ساتھ کہ ان اسمبلیوں کے اندر تعلیم یافتہ لوگوں کو لانے کے لیے مثبت اور جلد اقدامات کیے جائیں گے۔ اس توقع اور امید کے ساتھ اور ان کی اس یقین دہانی پر میں اپنی قرارداد کو stress نہیں کرتا۔

جناب سپیکر: جناب ایس اے حمید صاحب کی قرارداد ہے' وہ تشریف نہیں رکھتے ہیں۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! چودھری صاحب اس مرحلے پر نہ تو قرارداد withdraw کر سکتے ہیں اور نہ ہی یہ کہہ سکتے ہیں کہ میں اسے press نہیں کرتا' اب یہ ایوان کی ملکیت ہے' اس

لحاظ سے آپ question اٹھا سکتے ہیں' ایوان چاہے تو اسے قبول کر لے' چاہے تو اسے مسترد کر دے۔

جناب سپیکر: جی' میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں' فرید احمد پراچہ صاحب نے بجا فرمایا ہے' چودھری فاروق صاحب اس stage پر کہ جب یہ قرارداد پیش کی گئی' اس پر بحث کی گئی تو اس کو اب وہ withdraw نہیں کر سکتے' اب یہ ایوان کی پراپرٹی ہے' یہ ایوان ہی withdraw کر سکتا ہے۔ چودھری فاروق صاحب اس کو press نہیں کرنا چاہتے تو کیا ایوان اسے withdraw کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

(رائے شماری کے بعد ایوان نے اس قرار داد کو withdraw کرنے کی اجازت دے دی)

جناب ایم لطیف مغل: جناب سپیکر! جب ایک محرک بذات خود کہتا ہے کہ میں قرارداد withdraw کرتا ہوں تو کیا پھر اسے یہ حق ہے کہ وہ "نہ" والوں کے حق میں ووٹ دے۔

جناب سپیکر: مغل صاحب! اب اس مسئلہ کو زیر بحث لانے کی کیا ضرورت ہے۔ ایس اے حمید صاحب کی قرارداد ہے اور وہ تشریف نہیں رکھتے' لہٰذا یہ lapse تصور ہوگی' اب ہمارے پاس تحریک التوائے کار 75 اور 174 بابت پنجاب کی نہروں کی ٹیلوں پر پانی کی قلیل دستیابی کے معاملات کے بارے میں مجلس قائمہ برائے آب پاشی و قوت برقی کی رپورٹ موصول ہوئی ہے' جس پر غور کیا جانا مطلوب ہے۔ اس امر کی بھی ایک تحریک ملک جلال دین ڈھکو صاحب اور ڈاکٹر ممتاز علی چودھری صاحب کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔ ملک جلال دین ڈھکو صاحب اپنی تحریک پیش کریں گے۔

ملک جلال دین ڈھکو: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

جناب فرید احمد پراچہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب والا! اس سے پہلے ایک قرارداد کے بارے میں آپ فیصلہ فرما چکے تھے۔ گندم کی قیمتوں کے سلسلے میں' میں نے تحریک التوائے کار بھی دی تھی' اس پر ایک متفقہ قرار داد تیار ہو چکی ہے' اس سلسلے میں میری یہ گزارش ہے کہ پہلے اسے پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: میں ملک جلال دین ڈھکو کو تحریک پیش کرنے کی اجازت دے چکا ہوں' اس کے بعد آپ پیش کریں۔ ملک جلال دین ڈھکو صاحب۔

## مجلس قائمہ برائے آب پاشی و قوت برقی کی رپورٹ کا پیش کیا جانا

ملک جلال دین ڈھکو: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔ "کہ تحریک التوائے کار نمبر 75

اور 174 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے آب پاشی و قوت برقی کی رپورٹ کو فی الفور زیر غور لایا جائے۔"

جناب سپیکر: ملک جلال دین ڈھکو صاحب کی طرف سے یہ تحریک پیش کی گئی ہے۔ "کہ تحریک التوائے کار نمبر 75 اور 174 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے آب پاشی و قوت برقی کی رپورٹ کو فی الفور زیر غور لایا جائے۔

وزیر قانون کو اس پر کوئی اعتراض نہیں' کسی کو بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں' اب سوال یہ ہے:

"کہ تحریک التوائے کار نمبر 75 اور 174 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے آب پاشی و قوت برقی کی رپورٹ کو فی الفور زیر غور لایا جائے۔"

(تحریک باتفاق رائے منظور ہوئی)

جناب سپیکر: اس پر ملک جلال دین ڈھکو صاحب بات کرنا چاہیں گے؟

ملک جلال دین ڈھکو: مورخہ 3 اکتوبر 1991ء کو جناب رانا اکرام ربانی صاحب' جناب علی حسن رضا قاضی' چودھری محمد فاروق' راجہ محمد بشارت' حاجی محمد افضل چن' منظور احمد مومل' جناب انتصار حسین بھٹی' جناب شاہد منظور گل' جناب آغا غلام حیدر' جناب میاں محمد امجد جوئیہ اور ملک سرفراز احمد کی طرف سے ایوان میں تحاریک التوائے کار نمبر 75 اور 174 پیش کی گئیں۔ یہ تحاریک نہروں پر بڑھتی ہوئی لاقانونیت کے واقعات اور اس کے نتیجہ میں ٹیلوں پر پانی کی شدید کمی اور کاشت کاروں میں بڑھتے ہوئے اضطراب کے بارے میں تھی۔ ان تحاریک کو جناب سپیکر صاحب نے منظور کیا اور مورخہ 6 اکتوبر 1991ء کو اس ایوان میں بات ہوئی' مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر مذکورہ تحاریک التوائے کار کو مجلس قائمہ برائے آبپاشی و قوت برقی کے سپرد کیا گیا تاکہ وہ اس پر اپنی رپورٹ پیش کر سکے' مجلس قائمہ کے متعدد اجلاس ہوئے۔ جس میں محکمہ نہر کے علاوہ' محکمہ خزانہ اور محکمہ قانون کے نمائندوں نے بھی شرکت کی۔ طویل غور و خوض کے بعد مندرجہ ذیل سفارشات مرتب کی گئیں۔

جناب والا! اس ضمن میں' میں یہ عرض کروں گا کہ پنجاب کا نہری نظام جو دنیا کے بہترین نہری نظاموں میں شامل ہوتا ہے' لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اس کی اصلاح کی بے حد ضرورت ہے۔ جب انگریز نے یہ نظام رائج کیا' اس وقت تو نہ اتنی آبادی تھی' نہ اتنے مسائل تھے اور نہ ہی یہ تقاضے

تھے کہ نہروں میں پانی کی کمی بیشی کے بارے میں گفتگو ہو سکے۔ آج بڑھتی ہوئی آبادی اور بڑھتے ہوئے مسائل کے پیش نظر وقت کا تقاضا ہے اور پنجاب میں جو بے بہا بنجر زمینیں پڑی ہیں اور ان بنجر زمینوں کو آباد کرنے کے سلسلے میں نہری پانی کی کمی کو شدت سے محسوس کیا گیا اور ٹیلوں پر خاص طور پر پانی کی کمی کو شدت سے محسوس کیا گیا۔ جناب والا! کئی ٹیلیں تو ایسی ہیں جہاں پانی سرے سے پہنچتا ہی نہیں اور زمینیں بے آباد ہیں' وہ لوگ پانی کنوؤں سے یا ٹیوب ویلوں کے ذریعے سے حاصل کرتے ہیں اور اپنی زمینوں کو آباد کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ مسئلہ ملک کی پروڈکشن میں کمی کا ایک بہت بڑا سبب ہے۔

جناب والا! اللہ تعالیٰ نے پنجاب کو دو قدرتی وسائل سے نوازا ہے' یعنی زمین اور پانی۔ جناب والا! میری بات بہت ضروری ہے' ذرا اس پر توجہ دی جائے۔ اس ایوان میں بڑی تقاریر ہوئیں اور زراعت کے متعلق بڑے بحث مباحثے ہوئے اور یہ بات شدت کے ساتھ محسوس کی گئی کہ پنجاب کا کاشت کار اس وقت تباہی کے دہانے پر کھڑا ہے اور پنجاب کا کاشت کار معاشی طور پر بہت کمزور ہو چکا ہے۔ ملک کی پروڈکشن کم ہو چکی ہے' بلکہ کاشت کار اس وقت قحط سالی کا شکار ہے۔ اس ضمن میں' میں یہ عرض کروں گا کہ زراعت کے بارے میں اتنی لمبی چوڑی تقاریر کی جائیں اور زراعت کے لئے پانی کے تقاضے نہ پورے کئے جائیں تو زراعت کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اس بات کا آپ سب کو بھی علم ہے۔ اس بارے میں حکومت پنجاب نے محسوس کیا اور شیخوپورہ میں سکارپ سکیم شروع کی۔ لیکن وہ سکارپ سکیم بھی فیل ہو گئی اور کامیاب نہ ہو سکی۔ کئی جگہوں پر انہوں نے متبادل بندوبست کیے۔ لیکن پانی کو صحیح طریقے سے نہیں پہنچایا جا سکا۔ اس ضمن میں' میں یہ عرض کروں گا کہ یہ سونا اگلنے والی زمین اور پنجاب کی یہ بہترین زمین جو کہ اس وقت پروڈکشن میں بہت پیچھے ہے۔ آپ دریائے ستلج کے دوسرے کنارے انڈیا کی طرف دیکھیں' پانچ پانچ ایکٹر زمین پر ٹیوب ویل لگا ہوا ہے۔ دس دس ایکٹر پر حکومت نے ٹیوب ویل لگوا کر دیئے ہوئے ہیں۔ لوگ خوش حال ہیں' زرعی زمین جب وہ کاشت کرتے ہیں تو اس سے پورا پورا استفادہ حاصل کرتے ہیں' جس کی وجہ سے پروڈکشن بھی بہت زیادہ ہے اور کم از کم انڈیا میں پنجاب کا حصہ بڑا خوش حال ہے۔ ہماری طرف دیکھیں جو بنجر علاقے میں پڑے ہیں اور اس کے علاوہ جو بہت بڑے جنگل ہیں' جن کو آباد کرنا حکومت کے لئے ناممکن نہیں' بلکہ اب بھی ممکن ہے۔ اگر کوشش کی جائے تو سب کچھ ممکن ہے۔ اس ضمن میں ہم نے کئی تجاویز پیش کی ہیں' یہ تجاویز جو تقریباً اکیس بائیس ہیں' جو ایوان میں پیش کی جائیں گی اور ایوان کو اس بات سے آگاہ کیا جائے گا۔ اس ملک کی زرعی زمین اب بھی کاشت ہو سکتی ہے۔ ہمارے

پاس وسائل موجود ہیں۔ اگر آب پاشی کے معاملات میں حکومت نے اس وقت توجہ دی تو میں چند ایک موٹی موٹی تجاویز پیش کروں گا۔ جناب والا! ایک تجویز تو ہم نے یہ پیش کی ہے کہ جہاں پر کوئی زمیندار بجلی کا ٹیوب ویل لگانا چاہے تو بجلی کا تمام خرچہ حکومت وقت برداشت کرے۔ پنجاب حکومت برداشت کرے' تاکہ ان بنجر زمینوں کو زیر کاشت لایا جائے' جو اس وقت بے آباد پڑی ہیں اور لوگ استفادہ حاصل نہیں کر سکتے۔

نمبر2 سکارپ ایریا میں جہاں پر پانچ کیوسک اور تین کیوسک کے ٹیوب ویل لگے ہوئے ہیں' وہ چونکہ اپنی عمر بھی پوری کر چکے ہیں' لہٰذا ان کی جگہ پر بجائے سرکاری ٹیوب ویل فراہم کرنے کے نجی ٹیوب ویل فراہم کیے جائیں اور وہاں پر ایک کیوسک اور آدھے کیوسک کے ٹیوب ویل لگائے جائیں اور تمام اخراجات کی سبسڈی دے کر چالو حالت میں زمیندار کو پیش کیا جائے' تاکہ غریب لوگ' غریب کسان' غریب کاشت کار جن کے سر پر بہت بڑا بوجھ ہے' اس سے استفادہ حاصل کر سکیں اور ملک کی پیداوار میں اضافہ ہو سکے۔ اگر اس ملک کا زرعی نظام تباہ ہو گیا تو پورے ملک کی معیشت تباہ ہو جائے گی اور ملک احسن طریقے سے نہیں چل سکے گا۔ اس بارے میں' میں نے اکیس' بائیس تجاویز بڑے غور و خوض کے بعد' چھ ماہ کی مدت میں تمام محکموں کو بلا کر اس ایوان میں پیش کی ہیں اور انہیں میں ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب والا! میں آخری بات یہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری تجاویز جو ہم نے ایوان کی میز پر رکھی ہیں۔ اسے اچھی طرح سے پڑھیں' ہم نے تو اپنی طرف سے اس پر بڑی محنت کی ہے اور کافی غور خوض کے بعد انہیں مرتب کیا ہے۔ لہٰذا میری یہ گزارش ہے کہ ان تجاویز کو ایوان کو بلا سوچے سمجھے منظور کرنا چاہیے' کیونکہ ملک کے مفاد میں یہ بہترین تجاویز ہیں اور اس سے ملک کی معاشی حالت بہتر ہوگی' اور کسانوں کی حالت بھی بہتر ہوگی۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب سپیکر: اس تحریک کے بارے میں کوئی اور صاحبان اظہار خیال کرنا چاہتے ہیں؟

ملک جلال دین ڈھکو: جناب والا! اگر آپ اجازت دیں تو میں پڑھ دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی؟

ملک جلال دین ڈھکو: جو سفارشات ہاؤس میں پیش کی گئی ہیں وہ میں تمام کی تمام پڑھ دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: وہ تو ہاؤس میں آ چکی ہیں' ٹیبل ہو چکی ہیں اور آپ اس پر اظہار خیال کر چکے ہیں۔ میرے خیال میں اب ان کو پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ملک جلال دین ڈھکو: اگر جناب والا ہاؤس ضرورت محسوس کرتا ہے تو میں پڑھ دیتا ہوں۔ تاکہ ساری سفارشات ہاؤس کے سامنے آجائیں۔

جناب سپیکر: ملک صاحب! آپ اس کو ٹیبل کر چکے ہیں اور اس پر آپ تقریر بھی کر چکے ہیں' اپنا اظہار خیال کر چکے ہیں۔ میرے خیال میں اب اس ساری کو پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ملک سرفراز احمد صاحب اس پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

ملک سرفراز احمد: شکریہ جناب سپیکر! یہ تحریک نہری پانی کو ٹیلوں تک پہنچانے کے متعلق تھی۔ جناب ڈھکو صاحب کی سربراہی میں کمیٹی نے کافی کام کیا ہے۔ لیکن جو اصل مقصد تھا' جس کے لیے یہ تحریک ایوان میں حاجی چن صاحب نے پیش کی تھی' اس معاملے کو اس میں مختصر طریقے سے چھیڑا گیا ہے۔ اس کے لیے اس میں صرف ایک کلاز لائے ہیں جو زیر دفعہ 430 اور 432 فوجداری سے متعلق ہے۔ یہ دونوں کلازیں ضابطہ وفاقی ہیں اور قومی اسمبلی میں اس کی ترمیم زیر تجویز ہے۔ جہاں تک ٹیلوں تک پانی پہنچائے جانے کا تعلق ہے' صوبائی کینال ڈرینج ایکٹ کی دفعہ 70 میں واضح ہے۔ میری التماس ہوگی کہ اس رپورٹ میں ترمیم کی جائے۔ اس کا سب سیکشن 17 ہے' اس میں ہر چیز جو پانی کو ٹیلوں تک جانے سے روکتی ہے' اس کا سدباب کیا گیا ہے۔ میں محکمے کی طرف سے حکومت پنجاب کو یہ التماس کروں گا کہ اس میں ایک ترمیم کریں کہ اس میں ایک provision موجود ہے۔ ہر درجہ اول کے مجسٹریٹ کو سرسری اختیارات بطور سپیشل مجسٹریٹ تفویض کیے جا سکتے ہیں۔ یہ سپیشل مجسٹریٹس' پولیس والے' نہر والے مل کر اگر ان ایام میں جب یہ پانی رواں ہوتا ہے' اس وقت یہ موقع پر دورہ کریں اور موقع پر crush bridges کو پکڑیں' موقع پر ان کو سزائیں دیں تو اس کے بہتر نتائج برآمد ہوں گے۔

ملک جلال دین ڈھکو: جناب والا! ملک سرفراز احمد صاحب نے یہ رپورٹ اچھی طرح پڑھی ہی نہیں۔ ہم نے نمبر3 آئٹم لی ہے اور یہ اس مجلس قائمہ میں شامل تھے' سب کینال کمیٹی میں ان کے مشورے سے یہ فیصلہ کیا گیا ہے۔ یہاں پر نمبر3 سپیشل کینال مجسٹریٹ کی تعیناتی' کمیٹی نے متفقہ طور پر سفارش کی کہ پانی کی چوری کے مقدمات کی سماعت کے لیے سپیشل کینال مجسٹریٹ ہونے چاہئیں' مزید یہ سفارش کی گئی کہ ارریگیشن زون پانچ میں ہر زون میں علیحدہ علیحدہ سپیشل کینال مجسٹریٹ تعینات کرنے چاہئیں۔ یہ کنال مجسٹریٹ کا تو ہم نے پہلے ہی فیصلہ کر دیا ہے۔ ہم نے اس بارے میں سفارش کر دی ہے' جو یہ بات کر رہے ہیں' وہ سفارش اس میں موجود ہے۔

جناب سپیکر: جی' شکریہ ملک صاحب!

ملک سرفراز احمد: جناب والا! یہ کینال ڈرینج ایکٹ کی دفعہ 70 جو ہے میری یہ التماس ہوگی' کیونکہ وزیر آب پاشی بھی موجود ہیں کہ اس میں اگر اس حد تک ترمیم کر دی جائے تو جہاں تک ٹیلوں تک پانی پہنچائے جانے کا تعلق ہے یا اس دفعہ میں ترمیم کرنے سے پانی کی روانی اور اگر موقع پر یہ سرسری عدالتیں بھی کام شروع کر دیں تو پانی پہنچ جائے گا۔ دفعہ 430 کے ساتھ پولیس والے جہاں پر انہوں نے اس کا تدارک کرنا ہے' دفعہ 379 کا اطلاق کر دیتے ہیں۔ دفعہ 430 قابل ضمانت ہے اور 379 قابل ضمانت نہیں ہے۔ جہاں پر جرم ناقابل ضمانت ہوگا' وہاں پر اس قسم کے جرائم رک جائیں گے۔ یہ ترمیم وفاقی حکومت کے زیر غور ہے۔ اس کے لئے اگر ہو سکے تو استدعا کی جائے کہ وہ جتنی جلدی بھی اس ترمیم پر عمل درآمد کروا دیں تو اس پانی کی چوری کو روکنے میں یہ ایک بہتر سدباب ہوگا۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: جی! شوکت داؤد صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔

چودھری شوکت داؤد: میں سمجھتا ہوں کہ کمیٹی کی جو سفارشات ہیں' اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کافی محنت کے بعد ترتیب دی گئیں ہیں۔ ہاؤس کو اس میں اس کی منظوری کے لیے ضرور حصہ لینا چاہیے۔ اس میں ایک بات میں عرض کرنا چاہتا تھا کہ جیسا کہ ہمارے پنجاب میں جو سکارپ کا معاملہ ہے' یا نیچے پانی کڑوا ہے اس سلسلے میں ہمیں ضرور کچھ ایسے اقدامات کرنے چاہئیں' جیسے میرے علاقے میں ایک ڈامبی کا علاقہ ہے' جہاں پر پانی بھی کڑوا ہے اور وہ پانی بھی چھ مہینے کے لیے ہوتا ہے۔ یہ ایسی جگہ ہے کہ لوگوں کو پینے کے لیے بھی پانی نہیں ملتا' تو اس سلسلے میں کچھ ایسے اقدامات کرنے چاہئیں' یعنی ٹیوب ویلز وغیرہ' جیسے یہاں پر وزیر اعلیٰ صاحب نے بھی اپنی بجٹ تقریر میں کہا تھا کہ سکارپ کے علاقہ میں جہاں لوگ پرائیویٹ طور پر ٹیوب ویل لگائیں گے ان کو subsidise کیا جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جہاں سکارپ کا علاقہ ہے' وہاں پانی کڑوا ہے اور وہ ٹیوب ویلز ارریگیشن purpose کے لیے تو استعمال نہیں ہو سکتے' کیونکہ کڑوا پانی آب پاشی کے لیے استعمال نہیں ہو سکتا' لیکن واٹر لیول کو نیچا کرنے کے لیے تو یہ ہو سکتا ہے۔ ایسے علاقوں کے لیے ضرور کوئی نہ کوئی ایسی تجویز ہونی چاہیے۔ بلکہ ہمارے علاقے میں ایک شہر امریکن aid سے بن رہی تھی' اس کو drop کر دیا گیا۔ جس سے میں سمجھتا ہوں کہ دو یونین کونسلز ایسی ہیں' جہاں پر پانی کڑوا ہے' اسی لیے ہمیں پینے کے لیے بھی پانی نہیں ملتا۔ یہ چھ مہینے کا پانی ہے یا تو اس کو سالانہ پانی کے لیے استعمال کیا جانا

چاہیے' یا پہلے جو محکمہ سکارپ میں رحیم یار خان کے تحت ایک نہر تھی' اگر دوبارہ اس پروگرام کو شروع کیا جائے تو بہتر ہوگا۔ اسی طرح سے میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے پنجاب میں جو ایسے علاقے ہیں جہاں ٹیلیں ہیں اور نیچے پانی کڑوے ہیں یا اس طرح کی مشکلات ہیں پانی چھ مہینے کے لیے ہے۔ ان کے لیے کوئی نہ کوئی تجویز ضرور اس کمیٹی میں شامل کرنی چاہیے۔ شکریہ۔

چودھری محمد اعظم چیمہ : جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے یہ موقع فراہم کیا۔ کمیٹی کی طرف سے ہاؤس میں جو سفارشات پیش کی گئی ہیں' وہ ایک بڑا اہم مسئلہ ہے۔ یقیناً اس پر محنت کی گئی ہے اور جو جو تکالیف ہیں' ان کا بھی اظہار کیا گیا ہے۔ ان کا حل بھی تجویز کیا گیا ہے' جیسا کہ میرے بھائی ملک سرفراز احمد صاحب نے کہا۔ جناب والا! اس رپورٹ کے ساتھ اس کمیٹی کی جانب سے ریزولیوشن بھی ساتھ لف ہے۔ یہ ریزولیوشن اس وقت ہاؤس میں پیش ہو چکا ہے۔ میری استدعا ہے کہ اس ریزولیوشن کا بھی خیال فرمایا جائے اور اس کو ہاؤس میں پیش کیا جائے اور اس کو carry کروایا جائے۔ میری دوسری گزارش یہ ہے کہ گو کینال اینڈ ڈرینج ایکٹ پنجاب کی ملکیت ہے اور اس میں ترمیم ہو سکتی ہیں۔ لیکن اس ایکٹ کا حل کمیٹی کی سفارشات کے مطابق ضابطہ فوجداری کے ساتھ تعزیرات میں ہے۔ جہاں تک پی پی سی کا تعلق ہے' وہ مرکزی حکومت کے دائرہ اختیار میں ہے اور صرف قومی اسمبلی اس میں ترامیم کر سکتی ہے۔ میں آپ کی وساطت سے محترم وزیر سردار ذوالفقار علی کھوسہ صاحب سے عرض کروں گا کہ وہ مہربانی فرمائیں اور محکمے کی طرف سے کینال اینڈ ڈرینج ایکٹ میں ترمیم کے لئے بھی move کریں۔ اس سے پہلے بھی وہ اس موضوع پر بات کر چکے ہیں اور مرکزی حکومت کو ایک ریزولیوشن اس اسمبلی کی طرف سے ارسال کیا جائے' تاکہ تعزیرات میں ترمیم کی جائے۔ جب تک آج کے دور کے مطابق سزاؤں کو enhance نہیں کیا جائے گا ہمارا مقصد پورا نہیں ہوگا۔ آخر میں مجھے آپ سے استدعا کرنی ہے۔ جہاں تک اصل بات جو چلی تھی' وہ ٹیل پر پانی پہنچنے یا نہ پہنچنے کے بارے میں تھی۔ عالی جاہ! وہ ایک ایگزیکٹو مسئلہ ہے۔ آپ کی وساطت سے میری استدعا ہوگی کہ خاص طور پر کئی علاقوں میں اس قسم کی شکایات ہیں' کئی مائنروں میں پانی نہیں پہنچ سکا۔ میں آج آپ کی وساطت سے سردار صاحب کے نوٹس میں لاتا ہوں کہ میرے حلقے میں کل سولہ مائنر ہیں۔ ان میں چار مائنر ایسے ہیں' جن میں ایک نت مائنر اور ایک وزیر مائنر ہے' جس میں آج تک ٹیلوں پر پانی کبھی نہیں پہنچ سکا۔ اس کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو کمیٹی نے اس پر غور فرمایا ہے کہ وہاں کناروں کی ٹوٹ پھوٹ ہوتی ہے اور پانی چوری ہوتا ہے۔ دوسرے میری عرض یہ

ہے کہ محکمہ انہار والے اس وقت تک' اس قدر پانی نہیں چھوڑتے' نہروں اور مائنروں میں اگر سات کیوسک کی ضرورت ہو تو کسی سال وہ نو کیوسک چھوڑ دیتے ہیں اور کسی سال پانچ یا چھ کیوسک تک اکتفا کرتے ہیں' تو میری یہ استدعا ہے کہ ٹیل پر پانی پہنچنے کے لیے ضرورت کے مطابق اور وافر مقدار میں پانی چھوڑنا ضروری ہوگا۔ یہ ایک ایگزیکٹو مسئلہ ہے۔ دوسرے اس کے مطابق کینال اینڈ ڈرینج ایکٹ میں ترمیم کا مسئلہ ہے۔ تیسرے اس کو effective بنانے کے لیے تعزیرات میں ترمیم کے لیے قومی اسمبلی سے استدعا کرنی ہوگی۔

جناب سپیکر: ملک صاحب! آپ بات کرنا چاہتے ہیں؟ فرمایئے۔

ملک محمد طیب خان اعوان: جناب سپیکر! میں نے اسی قسم کا سوال اسی اسمبلی میں پیش کیا تھا۔ کیونکہ ٹیلوں پر ان غریب لوگوں کی حالت جنہیں پانی ملتا ہی نہیں۔ لیکن آبیانہ ان سے وصول کیا جاتا ہے۔ میری استدعا ہوگی کہ اگر پانی کا مکمل انتظام نہیں ہو سکتا تو ٹیل والے علاقوں سے ٹیوب ویل کے پانی کا بھی آبیانہ وصول ہوتا ہے اور اس میں انہیں کوئی رعایت نہیں ہوتی۔ میری یہ استدعا ہے کہ جہاں بجلی ہے' وہاں ان کے کنکشنوں کے بل معاف کیے جائیں اور جہاں بجلی نہیں ہے' وہاں کے لوگوں کو ٹیوب ویلوں میں کوئی نہ کوئی سبسڈی دی جائے تاکہ لوگ زرعی مقاصد میں فائدہ اٹھا سکیں۔ جب تک نہروں کی ری ماڈلنگ نہیں کی جائے گی' جب تک ان کے کناروں کو مضبوط نہیں کیا جائے گا' پانی ٹیلوں تک نہیں پہنچ سکے گا تو ساتھ ساتھ میری یہ بھی استدعا ہوگی کہ نہریں 1930ء میں بنائی گئی ہیں اور اس وقت سے لے کر آج تک ان کی ری ماڈلنگ نہیں ہوئی۔ ان کے کناروں کو مضبوط نہیں کیا گیا۔ جب تک ان کے کناروں کو مضبوط کرنے کے لیے فنڈ نہیں دیے جائیں گے' یہ کنارے مضبوط نہیں ہوں گے اور ٹیلوں تک پانی نہیں پہنچ سکے گا' تو میری یہ استدعا ہوگی کہ پنجاب حکومت ان کے لیے فنڈ مہیا کرے' تاکہ ری ماڈلنگ کر کے یہ کنارے مضبوط ہوں اور پانی ٹیلوں تک پہنچ سکے۔

جناب سپیکر: ملک محمد عباس کھوکھر صاحب۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر: جناب سپیکر! جلال دین ڈھکو صاحب نے جو رپورٹ پیش کی ہے' اس کے بارے میں' میں تھوڑی سی وضاحت کرنا چاہتا ہوں' جو ٹیوب ویل سکارپ ایریا میں لگائے گئے تھے' ان کے نیچے کا پانی کھارا تھا۔ ان کے کامیاب نہ ہونے کی وجہ یہی تھی کہ وہاں نیچے کا پانی آب پاشی کے لیے ناقابل استعمال ہے اور جب اس کو استعمال کیا گیا تو بجائے سیم و تھور ختم ہونے کے سیم

اور تھور میں اضافہ ہو گیا۔ وہاں ٹیوب ویل لگا کر کھارے پانی کا استعمال بجائے فائدے کے الٹا نقصان دہ ہے۔ اس لیے میں گزارش کروں گا کہ اصل مسئلہ تو ٹیل پر پانی پہنچانے کا ہے۔ ٹیل پر پانی پہنچانے کے لیے جہاں نیچے کا پانی اچھا ہے' وہاں پر میں گزارش کروں گا کہ یہ تھوڑا سا اضافہ کریں اور وہاں پر ٹیوب ویل لگائے جائیں۔ سرکار اپنے خرچ پر وہاں ٹیوب ویل لگا کر تین چار میل تک جہاں پانی نہیں پہنچتا' پانی فراہم کرے۔ بے شک لوگوں سے اس کا بل وصول کریں۔ لیکن وہاں پانی دیا جائے۔ اس طرح کہ وہاں ٹیوب ویل لگائے جائیں۔ اگر کھارے پانی کی جگہ ٹیوب ویل لگائے جائیں گے اور جس طرح ملک صاحب نے فرمایا ہے کہ وہاں پرائیویٹ آدمیوں کو دیے جائیں تو پرائیویٹ آدمیوں کو بھی دینے کا یہاں کوئی فائدہ نہیں۔ پرائیویٹ آدمیوں کو دینا ہے تو وہاں دیے جائیں جہاں نیچے کا پانی اچھا ہے۔ جہاں کھاری پانی ہے' وہاں نہروں میں پانی کا اضافہ کر کے آب پاشی کی جائے تو سیم اور تھور بھی ختم ہو سکتی ہے' اور اس سے فائدہ بھی ہو سکتا ہے۔ وہاں ٹیوب ویل لگانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ وہاں ٹیوب ویل نہروں کے ساتھ لگائیں' تو ان کا بھی کوئی فائدہ نہیں' کیونکہ وہ نہروں کا پانی ہے اور ساتھ ہی انہوں نے نہروں میں پھینک دیا ہے۔ اس لیے میں گزارش کروں گا کہ ہمارے حلقے میں نیچے کا پانی اچھا ہے اور وہاں پانی کی ٹیلوں پر بڑی کمی ہے۔ وہاں ٹیلوں پر ششماہی پانی ہے۔ میں گزارش کروں گا کہ ٹیوب ویل لگا کر وہاں لوگوں کو پانی مہیا کیا جائے۔ میں یہی گزارش کروں گا کہ بجائے کھارے پانی کے جہاں پانی اچھا ہے' وہاں ٹیوب ویل لگانے کی اجازت دی جائے۔ سبسڈی جو پہلے گورنمنٹ دے رہی تھی' انہوں نے وہ بھی ختم کر دی ہے۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ کم از کم ان علاقوں میں جہاں نیچے کا پانی اچھا ہے' وہاں سبسڈی ضرور دی جائے اور وہاں پرائیویٹ ٹیوب ویل لگانے کے لئے لوگوں کو کچھ نہ کچھ امداد دی جائے۔ میں ان گزارشات پر اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں ابھی دو اور صاحبان اس پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

وزیر آب پاشی و قوت برقی: اگر میری بات سن لی جائے تو میرے خیال میں اس پر مزید بحث یا تقریر کرنے کی وجہ نہیں رہے گی۔

جناب سپیکر: آپ ابھی بات کریں گے یا ان کے بعد وائنڈ اپ کریں گے۔

وزیر آب پاشی و قوت برقی: جناب سپیکر! میں اس کمیٹی کی رپورٹ کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ شاید ممبران کے شکوک و شبہات دور ہو جائیں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے! میرے خیال میں پہلے منسٹر ار یگیشن کی بات سن لی جائے۔

وزیر آب پاشی و قوت برقی: جناب والا! جیسا کہ آپ جانتے ہیں متعلقہ محکمے کا وزیر مجلس قائمہ کا ex-officio ممبر ہوتا ہے۔ جب بھی مجلس قائمہ کی میٹنگ زیر صدارت جناب ملک صاحب ہوئی' میں اس میں موجود رہا ہوں۔ اس میں ہر ممکن پہلو کا جائزہ لیا گیا۔ اس میں کمیٹی کے اراکین کی رائے لی گئی' ماہرین کے اعتراضات سنے گئے یا ماہرین کی سفارشات بھی سنی گئیں' جو کہ ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے یا محکمہ خزانہ کی طرف سے یا دیگر متعلقہ محکموں کی طرف سے جو مدعو کیے جاتے تھے' ان کی بھی رائے سنی گئی۔ ان کی مشکلات سنی گئیں۔ محکمہ قانون کی طرف سے بھی وہاں نمائندے موجود ہوتے تھے اور جہاں کوئی قانونی نکتہ اٹھتا تھا' تو اس میں ان سے رائے لی گئی۔ ان تمام چیزوں کی چھان بین کرنے کے بعد اس کمیٹی نے یہ رپورٹ تیار کی۔ اس رپورٹ کو حتمی شکل دینے سے پہلے جناب چیئرمین مجلس قائمہ نے مجھے یہ فرمایا تھا کہ کہ اگر آپ اور میں اکیلے علیحدہ بیٹھ جائیں اور اس کی وہ سفارشات بھی دیکھ لیں جو قابل عمل ہوں اور جو قابل عمل نہ ہوں۔ ایسی سفارشات کرنا بے سود ہوگا' جو قابل عمل نہ ہوں۔ اب قابل عمل نہ ہونے والی سفارشات شاید اس کیٹگری میں آ جائیں گی جہاں فنڈ کی بہت بڑی مقدار میں ضرورت ہوگی۔ مثلاً ابھی یہاں ملک طیب صاحب رکن صوبائی اسمبلی نے فرمایا ہے کہ جب تک ان تمام نہروں کی مائنرز کی ری ماڈلنگ نہیں ہوگی' brick lining نہیں ہوگی' تب تک ٹیلوں پر پانی پہنچانا ممکن نہیں ہوگا۔ میں اس میں یہ عرض کروں گا کہ جب تک حکومت پنجاب کے پاس اس قدر فنڈز دستیاب نہ ہوں' تب تک ساری نہروں کی ری ماڈلنگ اور سارے مائنر کی brick lining کرنا ناممکن ہوگا۔

اسی طرح ٹیوب ویلز کے بارے میں کہا جا رہا ہے۔ جناب والا! سکارپ سکیم کے بیشتر ٹیوب ویلز بیس بائیس سال سے زیادہ عمر کے ہیں۔ یہاں جو بھی میرے کاشت کار بھائی بیٹھے ہیں' وہ جانتے ہیں کہ ایک ٹیوب کی لائف تقریباً بارہ سے پندرہ سال ہوتی ہے۔ اس لیے بہت زیادہ ٹیوب ویلز ناکارہ ہوتے جا رہے ہیں اور ان کو مسلسل چالو رکھنا محکمے کے لیے بہت محال ہوتا جا رہا ہے۔ اس سلسلے میں حکومت پنجاب ایک پالیسی پر اس وقت بھی غور کر رہی ہے کہ پنجاب بھر میں جتنے سکارپ ٹیوب ویل ہیں' ان کو پبلک سیکٹر سے نکال کر پرائیویٹ سیکٹر میں دے دیا جائے اور یہ تجویز زیر غور ہے اور ظاہر ہے جناب سپیکر! آپ اس مسئلے کو سمجھتے ہوں گے کہ اسے phase out کر دیا جائے' کیونکہ یہ تقریباً 8 ہزار کچھ سو ٹیوب ویلز کا مسئلہ ہوگا۔ کیونکہ ناکارہ ٹیوب ویلز پر بار بار اخراجات کرنے سے اخراجات زیادہ ہو جاتے ہیں اور سو فیصد سبسڈی پر چھوٹے capacity کے ٹیوب ویلز بور کر کے تیار کر کے

کاشت کاروں کے سپرد کر دیئے جائیں۔ یہ تجویز بھی زیر غور ہے۔ کھارے پانی کے بارے میں یہاں پر ذکر کیا گیا۔ جناب والا! کھارے پانی کو کاشت کاری کے لیے استعمال نہیں کرتے۔ ہمارے پانی کو ٹیوب ویلز کے ذریعے واٹر ٹیبل کو نیچے رکھنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور drains کے ذریعے ان کو ضائع کیا جاتا ہے۔ کھارا پانی کاشت کاری کے لیے استعمال کرنا واقعی کوئی دانش مندی نہیں۔ جہاں کھارے پانی کا مسئلہ ہے' وہاں گورنمنٹ ٹیوب ویلز کو abandon کرنے کا نہیں سوچتی۔ جہاں پر وہ پانی برائے کاشت کاری استعمال نہیں ہو سکتا' وہاں وہ سکیم بدستور گورنمنٹ کی تحویل میں رہے گی۔ اس میں بعض ایسی سفارشات کی گئی ہیں' جہاں قانونی ترمیم کی ضرورت ہوگی' تو وہ ویسے بھی میں نے چیئرمین سٹینڈنگ کمیٹی کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ انہیں محکمہ قانون کے ساتھ بیٹھ کر مشورہ کرنا پڑے گا اور وہ باقاعدہ بذریعہ اسی ایوان کے ترمیم کی جائیں گی۔ میں عرض یہ کرتا ہوں کہ محکمے کو اس کمیٹی کی تجاویز سے کوئی بنیادی اختلاف نہیں۔ میں پھر عرض کروں گا کہ جہاں صرف measures administrative اختیار کرنے ہیں' ہم ہر ممکنہ کوشش کریں گے کہ اس کمیٹی کی سفارشات کو عملی جامہ پہنایا جائے۔ جہاں فنڈز کی بات ہوگی۔ جہاں قوانین میں ترمیم کی بات ہوگی' وہ بھی اس ایوان کے سامنے پیش ہو جائے گا۔ جناب والا! بنیادی طور پر میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں اس سفارشات سے اختلاف نہیں' ہم ہر ممکنہ کوشش کریں گے کہ یہ مسئلہ جس بنیاد پر سٹینڈنگ کمیٹی کے سپرد کیا گیا تھا' وہ یہ تھا کہ چھوٹے کاشت کاروں کو ٹیلز پر پانی پہنچانا۔ اس سلسلے میں جناب والا! آپ کے علم میں ہے اور سارے ایوان کے علم میں ہے کہ گزشتہ سال دوران closure وزیر اعلیٰ پنجاب کی خصوصی ہدایت پر بھل صفائی مہم چلائی گئی اور میرے ساتھی اس ایوان کے معزز ارکان یہ تسلیم کریں گے کہ چار ہزار ایک سو کچھ میل جہاں بھل صفائی کی مہم چلائی گئی' وہاں پانی کی صورت یقیناً بہتر تھی۔ اس طرح اس سال بھی انشاء اللہ بھل صفائی مہم چلانے کا ہمارا ارادہ ہے۔ یہ مہم اس لیے جناب سپیکر! چلائی جاتی ہے کہ اپنی مدد آپ کے تحت کہ حکومت کے پاس فنڈز کی کمی ہے' ورنہ یہ نہیں کہ حکومت کی اس طرف عدم توجہی ہے۔ فنڈز کی کمی ہونے کی وجہ سے یہ مسئلہ جہاں تک پانی نہیں پہنچتا' چھوٹے کاشت کار کو یا بڑے کاشت کار کو درپیش ہے۔ میں پھر یہ عرض کروں گا کہ ان کی سفارشات سے ہمیں اختلاف نہیں۔ جہاں تک ایگزیکٹو ہو سکتا ہے۔ جہاں تک ایڈمنسٹریٹو ہو سکتا ہے' ہم اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے اور باقی معاملات جو صوبائی حکومت کے پیش کرنے کے ہوں گے' مثلاً فنڈز کی request ہے یا جو قانون میں ترامیم کرنی ہوں گی' وہ یہاں پیش ہوں گی۔ اب

میں جناب سے اجازت چاہوں گا۔

جناب سپیکر: جی شکریہ! صوفی محمد بشیر صاحب' اس پر مزید بات کرنا چاہیں گے۔ صوفی محمد بشیر صاحب' چودھری خادم حسین صاحب' اور چودھری مسعود احمد صاحب' یہ تین صاحبان اب بات کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد اس لسٹ میں اور اضافہ نہیں ہوگا' تو وزیر آب پاشی کی بات کے بعد اور ملک جلال دین ڈھکو صاحب جو اس سٹینڈنگ کمیٹی کے چیئرمین ہیں' ان کی سفارشات سننے کے بعد آپ اس میں مزید contribute کرنا چاہتے ہیں تو میں آپ کو اجازت دیتا ہوں۔ صوفی محمد بشیر صاحب ارشاد فرمائیں۔

صوفی محمد بشیر: جناب سپیکر! میں جناب کا انتہائی ممنون ہوں کہ جناب نے مجھے اظہار خیالات کا موقع عطا فرمایا۔ ممبران سٹینڈنگ کمیٹی نے انتہائی کوشش اور تگ و دو کے بعد جتنی سفارشات مرتب کی ہیں' جائز اور مناسب ہیں۔ جہاں تک ٹیلوں تک پانی میسر نہ آنے کا تعلق ہے' اس میں زیادہ تر پانی میں چوری چکاری ہوتی ہے۔ قانون میں لامحالہ ترمیم ہونی چاہیے۔ تاکہ یہ معاملات ختم ہونے سے ٹیلوں کو پانی مل سکے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں کچھ جناب کے توسط سے جناب وزیر آب پاشی سے یہ استدعا بھی کروں کہ بعض معاملات ایسے ہیں' جس سے پانی کی کمی دور بھی ہو سکتی ہے' لوگوں کو روزگار بھی مہیا ہو سکتا ہے۔ افراط زر کا خاتمہ بھی ہو سکتا ہے اور زرعی اجناس کی پیداوار میں اضافہ بھی ممکن ہو سکتا ہے۔ ہمارے ضلع بہاول نگر کی جملہ تحصیلات اور ضلع بہاول پور کی تحصیل حاصل پور کو دو انہار صادقیہ اور فورڈ جو ہیڈ سلیمانکی سے نکل رہی ہیں' سیراب کر رہی ہیں۔ ان دونوں انہار کو پختہ کر دیا جائے' کیونکہ کچی انہار ہونے کی بناء پر یہ تقریباً 14 سو کیوسک پانی جو زمین جذب کر رہی ہے' جس سے سیم اور تھور بھی پیدا ہوتی ہے وہ ضائع ہونے سے بچ جائے گا اور پانی کی کمی کا بھی تدارک ہو سکے گا' بلکہ اس میں یہ بھی ہو سکے گا کہ تقریباً ڈیڑھ لاکھ ایکٹر رقبہ اور بھی سیراب ہو سکے گا' جو اب بالکل جنگل اور بیابان کی شکل میں پڑا ہے۔ ان انہار کو پختہ کرنے کے لیے فنڈز کی بھی ضرورت نہیں۔ اس کے درخت بذریعہ نیلام عام فروخت کر دیئے جائیں اور ڈیڑھ لاکھ ایکٹر رقبہ جو کسی وقت قیام پاکستان سے پہلے زیر آبپاش رہ چکا ہے' اسے بذریعہ نیلام عام فروخت کر دیا جائے' تو اس سے افراط زر کا مسئلہ حل ہو سکے گا اور جو انہار پر لاگت آنی ہے' وہ بھی گورنمنٹ کے خزانے پر بھار نہیں پڑے گا۔ یہ ڈیڑھ لاکھ ایکٹر رقبہ آباد ہونے سے تقریباً یہ 8000 چکوک آباد ہوں گے۔ یہ چھ ہزار مربع بنے گا اور اس پر تقریباً 12 ہزار خاندان آباد ہو سکیں گے اور ایک خاندان میں

اگر پانچ افراد بھی شامل کیے جائیں تو ساٹھ ہزار افراد کو روزگار مہیا ہو سکے گا اور یہ بھی میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے علاقے سے پانی کی کمی کا مسئلہ بھی حل ہو سکے گا اور انہار کی وارہ بندی بھی ختم ہو سکے گی۔ یہ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ زرعی پیداوار میں ہمارے ہی علاقے سے ایک لاکھ ٹن گندم پینتیس چالیس ہزار ٹن شوگر۔ پینتیس چالیس ہزار ٹن کپاس اور سات آٹھ ہزار ٹن دھان اور سات آٹھ ہزار ٹن ایلس اور سات آٹھ ہزار ٹن دانے بھی فراہم ہو سکیں گے۔ اگر تجرباتی طور پر ایک ہی علاقے میں ایسی سکیم کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے تو ہمارے لئے پانی کا مسئلہ بھی حل ہو سکے گا۔ سیم اور تھور بھی ختم ہو سکے گی۔ انہی مفروضات پر میں اپنی گفتگو کا اختتام کرتا ہوں۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: چودھری مسعود احمد صاحب!

چودھری مسعود احمد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! آپ کا شکریہ اور بڑی مہربانی۔ گزارش یہ ہے کہ اس سٹینڈنگ کمیٹی کی رپورٹ میں نے دیکھی ہے۔ میری اس سلسلے میں دو تین منٹ کی گزارشات ہیں۔ پہلی گزارش تو یہ ہے کہ سٹینڈنگ کمیٹی کی جو میٹنگ چیئرمین صاحب نے کی ہے' اس میں بہت سی بنیادی چیزوں کا ذکر نہیں ہے۔ میری استدعا ہے کہ اگر ازراہ کرم دوبارہ سٹینڈنگ کمیٹی کا قیام اور اس پر دوبارہ ایک میٹنگ ہو جائے تو اس میں ہم اپنے معاملات بہتر طریقے سے سٹینڈنگ کمیٹی کے چیئرمین صاحب کو پیش کر سکیں گے۔

جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ اس میں پہلی بات تو یہ ہے کہ ضلع رحیم یار خان کی نمائندگی اس میں نہیں ہے۔ ہمارا کوئی ممبر اس میں شامل نہیں ہے۔ دوسری گزارش یہ ہے کہ اس میں دو بنیادی چیزوں کی نشان دہی میں آپ کے توسط سے کرتا ہوں کہ محکمہ ایریگیشن میں جو قانون ہے' اس میں نکے اور کھالوں کی منظوری کے لئے اتنا لمبا طریق کار ہے کہ 1954ء کی الاٹمنٹ سے لے کر لوگوں کو ابھی تک ان سے نکے ہی منظور نہیں ہو رہے اور کھالوں کی منظوری بھی نہیں ہو رہی۔ میرے حلقے خصوصاً ڈسٹرکٹ رحیم یار خان میں چولستان ایریا کافی لمبا چوڑا ہے۔ اس میں نہروں کا نظام کافی بوسیدہ ہے۔

میاں شہباز احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: میاں شہباز احمد صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں۔

میاں شہباز احمد: جناب سپیکر! ہمارے پنجاب کے بزرگوں کی ایک روایت تھی کہ وہ سر پر پگڑی

باندھتے تھے اور اونچے شملے والی پگڑی باندھتے تھے۔ پھر پاکستان بننے سے پہلے یہاں پر انگریز آئے۔ انہوں نے اس پگڑی کو بدنام کرنے کے لیے اور ہمارے بزرگوں کی روایت کو توڑنے کے لیے یہ پگڑی عام بیروں' ویٹروں کو شملے والی پگڑی پہنا دی۔ جیسے آج ہماری اسمبلی میں ہمارے جو یہاں پر گیٹ کیپر ہیں' انہوں نے یہ پگڑیاں پہنی ہوئی ہیں۔ (قطع کلامیاں) میں سمجھتا ہوں کہ اس پر بحث کے لیے ایک دن مقرر کیا جائے کہ یہ پنجاب کی ایک نشانی ہے۔ یہ اونچا شملہ اور پگڑی ہمارے بزرگوں کی ایک نشانی ہے۔ اس کے لیے ایک دن مقرر کیا جائے' ہم اس پر بحث کریں کہ یہ پنجاب میں جو ہمارے بزرگوں کی ایک عزت تھی۔ جس پر ان کا ایک نام تھا۔ ایک وقار تھا۔ جس سے آج دلا بھٹی اور تمام وہ بزرگ شرمندہ ہیں جو پنجاب کا ز لے کر اٹھے تھے۔ آج ہم ان کو شرمندہ تعبیر نہیں دیکھنا چاہتے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس کاز کو آگے لے کر چلیں اور ہمارا جو پنجاب کا ایک طرّہ پگڑی' شملہ تھا' اس کے لیے ایک دن مقرر کریں۔ اس پر بحث کریں تاکہ یہ جو پورے پنجاب میں ہوٹلوں میں اور مختلف جگہوں پر ویٹروں کو بیروں کو گیٹ کیپروں کو یہ پگڑی پہنا دی گئی ہے' اس کے لیے میں سخت احتجاج کرتا ہوں اور میں درخواست کرتا ہوں کہ اس کے لئے آپ ایک دن مقرر کریں تاکہ اس بزرگوں کی نشانی کو بچایا جاسکے اور یہ عزت کا نشان قائم و دائم رہ سکے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ فوزیہ بہرام: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: بیگم صاحبہ! پوائنٹ آف آرڈر پر پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔ مجھے پہلے اس کو dispose of کرنے دیجئے۔ اس کے بعد آپ بات کیجئے۔

تو میں اس بارے میں جو میاں شہباز احمد صاحب نے پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا ہے۔ میں ان کو بھی اور معزز ایوان کو بھی یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ پوائنٹ آف آرڈر اس مسئلے کے بارے میں ہاؤس میں اٹھایا جا سکتا ہے جو مسئلہ فی الوقت ہاؤس میں زیر بحث ہو' تو کیا یہ پگڑی کا مسئلہ ہاؤس میں زیر بحث ہے' جس پر پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا گیا ہے۔

میاں شہباز احمد: جناب سپیکر! یہ مسئلہ ہاؤس میں زیر بحث نہیں ہے' لیکن یہ زمینداروں کا مسئلہ ہے۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ تشریف رکھیں۔

جناب سہیل ضیاء بٹ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: تشریف رکھیے۔ بٹ صاحب تشریف رکھیے۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر جو ہیں یہ بھی قواعد و ضوابط کے تحت اٹھائے جاسکتے ہیں اور اس معاملے کے بارے میں اٹھائے جاسکتے ہیں جو معاملہ ایوان میں زیر بحث ہو۔ اس وقت ایوان میں جو معاملہ زیر بحث ہے وہ نہری پانی کے مسئلے کے بارے میں ہے۔

میاں شہباز احمد: جناب سپیکر! یہ زمین داروں کا مسئلہ ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ بٹ صاحب! تشریف رکھیں' تو اس وقت جو معاملہ زیر بحث ہے' وہ نہری پانی کے معاملات کے بارے میں اصلاح کا پہلو ہے۔ ہماری سٹینڈنگ کمیٹی نے اس پر کافی عرق ریزی کرنے کے بعد جو اس کا نچوڑ نکلا ہے' اس کی سفارشات ایوان کے سامنے زیر بحث ہیں۔ اس پر معزز اراکین اسمبلی بات کر رہے ہیں' تو میاں شہباز احمد صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر جو ہے' چاہے وہ کتنی بھی اہمیت کا حامل ہو' لیکن وہ باضابطہ نہیں ہے' میں اسے خلاف ضابطہ قرار دیتا ہوں اور محترمہ فوزیہ بہرام صاحبہ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتی ہیں۔

محترمہ فوزیہ بہرام: جی میں یہی کہنا چاہ رہی تھی کہ شہباز صاحب کی یہ عادت ہے کہ جتنا مرضی سنجیدہ مسئلہ ہو رہا ہو' اس میں اچانک کھڑے ہو کر ایک دور کی کوڑی لا کر ایک پوائنٹ آف رڈر اٹھا دیتے ہیں۔ ان کو اب یہ پریکٹس بند کرنی چاہیے۔

دوسرا ٹھیک ہے' پگڑی پر انہوں نے جو بحث کرنی ہے' اس پر قرارداد دے دیں' جو بھی کریں' لیکن دو تین دفعہ انہوں نے کہا کہ ویٹرز کے سر پر' گیٹ کیپروں کے سر پر' تو خدانخواستہ ان کا سر جو ہے وہ ہمارے سروں سے کوئی کم اہمیت کا یا کم عزت کا حامل تو نہیں۔ پگڑی کے اوپر ضرور بحث کریں۔ ہمارے یہاں پر اسمبلی کے جو ورکر کام کرتے ہیں' ان کے سر پر بھی پگڑی ہوتی ہے۔ اس طرح انہوں نے دو تین دفعہ یہ کہا تو میں اس سے دلی طور پر بہت محسوس کرتی ہوں کہ ان کے سر پر پگڑی رکھنے سے خدانخواستہ پگڑی کا وقار تو کم نہیں ہوا۔

جناب سپیکر: اب میں پگڑی کے معاملے پر بحث کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا گیا تھا اور میں نے اس کو disallow کیا ہے۔

میاں شہباز احمد: جناب سپیکر! میں اس کا جواب دینا چاہتا ہوں۔

MR SPEAKER: Main Sahib, I am soory.

میاں شہباز احمد: جناب سپیکر! مجھے اجازت دیں' میں اس کا جواب دینا چاہتا ہوں۔

MR SPEAKER: Main Sahib I am sorry. I disallow the permission.

سہیل ضیاء بٹ صاحب' آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں؟

جناب سہیل ضیاء بٹ: جناب سپیکر! چونکہ یہ معاملہ زیر بحث ہے۔ اس لیے میں اس پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: یہ معاملہ اب زیر بحث نہیں۔ میں نے اس کو disallow کر دیا ہے۔ (قہقہے)

I have disallowed the point of order.

I am sorry, I have disallowed the point of order.

اس کو اب زیر بحث نہیں لایا جا سکتا۔ چودھری مسعود احمد صاحب اپنی بات جاری رکھیں۔

چودھری مسعود احمد: شکریہ جناب! جیسے بہن فوزیہ بہرام صاحبہ نے کہا ہے' اصل میں اس سنجیدگی کو میاں صاحب نہ سمجھے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

چودھری مسعود احمد: جناب سپیکر! میں گزارش کر رہا تھا کہ میرا حلقہ خصوصاً ڈسٹرکٹ رحیم یار خان سارا چولستان کا ایریا ہے۔ اس کے اتنے بنیادی مسائل ہیں جو کہ صرف ہمارے ضلع رحیم یار خان کی نمائندگی نہ ہونے کی وجہ سے اس سٹینڈنگ کمیٹی میں زیر بحث نہیں آئے۔

جناب سہیل ضیاء بٹ: جناب سپیکر! میں Personal explanation پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: بٹ صاحب! آپ کے بارے میں کس نے کوئی بات کی ہے؟

جناب سہیل ضیاء بٹ: جی وہی میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ آج پنجاب اسمبلی میں شہباز احمد صاحب نے پگڑی پر بات کی ہے تو کل کو نیشنل اسمبلی میں جناح کیپ اور شیروانی پر بات ہو گی' تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس بحث کو کارروائی سے حذف کیا جائے۔

جناب سپیکر: میں آپ کی بات سے اس حد تک اتفاق کرتا ہوں کہ اس بات کی نشان دہی کرنے کی ضرورت نہیں تھی اور Personal explanation پر نشان دہی کرنے کی ضرورت نہیں تھی' جی ارشاد فرمائیے!

چودھری مسعود احمد: شکریہ' جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ میں دوبارہ ذکر رہا تھا کہ سٹینڈنگ کمیٹی کی ایک دوبارہ میٹنگ ضروری ہے' اس لیے کہ اس میں کچھ بنیادی چیزیں رہ گئی ہیں۔ جیسے ہمارے

علاقے رحیم یار خان کی اس میں کوئی نمائندگی نہیں۔ چولستان کا ایریا' پانی کی بوند کے لیے ترس رہا ہے۔ میرے حلقے میں 300 کیوسک کی نہریں ہیں' جو چولستان کے ایریا کو سیراب کرتی ہیں' وہ ابھی تک فلڈ سپلائی چینل کہلاتی ہیں۔ ان کے لیے پانی چھ ماہ کا بھی منظور نہیں۔ اس کے لیے میں نے محکمہ نہر کے حکام کو اور جناب وزیر اعلیٰ پنجاب کو بھی بار بار استدعا کی ہے لیکن اس پر بھی ڈیپارٹمنٹ نے کوئی مثبت سمری بنا کر نہیں بھیجی۔ حالانکہ وہاں پر 200 چکوک آباد ہیں اور ان کی نہریں فلڈ سپلائی چینل کے نام سے منسوب ہیں' تو میری استدعا تھی کہ اس قسم کا بنیادی مسئلہ بھی اس سٹینڈنگ کمیٹی میں زیر بحث نہ آ سکے۔ اگر یہ بھی ان سفارشات کے ساتھ شامل ہو جاتا تو شاید ہمارے علاقے کی قسمت جاگ جاتی اور ہماری بھی شنوائی ہو جاتی۔

اس طرح یہاں ٹیوب ویلز کا ذکر ہوا ہے۔ اس میں' میں ایک چھوٹی سی عرض کرنا چاہتا ہوں۔ ٹیوب ویل کے کنکشن کے متعلق گزارش یہ ہے کہ واپڈا والوں نے پچھلے سال ٹیوب ویلز کے کنکشن کاٹ دیئے اس لیے کہ محکمہ نہر والوں نے ہمیں بل نہیں دیئے۔ حالانکہ محکمہ ایریگیشن اور واپڈا کا آپس میں حساب کتاب کا معاملہ تھا' تو آٹھ ماہ ہمارے ٹیوب ویل بند رہے ہیں اور ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ یہ واپڈا کی جو بجلی ہے یہ خدانخواستہ انڈیا سے یا افغانستان سے آ رہی ہے۔ دو محکموں کا آپس میں معاملہ تھا اور آٹھ ماہ تک ہمارے زمینداروں نے اتنا نقصان اٹھایا ہے اور اس کے باوجود آبیانہ بھی ان کو دینا پڑا' تو یہ بنیادی چیزیں تھیں' جو اس سٹینڈنگ کمیٹی میں زیر بحث آنے والی تھیں۔ میری بار بار استدعا ہے کہ اس میں ضلع رحیم یار خان کے کسی ایم پی اے بھائی کو نمائندہ بنایا جائے اور ایک دفعہ دوبارہ میٹنگ کی جائے تاکہ ہماری جو بنیادی چیزیں ہیں' ان کو زیر بحث لا کر اس کی سفارشات جو اسمبلی کے سامنے مرتب ہوئی ہیں' وہ ہو سکیں۔ بہت مہربانی۔

جناب سپیکر: چودھری خادم حسین صاحب بات کرنا چاہتے ہیں؟

چودھری خادم حسین: جی جناب۔

میاں منظور احمد موہل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: پوائنٹ آف آرڈر میاں منظور احمد موہل صاحب۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! میں اپنے پوائنٹ آف آرڈر کے ذریعے یہ بات ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ آج صبح سے ہمارے اپوزیشن کے دوست اس ایوان میں نظر نہیں آ رہے۔ صبح صبح ایک دوست تشریف لائے تھے' باقی نہیں آئے تھے' میرے خیال میں ان کی لیڈر نے اوکاڑہ میں جلسہ کرنا

ہے اور آج یہاں پرائیویٹ ممبرڈے ہے' جو ایک اہم ڈے ہے اور یہ ہمارے ممبران کا دن ہوتا ہے مگر وہ آج باہر کی سیاست میں لگے ہوئے ہیں تو میرے خیال میں ان کو عوام کے کاموں میں دلچسپی لینی چاہیے کیونکہ عوام ہی نے ان کو منتخب کیا ہے نہ کہ سڑکوں پر جلوسیاں نکالنی چاہئیں۔

چودھری خادم حسین: جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا جو تجویز میرے ذہن میں تھی' اس کو تو وزیر آب پاشی جناب ذوالفقار کھوسہ صاحب نے واضح کر دیا ہے کہ بجائے اس کے کہ ہم بڑے بڑے ٹیوب ویل لگائیں' جب تک ہم چھوٹے چھوٹے ٹیوب ویل لگا کر زمینداروں کو نہیں دیں گے' اس وقت تک ہمارا یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ جناب والا! انہوں نے یہاں ایک پوائنٹ کہا ہے کہ نہروں کے کنارے مضبوط کیے جائیں۔ جناب والا! کنارے پہلے بھی تھے' نہریں پہلے بھی تھیں' بیل دار پہلے بھی تھے' اس کا عملہ بھی تھا' لیکن کیا وجہ ہے کہ پاکستان بننے کے بعد وہی کنارے شکستہ ہیں' بیل دار کم نظر آ رہے ہیں' میرا خیال ہے کہ قانون پہلے بھی موجود ہے اور جب تک ہم اس کا صحیح معنوں میں نفاذ نہیں کریں گے' اس کا نفاذ بہت ضروری ہے۔ اس لیے جناب والا! میری یہ تجویز ہے کہ جو بیل دار کبھی کناروں پر نظر آتے تھے' آج وہ نظر نہیں آ رہے۔ میں آپ سے یہ استدعا کروں گا کہ وہ عملہ اگر آج بھی نہروں کے کناروں پر آ جائے' جہاں سے مویشی گزر رہے ہیں' پھر بھی ان کناروں کی حفاظت ہو سکتی ہے۔ جناب والا! پہلے خاص پوائنٹ ہوتے تھے' جہاں سے مویشی گزرتے تھے اور نہروں کے کنارے نہیں ٹوٹتے تھے۔

جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ آج پرائیویٹ ممبرڈے ہے اور یہ بڑا اہم مسئلہ ہے' یہاں پاکستان کی معیشت کا سوال ہے' لیکن یہاں آپس کی باتیں کرنے کی بجائے میرے بھائی میری بات سنیں اور دوسرے لوگوں کی بھی باتیں سنیں۔ جناب والا! جب بھی آب پاشی کا مسئلہ پیدا ہوا ہے' اس میں ہمارے علاقے بارانی علاقے ڈویژن پنڈی کو بالکل ہی نظر انداز کر دیا جاتا ہے' تو جناب والا! اس بارے میں میری گزارش ہے کہ ہمیں بھی ایسی کمیٹیوں میں شامل کریں۔ ہمارے پنڈی ڈویژن کے چار اضلاع ہیں' وہاں پر دریائے جہلم ہے اور نہر جہلم بھی ہے' لیکن ہمیں آب پاشی کے لیے ایک گھونٹ پانی نہیں مل رہا' تو ہمارے علاقے میں بھی آب پاشی کا مسئلہ ہے' وہاں پر چھوٹے ڈیم بنائے جائیں۔ ٹیوب ویل لگائے جائیں۔ جس طرح سے حکومت پہلے چھوٹے زمینداروں کو subsidize کرتی تھی' تیس ہزار روپے ایک ٹیوب ویل لگانے کے لیے اس کے علاوہ خرچہ دینا پڑتا تھا' یہ کچھ عرصے سے بند ہو چکے ہیں' میں حکومت سے آپ کی وساطت سے یہ گزارش کروں گا کہ جو پہلے تیس

ہزار روپے subsidize کیا کرتے تھے' اسے بحال کیا جائے اور میں تو یہ بھی تجویز کروں گا کہ جتنا بھی ٹیوب ویل کا خرچہ آئے وہ گورنمنٹ ہی لگائے' ہمارے علاقے میں تو کوئی زمیندار ہی نہیں اور وہاں پر چھوٹے چھوٹے کاشت کار ہیں' یہ چھوٹے چھوٹے کاشت کار جب بھی ٹیوب ویلوں کا estimate لگواتے ہیں' تو محکمہ اتنا زیادہ لگا دیتا ہے کہ وہ ان کی استطاعت سے باہر ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ ہوتا ہے کہ رشوت کا ذریعہ بن جاتا ہے' پھر اس کو وہ کم کرتے ہیں۔ اس لیے جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے یہ گزارش کروں گا کہ ہمارے بارانی علاقے میں ٹیوب ویل لگائے جائیں اور ان کے لیے تمام خرچہ گورنمنٹ ادا کرے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: شکریہ چودھری صاحب!

اب چونکہ اس رپورٹ میں کوئی خاص ترمیم موصول نہیں ہوئی ہے' اور اس کے چیئرمین ملک جلال الدین ڈھکو صاحب نے یہ رپورٹ پیش کی ہے اور مختلف اراکین نے اس پر اظہار خیال کیا ہے' جناب وزیر آب پاشی نے بھی اس پر اظہار خیال کیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ:

"تحریک التوائے کار نمبر75 اور 174 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے آب پاشی و قوت برقی کی رپورٹ کو فی الفور منظور فرمایا جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب فرید احمد پراچہ: جناب والا! میں نے ایک قرارداد کے بارے میں عرض کیا اور آپ نے فرمایا تھا کہ وہ اس کے بعد ہوگی یہ پورے ایوان کی طرف سے متفقہ قرارداد ہے۔

جناب سپیکر: وہ قرارداد میرے پاس نہیں ہے۔

جناب سہیل ضیاء بٹ: جناب والا! میں جماعت اسلامی کے ممبران جو ہمارے بھائی ہیں' ان کو مبارک باد دیتا ہوں کہ انہوں نے ہمارے ساتھ تعاون کرنا شروع کر دیا ہے۔

جناب سپیکر: آج ہم نے پرائیویٹ ممبرز ڈے پر سارا بزنس مکمل کیا ہے۔ سوالات' تحاریک التوائے کار' تحاریک استحقاق اور تمام کی تمام قراردادیں مکمل کی ہیں' اس کے علاوہ ہمارے پاس سٹینڈنگ کمیٹی فار ایجوکیشن کی بڑی اہمیت اور مفاد عامہ کی حامل جو رپورٹ تھی' وہ پیش کی گئی اور اس پر discussion ہوئی اور اس رپورٹ کو منظور کیا گیا تو اس لحاظ سے آج ایوان کی سارے دن کی کارروائی بے حد مفید رہی اور اراکین کی دل چسپی اور ان کی حاضری بھی ایوان میں ہر لحاظ سے

قائم رہی۔

میرے پاس ایک قرارداد آئی ہے اور اس پر وزیر زراعت کا نام بھی ہے۔ کچھ ایڈوائزرز صاحبان کے نام بھی اس میں شامل ہیں' اس میں فرید احمد پراچہ صاحب' ضرغام خان خاکوانی صاحب' سعید احمد مینس صاحب اور چودھری محمد اقبال صاحب کے بھی دستخط ہیں' یہ گندم کی قیمت کے بارے میں ہے۔

وزیر زراعت: جناب سپیکر! اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں اس پر صرف ایک یا دو منٹ بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: کیا آپ اس کو پیش کرنے سے پہلے بات کرنا چاہتے ہیں؟

وزیر زراعت: جی' جناب والا!

جناب سپیکر: جی فرمایئے۔

## قرارداد

وزیر زراعت: جناب والا! ایک تحریک التوائے کار جناب فرید احمد پراچہ اور ہمارے دیگر ایک دو دوستوں نے پیش کی تھی اور جناب والا کی اجازت سے ہم نے چاہا تھا کہ ہم سارے بیٹھ کر ایک متفقہ قرارداد وفاقی حکومت کو بھیجیں' تاکہ اس کا مسئلہ بھی حل ہو جائے اور اس طرح سے تحریک التوائے کار کی ضرورت بھی نہیں ہوگی' اس لیے باتفاق رائے یہ ریزولیوشن بنایا ہے' جس میں ہمارے یہ سارے دوست شامل ہیں' اس تحریک التوائے کار کے جواب میں ہی یہ قرارداد پیش ہو رہی ہے' میں صرف اتنی سی وضاحت کرنا چاہتا تھا۔

جناب سپیکر: تو اس کو کون صاحب پیش کرنا چاہیں گے۔ کیا فرید احمد صاحب پیش کریں گے؟

وزیر زراعت: ٹھیک ہے۔ جناب والا! وہ پیش کر دیں۔

جناب سپیکر: جی فرید احمد پراچہ صاحب۔

## گندم کی امدادی قیمت میں اضافہ

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! اس ایوان کی رائے ہے کہ:

زرعی عوامل کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کے پیش نظر اور پیداواری لاگت میں اضافے کی وجہ سے گندم

کی امدادی قیمت میں اضافہ ناگزیر ہو گیا ہے' ملکی آبادی روز بروز بڑھ رہی ہے اور زرعی زمین زیر آبادی آنے کی وجہ سے زرعی ضروریات پوری کرنا دشوار ہو گیا ہے' انہی وجوہات کی بناء پر گندم کی درآمد کی مقدار میں سال بہ سال اضافہ ہو رہا ہے' گندم کی پیداوار کی مطلوبہ مقدار اس لیے حاصل نہیں ہو رہی کہ کاشت کار کو اس کی فصل کا معاوضہ درست نہیں مل رہا' موجودہ امدادی قیمت 124 روپے فی چالیس کلوگرام سے کاشت کاروں کو پیداواری لاگت بھی حاصل نہیں ہوتی۔ لہٰذا مرکزی حکومت سے پرزور سفارش کی جاتی ہے کہ وہ حکومت پنجاب کی تجویز کردہ گندم کی امدادی قیمت 167 روپے فی چالیس کلوگرام مقرر کرے۔"

جناب سپیکر: یہ قرارداد فرید احمد پراچہ صاحب' چودھری محمد اقبال صاحب' چودھری محمد اعظم چیمہ صاحب' سعید احمد مینس صاحب' ضرغام خان خاکوانی صاحب کی طرف سے ہے' جسے فرید احمد پراچہ صاحب نے پیش کیا ہے۔ اس ایوان کی رائے ہے:

"زرعی عوامل کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کے پیش نظر اور پیداواری لاگت میں اضافے کی وجہ سے گندم کی امدادی قیمت میں اضافہ ناگزیر ہو گیا ہے' ملکی آبادی روز بروز بڑھ رہی ہے اور زرعی زمین زیر آبادی آنے کی وجہ سے زرعی ضروریات پوری کرنا دشوار ہو گیا ہے' انہی وجوہات کی بناء پر گندم کی درآمد کی مقدار میں سال بہ سال اضافہ ہو رہا ہے' گندم کی پیداوار کی مطلوبہ مقدار اس لیے حاصل نہیں ہو رہی کہ کاشت کار کو اس فصل کا معاوضہ درست نہیں مل رہا۔ موجودہ امدادی قیمت 124 روپے فی چالیس کلوگرام سے کاشت کاروں کو پیداواری لاگت بھی حاصل نہیں ہوتی' لہٰذا مرکزی حکومت سے پرزور سفارش کی جاتی ہے کہ وہ حکومت پنجاب کی تجویز کردہ گندم کی امدادی قیمت 167 روپے فی چالیس کلوگرام مقرر کرے۔"

(قرارداد منظور ہوئی)

جناب سپیکر: اجلاس کل صبح نو بجے تک کے لیے ملتوی ہوتا ہے۔

# صوبائی اسمبلی پنجاب

## (صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس)

بدھ 28۔ اکتوبر 1992ء

(چہار شنبہ، یکم جمادی الاول 1413ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز لاہور میں صبح 9 بج کر 40 منٹ پر منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا
اَوْ كَفُوْرًا ۝ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ وَمِنَ الَّيْلِ
فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ۝ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ
الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ۝ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ
وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ۝
اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝ وَمَا
تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝
يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ
عَذَابًا اَلِيْمًا ۝

سورۃ الدھر آیات 24 تا 31

تو اپنے پروردگار کے حکم کے مطابق صبر کیے رہو اور ان لوگوں میں سے کسی بدعمل اور ناشکرے کا کہا نہ مانو○ اور صبح و شام اپنے پروردگار کا نام لیتے رہو○ اور رات کو بڑی رات تک اس کے آگے سجدے کرو اور اس کی پاکی بیان کرتے رہو○ یہ لوگ دنیا کو دوست رکھتے ہیں اور (قیامت کے) بھاری دن کو پس پشت چھوڑے دیتے ہیں○ ہم نے ان کو پیدا کیا اور ان کے محاصل کو مضبوط بنایا اور اگر ہم چاہیں تو ان کے بدلے انہی کی طرح اور لوگ لے آئیں○ یہ تو نصیحت ہے، جو چاہے اپنے پروردگار کی طرف پہنچنے کا راستہ اختیار کرے○ اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے، مگر جو خدا کو منظور ہو، بے شک خدا جاننے والا حکمت والا ہے○ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے اور ظالموں کے لیے اس نے دکھ دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے○ وما علینا الا البلاغ○

## نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (محکمہ اوقاف)

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب والا! کل جو یہاں کھگہ صاحب کے ریمارکس تھے اور اس کے بارے میں' میں نے خصوصی طور پر یہ گزارش کی تھی کہ اخبارات سے یہ کہا جائے کہ یہ خبر شائع نہ ہو۔ لیکن آج کے اخبارات میں اس حوالے سے خبریں شائع ہوئی ہیں اور مجھے نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وہ ایسے ریمارکس تھے جن کا پھیلانا یا عام چہ میگویاں کرنا' تجسس پیدا کرنا کسی طرح سے بھی مناسب نہیں ہے اور مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ جس چیز کو حذف کر دیا جائے اس کا اخبارات میں کسی طرح سے ذکر نہ ہو' تاکہ لوگوں میں تجسس پیدا نہ ہو اور وہ یہ نہ کہیں کہ کیا خبر تھی؟ کیا ایسے ریمارکس تھے' کون سی ایسی بات تھی اگر اس خبر کے حوالے سے اس قسم کی خبریں اخبارات میں شائع ہوتی ہیں تو پھر وہ مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ اس لیے میری گزارش ہے کہ آپ اخبارات کو واضح طور پر یہ ہدایت جاری کریں اور رولنگ بھی دیں اور جس طرح سے آپ نے کل فرمایا تھا کہ اس سلسلے میں باقاعدہ رولز ہیں اور اس کے علاوہ ہماری روایات ہیں کہ اس قسم کی خبروں کا اخبارات میں ذکر نہیں ہو گا لیکن اس کے باوجود اخبارات میں خبریں آئی ہیں۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! میں اس کو آج دیکھوں گا کہ اس سلسلے میں کن کن اخبارات میں کیا کیا رپورٹنگ ہے اس کے بعد میں اپنی observation دوں گا۔ کچھ میں نے دیکھا ہے لیکن میں اسے بغور دیکھنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: آج محکمہ اوقاف' زکوٰۃ و عشر کے بارے میں وقفہ سوالات ہے۔ اس کے علاوہ تحاریک استحقاق اور تحاریک التوائے کار ہیں۔ اس کے بعد قانون سازی ہے۔ اس سلسلے میں ہمارے پاس دو بل ہیں۔ ایک تو ہیلتھ فاؤنڈیشن کے متعلق ہے جو کہ بڑا بل ہے۔ آج میرے خیال میں اس کو ٹیک اپ کیا جائے گا۔ تو وقفہ سوالات شروع کرتے ہیں۔ رانا اکرام ربانی خان صاحب۔ (تشریف نہیں رکھتے)

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب والا! تھوڑی دیر تک آ جائیں گے۔ (قہقہے)

وزیر قانون: بیٹھ جاؤ گڈی مس ہو گئی اے۔ جناب والا! ان کو ان کی عقل مندی کا advantage نہ دیں۔ (قہقہے)

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: رانا اکرام ربانی کی ایماء پر سوال نمبر423۔ جناب والا! میرے خیال میں سردار صاحب کو دیکھتے ہی ان کا اثر ہو گیا ہے۔

جناب سپیکر: رانا اکرام ربانی کی ایماء پر 423۔

## محکمہ اوقاف میں بھرتی کی تفصیل

☆423۔ رانا اکرام ربانی: کیا وزیر اوقاف ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) 30 مئی 1988 تا دسمبر 1988ء کے دوران محکمہ اوقاف میں گریڈ ایک سے گریڈ اٹھارہ تک کتنے ملازمین کو بھرتی کیا گیا۔ ان کے نام' عمریں' تعلیمی قابلیت' عہدے اور پتے اور تاریخ تعیناتی ضلع وار کیا ہے۔ ان میں کتنے ملازمین کو قواعد و ضوابط میں نرمی پیدا کر کے بھرتی کیا گیا۔

(ب) متذکرہ بالا ملازمین میں سے کتنے ملازمین کو بذریعہ اشتہار باقاعدہ درخواستیں وصول کرنے کے بعد محکمانہ امتحان اور انٹرویوز میں کامیابی کے بعد بھرتی کیا گیا۔

(ج) اگر جز (ب) کا جواب نفی میں ہو تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اوقاف: (چودھری محمد اکرم)

(الف) 30 مئی 1988ء تا دسمبر 1988ء کے دوران محکمہ اوقاف میں گریڈ 1 تا 18 میں بھرتی کے لیے ملازمین کی تفصیل درج ذیل ہے۔

| | |
|---|---|
| 1۔ گریڈ نمبر1 | 9 |
| 2۔ گریڈ نمبر2 | 2 |
| 3۔ گریڈ نمبر4 | 1 |
| 4۔ گریڈ نمبر5 | 6 |
| 5۔ گریڈ نمبر6 | 3 |
| 6۔ گریڈ نمبر16 | 3 |
| 7۔ گریڈ نمبر17 | 5 |
| کل میزان | 29 |

بھرتی شدہ ملازمین کے نام' پتے' عہدہ' تاریخ پیدائش' تعیناتی کا ضلع اور قواعد و ضوابط میں نرمی پانے

والے معاملات گوشوارہ میں درج ہیں۔ (جو ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے)

(ب) (i) 24 ملازمین کو بعد از اشتہار انٹرویوز سلیکشن بورڈ بھرتی کیا گیا۔

(ii) ایک ملازم کی تقرری معزور افراد کے کوٹہ کے معاذ کی گئی۔

(iii) دو ملازمین کی تقرریاں ایڈہاک بنیادوں پر تابع منظوری سلیکشن بورڈ کی گئی۔ جس کو محدود مدت ملازمت ختم ہونے پر فارغ کر دیا گیا۔

(iv) دو ملازمین مسمات نسرین اختر خاکروبہ اور محمد اسلم نگران ایڈہاک بنیادوں پر داتا دربار کام کر رہے ہیں۔

(ج) عارضی تقرریاں وہاں کی جاتی ہیں جہاں محکمہ کا کام متاثر ہوتا ہو۔ ان میں ڈاکٹر نرسیں اور تحویل میں لی گئی جائیدادوں پر فوری طور پر نگران رکھنے کا معاملہ خاص طور پر شامل ہے۔

جناب سپیکر: حاجی احمد خان صاحب۔

حاجی احمد خان بلوچ: سر! تعلیم کے بارے میں پوچھا ہے۔ انہوں نے جز (الف) میں کہا ہے کہ گوشوارہ لف ہے۔ اس میں تعلیم کے بارے میں درج نہیں ہے۔

وزیر اوقاف: تمام کوائف دے دیئے تھے لیکن تعلیم کا خانہ رہ گیا ہے۔ اگر یہ چاہتے ہیں تو وہ میں دوبارہ ٹیبل کر دوں گا۔

جناب سپیکر: تعلیم کے بارے میں پوچھا گیا اور تعلیم کا اس میں دیا نہیں گیا۔

حاجی احمد خان بلوچ: جناب والا! اس میں باقی تمام کوائف درج ہیں لیکن اس میں تعلیم کو درج نہیں کیا گیا۔ اور تعلیم کے بارے میں واضح سوال ہے۔

جناب سپیکر: ہاں' چودھری صاحب! یہ تو بالکل واضح ہے۔ اور اس میں تعلیم کا تو دیا نہیں گیا۔

وزیر اوقاف: میں وہ دوبارہ ٹیبل کر دوں گا۔

جناب سپیکر: یہ دیا جانا چاہیے تھا۔ اب پھر اس سوال کو پینڈنگ کر لیں۔ جب مکمل جواب آ جائے گا تو ٹیک اپ کر لیں گے۔

وزیر اوقاف: بہتر جی۔

جناب سپیکر: تو اس سوال کو ہی پینڈنگ کر لیتے ہیں۔

حاجی احمد خان بلوچ: سر! یہ پھر اسی اجلاس میں جواب آئے گا۔

جناب سپیکر: یہ اسی اجلاس میں تو نہیں آ سکے گا۔ اب تو اگلے اجلاس میں آئے گا۔ اگلے اجلاس

سے پہلے یہ آجائے گا لیکن اس کو اگلے اجلاس میں ٹیک اپ کرلیں گے۔ اگلا سوال رانا اکرام ربانی خان صاحب۔

**ملک اقبال احمد خان لنگڑیال:** (رانا اکرام ربانی خان کے ایماء پر سوال نمبر 424 دریافت کیا)

**حاجی احمد خان بلوچ:** جناب والا! سوال کے جواب میں بتایا گیا ہے کہ 29 ملازمین کو بھرتی کیا گیا ہے' جناب والا! سوال میں یہ بھی پوچھا گیا تھا کہ ان کی تعلیمی قابلیت کیا ہے؟ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان 29 ملازمین کی تعلیمی قابلیت کیا ہے اور سوال کے جواب میں اس کی تفصیل نہیں بتائی گئی۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

**وزیر اوقاف زکوٰۃ و عشر:** جناب والا! ان کے بارے میں ساری تفصیل تو گوشوارے میں دی ہوئی ہے لیکن تعلیمی قابلیت کی تفصیل واقعی رہ گئی ہے۔ اس کی تفصیل میں دوبارہ ٹیبل کر دوں گا۔

## اوقاف کی تحویل میں جائیداد کی تفصیل

☆ 424۔ **رانا اکرام ربانی:** کیا وزیر اوقاف ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) اس وقت صوبہ بھر میں کن کن مقامات پر کون کون سے دربار / مزار کتنے عرصے سے محکمہ اوقاف کی تحویل میں ہیں۔

(ب) ایسے درباروں اور مزاروں' ہر ایک سے سالانہ کتنی آمدنی ہو رہی ہے اور زیارت کرنے والوں کو کیا سہولتیں بہم پہنچائی جا رہی ہیں اور ان پر سالانہ کتنا خرچ ہو رہا ہے۔

(ج) محکمہ اوقاف کی تحویل میں درباروں/مزاروں کی کتنی زمین اور دکانیں وقف ہیں اور یہ دکانیں اور زمینیں کن کن افراد یا اداروں کو کس کس کی سفارش پر کتنے کتنے کرایہ پر کن کن بنیادوں پر دی گئیں ہیں۔ ان میں سے کتنی بذریعہ نیلامی دی گئی ہیں۔ اور کتنی بذریعہ گفت و شنید دی گئی ہیں۔ ان سب کی مکمل تفصیلات کیا ہیں؟

**وزیر اوقاف:** (چودھری محمد اکرم)

الف) دربار / مزارات کی مطلوبہ فہرست بمعہ عرصہ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے جو محکمہ اوقاف کی تحویل میں ہے۔

(ب) درباروں اور مزاروں سے حاصل ہونے والی آمدنی اور ان پر اخراجات بر نشان "میم" پیش ہے۔ مزاروں اور درباروں پر نگران تعینات ہیں جو زائرین کو گائیڈ کرتے ہیں اور صاحب مزار

کے بارے میں مختصر سوانح حیات سے روشناس کراتے ہیں اور دور سے آنے والے زائرین کی سہولت کے لیے چند مزارات پر کمرے بھی موجود ہیں جہاں وہ حسب خواہش آرام کرتے ہیں۔ لنگر خانوں کا انتظام بھی ہے۔ نگران کے علاوہ علاقہ کے معززین پر مشتمل ایک کمیٹی مذہبیہ بھی تشکیل دی جاتی ہے جو زائرین کی جملہ ذمہ داری کی فراہمی کا خیال رکھتی ہے۔

(ج) مزارات سے ملحقہ اراضیات' دوکانات کی تفصیل برنشان "نون" پیش ہے۔ مزارات اور درباروں سے ملحقہ کرایہ داری یونٹ ماہانہ کرایہ پر دی گئی ہیں اور تحویل کے وقت قابض کرایہ دار ان کو ہی کرایہ پر دی گئی ہیں' تاہم اگر کوئی دوکان خالی ہو جائے تو بعد از مشتہری منادی/ تشہیر بذریعہ نیلام عام ماہانہ کرایہ پر دی جاتی ہے۔ اس میں کسی سفارش کا کوئی عمل دخل نہیں ہے اور نہ ہی محکمہ کی پالیسی اس کو اجازت دیتی ہے۔ کرایہ داری کی فوتیدگی کی صورت میں اس یونٹ کا کرایہ داری حسب ضابطہ اس کی جائز وارث کو فیس منتقلی کے بغیر منتقل کی جاتی ہے' جہاں تک زرعی اراضیات کا تعلق ہے' یہ بھی بعد از مشتہری/ منادی بذریعہ نیلام عام پٹہ مستاجری پر دی جا رہی ہے۔ جس کا عرصہ تین سال ہوتا ہے اور 20 فیصد سالانہ اضافہ لاگو کیا جاتا ہے۔ اس میں کسی گفت و شنید کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔

(نشان' لام' میم' نون کی تفصیلات ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔)

جناب سپیکر: جی' کوئی ضمنی سوال؟

حاجی احمد خان بلوچ: سر! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ مزار کو اوقاف میں لینے کا میرٹ کیا ہے؟

جناب سپیکر: اوقاف کی تحویل میں لینے کا کیا میرٹ ہے؟

حاجی احمد خان بلوچ: جی سر! یہ کس آمدن والے دربار کو تحویل میں لیتے ہیں؟

جناب سپیکر: آپ کا مطلب ہے کہ کسی بھی دربار کو محکمہ اوقاف کی تحویل میں لینے کا criteria کیا ہے؟

حاجی احمد خان بلوچ: جی سر۔

جناب سپیکر: منسٹر اوقاف پلیز۔

وزیر اوقاف: جناب والا! ہر وہ دربار جس میں وقف اللہ بزرگ ہوں اور وہ اس دنیا سے رحلت فرما گئے ہوں' اور اس کی جائیداد ہو جو اس دربار کے نام ہو تو ہم اس کو محکمہ اوقاف میں لے سکتے ہیں۔

اس میں آمدن خواہ زیادہ ہو یا کم' اس کو ہم لے سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: ہے کوئی اور ضمنی سوال' چودھری اصغر علی گجر صاحب' ضمنی سوال۔

چودھری اصغر علی گجر: یہ جو حضرت سلطان باہو (رحمتہ اللہ علیہ) کا دربار ہے۔ اس کے بارے میں وزیر اوقاف بیان فرمائیں گے کہ اسے محکمہ اوقاف نے اپنی تحویل میں لیا ہوا ہے یا نہیں لیا؟ اگر نہیں لیا تو اس کی کیا وجہ ہے؟

جناب سپیکر: منسٹر اوقاف۔

وزیر اوقاف: جناب والا! دربار حضرت سلطان باہو (رحمتہ اللہ علیہ) محکمہ اوقاف کی تحویل میں نہ ہے۔ اس کے بارے میں اگر مکمل تفصیلات درکار ہوں تو یہ نیا سوال دے سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: تو یہ محکمہ اوقاف کی تحویل میں نہیں ہے۔

وزیر اوقاف: نہیں جی۔

جناب سپیکر: حاجی احمد خان بلوچ صاحب! ضمنی سوال۔

حاجی احمد خان بلوچ: سر! اس میں صوبے کے مزاروں کا ذکر ہوا ہے اور میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ لودھراں میں ایک پیر فتح اللہ شاہ نوری لال دربار ہے۔ اس کو 1988ء میں اس بناء پر واگزار کر دیا تھا کہ اس کا خرچہ زیادہ تھا اور آمدن کم تھی۔ لیکن ایک سال کے بعد پھر اسے تحویل میں لے لیا گیا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

جناب سپیکر: جی منسٹر اوقاف۔

وزیر اوقاف: جناب والا! میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ آمدن کے لحاظ سے ہم کسی بھی دربار کو اپنی تحویل میں نہیں لیتے۔ بلکہ وہاں پر جو وقف اللہ ہوتی ہے یا جس کے وارثان نہ ہوں اس کو ہم محکمہ اوقاف میں لیتے ہیں۔ اس کے بارے میں یہ تھا کہ جب ہم نے اسے دوبارہ اپنی تحویل میں لیا تو اس سے پہلے وہاں پر اس کا نظام کافی غلط ہو گیا تھا' جھگڑے وغیرہ پڑ گئے تھے۔ اور وہاں پر غلط اشخاص کا ڈیرہ ہو گیا تھا۔ اس لیے ہم نے اسے دوبارہ اپنی تحویل میں لے لیا۔

جناب سپیکر: کوئی اور ضمنی سوال؟

چودھری اصغر علی گجر: جناب والا! میرے سوال کا جواب نہیں آیا۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! آپ کے سوال کا جواب آ چکا ہے۔

چودھری اصغر علی گجر: جناب والا! حضرت سلطان باہو (رحمتہ اللہ علیہ) کا دربار جو کہ انہوں نے اپنی

تحویل میں نہیں لیا اس کی کیا وجہ ہے کہ انہوں نے اسے اپنی تحویل میں نہیں لیا؟ وہ بہت بڑا مزار ہے' بہت لوگ' بہت زائرین وہاں پہنچتے ہیں' میرا خیال ہے پاکستان میں بڑے درباروں میں سے وہ بھی ایک بڑا دربار ہے' اور وہاں سے بہت بڑی انکم بھی آتی ہے اور وہاں پر پراپرٹی بھی وقف ہے۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ اوقاف نے انہیں معاف کیوں کر دیا؟

حاجی احمد خان بلوچ: جناب والا! پیر فتح اللہ شاہ دربار کا جو میں نے ذکر کیا ہے اس کا رقبہ کتنا ہے؟

جناب سپیکر: دراصل چودھری اصغر علی گجر صاحب نے پہلے ضمنی سوال کیا تھا اور اس کے بارے میں منسٹر اوقاف نے یہ کہا ہے کہ یہ دربار محکمہ اوقاف نے اپنی تحویل میں نہیں لیا۔ جہاں تک اس سوال کے دوسرے حصے کا تعلق ہے اس کے لیے انہوں نے کہا تھا کہ اس کے لیے نیا سوال کیا جائے۔ لیکن میرے خیال میں چودھری اصغر علی گجر صاحب کا ضمنی سوال relevant ہے۔ اس بارے میں بتایا جا سکتا ہے کہ اگر یہ دربار واقعی اتنی اہمیت کا حامل ہے تو پھر اس کو محکمہ اوقاف کی تحویل میں کیوں نہیں لیا گیا؟

وزیر اوقاف: جناب والا! یہ عدالتی فیصلہ ہوا تھا کہ اس کے وارثان موجود ہیں اس لیے ہم نے وہ محکمہ اوقاف میں نہیں لیا۔

جناب سپیکر: عدالتی فیصلے کی وجہ سے وہ محکمہ اوقاف کی تحویل سے باہر ہے۔ جی' تو اگلا سوال ڈاکٹر سید خاور علی شاہ صاحب۔ تشریف نہیں رکھتے۔ ڈاکٹر صاحب! آج پہلی دفعہ نہیں ہیں۔ ورنہ تو ان کے سوالات ہوتے ہیں تو وہ موجود ہوتے ہیں وہ تو بڑے punctual ہیں۔ حاجی احمد خان ہرل صاحب۔

حاجی احمد خان ہرل: 1211۔

## محکمہ اوقاف کے زیر نگرانی مزاروں کے اثاثوں کی تفصیلات

☆1211۔ حاجی احمد خان ہرل: کیا وزیر اوقاف ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) صوبہ پنجاب میں کل کتنے دربار محکمہ اوقاف کے زیر نگرانی ہیں ان کی فہرست بمعہ مکمل تفصیل مہیا کی جائے۔

(ب) ان درباروں کی کل آمدنی (اثاثہ' نقدی' زمین' زیورات' پارچہ جات وغیرہ) کتنی ہے اور کل مصارف کتنے ہیں۔ تفصیل مہیا کی جائے۔

(ج) ان مزاروں کی آمدنی اور بچت کی رقوم کہاں خرچ کی جاتی ہیں؟

جناب سپیکر: جواب پڑھا ہو تصور کیا جاتا ہے۔

وزیر اوقاف (چودھری محمد اکرم):

(الف) صوبہ پنجاب میں محکمہ اوقاف کے زیر نگرانی 366 دربار ہیں۔ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) محکمہ اوقاف کے زیر نگرانی درباروں کی آمدنی جو کہ باشکل نقدی' زمین' زیورات و دیگر متفرق ذرائع سے حاصل ہوتی ہے کی تفصیل بھی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) (i) محکمہ اوقاف کے زیر نگرانی مزارات سے حاصل شدہ آمدن مزارات پر تعینات عملے کی تنخواہ' بجلی' ختم قرآن شریف' خرید صف کرایہ شامیانہ جات دیگر خرچ عرس سالانہ مرمت' مالی امداد' وظائف خصوصی' مرمت و تعمیرات پر خرچ کی جاتی ہیں۔

(ii) انتظامی امور وصولی آمدن کے لیے تعینات عملے کی تنخواہ و دیگر اخراجات پورے کیے جاتے ہیں۔

(iii) محکمہ کے زیر نگرانی رفاہی ادارے مثلاً داتا دربار ہسپتال و دیگر 15 شفاخانے جو مختلف مقامات پر قائم ہیں۔ داتا دربار و دستکاری سکول علماء اکیڈمی واقع بادشاہی مسجد شعبہ تبلیغ جامع ہجویر مرکز معارف اولیاء' جہیز سکیم دربار داتا صاحب لاہور کے علاوہ ترقیاتی منصوبہ جات پر خرچ کی جاتی ہے۔ تعمیراتی منصوبہ جات میں تعمیر نئی مسجد دربار داتا صاحب لاہور میں خاص اہمیت کی حامل ہے۔

جناب سپیکر: پارلیمنٹری' حاجی احمد خان صاحب!

حاجی احمد خان ہرل: جناب والا! اس میں یہ کہا گیا ہے کہ نئی مسجد داتا دربار صاحب تعمیر کے لحاظ سے خاص اہمیت کی حامل ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ داتا دربار پر محکمہ اوقاف نے کتنی رقم خرچ کی ہے؟

جناب سپیکر: منسٹر اوقاف۔

وزیر اوقاف: داتا دربار کی جو مسجد تعمیر ہوئی' اس پر تقریباً 13 کروڑ روپے خرچ ہوئے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال ارشاد حسین سیٹھی صاحب!

جناب ارشاد حسین سیٹھی: 1289۔

## وقف شدہ اراضی کے استعمال کی تفصیلات

☆ 1289۔ جناب ارشاد حسین سیٹھی: کیا وزیر اوقاف ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ وقف اراضیات کا استعمال وقف کنندگان کی وصیت کے مطابق کیا جاتا ہے۔

(ب) ضلع لاہور میں وقف شدہ اراضی کہاں کہاں واقع ہے۔ وقف کنندگان کی وصیت کے مطابق ان کا استعمال ہو رہا ہے اور اس سے کل سالانہ آمدن کیا ہے۔ تفصیل روبرو ایوان میں مہیا کی جائے؟

جناب سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

وزیر اوقاف: (چودھری محمد اکرم)

(الف) وقف اراضیات کا استعمال وقف کنندگان کی وصیت کے مطابق کیا جاتا ہے۔

(ب) ضلع لاہور میں واقع وقف اراضیات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔ موضع اوپل تحصیل و ضلع لاہور۔

2۔ کوٹ خواجہ سعید بیگم پورہ لاہور۔

3۔ موضع گنجا سندھو تحصیل و ضلع لاہور۔

4۔ موضع کوٹلی دھاسی و محمود بوٹی بند لاہور۔

5۔ قلعہ خزانہ نیا کرول شالیمار ٹاؤن لاہور۔

6۔ موضع باٹھ تحصیل و ضلع لاہور۔

7۔ موضع ڈھائے اعوان والا تحصیل و ضلع لاہور۔

8۔ محمود بوٹی بند لاہور۔

9۔ موضع پنڈوری موضع جیا بھگا تحصیل و ضلع لاہور۔

10۔ موضع گنجا سندھو تحصیل ضلع لاہور۔

11۔ موضع بھوتیاں رائے ونڈ لاہور۔

12۔ موضع جلیانہ ٹبہ لاہور۔

13۔ موضع باٹھ تحصیل و ضلع لاہور۔

14۔ موضع امیر پورہ تحصیل و ضلع لاہور۔
15۔ موضع مانک تحصیل و ضلع لاہور۔
16۔ موضع جودھو دھیر تحصیل و ضلع لاہور۔
17۔ موضع چوہنگ تحصیل و ضلع لاہور۔
18۔ موضع گنجا سندھو تحصیل و ضلع لاہور۔
19۔ موضع مل تحصیل و ضلع لاہور۔
20۔ موضع نتھو کی تحصیل و ضلع لاہور۔
21۔ اٹاری سردیہ تحصیل و ضلع لاہور۔
22۔ موضع شاہ پور کا بخراں تحصیل و ضلع لاہور۔
23۔ موضع کاہنہ نو۔

مذکورہ اراضیات کا استعمال وقف کنندگان کی وصیت کے مطابق ہو رہا ہے اور ان اراضیات سے کل سالانہ آمدن مبلغ 207114 روپے ہو رہی ہے۔

**جناب ارشاد حسین سیٹھی:** جناب والا! محکمہ نے 23 اراضیات بتائی ہیں کہ وصیت کنندگان کی وصیت کے مطابق جن سے دو لاکھ سات ہزار ایک سو چودہ (-/2,07,114) روپے کی انکم بتائی گئی ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا یہ چار لاکھ چودہ ہزار دو سو اٹھائیس روپے پر یہ محکمہ مجھ سے ایگریمنٹ کرنے پر تیار ہے؟ میں ان کی سالانہ آمدن کے یک مشت ڈبل آفر کر دوں تو محکمہ اس پر تیار ہے؟ یہ جو 23 اراضیات ہیں یہ ان کو اس ایگریمنٹ کے ساتھ مجھے دینے کے لیے تیار ہے؟

**جناب سپیکر:** سیٹھی صاحب! سوال ذرا کمپوزڈ فارم میں بتائیں؟

**جناب ارشاد حسین سیٹھی:** جناب والا! میں محکمہ کی آمدن بڑھانے کے لیے یہ سوال کرنا چاہتا ہوں کہ ان کی یہ جو دو لاکھ سات ہزار کی سالانہ انکم ہے' گورنمنٹ پنجاب اس محکمہ کو نفع پہنچانے کے لیے کیا اس بات پر تیار ہے کہ یہ مجھ سے اگریمنٹ کر لیں کہ اس کا ڈبل چار لاکھ چودہ ہزار دو سو اٹھائیس روپے سالانہ ادا کروں؟

**جناب سپیکر:** جی منسٹر اوقاف۔

**وزیر اوقاف:** جناب والا! محکمہ اوقاف کی اراضیات کو ہم نیلام عام پر ٹھیکے پر دیتے ہیں۔ جب نیلام عام کی بولی ہو گی تو یہ بھی اس میں حصہ لے لیں۔ جتنا زیادہ پیسہ آئے گا محکمہ کو تو اتنا ہی فائدہ ہے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال ممتاز علی چودھری صاحب۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب ممتاز علی چودھری کے ایماء پر سوال نمبر1311۔

## ضلع اوکاڑہ میں محکمہ اوقاف کے مزاروں کی تعداد

☆1311۔ جناب ممتاز علی چودھری: کیا وزیر اوقاف ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع اوکاڑہ میں کل کتنے دربار محکمہ اوقاف کے کنٹرول میں ہیں اور ان درباروں کی سالانہ آمدنی کیا ہے۔

(ب) دربار حضرت داؤد بندگی شیر گڑھ اور دربار محمد غوث کے لیے سال 91۔1990ء میں کتنی مرمت گرانٹ رکھی گئی ہے اور وہ کب خرچ کی جائے گئی تفصیلاً بیان فرمایا جائے۔

(ج) حکومت نے درباروں پر زائرین کے لیے کیا انتظامات کیے ہیں اور زائرین کی سہولت کے لیے سال91۔1990ء کے لیے کتنا فنڈ مختص کیا گیا ہے۔

ان دونوں درباروں کے ساتھ کتنا رقبہ ہے اور اس کی سالانہ آمدنی کیا ہے' تفصیلاً بتایا جائے؟

جناب سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

وزیر اوقاف (چودھری محمد اکرم):

(الف) ضلع اوکاڑہ میں کل آٹھ دربار محکمہ اوقاف کے کنٹرول میں ہیں۔ ان درباروں سے مبلغ ۔/1,74,800 روپے سالانہ آمدن ہو رہی ہے۔

(ب) (i) مالی سال 91۔1990ء میں دربار حضرت داؤد بندگی شیر گڑھ کے لیے مبلغ ۔/1,50,000 روپے جو دربار ہذا کی داخلی بڑی محراب کی تعمیر و آرائش پر خرچ کیے گئے ہیں۔ مزید ۔/50,000 روپے بیت الخلاء پر خرچ کیے جا رہے ہیں۔

(ii) دربار حضرت محمد غوث بالا پیر اوکاڑہ پر 91۔1990ء میں چالیس ہزار پانچ صد نوے روپے ۔/40590 روپے) برائے سپلائی و کنکشن بجلی پر خرچ کیے گئے ہیں۔ مزید ۔/6,81,000 روپے رواں مالی سال 92۔1991ء میں دربار شریف کی چار دیواری و تبدیلی چھت مسجد و خصوصی مرمت و نصب بجلی اور الیکٹرک موٹر پر خرچ کیے جائیں گے۔

(ج) محکمہ اوقاف دربار حضرت داؤد بندگی اور بالا پیر اوکاڑہ پر زائرین کی سہولت کے لیے اعراس اور نوچندی میلوں کے موقع وغیرہ کا خاص طور پر اہتمام کرتا ہے۔ موسم گرما میں

ٹھنڈے پانی کی فراہمی کا انتظام کرتا ہے۔ دربار حضرت محمد غوث بالا پیر کے لیے بجلی کی فراہمی کا انتظام کیا ہے۔ جو قبل ازیں نہ تھا۔ سال 91-1990ء میں -/15000 روپے و -/40590 روپے بالترتیب خرچ کیے گئے جبکہ اعراس کے موقع پر سالانہ ان درباروں پر -/8000 روپے 91-1990ء کے دوران خرچ کیے گئے۔ ان دونوں درباروں کے ساتھ 4221 کنال 9 مرلے رقبہ ہے۔ سال 91-1990ء کے دوران داؤد بندگی دربار کے رقبہ سے محکمہ کو سالانہ -/30355 روپے کی آمدن ہوئی۔ جبکہ دربار حضرت غوث بالا پیر کا رقبہ زیر مقدمہ ہونے کی وجہ سے کوئی زر ٹھیکہ اس دوران وصول نہ ہوا ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: سپلیمنٹری۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب والا! اس میں لکھا ہے کہ دربار شریف پر مالی سال 92-1991ء میں 6 لاکھ 81 ہزار روپے خرچ ہوں گے۔ اس میں ان سے یہ پوچھنا ہے کہ آیا یہ رقم یہاں پر درج ہے یہ اس دربار پر خرچ ہوئی ہے؟

وزیر اوقاف: ابھی تک یہ رقم خرچ نہیں ہوئی۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: اس کی وجہ بتا سکتے ہیں کہ یہ کیوں خرچ نہیں ہوئی جب کہ یہاں لکھی ہوئی ہے اور منصوبہ بھی اس کا بنا؟

جناب سپیکر: یہ کون سے جز میں ہے ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: یہ سوال کے جز "ب" میں ہے۔

جناب سپیکر:

(ب) (i) مالی سال 91-1990ء میں دربار حضرت داؤد بندگی شیر گڑھ کے لیے مبلغ -/1,50,000 روپے جو دربار ہذا کی داخلی بڑی محراب کی تعمیر و آرائش پر خرچ کیے گئے ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: یہ دربار حضرت محمد غوث کے بارے میں بات ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر: سوال کا جز "ب" (ii) ہے۔

(ii) دربار حضرت محمد غوث بالا پیر اوکاڑہ پر 91-1990ء میں چالیس ہزار پانچ صد نوے روپے برائے سپلائی و کنکشن بجلی پر خرچ کیے گئے ہیں۔ مزید -/6,81,000 روپے رواں مالی سال 92-1991ء میں دربار شریف کی چار دیواری و تبدیلی چھت مسجد و خصوصی مرمت و تنصیب بجلی اور الیکٹرک موٹر پر خرچ کیے جائیں گے۔ وزیر اوقاف!

وزیر اوقاف: پچھلے سال ہمارے انجنیئرنگ برانچ کے جو پراجیکٹ ڈائرکٹر تھے وہ ہمارا داتا دربار کمپلیکس تعمیر ہوا تھا اس میں وہ suspend ہو گئے تھے جس کی وجہ سے پچھلے سال یہ رقم خرچ نہیں ہو سکی۔ انشاء اللہ اس سال ہم وہ رقم خرچ کر رہے ہیں۔ ہم نے نیا پراجیکٹ ڈائرکٹر' EXN لے لیا ہے

جناب سپیکر: یہ رقم lapse نہیں کرے گی اور اس سال خرچ کی جائے گی۔

وزیر اوقاف: یہ رقم lapse نہیں کرے گی۔

جناب سپیکر: ضمنی سوال' ڈاکٹر وسیم صاحب۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! جواب میں لکھا ہوا ہے: "دربار حضرت غوث بالا پیر کا رقبہ زیر مقدمہ ہونے کی وجہ سے کوئی زر ٹھیکہ اس دوران وصول نہ ہوا۔"

ان سے یہ پوچھنا ہے کہ یہ کب سے زیر مقدمہ ہے؟ اور اب کس سٹیج پر ہے؟

وزیر اوقاف: ابھی تک اس کا فیصلہ نہیں ہوا۔ یہ ابھی تک زیر مقدمہ ہی ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: یہ کب سے زیر مقدمہ ہے؟

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! ذرا تفصیل سے سوال کیجئے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب والا! جواب کے جز "ج" میں ہے کہ دربار کے ساتھ کوئی چھ سات مربع زمین ملحق ہے اور اس کی کوئی آمدنی محکمے کو وصول نہیں ہو رہی۔ انہوں نے جز "ج" کے سب سے آخر میں لکھا ہوا ہے: "دربار حضرت غوث بالا پیر کا رقبہ زیر مقدمہ ہونے کی وجہ سے کوئی زر ٹھیکہ اس دوران وصول نہ ہوا ہے۔" ان سے یہ پوچھنا ہے کہ یہ کب سے زیر مقدمہ ہے؟

جناب سپیکر: مسٹر اوقاف۔

وزیر اوقاف: یہ دو سال سے ڈسٹرکٹ سیشن جج کی عدالت میں ہے۔

جناب سپیکر: حاجی احمد خان صاحب۔

حاجی احمد خان بلوچ: جناب والا! جواب میں 1921 کنال رقبہ بتایا گیا ہے جو تقریباً ساڑھے نو مربع زمین بنتی ہے۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس کا سالانہ ٹھیکہ فی ایکٹر کیا ہے؟

وزیر اوقاف: اس کا سالانہ ٹھیکہ -/30355 روپے ہے۔ لکھا ہوا ہے۔

حاجی احمد خان بلوچ: کہیں یہ گھر غلط تو نہیں ہے؟ دس مربع رقبہ اور ٹھیکہ صرف تیس

ہزار! ذہن نہیں مان سکتا کہ اتنے بڑے رقبے کا ٹھیکہ صرف تیس ہزار روپے ہے۔

جناب سپیکر: جی منسٹر صاحب!

وزیر اوقاف: جناب والا! میں نے پچھلے سوال میں بھی گزارش کی تھی کہ ہم محکمہ اوقاف کی زمین نیلام عام کے ذریعے ٹھیکے پر دیتے ہیں۔ جس کی سب سے زیادہ بولی آتی ہے اسے ہم ٹھیکہ دے دیتے ہیں۔ ہر تین سال بعد اس کی بولی دوبارہ ہوتی ہے۔ ہمیں تو بڑی خوشی ہو گی کہ یہ کوئی ایسی پارٹی بھیج دیں جو زیادہ پیسے دے دے۔

جناب سپیکر: ضمنی سوال' حاجی احمد خان صاحب!

حاجی احمد خان بلوچ: انہوں نے کہا ہے کہ ہم نیلام عام کرتے ہیں اور اس میں جو بولی آتی ہے' اس کو دیتے ہیں۔ یہ نیلام عام کی بولی تو بتا دیں۔ جس کو زمین دی گئی ہے اس کی بولی فی ایکڑ بتا دیں۔ اگر دس مربع زمین تیس ہزار روپے میں دی گئی تو فی ایکڑ بتا دیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جناب ارشاد حسین سیٹھی صاحب!

جناب ارشاد حسین سیٹھی: لگتا ہے کہ ٹوانہ صاحب بوٹی کی صورت میں آ کر بیٹھے ہیں۔ اگر ہم ان سوالات کو پہلے سوال سے از سر نو شروع کر دیں اور ٹوانہ صاحب بھی مدد کر دیں تو بہتر نہیں ہے؟ اگر یہ بوٹی استعمال کر لیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔

جناب سپیکر: وزیر اوقاف!

وزیر اوقاف: جناب سپیکر! میں نے گزارش کی ہے کہ ہم محکمہ اوقاف کی اراضیات کو نیلام عام پر ٹھیکے پر دیتے ہیں۔ دوسرے یہ ہے کہ اکٹھے تو مربع ٹھیکے پر نہیں دیتے۔ اس کی مختلف لائنیں ہیں۔ تو ہر لائن کے حساب سے اس کو ٹھیکے پر دیا جاتا ہے۔ اگر وہ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ آخری بولی کتنی ہے تو اس کے لیے نیا سوال دیں' کیونکہ تمام ریکارڈ پیش کیا جائے گا۔ اس سوال میں تو انہوں نے جواب نہیں مانگا تھا۔

جناب سپیکر: ضمنی سوال' فرید احمد پراچہ صاحب!

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! کیا نیلام عام کے لیے اشتہارات دیے جاتے ہیں؟ اگر دیے جاتے ہیں تو وہ قومی اخبارات میں دیے جاتے ہیں یا مقامی اخبارات میں؟

جناب سپیکر: منسٹر اوقاف۔

وزیر اوقاف: جو ہمارے زیادہ مالیت کے رقبے ہوتے ہیں ان کے لیے اخبارات میں اشتہارت دیے جاتے ہیں اور ویسے بھی ہم اشتہارات چھپوا کر اہم جگہوں پر لگوا دیتے ہیں' مشتہر منادی بھی کراتے ہیں۔ ہم تحصیل آفس' ڈی سی آفس اور دوسری اہم جگہوں پر اشتہارات چسپاں بھی کرتے ہیں۔ درباروں اور مسجدوں میں بھی چسپاں کرتے ہیں۔ کافی تشہیر کے بعد ان کو نیلام عام کیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: چودھری نور محمد تارڑ صاحب! ضمنی سوال۔

چودھری نور محمد تارڑ: جناب والا! محترم وزیر اوقاف فرمائیں گے کہ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ جن منظور نظر افراد کو یہ ٹھیکہ دلوانا ہوتا ہے ان کے علاوہ دوسرے تمام ٹھیکے داروں کو یا دوسرے جو لوگ وہاں موجود ہوتے ہیں انہیں یہاں سے (بھگا) دیا جاتا ہے یا بٹھا دیا جاتا ہے۔

وزیر اوقاف: انہوں نے جو سوال کیا ہے وہ درست نہیں۔

جناب سپیکر: ملک اقبال احمد خان لنگڑیال صاحب! ضمنی سوال۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ انہوں نے اس زمین کی سرکاری بولی کتنی رکھی ہوئی ہے جو یہ نیلام عام کرتے ہیں؟

وزیر اوقاف: سرکاری بولی کی کوئی بندش تو نہیں ہے اور نہ ہی ہم نے کوئی سرکاری بولی رکھی ہوئی ہے۔ جتنا ٹھیکہ پچھلے سال ہوتا ہے ہم کوشش کرتے ہیں کہ اس سے کم از کم بیس فی صد زیادہ ٹھیکہ ہمیں آئے۔ اگر کسی زمین کا بیس فی صد سے زیادہ ٹھیکہ نہیں آتا تو پھر ہم کوشش کرتے ہیں کہ دوبارہ اس کی بولی کرائی جائے۔ دوبارہ اگر نہ ہو تو پھر ہم اسے اسی بولی پر دے دیتے ہیں۔ کم از کم دو دفعہ بولی کرتے ہیں۔ تو بیس فی صد سے زیادہ اس کی بولی آ جاتی ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ: اس سوال کے ذریعے سے جو اہم بات واضح ہوئی ہے کہ آمدنی بڑھانے کی کوئی حقیقی تدبیر اختیار نہیں کی جاتی اور انہی افراد کو دوبارہ سہ بارہ دینے کا یہ سلسلہ ہے۔ جناب سپیکر! کم از کم اس کی اصلاح ہو جائے۔ میں ضمنی سوال پر ان سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کیا وزیر اوقاف یہ commitment کرانے کے لیے تیار ہیں کہ آئندہ ٹھیکہ قومی اخبارات میں اشتہارات دے کر دیا جائے گا اور اس کے لیے کم از کم سرکاری بولی کا

تعین کیا جائے گا تاکہ ان کی آمدنی بڑھ سکے؟

وزیر اوقاف: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ کئی ہماری اراضیات اتنی ہیں کہ کسی جگہ چار کنال ہے، کسی جگہ دس کنال ہے یا دس ایکٹر ہے تو وہاں پر قومی اخبارات میں اشتہارات دینے سے جتنے پیسے ہمیں زمین کے ٹھیکے سے آئیں گے اتنے پیسے ہم قومی اخبارات کو اشتہار میں دے دیں گے۔ اس لیے ہم کوشش کرتے ہیں کہ جو ہماری زیادہ اراضیات ہیں ان کا تو قومی اخبارات میں یا مقامی اخبارات میں دیتے ہیں اور باقی ہم اشتہار نکال کر محکمے کی طرف سے ان کو اہم مقامات پر چسپاں کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: حاجی احمد خان ہرل صاحب کی طرف سے آخری سوال۔

حاجی احمد خان ہرل: جناب والا! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ارشاد حسین سیٹھی صاحب نے سوال میں یہ کہا ہے کہ دو لاکھ کی بجائے میں چار لاکھ دینے کو تیار ہوں اگر یہ رقبہ مجھے دے دیں اور ادھر دس مربعے میں یہ بات جب ہوئی ہے تو کہتے ہیں کہ کوئی زیادہ بولی والا ہے تو آپ لے آئیں۔ جناب اگر وہ ڈبل یعنی چار لاکھ دے رہے تھے تو انہوں نے کہا کہ ہم نیلام عام میں دے ہی نہیں سکتے اور ادھر مجھے کہتے کہ زیادہ ہے تو لے آئیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اس بات پر پابند ہیں کہ یہ رقبہ دیں گے۔ وزیر موصوف نے خود فرمایا ہے کہ اگر آپ زیادہ انکم والا آدمی لائیں تو ہم اسے دیں گے۔ لیکن اس سے پہلے سوال میں یعنی ارشاد احمد سیٹھی صاحب کے سوال میں انہوں نے خود کہا ہے کہ چاہے یہ چار لاکھ بھی دیں ہم نہیں دے سکتے۔ جناب اس کی میں وضاحت چاہتا ہوں کہ یہ دو باتیں ہو گئی ہیں۔ کون سی بات درست ہے؟

وزیر اوقاف: جناب سپیکر! شاید میرے بھائی نے پوری طرح سنا نہیں یا میں سمجھا نہیں سکا۔ میں نے گزارش کی تھی کہ نیلام عام میں ہم اراضیات کا ٹھیکہ دیتے ہیں تو جس وقت نیلام عام ہو گا اس وقت وہ بولی میں حصہ لے لیں۔ تو جتنے زیادہ پیسے آئیں گے اتنا ہی زیادہ ہمارے محکمے کو فائدہ ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: اگلا سوال۔ فرید احمد پراچہ صاحب!

سوال نمبر 1520 پوچھا گیا۔

جناب فرید احمد پراچہ: سوال نمبر 1520۔

## مسجد کے لیے مختص کی گئی اراضی کی غیر قانونی الاٹمنٹ

☆1520۔ جناب فرید احمد پراچہ: کیا وزیر اوقاف ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ حلقہ نیاز بیگ لاہور میں مسجد باہر والی کے لیے 184 کنال اراضی مختص کی گئی ہے جو اب محکمہ اوقاف کے زیر کنٹرول ہے۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ اراضی مذکورہ بالا کو محکمہ اوقاف کے افسران نے خود ہی الاٹ یا لیز کر کے آپس میں بانٹ لیا ہے جبکہ مسجد کے لیے وقف اراضی کو اس طرح حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

(ج) مسجد پر اب تک کل کتنا خرچ آیا ہے اور آیا اس کے رنگ و روغن کے لیے کوئی پروگرام بنایا گیا ہے؟

جناب سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

وزیر اوقاف (چودھری محمد اکرم):

(الف) یہ درست ہے کہ بذریعہ نوٹیفکیشن نمبر 2/4/AG/78,78 تاریخ 29-7-1978 اراضی تعدادی 184 کنال 6 مرلہ ملحقہ جامع مسجد باہر والی واقع موضع ہنجر وال محکمہ اوقاف کی تحویل میں لی گئی۔

(ب) جزوی طور پر درست ہے کیونکہ اس مسجد سے ملحقہ صرف 34 کنال 11 مرلہ رقبہ اوقاف کے افسران و ملازمین کو 99 سالہ پٹہ پر رہائشی مقاصد کے لیے دیا گیا ہے۔ جس کے لیے باقاعدہ سکیم کی منظوری محکمہ اوقاف نے دی۔

(ج) مسجد پر اب تک -/2,08,030 روپے کے اخراجات کیے گئے ہیں اور سال رواں کے لیے اس مسجد کی تعمیر و مرمت کے لیے -/50,000 روپے مختص کیے گئے ہیں۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ جو کہا گیا ہے کہ افسران اور ملازمین کو ننانوے سالہ پٹے پر رہائشی مقاصد کے لیے دیا گیا ہے۔ تو کیا محکمے نے اس بارے میں علماء کرام سے فتویٰ لیا ہے کہ اس طرح کی وقف اراضی جو کسی مسجد کے لیے وقف ہو' اپنے ملازمین کو پٹے پر دی جا سکتی ہے؟ انہوں نے شرعی نوعیت کے بارے میں علماء سے فتویٰ لیا' لیا تو کن علماء سے

فتویٰ لیا ہے؟

جناب سپیکر: جی' وزیر اوقاف صاحب!

وزیر اوقاف: جی' جناب سپیکر! اس کے بارے میں مختلف علماء کرام سے فتویٰ لیا گیا ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! وزیر موصوف کسی ایک آدمی کا نام بتادیں۔

وزیر اوقاف: جناب والا! یہ تو نیا سوال بنتا ہے۔ بہرحال میں عرض کرتا ہوں کہ اس میں مولانا عبدالقادر روپڑی صاحب اور دوسرے علماء کرام ہیں جن سے ہم نے فتویٰ لیا ہوا ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! کوئی ضمنی سوال ہے؟

میاں شہباز احمد: جی اس سے متعلقہ ہی ہے۔ کیا فتویٰ حافظ حسین احمد سے لینا ضروری ہے؟

جناب سپیکر: کیا یہ ضمنی سوال ہے؟ میاں صاحب! آپ کا ضمنی سوال کیا ہے؟

میاں شہباز احمد: جناب والا! کیا یہ فتویٰ حافظ حسین احمد صاحب سے لینا ضروری ہے؟

MR SPEAKER: Sorry! This is not a supplementary question.

جناب فرید احمد پراچہ: جناب والا! وہ فتویٰ میاں شہباز احمد صاحب سے لے لیں۔ جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا وزیر موصوف بیان فرمائیں گے کہ اراضی جو لاہور کینال پر واقع ہے اور بڑی قیمتی اراضی ہے اور یہ تقریباً ساڑھے پانچ ارب روپے کی بنتی ہے۔ محکمہ نے یہ اراضی اپنے کچھ منظور نظر افراد کو جن میں ٹھیکے دار بھی شامل ہیں جو جوتوں کا ٹھیکہ لیتا ہے۔ اس ٹھیکے دار کو بھی انہوں نے یہ اراضی دی ہے' کیا یہ درست ہے؟

جناب سپیکر: جناب وزیر اوقاف!

وزیر اوقاف: جناب سپیکر! محکمہ اوقاف نے اپنے ملازمین کی رہائشی سہولتوں کے لیے ان کو یہ زمین جو 34 کنال 14 مرلے صرف رہائشی مقصد کے لیے دی ہے۔ اور صرف ملازمین کو دی ہے۔

جناب سپیکر: جناب فرید احمد پراچہ صاحب ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ مسجد پر اب تک دو لاکھ 8 ہزار تیس روپے خرچ ہوئے ہیں۔ اور یہ تقریباً چودہ سال کی مدت بنتی ہے اور چودہ ہزار روپے یہ اوسطاً سالانہ بنتا ہے۔ تو میرا یہ سوال ہے کہ کیا اتنی قیمتی اراضی جس مسجد کے ساتھ ملحقہ ہے' اس پر جو خرچ کیا گیا ہے' کیا محکمہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ اس مسجد کے شایان شان اور اس کی اتنی جو ملکیت ہے اس کے مطابق ہے جو اوسطاً چودہ ہزار روپے سالانہ بنتے ہیں؟

جناب سپیکر: جناب وزیر اوقاف!

وزیر اوقاف: جناب سپیکر! ماشاء اللہ تعمیر کے لحاظ سے مسجد کی حالت بہت اچھی ہے۔ اس کی سفیدی وغیرہ یا کوئی باتھ روم یا کوئی چیز بنانی ہو تو اس کی ضرورت کے مطابق اس پر ہم خرچ کرتے ہیں۔ زیادہ وہاں پر خرچ کرنے کی ضرورت نہ ہے۔

جناب سپیکر: حاجی احمد خان صاحب ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں۔

حاجی احمد خان ہرل: جناب سپیکر! میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ انہوں نے جواب میں فرمایا ہے کہ 34 کنال اراضی' افسران کو رہائش کے لیے دی گئی ہے تو ان افسران کے نام یہ بتا سکتے ہیں کہ مسجد کی 34 کنال اراضی افسران کو کیوں دی اور کس کس افسر کو دی؟

جناب سپیکر: وزیر اوقاف صاحب!

وزیر اوقاف: جناب والا! تقریباً 27 ملازمین کو یہ 34 کنال اراضی دی گئی ہے۔ ان کے نام اگر چاہیں تو میں ٹیبل کر دوں گا۔

جناب سپیکر: یہ 27 ملازمین کو 34 کنال اراضی دی گئی ہے۔ ان کے نام وزیر اوقاف صاحب اس سیشن کے دوران ٹیبل کر دیں گے۔

حاجی احمد خان ہرل: جناب والا! کتنی کتنی دی گئی؟

جناب سپیکر: جی یہ تفصیل بھی وزیر اوقاف صاحب ٹیبل کر دیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: کیا وزیر موصوف فرمائیں گے کہ لیز منی فی کنال کتنی ہے جو محکمے نے وصول کی ہے؟

جناب سپیکر: آپ 34 کنال اراضی کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ فی کنال لیز منی کتنی ہے؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جی! اس کے بارے میں بات کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر: وہ سوال تو حاجی احمد خان صاحب کا ہو چکا ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب والا! انہوں نے فرمایا ہے کہ کن کو دی ہے۔ لیکن میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ 34 کنال زمین جو محکمے کے افسران کو دی گئی ہے اس کی فی کنال لیز منی کتنی ہے اور کس ریٹ پر دی گئی ہے؟

جناب سپیکر: یہ درست ہے کہ کتنی کتنی زمین کس کس کو دی گئی ہے اور اس کی لیز منی کیا ہے۔ یہ ساری تفصیل وزیر اوقاف صاحب ٹیبل کر دیں گے۔ اگلا سوال خان غلام سرور خان صاحب!

خان غلام سرور خان: سوال نمبر 1654۔

## مسٹر محفوظ الرحمٰن نعیمی کی خلاف قانون تقرری

☆ 1654۔ خان غلام سرور خان: کیا وزیر اوقاف ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سیکرٹری اوقاف ـــ مورخہ 20 مئی 1986ء کو ایک سمری وزیر اعلیٰ پنجاب کو ارسال کی تھی جس میں ڈائرکٹر علماء اکیڈمی پنجاب کی تقرری کے لیے شرائط کا تعین کیا گیا تھا۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ مسٹر محفوظ الرحمان نعیمی کی بطور ڈائرکٹر علماء اکیڈیمی تعیناتی ان شرائط کے مطابق نہ تھی جن کا 20 مئی 1986ء کی سمری میں تعین کیا گیا تھا اور سیکرٹری اوقاف نے مسٹر نعیمی کی تقرری کی مخالفت کی تھی۔

(ج) کیا یہ حقیقت ہے کہ محکمہ کی پروموشن کمیٹی نے مورخہ 16 فروری 1986ء کو مسٹر محفوظ الرحمٰن نعیمی کی بطور ڈائرکٹر علماء اکیڈمی کی تقرری / تعیناتی کو مسترد کر دیا تھا اور پنجاب کے طلباء نے بھی اس تقرری کے خلاف ایک زبردست تحریک چلائی تھی۔

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اس خلاف قانون تقرری کو ختم کر کے کسی موزوں شخص کو ڈائرکٹر علماء اکیڈیمی تعینات کرنے کو تیار ہے اگر نہیں تو وجہ؟

جناب سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

وزیر اوقاف (چودھری محمد اکرم):

(الف) درست ہے۔

(ب) چونکہ ڈائرکٹر علماء اکیڈیمی کی اسامی 4 سال سے خالی پڑی تھی اور کوئی موزوں آدمی نہ مل رہا تھا اس کی وجہ تقرری کی سخت شرائط تھیں لہٰذا اس اسامی کے لیے تقرری کی شرائط آسان کرتے ہوئے محفوظ الرحمٰن نعیمی کی خدمات عارضی طور پر مستعار بنیادوں پر ان کے اپنے پے سکیل میں ہی حاصل کی گئی تھیں۔

(ج) یہ درست ہے کہ محکمہ کی پروموشن کمیٹی نے سال 1984ء میں محفوظ الرحمٰن نعیمی کو ڈائرکٹر علماء اکیڈیمی کی تقرری کے لیے متعینہ شرائط پر پورا نہ اترنے کی وجہ سے مسترد کر دیا تھا۔ اور کمیٹی کا مؤقف تھا کہ دوبارہ کوشش کرنے سے شاید ان سے زیادہ موزوں شخص مل جائے۔

لیکن اخبارات میں بار بار مشتہر کرنے کے باوجود کوئی مطلوبہ آدمی نہ مل سکا' لہٰذا مجبوراً شرائط تقرری میں نرمی اختیار کرتے ہوئے محفوظ الرحمٰن نعیمی کو مستعار بنیادوں پر ان کے اپنے پے سکیل میں رکھا تھا۔

(د) مسٹر محفوظ الرحمٰن نعیمی کی تقرری مستعار بنیاد پر حکومت کی طرف سے مقرر کردہ ڈیپوٹیشن پالیسی کے عین مطابق ہے اور ان کو کوئی بھی خلاف قاعدہ مراعات نہ دی گئی ہیں چونکہ وہ اپنے فرائض منصبی خوش اسلوبی سے ادا کر رہے ہیں اور کسی شکایت کا موقع نہ دیا ہے' اس لیے ان کی جگہ کسی دوسرے شخص کے تقرر کا جواز پیدا نہیں ہوتا۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟ حاجی احمد خان صاحب ضمنی سوال پوچھنا چاہتے ہیں۔

حاجی احمد خان ہرل: جناب والا! ان کے جواب میں کہا گیا ہے کہ کوئی موزوں آدمی نہ ملا تھا۔ تو میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر موزوں آدمی نہ ملے تو کسی غیر موزوں آدمی کو لگا سکتے ہیں؟

جناب سپیکر: وزیر اوقاف صاحب!

وزیر اوقاف: جناب سپیکر! ڈائرکٹر علماء اکیڈمی کی ایک پوسٹ 19 گریڈ کی تھی۔ اس کے لیے ہم نے قومی اخبارات میں' یونیورسٹیوں میں اور ان کے وائس چانسلرز صاحبان کو لکھا تھا کہ ہمیں اس پوسٹ کے لیے اس تعلیمی معیار کا چاہیے۔ تو چار سال یہ پوسٹ خالی رکھنے کے باوجود ہمیں آدمی نہ مل سکا۔ اس پر پھر محفوظ الرحمٰن نعیمی صاحب جو گورنمنٹ کالج کھاریاں میں کام کرتے ہیں۔ انہوں نے ڈیپوٹیشن پر آنے کی خواہش ظاہر کی تو انہیں اپنے ہی پے سکیل میں ہم نے لے لیا۔ صرف اس لیے کہ ہم وہاں چاہتے تھے کہ جو چار سال سے پوسٹ خالی پڑی ہے اس پر کام ہو سکے۔

حاجی احمد خان ہرل: جناب والا! انہوں نے خود جواب میں لکھا ہے کہ موزوں آدمی نہ ملا تو غیر موزوں کو لگا دیا۔ تو غیر موزوں آدمی کو لگانا قاعدہ اور رول میں درست ہے۔

جناب سپیکر: اس کا جواب وزیر اوقاف صاحب دے چکے ہیں۔

جناب فرید احمد پراچہ: ضمنی سوال--

جناب سپیکر: ضمنی سوال فرید احمد پراچہ صاحب!

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا وزیر موصوف یہ بیان

فرمائیں گے کہ کیا محکمے سے ہی کسی افسر نے یہ representation دی ہوئی ہے کہ وہ اس کے لیے موزوں تھے اور ان کو نظرانداز کر کے کسی دوسرے فرد کو لگایا گیا ہے۔

وزیر اوقاف: جی نہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: جی، ضمنی سوال، ڈاکٹر وسیم صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! ان سے یہ پوچھنا ہے کہ اس اسامی کے لیے محکمے نے کیا کوالیفیکیشن طے کی ہوئی ہیں؟

وزیر اوقاف: جناب سپیکر! اس کے لیے پی ایچ ڈی اسلامیات کا ہونا چاہیے اور 10 سالہ اس کا تجربہ ہونا چاہیے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال قیصر افراہیم سرویا صاحب۔

(جناب قیصر افراہیم سرویا کے ایماء پر جناب جانسن مائیکل نے دریافت کیا)

جناب جانسن مائیکل: سوال نمبر 1676۔

## ہیڈ کلرک کے خلاف کارروائی

☆ 1676۔ جناب قیصر افراہیم سرویا: کیا وزیر اوقاف ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ امر واقع ہے کہ صوفی نذیر احمد 25 سال پیشتر ایک دکان واقع 92۔ چیمبرلین روڈ نزد مسجد مائی لاڈو لاہور محکمہ اوقاف سے کرایہ پر حاصل کی تھی اب جبکہ وہ وفات پا چکا ہے تو مذکورہ دکان سعید نامی ہیڈ کلرک دفتر پیر مکی محکمہ اوقاف کی ملی بھگت سے غلام قادر ولد صوفی نذیر احمد نے اپنے بھائی غلام حیدر کی حق تلفی کرتے ہوئے اکیلے اپنے نام منتقل کروالی ہے۔

(ب) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت ہیڈ کلرک سعید کے خلاف کوئی محکمانہ کارروائی کر رہی ہے اگر ہاں تو اس کی تفصیل سے ایوان کو مطلع کیا جائے۔ نیز حکومت غلام حیدر کو اس کا حق دلانے میں کیا اقدامات کر رہی ہے؟

وزیر اوقاف: (چودھری محمد اکرم):

(الف) یہ درست ہے کہ مسجد مائی لاڈو چیمبرلین روڈ لاہور سے ملحقہ دوکان نمبر 7 صوفی نذیر احمد مرحوم کے نام کرایہ داری پر تھی۔ اس کا انتقال 2-6-1989 کو ہوا۔ مرحوم کی بیوہ مسمات

فضلیت بی بی نے مینجر اوقاف حلقہ نمبر1 لاہور کو درخواست دی کہ اس کا خاوند وفات پا چکا ہے۔ اس کی حیات سے ہی میرا بڑا بیٹا غلام قادر دکان پر کاروبار کرتا چلا آ رہا ہے۔ میرے خاوند نے اپنی حیات ہی میں بذریعہ اقرار نامہ اس دکان کے تمام حقوق غلام قادر کے نام کر دیئے تھے۔ اب ماسوائے غلام حیدر کی تمام فیملی ممبران نے بذریعہ بیان حلفی رضامندی دے دی ہے کہ اس دکان کی کرایہ داری غلام قادر کی نام ہی منظور کر دی جائے۔ مرحوم کرایہ دار کی بیوی نے بذریعہ اشتہار اخبار غلام حیدر اعلان لاتعلقی کیا اس صورت حال کی روشنی میں مینجر حلقہ نمبر1 لاہور نے محکمانہ قواعد / پالیسی کے تحت اس دوکان کی کرایہ داری مرحوم کے بڑے بیٹے غلام قادر کے نام منظور کرنے کی تحریک کی جس کے لیے ایڈمنسٹریٹر اوقاف سنٹرل زون لاہور نے منظوری کیس ارسال کیا۔ جس پر صدر دفتر نے حسب ضابطہ منظوری دے دی۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ وقف املاک کی کرایہ داری ملک میں مروجہ قانون وراثت کے مطابق کی جانی ممکن نہ ہے جیسا کہ نجی ملکیتی جائیدادوں کے سلسلہ میں کسی کرایہ دار کی فوتیدگی کے بعد اس کے وارثان بازگشت کی وراثت میں کرایہ داری منتقل نہیں ہوتی بلکہ مالکان جائیداد اپنی صوابدید کے مطابق نئے کرایہ دار مقرر کرتا ہے تاہم محکمہ اوقاف تقاضائے انصاف اور عوامی سہولت کے پیش نظر یہ پالیسی اختیار کر رکھی ہے کہ رہائشی جائیدادوں کے سلسلہ میں کسی کرایہ دار کی فوتیدگی کے بعد اس کی بیوہ کو کرایہ دار بنایا جاتا ہے جبکہ کمرشل جائیدادوں کے سلسلہ میں سب سے بڑے بیٹے یا خاندان کے ایسے فرد کو کرایہ دار بنایا جاتا ہے جس کے متعلق دیگر وارثان متفق ہوں۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ کرایہ کی وصولی اور کسی پیچیدگی کی صورت میں تمام وارثان بازگشت کو کرایہ دار بنانا اور کرایہ کی وصولی کرنا نہ تو ممکن ہے۔ اور نہ ہی منتظم جائیدار کے لیے کسی قسم کی پیچیدگی کی صورت میں تمام افراد کے ساتھ معاملہ طے کرنا آسان ہوتا ہے۔ مزید بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ یہ پالیسی محض عوامی مفاد میں اختیار کی گئی ہے۔ ورنہ کسی قانون کے تحت محکمہ اوقاف پر یہ پابندی عائد نہیں ہے کہ صرف وارثان بازگشت میں سے ہی کسی کو کرایہ دار بنایا جائے۔ جیسا کہ سطور بالا میں بیان کیا گیا ہے کہ اصل کرایہ دار نے اپنی حیات میں ہی غلام قادر کو کاروبار کے لیے نامزد کیا تھا اس کے تمام بھائیوں اور والدہ نے بھی تحریری طور پر اسے ہی کرایہ دار بنانے پر اظہار رضامندی کے

اقرار نامے دیئے۔ مزید برآں خاندانی اختلافات کی وجہ سے اس کی والدہ نے غلام حیدر کو "عاق" کرنے کے لیے اخبار میں اشتہار بھی دیا۔ ایسی صورت حال میں محکمہ اوقاف کی یہ کارروائی پالیسی اور انصاف اور محکمانہ مفاد میں ہے۔ جس میں کوئی اہلکار نہ تو ملوث ہے اور نہ ہی ہیڈ کلرک کی اسامی پر تعینات کسی اہل کار کو ایسے اختیار حاصل ہیں۔ بلکہ ایسے معاملات میں منظوری کے اختیارات سیکرٹری / چیف ایڈ منسٹریٹر اوقاف' پنجاب کو حاصل ہیں۔

(ب) جز "الف" میں دیئے گئے جواب کی صورت میں اس شق کا جواب بھی حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں نہ تو کوئی اہل کار ملوث ہے اور نہ ہی کسی کے خلاف کسی قسم کی کارروائی کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال---

حاجی احمد خان بلوچ: ضمنی سوال---

جناب سپیکر: جی' حاجی احمد خان صاحب! ضمنی سوال۔

حاجی احمد خان بلوچ: جناب سپیکر! اس میں یہ ہے کہ کس آدمی کی جائیداد کو اس کی وراثت میں تقسیم کرنے کی بجائے اس کے ایک لڑکے کو دے دی گئی اور اس کے جواب میں یہ لکھا گیا ہے کہ باقیوں نے اقرار نامے دیئے تھے۔ اس لیے ہم نے اس کو دے دی۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ ایوان کی میز پر وہ اقرار نامے پیش کر سکتے ہیں۔

وزیر اوقاف: جی' ہاں!

حاجی احمد خان بلوچ: جناب سپیکر! اس اجلاس میں پیش کر سکیں گے؟

جناب سپیکر: تو منسٹر اوقاف' اس اجلاس میں وہ اقرار نامے پیش کر سکیں گے؟ ایوان کی میز پر رکھ سکیں گے؟

وزیر اوقاف: جناب سپیکر! اگر ابھی دیکھنا چاہیں تو میرے پاس موجود ہیں۔

جناب سپیکر: تو اس اجلاس کے دوران آپ ٹیبل کر دیں گے؟

وزیر اوقاف: جی' میں ابھی کر دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی درست ہے۔ کوئی اور ضمنی سوال؟ نہیں' تو اگلا سوال' ملک محمد ذاکر۔

ملک محمد ذاکر: سوال نمبر1821۔

## دربار حضرت میاں چنوں سے ہونے والی آمدن

☆1821۔ ملک محمد ذاکر: کیا وزیر اوقاف ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) دربار حضرت میاں چنوں سے محکمہ کو کس کس مد سے سالانہ کتنی آمدنی ہوتی ہے۔ اس دربار سے ملحقہ کتنی اراضی ہے اور اس میں سے کتنی زرعی اراضی ہے۔ اور اس زرعی اراضی سے سالانہ کتنی آمدنی ہوتی ہے۔ نیز مذکورہ دربار سے ملحقہ دوکانوں کی تفصیل بھی فراہم کی جائے۔

(ب) دربار کی تعمیر و مرمت پر 1985ء سے آج تک کتنی رقم خرچ کی گئی اور یہاں تقریباً کتنے زائرین روزانہ سلامی کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ حکومت نے ان کی ضروریات کے لیے کتنی لیٹرین بنائی ہوئی ہیں۔

(ج) مذکورہ دربار سے ملحقہ مسجد کب تعمیر کی گئی تھی اور اس میں نمازیوں کی کتنی گنجائش ہے۔ مسجد کی تعمیر کے بعد سے آج تک اس پر کتنی رقم خرچ کی جا چکی ہے۔ نیز نمازیوں کے وضو کرنے کے لیے کیا کیا انتظامات کیے گئے ہیں۔ تفصیلاً بتایا جائے۔

وزیر اوقاف (چودھری محمد اکرم):

(الف) دربار حضرت میاں چنوں سے محکمہ اوقاف کو جو سالانہ آمدن ہوتی ہے اس کی مدوار تفصیل حسب ذیل ہے:۔

| | |
|---|---|
| 1۔ کیش بکس | تقریباً ایک لاکھ روپے |
| 2۔ پٹہ اراضیات | 27,000/- روپے |
| 3۔ کرایہ جات | 1200 روپے |
| 4۔ متفرق | 2000 روپے |

دربار مذکور کے ساتھ 18 ایکڑ 3 کنال اور 15 مرلے اراضی ہے جو زرعی ہے جس سے مبلغ 27000 روپے سالانہ آمدن ہے۔ دربار شریف سے ملحقہ دوکانات نہیں ہیں۔

(ب) دربار شریف مزکورہ کی سال 1985ء کے بعد تعمیر و مرمت پر حسب ذیل رقم خرچ کی گئی۔

| | |
|---|---|
| سال 88-1987ء | 28500/- روپے |
| سال 89-1988ء | 27200/- روپے |

دربار شریف پر زائرین کی روزانہ تعداد تقریباً 70/80 کے لگ بھگ اور جمعرات / جمعہ کو اس سے دوگنا تعداد ہوتی ہے۔ دربار پر لیٹرین وغیرہ نہ ہیں کیونکہ دیہاتی علاقہ ہونے کی وجہ سے دیہاتی زائرین کھیتوں میں رفع حاجت کر لیتے ہیں۔

(ج) مسجد ملحقہ دربار شریف محکمہ اوقاف پنجاب کے دخل قبضہ سے پیشتر کی تعمیر شدہ ہے اور مسجد مذکور میں تقریباً 50 نمازی بیک وقت نماز ادا کر سکتے ہیں۔ نمازیوں کے لیے وضو خانہ موجود ہے۔ اور پانی مہیا کرنے کے لیے ڈیپ ویل پمپ نصب ہے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال' حاجی سکندر حیات بوسن۔

حاجی سکندر حیات بوسن: سوال نمبر1160۔

## ملتان ڈویژن میں زکوٰۃ و عشر کی وصولی

## (محکمہ زکوٰۃ و عشر)

☆ 1160۔ حاجی سکندر حیات بوسن: کیا وزیر زکوٰۃ و عشر از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) محکمہ زکوٰۃ و عشر کے تحت ملتان ڈویژن میں 1986ء سے لے کر آج تک کتنی رقم جمع ہوئی ہے۔ تفصیل ضلع وار الگ الگ مہیا کی جائے۔

(ب) اس ڈویژن سے 1985ء سے لے کر آج تک کتنی رقم زکوٰۃ و عشر کے تحت تقسیم کی گئی ہے۔

(ج) عشر کی رقم سے کیا کسانوں میں بھی رقم کی تقسیم کی گئی ہے۔

(د) عشر سکیم کے تحت جو رقم حاصل ہوئی ہے وہ کہاں کہاں خرچ کی جاتی ہے۔

(ہ) عشر کی رقم سے کسانوں کی فلاح و بہبود کے لیے آج تک حکومت نے کون کون سے منصوبے شروع کیے ہیں؟

وزیر زکوٰۃ و عشر (چودھری محمد اکرم):

(الف) (i) زکوٰۃ کی وصولی مرکزی حکومت کے دائرہ اختیار میں ہے۔

(ii) عشر کی وصولی مقامی زکوٰۃ و عشر کمیٹی کی سطح پر کی جاتی ہے۔ ملتان ڈویژن میں عشر کی وصولی کی ضلع وار تفصیل سال 1986ء سے سال 1990ء تک مندرجہ ذیل ہے۔

| نمبر شمار | نام ضلع | عشر کی وصولی 1986ء تا 1990ء تک روپوں میں |
|---|---|---|
| 1۔ | ملتان | 3,18,28,180/- روپے |
| 2۔ | وہاڑی | 4,04,31,677/- روپے |
| 3۔ | ساہیوال | 2,59,55,977/- روپے |
| 4۔ | خانیوال | 2,90,79,338/- روپے |
| 5۔ | پاک پتن | 21,10,617/- روپے |
| | میزان | 12,94,65,789/- روپے |

(ب) ملتان ڈویژن میں سال 1985ء سے سال 1990ء تک حسب ذیل رقوم بطور زکوٰۃ تقسیم کی گئی ہیں۔

| نمبر شمار | نام ضلع | زکوٰۃ کی تقسیم سال 1985ء سے سال 1990ء تک روپوں میں |
|---|---|---|
| 1۔ | ملتان | 13,35,42,264/- |
| 2۔ | وہاڑی | 5,31,45,389/- |
| 3۔ | ساہیوال | 13,06,19,060/- |
| 4۔ | خانیوال | 6,34,08,239/- |
| 5۔ | پاک پتن | رقم ضلع ساہیوال میں شامل ہے |

میزان - 38,07,14,953/-

(2) عشر کی رقم ہر مقامی زکوٰۃ و عشر کمیٹی اپنی صوابدید کے مطابق اپنے اپنے علاقہ کے مستحقین میں تقسیم کرتی ہے۔ مزید ہر ایک مقامی زکوٰۃ کمیٹی کی عشر کی رقم قانون کے مطابق صرف اس کے علاقہ کے مستحقین میں ہی تقسیم ہو سکتی ہے۔

(ج) عشر کی رقم مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں کے حساب میں مقامی سطح پر جمع ہوتی ہے یہی رقم مقامی زکوٰۃ کمیٹی اپنے علاقہ کے مستحقین میں مالی امداد کے طور پر اور مقامی زکوٰۃ کمیٹی کے انتظامی اخراجات پر خرچ کی ہے۔ کسانوں کے لیے عشر سے کوئی علیحدہ رقم مختص نہیں کی جاتی ہے۔

(د) اس کا جواب شق نمبر "ج" میں دیا جا چکا ہے۔

(ہ) محکمہ زکوٰۃ و عشر مستحقین زکوٰۃ کو مالی امداد فراہم کرتا ہے اور قانون کے مطابق کسانوں کی فلاح و بہبود کے منصوبے اس کے دائرہ اختیار میں نہیں آتے ہیں۔

جناب سپیکر: اگلا سوال، جناب ارشاد حسین سیٹھی۔
جناب ارشاد حسین سیٹھی: سوال نمبر1290۔

## زکوٰۃ فنڈ کی تفصیلات کی فراہمی

☆ 1290۔ جناب ارشاد حسین سیٹھی: کیا وزیر زکوٰۃ و عشر ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔
(الف) سنٹرل زکوٰۃ فنڈ سے صوبے کو کتنی رقم سال 91-1990ء کے دوران حاصل ہوئی پی پی 117 میں دینی مدارس پر کتنی رقم خرچ کی گئی اداروں کے ناموں کی تفصیل بمع خرچ بتائی جائے۔
(ب) ہیلتھ مراکز اور اداروں پر خرچ کی جانے والی رقم اور ان کے نام کیا ہیں۔
(ج) فلاح و بہبود کی انجمنوں کے ذریعے خرچ کی جانے والی رقم اور اداروں کے نام کیا ہیں۔
(د) تعلیمی اداروں پر خرچ کی جانے والی رقم کی تفصیل اور اداروں کے نام کیا ہیں؟
جناب سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

وزیر زکوٰۃ و عشر (چودھری محمد اکرم):

(الف) سنٹرل زکوٰۃ فنڈ سے صوبائی زکوٰۃ فنڈ پنجاب کو 91-1990ء کے دوران مبلغ 434,24 ملین روپے منتقل کیے گئے۔ پی پی 117 میں پانچ دینی مدارس کو مبلغ -/1,70,000 روپے جاری کیے گئے۔ مدارس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

| | | |
|---|---|---|
| 1۔ | مدرسہ صدیقیہ رضویہ جامع مسجد بوہڑ والی سلطان پورہ | -/30,000 روپے |
| 2۔ | مدرسہ جامعہ محمدیہ جلوا مہر القرآن رجسٹرڈ شمس آباد سکیم نمبر2 لاہور | -/40,000 روپے |
| 3۔ | مدرسہ تدریس القرآن و الحدیث البنات گلی نمبر20 وسن پورہ، لاہور | -/60,000 روپے |
| 4۔ | مدرسہ ابلاغ توحید 30 شاد باغ لاہور | -/30,000 روپے |
| 5۔ | جامعہ البنات حاجی شیر سکیم نمبر2 شاد باغ لاہور۔ | -/10,000 روپے |
| | کل میزان | -/1,70,000 روپے |

(ب) صوبائی زکوٰۃ فنڈ پنجاب سے سرکاری و دیگر ہسپتالوں میں قائم ہیلتھ ویلفیئر کمیٹیوں اور انجمن بہبودی مریضاں کے ذریعے مستحق اور پیچیدہ بیماروں میں مبتلا افراد کو ادویات کی فراہمی کے لیے مالی امداد مہیا کی جاتی ہے۔ حلقہ پی پی 117 میں کوئی ایسا ہسپتال اور طبی ادارہ نہیں ہے جس کو سال 91-1990ء کے دوران امداد مہیا کی گئی ہو۔

(ج) دوران سال پی پی 117 میں کل دو فلاح و بہبود کی انجمنوں کو مبلغ -/3,05,712 روپے جاری کیے گئے اداروں کے نام حسب ذیل ہیں۔

1۔ انجمن رفاہ عامہ 161 شاد باغ لاہور۔ -/3,00,000 روپے

2۔ انجمن تعمیر معاشرہ اتحاد کالونی تاج پورہ لاہور -/5,712 روپے

(د) پی پی 117 میں 23 تعلیمی ادارہ جات کو مبلغ -/2,23,850 روپے دوران سال 91-1990ء صوبائی زکوٰۃ فنڈ سے جاری کیے گئے ہیں' متعلقہ داروں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

| نمبر شمار | نام ادارہ | رقم |
|---|---|---|
| 1۔ | ایم سی جونیئر ماڈل گرلز مڈل سکول سنٹرل روڈ چاہ میراں لاہور۔ | -/800 |
| 2۔ | گورنمنٹ زینت گرلز ماڈل ہائی سکول چاہ میراں لاہور۔ | -/1200 |
| 3۔ | گورنمنٹ ہائی سکول شاد باغ (سیکنڈ شفٹ) لاہور۔ | -/800 |
| 4۔ | گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول مصری شاہ لاہور۔ | -/4000 |
| 5۔ | گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول بادامی باغ لاہور۔ | -/1200 |
| 6۔ | گورنمنٹ محمدیا ہائی سکول داتا نگر لاہور۔ | -/3200 |
| 7۔ | گورنمنٹ ہائی سکول شاد باغ (سیکنڈ شفٹ) لاہور۔ | -/20,000 |
| 8۔ | گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول چاہ میراں لاہور۔ | -/1,39,000 |
| 9۔ | گورنمنٹ مدرسہ البنات گرلز سکول مصری شاہ لاہور۔ | -/1200 |
| 10۔ | گورنمنٹ مدرستہ البنات نمبر 2 کاچھو پورہ لاہور۔ | -/800 |
| 11۔ | گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول مصری شاہ لاہور۔ | -/4000 |
| 12۔ | گورنمنٹ زینت ماڈل گرلز ہائی سکول چاہ میراں لاہور۔ | -/650 |
| 13۔ | گورنمنٹ اصلاح معاشرہ ہائی سکول شاد باغ لاہور۔ | -/800 |
| 14۔ | گورنمنٹ ہائی سکول شاد باغ لاہور۔ | -/800 |
| 15۔ | گورنمنٹ گرلز ہائی سکول (فسٹ شفٹ) شاد باغ' لاہور۔ | -/1200 |
| 16۔ | گورنمنٹ مدرستہ البنات مصری شاہ لاہور۔ | -/10,000 |
| 17۔ | گورنمنٹ محمدیہ گرلز ہائی سکول داتا نگر لاہور۔ | -/28,000 |
| 18۔ | گورنمنٹ پاک سٹنڈرڈ گرلز ہائی سکول شاد باغ لاہور۔ | -/1600 |

| | |
|---|---|
| 19۔ گورنمنٹ ہائی سکول شاد باغ لاہور۔ | 800/- |
| 20۔ گورنمنٹ گرلز ہائی سکول (سیکنڈ شفٹ) شاد باغ لاہور۔ | 800/- |
| 21۔ گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول مصری شاہ لاہور۔ | 800/- |
| 22۔ گورنمنٹ زینت گرلز ماڈل ہائی سکول چاہ میراں لاہور | 800/- |
| 23۔ گورنمنٹ مدرسۃ البنات مصری شاہ لاہور۔ | 1600/- |
| کل میزان | 2,23,850/- |

جناب سپیکر: اگلا سوال' جناب فرید احمد پراچہ۔

جناب فرید احمد پراچہ: سوال نمبر1552۔

## مستحقین زکوٰۃ میں مکانات کی تقسیم

☆1552۔ جناب فرید احمد پراچہ: کیا وزیر زکوٰۃ و عشر از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ بے گھر مستحقین زکوٰۃ کے لیے صوبہ کے مختلف مقامات پر چھوٹے مکانات تعمیر کیے گئے ہیں۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو ان مکانات کی ضلع وار کل تعداد کیا ہے یہ کب تعمیر کیے گئے اور ان پر کل کتنی لاگت آئی ہے۔

(ج) مذکورہ بالا مکانات میں سے کتنے مکانات مستحقین میں تقسیم کیے جا چکے ہیں اور کتنے ابھی خالی ہیں۔ ان کے خالی رہنے کی وجوہات کیا ہیں۔

(د) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ مکانات آبادیوں سے دور تعمیر کیے گئے ہیں اور اسی وجہ سے مستحقین کے لیے عملاً بے کار تھے اور انہوں نے یہ مکانات حاصل نہیں کیے حتی کہ ان مکانات پر ناجائز قبضہ بھی اسی وجہ سے نہیں ہوا۔

(ہ) اگر جز (د) کا جواب اثبات میں ہے تو اس بے تدبیری کا ذمہ دار کون ہے۔ اور زکوٰۃ فنڈ کی کروڑوں روپے ضائع کرنے والے افسران کے خلاف کیا محکمانہ کارروائی عمل میں لائی گئی ہے؟

جناب سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

وزیر زکوٰۃ و عشر (چودھری محمد اکرم):

(الف) جی ہاں۔

(ب) مذکورہ مکانات کی کل تعداد 13058 ہے۔ مکانات دسمبر 1988 تا اپریل 1992ء کے عرصہ میں تعمیر ہوئے۔ کل لاگت 52,24,03,574 روپے آئی۔ مکانات کی ضلع وار فہرست ضمیمہ (الف) پر درج ہے۔

(ج) مذکورہ مکانات میں سے 11492 مکانات مستحقین میں تقسیم کیے جا چکے ہیں۔ جن میں سے 366 مکانات خالی ہیں۔ یہ مکانات آبادی سے دور یا مستحقین کی عدم دلچسپی کی بناء پر خالی نہیں۔

(د) جزوی طور پر درست ہے۔

(ہ) آبادی اور شہر کے نزدیک مکانات کی تعمیر کے لیے جگہ دستیاب نہ ہونے کی بناء پر ضلعی انتظامیہ نے آبادی سے دور جگہ پر مکانات کی تعمیر کا انتخاب نیک نیتی سے مستحقین کی بہبود کی خاطر کیا۔ اور جگہ کا حصول اور تعمیر کی نگرانی کی ذمہ داری نیشنل ہاؤسنگ اتھارٹی کے سپرد تھی۔ جس کا صوبائی زکوٰۃ انتظامیہ سے کوئی تعلق نہ ہے۔

PROGRESS REPORT OF SHELTER FOR THE SHELTERLESS UP TO MAY, 1992.

| S.NO | Name of District | No. of houses completed. |
|---|---|---|
| 1. | Lahore. | 166 |
| 2. | Kasur. | 483 |
| 3. | Sheikhpura. | 685 |
| 4. | Okara. | 456 |
| 5. | Faisalabad. | 740 |
| 6. | Jhang. | 1123 |
| 7. | T.T.Singh. | 166 |
| 8. | Multan. | 184 |
| 9. | Khanewal. | 365 |
| 10. | Sahiwal. | 287 |

| | | |
|---|---|---|
| 11. | Vehari. | 262 |
| 12. | Bahawalpur. | 610 |
| 13. | Bahawalnagar. | 865 |
| 14. | R.Y.Khan. | 368 |
| 15. | Gujranawala. | 478 |
| 16. | Gujrat. | 940 |
| 17. | Sialkot. | 403 |
| 18. | Rawalpindi. | 445 |
| 19. | Attock. | 246 |
| 20. | Jhelum. | 244 |
| 21. | Chakwal. | 202 |
| 22. | D.G.khan | 114 |
| 23. | Muzaffargarh. | 246 |
| 24. | Rajanpur. | 65 |
| 25. | Layyah. | 712 |
| 26. | Bhakkar. | 458 |
| 27. | Mianwali. | 279 |
| 28. | Khushab. | 345 |
| 29. | Sargodha. | 1121 |
| | Total:- | 13058 |

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! اس سوال کے جواب جز (ج) میں بیان کیا گیا ہے کہ "11492 مکانات مستحقین میں تقسیم کیے جا چکے ہیں۔ جن میں سے 366 مکانات خالی ہیں۔" میرا سوال یہ ہے کہ یہ جو 11492 مکانات تقسیم کیے جا چکے ہیں کیا محکمے کے پاس کوئی سروے رپورٹ ہے کہ جہاں لوگوں نے رہائش رکھی ہوئی ہے؟

جناب سپیکر: جی' منسٹر اوقاف!

وزیر اوقاف: جناب سپیکر! جن حضرات کو یہ مکانات الاٹ ہوئے ہیں ان کی فہرست ہمارے پاس موجود ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! جو میرا سوال تھا اور جس سے جو بات میں نمایاں اور واضح کرنا چاہتا تھا وہ یہ تھا کہ ایک بہت ہی غلط سکیم کے اوپر 52 کروڑ روپیہ خرچ کر دیا گیا پھر یہ جتنے 13 ہزار مکانات میں سے کم و بیش 12 ہزار مکانات خالی پڑے ہوئے ہیں۔ آپ نے بھی آتے جاتے سڑکوں پر دیکھا ہو گا کہ اردگرد آبادیوں سے دور جو مکانات بنائے گئے ان پر 52 کروڑ روپیہ زکوٰۃ فنڈ کا جو انتہائی مقدس امانت ہے اس کو ضائع کر دیا گیا۔ اس کا ذمہ دار کون ہے؟ میرا سوال یہ ہے کہ اس بے ترتیبی کا ذمہ دار کون ہے؟ کیا اس کی کوئی تحقیق کی گئی ہے؟

جناب سپیکر: جی' منسٹر اوقاف!

وزیر اوقاف: جناب سپیکر! مکانات کی تعمیر کے لیے جو جگہ کا چننا تھا وہ مرکزی حکومت کا مسئلہ تھا۔ تو مرکزی حکومت نے وہ جگہ تجویز کی ہے۔ صوبائی زکوٰۃ کونسل سے تو صرف ہم نے جو ان کی رقم کی ایلوکیشن ہوئی تھی وہ مہیا کی ہے کہ اتنی رقم انہیں دے دیں۔ جو مکانات بن رہے ہیں' باقی یہ سارا مسئلہ مرکزی حکومت سے متعلق ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ: ضمنی سوال۔۔

جناب سپیکر: ضمنی سوال' فرید احمد پراچہ صاحب!

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا جگہ مختص کرنے کا کام بھی مرکزی حکومت نے کیا ہے یا صوبائی حکومت نے جگہ مختص کر کے انہیں دی ہے؟

جناب سپیکر: جی' منسٹر اوقاف!

وزیر اوقاف: جناب سپیکر! اس کے ذمہ دار افسر مرکزی حکومت سے تعلق رکھتے تھے۔ جنہوں نے یہ جگہ لینی تھی۔

چودھری اصغر علی گجر: جناب سپیکر! ویسے میں اس میں تھوڑی سی عرض کروں گا کہ یہ بڑی غیر ذمہ داری سے سوالات کے جوابات دیئے جا رہے ہیں۔ اگر میں منسٹر موصوف کو کہوں کہ جو انہوں نے پہلے دو سوالوں کے جواب دیئے ہیں اس کی ذمہ داری اگر وہ اس ایوان کے اندر قبول کریں کہ وہ غلط ہیں یا صحیح ہیں تو کل اس پر کوئی نہ کوئی فیصلہ ہو سکے گا مثلاً پہلے انہوں نے یہ بات کہی کہ ان مکانات

میں لوگ موجود ہیں اور میں یہ کہتا ہوں کہ میرے ضلع لیہ کے اندر 95% ایسے مکانات ہیں جن میں کوئی آدمی نہیں رہتا۔ اگر رہتا ہے تو گھوڑے' بھینسیں' گدھے یا کوئی اور آدمی' اس کے علاوہ ان مکانوں میں کوئی نہیں رہتا یا وہ خالی پڑے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسری بات یہ کہ جو زمینیں لی گئی ہیں وہ ذمہ داری مرکز نے اپنے ذمہ لے لی ہے' حالانکہ یہ بات بھی غلط ہے۔ وہ تمام زمینیں ہمارے صوبائی محکمے نے پٹواریوں کے ذریعے سے تحصیل داروں کے ذریعے سے قانونگوؤں کے ذریعے سے حاصل کیں اور ان پر پٹواریوں نے ہی مکان بنائے ہیں۔ تو کم از کم جس سوال کے جواب کا علم نہ ہو تو اس کا کہہ دیا جائے کہ اس کا پوچھ کر بتا دیا جائے گا۔ یہ نہیں کہ کہہ دیا جائے اور اس کی جانچ پڑتال کوئی نہ ہو اور کوئی غلط جواب دیا جائے گا تو اس کی پوچھ گچھ کوئی نہیں ہو گی۔ ان دونوں کے جواب غلط ہیں۔ میں اس کو چیلنج کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! آپ کے پاس remedy موجود ہے۔ جن سوالوں کے جوابات deliberately غلط دیئے جائیں۔ اس کے لیے آپ کے پاس remedy موجود ہے۔ منسٹر اوقاف نے واضح طور پر آن دی فلور آف دی ہاؤس ایک سٹیٹمنٹ دی ہے۔ اس وقت تو اس پر یقین کرنا پڑے گا' لیکن اگر آپ کے پاس کوئی ایسا ثبوت ہے کہ جواب غلط ہے تو اس کے لیے آپ دوسرا متبادل راستہ اختیار کر سکتے ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: ضمنی سوال---

جناب سپیکر: ڈاکٹر وسیم صاحب! ضمنی سوال۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! یہ بہاولپور میں بھی 610 مکانات انہوں نے لکھے ہیں کہ تعمیر کیے گئے ہیں۔ یہ مکانات بھی شہر سے ہٹ کر بنائے گئے ہیں اور ابھی تک یہ غیر آباد ہیں اور ان مکانوں میں سے کھڑکیاں' دروازے اور دوسرا سامان جو ہے وہ چوری ہو چکا ہے۔ میں نے ان سے یہ پوچھنا ہے کہ آیا ان کے دیکھ بھال کی ذمہ داری انہی کے محکمے کے پاس ہے یا کوئی اور محکمہ ان کی دیکھ بھال کر رہا ہے؟

جناب سپیکر: جی' منسٹر اوقاف!

وزیر اوقاف: جناب سپیکر! میں نے پہلے بھی ایک سوال میں گزارش کی ہے کہ ہم نے جن آدمیوں کو یہ مکان الاٹ کر دیئے ہیں یہ ذمہ داری ان کی ہے اور جو مکانات ابھی ہم نے ہینڈ اوور نہیں کیے وہ اگر ایجنسی سے ہمیں ہینڈ اوور ہو گئے ہیں تو وہ ہماری ذمہ داری ہے۔ محکمہ زکوٰۃ کے ذمہ ہے اور

جو ہینڈ اوور نہیں ہوئے ابھی جو تعمیر ہونے والے ہیں وہ تو ہمیں ہینڈ اوور نہیں ہوئے اور جو ہینڈ اوور ہو گئے ہیں اور ہم نے ان الاٹیوں کو مکانات دے دیئے ہیں وہ جن کو الاٹ ہو گئے ہیں وہ ذمہ داری ان کی ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! یہ جواب دے رہے ہیں کہ اگر وہ ہینڈ اوور ہو گئے ہیں تو ہماری ذمہ داری ہے اگر نہیں ہوئے تو ہماری ذمہ داری نہیں ہے۔ یہ اس کا جواب ہی عجیب و غریب سا ہے۔ یہ کوئی واضح جواب دیں کہ آیا جو بہاولپور میں 610 مکانات ہیں ان کی دیکھ بھال کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے اگر وہ ہینڈ اوور نہیں ہوئے تو یہ بتائے کہ وہ ہینڈ اوور کیوں نہیں ہوئے اگر ہو گئے ہیں تو یہ بتائیں کہ ہو گئے ہیں۔ کوئی واضح جواب دیں۔ اگر مگر والا جواب نہیں ہونا چاہیے۔

جناب سپیکر: آپ کا سوال کیا ہوا؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: میں نے ان سے یہ سوال پوچھا ہے کہ بہاول پور میں بھی 610 مکانات انہوں نے زکوٰۃ سے تعمیر کیے ہیں اور اب ان مکانات کا کوئی والی وارث نہیں۔ کھڑکیاں دروازے تمام سامان وہاں سے چوری ہو چکا ہے۔ میں نے یہ ان سے پوچھا ہے کہ آیا ان کی دیکھ بھال کی ذمہ داری انہی کے محکمے کے اوپر ہے؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر اوقاف!

وزیر اوقاف: جناب سپیکر! جن مستحقین کو یہ پلاٹ الاٹ ہو چکے ہیں ان کی فہرست میں ٹیبل کر دوں گا۔ اگر میرے پاس دیکھنا چاہیں تو وہ بھی دیکھ لیں۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! سوال یہ ہے کہ بہاولپور میں جو 610 مکانات بنائے گئے ہیں ان کی دیکھ بھال کی ذمہ داری کس پر ہے؟

وزیر اوقاف: جناب سپیکر! اگر تو وہ الاٹ کر دیئے گئے ہیں تو پھر تو ذمہ داری الاٹیوں کی ہے۔ اگر الاٹ نہیں ہوئے تو پھر ذمہ داری ہماری ہے۔ اگر ہمیں ہینڈ اوور ہو گئے ہیں۔

جناب سپیکر: درست ہے۔ اگر الاٹ نہیں ہوئے تو پھر ذمہ داری آپ کی ہے۔

وزیر اوقاف: جی، ہاں!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب والا! میں آپ کے توسل سے جناب وزیر اوقاف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا وہ مکانات الاٹ ہو گئے ہیں یا نہیں ہوئے؟

وزیر اوقاف: جناب والا! میں اس کا جواب کل ٹیبل کر دوں گا یا ذاتی طور پر ان کو کل جواب دلا

دوں گا۔

جناب سپیکر: یہ درست ہے کہ ان میں سے جتنے مکانات الاٹ ہو گئے ہیں اس بارے میں اگر آپ کو کوئی انفرمیشن چاہیے تو یہ ٹیبل کر دیں گے۔ حاجی سکندر حیات بوسن!

حاجی سکندر حیات بوسن: سوال نمبر1562۔

## جہیز فنڈ سے رقوم کی فراہمی

☆1562۔ حاجی سکندر حیات بوسن: کیا وزیر زکوٰۃ و عشر ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے آٹھ نو ماہ قبل جہیز فنڈ قائم کرنے کا اعلان کیا تھا مگر ابھی اس مقصد کے لیے کوئی فنڈز وغیرہ فراہم نہیں کیے گئے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ اس وقت جہیز فنڈ کے متعدد کیس فائل ہو چکے ہیں مگر رقم نہ ہونے کی وجہ سے چیک جاری نہیں کیے جا رہے۔

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت جہیز فنڈ کی مد میں رقم فراہم کرنے کو تیار ہے۔ اگر ہاں تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

جناب سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

وزیر زکوٰۃ و عشر (چودھری محمد اکرم):

(الف) یہ درست نہ ہے کہ جہیز فنڈ آٹھ نو ماہ قبل قائم کرنے کا اعلان کیا گیا تھا۔ درحقیقت مالی سال 89-1988ء سے جہیز فنڈ قائم ہے۔ اور مستحقین کو اس سے امداد فراہم کی جاتی رہی ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ جہیز فنڈ کے متعدد کیس فائل ہو چکے ہیں اور اس سلسلے میں مالی سال 92-1991ء کے دوران پہلی قسط کے طور پر۔/2,50,00,000 روپے بطور امداد تقسیم بھی کیے جا چکے ہیں۔

(ج) جیسا کہ جز "ب" کے جواب میں بیان کیا گیا ہے کہ سال 92-1991ء کے دوران پہلے ہی ۔/2,50,00,000 روپے کی رقم مستحقین میں تقسیم کی جا چکی ہے حکومت کے حالیہ فیصلہ کے مطابق جہیز فنڈ کو صوبائی بیت المال میں ضم کر دیا گیا ہے۔ اس لیے جہیز فنڈ کی مد میں مزید رقم فراہم نہیں کی جا رہی البتہ صوبائی بیت المال کے قواعد و ضوابط کے مطابق بیت المال کا 4 فیصد حصہ مستحق لڑکیوں کی مالی امداد برائے شادی کے لیے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ اور یہ رقم

ضلعی بیت المال کمیٹیوں کے ذریعہ برائے تقسیم ارسال کر دی گئی ہے۔

خان احمد خان بلوچ: جناب والا! میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ انہوں نے کہا ہے کہ بیت المال کی کچھ رقم 4 فیصد ضلعی کمیٹیوں کو بھیج دی گئی ہے ضلعی بیت المال کمیٹی اسے تقسیم کرے گی۔ تو جناب والا! کیا وزیر موصوف یہ فرمائیں گے کہ یہ ضلعی بیت المال کمیٹیاں کب شروع ہوں گی اور یہ کب رقم تقسیم کریں گی۔

وزیر اوقاف: جناب سپیکر! یہ سوال محکمہ سوشل ویلفیئر سے تعلق رکھتا ہے اس کا محکمہ زکوٰۃ سے کوئی سروکار نہ ہے۔

جناب سپیکر: یہ درست ہے۔ اگلا سوال نمبر 1846 ہے لیکن میں اس سے پہلے یہ جاننا چاہوں گا کہ جہیز فنڈ کے متعلقہ سوال منسٹر اوقاف کے لیے یہاں کیوں آیا۔ عشر و زکوٰۃ کا محکمہ تو منسٹر اوقاف سے متعلقہ نہیں۔ یہ تو منسٹر سوشل ویلفیئر سے متعلقہ ہے۔

خان احمد خان بلوچ: جناب والا! اس کے جواب میں سے یہ کہا گیا ہے کہ یہ رقم جہیز فنڈ کے لیے بیت المال کی ضلعی کمیٹیاں تقسیم کریں گی۔ تو جناب والا! اس لحاظ سے یہ ان سے متعلقہ بنتا ہے۔

جناب سپیکر: کیا یہ محکمہ اوقاف سے متعلقہ ہے؟

خان احمد خان بلوچ: جناب والا! جہیز فنڈ تو عشر و زکوٰۃ میں آتا ہے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

وزیر اوقاف: جناب سپیکر! بیت المال تو محکمہ سوشل ویلفیئر سے متعلق ہے لیکن سوشل ویلفیئر کا سیکرٹری محکمہ زکوٰۃ کو بھی ڈیل کرتا ہے اور سوشل ویلفیئر کو بھی ڈیل کرتا ہے اس لیے میرے خیال میں یہ سوال ادھر آ گئے ہیں۔

جناب سپیکر: اس کا یہ مطلب ہوا کہ یہ سوال محکمہ سوشل ویلفیئر سے متعلقہ ہے اور اس کے وزیر ڈاکٹر انوار الحق صاحب ہیں۔ تو یہ زکوٰۃ سے متعلقہ سوشل ویلفیئر کے سوالات ہیں۔ تو ڈاکٹر انوار الحق صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ کیا ان کے پارلیمانی سیکرٹری صاحب ایوان میں موجود ہیں۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ کے پاس اوقاف زکوٰۃ اور عشر کے محکمہ جات ہیں تو پھر کیا یہ سوالات آپ کے محکمہ سے متعلقہ ہیں؟

وزیر اوقاف: جناب والا! یہ بیت المال ہے یہ سوشل ویلفیئر کا محکمہ ہے۔

جناب سپیکر: اس میں بیت المال سے متعلقہ کوئی سوال نہیں۔ مثلاً یہ سوال جو ڈاکٹر وسیم اختر

صاحب کا ہے اس میں یہ ہے کہ صوبہ میں زکوٰۃ و عشر کمیٹیوں میں کتنے لوگ بطور سیکرٹری یا کلرک کام کر رہے ہیں تو یہ تو آپ کے محکمہ سے متعلقہ سوال ہے۔

وزیر اوقاف: جناب والا! سوال نمبر 1846 میرے محکمہ سے متعلقہ ہے۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر وسیم اختر! سوال نمبر 1846۔

## زکوٰۃ و عشر کمیٹیوں میں ملازمین کی تعداد

☆ 1846۔ ڈاکٹر سید وسیم اختر: کیا وزیر زکوٰۃ و عشر ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) صوبہ میں لوکل زکوٰۃ و عشر کمیٹیوں میں کتنے لوگ بطور سیکرٹری یا کلرک کام کر رہے ہیں۔

(ب) کتنے نوجوان اضلاع و تحصیلوں میں بطور آڈیٹر کام کر رہے ہیں۔

(ج) کیا حکومت انہیں مستقل کرنے کا پروگرام رکھتی ہے تو کب تک' اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

جناب سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

وزیر زکوٰۃ و عشر (چودھری محمد اکرم):

(الف) صوبہ میں مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں کے جز وقتی کلرکس کی کل تعداد 4828 ہے۔

(ب) ہر دو سو مقامی زکوٰۃ و عشر کمیٹی پر ایک آڈیٹر مقرر کیا گیا ہے۔ پنجاب میں پچیس ہزار کمیٹیاں ہیں۔ اس طرح کل 125 آڈیٹر کام کر رہے ہیں۔

(ج) ان ملازمین کو مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں کے دس فی صد انتظامی اخراجات کی مد سے ادائیگی کی جاتی ہے جو کہ سرکاری ملازم نہیں ہیں کیونکہ ان کی ادائیگی زکوٰۃ فنڈ سے ہوتی ہے لہٰذا حکومت ان کو مستقل کرنے کی مجاز نہ ہے۔

ان کو مستقل طور پر محکمے میں نہیں رکھا گیا اور ابھی تک ہماری سنٹرل زکوٰۃ کونسل کی طرف سے کوئی ایسی ہدایات جاری نہیں ہوئی ہیں کہ ان کو مستقل کر دیا جائے اس معاملے میں سنٹرل زکوٰۃ کونسل ہی فیصلہ کرتی ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ آیا وزیر موصوف ذاتی طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ ان لوگوں کو مستقل ہو جانا چاہیے؟

وزیر اوقاف: جناب والا! زکوٰۃ کے مسئلے میں جتنے بھی فیصلے ہیں ان کے بارے میں محکمہ

اپنی کوئی رائے نہیں دے سکتا' اس بارے میں صوبائی زکوٰۃ کونسل اور سنٹرل کونسل کا جو حتمی فیصلہ ہو گا وہی لاگو ہو گا۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا یہ حقیقت ہے کہ بہت سارے علاقوں میں ان لوگوں کو گزشتہ تین تین' چار چار ماہ سے تنخواہیں نہیں ملیں؟

وزیر اوقاف: جناب سپیکر! میرے علم میں تو کوئی ایسی بات نہیں آئی' بہرحال میں محکمے سے معلوم کر لوں گا۔ میرا خیال ہے ایسی کوئی بات نہیں۔ ان کو باقاعدہ طور پر تنخواہیں مل رہی ہیں۔

جناب والا! پچھلے دنوں چیئرمین ضلعی زکوٰۃ کمیٹی کی پوسٹ ختم ہوئی ہے اور مقامی زکوٰۃ کمیٹیاں کام کر رہی تھیں۔ تو جناب والا! یہ مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں نے پیسے دینے ہوتے ہیں اور وہ یہ دے رہے ہیں۔ ویسے میں اپنے محکمے سے اس بارے میں معلوم کر کے میں یہ مسئلہ حل کر دوں گا۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب والا! انہوں نے جواب میں فرمایا ہے کہ حکومت ان کو مستقل کرنے کی مجاز نہ ہے تو جناب والا! میں ان سے یہ دریافت کروں گا کہ ملک میں اتنی بے روزگاری ہے اور جو افراد ان کے محکمہ سے روزگار کمانے کے لیے ملازم ہو چکے ہیں تو اس بارے میں کیا آئینی مجبوریاں ہیں کہ یہ افراد مستقل نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ لوگ مستقل کام کر رہے ہیں اور یہ محکمہ اب مستقل طور پر چل رہا ہے اور یہ معاملہ ریگولر فیچر کے طور جب چل رہا ہے تو پھر یہ ان لوگوں کو مستقل کیوں نہیں کرتے اور جو لوگ عارضی طور پر کام کر رہے ہیں اور ان کے سروں پر یہ تلوار کیوں لٹک رہی ہے۔

وزیر اوقاف: جناب سپیکر! یہ جو جزو وقتی کلرکس ہیں ان کو انتظامی اخراجات زکوٰۃ فنڈ سے 10 فیصد کے حساب سے کمیٹیوں کو ملتے ہیں ان میں سے پانچ پانچ' چھ چھ کمیٹیاں پیسے اکٹھے کر کے ایک ایک کلرک کو دیتی ہیں اور یہ جزو وقتی کلرکس رکھے ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر سید وسیم اختر!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: سوال نمبر 1848۔

## بدعنوانی کے مرتکب افراد کے خلاف کارروائی کی تفصیلات

☆ 1848۔ ڈاکٹر سید وسیم اختر: کیا وزیر زکوٰۃ و عشر ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) بدعنوانی کے مرتکب محکمہ زکوٰۃ کے ملازمین اور لوکل چیئرمینوں کے خلاف کیا کارروائی کی گئی اور کتنے بدعنوان لوگوں کے خلاف اس وقت کارروائی ہو رہی ہے؟

جناب سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

وزیر زکوٰۃ و عشر (چودھری محمد اکرم):

(الف) بدعنوانی کے مرتکب محکمہ زکوٰۃ کے ملازمین کے خلاف کارروائی کا اختیار محکمہ ہذا کو ہے۔ لہٰذا محکمہ ہذا نے پانچ اہل کاروں کے خلاف کارروائی کی ہے۔ ایک اہل کار فوت ہو چکا ہے۔ ایک نوکری سے سبکدوش کر دیا گیا ہے۔ اور باقی تین کے خلاف کیس زیر کارروائی ہے۔

(ب) جہاں تک بدعنوانی کے مرتکب محکمہ زکوٰۃ کے لوکل چیئرمینوں کے خلاف کارروائی کا تعلق ہے ان کے خلاف چیئرمین ضلع زکوٰۃ و عشر کمیٹیوں کو ہی اختیار دیا گیا ہے۔ چیئرمین ضلع زکوٰۃ کمیٹیاں اس وقت کام نہیں کر رہی ہیں۔ لہٰذا لوکل زکوٰۃ کمیٹیوں کے چیئرمینوں کے خلاف کارروائی کا عمل التواء میں پڑا ہوا ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب والا! انہوں نے اپنے جواب میں فرمایا ہے کہ پانچ اہل کاروں کے خلاف کارروائی کی ہے ایک اہل کار فوت ہو چکا ہے ایک کو نوکری سے سبکدوش کر دیا گیا ہے' باقی تین کے خلاف کیسز زیر کارروائی ہیں۔ تو جناب والا! میں ان سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ یہ کیسز کب سے زیر کارروائی ہیں؟

وزیر اوقاف: جناب والا! ہم نے جو کیسز trace کیے تھے وہ 1990ء میں کیے تھے۔ پڑتال بھی 1990ء میں ہی شروع کی تھی اور اس وقت یہ کیس ہمارے سامنے آتے تھے اور جو ملازمین اس میں ملوث پائے گئے ان کے خلاف کارروائی بھی اسی وقت سے شروع کر دی تھی۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ 1990ء سے کارروائی شروع ہے تو جناب والا! میں نے ان سے یہ پوچھنا ہے کہ کارروائی کو مکمل کرنے کے لیے کتنی صدیاں درکار ہوتی ہیں۔ کیونکہ اس معاملے کو چلتے ہوئے تین سال تو ہو چکے ہیں۔ اگر جناب والا! یہ کارروائیاں سالہا سال پر محیط ہوں تو پھر ان کا کیا نتیجہ نکلے گا اور اس سے محکمے کے افسران کے اوپر کیا اثرات مرتب ہوں گے یہ تو ویسے ہی favour کرنے والی بات ہوتی ہے کہ کارروائی شروع کر

دی جائے اور یہ کارروائی سالہا سال چلتی جائے۔ تو کیا وزیر موصوف یہ فرمائیں گے کہ کارروائی مکمل کرنے کے لیے کتنا عرصہ درکار ہے؟

وزیر اوقاف: ان ملازمین کے کیسز محکمہ انٹی کرپشن میں چل رہے ہیں۔ انٹی کرپشن جب بھی ہمارے محکمہ کو بلاتا ہے ہمارا اہل کار اس کی پیروی کرتا ہے۔ یہ تو انٹی کرپشن والوں نے فیصلہ دینا ہے کہ وہ اس کا کب فیصلہ کرتے ہیں' باقی جو محکمہ سے متعلقہ ہے اس میں ہم نے 17 مئی 1992ء کو انہیں ملازمت سے سبکدوش کر دیا تھا۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! کیا وزیر موصوف ان اہل کاروں کے نام بیان فرمائیں گے؟

جناب سپیکر: جی' وزیر اوقاف!

وزیر اوقاف: جناب والا! ان کے نام مظفر حسین کلرک' قمر لطیف اکاؤنٹنٹ اور محمد رمضان نائب قاصد ہیں۔

جناب سپیکر: اگلا سوال جناب ریاض فتیانہ صاحب!

حاجی احمد خان: میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: میں اگلے سوال کا نمبر بول چکا ہوں۔

حاجی احمد خان: ابھی کسی نے on his behalf نہیں کہا۔

جناب سپیکر: نہیں بھی کہا تو میں اگلے سوال کا نمبر پکار چکا ہوں۔ ریاض فتیانہ صاحب تشریف نہیں رکھتے تو وقفہ سوالات تو ابھی ختم نہیں ہوا۔ لیکن ہم نے اوقاف زکوٰۃ اور عشر کے تمام سوالات ٹیک اپ کیے ہیں اور تمام مکمل ہو گئے ہیں۔ اس طرح محکمہ اوقاف کو بھی یہ کریڈٹ جاتا ہے کہ اس کے تمام سوالات dispose of ہوئے اور ممبران کو یہ کریڈٹ جاتا ہے کہ انہوں نے ٹھیک ضمنی سوالات کیے اور ایوان کی کارروائی میں دل چسپی لینے کے ضمن میں حاجی احمد خان صاحب ایک نیا' بہت عمدہ اضافہ ہیں۔

## نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

## محکمہ اوقاف کے مزاروں کی تعداد

☆1171۔ ڈاکٹر سید خاور علی شاہ: کیا وزیر اوقاف ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) محکمہ اوقاف کی تحویل میں کل کتنے مزار ہیں۔ ان کے نام اور ان کی سالانہ آمدن کیا ہے۔
(ب) سال 1985ء سے لے کر آج تک حکومت نے ہر مزار پر کتنی رقم برائے تعمیر و مرمت خرچ کی اور کس کس سلسلہ میں تعمیر و مرمت کی گئی نیز سال 1985ء سے لے کر آج تک سال وار ہر مزار کی آمدن کیا ہے؟

وزیر اوقاف (چودھری محمد اکرم):

(الف) محکمہ اوقاف کے زیر تحویل مزارات کی تعداد 366 ہے۔ جن کے نام اور ان کی سالانہ آمدن 91-1990ء کی تفصیل ایوان کی میز پر برائے ملاحظہ ممبران حضرات رکھ دی گئی ہے۔
(ب) سال 85-1984ء تا 91-1990ء محکمہ اوقاف کی جانب سے مزارات کی تعمیر و مرمت پر جتنی رقم خرچ کی گئی اور تفصیل آمدن سال 86-1985ء تا 90-1989 اور 91-1990ء ایوان کی میز پر برائے ملاحظہ ممبران حضرات رکھ دی گئی ہے۔

## زکوٰۃ کمیٹی کی تشکیل

☆1422۔ ملک احمد علی اولکھ: کیا وزیر زکوٰۃ و عشر ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔
(الف) آیا یہ درست ہے کہ زکوٰۃ کمیٹی اہل دیہہ کی رضامندی سے تشکیل پاتی ہے' اگر ایسا ہے تو زکوٰۃ کمیٹی موضع گلو کے تحصیل کاموکی ضلع گوجرانوالہ کے چیئرمین اور ممبران کے نام کیا ہیں۔
(ب) آیا یہ درست ہے کہ افسران بالا کمیٹی کو از خود تحلیل کر سکتے ہیں اگر ہاں تو آیا مذکورہ کمیٹی ابھی تک قائم ہے یا اسے توڑ دیا گیا ہے' اگر توڑ دیا گیا ہے تو اس کی وجوہ کیا ہیں۔
(ج) عشر و زکوٰۃ کمیٹی موضع گلو کے تحصیل کاموکی ضلع گوجرانوالہ کوڈ نمبر بنک 1041192 اکاؤنٹ نمبر 2432 کے تحت سال 1991ء میں کتنی رقم برائے تقسیم زکوٰۃ مخصوص کی گئی اس رقم سے کتنی رقم مذکورہ کمیٹی کو برائے تقسیم مستحقین و گزاری کی گئی۔ اگر کچھ رقم واجب الادا ہے تو وہ رقم کمیٹی کو کیوں ادا نہیں کی گئی اور کب ادا کی جائے گی۔ جہیز فنڈ کے لیے مذکورہ بالا کمیٹی کے لیے کتنی رقم مخصوص کی گئی اور کتنی رقم برائے جہیز کمیٹی کے سپرد کی گئی ہے اگر نہیں کی گئی تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر زکوٰۃ و عشر (چودھری محمد اکرم):

(الف) جی ہاں' مقامی زکوٰۃ و عشر کمیٹی علاقہ کی بالغ مسلم آبادی کی اکثریت کی رضامندی سے تشکیل پاتی ہے۔ اور مقامی زکوٰۃ و عشر کمیٹی موضع گلو کے کاموکی ضلع گوجرانوالہ کوڈ نمبر 1041192 کے چیئرمین و ممبران کے نام درج ذیل ہیں۔

| | |
|---|---|
| 1۔ محمد شفیع ولد بڈھا | چیئرمین |
| 2۔ ظہور احمد ولد غلام نبی | ممبر |
| 3۔ مہدی حسن ولد محمد لطیف | ممبر |
| 4۔ نذیر احمد ولد محمد حسین | ممبر |
| 5۔ عصمت علی ولد محمد امین | ممبر |
| 6۔ محمد طفیل ولد دین محمد | ممبر |
| 7۔ مشتاق احمد ولد حسن محمد | ممبر |

(ب) جی نہیں۔ زکوٰۃ و عشر آرڈیننس مجریہ 1980ء کی دفعہ 21 کے تحت مقامی زکوٰۃ کمیٹی کے چیئرمین و ممبر کو معطل کرنے کا اختیار ضلع زکوٰۃ و عشر کمیٹی کو حاصل ہے۔ مذکورہ کمیٹی کے چیئرمین و ممبران چیئرمین ضلع زکوٰۃ کمیٹی گوجرانوالہ نے درج بالا قانون کے تحت 19 اپریل 1990ء کو معطل کر کے ایک ایڈمنسٹریٹر مقرر کر دیا۔ مقامی زکوٰۃ کمیٹی کی طرف سے زکوٰۃ کی رقم خلاف ضابطہ تقسیم کو روکنے کے لیے کارروائی کی گئی۔

(ج) سال 1991ء کے دوران مقامی زکوٰۃ و عشر کمیٹی گلو کے تحصیل کاموکی ضلع گوجرانوالہ کو کوڈ نمبر 1041192 کے اکاؤنٹ نمبر 2432 میں -/37000 روپے صوبائی زکوٰۃ فنڈ سے فراہم کیے گئے۔ فہرست مستحقین کے بارے میں اعتراض اور تنازعہ کی بنا پر سال کے دوران کوئی رقم تقسیم نہ ہوئی۔ جہیز فنڈ کا زکوٰۃ کمیٹی سے کوئی تعلق نہ ہے۔ مقامی زکوٰۃ کمیٹی مستحقین کو گذارہ الاؤنس اور بحالی کے لیے رقم تقسیم کرتی ہے۔ بحالی کے لیے کم از کم کل رقم کا 45% مختص ہے اور بحالی کے تحت مستحق بچی کی شادی کے لیے زیادہ سے زیادہ 5 ہزار روپے مقامی زکوٰۃ کمیٹی دے سکتی ہے۔

## غرباو مساکین کو مالی امداد کی فراہمی

☆ 1868۔ جناب ریاض فتیانہ: کیا وزیر زکوٰۃ و عشر ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

سال 92-1991 کے دوران غربا و مساکین کی مالی امداد کے لیے ہر ضلع کو کتنی رقم فراہم کی گئی تھی۔

وزیر زکوٰۃ و عشر: صوبہ پنجاب میں سال 92-1991ء کے دوران غربا و مساکین کے لیے مالی امداد کی صوبائی زکوٰۃ فنڈ سے ضلع وار فراہم کردہ رقم کی تفصیل درج ذیل ہے۔

| اضلاع | مقامی زکوٰۃ کمیٹی یا دینی مدارس | تعلیمی ادارہ جات | طبی ادارہ جات | رفاہی ادارہ جات | میزان |
|---|---|---|---|---|---|
| لاہور | 7.88.30.546 | 92.93.700 | 29.78.838 | 4.00.60.744 | 71.10.587 | 13.62.94.415 |
| اوکاڑہ | 3.41.30.040 | 39.16.000 | (-)21.700 | 2.20.474 | 53.790 | 3.82.98.604 |
| قصور | 3.94.30.633 | 45.000 | (-)5.21.200 | 1.73.000 | --- | 3.91.27 433 |
| شیخوپورہ | 4.68.21.900 | 27.06.900 | 33.825 | 1,09,500 | --- | 5.16.74.125 |
| گوجرانوالہ | 6468135 | 3707600 | (-)95600 | 5,50,000 | 9,09,500 | 6.99.57.636 |
| گجرات | 6.96.93.186 | 30,24,400 | 19.334 | --- | --- | 7.26.38.920 |
| سیالکوٹ | 4,28,47195 | 36,24,600 | 62,916 | 6,51,400 | 7,000 | 4,76,03,111 |
| فیصل آباد | 5,9365738 | 3,128,000 | 656056 | 13,69,943 | 2,16,955 | 6,47,35,597 |
| ٹی۔ ٹی سنگھ | 1,87,91,216 | --- | 5,56,968 | (-)4246 | --- | 1,93,44,038 |
| جھنگ | 5,06,23,035 | 29,67,200 | 4,67,925 | 3,64,436 | 2,59,446 | 5,46,82,042 |
| سرگودھا | 3.81.24.1.711 | 2.19.4.800 | 1.75.506 | 6.40.200 | --- | 3.80.35.217 |
| خوشاب | 205,00,863 | 4,99,400 | 2,01,167 | --- | --- | 2,12,87,230 |
| بھکر | 1,26,31,004 | 646,000 | 12,2,090 | 1,00,000 | --- | 13,69,90,94 |
| میانوالی | 84,68,033 | 5,59,200 | 5,200 | 08,550 | 3,00,000 | 94,30,983 |
| راولپنڈی | 536,25,185 | 64,30,400 | 2,000 | 16,00,260 | 900,000 | 6,24,57,946 |
| جہلم | 2,32,56,945 | --- | --- | 1,00,000 | --- | 2,33,55,045 |
| چکوال | 1,54,14,031 | 6,26,600 | 13,540 | 2,10,0000 | --- | 1,62,933,71 |
| اٹک | 2,36,24,109 | 5,81,600 | 29,3279 | --- | 1,00,000 | 2,45,35,087 |
| ملتان | 2,43,25,000 | 68,07,000 | 10,35,035 | 5,11818 | --- | 4,46,76,853 |
| ساہیوال | 3,93,35,000 | 25,57,600 | 14216 | --- | --- | 4,09,06,816 |
| پاکپتن | 8,55,000 | 6,18,000 | --- | --- | --- | 1,27,30,00 |

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| خانیوال | 1,88,99,000 | 37,36,600 | 12,996 | 94,900 | --- | 2,07,4,496 |
| وہاڑی | 1,91,52,600 | 26,14,600 | ---- | ---- | --- | 2,1997,400 |
| ڈی جی خان | 16636640 | 13,10000 | 7,54,428 | 4,72,500 | ---- | 19075668 |
| لیہ | 2,33,40,415 | 13,49,600 | ----- | ----- | ---- | 2,46,90,015 |
| مظفرگڑھ | 317,96,241 | 96,74,000 | (-)3,14,372 | 109,500 | --- | 4,14,65,369 |
| راجن پور | 1,46,27,051 | 990,600 | (-)10,398 | 3200 | --- | 1,56,10,653 |
| بہاولپور | 2,54,74,001 | 37,47,600 | 95,028 | 70,785 | --- | 2,93,87,412 |
| بہاولنگر | 3,10,51,218 | 43,37,400 | --- | 3,19,375 | --- | 357,17,993 |
| رحیم یار خان | 3,26,46,545 | 53,73,500 | (-)25,600 | 15,48,405 | --- | 4,25,46,050 |
| میزان | 96,39,52,117 | 9,26,70,600 | ,56,85,560 | 5,00,74,656 | 9756278 | 114,21,39,413 |

## مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر: اب ہم تحاریک استحقاق کو لیتے ہیں۔ تحاریک استحقاق نمبر11 اور نمبر19 pending رہیں گی۔ ڈاکٹر وسیم صاحب کی تحریک استحقاق نمبر26 ہے۔

## ترقیاتی کاموں میں بہاولپور ڈویژن کو نظرانداز کرنا

ڈاکٹر سید وسیم اختر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ بہاول پور ڈویژن ایک پسماندہ علاقہ ہے۔ علاقہ کی حساسیت اور محرومیوں کے ازالہ کی خاطر بہاول پور ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے قیام کا اعلان کیا گیا اور مالی سال 91-1990ء میں ایک کروڑ روپے منظور شدہ منصوبہ جات کے عوض جون 1991ء میں دیے گئے ان منصوبہ جات کے ٹینڈرز قومی اخبارات میں چھپے لیکن ان پر مزید کوئی کارروائی نہ ہوئی جس کی وجہ سے علاقہ میں نہ صرف میری عزت پر حرف آیا بلکہ علاقہ کے لوگ اب یہ سوچنے پر مجبور ہو رہے ہیں کہ بہاول پور کو علیحدہ صوبہ قرار دیا جائے۔

ان منصوبہ جات پر کام نہ ہونے کی وجہ سے نہ صرف میرا بلکہ اس ایوان کا وقار مجروح ہوا ہے۔

میں یہ درخواست کروں گا کہ اس کو منظور کیا جائے اور مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب والا! اس میں گزارش یہ ہے کہ نومبر 1989ء بہاولپور ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے قیام کا اعلان کیا گیا۔ اور پھر یہ معاملہ سرد خانے میں چلا گیا۔ جب یہ اسمبلی وجود میں آئی تو 91-1990ء کے آخر میں' میں نے اور چودھری مسعود صاحب نے جو ہمارے لیاقت پور سے معزز رکن ہیں' ہم نے اس معاملے کو اٹھایا اور بھاگ دوڑ کر کے گورنر صاحب سے اس کا آرڈیننس جاری کروایا اور پھر پندرہ بیس روز کی محنت کے بعد اس کے منصوبہ جات بنوائے۔ متعلقہ کمیٹی سے ان کو منظور کروا کر بی ڈی اے کے لیے ایک کروڑ روپے کا فنڈ منظور ہوا اور وہ متعین منصوبہ جات کے عوض تھا۔ اس کے ٹینڈرز اخبارات میں آئے لیکن معاملہ یہیں تک رہا اور ابھی تک التواء میں چلتا آ رہا ہے۔ اس کے بعد 92-1991ء میں اڑھائی کروڑ روپے بجٹ میں رکھے گئے اور پھر رواں مالی سال کے بجٹ میں پانچ کروڑ روپے رکھے گئے اور اسی طرح نومبر 1992ء میں وزیراعظم نے پانچ کروڑ روپے کا مزید اعلان کیا۔ اس طرح ساڑھے تیرہ کروڑ روپے کی رقم بہاول پور ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے اکاؤنٹ میں ہے۔ لیکن اس میں سے ایک پائی بھی بہاول پور پر نہیں لگی ہے۔ اس کا پتا نہیں کیا وجوہات ہیں اور دن بدن تعمیراتی لاگت بڑھتی جا رہی ہے۔ اور اس دیر کی وجہ سے وہاں بڑی تشویش پائی جاتی ہے کہ پتا نہیں کیا معاملہ ہے کہ جنوبی پنجاب کے اس علاقے کے ساتھ سوتیلے پن کا سلوک کیوں کیا جاتا ہے۔

جناب والا! یہ یہاں تک ہی بات نہیں ہے بلکہ یہ ایک سلسلہ ہے۔ میں نے پچھلے مالی سال کے اختتام پر محکمہ خزانہ میں ایجوکیشن کے بارے میں جو special allocations میں نے نکلوا کر دیکھی تھیں کہ گذشتہ مالی سالوں میں چار مرتبہ یہ allocations منظور ہوئی ہیں۔ اس میں فیصل آباد' ملتان اور لاہور کے لیے تو کروڑوں روپے کی sanctions ہوئی ہیں۔ لیکن بہاول پور ڈویژن کے لیے صرف چند لاکھ special repair کے لیے دیے گئے ہیں۔ اسی طرح وہاں نئے ٹیلیفون ایکسچینج کے لیے بلڈنگ بنائی گئی۔ تین سال تک بلڈنگ بنی رہی اور 1990ء میں باقاعدہ وہاں مشینری آئی۔ لیکن پھر کہیں اور شفٹ کر دی گئی۔ اسی طرح پورے پنجاب کے اندر دو پرنٹنگ پریس ہیں۔ ایک لاہور اور ایک بہاولپور میں ہے۔ اس میں پچاس لاکھ کی نئی مشینری بہاول پور میں آئی' وہاں لگی لیکن اس کے بعد لاہور شفٹ کر دی گئی۔ وہاں صرف دو مشینیں کام کر رہی ہیں اور ان کی بھی بار بار مرمت ہوتی رہتی ہے۔ اسی طرح بہاولپور کا ایک علاقہ چولستان ہے جس کا رقبہ 64 لاکھ ایکڑ ہے۔ اس کے لیے بھی ایک اتھارٹی بنائی گئی ہے اور اس کے لیے لاکھوں کروڑوں روپے کے فنڈ کا اعلان کیا جاتا ہے۔

لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ گزشتہ تین سال سے اس اتھارٹی کی کوئی میٹنگ نہیں ہوئی۔ ہمارے موجودہ وزیر اعلیٰ جناب غلام حیدر وائیں اس اتھارٹی کے چیئرمین ہیں اور انہوں نے کبھی اس کی زحمت گوارا نہیں کی کہ کبھی اس کی میٹنگ بلا لیں۔ اس اتھارٹی کے اندر اس معزز ایوان کے اراکین بھی ممبر ہوتے ہیں اور دو سال سے یہ معاملہ بھی التواء کے اندر چلا آ رہا ہے اور اس کے اندر کوئی ممبر نامزد نہیں کیے گئے ہیں۔ یہ جو 64 لاکھ ایکڑ رقبہ میں نے بتایا ہے یہ بڑا زرخیز علاقہ ہے اور ماضی میں تقسیم ہند سے پہلے یہاں دریائے گھاگرا بہتا تھا۔ اور اس کی وجہ سے پورا علاقہ سرسبز تھا۔ اور یہاں فصلیں ہوتیں تھیں لیکن بعد میں یہ دریا سوکھ گیا۔ اتنے سال گزرنے کے باوجود اس کے لیے کچھ نہیں کیا گیا اور اب جبکہ Water Accord ہو چکا ہے' جس کا بار بار اخبارات کے اندر ڈنڈھورا پیٹا جا رہا ہے اور وزیراعظم اس کا کریڈٹ لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے باوجود ابھی تک وہاں کوئی منصوبہ شروع نہیں کیا گیا کہ کچھ پانی اس علاقے کو دیا جائے۔ اسی طرح جناب سپیکر! بہاولپور کے اندر ایک کارخانہ "آلات زرعی" ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس کارخانے کو بند کرنے کی باتیں ہو رہی ہیں۔ اس کے لیے سمری تیار ہو رہی ہے۔ اس بات سے بھی اس علاقے کے اندر بڑی تشویش پائی جاتی ہے۔ اسی طرح وہاں پر ایک ایگریکلچر ریسرچ سٹیشن بنا ہے۔ اس کی عمارت پر تقریباً دو کروڑ روپے خرچ ہوئے' اس کے بارے میں بھی ایک سمری چلی کہ یہ سٹیشن بند ہو رہا ہے۔ بہرحال اس سلسلے میں ہم نے کوشش کی اور وزیر زراعت نے مہربانی کی' انہوں نے اس معاملے میں ذاتی دلچسپی لی اور الحمدللہ یہ ریسرچ سٹیشن چھری چلنے سے بچ گیا۔ جناب سپیکر! یہ مسلسل زیادتیاں ہمارے علاقے کے ساتھ روا رکھی جا رہی ہیں۔ اور اس سے علیحدگی کی تحریکیں زور پکڑتی ہیں۔ میں نے پہلے بھی اس ایوان کے اندر بتایا تھا کہ آل انڈیا ریڈیو کی طرف سے مسلسل ایسے پروگرام آتے ہیں کہ جو سرائیکی علاقے ہیں ان کے ساتھ زیادتیاں ہوتی ہیں' نوکریوں میں' فنڈز میں اور ترقیاتی کاموں اور معاملات کے اندر ان کے ساتھ زیادتی کی جا رہی ہے۔ اگر ان سب معاملات کو سنجیدگی سے نہ لیا گیا تو نتیجتاً وہاں کے عوام بھی ان کے ساتھ چلنا شروع کر دیں گے اور وہاں کے جو مثبت سوچ رکھنے والے سیاست دان بھی پھر یہ نعرہ لگانے پر مجبور ہوں گے کہ بہاولپور کو علیحدہ صوبہ قرار دیا جائے۔ اس میں جن جن منصوبوں کا اعلان ہوا' میرے حلقے میں بھی بہت سارے ایسے منصوبے تھے جن کے لیے 91-1990ء میں یہ پیسے آئے۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! آپ اپنی تحریک استحقاق پر short statement دے رہے ہیں لہٰذا

اپنے بیان کو مختصر کیجیے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: بہتر ہے' جناب سپیکر! میں wind up کر رہا ہوں۔ جناب والا! گزارش یہ ہے کہ 91-1990ء میں جو منصوبہ جات اخبارات میں float ہوئے اس پر علاقے کے عوام نے بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ لیکن پھر یہ معاملہ سرد خانے میں چلا گیا۔ جس کی وجہ سے اس علاقے کے اندر بڑی تشویش پائی جاتی ہے۔ اور ان اقدام سے میرا بھی استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہٰذا میری گزارش ہے کہ اس تحریک کو منظور کیا جائے اور مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: اس معاملے پر حکومت کا نقطہ نظر کون بیان کریں گے؟

پارلیمانی سیکرٹری (جناب ایم لطیف مغل) : جناب سپیکر! میرے دوست کا یہ بیان حقیقت پر مبنی ہے کہ ایک کروڑ روپے 91-1990ء کے لیے دیا گیا۔ لیکن ہوا یہ کہ یہ پیسہ جون میں ملا' سکیموں کا بھی اعلان کر دیا گیا' ٹینڈرز بھی دے دیئے گئے لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے یہ کام شروع نہ ہو سکے۔ صرف یہ ایک کروڑ روپیہ ہی نہیں بلکہ ان کے مطالبے پر بہاولپور ڈویلپمنٹ اتھارٹی کو مزید فنڈز بھی دیئے گئے۔ ہوا یہ کہ ڈائرکٹرز آف بورڈ جو بننا تھا اس پر یہاں کے ایم پی اے حضرات کے درمیان جھگڑے کی وجہ سے رکاوٹیں پیدا ہو گئیں۔ اب اس کی سفارشات وزیر بلدیات کی وساطت سے جناب وزیر اعلیٰ کو بھجوائی جا چکی ہیں۔ جہاں تک ان کے فنڈز کا تعلق ہے وہ بدستور موجود ہیں۔ جب بھی وزیر اعلیٰ کی طرف سے ڈائریکٹرز آف بورڈ کی منظور ہو جاتی ہے گو یہ رقم خرچ ہو جائے گی۔ ابھی تین چار دن پہلے ڈیرہ غازی خان ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے بورڈ کی نامزدگی ہو گئی ہے اور ان کا کام شروع ہو چکا ہے۔ ان کو بھی میں یہ یقین دلاتا ہوں کہ جلد ہی ان کے بورڈ آف ڈائرکٹرز کی منظوری ہو جائے گی۔ چونکہ ان کی تحریک استحقاق کافی دنوں سے موجود تھی میں نے اس بارے میں یہ محسوس کیا ہے کہ صرف 91-1990ء ہی نہیں بلکہ تین سال سے 92-1991ء اور 93-1992ء کا روپیہ بھی موجود ہے اور واقعی ان کی مشکلات جائز ہیں۔ یہ فنڈز ویسے کے ویسے ہی پڑے ہوئے ہیں اور لوگوں کو تکالیف ہیں۔ بورڈ آف ڈائرکٹرز کے نام nominate ہو کر وزیر اعلیٰ صاحب کے پاس فائل حتمی منظوری کے لیے پڑی ہوئی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ چند دنوں میں ہم کوشش کر کے اس کی منظوری لے لیں گے تاکہ ان کا کام شروع ہو سکے۔ لہٰذا ان کی یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی کیونکہ یہ روپیہ lapse نہیں ہوا۔ یہ رقم بدستور موجود ہے۔ ان کی سکیمیں موجود ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ بورڈ آف ڈائرکٹرز بناتے وقت کافی سوچ بچار کرنی پڑتی ہے' اور آدمیوں کو نامزد کرتے وقت یہ دیکھنا

پڑتا ہے کہ آیا یہ اس کے اہل بھی ہیں یا نہیں۔ بہرحال اب یہ نام nominate ہو کر وزیر اعلیٰ صاحب کے پاس جا چکے ہیں اور جیسے ہی وزیر اعلیٰ صاحب اس کی حتمی منظوری فرما دیں گے تو یہ تمام کا تمام روپیہ ان کی سکیموں پر لگا دیا جائے گا اور ان کی شکایات کا ازالہ ہو جائے گا۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب والا! محترم پارلیمانی سیکرٹری صاحب کی اس یقین دہانی کے بعد کہ بہاولپور ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کا چند دنوں تک اعلان ہو جائے گا مزید یہ کہ یہ جو ساڑھے تیرہ کروڑ روپے مختلف مدات میں ہمارے علاقے میں آئے ہیں' وہ بھی lapse نہیں ہوں گے بلکہ وہ موجود رہیں گے اور جلد ہی ان سکیموں پر کام شروع ہو جائے گا تو میں اس کو مزید پریس نہیں کرتا۔

جناب سپیکر: شکریہ' ڈاکٹر صاحب! چودھری اصغر علی گجر صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 34 ہے۔

## ایم پی اے کی صوابدیدی گرانٹ سے جاری ہونے والے ترقیاتی منصوبوں میں رکاوٹ ڈالنا

چودھری اصغر علی گجر: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والی ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ میں مورخہ 28-9-1992ء کو دفتر جناب ڈی ای او مردانہ لیہ اپنی صوابدیدی گرانٹ سے تعمیر ہونے والے پرائمری سے مڈل مدارس کی سکیم کو تیار کرنے کی غرض سے حاضر ہوا اور جناب میاں فرید الدین نظامی کو متعلقہ سکیم پر دستخط کرنے کے لیے عرض کی لیکن صاحب موصوف نے دستخط کرنے سے انکاری ظاہر کی۔ جس کے باعث آج تک میرے کاغذات دفتر میں جناب ڈی ای او صاحب کا طواف کر رہے ہیں۔ جناب ڈی ای او صاحب نے کہا ہے کہ آپ کے ترقیاتی منصوبوں کا کام کرنے کے لیے مجھے منع کیا گیا ہے۔ جناب ڈی ای او صاحب مجھے ذاتی طور پر نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ اور میرے حلقہ کے ترقیاتی منصوبوں میں رکاوٹ ڈالنا چاہتے ہیں۔ جناب ڈی ای او صاحب کی اس حرکت سے میرا اور علاقہ کے عوام کا استحقاق مجروح ہوا ہے لہٰذا ان کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے اور میری تحریک استحقاق منظور کر کے استحقاق کمیٹی کے سپرد کی جائے۔

جناب سپیکر! اس میں گزارش یہ تھی کہ ایم پی اے کی جو گرانٹ ہے اور اس گرانٹ سے ایم پی اے جو منصوبے اپنے حلقے میں تیار کراتا ہے مثلاً سکولز' ہسپتال یا مختلف چیزیں وہ بنواتا ہے۔ اس میں

جو سکولز ہیں جب ان کی بلڈنگ تعمیر ہو جاتی ہے تو انہیں اپنے process کے تحت گزرنا ہوتا ہے اور ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر اس بات کا پابند ہے کہ وہ ہمارے ان منصوبوں کو forward کرے اور جب ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسران منصوبوں کو forward کرے گا تب ان سکولوں کا اجراء ہو سکے گا۔ بصورت دیگر یہ عمارتیں خالی کی خالی پڑی رہیں گی۔ اور میں نے صرف اسی کام کے لیے ڈی ای او کو کہا جس کام کا وہ پابند ہے۔ لیکن انہوں نے میری اس گزارش پر عمل نہ کیا اور میرے منصوبے ابھی تک وہیں پڑے ہوئے ہیں اور اس وقت تک ان کا اجراء نہیں ہو سکتا جب تک ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسران کو forward نہیں کرتا۔ لہٰذا انہوں نے اپنے فرائض کی ادائیگی میں بھی کوتاہی کی ہے اور میرے جائز حق کو میرے کہنے کے باوجود مجھے نہ دینے پر انہوں نے اصرار کیا۔ اس سے میرا استحقاق مجروح ہوتا ہے اور اس وجہ سے میرے حلقے میں بہت بڑا نقصان ہو رہا ہے اور بڑی غلط قسم کی افواہیں میرے حلقے میں پھیلی ہوئی ہیں۔ تو میں آپ سے گزارش کروں گا کہ آپ اس چیز کا نوٹس لیں اور میری اس تحریک استحقاق کو منظور فرمائیں اور اسے استحقاقات کمیٹی کے سپرد فرمائیں تاکہ اس بات کا ازالہ ہو سکے۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! میرے فاضل بھائی نے اپنی تحریک استحقاق میں فرمایا ہے کہ وہ مورخہ 28 ستمبر کو ڈی ای او کے دفتر میں گئے تھے اور یہ تحریک استحقاق 11 اکتوبر کو قائل ہوئی۔ جناب والا! اس لحاظ سے ٹیکنیکل گراؤنڈز کی بنا پر بھی یہ قابل پذیرائی نہیں ہے اور جہاں تک facts کا تعلق ہے کہ ممبر اپنی صوابدیدی گرانٹ سے صرف سکیمیں دے سکتے ہیں اور ان سکیموں پر feasibility تیار کرنا محکمہ کا کام ہے۔ جناب والا! فاضل رکن نے خود فرمایا ہے کہ وہ ڈی ای او کے دفتر میں گئے اور ان سے متعلقہ سکیم پر دستخط کرنے کی عرض کی۔ لیکن موصوف نے دستخط کرنے سے انکاری ظاہر کی۔ یہ fact ہے کہ سکیموں کی feasibility کے لیے کچھ وقت لگتا ہے اور ہمارا طریق کار ہے کہ ممبر اپنی سکیمیں ہمارے دفتر میں جمع کرائے۔ اس کے بعد محکمہ ان کی feasibility کی بنیاد پر یا تو متعلقہ ایم پی اے کو بھیج دیتے ہیں یا جس محکمہ سے وہ تعلق رکھتے ہیں ان کو forward کر دیتے ہیں اس کے بعد انہوں نے فرمایا ہے کہ ڈی ای او کو منع کیا گیا ہے کہ ان کی سکیموں کو implement نہیں کرنا۔ جناب والا! ہم نے کوئی ایسی direction نہیں دی۔ تمام ایم پی ایز صاحبان کی سکیموں کو باقاعدہ process کیا جاتا ہے اور بعد میں انہیں منظور کیا جاتا ہے اور اس میں کسی قسم کی discrimination نہیں ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ حکومت کی یہ بہت بڑی فراخ دلی ہے کہ

انہوں نے نہ صرف حزب اقتدار بلکہ حزب اختلاف کے تمام ممبران کے لیے گرانٹ مہیا کی ہے اور جب ہم نے گرانٹ مہیا کر دی ہے اور اس کے بعد یہ چیز قابل فہم نہیں ہے کہ جب ہم ایک چیز خود offer کر رہے ہیں اور اس کے بعد ہم اس کے contradictory order issue کریں۔ ہم نے ایسی کوئی ہدایات جاری نہیں کیں۔ شاید میرے فاضل بھائی کو غلط فہمی ہوئی ہے۔

جناب سپیکر! انہوں نے یہ allege کیا کہ ڈی ای او صاحب مجھے ذاتی طور پر نقصان پہنچانا چاہتے ہیں اور میرے حلقہ کی ترقیاتی سکیموں میں رکاوٹ ڈالنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے مستقبل کے لیے اپنی apprehension ظاہر کی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ مستقبل کے لیے کسی apprehension کو بنیاد بنا کر تحریک استحقاق پیش نہیں کی جا سکتی۔

تو جہاں تک موجودہ صورت حال کا تعلق ہے اس کی سکیمیں بالکل تیار پڑی ہیں انہوں نے feasibility چیک کر لی ہے اور وہ approve ہو گئی ہیں۔ لیکن اس کے بعد فاضل رکن وہ سکیمیں وصول کرنے نہیں گئے۔ تو ہم وہ سکیمیں متعلقہ محکموں کو بھجوا رہے ہیں۔ تو ان حالات کی روشنی میں فاضل ممبر سے استدعا کروں گا کہ وہ اپنی تحریک استحقاق کو press نہ کریں۔

چودھری اصغر علی گجر: جناب سپیکر! میری یہ گزارش ہے کہ ایک تو اس کی feasibility نہیں بنانی تھی۔ سکیمیں بن چکی ہیں۔ سکیمیں بننے کے بعد کوئی feasibility نہیں بنتی۔ ایک بلڈنگ تیار ہو چکی ہے۔ اس پر بلڈنگ کے محکمہ نے یہ کہنا تھا کہ بلڈنگ تیار ہو چکی ہے۔ ایجوکیشن کی بلڈنگ تھی۔ اس کی جو technicality تھی وہ تو ایس ڈی او' بلڈنگ نے یا ایکسین بلڈنگ نے چیک کر لی تھی۔ اسے تو simply forward کرنا تھا۔ دوسرا یہ کہ وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ ہم نے انہیں منع نہیں کیا تو پھر اس نے جھوٹ بولا ہے۔ تو پھر وزیر موصوف کو ان سے پوچھنا چاہیے کہ یہ جھوٹی بات کیوں کہی کہ مجھے ایسا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ڈی ای او نے اس طرح سے جھوٹ بول کر میرا بھی اور وزیر موصوف کا بھی اور سب کا استحقاق مجروح کیا ہے۔ ان کی طرف سے ہدایت نہیں ہے اور وہ خود یہ بات کر رہا ہے تو اس طریقے سے میرے منصوبے ابھی تک وہیں پڑے ہیں' ان پر دستخط نہیں کیے اور نہ کہیں بھجوائے ہیں۔ اگر یہ بات مان لی جائے کہ وزیر موصوف نے منع نہیں کیا لیکن ڈی ای او نے تو مجھ سے یہ بات کی ہے تو اس طرح اس نے جھوٹ بول کر بھی استحقاق مجروح کیا ہے۔ تو یہ بات بھی اس کے زمرے میں آئے گی کہ اگر وزیر موصوف نے منع نہیں کیا تو اس کو جھوٹ نہیں بولنا چاہیے تھا۔

جناب سپیکر: چودھری اصغر علی گجر صاحب نے جو اپنے grievances feel کرتے ہیں اور میرے خیال میں possible ہو گا کہ آپ متعلقہ ڈی ای و' کو بلا کر اس کے معاملات settle کروا دیں۔ ایجوکیشن منسٹر صاحب' آپ کا کیا خیال ہے؟

وزیر تعلیم: ٹھیک ہے' جناب والا! ویسے جہاں تک انہوں نے کہا ہے کہ دستخط نہیں کیے' دستخط ہو چکے ہیں۔ سکیمیں منظور ہو چکی ہیں۔ اس حد تک تو میں ان کو یقین دہانی کراتا ہوں کہ سکیمیں منظور ہو چکی ہیں۔ اگر یہ خود وصول کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ اگر چاہیں تو ہم متعلقہ محکموں کو بھیج دیتے ہیں۔

چودھری اصغر علی گجر: جناب والا! اگر سکیمیں منظور ہو چکی ہیں تو جب ڈی ای او' یہاں آئیں تو وہ سکیمیں وزیر موصوف کے پاس لائیں مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! منسٹر صاحب کو کوئی اعتراض نہیں۔ وہ متعلقہ ڈی ای او' کو بلا لیں گے اور وہ ڈی ای او' سارے documents ساتھ لے آئیں گے اور آپ کو ساتھ بیٹھا کر تسلی کروا دیں گے۔

چودھری اصغر علی گجر: جناب والا! اگر اس کے لیے کوئی تاریخ مقرر کر لیں تو زیادہ بہتر ہو گا۔

جناب سپیکر: تاریخ بھی مقرر کر لیں گے۔ کوئی ایسی بات نہیں۔

چودھری اصغر علی گجر: ٹھیک ہے' جناب والا!

جناب سپیکر: ہمارے پاس صرف ایک' دو تحاریک استحقاق رہ گئی ہیں۔

## تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اب تحاریک التوائے کار کو take up کرتے ہیں۔ چودھری محمد فاروق کی تحریک التوائے کار نمبر 64 ہے۔ اس پر فیصلہ مؤخر ہے۔ چودھری صاحب تشریف نہیں رکھتے اس لیے آج اس پر رولنگ نہیں دیتے اور ان کی موجودگی میں بات کریں گے۔ رانا اکرام ربانی صاحب اور غلام سرور خان صاحب کی طرف سے تحریک التوائے کار 69 ہے' وہ تشریف نہیں رکھتے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! ان کی طرف سے application ہے کہ وہ اوکاڑہ میں مصروف ہیں' اس لیے آج اسے مؤخر فرمالیں۔

جناب سپیکر: ان کی اوکاڑہ کی مصروفیت تو ختم ہو گئی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: نہیں' جناب والا! آج بھی وہاں مصروفیت ہے۔ صرف کل تک مصروفیت نہیں تھی آج وہ تشریف لے آئیں گے تو کل انشاء اللہ ایوان میں آئیں گے۔

جناب سپیکر: تو 69 کو مؤخر کرتے ہیں کیونکہ رانا اکرام ربانی صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر71---

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میری تحریک التوائے کار نمبر68 ہے۔

جناب سپیکر: جی 68' تحاریک التوائے کار 17' 35 اور 45 کے ساتھ dispose of ہو چکی ہے۔ تحاریک التوائے کار71' 72' 73' 74' 75' 76 کو مؤخر کرتے ہیں۔ تحریک التوائے کار نمبر77 جناب فرید احمد پراچہ صاحب۔

## ضلع کونسل' لاہور کی طرف سے مقررہ نرخوں سے بارہ گنا زائد برآمدی ٹیکس کی وصولی

جناب فرید احمد پراچہ: میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "پاکستان" 22 ستمبر کے مطابق ضلع کونسل لاہور نے مقررہ کردہ نرخوں سے بارہ گنا برآمدی ٹیکس کی وصولی شروع کی دی ہے۔ منہ مانگا برآمدی ٹیکس نہ دینے والوں کو تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ محکمہ بلدیات نے چشم پوشی اختیار کر رکھی ہے۔ سپریم کورٹ کے فیصلہ کے برعکس ضلع کونسل لاہور نے ابھی تک ٹھیکے داری نظام جاری رکھا ہے۔ ضلع کونسل لاہور نے پہلے تو خورد برد کے ذریعے کروڑوں کا بجٹ ضائع کر دیا۔ اب تنخواہوں کی ادائیگی کے لیے غیر قانونی ہتھکنڈے اختیار کر رہی ہے اور غیر قانونی طور پر دکانداروں سے تشہیری ٹیکس وصول کر رہی ہے۔ یہ صورت حال تقاضا کرتی ہے کہ اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر کے اس اہم موضوع پر بحث کی جائے۔

پارلیمانی سیکرٹری لوکل گورنمنٹ (جناب ایم لطیف مغل): جناب سپیکر! میرے فاضل دوست کا اعتراض درست نہ ہے' ضلع کونسل لاہور نے سپریم کونسل کے فیصلے کے مطابق چونگیوں کا ٹھیکہ وہ 10 ستمبر1992ء کو رات 12 بجے سابقہ ٹھیکے دار سے چارج واپس لے لیا تھا لیکن اس کے بعد ٹھیکے دار نے کورٹ میں اپیل کر دی اور انہوں نے 1992-9-10 سے لے کر 1992-9-20 تک چونگیوں کا

ٹیکس خود ضلع کونسل وصول کرتی رہی' اس کے بعد 1992-9-20 کو ہائی کورٹ کے حکم کے تحت ٹھیکہ سابق ٹھیکے دار کو دے دیا گیا اور اس طرح سے ہائی کورٹ نے یہ لکھا کہ چارج فوری طور پر ٹھیکے دار کو دے دیا جائے۔ جناب سپیکر! جیسا کہ میرے فاضل دوستوں کو معلوم ہے کہ اسی چیز کو مد نظر رکھتے ہوئے ٹھیکے دار جو ہیں وہ بدمعاشی کرتے ہیں' وہ ناجائز وصولیاں کرتے ہیں' اس بنیاد پر ہم نے یہ پالیسی بنائی کہ تمام پنجاب میں چونگیوں کے ٹھیکے ختم کر دیے جائیں اور تمام ضلع کونسلوں کو یہ ہدایت جاری کی کہ وہ خود محصول کی وصولی کریں۔ باقی اضلاع میں یہ وصولی لوکل گورنمنٹ والے وصول کر رہے ہیں اور وہاں سے کسی قسم کی شکایت موصول نہیں ہو رہی ہے' وہاں پر وصولی ضلع کونسلوں کا عملہ وصول کر رہا ہے اور ان کی بھی نگرانی ہو رہی ہے۔ لیکن ضلع کونسل لاہور واقعی ہمارے لیے بڑا مسئلہ بنی ہوئی ہے۔ ہائی کورٹ نے انہیں سٹے دے دیا ہے اور کوئی ٹھیکے دار زیادتی کرتا ہے تو اس کے خلاف بھی ہم کوشش کر رہے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ کارروائی ہو۔ لیکن ہم اس میں اس لیے مداخلت نہیں کر سکتے کہ اسے ہائی کورٹ نے ٹھیکہ دیا ہے اور باقی تمام اضلاع میں ٹھیکے داری سسٹم ختم کر دیا گیا ہے اور اسے چونگیوں پر محصول چونگی عملہ وصول کر رہا ہے۔ لیکن یہ مخصوص ٹھیکہ ہائی کورٹ کے آرڈروں پر دیا گیا ہے۔ ہم ان کی شکایت کو مد نظر رکھ کر اور اس سلسلے میں جو اور بہت سی شکایات موصول ہوئی ہیں ان کو بھی مد نظر رکھتے ہوئے مناسب کارروائی کریں گے۔ ہم یہ بھی کوشش کر رہے ہیں کہ ٹھیکے دار کی نگرانی کی جائے اور ٹھیکے دار کے خلاف زیادہ سے زیادہ کارروائی کی جائے۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب والا! اس سلسلے میں میری یہ گزارش ہے کہ جیسا کہ خود پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ واقعی ضلع کونسل لاہور زیادتیاں کر رہا ہے اور اس کے بارے میں پہلے ہی شکایات ہیں اور شکایات بھی بہت زیادہ ہیں۔ میری اطلاع کے مطابق ہائی کورٹ نے صرف ایک مسئلے پر ہی سٹے دیا ہوا ہے اور اس پر محکمے کو جتنی دلچسپی لینی چاہیے وہ محکمے نے دلچسپی نہیں لی جس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ ملی بھگت سے ہو رہا ہے اور سٹے کی آڑ میں ٹھیکے دار کو فائدہ پہنچایا جا رہا ہے۔ بہرحال اگر اس بارے میں پارلیمانی سیکرٹری صاحب کوئی یقین دہانی کروائیں کہ وہ سٹے کو خارج کروانے کے لیے اور دوسرے قانونی تقاضے پورے کرنے کے لیے دیانت داری سے کوشش کریں گے اور ملی بھگت سے لوگوں کو نقصان نہیں پہنچایا جائے گا اور قواعد و ضوابط کے مطابق ٹھیکے دار کو پابند بنایا جائے گا' ویسے یہ قواعد و ضوابط کے مطابق تو اب بھی پابند کر سکتے ہیں۔ اگر اس

کے پاس ٹھیکہ بھی ہے تو وہ وصولی قواعد و ضوابط کے مطابق وصول کرے۔ ایک چیز شیڈول میں بھی نہیں ہے اس پر بھی رقم کی وصولی کی جاتی ہے اور کئی کئی گنا وصول کی جاتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود رسیدیں بھی جاری نہیں کی جاتیں' تشدد کیا جاتا ہے یہ بات تو روکی جا سکتی ہے۔ اس لیے جناب والا! اس بارے میں تو یقین دہانی کروائیں۔

پارلیمانی سیکرٹری: جناب سپیکر! ہم نے تو پنجاب میں اس چیز کو ختم کرنے کے لیے تمام ٹھیکے ہی منسوخ کر دیے ہیں' لیکن ہائی کورٹ نے اگر انہیں سٹے دے دیا ہے تو اس میں ہماری کوشش یہ ہے کہ سٹے کو ختم کروایا جائے۔ خود میرا اپنا ضمیر مطمئن نہیں ہے۔ میں ذاتی طور پر ضلع کونسل لاہور کے اس ٹھیکے کے خلاف ہوں کیونکہ یہاں پر زیادتیاں ہوتی ہیں باقی تمام پنجاب کے تو ٹھیکے ختم کر دیے گئے ہیں اور یہ صرف لاہور کی بنا پر ختم کیے گئے ہیں کیونکہ ہم نے لاہور کو مدنظر رکھتے ہوئے پورے پنجاب میں پالیسی تبدیل کروائی۔ ہم اس بات کی کوشش کر رہے ہیں کہ ٹھیکے دار زیادتی نہ کرے اور انشاء اللہ ہم اس کے خلاف قواعد و ضوابط کے مطابق کارروائی بھی کریں گے۔ ہم اس بات کی بھی کوشش کریں گے کہ ہائی کورٹ سے سٹے بھی ختم ہو اور ٹھیکے دار سے فوری طور پر ٹھیکہ واپس لیا جائے۔

جناب سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب کے جواب کی روشنی میں فرید احمد پراچہ صاحب اپنی تحریک التوائے کار کو پریس نہیں کرتے ہیں۔ اگلی تحریک التوائے کار بھی فرید احمد پراچہ کی طرف سے ہے۔ نمبر79۔

## تعلیمی اداروں میں نئی بھرتی پر پابندی سے تعلیمی معیار کا متاثر ہونا

جناب فرید احمد پراچہ: میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "نوائے وقت" 26 ستمبر کے مطابق حکومت نے فنڈز میں کمی کے باعث پنجاب کی 300 سے زائد کالجوں میں بجٹ کے موقع پر پیدا کی گئی لیکچرز کی 259 نئی اسامیوں پر بھرتی سے انکار کر دیا ہے اور لیکچراروں کی تنخواہوں کی مد میں 5 کروڑ روپے کی کمی کر دی ہے۔ تعلیمی اداروں میں نئی بھرتی پر پابندی سے طلبہ' والدین اور اساتذہ سب پریشان ہیں۔ تعلیمی معیار متاثر ہو رہا ہے۔ پڑھے لکھے بے روزگار نوجوان خودکشی پر مجبور ہو رہے ہیں۔ موجودہ اساتذہ پروموشن سے

محروم ہیں۔ ملک کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ تعلیمی اداروں میں نئی بھرتی پر اتنی طویل پابندی عائد کی گئی ہے۔ ایسا مارشل لاء کے زمانے میں بھی نہیں ہوا۔ یہ صورت حال یہ تقاضا کرتی ہے کہ اسمبلی کی معمول کی کارروائی ملتوی کر کے اس اہم موضوع کو زیر بحث لایا جائے۔

جناب سپیکر: اس تحریک التوائے کار کے بارے میں حکومت کا نقطۂ نظر کون پیش کرے گا؟

وزیر تعلیم: جناب والا! میں اس کا جواب دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: میاں عثمان ابراہیم اس کا جواب دیں گے۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! فاضل رکن نے فرمایا ہے کہ بجٹ کے موقع پر لیکچرار کی 300 اسامیاں پیدا کی گئی تھیں۔ اس سلسلے میں عرض کروں گا کہ لیکچرار کی اسامیاں ضرورت کے مطابق پیدا کی جاتی ہیں' جب کسی کالج کو کمشن کیا جاتا ہے تو ان کو ختم کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چونکہ پہلے ہم کالج کی منظوری دیتے ہیں اور اس کے بعد جب کالج کی بلڈنگ تیار ہوتی ہے تو اس کے بعد ہم اسامیاں پیدا کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں کالج بننے سے پہلے ہم مخصوص کالج کے against اسامیاں پیدا کرتے ہیں۔ ہم جنرل اسامیاں بالکل پیدا نہیں کرتے اور ایک مخصوص کالج کے لیے بھی اسامیاں اس وقت پیدا کرتے ہیں جب کالج کی بلڈنگ مکمل ہو جاتی ہے اور وہ بلڈنگ محکمہ تعلیم کے حوالے کر دی جاتی ہے۔ جناب سپیکر! جہاں تک پابندی کا تعلق ہے تو میں یہ عرض کروں گا کہ لیکچراروں کی تقرریوں پر کبھی بھی پابندی نہیں رہی۔ ہم نے لیکچرار کی بھرتی کے لیے requisition پبلک سروس کمشن کو دی ہوئی تھی لیکن ان applicants نے خود ہی ہائی کورٹ سے سٹے آرڈر حاصل کر لیے کہ ہماری ڈویژن کی بنیاد پر بھرتی نہ کی جائے۔ بلکہ صوبے کی بنیاد پر ہماری پوسٹنگ کی جائے۔ یہ مسئلہ ابھی تک عدالت میں موجود ہے۔ لہٰذا جب تک عدالت سے اس بات کا فیصلہ نہ ہو جائے ہم اس پر مزید کوئی کارروائی نہیں کر سکتے۔ میں اپنے فاضل دوست سے یہ کہوں گا کہ ان حالات کی بناء پر وہ اپنی تحریک پر زور نہ دیں۔

جناب سپیکر: وزیر تعلیم کے اس جواب کے بعد فرید احمد پراچہ آپ کی کیا رائے ہے؟

جناب فرید احمد پراچہ: جناب والا! مسئلہ تو نہایت اہم ہے اور جیسا کہ وزیر صاحب نے بھی اس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا۔ بہرحال اس یقین دہانی کے بعد کہ وہ اس مسئلے سے پورے طور پر آگاہ ہیں اور اسے حل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں لہٰذا میں اس پر زور نہیں دیتا۔

جناب سپیکر: جناب فرید احمد پراچہ صاحب اپنی تحریک کو پریس نہیں کرتے اگلی تحریک التوائے کار

نمبر80' ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب کی ہے (تشریف نہیں رکھتے) یہ تحریک التوائے کار lapse ہو جائے گی۔ اگلی تحریک التوائے کار جناب فرید احمد پراچہ کی ہے' نمبر81 یہ بھی پڑھی ہوئی تصور کی جاتی ہے۔

## تنازع کشمیر کے بارے میں غیر ملکی ماہرین کی رپورٹ

جناب فرید احمد پراچہ: میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "نوائے وقت" مورخہ 28 ستمبر کے مطابق امریکہ اور روس کی مشترکہ ٹیم نے تنازعہ کشمیر حل کرنے کے لیے چھ تجاویز پیش کر دی ہیں جن کے مطابق مسئلہ کشمیر بیلٹ کی بجائے بیلٹ بکس سے حل کیا جائے امریکہ اور روس کے ماہرین پر مشتمل اس پراجیکٹ ٹیم میں جو الائیوس یونیورسٹی کے پروفیسر سٹیفن' پروفیسر لیوروز' ڈاکٹر سرگی کامینو اور ڈاکٹر لادی میر شامل تھے۔ یہ تمام سکالر جنوبی ایشیاء کے امور کے ماہرین ہیں۔ ٹیم نے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو مشورہ دیا ہے کہ وہ حقائق معلوم کرنے کے لیے دونوں ملکوں میں اپنے خصوصی ایلچی بھیجیں۔ کشمیر کے دونوں مسلم علاقوں کی ڈھیلی ڈھالی فیڈریشن بنائی جائے۔ اشیاء کے لین دین اور افراد کی آزادنہ آمدورفت کو فروغ دیا جائے۔ سرحدی امور پر گفتگو میں کشمیریوں کو شامل کیا جائے نیز کے جی بی اور سی آئی اے کے جھوٹے جائزوں پر اعتبار نہ کیا جائے اس لیے کہ ان ہی اداروں کی جھوٹی رپورٹوں کی وجہ سے ماضی میں پاک و بھارت جنگیں ہو چکی ہیں۔ مشترکہ پراجیکٹ کی یہ رپورٹ ہمارے لیے بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ رپورٹ کے مختلف پہلوؤں سے اختلاف کے باوجود یہ حقیقت ہے کہ یہ رپورٹ مسئلہ کشمیر پر پاکستان کے مؤقف کو تقویت دے سکتی ہے۔ چونکہ مسئلہ کشمیر ہمارے قومی مسائل میں سے سرفہرست ہے۔ نیز کشمیر کے ساتھ قدرتی قربت کی وجہ سے صوبہ پنجاب کے عوام اس مسئلہ پر بحث کا زیادہ حق رکھتے ہیں۔ اس لیے گزارش ہے کہ اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر کے اس اہم معاملہ کو زیر بحث لایا جائے۔

جناب سپیکر: اس تحریک التوائے کار پر گورنمنٹ کا مؤقف کون پیش کرے گا؟

وزیر قانون: یہ تحریک التوائے کار وزیر ہاؤسنگ سے متعلقہ ہے۔ وہ ابھی تو تشریف رکھتے تھے۔ اگر حکم دیں تو اس پر میں فنی اعتبار سے بات کر سکتا ہوں۔ اگر تفصیل سے جواب چاہیے تو پھر وہی

جواب دے سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: اس کو پینڈنگ کر لیتے ہیں جب وزیر ہاؤسنگ آ جائیں گے تو یہ ٹیک اپ کر لیں گے۔

جناب فرید احمد پراچہ: بے شک اسے پینڈنگ کر لیا جائے۔ لیکن 27 اکتوبر جو کل کا دن تھا وہ بڑا اہم دن تھا اور اس دن پورے ملک میں یوم سیاہ منایا گیا۔ قومی اسمبلی نے بھی اس ضمن میں یعنی مسئلہ کشمیر کے سلسلے میں متفقہ طور پر ایک قرار داد پاس کی ہے۔ میری گزارش ہے کہ اس موقع پر ایک متفقہ قرار داد پنجاب اسمبلی کی طرف سے بھی لائی جائے۔ تاکہ یہ مسئلہ بین الاقوامی فورم پر ایک مرتبہ پھر اجاگر ہو سکے۔

جناب سپیکر: تو اس سلسلے میں پچھلے اجلاس میں ایسی قرارداد نہیں آئی۔

جناب فرید احمد پراچہ: اس اجلاس میں نہیں آئی۔

جناب سپیکر: پچھلے اجلاس میں۔

جناب فرید احمد پراچہ: یہ گزشتہ اجلاس میں نہیں تھی بلکہ اس سے بھی پچھلے اجلاس میں یہ ایسی قرار داد تھی۔

جناب سپیکر: آپ اس کو چیک کر لیں کہ اگر ہم رولز کے مطابق دوبارہ قرار داد لا سکتے ہیں تو پھر حکومت کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟

جناب فرید احمد پراچہ: قومی اسمبلی میں بھی یہ کئی مرتبہ ٹیک اپ ہو چکی ہے۔

جناب سپیکر: جی' خواہ یہ قومی اسمبلی میں ٹیک اپ ہو چکی ہے اس کو آپ ایگزامن کر لیں۔

جناب فرید احمد پراچہ: ٹھیک ہے' جی۔

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب! پراچہ صاحب کا یہ خیال ہے کہ مسئلہ کشمیر پہ اس دفعہ ہماری طرف سے مکمل اور بھرپور یک جہتی کا اظہار کرنے کے لیے ایک قرار داد پاس کی جائے کیونکہ قومی اسمبلی میں بھی قرار داد پاس ہو چکی ہے۔ میں نے ان کو کہا ہے کہ دیکھ لیں اسے ایگزامن کر لیں کہ کیا رولز کے مطابق ایک ہی موضوع پہ دو یا تین مہینے کے اندر ایک قرارداد آ سکتی ہے۔ اگر آ سکتی ہے تو پھر ٹھیک ہے۔

وزیر قانون: اس میں ہمیں کوئی اعتراض نہیں' اس کو ہم ایگزامن کر لیتے ہیں۔ پھر ہم یہ قرارداد مل کر لے آئیں گے۔

جناب سپیکر: صحیح ہے۔ تو آپ اس کو پریس نہیں کرتے۔ تو تحریک التوائے کار کا وقت اب ختم ہوتا

ہے۔ میاں منظور احمد موہل!

## مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹ

## ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

میاں منظور احمد موہل: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1973ء پر نظر ثانی کرنے اور قواعد میں ترامیم کے بارے میں اپنی سفارشات مرتب کرنے کے لیے مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں 31 جنوری 1993ء تک توسیع کر دی جائے۔"

جناب سپیکر: میاں منظور احمد موہل یہ تحریک پیش کرتے ہیں:

"کہ قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1973ء پر نظر ثانی کرنے اور قواعد میں ترامیم کے بارے میں اپنی سفارشات مرتب کرنے کے لیے مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31 جنوری 1993ء تک توسیع کر دی جائے۔"

اس میں میاں صاحب پہلے ہی کافی ٹائم ہو گیا ہے۔ کیا اس کو اس سے پہلے پیش نہیں کیا جا سکتا۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! گذشتہ ماہ بھی اجلاس رہا اور اس ماہ بھی اجلاس ہے۔ ہم نے اس میں کافی سعی کی ہے اور اب یہ تکمیل پذیر ہونے والا ہے۔ لیکن اس میں پھر بھی اس لیے کر رہے ہیں کہ اجلاس ذرا لیٹ ہو جائے مگر ہم کوشش کریں گے کہ دسمبر تک ہو جائے یہ تو سہواً کیا ہے۔

جناب سپیکر: درست ہے۔ تو صاحبان کیا اس کی اجازت ہے؟

(تحریک منظور ہوئی)

## مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

میاں منظور احمد موہل: اسی طرح جناب والا میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ استحقاقات ایکٹ 1972ء میں صوبائی اسمبلی پنجاب کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31 جنوری 1993ء تک توسیع کر دی جائے۔

یہ 1972ء کی رپورٹ تو جناب والا بالکل تیار ہے۔ financial matter پر رہتی ہے ورنہ یہ بالکل تیار ہے۔ لیکن پھر مناسب سمجھا کہ اس کو بھی ذرا اس کے ساتھ ہی کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: یہ درست ہے۔ میاں منظور احمد موہل صاحب یہ تحریک پیش کرتے ہیں کہ:

"استحقاقات ایکٹ 1972ء صوبائی اسمبلی پنجاب کے بارے میں مجلس خصوصی کے رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31 جنوری 1993ء تک توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

## مسودہ قانون

## مسودہ قانون' دی پنجاب ہیلتھ فاؤنڈیشن' مصدرہ 1992ء

جناب سپیکر: تو اب قانون سازی کو ٹیک اپ کرتے ہیں۔ ہیلتھ فاؤنڈیشن کا بل زیر غور ہے۔

**We have completed the first reading. Now we start the second reading.**

کوئی اس بل کے متعلق وضاحت فرمانا چاہتے ہیں۔

پیر احمد شاہ کھگہ: کل کے حوالے سے میرے متعلق اخبارات میں جو خبر چھاپی گئی ہے وہ غلط فہمی پر مبنی ہے۔ میرا مدعا نعوذ باللہ توہین رسالت نہ تھا۔ شاید زبان و بیان کی غلطی کی وجہ سے اپنا مفہوم صحیح طور پر بیان نہیں کر سکا۔ میں راسخ العقیدہ مسلمان ہوں۔ آج جس طرح اخبار میں میرے متعلق ابہام پیدا کیا گیا وہ قابل مذمت ہے۔ خاص طور پر جب کہ میں نے اپنے الفاظ بھی واپس لے لیے تھے اور کسی نادانستہ غلطی پر توبہ استغفار بھی کیا تھا۔ اس کے باوجود میرے خیال میں اخبارات میں ابہام پیدا کر کے یہ خود توہین رسالت کے مرتکب ہوئے ہیں۔ جس پر انہیں معافی اور توبہ استغفار کرنی چاہیے۔ اور ایسی غلط خبر چھاپ کر گناہ نہیں کرنا چاہیے۔ اگر اخبار والوں نے اس کو غیر مشروط معذرت نہ کی تو میں تحریک استحقاق پیش کرنے کا حق بھی رکھتا ہوں کیونکہ میرا استحقاق مجروح ہوا ہے۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں اس میں یہ بات کافی ہے کہ جو الفاظ آپ نے واپس لے لیے تھے اور ان کو میں نے کارروائی سے حذف کر دیا تھا' پھر ان کو اخبارات میں نہیں چھاپنا چاہیے تھا۔

دوسرے آپ نے وضاحت بھی کر دی ہے کہ آپ دانستہ طور پر جناب رسالت مآب کے بارے میں کوئی ایسی بات کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ میرے خیال میں آپ کی یہ وضاحت پریس میں آجانی چاہیے۔

MR SPEAKER: Now we take up the Bill clause by clause.

## Clause 2

Clause 2 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment, the question is: That Clause 2 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

## Clause 3

MR SPEAKER: Now, Clause 3 of the Bill is under consideration. Five amendments have been received in it. The first amendment is from Mr Farid Ahmad Piracha, Dr Muhammad Afzal Ezaz, Dr Syed Waseem Akhtar, and Mian Mahmood-ur-Rashid.

Mr Farid Ahmad Piracha may like to move the amendent.

MR FARID AHMAD PIRACHA: I beg to move-

That for sub-clause (1) of Clause 3 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the following be substituted, namely:-

(1) There shall be a Board of Directors of the Foundation consisting of the following Members including the Chairman:-

(1) Ministe for Health, Government of the Punjab.

(2) The Secretary to Government, Punjab, Health

Department.

(3) Five MPAs, preferably Doctors.

(4) Two Professor Doctors.

(5) Two Young Doctors (From Medical Officers, Registrars or Lecturers).

(6) A representative from the Provincial Local Bodies.

MR SPEAKER: The motion moved is-

That for sub-clause (1) of Clause 3 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the following be substituted, namely:-

(1) There shall be a Board of Directors of the Foundation consisting of the following Members including the Chairman:-

(1) Minister for Health, Government of the Punjab.

(2) The Secretary to Government, Punjab, Health Department.

(3) Five MPAs, preferably Doctors

(4) Two Professor Doctors.

(5) Two Young Doctors (From Medical Officers, Registrars or lecturers).

(6) A representative from the Provincial Local Bodies.

LAW MINISTER: It is opposed Sir.

MR SPEAKER: Minister for Law opposes the amendment. Mr Farid Ahmad Piracha may like to say something.

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ جب بھی کسی فاؤنڈیشن یا باڈی کا بورڈ آف ڈائرکٹرز طے کیا جاتا ہے تو اس میں واضح ہوتا ہے کہ اس کے ممبران کون کون ہوں گے۔ جیسا کہ پنجاب اسمبلی نے تعلیمی فاؤنڈیشن کا بل پاس کیا تو اس میں بھی واضح تھا کہ اس کے ممبران کون کون ہوں گے؟ یعنی ex-officio ممبران کون ہوں گے اور نامزد ممبران کون ہوں گے؟ یعنی کس کیٹیگری سے تعلق رکھیں گے؟ جناب والا! یہ بات بڑی ضروری ہوتی ہے' اس لئے کہ جب بھی کوئی قانون بنتا ہے وہ مستقبل کے لیے ہوتا ہے اور اس کی ایک مستقل نوعیت ہوتی ہے۔ حکومتیں تبدیل ہوتی رہیں تب بھی اور کوئی بھی صورت حال پیدا ہو تب بھی اس میں ایسی بات واضح ہونی چاہیے تاکہ کوئی بھی حکومت اپنی من مانی نہ کر سکے۔ اور وہ ان افراد کو نامزد نہ کر دیں کہ جن کا نہ ہیلتھ کے ساتھ' اس فاؤنڈیشن کی ساتھ' اس کے بنیادی مقاصد کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو۔ چنانچہ اس میں جو بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ فاؤنڈیشن کا ایک بورڈ آف ڈائرکٹرز ہو گا جو چیئرمین سمیت اتنے سرکاری اور غیر سرکاری ارکان پر مشتمل ہو گا جن کا تقرر حکومت کرے گی۔ یعنی نہ اس میں تعداد مقرر کی گئی ہے' نہ اس میں بتایا گیا ہے کہ سرکاری ممبران کون کون ہوں گے اور نہ اس میں بتایا گیا ہے کہ غیر سرکاری ممبران کون ہوں گے۔ چنانچہ اس کے بعد کوئی بھی حکومت آ کے یا موجودہ حکومت میں جتنی بھی تعداد چاہے' مقرر کر لے۔ پچاس کر لے یا دو رکھ لے یا تین رکھ لے۔ اس پر اس ایکٹ کے مطابق کوئی پابندی یا قدغن نہیں۔ چنانچہ اسی طرح سے سرکاری ممبران میں کسی کو رکھا جا سکتا ہے۔ سرکاری ممبران کا بھی تعین نہیں ہے کہ ان کا ہیلتھ کے ساتھ تعلق ہو گا' ان کا اس فاؤنڈیشن کے ساتھ بنیادی مقاصد کے ساتھ کوئی تعلق ہو گا۔ اس کا کوئی تعین نہیں۔ اسی طرح غیر سرکاری ارکان کا بھی کوئی تعین نہیں۔ اس میں منتخب ممبران ہوں گے۔ اس میں وہ لوگ ہوں گے جن کا ہیلتھ کے ساتھ تعلق ہے۔ اس میں وہ افراد ہوں گے کہ جو محب وطن ہوں۔ اس میں ایسی کوئی بات specify نہیں۔ چنانچہ اس ترمیم کے ذریعے میں نے اس بات کو واضح کیا ہے کہ اس میں وہ افراد ہوں جن کا اس فاؤنڈیشن کے بنیادی مقاصد کے ساتھ تعلق ہے۔ ان کو پورا کرے یا نہ کرے یہ ایک الگ بحث ہے۔ لیکن کم از کم وہ افراد تو ہونے چاہئیں جن کا بنیادی تعلق ہو اس کے ساتھ' اس کے مقاصد کے ساتھ۔ چنانچہ اس میں ہیلتھ کے افراد کا تعین کیا ہے کہ خود وزیر صحت ہوں' سیکرٹری صحت ہوں' اسی طرح اس میں ڈاکٹر ہوں' اس طرح اس میں اسمبلی ممبران ہوں اور اسمبلی ممبران بھی وہ ہوں جو اسمبلی میں ڈاکٹر ہیں انہیں ترجیح دی جائے۔ چنانچہ یہ ایک نہایت بے ضرر

ترمیم ہے جس کا کوئی نقصان حکومت کو نہیں پہنچتا۔ بلکہ اس کا فائدہ ہے کہ ایک تعین ہو جاتا ہے اور کسی وقت کسی زمانے میں اس کو اپنے غلط مقاصد پورے کرنے کی کوئی راہ اور کوئی گنجائش نہیں نکلتی۔ چنانچہ میں گزارش کروں گا کہ اس ترمیم کو اسی روح کے ساتھ لیا جائے اور اس کو تسلیم کیا جائے۔ اس کے اندر حکومت کا اپنا فائدہ بھی ہے۔ شکریہ جناب۔

جناب سپیکر: اس پر کوئی اور صاحب بات کرنا چاہیں گے؟ ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب والا! جیسا کہ پراچہ صاحب نے فرمایا ہے' اس میں ممبران کی تعداد کا تعین نہیں کیا گیا اور نہ ان ممبران کی کوالیفکیشن یا eligibility کا ذکر گیا ہے۔ یہ بورڈ جو بنے گا' ہیلتھ فاؤنڈیشن کی کامیابی یا ناکامی کا سارا دارومدار اس پر ہی منحصر ہے۔ اب اگر یہ بورڈ آف ڈائرکٹرز ذمہ دار ہیں اور اس کے بعد پوری طرح qualified ہیں تو وہ جانتے ہیں کہ کیا کام کرنا ہے اور انہیں کیا فرائض منصبی سرانجام دینے ہیں تو اس پر کامیاب ہوں گے اور وہ مقاصد جو اس ہیلتھ فاؤنڈیشن کے ذریعے پنجاب حکومت سرانجام دینا چاہتی ہے وہ پوری طرح بروئے کار آسکیں گے۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ اس قدر اہمیت کا حامل مسئلہ ہے کہ یہاں یہ کہا جا رہا ہے: Health for all by 2000 year یعنی اس صدی کے آخر تک آپ تمام ملک میں اور دیہاتی علاقوں میں بھی لوگوں کو طبی سہولتیں فراہم کریں گے۔ جب طبی سہولتیں فراہم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور وہ بھی آئندہ آٹھ سالوں میں اور WHO کے جو slogans ہیں۔ حکومت پاکستان اس کو پوری طرح عملی جامہ پہنانے کا ارادہ رکھتی ہے اور یہ جو ہیلتھ فاؤنڈیشن بنایا گیا ہے اس میں بھی یہی مقاصد ہیں۔ اس لیے اس بورڈ کا تعین کرنا اور اس کے بعد ان کی تعداد بتانا اور اس کے بعد اس کے نام اور ان کے designation کا پتا چلنا ضروری ہے۔ جس طرح کہ پراچہ صاحب نے یہ ترمیم پیش کی ہے وہ نہایت ضروری اور اہم ہے تاکہ یہ بورڈ اپنی تمام کارکردگی میں سارے مسائل کو حل کر سکیں اور طبی سہولتیں فراہم کرنے کے مقاصد پورے کر سکیں۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں چند باتیں اس حوالے سے بل کے اوپر کرنا چاہتا ہوں۔ میری پہلی بات تو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ جو بحث ہمارے ایوان میں اس بل کے اوپر حسب روایت شروع ہے جس طرح بجٹ اجلاس میں بجٹ پر بے مقصد بحث ہوتی ہے اور اس کے بعد بجٹ میں ایک پائی

کی تبدیلی بھی نہیں ہوتی اور اس کے بعد وہی بجٹ جو افسران نے بنایا ہوتا ہے جس پر ہماری کابینہ ٹھپہ لگاتی ہے اس کے اوپر ایک مہینہ بحث کرنے کے بعد وہی بجٹ پاس کر دیا جاتا ہے۔ جس طرح پانی کے اندر مدھانی ڈال کر جتنا بھی زور لگائیں گے مکھن تو نکلنا نہیں۔ یہی ایک سلسلہ ہے۔ اب یہاں بھی یہی سلسلہ جاری ہے کہ دو تین دن اس کے اوپر بحث ہو گی اور اس کے بعد اسی طرح اس کو پاس ہو کے منظور ہو جانا ہے۔ اس میں کوئی بھی تبدیلی نہیں ہونی۔ اور اسی وجہ سے ایوان کا وقار مجروح ہوتا ہے۔ میں اس میں یہ تجویز دینا چاہتا ہوں کہ جب یہ بل ایوان میں پہلی دفعہ متعارف ہو' اسی وقت اس کے اوپر بحث کے لیے وقت رکھا جائے تاکہ تمام ممبران اپوزیشن اور حکومتی بنچوں کے ممبران بھی اس کے اوپر بحث کریں اور اپنی تجاویز دیں اور ان تجاویز کو باقاعدہ نوٹ کیا جائے اور اس کے بعد بل مجلس قائمہ کے پاس بھیجا جائے۔ تاکہ اس کے ارکان کی طرف سے proper بحث ہو سکے۔ ورنہ یہاں تو قدغن ہے کہ یہ بل اب آگیا ہے اور حکومتی بنچوں کے لوگ اس پر بول ہی نہیں سکتے۔

میاں منظور احمد موہل: پوائنٹ آف آرڈر!

جناب سپیکر: پوائنٹ آف آرڈر' میاں منظور احمد موہل صاحب!

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! یہ مرحلہ دوسری ریڈنگ ہے۔ ترامیم پر بات ہو گی۔ جو ترمیم زیر بحث ہے اسی پر بولا جا سکے گا۔ ہم اس مرحلے پر تجاویز قطعاً نہیں دے سکتے۔ یہ تو پروسیجر کے خلاف ایک بات کر رہے ہیں۔ قواعد و ضوابط میں جو لکھا ہوا ہے اس کے بارے میں کہہ رہے ہیں کہ ہمیں یہ کرنا چاہیے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ انہوں نے جو ترمیم پیش کی ہے اس کے سکوپ میں رہیں۔ قاعدہ۔172۔

172 (1) An amendment shall be within the scope and relevant to the subject matter of the motion to which it is proposed.

جناب والا! یہ اس کے مطابق رہیں۔ اس مرحلے پر اس طرح کی باتیں کرنے کی ضرورت نہیں۔

جناب سپیکر: پوائنٹ آف آرڈر ہے۔ ڈاکٹر صاحب! آپ اپنی ترمیم کے سکوپ میں بات کر سکتے ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: میں سمجھتا ہوں کہ میں نے بڑی متعلقہ بات کی ہے اور میں نے ایک مثبت

تجویز دینے کی کوشش کی ہے تاکہ ہاؤس میں سارے لوگ اس پر بول سکیں۔ ورنہ یہاں تو پابندی ہے۔ حکومتی بنچوں کو دیکھیں تو بل پر گفتگو ہوتی ہے تو کوئی وزراء سے دستخط کروانے میں مصروف ہے' وزراء آپس میں گفت و شنید میں مصروف ہیں۔ انہیں پتا ہے کہ جب ہمارے وزیر قانون حلق پھاڑ کر yes کی آواز نکالیں گے اور مکا اوپر کریں گے اس وقت سب نے ہاں کر دینی ہے اور اس کے بعد بس۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ مجلس قائمہ میں جانے سے پہلے اس پر بحث ہو تاکہ اس میں حکومتی بنچوں والے بھی اور اپوزیشن والے بھی contribute کریں۔ پھر مجلس قائمہ کے پاس جائے اور اس کے بعد وہاں سے ہو کر آئے۔ اس طرح contribution میں اضافہ ہو گا اور ہمارے ممبران سنجیدگی سے اس میں حصہ لیں گے۔

جناب سپیکر! کلاز۔3 کی سب کلاز۔1 میں ترمیم تجویز کی گئی ہے اس میں مجلس قائمہ نے approve کر کے جو یہاں بھیجا ہے اس پر انہوں نے اسی طرح ٹھپہ لگایا ہے جس طرح یہ افسران نے بنا کر دیا تھا اور یہاں متعارف ہوا۔ اس طرح وہ مجلس قائمہ کے پاس گیا۔ میرے علم میں ہے۔ مجلس قائمہ کے چیئرمین ڈاکٹر خاور علی شاہ صاحب ہیں۔ وہ بڑے قابل احترام ہیں' پڑھے لکھے ہیں اور کام کو سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ بات میرے علم میں ہے کہ جب یہ بل introduce ہوا' مجلس قائمہ کے پاس گیا تو ڈاکٹر خاور علی شاہ صاحب حیران تھے۔ ایک ہی نشست کے اندر پتا نہیں کس طرح یہ بل منظور ہوا اور آج یہ ہاؤس کے اندر ہے۔ وہاں اس کے اوپر proper بحث بھی نہیں ہو پائی۔ خاور علی شاہ صاحب اس بات کے گواہ ہیں۔

جناب سپیکر! بل کے اندر شروع میں انہوں نے کہا ہے کہ یہ بورڈ آف ڈائرکٹرز ہو گا۔ نہ اس میں specify کیا ہے کہ اس میں کتنے ممبرز ہوں گے اور نہ اس میں specify کیا ہے کہ اس کی qualification کیا ہو گی۔ حالانکہ یہ بڑا اہم معاملہ ہے اب ٹیکنیکل معاملہ ہے۔ صحت عامہ کا معاملہ ہے۔ اس میں باقاعدہ اس چیز کی تخصیص ہونی چاہیے تھی کہ جس طرح ریونیو کے معاملات اس کے اندر ہیں ریونیو میں سے specify ہو کہ اس لیول کے افسران اس کے اندر موجود ہوں گے۔ پھر ہیلتھ سے متعلق ہے اور ٹیکنیکل معاملہ ہے اور اس میں یہ بات طے ہو کہ ہیلتھ میں سے یہ ٹیکنوکریٹ اس بورڈ کے ممبر ہوں گے۔ اور پھر عوامی نمائندے کے حوالے سے اسمبلی کے کچھ ممبران باقاعدہ اس کے ممبر ہوں۔ اس میں یہ تجویز کل بھی آئی تھی کہ ہر ڈویژن سے ایک ایم پی اے اس بورڈ آف ڈائرکٹرز کا رکن بنایا جائے۔ تو اس قسم کی مثبت تجاویز کو اس کے اندر شامل کرنا

چاہیے۔ تو اس طرح یہ بغیر کسی تخصیص کے اس کے ممبران کی تعداد کا تعین کر دیا جائے تو اس میں ہوتا یہ ہے کہ ایسے افسران کو اس کے اندر nominate کیا جاتا ہے کیونکہ یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ کوئی افسران کی منشاء کے مطابق کام نہیں کرے گا اور اس بندر بانٹ کے اندر کوئی حصہ ادا نہیں کرے گا تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اسے struck off کر دیا جائے گا۔ تو اسے حوالے سے یہ بل بڑا گول مول سا ہے۔ اس کے اندر specification ہونی چاہیے۔ اور جس طرح اس پر ہم نے ترمیم دی ہے کہ

Minister of Health being the Head of the Department

وہ اس کے ممبر ہوں۔ سیکرٹری جنہوں نے اس سارے معاملے کو execute کرنا ہے وہ اس کے ممبر ہوں۔ پھر پانچ ایم پی اے صاحبان preferably جو ڈائرکٹرز ہوں کیونکہ وہ اس فیلڈ سے relevant ہوں۔ ان کو اس کا ممبر ہونا چاہیے۔ اور اس طرح جو نوجوان ڈاکٹرز جن سے انہوں نے استفادہ کرنا ہے وہ اس کے ممبر ہوں۔ اور لوکل باڈیز میں سے ایک ممبر ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی عرض کرنا چاہوں گا کہ بل کے اندر شروع میں یہ بات تھی کہ یہ رورل ایریاز کے لیے ہو گا۔ لیکن بعد میں وہ شق اڑا دی اور وہ شق اس وجہ سے اڑا دی ہے کہ یہ جو قبضہ گروپ کے اراکین ہیں یہ سارے کے سارے شہروں کے رہنے والے ہیں۔ اور اب اس شق کو اڑنے کے ساتھ ان کو یہ پوری طرح اختیار حاصل ہو گا کہ جتنی بھی شہری جائیداد ہے اس پر یہ قبضہ کر سکیں۔ اس لیے میں یہ ترمیم چاہتا ہوں کہ اگر ایسا کرنا ہی ہے تو کچھ نہ کچھ ان کے قبضے میں دینا ضروری ہے ورنہ ان کی سپورٹ گورنمنٹ سے اٹھ جائے گی۔ تو اس میں اس کی کوئی تخصیص کر دیں کہ تیس فی صد جو allocation ہو فنڈز کی ہو' زمین کی ہو' وہ شہری علاقوں کے لیے ہو اور وہ 70 فیصد دیہی علاقے کے لیے ہو اور اس میں لاہور' راولپنڈی' ملتان اور فیصل آباد چار بڑے شہر جو ہیں یہ نکال دیئے جائیں۔ ان میں ہی زیادہ تر یہ قبضہ گروپ کے اراکین ہیں اور یہاں اچھے خاصے ہسپتال موجود ہیں اور infrastructure موجود ہیں۔ تو جناب سپیکر! میری یہ گزارش ہو گی کہ یہ ترمیم منظور کی جائے اور بورڈ آف ڈائرکٹرز کے ممبران کی پوری تخصیص ہو۔ اور جس طرح ہم نے یہ تجویز دی ہے اس کے مطابق اس کو ہونا چاہیے۔

جناب سپیکر: وزیر قانون صاحب اس پر کچھ فرمانا چاہیں گے؟

وزیر قانون: جناب سپیکر! میرے بھائی محترم فرید احمد پراچہ صاحب نے فرمایا ہے کہ ایجوکیشن فاؤنڈیشن میں باقاعدہ قانون میں ممبرشپ کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ اور ان کو شاید غلط فہمی ہوئی ہے۔ قانون

میں ممبر شپ کا کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ ایجوکیشن فاؤنڈیشن میں بھی حکومت کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ وہ بورڈ مقرر کرے۔ حکومت کو اختیار دینے کا مقصد یہ ہے کہ فاؤنڈیشن کی بہتر کارکردگی کے لیے بہترین افراد کا انتخاب کیا جا سکے۔ جناب والا! اگر یہ ترمیم اس حالت میں منظور کر لی جائے تو اس قانون میں کس قسم کی flexibility نہیں رہے گی اور پھر اس میں کسی چھوٹی موٹی تبدیلی کے لیے بھی قانون کو تبدیل کرنا پڑے گا۔ یہ اختیار حکومت کو دینے کا مقصد صرف یہ ہے کہ اس فاؤنڈیشن کی کارکردگی کو بہترین بنانے کے لیے بہترین لوگوں کو سلیکشن کیا جا سکے۔ اس کے علاوہ میرے بھائی ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب نے جو فرمایا ہے تو سٹینڈنگ کمیٹی کے پاس جب ہم بل یا آرڈیننس ریفر کرتے ہیں تو اس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اس میں اپوزیشن بھی ہوتی ہے۔ اس میں گورنمنٹ کے افسران بھی ہوتے ہیں۔ لاء ڈیپارٹمنٹ کے افسران بھی ہوتے ہیں۔ متعلقہ محکمے کے افسران بھی ہوتے ہیں۔ تو ساری چھان بین کرنے کے بعد اس بل کو ہاؤس میں بھیجتے ہیں۔ اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ یہ ترامیم غیر ضروری ہیں' ان کو مسترد فرمایا جائے۔ شکریہ۔

MR SPEAKER: Now the amendment moved and the question is-

That for sub-clause (1) of Clause 3 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the following be substituted, namely:-

(1) There shall be a Board of Directors of the Foundation consisting of the following Members including the Chairman:-

(1) Ministe for Health, Government of the Punjab.

(2) The Secretary to Government, Punjab, Health Department.

(3) Five MPAs, preferably Doctors.

(4) Two Professor Doctors.

(5) Two Young Doctors (From Medical Officers, Registrars

or Lecturers).

(6) A representative from the Provincial Local Bodies.

(The motion was lost)

MR SPEAKER: The next amendment has been received in it from Mr Irshad Hussain Sethi. He may like to move the amendment.

MR IRSHAD HUSSAIN SETHI: I beg to move-

That for sub-clause (1) of Clause 3 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the following be substituted, namely:-

(1) There shall be a Board of Directors of the Foundation consisting of maximum 10 officials and non-official Members including the Chairman.

MR SPEAKER: The amendment moved is-

That for sub-clause (1) of Clause 3 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the following be substituted, namely:-

(1) There shall be a Board of Directors of the Foundation consisting of maximum 10 officials and non-official Members including the Chairman.

LAW MINISTER: I oppose it Sir,

MR SPEAKER: Minister for Law opposes the amendment.

LAW MINISTER: Moreover, Mr Speaker Sir, I have a technical objection to this amendment as it is hit by Rule 172 (4) so it cannot be presented.

جناب والا! اگر اجازت ہو تو میں اس میں تھوڑی سی وضاحت کر دوں۔

جناب سپیکر: جی' ارشاد فرمایئے!

وزیر قانون: جناب والا! اس میں جو ترمیم ہے اس میں اصولی طور پر فیصلہ ہو چکا ہے کہ بورڈ کی تشکیل کے سلسلے میں حکومت کو مکمل آزادی ہونی چاہیے۔ موجودہ ترمیم میں اس اصولی فیصلے کے خلاف یہ کہا گیا ہے کہ ممبران چھ کی بجائے دس رکھے جائیں۔ تو وہ اس کی negation ہوتی ہے جس کو ہاؤس نے already ابھی پاس کیا ہے۔ تو اس لحاظ سے جو پہلے ترمیم ہم نے مسترد کی ہے یہ بھی بالکل وہی ہے۔ صرف چھ اور دس نمبر کا فرق ہے باقی وہی چیز ہے۔ جب پہلے ہاؤس نے اس بات کی اجازت نہیں دی ہے اور حکومت کو اختیار دیا ہے کہ حکومت اپنی صوابدید پر بورڈ کی تشکیل کر سکتی ہے تو اب پھر اس کی negation ہو جاتی ہے۔ تو یہ ذرا میں وضاحت کرنی چاہتا تھا۔

جناب سپیکر: کیا میاں منظور احمد موہل صاحب اس بارے میں کچھ ارشاد فرمانا چاہتے ہیں؟

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! یہ وزیر قانون صاحب کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ کیونکہ وہ جو رول ہے وہ یہ ہے۔

**Rule 172 (4)**

> **An amendment on a question shall not be inconsistent with previous decision on the same question at the same stage of a Bill or matter.**

ابھی جناب والا! جو ان کی ترمیم ہے وہ آپ نے مسترد کی ہے۔ جو ہماری تحریک ہے کلاز ہے وہ ابھی put نہیں ہوئی۔ اگر وہ پاس ہو جائے تو آگے کہیں ایسی بات آئے گی پھر وہ inconsistent ہوتا ہے۔ اس مرحلے پر ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ inconsistent ہے۔ کیونکہ پہلے ان کی ترمیم جو ہے وہ ایک اور نوعیت کی ہے۔ ابھی آپ نے اس کو منظور ہی نہیں کیا۔ ہماری جو کلاز ہے ابھی اس پر ترامیم جاری ہیں۔ ایک کو ہاؤس نے reject کر دیا ہے۔ اب دوسری ایک اور پر آتے ہیں تو میرے نقطہ نظر میں جو ایمان داری کی بات ہے وہ یہ ہے کہ ابھی وہ بات نہیں آتی۔

یہ inconsistent نہیں ہے۔ ہاں! اگر اس کو آپ کسی اگلے مرحلے پر پاس کر دیں گے۔ جب اس کے خلاف کوئی چیز آئے گی تو پھر کہا جا سکے گا کہ ہاؤس نے ووٹ دے کر ایک چیز پاس کر دی ہے۔ اب اس کے خلاف کیوں بات ہو رہی ہے؟

جناب سپیکر: تو اس میں لاء منسٹر صاحب کی contention یہ ہے کہ چونکہ ایک امنڈمنٹ اس نوعیت کی ہاؤس نے reject کر دی ہے۔ اس لیے اس قسم کی اسی طرز کی دوسری امنڈمنٹ اس میں چھ ممبران کے نام تھے۔ اس میں دس ہیں تو یہ ٹیک اپ نہیں ہو سکتی۔ لاء منسٹر صاحب کی اس میں contention یہ ہے۔ میاں منظور احمد موہل صاحب نے اپنا نقطۂ نظر یہ بیان کیا ہے کہ یہ جو رول 172 کا سب رول (4) ہے کہ

> An amendment on a question shall not be inconsistent with previous decision on the same question at the same stage of a Bill or matter.

ان کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ وہ امنڈمنٹ reject ہوئی ہے۔ اب گورنمنٹ ان امنڈمنٹس کو ڈسپوز آف کرنے کے بعد اس میں جو پاس کرنا چاہتی ہے۔ اس میں یہ کلاز جو ہے اس کو جو پاس کرانا چاہتی ہے اور ہاؤس جب اس کلاز کو منظور کر لے گا تو اس کے بعد اس کی contradiction میں کوئی امنڈمنٹ نہیں آ سکتی۔ ان کا یہ مؤقف ہے۔

وزیر قانون: جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ اس ترمیم پر بھی question put ہوا ہے۔ کلاز پر بھی question put ہوتا ہے۔ ترمیم پر question put ہوا ہے اور وہ reject ہوا ہے۔ تو اس قسم کی ترمیم جس میں کہ چھ کی بجائے دس ممبر کہہ دیا گیا ہے بالکل identical ہے۔ پہلے ہم اس پر فیصلہ کر چکے ہیں کہ اس قسم کی ترمیم کی یہ ہاؤس اجازت نہیں دیتا ہے۔ کہ چھ ممبر ہوں' بلکہ اس ہاؤس نے ابھی تک پانچ منٹ پہلے حکومت کو یہ اختیار دیا ہے کہ آپ اپنی صوابدید پر بورڈ آف ڈائرکٹرز بنائیں۔ اب اس مرحلہ پر کلاز یا question ہاؤس میں put ہوا ہے اور اس question کے put ہونے کے بعد دوبارہ میرے خیال کے مطابق یہ فیصلہ جناب والا نے فرمایا ہے۔ میرے خیال کے مطابق جب ایک دفعہ اس قسم کی identical amendment reject ہو چکی ہے تو پھر دوبارہ بھی اس قسم کی امنڈمنٹ جس طرح کلاز کو منظور موہل صاحب فرما رہے ہیں اس طریقے سے اس کی identical amendment جو ہے جس کو پہلے ہی reject کر کے یہ ہاؤس حکومت کو اجازت دے چکا ہے۔ جناب والا! اب اس امنڈمنٹ کو reject کرنے کا مطلب تو یہی نکلتا ہے کہ حکومت کو اس ہاؤس نے اجازت دی ہے کہ آپ اپنی مرضی سے اس کا بورڈ تشکیل دیں۔ اب یہ جو امنڈمنٹ آئی ہے اس میں یہ ہے کہ آفیشل اور نان آفیشل 10 ممبر بورڈ کے بنائیں۔ یعنی حکومت کو یہ اختیار نہ دیں

کہ وہ اپنی صوابدید پر بورڈ بنائے۔ تو یہ میری contention ہے۔ آگے جناب جس طرح مناسب سمجھیں فیصلہ فرمائیں۔

جناب سپیکر: میرے خیال کے مطابق چونکہ کلاز 3 زیر بحث ہے اور کلاز 3 جب زیر بحث آئی تو اس پر امنڈمنٹ آگئی اور امنڈمنٹ کو ہاؤس نے ڈسپوز آف کر دیا۔ امنڈمنٹ کو reject کر دیا۔ کلاز کو پاس نہیں کیا۔ کلاز کو منظور نہیں کیا۔ اس میں آپ کا جو خیال یہ ہے کہ ہاؤس نے آپ کو یہ اجازت دے دی ہے کہ اس بورڈ آف ڈائرکٹرز میں یہ چھ آدمی نہیں ہوں گے بلکہ جو گورنمنٹ تجویز کرتی ہے وہ ہوں گے تو اس میں یہ فیصلہ اس وقت ہو گا جب کلاز منظور ہو گی۔ تو میرے خیال میں اس معاملہ پر بلاشبہ ابھی وہ مرحلہ نہیں آیا کہ جس وقت کلاز پر سوال ہو جائے گا اور کلاز کو ایوان منظور کر لے گا تو اس کے بعد یہ رول 172(4) لاگو ہو گا۔ اس مرحلے پر یہ لاگو نہیں ہو گا۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر! میں مشکور ہوں کہ آپ نے بڑے اچھے انداز میں لاء منسٹر صاحب کو یہ بات سمجھا دی ہے اور جلد ہی ان کی سمجھ میں یہ بات آگئی ہے۔

جناب سپیکر: تو آپ یہ امنڈمنٹ پیش کر چکے ہیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جی' جناب!

جناب سپیکر: اس پر لاء منسٹر صاحب اس کو oppose کر چکے ہیں؟

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جی' ہاں۔

جناب سپیکر: اب آپ نے اس پر بات کرنی ہے؟

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جی' جناب۔

جناب سپیکر: ارشاد فرمایئے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر! اس کلاز میں حکومت کی طرف سے نقطۂ نظر سامنے آیا تھا۔ اس میں یہ ہے۔

> There shall be a Board of Directors of the Foundation consisting of such number of official and non-official members, including the Chairman, as may be appointed by the Government.

جناب سپیکر! اس پر میں نے یہ ترمیم دی اور اس سے پہلے دوستوں نے اپنی ترمیم پر اظہار خیال

کیا کہ ان میں ایم پی ایز ڈاکٹرز اور یہ جو دوسرے نام ہیں یہ دیئے ہوئے ہونے چاہئیں تو اس پر جناب لاء منسٹر صاحب نے اس کی مخالفت کی کہ یہ نہیں ہونے چاہئیں۔ یہ گورنمنٹ کو پابند کرنے والی بات ہے کہ گورنمنٹ بہتری کے لیے جب چاہے گی کسی بھی فرد کو کر دے گی۔ اس لیے انہوں نے مخالفت کی اور یہ ہماری ترمیم جو دوستوں کی طرف سے تھی وہ مسترد کر دی گئی۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس دوعملی اور دوغلے پن کا مظاہرہ جس طرح سے بلوں میں گورنمنٹ کی طرف سے کیا جاتا ہے وہ اتنا واضح تضاد ہے کہ جس کی بنیاد پر کوئی بھی ممبر کسی بھی وقت میں کسی بھی ایک چیز پر متفق نظر نہیں آتا کہ آیا واقعی یہ بات ٹھیک ہے ایسا ہونا چاہیے یا نہیں۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدرات پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر! ابھی حال ہی کا واقعہ ہے کہ موجودہ گورنمنٹ نے مشاورتی بورڈ بنائے۔ بورڈ میں افراد کی نامزدگیاں کیں اور ان کی ایک تعداد جو کہ پرنٹ کرنے کے بعد انہوں نے سب معزز اراکین کو تقسیم کی کہ مشاورتی بورڈ ہو گا اس کی یہ تعداد ہے۔ ہیلتھ کا یہ ہے۔ ایجوکیشن کا یہ ہے اور اتنی اتنی تعداد میں افراد کو نامزد کیا گیا ہے مگر صورت حال یہ ہے کہ پھر اس میں یہ نہیں تھا کہ اپنے ہی بنائے ہوئے بورڈوں میں صرف معزز اراکین اسمبلی کو ہی لیا گیا ہو بلکہ اس میں مدنظر رکھا گیا کہ ٹیکنوکریٹس کو لیا جائے۔ اس میں یہ مدنظر رکھا گیا کہ علاقہ جات کے جو معززین ہیں ان کو لیا جائے اور پھر مسلسل ڈیڑھ سال کی کوشش کے بڑے غور و خوض کے بعد اس بورڈ کی تشکیل دی گئی مگر اپنے ہی قول و فعل کا تضاد اتنی جلدی سامنے آ گیا کہ آج جو انہوں نے بورڈ بنائے ہیں ان میں دو نمبر مسلم لیگیوں کو اور کھوٹے سکوں کو جن کو یہ سیاسی بنیادوں پر support کرنا چاہتے ہیں' جن کو محض یہ oblige کرنا چاہتے ہیں' جن کو محض نام دے کر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہم نے آپ کو بورڈ کا کوئی بڑا ذمہ دار اور عہدے دار بنا دیا ہے۔ نوٹیفکیشن پر نوٹیفکیشن جاری کیے جا رہے ہیں۔ مجھے احتساب بورڈ کا ممبر بنایا گیا ہے۔ مجھے اس وقت تک چار نوٹیفکیشن موصول ہو چکے ہیں کہ جن میں لاہور کے مختلف ایسے ٹاؤٹوں کا جو کہ مسلم لیگ کے ٹاؤٹ ہیں' مسلم لیگی نمبر2 ہیں' جن کا سوائے اس کے کہ کوئی کام نہیں ہوتا کہ جب یہ بادشاہ لوگ آئیں تو ان کے آگے کھڑے ہو کر وہ زور سے ایک نعرہ لگا دیں کہ جن میں سابقہ میئروں تک کے نام آتے ہیں کہ جس میں یہ کہا جاتا ہے۔ میں یہ پوچھتا ہوں.....

شیخ محمد طاہر رشید: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! فاضل رکن کا جو انداز گفتار ہے وہ قابل مذمت بلکہ قابل سرزنش ہے۔ میں ایوان کی توجہ ضابطہ (اے) 176 کی طرف دلاؤں گا کہ ایسے الفاظ زبان سے نہ نکالیں جو غدارانہ' توہین آمیز یا غیر پارلیمانی ہوں۔ نہ وہ دل آزار کلمات استعمال کرے گا۔ جناب سپیکر! حادثاتی طور پر یہ نمبر2 اللہ والے اسمبلیوں میں تو پہنچ گئے ہیں----

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! آپ تشریف رکھیں آپ کی بات تو ہو چکی ہے۔ اس پر اب تقریر کی تو اجازت نہیں دی جا سکتی۔ آپ تشریف رکھیں۔ میں معزز ممبر سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنی ترمیم کے دائرہ کار میں رہیں۔

جناب ارشاد حسین سیکھی: جناب سپیکر! یہ نمبر2 جو محض اور محض اپنی نااہلی کی بنا پر بغیر کسی دلیل کے' بغیر کسی ثبوت کی بغیر کسی جواز کے بغیر ترمیم پڑھے' بغیر اس کا مضمون جانے' اس قسم کے اعتراف کرتا ہے تو بڑا ہی افسوس ہوتا ہے۔ جناب سپیکر! میں اپنی امنڈمنٹ پر اس قدر relevant ہوں۔ جس قدر مجھے ہونا چاہیے۔

جناب سپیکر! میں نے مسلم لیگ کے ان بورڈوں کی مثال دی تھی۔ انہوں نے اس انداز سے تشہیر کر کے ان بورڈوں کا اعلان کیا تھا کہ جس طرح اس گورنمنٹ نے آنے کے بعد ایک بہت بڑا کام کر دیا ہے کہ جناب ہم نے مشاورتی بورڈز تشکیل دے دیئے ہیں اور اس میں اتنے افراد اور یہ افراد رکھ دیئے ہیں۔ میں نے تو جناب والا! اس حوالے سے بات کی ہے۔ میں نے تو انہی کے کام کے حوالے سے بات کی ہے۔

جناب والا! یہ ہیلتھ فاؤنڈیشن بل بھی ویسا ہی ہے کہ جس کے بورڈ آف ڈائرکٹرز کے بارے میں یہ طے کیا جا رہا ہے۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس انداز سے کسی مقرر کی تقریر میں بھی کسی نمبر2 بندے کی مخالفت جائز نہیں ہوتی۔ اس کو بھی relevant رہنا چاہیے۔

جناب سپیکر! ابھی محترم وزیر قانون نے یہ کہا تھا کہ ہمارے پیش نظر یہ ہوتا ہے کہ کسی وقت بھی ہمیں کوئی موزوں آدمی مل جائے تاکہ ہم اس کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے شامل کر لیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ انہوں نے جس انداز سے اس کلاز میں ذکر کیا ہے یہ تو بالکل ایسے ہی ہے کہ جس طرح کسی چیز کو شتر بے مہار کی طرح کھلا چھوڑ دیا جائے اور جب بھی یہ سمجھیں کہ فلاں بندہ ہم سے ذرا سا ناراض ہو گیا ہے یا اس کی وابستگیاں ہمیں نظر ایسے آ رہی ہیں کہ شاید یہ بندہ اور جگہ نہ چلا جائے تو کیوں نہ ہم اس کو ہیلتھ فاؤنڈیشن کے بورڈ آف ڈائرکٹرز کا ممبر بنا دیں۔ جناب سپیکر!

اس طرح لوگوں کی سیاسی وابستگیاں حاصل کرنے کے لیے یہ سارا کچھ سوچا جا رہا ہے' ورنہ جناب سپیکر! اگر ان میں اتنی صلاحیت اور استطاعت موجود ہے اور یہ سمجھتے ہیں کہ کسی ادارے کی کارکردگی بہتر انداز سے حاصل کی جا سکتی ہے' تو جناب سپیکر! مجھے یہ بتایئے کہ سٹینڈنگ کمیٹیوں کے ممبران کی تعداد تو 12 یا 10 بناتے ہیں۔ اس کے بعد جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اس ممبر کو سٹینڈنگ کمیٹی میں شامل کر لیں تو پھر یہ کہتے ہیں کہ جناب نہیں۔ ایک تو قانون اس کی اجازت نہیں دیتا دوسرے یہ ہے کہ جتنے ہم نے افراد ممبر بنا دیئے ہیں یہ بہتر سوچ رکھنے والے ہیں' یہ بہتر فیصلہ کرتے ہیں۔ ان پر پورا انحصار کیا جا سکتا ہے۔ ہم اس لحاظ سے یہ تلوار اوپر نہیں لٹکا سکتے کہ کل کسی اور کے آنے سے ان کی اس سیٹ کو خالی کر دیں گے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ طریق کار ٹھیک ہے کہ جب آپ کسی چیز کی ذمہ داری افراد پر ڈالتے ہیں تو وہ اس بات کے لیے بھی جواب دہ ہوتے ہیں۔ اس لیے میں نے یہ ترمیم دی تھی اور جناب سپیکر! میں نے اپنی ترمیم میں یہ نہیں کہا' میرے دوستوں نے یہ کہا اور معزز ممبران کے وقار میں انہوں نے یہ بات کی تھی کہ ایم پی ایز کے شامل ہونا چاہیے' کوالیفائیڈ ڈاکٹرز جو ان معاملات کو سمجھتے ہیں ان کو اس میں شامل ہونا چاہیے' یا اس قسم کے افراد جن کا میں نے تذکرہ کیا ہے۔ یہ شامل ہونے چاہئیں۔ میں نے تو اس کو بھی اس انداز سے لیا کہ گورنمنٹ کی ان مجبوریوں کو ختم کرتے ہوئے' تعداد کا تعین تو ضرور کر دیں کہ آفیشل اور نان آفیشل کی اتنی تعداد بورڈ آف ڈائرکٹرز میں ہونی چاہیے اور جناب سپیکر! میرے نقطۂ نظر سے یہی بات قرین انصاف ہے کہ جب ہم کسی ادارے کی کارکردگی کو دیکھیں گے اور اس کی responsibility fix کریں گے۔ تو پھر اس کے بعد ہی اس کی کارکردگی کی بہتر توقع رکھ سکتے ہیں۔ ورنہ تو یہی ہو گا اور جیسا کہ میں نے مشاورتی بورڈوں کی مثال دی ہے اور جس طریقے سے بھی اگر یہ تردید کر سکتے ہیں تو یہ کریں کہ کیا ایسا نہیں ہے اور پھر جناب سپیکر! مجھے یہ بتایئے گا اور معزز اراکین یہاں بیٹھے ہیں کہ آج ان مشاورتی بورڈوں کو کھلا چھوڑ کر انہوں نے کارکردگی حاصل کی ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کو کھلا چھوڑنے کی وجہ سے ہی یہ نقصان ہے کہ آج ان بورڈوں سے صحیح کارکردگی حاصل نہیں کی جا رہی۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں نے جو ترمیم دی ہے کہ آفیشل اور نان آفیشل کا تعین ہونا چاہیے اور ان کی تعداد دس ہونی چاہیے۔ اس لیے جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ میری یہ ترمیم قابل عمل ہے اور یہ بورڈ کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لیے اور اس میں یکسوئی پیدا کرنے کے لیے ہے۔ اس کے بہتر نتائج سامنے لانے کے لیے ہے۔ اس لیے میں یہ کہوں گا کہ اس ترمیم کو منظور کیا جانا

چاہیے۔ اس کی بلاجواز مخالفت نہیں کی جانی چاہیے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' وزیر قانون صاحب۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! اس سے ملتی جلتی پہلے ایک ترمیم تھی اور میں اس پر اپنا اظہار خیال کر چکا ہوں اور اس پر میں کوئی ایڈیشن نہیں کرنا چاہتا۔

MR DEPUTY SPEAKER: Motion moved and the question is:-

That for sub-clause (1) of Clause 3 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the following be substituted, namely:-

(1) There shall be a Board of Directors of the Foundation consisting of maximum 10 officials and non-official Members including the Chairman.

(The motion was lost)

MR. DEPUTY SPEAKER: Next amendment has been received from Rana Sana Ullah Khan. He may move his amendment please.

RANA SANA ULLAH KHAN: I beg to move:-

That in sub-clause (1) of Clause 3 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the full-stop appearing at the end be replaced by a colon and the following Proviso be added thereafter, namely:-

Provided that one Member of the Provincial Assembly of the Punjab from each Division shall be included in the Board of Directors and such Member shall be

elected by the Members of that Division.

MR: DEPUTY SPEAKER: The Motion is-

That in sub-clause (1) of Clause 3 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the full-stop appearing at the end be replaced by a colon and the following Proviso be added thereafter, namely:-

Provided that one Member of the Provincial Assembly of the Punjab from each Division shall be included in the Board of Directors and such Member shall be elected by the Members of that Division.

MINISTER FOR LAW: I oppose it, Sir.

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا ثناء اللہ خان!

رانا ثناء اللہ خان: شکریہ' جناب سپیکر۔

جناب سپیکر! اس ترمیم کے ذریعے سے جو مقصد ہے وہ یہ ہے کہ اس ہیلتھ فاؤنڈیشن میں جو کروڑوں اور اربوں کے فنڈز ہوں گے اور انہیں صوبے کے عوام کی بہتر صحت کے لیے خرچ کیا جانا مقصود ہو گا یہ اس طور پر ممکن ہو سکتا ہے کہ اس فنڈ کو خرچ کرنے والوں کا تعلق بھی عوام سے ہو اور وہ عوام کے سامنے جواب دہ ہوں اور پورے پنجاب سے اس بورڈ آف ڈائرکٹرز میں نمائندگی ہو۔ بورڈ آف ڈائرکٹر اس بل کی کلاززز کے تحت اس حد تک بااختیار ہے کہ وہ اس فاؤنڈیشن کے فنڈز جس طرح چاہے استعمال کر سکتا ہے۔ اب اگر بورڈ آف ڈائرکٹرز میں ایسے لوگ ہوں گے کہ جن کو حکومت نے بورڈ آف ڈائرکٹرز میں نامزد کرنے کی وجہ سے ممنون کیا ہو گا تو لازمی بات ہے کہ ان کی کارکردگی بہتر نہ ہو گی اور عوام کے مفاد میں نہ ہو گی۔ جناب سپیکر! جہاں تک وزیر قانون کی قانون سے واقفیت کا تعلق ہے تو انہیں تو قانون سے اتنی سی واقفیت ہے کہ آج تک ہم یہ سنتے ہیں کہ قانون definite ہوتا ہے اور قانون ہر معاملے میں determined ہوتا ہے لیکن آج وزیر قانون نے اس ایوان میں ایسی بات کہی ہے کہ قانون میں اگر یہ رکھ دیا جائے گا کہ اتنے ممبر ہوں گے پھر قانون

میں لچک نہیں رہے گی۔ اس لیے قانون میں لچک رکھنے کے لیے یہ کیا گیا ہے کہ اس بارے میں کوئی پابندی نہیں لگائی۔ پوری دنیا میں قانون کے بارے میں یہ نظریہ نہیں پایا جاتا کہ قانون لچک دار ہوتا ہے۔ لیکن محترم وزیر قانون کی دانست نے اسے بھی لچک دار بنا دیا ہے۔ جناب سپیکر! یہ قانون کے ساتھ ایسی زیادتی والی بات ہے کہ اگر میری محترم بہن فوزیہ بہرام ایوان میں موجود نہ ہوں---- کیونکہ اگر میں جو بالکل ان سے متعلقہ الفاظ ہیں ان کو استعمال کروں تو ان کو اس پہ اعتراض ہو گا کہ یہ تو قانون کے ساتھ ایسی زیادتی کرنے والی بات ہے کہ اگر قانون اس بارے میں شکایت کر سکتا تو وزیر قانون کے خلاف حدود آرڈیننس کے تحت پرچہ درج ہو سکتا تھا۔ یعنی قانون کو انہوں نے لچک دار بنا دیا ہے کہ قانون لچک دار ہونا چاہیے اور لچک دار ہوتا ہے۔ تو جناب سپیکر! محکمہ قانون اور وزیر قانون کی قانون کے متعلق یہ دانست ہے۔ یہ فرما رہے ہیں کہ قانون لچک دار ہوتا ہے اور اس میں لچک ہونی چاہیے۔ جناب سپیکر! اس ترمیم کے ذریعے سے میں نے یہ گزارش کی ہے کہ پنجاب کے جتنے بھی ڈویژن سے ہر ڈویژن سے ہر ممبر اسمبلی کو اس کا ممبر رکھا جائے۔ اور ساتھ ہی میں نے یہ تجویز کیا ہے کہ وہ جو ممبر رکھا جائے اسے صوبائی اسمبلی کے اس ڈویژن سے ممبران منتخب کریں۔ اس کا اثر اور فائدہ یہ ہو گا کہ ایک تو پنجاب کے تمام ڈویژن کو اس میں نمائندگی مل جائے گی اور دوسرا یہ کہ یہ جو ممبر منتخب ہو گا وہ حکومت کا نامزد نہیں ہو گا' اس لیے political obligation اور اس سے پیدا ہونے والی قباحتیں ختم ہو جائیں گی اور وہ ممبر اپنے علاقے کی بھی بہتر طور پر نمائندگی کر سکے گا۔ اور کروڑوں اور اربوں روپے کے فنڈز پر بھی وہ بہتر طور پر نظر رکھ سکے گا۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو اس کے منفی اثرات ہوں گے۔ ایک آدمی میانوالی سے اس بورڈ کا ممبر ہو گا تو سال بعد اسے پتا چلے گا کہ اتنے کروڑ روپے کے فنڈ جاری ہوئے ہیں اور اتنے کروڑ روپے کے پلاٹ لوگوں میں بانٹے گئے ہیں لیکن وہ سبھی لاہور یا فیصل آباد یا دوسرے بڑے بڑے شہروں میں ہیں تو وہ پوچھ سکے گا کہ جناب' ہمارے علاقے کا کیا قصور ہے؟ وہ ایک پس ماندہ علاقہ ہے' وہاں پر بتائیں کہ آپ نے کتنے ہسپتالوں کو امداد دی ہے یا کتنے لوگوں کو پلاٹ دیئے ہیں کہ وہ وہاں پر ہسپتال بنائیں۔ اگر اس میں پورے طور پر صوبے کی نمائندگی نہیں ہو گی تو جیسا کہ میں نے کل عرض کیا تھا کہ ان فنڈز کے منفی اثرات مرتب ہوں گے اور پھر وہ منفی اثر اس صوبے کے عوام کی صحت کو بہتر بنانے کے لیے نہیں' بلکہ قبضہ گروپ کی صحت کو بہت بنانے کے لیے استعمال ہوں گے۔ جناب سپیکر! اس کا دوسرا فائدہ یہ بھی ہو گا کہ جب پورے صوبے کے منتخب نمائندوں کو نمائندگی ملے گی تو اس سے اس فاؤنڈیشن کے فنڈز کی

مساویانہ تقسیم یقینی ہو گی اور اس کا حکومت پر دباؤ رہے گا۔ جناب سپیکر! اگر ایسا نہیں کیا جاتا اور منتخب نمائندوں کو اس میں نمائندگی نہیں دی جاتی اور جیسے میرے بھائی سیٹھی صاحب نے کہا کہ وہ اس میں دو نمبر یا تین نمبر والوں کو اس میں شامل کرتے رہیں گے تو پھر اس کے منفی اثرات مرتب ہوں گے اور جیسا کہ نظر آ رہا ہے کہ شہروں میں جتنے بھی اچھے اچھے پلاٹ تھے ان سب پر یہ قابض ہو گئے ہیں، کسی نے کسی نام پہ اور کسی نے کسی نام پہ ان پر قبضہ کر لیا ہے۔ مختلف علاقوں میں، ہاؤسنگ سوسائٹیز میں کچھ پلاٹ پڑے ہیں۔ کچھ ہسپتالوں کے لیے کوئی کسی اور فلاحی مقصد کے لیے پڑا ہوا ہے اور کوئی قبرستان کی لیے پڑا ہے تو اب جب یہ ان پلاٹوں پر قبضہ کرنے کے لیے جاتے ہیں تو لوگ آگے سے جوتے مارتے ہیں کہ یہ تو فلاحی مقصد کے لیے ہیں تم یہاں پر کیسے شاپنگ پلازہ بنا سکتے ہو۔ اب اس طریقے سے انہوں نے اس سے کور لینا ہے کہ دیکھیں! ہم تو یہاں پر ہسپتال بنانے لگے ہیں آپ کی صحت کو بہتر بنانے کے لیے یہاں ایجوکیشن انسٹی ٹیوشن بنانے لگے ہیں۔ اس طرح جو باقی ماندہ پلاٹ ہیں ان پر یہ قبضہ کرنا شروع کر دیں گے۔ اسی لیے اس بل میں اس کا کہیں ذکر نہیں کیا گیا کہ یہ ہیلتھ انسٹی ٹیوشنز قائم کیے جانے کا کیا طریق کار ہو گا۔ اب اگر ان کا دل چاہے تو یہ سارا پیسہ لاہور شہر پر لگا دیں یا دوسرے بڑے بڑے شہروں میں لگا دیں اور جو ستر فی صد آبادی گاؤں میں رہتی ہے اس کی طرف کوئی توجہ ہی نہ دے۔ جناب سپیکر! یہ جو کروڑوں اور اربوں روپیہ ہیلتھ فاؤنڈیشن کی طرف سے خرچ کیا جاتا ہے تو جب تک اس کو خرچ کیے جانے کا طریق کار بہتر نہیں ہو گا اور یہ فنڈز صحیح ہاتھوں میں نہیں ہوں گے تو پھر یہ کسی طور پر بھی صحیح پر استعمال نہیں ہو سکیں گے۔ اس سے پہلے آپ مثال دیکھ لیں کہ ہر سال کروڑوں اور اربوں روپے کا فنڈ ہسپتالوں کو ادویات کے لیے دیا جاتا ہے۔ لیکن ہسپتالوں میں صورت حال یہ ہے کہ وہاں غریبوں کو ڈسپوزایبل سرنج تک میسر نہیں ہوتی۔ وہاں تو intensive care کے جو وارڈ ہیں اور ان میں life kit کہ جس کا ہونا ضروری ہے وہاں پر صورت حال یہ ہوتی ہے کہ ایک آدمی کہ جس کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے یا کوئی اور ایمرجینسی ہوئی ہے جب لواحقین اس کو ہسپتالوں میں لے کر جاتے ہیں تو ڈاکٹر صاحبان ان کو ایک لمبی چوڑی لسٹ لکھ کر دے دیتے ہیں۔ وہ آدمی ہسپتال سے ایک یا دو فرلانگ دور میڈیکل سٹورز کے چکر لگاتا رہتا ہے اور اتنی دیر میں مریض اللہ تعالیٰ کو پیارا ہو چکا ہوتا ہے۔ جب پہلے ہی کروڑوں اور اربوں روپیہ لوگوں تک نہیں پہنچ رہا اور لوگوں کی صحت کو بہتر بنانے کے لیے نہیں خرچ ہو رہا تو جب وہ

اس پیسے کو بھی بہتر ہاتھوں میں نہیں دیں گے اس کے خرچ کے لیے کوئی بہتر انتظامات نہیں کریں گے تو پھر بھی انہی اربوں روپے کی طرح جو بہتر طور پر خرچ نہیں ہو رہا یہ بھی نہیں ہو گا۔ اس لیے اس ترمیم کے ذریعے میرا یہ مقصد ہے اور یہ گزارش ہے کہ اگر بورڈ آف ڈائرکٹرز کی ترتیب صحیح ہو گی اور یہ نہیں ہو گا کہ مجھے فلاں صاحب نے یا فلاں اتھارٹی نے مقرر کیا ہے اس لیے میں نے اس کی خوشنودی کے مطابق کام کرنا ہے۔ بلکہ اس ڈویژن سے اس کے ممبر بھائی اس کو منتخب کریں گے' اس لیے اس پر اس قسم کا کوئی دباؤ نہیں ہو گا۔ وہ اپنے ڈویژن کی صورت حال کو بہتر جانتا ہو گا اور وہ بورڈ آف ڈائرکٹرز میں بیٹھ کر ایک تو equal and justified distribution of funds میں مددگار ثابت ہو گا اور دوسرا اس بات پر وہ چیک ہو گا کہ کہیں آیا یہ ادارہ ان قبضہ گروپوں کے لیے ایک جاسوسی ادارے کے طور پر استعمال تو نہیں ہو رہا۔ پھر یہ پلاٹس collect کرے گا' پلاٹس کی تلاش کرے گا اور پھر لوگوں کو بتائے گا کہ فلاں جگہ پر پلاٹ خالی ہے' آپ حاصل کر لیں۔ یہ صرف اسی طور پر ممکن ہو سکتا ہے کہ elected representatives کو ان میں نمائندگی دی جائے اور نمائندگی بطور nomination نہ ہو' کیونکہ اگر بطور nomination ہو گی تو پھر وہی political obligation کا عنصر درمیان میں آئے گا۔ لہٰذا یہ nomination نہ ہو بلکہ الیکشن ہو۔ اور جو ممبر بھی آئے وہ اپنے ڈویژن کے ممبران سے اعتماد کا ووٹ لے کر آئے' وہ اسے یہاں پر بھجوائیں تاکہ وہ اپنے علاقے اور اس فاؤنڈیشن کی بہتر طور پر خدمات انجام دے سکے۔ شکریہ۔

**چودھری محمد اعظم چیمہ:** جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

**جناب ڈپٹی سپیکر:** چودھری محمد اعظم چیمہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

**چودھری محمد اعظم چیمہ:** جناب والا! میرے بھائی رانا ثناء اللہ صاحب بڑے اچھے مقرر ہیں اور بڑا اچھا ان کا انداز ہے۔ لیکن ایک بات انہوں نے یہاں "جوتوں والی" کی ہے۔ اس بارے میں میری صرف اتنی عرض ہے کہ اچھے پارلیمنٹیرین کو خواہ ذہنی طور پر جتنی بھی خلش ہو' جتنی بھی ناراضگی ہو وہ ایسے الفاظ استعمال نہیں کرتا۔ اور پھر الفاظ تو خدا داد ہیں اور رانا صاحب ماشاء اللہ تعلیم یافتہ ہیں لہٰذا وہ ایسے لفظ استعمال نہ کریں اور انہیں ریکارڈ سے حذف کر دیا جائے۔ اور جناب والا! میری دوسری گزارش یہ ہے کہ اسمبلی میں داخلے کی جگہ' سیڑھیوں پر آج بڑی رونق لگی ہوئی ہے۔ جناب والا! اسمبلی premises میں کسی قسم کے فورم کا کوئی جواز نہیں بنتا۔ خواہ وہ اخبار والے ہی کیوں نہ ہوں۔ ہمیں اخبار والوں کا بڑا احترام ہے۔ ان کی بھی مہربانی ہے کہ بعض اوقات وہ بڑے اچھے انداز

سے مہربانی کرتے ہیں۔ یہاں سے لوگوں سے پوچھا جا رہا ہے کہ فلاں ایم پی اے اچھا ہے یا نہیں ہے۔ کسی کی تعریف کی جا رہی ہے اور کسی کی نہیں' یہ مناسب نہیں ہے۔ شاید یہ آپ کی اجازت ہے۔ اگر نہیں ہے تو پھر اس کا نوٹس لیا جائے اور اگر اجازت دی گئی ہے تو اس پر نظر ثانی فرمائی جائے۔ کیونکہ آپ اس بااختیار ادارے اور ہمارے استحقاق کے custodian ہیں۔ اور کسی اخبار کو یہ کسی بھی ادارے کو خواہ اس کی زبان کتنی بھی لمبی ہو' کتنا بھی وہ کسی کی خلاف ہو اسے یہ حق قطعی نہیں پہنچتا کہ وہ اس قسم کی تفریق ڈالے یا وہ یہاں اس قسم کا مجمع لگائے۔ انہوں نے اپنے اپنے دفتروں میں فورم کھولے ہوئے ہیں۔ یہاں بہت کچھ ہو رہا ہے اور سیاست دانوں کے خلاف بھی ہو رہا ہے۔ لہٰذا مجھے آپ سے' اپنے بھائیوں سے اور خاص طور پر اپنے اپوزیشن والے ساتھیوں سے اپیل کرنی ہے کہ ہم اچھے انداز میں تقریریں کریں۔ اور ہمارا مقصد عوام کی خدمت کرنا ہو۔ ہم سیاست دان تو عوام کی خدمت کر رہے ہیں لیکن اخبار کے ہاتھوں ہم اس طرح ہیں جیسے کہ نہ ہماری عزت ہے اور نہ احترام ہے۔ مجھے آپ سے اپنے بھائیوں کی وساطت سے یہ عرض کرنی ہے کہ کم از کم اسمبلی کے احاطے میں اس قسم کے فورم نہیں ہونے چاہئیں اور نہ ہی یہ سب کچھ قابل برداشت ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چیمہ صاحب! آپ کی بات درست ہے۔ پہلے تو میں آپ کی اطلاع کے لیے عرض کرتا ہوں کہ اسمبلی سیکرٹریٹ کی طرف سے ان لوگوں کو کوئی کسی قسم کا اجازت نامہ نہیں دیا گیا۔ سیکرٹری اسمبلی صاحب معلوم کرنے کے لیے گئے ہیں کہ کیا معاملہ ہے۔ ان کی واپسی پر آپ کو عرض کرتے ہیں۔

میاں شہباز احمد: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی فرمایئے میاں صاحب!

میاں شہباز احمد: جناب والا! میں بھی اسی فورم کے سلسلے میں بات کرنا چاہتا ہوں کہ ابھی میں کچھ دیر پہلے لابی میں بیٹھا ہوا تھا تو مجھے میرے ایک دوست ایم پی اے نے آ کر بتایا کہ باہر وہ آپ کے خلاف باتیں کر رہے ہیں۔ جب میں باہر یہ دیکھنے گیا تو ایک شخص جس نے میرے خلاف الیکشن لڑا تھا اور اس نے صرف تین سو ووٹ حاصل کیے تھے وہ یہ بیان دے رہا تھا کہ میں نے ایم پی اے بن جانا تھا لیکن میاں شہباز احمد کو بنا دیا گیا۔ جناب تین سو ووٹ لینے والا آدمی باہر یہ بات کر رہا ہے اور فورم والے یہ بات ریکارڈ کر رہے ہیں۔ دوسری عرض میں یہ کروں گا کہ یہی شخص الیکشن کے بعد میرے ساتھ چلتا رہا اور وہ ہر میٹنگ میں میرے ساتھ جا کر کھانا کھاتا تھا۔ لیکن جب مجھے علم ہوا کہ یہ بلیک

میلر ہے' اس نے مجھ سے بے شمار ٹیلیفون منظور کروائے اور اس نے مجھ سے بے شمار فائدے اٹھائے اور جب مجھے معلوم ہوا کہ وہ پیسے لے کر ٹیلیفون بیچتا ہے تو میں نے اسے اپنے قریب آنے سے منع کر دیا اور اب وہ ایسے فورموں میں جا کر باتیں کرتا ہے۔ اور تقریباً ہر حلقے میں ہر آدمی کا کوئی نہ کوئی مخالف ضرور ہوتا ہے' کوئی نہ کوئی آدمی اپوزیشن کا ضرور ہوتا ہے۔ ویسے تو اللہ کی رحمت سے ہم نے پورے پاکستان میں' پورے پنجاب میں اپوزیشن ختم کر دی ہے لیکن اس کے باوجود کوئی نہ کوئی مخالف آدمی ضرور ہوتا ہے جو کہ باہر فورم پر کھڑا ہو کر ایسی باتیں کرتا ہے۔

**جناب ڈپٹی سپیکر:** میاں صاحب! میں نے آپ سے یہ درخواست کی ہے کہ اس سارے معاملے کا جائزہ لینے کے لیے سیکرٹری اسمبلی گئے ہیں اور جب اس بارے میں ان کی واپسی پر صحیح معلومات فراہم ہو جائیں گی تو پھر اس پر بات کریں گے۔ جہاں تک آپ کے اس خدشے کا تعلق ہے کہ وہ مخالفت کی وجہ سے باتیں کر رہے ہیں' مخالفت تو ہر جگہ ہوتی رہتی ہے۔ اگر کسی کی مخالفت نے آپ کے خلاف کوئی statement دی ہے تو آپ کے پاس بھی ایسی ذرائع موجود ہیں جن کے ذریعے آپ اپنا جواب دے سکتے ہیں۔

**شیخ محمد طاہر رشید:** جناب سپیکر! میری گزارش صرف اور صرف اتنی ہے کہ ان اداروں کا تقدس' ان کی افادیت اور ان کی اہمیت کو برقرار رکھنا اس ایوان کے اندر بیٹھے ہوئے ہر آدمی کی ذمہ داری بنتی ہے اور اگر کوئی شخص آ کر اسمبلی کے احاطے کے اندر ہمارے مخالف کوئی بات کر رہا ہے تو درحقیقت وہ ہمیں نہیں' بلکہ وہ ان اداروں کو للکار رہا ہے۔ سیکرٹری صاحب کا جانا میرے تئیں مناسب نہیں بلکہ اس کے لیے ایک آدمی اپوزیشن کا جائے' ایک آدمی حزب اقتدار کا جائے اور ایک آدمی تیسرے دھڑے سے جائے اور جا کر اس معاملے کی تحقیق کریں کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ اس کی تہہ تک پہنچنا چاہیے۔

**جناب ڈپٹی سپیکر:** شیخ صاحب! آپ تشریف رکھیں وہ کوئی ایسا معاملہ نہیں۔ سیکرٹری صاحب گئے ہیں ابھی معلوم ہو جائے گا۔ (قطع کلامیاں)

میاں صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ شیخ صاحب! آپ بھی تشریف رکھیں۔ وزیر قانون صاحب! آپ اس سلسلے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

**وزیر قانون:** جناب سپیکر! یہ معاملہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

**رانا ثناء اللہ خان:** جناب سپیکر! میں نکتہ وضاحت پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! وزیر قانون صاحب بات کر رہے ہیں۔ لہٰذا وزیر قانون کو بات کر لینے دیں پھر آپ فرمائیے گا۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں نکتہ وضاحت پر بات کرنا چاہتا ہوں اور میری بات اس سے پہلے اس لیے ہونی ہے---

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! میں وزیر قانون صاحب سے کہہ چکا ہوں لہٰذا آپ تشریف رکھیں اور ان کے بعد آپ کو موقع فراہم کیا جائے گا تاکہ آپ اپنی بات مکمل کر سکیں۔ جی وزیر قانون صاحب! آپ فرمائیے۔

وزیر قانون: جناب والا! جس مسئلے کی طرف محترم اعظم چیمہ صاحب اور حاجی شہباز احمد صاحب نے توجہ مبذول کروائی ہے یہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے اور اس کا ہمیں سنجیدگی سے نوٹس لینا چاہیے۔ اب تو صرف یہ کسر باقی رہ گئی ہے کہ وہ دیوار پھلانگ کر ہاؤس کے اندر آ کر فورم لگا لیں۔ اس بات کی قطعی طور پر اجازت نہیں دینی چاہیے۔ اس کا نوٹس لینا چاہیے۔ اور یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ انہوں نے اس جگہ پر آ کر یہ جو سلسلہ شروع کیا ہے اس کی ان کو اجازت کس نے دی ہے' کس طرح دی گئی ہے؟ اور آپ کے سکیورٹی والے اسمبلی سٹاف نے ان کو اس قسم کا کام کرنے سے منع کیوں نہیں کیا۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں نکتہ وضاحت پہ یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ میرے محترم بھائی اعظم چیمہ صاحب نے جوتوں کے حوالے سے بات کی اور اس پر اعتراض کیا۔ میں نے وہ بات قبضہ گروپ کے حوالے سے کی تھی اور اس بات کے ثبوت موجود ہیں اور آئے دن اخبارات میں آتا ہے کہ جو لوگ اس قسم کی جگہوں پر قبضہ کرنے گئے ہیں تو لوگوں نے واقعتاً ہی انہیں جوتے مارے ہیں لیکن اس سے میری مراد چیمہ صاحب یا اس معزز ہاؤس میں جو معزز اراکین تشریف فرما ہیں وہ نہیں ہیں۔ یہ بات ہمارے علم میں ہے کہ انہوں نے کوئی قبضہ گروپ نہیں بنایا ہوا۔ تو میری مراد ان سے نہیں تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ' جی لاء منسٹر صاحب! آپ اس ترمیم کے حوالے سے کوئی بات کرنا چاہیں گے؟

راجہ خلیق اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر: جناب سپیکر! رانا صاحب نے یہ جو کہا ہے کہ لاء منسٹر صاحب کے خلاف حدود کا پرچہ درج کروانا چاہیے' کم از کم ایسے الفاظ یہاں نہیں آنے چاہئیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: انہوں نے یہ بات ایسے ہی مذاق میں کی ہو گئی' ان کی اپنی ہی ایک زندگی ہے۔
شیخ محمد طاہر رشید: جناب والا! میں بھی "جنگ فورم" کے حوالے سے بات کرنا چاہتا ہوں۔
جناب ڈپٹی سپیکر: اس کے بارے میں ہم نے فیصلہ کیا ہے اور سکیورٹی کا عملہ بھی اس سلسلے میں گیا ہوا ہے۔ وہ ان لوگوں کو اسمبلی حدود سے ہٹا رہا ہے۔
شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ ان اداروں کا تقدس' ان کا وقار اور ان کی عزت رکھنا معزز chair کی ذمہ داری ہے اور لاء منسٹر صاحب نے تو واضح طور پر آپ سے عرض کیا ہے کہ اب باقی کیا رہ گیا ہے---
جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! کوئی ایسی ویسی بات نہیں ہوئی' آپ تشریف رکھیں۔ جی لاء منسٹر صاحب! فرمائیے۔
وزیر قانون: جناب سپیکر! اس قسم کے جتنے بھی ادارے ہیں ہم نے ان سے پہلے ہی منتخب نمائندوں کو نمائندگی دے رکھی ہے اور اس میں بھی منتخب نمائندوں کو رکھا جائے گا۔ حکومت تو خود چاہتی ہے کہ منتخب نمائندوں کو زیادہ سے زیادہ نمائندگی دی جائے اور اس کام کو جتنے احسن طریقے سے منتخب نمائندے سرانجام دے سکتے ہیں کوئی اور نہیں دے سکتا اور جتنی ذمہ داری سے یہ کام کر سکتے ہیں کوئی اور نہیں کر سکتا۔ جناب والا! ہم نے جو ایجوکیشن فاؤنڈیشن کا بورڈ بنایا ہے اس میں ہم نے جہاں اپنی پارٹی والوں کو موقع دیا ہے وہاں پر ہم نے قائد حزب اختلاف کو بھی شامل کیا۔ یہاں تک کہ ہم نے ملک معراج خالد صاحب کو جو کہ حزب اختلاف کی انتہائی معتبر شخصیت ہیں ان کو بھی ایجوکیشن بورڈ میں شامل کیا ہے۔ تو حکومت کی کوشش ہو گی کہ اس کام کو احسن طریقے سے چلانے کے لیے لوگ ملیں گے ان کو اسی انداز سے ہیلتھ فاؤنڈیشن میں شامل کیا جائے گا۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ جو ترمیم رانا ثناء اللہ خان صاحب نے دی ہے یہ غیر ضروری ہے' اس کو مسترد فرمایا جائے۔

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment moved and the question is:-

> That in sub-clause (1) of Clause 3 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the full-stop appearing at the end be replaced by a colon and the following proviso be added thereafter,

namely:-

Provided that one Member of the Provincial Assembly of the Punjab from each Division shall be included in the Board of Directors and such member shall be elected by the Members of that Division.

(The motion was lost)

MR DEPUTY SPEAKER: Next amendment has been received in from Rana Sana Ullah Khan.

RANA SANA ULLAH KHAN: Mr Speaker I move:-

That in sub-clause (2) of Clause 3 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the words but he may be re-appointed as such for the period not execeeding two years at a time occurring in lines 2-3 be deleted.

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment moved is:-

That in sub-clause (2) of Clause 3 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the words but he may be re-appointed as such for the period not exceeding two years at a time occurring in lines 2-3 be deleted.

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Opposed.

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس ترمیم کے ذریعے سے میں نے

Malafide on the part of the Government اس بل کے ذریعے سے اس فاؤنڈیشن کے لیے مختصر فنڈز کی کس طرح لوٹ مار کرنی ہے اس کو روکنے کی کوشش کی ہے۔ اس کلاز میں یہ درج ہے کہ اس فاؤنڈیشن کی ایم۔ ڈی کی پہلی تعیناتی تین سال کے لیے ہو گی اور اگر وہ تین سال تک لوٹ مار میں بہتر کارکردگی دکھائے گا اور حکم رانوں کے حسب منشاء کام کرے گا تو پھر اس کا ایک سال اور بڑھا دیا جائے گا۔ چونکہ وہ بڑھتے ہوئے ایک سال میں بالکل appointing authority کے رحم و کرم پر ہو گا اس لیے وہ پہلے سے بھی دوگنا زور دکھائے گا اور اگر وہ واقعی اس آزمائش پر پورا اترے گا۔ تو پھر اس کی تعیناتی میں ایک اور سال کا اضافہ کر دیا جائے گا۔ تو اس طرح یہ تین کی بجائے پانچ سال ہو جائیں گے۔

جناب سپیکر! اس طرح کی قانون سازی کرنے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ جو functionary ہے ان پر maximum pressure رہے کہ ہر وقت گورنمنٹ اور appointing authority کے شکنجے میں اس کی جان رہے اور اسے پتہ ہو کہ کسی وقت بھی میرا بستر گول ہو سکتا ہے' اس لیے یہ جو بھی کہتے جائیں مجھے کرنا ہے۔ اگر یہ سمجھتے ہیں کہ اس شخص کا وہاں پر تین سال کی بجائے پانچ سال تک رہنا بہتر نتائج کا حامل ہو سکتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے انہوں نے پہلے ہی تین کی بجائے پانچ کیوں نہیں کر دیے؟ انہوں نے تین سالوں میں اس کی کون سی کارکردگی چیک کرنی ہے کہ اس کے بعد اس کا ایک سال بڑھانا ہے اور اس ایک سال میں اس کی کون سی کارکردگی کا جائزہ لینا ہے کہ اس کے بعد پھر ایک سال بڑھانا ہے؟ جناب والا! انہوں نے ایم۔ ڈی کی پاورز کو misuse کروانے کے لیے اور اس کو بلیک میل کرانے کے لیے یہ کلاز رکھی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ معاملہ نہیں ہونا چاہیے۔ جس پیریڈ کے لیے اسے ایک دفعہ تعینات کر دیا جائے۔ اس پیریڈ کو پورا کرنے کے بعد اس دفتر سے فارغ ہونا چاہیے۔ جناب سپیکر! محترم لاء منسٹر صاحب ہر کلاز کے جواب میں یہی فرماتے ہیں کہ جناب آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں ہم وہی کرنے والے ہیں۔ آپ منتخب نمائندوں کی بات کر رہے ہیں۔ ہم یہی کریں گے' ہم منتخب نمائندوں کو ہی اس میں شامل کریں گے۔ تو جناب والا! اگر یہی کرنا ہے تو پھر اسے قانون سازی کی شکل دینے میں کیا حرج ہے؟ آپ political obligation کے factor کو کیوں eliminate نہیں کرتے؟ جب آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم کہہ رہے ہیں کہ اس میں عوامی نمائندوں کو نمائندگی دیں اور آپ اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ ہاں ہم دیں گے تو پھر اس میں حرج کیا ہے کہ آپ یہاں پر بھی درج کریں؟ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ آپ نے یہی کچھ کرنا ہے تو میں

محترم وزیر قانون سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ ساری زندگی آپ نے یہاں پر بیٹھنا ہے؟ وہ ٹھیک ہے کہ پہلے ہوتا رہا ہے کہ ہمارے دور میں بھی یہیں بیٹھے تھے۔ ہمارا دور چلا گیا ہے تو پھر بھی آپ وہیں بیٹھے ہیں۔ لیکن جب اب تبدیلی آئے گی تو شاید آپ یہاں پہ نہ بیٹھے ہوں۔ تو جو آپ کی جگہ بیٹھا ہو گا اس کے متعلق آپ مجھ سے گارنٹی لیں کہ وہ آپ کی یہی بات جو آپ قانون میں نہیں لا رہے لیکن اسے درست تسلیم کر رہے ہیں کہ ہم یہی کریں گے ہم منتخب نمائندوں کو ہی نمائندگی دیں گے' وہ آدمی جو یہاں بیٹھا ہو گا وہ بھی اس بات کی پابندی کرے گا یا اس بل کی کسی کلاز کے ذریعے سے اس آدمی پر یہ obligation ہو گی' اس پر یہ فرض ہو گا کہ وہ آپ کی on the floor of the House کی ہوئی بات کو پایہ تکمیل تک پہنچائے اور اس کے مطابق وہ عمل کرے۔

جناب سپیکر! میں نے پہلے بھی ایک دن کہا تھا کہ جیسے جیسے ان حکم رانوں کا انجام قریب آ رہا ہے انہیں اپنے خدا ہونے کا یقین آ رہا ہے۔ انہیں ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے ہم ساری زندگی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہاں بیٹھے رہیں گے' اس لیے تمام اختیارات اپنے پاس رکھیں۔ جب دل چاہے گا تو اچھا کام کر دیں گے جب دل نہیں چاہے گا تو ہم جس طرح سے رگڑا دینا چاہیں گے وہ دے دیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ لا منسٹر صاحب نے اخلاقی طور پر on the floor of the House یہ بات تسلیم کی ہے کہ منتخب نمائندوں کو اس بورڈ آف ڈائرکٹرز میں نمائندگی دینا ہمارا بھی مقصد ہے اور اس سے پہلے ہم نے ایجوکیشن فاؤنڈیشن میں بھی یہی کیا ہے اور ہم ہیلتھ فاؤنڈیشن میں بھی یہی کریں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کی اخلاقی ذمہ داری ہے ان میں اتنی اخلاقی جرأت ہونی چاہیے کہ اس کے بعد اس ترمیم کو قبول کرتے اور یہ کہتے کہ ہاں یہ بات درست ہے کہ منتخب نمائندوں کی اس میں نمائندگی ہونی چاہیے۔ اور ہم اس کو قبول کرتے ہوئے اس بات کو اپنے اوپر فرض کرتے ہیں۔ ہم یہ obligation لیتے ہیں کہ ہم منتخب نمائندوں کو نمائندگی دیں گے۔

جناب سپیکر! یہ صرف اور صرف لوگوں کو یا ان یرغمالیوں کو بہلانے والی باتیں ہیں۔ کرنا انہوں نے وہی کچھ ہے جس کی میں نے نشان دہی کی ہے کہ ان فنڈز کا غلط استعمال ہونا ہے' ان کی لوٹ مار ہونی ہے اور اب تو یہ صورت حال ہو چکی ہے کہ بعض معزز ممبران وزیر قانون سے یا دوسرے لوگوں سے بعد میں کہتے ہیں کہ اپوزیشن کی بات تو درست تھی اور آپ نے ہمارے ضمیر کے خلاف ہم سے ووٹ حاصل کیا ہے۔ یہ ان سے کہتے ہیں کہ جب قانون سازی ہو رہی ہو تو تم لابی میں بیٹھا

کرو' کوئی بات بھی نہ سنا کرو۔ جب کورم پوائنٹ آؤٹ ہوا کرے تو اندر آجایا کرو۔ "ہاں' ناں" میں ہی بلند آواز میں کر لیتا ہوں۔ میں خود ہی نمٹتا رہوں گا۔ جناب سپیکر! اس قسم کی قانون سازی نہ تو عوام کو کوئی فائدہ پہنچا سکے گی نہ ہی اس ملک کو کوئی فائدہ پہنچا سکے گی' نہ ہی صوبے کے عوام جو کروڑوں اربوں روپے کے حق دار ہیں ان تک ان کا حق نہیں پہنچ سکے گا' جب تک یہ انتظام انہی ہاتھوں میں رہے گا۔ جن کا انہوں نے اس بل میں ذکر کیا ہے۔ اس لیے جناب والا! یہ وقت کا ضیاع بھی ہو گا اور loss of resources بھی ہو گا۔ لہٰذا اس سے تو یہ بہتر ہے کہ یہ بل واپس لے لیں اور ایک ہی کلاز لے آئیں کہ یہ ہیلتھ فاؤنڈیشن ہے۔ اس کے متعلق جو کچھ بھی کرنا ہو گا۔ ہم کریں گے کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہو گا اور نہ ہی کسی کا کوئی عمل دخل ہو گا اور اس کے متعلق "ہاں" یا "ناں" کروا کر پاس کروا لیں اور کلاز بائی کلاز کے چکر میں نہ یہ خود پڑیں اور نہ ہی دوسروں کو اس میں شامل کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ بات کرنے کی زحمت ہی دے رہے ہیں۔ جناب سپیکر! میری پھر وزیر قانون سے گزارش ہے کہ ہماری جو بات آپ درست تسلیم کرتے ہیں اور فلور آف دی ہاؤس اٹھ کر یہ کہتے ہیں کہ یہ بات درست ہے اور ہم ایسے ہی کریں گے تو پھر وزیر قانون اس بل میں ان کلازوں میں ترامیم لائیں' کیونکہ آپ تو کہتے ہیں کہ میں ایسے ہی کروں گا۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ وہ جو کل کو آئے وہ ایسے نہ کرے۔ یہ جو قانون ہے یہ جو ایک ایکٹ ہے اس نے تو صدیوں چلنا ہے' اس نے پچاس سال' سو سال چلنا ہے' اس لیے آپ اسے وقتی بات نہ سمجھیں کہ ہم ایسے کر دیں گے' ویسے کر دیں گے۔ اس لیے آپ جس بات کو درست تسلیم کرتے ہیں اپنے آپ میں اخلاقی جرأت پیدا کریں۔ اپوزیشن کی کسی درست ترمیم کو قبول کرنے سے یہ ایوان گر نہیں پڑے گا یا آپ کے اوپر کوئی آسمان نہیں ٹوٹ پڑے گا۔ اس لیے درست بات کو تسلیم کرنے کا حوصلہ پیدا کریں۔ شکریہ جناب سپیکر!

جناب ڈپٹی سپیکر: وزیر قانون۔

وزیر قانون: جناب والا! میرے فاضل بھائی نے یہ جو ترمیم پیش کی ہے یہ چاہتے ہیں کہ ڈائرکٹر کے عہدے کی میعاد ہم نے تین سال مقرر کی ہے اور اس کی بیک وقت دو سال توسیع ہو سکتی ہے۔ ان کے خیال کے مطابق اس کو غلط استعمال کیا جائے گا۔ جناب والا! ایسی کوئی بات نہیں۔ جس ڈائرکٹر کی کارکردگی اچھی ہو گی اس کی کارکردگی کو مدنظر رکھتے ہوئے توسیع ملے گی۔ جس کی کارکردگی اچھی نہیں ہو گی اس کو توسیع نہیں ملے گی۔ اسی کلاز میں ہم نے یہ بھی لکھا ہے کہ۔

The Government may remove a director on grounds of inefficiency, unsuitability, misconduct after giving him an opportunity of being heard.

جناب والا! ایسی کوئی بات نہیں جس کا میرے فاضل دوست نے خدشے کا اظہار کیا ہے۔ دوسرا انہوں نے مجھے بھی ہدایت فرمائی ہے کہ آج میں وزیر قانون ہوں کل کوئی اور وزیر قانون آ جائے گا اور جس بات کا میں اس وقت اظہار کر رہا ہوں کہ منتخب اراکین کو اس فاؤنڈیشن میں رکھا جائے گا شاید آنے والا اس بات کو نہ کر سکے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کا یہ خدشہ بھی مفروضے پر مبنی ہے۔ جب ملک میں جمہوری عمل جاری رہے گا تو منتخب اراکین کی اہمیت کو کبھی بھی کم نہیں کیا جا سکتا۔ میں وزیر قانون ہوں یا کوئی اور میرا جانشین آئے' اگر ملک میں جمہوری عمل جاری رہے گا تو منتخب نمائندوں کو نظرانداز کرنے کی کوئی جرأت نہیں کر سکے گا۔ جو بھی آئے گا وہ اس میں منتخب نمائندوں کو ضرور لائے گا۔ ان کا یہ خدشہ بھی بے بنیاد ہے۔ ان حقائق کے پیش نظر میں یہ گزارش کروں گا کہ اس ترمیم کو مسترد کیا جائے۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ شکریہ۔

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment moved and the queston is :-

> That in sub-clause (2) of Clause 3 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the words "but he may be re-appointed as such for the period not exceeding two years at a time" occurring in lines 2-3 be deleted.

(The motion was lost)

MR DEPUTY SPEAKER: Ned amendment has been received in it from Mr Farid Ahmad Piracha, Dr Muhammad Afzal Ezaz, Ch Muhammad Hanif, Mr Farid Ahmad Piracha has withdrawn his amendment.

The amendment would be considered as withdrawn.

The question is:-

That Clause 3 of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

Clause 3 of the Bill do stand part of the Bill.

## Clause 4

MR DEPUTY SPEAKER: Now, Clause 4 of the Bill is under consideration Two amendments have been received in it. The first amendment is from Mr Irshad Hussain Sethi, he may move it.

MR IRSHAD HUSSAIN SETHI: Sir, I move:-

That for sub-clause (1) of Clause 4 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the following be substituted, namely:-

The Administration and Management of the Foundation and its affairs shall vest in the Board of Directors which may exercise the powers exerciseable in the interest of Foundation under the supervision and control of the Government.

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment moved is:-

That for sub-clause (1) of Clause 4 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the following be substituted, namely:-

The Administration and Management of the Foundation and its affairs shall vest in the Board of

Directors which may exercise the powers exerciseable in the interest of Foundation under the supervision and control of the Government.

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Opposed.

جناب سپیکر: جناب ارشاد حسین سیٹھی۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر! میں نے یہ جو ترمیم دی ہے یہ بظاہر بڑی مختصر سی ترمیم ہے۔ اس کلاز کو جب سب سیکشن 2 کے ساتھ پڑھا جاتا ہے تو اس کے بعد اس کی اہمیت بہت زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔ اس ترمیم کو پیش کرنے کا اصل مقصد میرے نزدیک یہ تھا کہ جب ہم کسی معاملے میں قانون سازی کرتے ہیں تو اس میں جب ہم "May" اور "Shall" کے الفاظ استعمال کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ ان کی adjustment کیسے ہے۔ جیسے ہم "کا" "کے" "کی" کے الفاظ کو مدنظر رکھتے ہیں' اسی انداز سے ان کا مفہوم بدل جاتا ہے۔ اسی طرح سے کلاز نمبر4 میں سٹینڈنگ کمیٹی کی رپورٹ گورنمنٹ کی طرف سے آئی تھی۔ اس میں یہ واضح تھا کہ تمام امور اور معاملات ہیلتھ فاؤنڈیشن سرانجام دے گی۔ اس میں نمبر2 پر ایک اور اضافہ کر دیا گیا کہ تمام امور حکومت کی نگرانی اور کنٹرول کے تابع سرانجام دیے جائیں گے۔ حالانکہ "حکومت کی نگرانی" کا صرف اور صرف یہ لفظ اگر ان ترامیم میں شامل کر دیا جائے تو اس عبارت کا اصل مدعا اور مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ جب ہم یہ بات اس ایوان میں کرتے ہیں بظاہر تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر وقت کیوں ضائع کیا جا رہا ہے حالانکہ صورت حال یہ ہے اور ہمارا بیان کرنے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ جناب سپیکر! جب مجلس قائمہ میں ایک بل جاتا ہے اور ممبران بیٹھ کر اس کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اور وہ قانون سازی کے عمل سے گزرتا ہے اور اس میں سرکاری افسران بھی موجود ہوتے ہیں۔ تو کم از کم اس بات کا لحاظ بڑی دیانت داری اور سوجھ بوجھ کے ساتھ رکھا جانا چاہیے کہ یہ جو عبارتیں اور الفاظ ہم قانون سازی میں ترتیب دیں گے ان کو کس انداز سے adjust کیا جائے۔ اس لیے میں یہ کہتا ہوں کہ میں نے اپنی طرف سے جو سمجھا کہ ان الفاظ کا اضافہ اس کلاز 4 کے سب سیکشن (1) کے ساتھ ہونا چاہیے تھا۔ اس میں میں نے یہ کیا کہ یہ امور' تمام فاؤنڈیشن کے امور حکومت کی نگرانی اور کنٹرول کے تابع ہوں گے۔ اس ترمیم کو میں سمجھتا ہوں کہ چونکہ الفاظ کی درستی کے لیے دیا گیا ہے۔ اس کو

منظور کیا جانا چاہیے۔ شکریہ' جناب والا!۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لاء منسٹر۔

وزیر قانون: جناب والا! موجودہ قانون میں بھی یہی کچھ کہا گیا ہے جو فاضل رکن چاہتے ہیں۔ فاؤنڈیشن حکومت کے احکامات کے تابع ہو گی۔ اور فاؤنڈیشن جو بھی کام کرے گی وہ حکومت کی نگرانی میں کرے گی۔ اور فاؤنڈیشن کیا ہو گی؟ اس میں یہی بورڈ آف ڈائرکٹرز ہوں گے۔ اور اس کے علاوہ اس میں جو "in the interest of Foundation" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے یہ بے معنی ہے' کیونکہ فاؤنڈیشن کا جو ڈائرکٹر یا متعلقہ آدمی ہے اس پر یہ بات واضح ہو گی کہ وہ فاؤنڈیشن کے بہترین مفاد میں کام کرے۔ تو ان حقائق کے پیش نظر یہ ترمیم غیر ضروری ہے۔

MR DEPUTY SPEAKER: The motion moved is:-

That for sub-clause (1) of Clause 4 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the following be substituted, namely:-

"The Administration and Management of the Foundation and its affairs shall vest in the Board of Directors which may exercise the powers exerciseable in the interest of Foundation under the supervision and control of the Government."

(The motion was lost)

MR DEPUTY SPEAKER: Next amendment has been received in it from Mr Irshad Hussain Sethi.

He may move the amendment.

MR IRSHAD HUSSAIN SETHI: Sir, I move:-

That sub-clause (2) of Clause 4 of the Bill, as recommended by the standing Committee on Health, be deleted.

میاں منظور احمد موہل: پوائنٹ آف آرڈر۔ سیٹھی صاحب جانتے ہیں کہ اس وقت جو مسئلہ ہے میرے خیال میں اسے withdraw کر لیں تو بہتر ہے کیونکہ otherwise مجھے پھر کہنا پڑے گا۔ کیونکہ آپ بات کو سمجھتے ہیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب والا! جس طرح کہ منظور احمد موہل صاحب نے فرمایا ہے' چاہیے تو یہ تھا کہ یہ میری بات کو سنتے اور میں نے اس سے پہلے جس ترمیم پر بات کی ہے اس کو delete کرنے کا مقصد صرف یہی ہے کہ میں نے اس کو اس ترمیم کے دو لفظوں کے ساتھ کہ "حکومت کی نگرانی اور کنٹرول" اس کے ساتھ شامل کرتے ہوئے اس کی پوری کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور اس کا مقصد صرف یہی تھا اس لیے میں نے یہ الگ سے دی تھی کہ اب اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ کیونکہ میں نے یہ تجویز کیا ہے' اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ میں نے اس کے مطابق دی ہے۔ اب چونکہ یہ ہاؤس میں آئی ہے میرا مؤقف اس سے پہلی کلاز میں واضح ہو چکا ہے جو میں نے دی تھی۔ اور اس کے بعد ہاؤس فیصلہ کرتا ہے تو مجھے اس پر کیا اعتراض ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی موہل صاحب! کیا پوائنٹ آف آرڈر تھا' فرمایئے۔

میاں منظور احمد موہل: میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جس طرح سیٹھی صاحب نے خود ہی فرمایا تھا' انہوں نے کہا تھا اور یہ ایک فقرے میں' پہلی میں لے آئے تھے دوسرے کو بھی انہوں نے پہلی میں شامل کر دیا تھا لیکن اب ان کی وہ پہلی تو ساتھ نہیں ہو سکی۔ جب وہ نہیں ہو سکی تو اس کو انہوں نے اس میں رکھا تھا۔ تو اب اس کو delete کرنے کا کوئی نکتہ نہیں ہے' کوئی بات نہیں۔ اگر وہ رہے گی تو یہ بنتی ہے' وگرنہ نہیں۔ سیٹھی صاحب بھی اسی کے حق میں ہیں۔ کیونکہ دو تھیں۔ اگر آپ غور سے پڑھیں تو انہوں نے ایک میں کر دیا تھا' اس لیے انہوں نے کہا تھا کہ دو کو delete کر دیا جائے۔ جب ان کی پہلی فیل ہو گئی ہے اور وہ کامیاب ہی نہیں ہوئی تو اب ان کو یہ واپس لینی چاہیے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: تجویز یہ ہے کہ جب ایک ترمیم جو میری طرف سے پیش کی گئی ہے اور وہ ہاؤس نے رد کر دی ہے تو اس لیے اب یہ دوسری ترمیم جو کہ میں نے پیش کی ہے اگر وہ منظور ہو جاتی تو مجھے یہ حق تھا کہ میں اس کو withdraw کر لیتا۔ کیونکہ وہ منظور نہیں ہوئی اب یہ ایوان اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا کیونکہ کسی ممبر کی پہلی ترمیم ہم رد کر چکے ہیں اس لیے اس کو اب delete کرنے کا جو ممبر نے کہا ہے اس کے بارے میں فیصلہ یہ معزز ایوان کرے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس لیے اب اس میں کوئی ابہام نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ اب آپ نے پیش کرلی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: اس سلسلے میں پوائنٹ آف آرڈر پر میں آپ سے وضاحت چاہوں گا کہ کیا یہ معزز ہاؤس sovereign body نہیں ہے؟ ایک ہی کلاز کے متعلق ایک ترمیم کو رد یا منظور کرنے کے بعد دوسری ترمیم یا جو بھی تجویز ہے اس کو رد یا منظور کرنے کا اختیار نہیں رکھتا؟ جناب والا! یہ ہاؤس اختیار رکھتا ہے۔ اور انسانی ضمیر کے متعلق کوئی پتہ نہیں کہ کس وقت جاگ جائے۔ اس لیے یہ ہو سکتا ہے کہ سیٹھی صاحب اب کوئی ایسی بات کریں تو فیصلہ رائے ضمیر کے مطابق آ جائے۔ ویسے ان کو چانس ملنا چاہیے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر! اس کی وضاحت کے لیے حوالہ تو پھر اسی بات کا دیا جا سکتا ہے کہ کسی بھی وقت کوئی ممبر accept بھی کر سکتا ہے اور reject بھی کر سکتا ہے۔ ہم تو انہی توقعات کے ساتھ اس چیز کو دیتے ہیں کہ لاء منسٹر صاحب کسی وقت yes سے no بھی کہہ سکتے ہیں' no سے yes بھی کہہ دیں گے۔ اور ہماری کوئی بات جو درست ہو گی اس کو درست تسلیم کر لیا جائے گا۔

میں نے جو ترمیم پیش کی ہے اس کے بارے میں مجھے یہی کہنا ہے کہ اس میں اپنی طرف سے میں نے کوشش کی ہے کہ اس سے پہلی کلاز میں صرف ایک لفظ کا اضافہ کرنے کے بعد چونکہ یہ ضرورت نہیں رہتی۔ تو اب اگر معزز ایوان یہ سمجھتا ہے کہ اس کو حذف نہیں کیا جا سکتا تو لاء منسٹر اس کے بارے میں فرمائیں گے۔ اگر میں نے اس انداز میں جیسا کہ پہلے دی تھی کہ جب ہم کسی بات کو طے کرنے کے لیے بیٹھ جائیں تو اس کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ کسی ممبر کی سوجھ بوجھ اس قانون سازی میں نظر آئے۔ یہ پتا چلے کہ جب لوگ اس کو طے کرنے کے لیے بیٹھے ہیں۔ انہوں نے اس میں ان زائد الفاظ کو حذف کیا ہے اور یہ ضروری الفاظ اس میں درج کیے ہیں۔ جب تک یہ چیزیں ہم سمجھتے ہیں اور یہی کہنے کا مقصد بھی ہوتا ہے جب ہم ترمیم دیتے ہیں۔ حالت تو یہی ہوتی ہے کہ جب ہم دیتے ہیں تو ادھر سے چونکہ اکثریتی پارٹی ہے۔ انہوں نے ماننی نہیں ہوتی۔ وہ مسترد کر دینی ہوتی ہے۔ مگر ہم اپنا اصول رکھے ہوئے ہیں کہ ہم سمجھتے ہیں کہ اس پر اتنی کاوش ہونی چاہیے تھی کہ ایک لفظ کے ردو بدل سے اس کی عبارت بھی درست ہوتی اور اس کا مدعا بھی سامنے آتا۔ اسی نقطۂ نظر سے میں نے یہ کہا تھا اور میں نے اپنے ذہن کے مطابق جو سوچا تھا اس کے مطابق یہ ترمیم دی ہے۔ میں اس پر اتنا ہی کہنا چاہتا ہوں۔ شکریہ۔

وزیر قانون: جناب والا! جو پہلی ترمیم مسترد ہوئی ہے یہ کلاز بھی اسی سے منسلک ہے۔ پہلے ہاؤس اس کو مسترد کر چکا ہے۔ اس کو بھی مسترد کیا جائے۔

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment moved and question is:-

That sub Clause (2) of Clause 4 of The Bill, as recommended by the Standing Committee on Health be detelted.

(The motion was lost)

MR DEPUTY SPEAKER: The question is "That Clause 4 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried)

## Clause 5

MR DEPUTY SPEAKER: Now clause 5 of the Bill is under consideration. Five amendments have been received in it. The first amendment is from Mr Irshad Hussain Sethi. He may move it.

MR IRSHAD HUSSAIN SETHI: I beg to move:-

That for sub-clause (1) of Clause 5 of the Bill, as recommeded by the Standing Committee on Health, the following be substituted, namely:-

"(1) The Government shall appoint a Doctor or Officer of Grade 20 of the Health Department, Punjab to be Managing Director of the Foundation."

MR DEPUTY SPEAKER: The motion moved is:-

That for sub-clause (1) of Clause 5 of the Bill, as recommeded by the Standing Committee on Health, the following be substituted, namely:-

"(1) The Government shall appoint a Doctor or Officer of Grade 20 of the Health Department, Punjab to be Managing Director of the Foundation."

LAW MINISTER: I oppose it, Sir.

MR DEPUTY SPEAKER: Minister for Law oppose the amendment. Mr Irshad Hussain Seti, would you like to say something.

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب والا! میں نے نیجنگ ڈائرکٹر کے بارے میں ترمیم دی تھی۔ حکومت ہیلتھ فاؤنڈیشن میں ایک نیجنگ ڈائرکٹر کا تقرر کر سکتی ہے جس کی قابلیت اور ملازمت کی شرائط و قیود ایسی ہوں گی جن کا تعین حکومت کرے گی۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک کھلا راستہ ایسے اہم اداروں کے بارے میں فیصلہ کرتے وقت حکومت چھوڑ دیتی ہے کہ جس کے بعد خود بھی confusion میں مبتلا رہتی ہے اور خود سے کچھ طے کرنے میں اسے بہت دشواریاں پیش آتی ہیں۔ پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہمارے سامنے یہ بات آئی ہے کہ مشاورتی بورڈوں میں بھی جب حکومت نے فیصلے کیے ہیں کہ کسی کو کسی مشاورتی بورڈ کا چیئرمین بنایا جائے تو حالانکہ مشاورتی بورڈ اگر اہم نہیں ہیں تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ اس ایوان میں ایک مشیر کے محکمے کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ مشیر کا جس طرح یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ صحیح اور درست بات کے لیے مشورہ دے بلکہ اس کی دیانت داری انتہائی مسلمہ ہونی چاہیے کہ وہ جس چیز کو محسوس کرتا ہے اس کے بارے میں مشورہ دے۔ اسی طرح جو مشاورتی بورڈ بنائے تھے اس کے بارے میں پنجاب حکومت کا واضح مقصد بھی یہی تھا کہ ہم اپنے محکمہ جات کے بارے میں ان کی کارکردگی کو جاننے کے لیے اپنے ممبران اسمبلی کی مدد سے بھی ٹیکنو کریٹس کی مدد سے بھی اور علاقہ جات کے معززین کی مدد سے بھی اور وہ افراد کہ جو اس کے بارے میں تجربہ رکھتے ہوں گے یہ بورڈ مل کر ان کے بارے میں فیصلہ کرے گا اور صحیح مشورہ دے گا۔ اسی طرح میں سمجھتا ہوں کہ نیجنگ ڈائرکٹر کا عہدہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ جناب سپیکر! آپ

دیکھیں' حکومت فاؤنڈیشن کے ایک منیجنگ ڈائرکٹر کا تقرر کر سکتی ہے جس کی قابلیت اور ملازمت کی شرائط ایسی ہوں گی' جن کا تعین حکومت کرے گی۔ جناب سپیکر! حکومت کون سی ہو گی؟ حکومت ایک فرد کا نام ہو گی یا کہ حکومت سے مراد وہ ڈھانچہ لیا جاتا ہے کہ جیسے اس معزز ایوان کے کسی ایک فرد کی بات ہوتی ہے تو اس ایوان کی ممبر کی بات ہوتی ہے۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ جب حکومتی افراد سے مراد لیتے ہیں تو اس کا عملی مظاہرہ ہمیں نظر آ رہا ہے۔ آپ دیکھیں کہ جب حکومت کی بات ہوتی ہے تو حکومت کا ایک ایم این اے' حکومت کا لاہور کا ایک ایم این اے جس طرح چاہے پنجاب حکومت کے محکموں میں مداخلت کرے' جس طرح چاہے مرکزی حکومت کے محکموں میں مداخلت کرے' اور جب چاہے جس وقت چاہے کرے' صبح کرے شام کرے۔ جنگل کا بادشاہ ہے' انڈہ دے یا بچہ دے۔ کوئی پوچھنے والا نہیں۔ اس سے مراد وہی حکومت لی جا رہی ہے' اسی حکومت کی طرف سے یہ تجویز آ رہی ہے کہ حکومت ایک منیجنگ ڈائرکٹر کو مقرر کرے گی اور جب وہ چاہیے گی جیسا ہو گا وہ شکایتی بھی ہو سکتا ہے' وہ لاہور کا لارڈ میئر بھی ہو سکتا ہے' وہ قائد ایوان بھی ہو سکتا ہے۔ وہ جب چاہے کوئی بات کر دے۔ وہ لاء منسٹر بھی ہو سکتا ہے۔ جناب سپیکر! ان ساری باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس چیز کو لینا ہے۔ اب اتنی چھوٹی چھوٹی باتیں جو ہیں جن کو حکومت سمجھتی ہے کہ کیا فرق پڑتا ہے اگر ہم نے معزز ممبران سے رائے نہیں لی۔ کوہ مری میں بیٹھ کر بادشاہ لوگ کہہ دیتے ہیں کہ یہ کالی بھیڑیں ہیں۔ نکل جائیں گی تو کیا ہوا۔ جناب سپیکر! اس طرح حکومتیں نہیں چلتیں۔ جس طرح باتیں کی جاتی ہیں اور جس طرح فیصلے کیے جاتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ آنے والے وقتوں کے لیے اپنے راستے میں کانٹے بونے والی بات ہے۔ یہ کوئی ملک و قوم کی خدمت نہیں۔ جناب سپیکر! اگر کسی کو اللہ نے موقع دے دیا ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ حق بنتا ہے کہ وہ ایسے باصلاحیت افراد کا تعین کرے' ان کو ڈیوٹیاں دے' سیاسی وابستگیوں کی بنیاد پر نہ دے۔ آج تک یہی ہو رہا ہے۔ ان ایوانوں کی کارکردگی اسی وجہ سے متاثر ہو رہی ہے۔ آج ہم ہدف تنقید اسی وجہ سے بن رہے ہیں کہ ہم نے ایسے افراد کو وزیر مقرر کر دیا ہے کہ جنھیں اپنے محکموں کے بارے میں صفر معلومات بھی نہیں ہیں۔ ہم نے ایسے مشیر مقرر کر دیے ہیں کہ جن میں مشورہ دینے کی صلاحیت موجود نہیں ہے۔ ہم نے ایسے پارلیمانی سیکرٹریوں کا تعین کر دیا ہے کہ جن کے بارے میں یہ ہے کہ ہم نے ان لوگوں کو oblige کرنا ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مشیروں اور پارلیمانی سیکرٹری حضرات کا تو آپ کی ترمیم سے تعلق نہیں ہے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر! تعلق بنتا ہے۔ جب ایک محکمے کی کارکردگی لی جائے گی' اس کا کوئی ایسا فرد مقرر کیا جائے گا جو جواب دہ ہو گا۔ جو پنجاب حکومت کے معاملات کی نگرانی کرے گا۔ جو محکمے کو چلائے گا۔ جو محکمے کے بارے میں سیاہ و سفید کا مالک ہو گا۔ جناب سپیکر! میں کیسے مان لوں کہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کسی وزیر کو ایسا محکمہ دے دیا جائے اور اس کے بعد اس کی کارکردگی نہ پوچھی جائے۔ میں نے یہ ترمیم جس انداز سے دی ہے وہ اسی لیے دی ہے کہ فیجنگ ڈائرکٹر کا جب تعین کریں تو بیس گریڈ کا۔ میں نے تو یہ تخصیص بھی مقرر کی ہے کہ چونکہ ہم مجبور ہیں۔ ہمیں اپنی مجبوریاں کا اندازہ ہے کہ بیوروکریسی سے ہٹ کر ہم کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی ایسا بجٹ' کوئی ایسا بل' کوئی ایسی چیز جو اس ایوان میں آئی ہو اور جو بیوروکریسی کے ہاتھوں سے نکل کر آئی ہو کسی نے اس ایوان میں اس میں ترمیم کی ہے۔ اسی لیے میں نے یہ کہا کہ یہ تو مجبوری ہے۔ جب تک یہ ایوان خود اپنے اندر اتنی صلاحیت نہیں پیدا کر لے گا' جب تک خود قانون سے واقف نہیں ہو جائے گا اس وقت تک یہ مجبور رہیں گے۔ اس لیے اس مجبوری کے تحت میں نے یہ کہا کہ اس میں کوئی بیس گریڈ کا آفیسر مقرر ہونا چاہیے کہ جس کا سابقہ تجربہ اتنا ہو گا کہ جب وہ اس کو manage کرے گا تو اس کے بارے میں وہ دیکھے گا کہ کیا کیا طریق کار ہمیں اختیار کرنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے بارے میں جاننے کے لیے اور میں نے کہا کہ چونکہ ہیلتھ کا معاملہ ہے اور محکمہ صحت کے بارے میں عوام کی جو جو ضروریات اور خواہشات کے مطابق اچھے اقدام کرنے ہوں گے وہ ظاہر ہے کہ ایک اچھا responsible ڈاکٹر اس کے بارے میں صحیح فیصلے نہیں کر سکتا۔ اس لیے میں نے یہ دونوں تجویزیں سامنے رکھی تھیں۔ وہ ایک اچھا ایڈمنسٹریٹر بھی ہو گا اور جب وہ بیسویں گریڈ کا ایک ڈاکٹر بھی ہو گا تو وہ اس بات کا ذمہ دار ہو گا کہ کم از کم اس بندے کو اپنے محکمے کے بارے میں کوئی صحیح معلومات ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کو کھلا چھوڑ دینے سے کل کو اگر کسی میٹرک فیل کو اعزازی مجسٹریٹ بنا دیا جائے گا تو کیا یہ مثالیں موجود نہیں ہیں۔ اور اس سے آپ کیا توقع رکھتے ہیں؟ یا کسی ایسے بندے کو کہ جس کی کوالیفکیشن نہیں ہوتی اسے یہاں تحصیل دار rules relax کر کے بنا دیا جاتا ہے۔ اور وہ ایک بندہ فیصلہ کرتا ہے۔ اس لیے میں نے جو اس میں کہا ہے یہ عوامی مفاد کے مدنظر یات کی ہے۔ جناب سپیکر! ہم محکموں کو کیوں تباہ کر رہے ہیں؟ کیوں ہم ایک بندے کو اختیار دے رہے ہیں کہ وہ ملک کے سیاہ و سفید کا مالک بن جائے؟ وہ جب چاہے جس کو چاہے ہٹا دے اور جس کو چاہے بٹھا دے۔ اس لیے اس ذمہ داری کا تعین کرنے کے بعد آپ اس

بات کو محسوس کریں گے کہ اس کی کارکردگی کے بہتر اور اچھے نتائج سامنے آئیں گے۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس فاؤنڈیشن کے شایان شان نیک مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے کسی بیس گریڈ کے آفیسر یا ڈاکٹر کو بطور منیجنگ ڈائرکٹر تعین کرنا چاہیے۔ میں اتفاق نہیں کرتا کہ آپ اس طرح کہنے کے بعد ایک الیکشن اس میں کروا دیں۔ کیونکہ الیکشن کی روایت تو نہ آپ کے درمیان ہے اور نہ ہوتی ہے۔ یہاں تو نامزدگیاں ہوتی ہیں۔ مگر کم از کم ان افراد کے لیے جب تھوڑے افراد ہوں تو ان میں ایک ایسی کوالیفکیشن کا بندہ آپ لگائیں کہ جس کے بارے میں کوئی دوسرا بندہ یہ نہ کہے کہ ان افراد میں سے جس بندے کو لگایا گیا ہے یہ competent نہ تھا' یہ اہل نہیں تھا۔ اس کو غلط ذمہ داری دی گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب صحیح ذمہ داری کے ساتھ اس بندے کا تقرر کیا جائے گا تو انشاء اللہ ہم اس کے بہتر نتائج حاصل کر سکیں گے۔ اور میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ میری ترمیم اس لحاظ سے بہت relevant ہے کہ اگر اسے منظور کیا جاتا ہے تو اس سے عوام الناس کو بھی ایک اچھا تاثر ملتا ہے۔ اس ایوان کے بارے میں بھی' ان کے فیصلہ جات کے بارے میں بھی اور دوسرے لوگوں کے بارے میں بھی انہیں یہ علم ہو گا کہ ایوان میں ایسے فیصلے کیے جاتے ہیں کہ بالکل صحیح اور بروقت ہوتے ہیں اور ایسے ہی ہونے چاہئیں۔ اب تک ہمارا جو یہ تاثر قائم ہے کہ یہاں قانون سازی میں نہ کوئی حصہ لیتا ہے' نہ کوئی مشورہ دیتا ہے اور جس طرح یہاں لکیر کے فقیر بن کر کام کیا جاتا ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ تاثر بھی زائل ہو گا۔ تو اس لیے جناب سپیکر! اس ترمیم کو منظور کیا جانا چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون: جناب سپیکر! اس ترمیم کے ذریعے فاضل بھائی نے یہ تجویز پیش فرمائی ہے کہ گریڈ 20 کا ڈائرکٹر اس میں ہونا چاہیے-----

چودھری محمد حنیف: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی فرمایئے۔

چودھری محمد حنیف: جناب سپیکر! میں کورم کی نشان دہی کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: گنتی کی جائے۔ گنتی کی گئی---- ہاؤس میں کورم پورا ہے۔

شیخ محمد طاہر رشید: پوائنٹ آف آرڈر۔

میاں شہباز احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی' میاں صاحب! فرمائیں۔

میاں شہباز احمد: جناب سپیکر! آپ ایک رولنگ جاری فرمائیں کہ جو معزز رکن بھی کورم کی نشاندہی کرے وہ پہلے اپنے تئیں گن لیا کرے کہ کورم پورا ہے یا نہیں۔ کورم پورا ہوتا ہے لیکن ایسے ہی نشان دہی کر دی جاتی ہے کہ کورم پورا نہیں ہے۔ اور بعد میں ان کو شرمندگی بھی نہیں ہوتی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی تشریف رکھیں۔ شیخ صاحب! آپ بھی یہی کہنا چاہتے ہیں یا کوئی اور بات کرنا چاہتے ہیں؟

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! میں کوئی اور بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' فرمایئے!

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! عوام کے واری صدقے جانے والے ذرا ایوان میں دیکھیں کہ کتنے آدمی یہاں اپوزیشن کے بیٹھے ہیں اور کتنے آدمی یہاں پر اللہ والے بیٹھے ہیں اور کتنے یہاں پر مسلم لیگی بیٹھے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' شیخ صاحب! تشریف رکھیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر! میں نے پہلے بھی عرض کی ہے کہ جس بات کا کسی ممبر کو پتا نہ ہو اسے نہیں بولنا چاہیے۔ آپ مجھے یہ بتائیں کہ یہ جو ہاؤس کی کارروائی چل رہی ہے جیسے میری ترمیم ہے اور میں نے اس پر بات کی ہے تو کیا کوئی دوسرا' تیسرا فرد اس میں مداخلت کر سکتا ہے؟ اگر یہ چیز طے شدہ ہے کہ جس طرح نشان دہی کی گئی ہے کہ کورم پورا نہیں ہے۔ دوست تشریف لے آئے اور کورم پورا ہو گیا۔ جب یہ ضابطے اور قاعدے کی بات ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ بلاوجہ ایسی باتیں نہیں ہونی چاہئیں۔ کیا ہاؤس کارروائی سے خالی ہے؟ جناب سپیکر! صبح سے یہ تو چل رہا ہے۔ اس لیے بار بار مداخلت نہیں ہونی چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سیٹھی صاحب! آپ درست فرما رہے ہیں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب سپیکر! میں نکتہ رضاحت پر بولنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ملک صاحب! میرے خیال میں اب اس پر مزید بحث کی ضرورت نہیں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب سپیکر! ابھی ہمارے دوست نے یہ کہا کہ ہم اتنے بیٹھے ہیں۔ تو جناب سپیکر! جب ہم کورم کی نشان دہی کرتے ہیں جیسے اب کی گئی ہے تو آپ ذرا دروازے بند کر لیجے اور پھر گن لیجے کہ واقعی کتنے آدمی بیٹھے تھے۔ اس سے یہ تاثر ثابت ہوتا ہے کہ گورنمنٹ بنچز

سے یہاں قانون سازی میں کتنی دلچسپی لیتے ہیں۔ یہ خود قانون بنا رہے ہیں اور اس میں ان کی دل چسپی دیکھیں کہ یہ کتنے بیٹھے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جہاں تک کورم کا تعلق ہے اس کے لیے حزب اقتدار کے دوستوں کی بھی ذمہ داری ہوتی ہے اور آپ کی بھی ذمہ داری ہے۔ صرف حزب اقتدار کا کام کورم پورا کرنا نہیں ہے۔ یہ آپ کا بھی کام ہے کہ آپ پوری دل چسپی سے اسمبلی کا بزنس آگے بڑھانے کے لیے تعاون کریں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر! ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اپنی ذمہ داری صحیح طریقے سے پوری کرتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' تشریف رکھیں۔ جی لاء منسٹر صاحب!

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب سپیکر! ہماری کوئی بھی ترمیم آتی ہے تو لاء منسٹر صاحب no yes, کرا کر اب تک گھر پہنچے ہوتے ہیں۔ جناب سپیکر! ہم تو اس میں پوری دل چسپی لے رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ملک صاحب! تشریف رکھیں۔ جی لاء منسٹر صاحب فرمائیے۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! میرے فاضل بھائی نے جو ترمیم پیش کی ہے اس پر تقریر کرتے ہوئے انہوں نے محکمہ صحت کو ہدف تنقید بنایا ہے۔ اور ساتھ ہی جو ترمیم دے رہے ہیں اس میں یہ حکومت کے اوپر پابندی لگوا رہے ہیں کہ گریڈ بیس کا کوئی ڈاکٹر ہو یا محکمہ صحت کا کوئی آدمی ہو اس کو ایم ڈی لگایا جائے۔ یہ تضادات کا مجموعہ ہے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر! اس ترمیم کے حوالے سے اگر میں نے محکمہ صحت کو ہدف تنقید بنایا ہو تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ جناب لاء منسٹر کی بات relevant ہے۔ میں نے ذمہ دار محکمے کو یعنی کسی بھی ذمہ دار محکمے کو ہدف تنقید ضرور بنایا ہے۔ اور یہ میں پھر بھی کہتا ہوں۔ اس لیے یہ کہنا اور میری ترمیم کے تاثر کو زائل کرنے کے لیے ایسا لپیٹا مارنا چاہتے ہیں۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح میں نے relevant بات کی ہے اس طرح وزیر قانون صاحب بھی اس کا relevant جواب دیں تو درست بات ہے اگر وہ بات میں نے کی ہے اور اس کے بارے میں اگر لاء منسٹر صاحب کہتے ہیں تو مجھے یہ حق ہے کہ میں اس پر اعتراض کروں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ آپ نے اپنی بات مکمل کر لی ہے۔ اب میں جناب وزیر قانون سے درخواست کروں گا کہ وہ ان کی بات کا جواب دیں۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! میں یہی گزارش کر رہا ہوں کہ زیر بحث ان کی محکمہ صحت پر ترمیم ہے اور ہدف تنقید انہوں نے کسی اور محکمے کو بنایا ہے۔ تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ شاید میری سمجھ کا قصور ہے۔ جناب والا! میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ یہ پابندی لگوانا چاہ رہے ہیں کہ گریڈ بیس کا کوئی ڈاکٹر ہو یا محکمہ صحت کا کوئی ملازم ہو جو کہ ایم ڈی بنایا جائے۔ تو میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ فرض کریں کہ گریڈ 21 کا کوئی اچھا آدمی حکومت کو مل جاتا ہے۔ اس محکمہ سے یا کسی دیگر محکمہ سے یا کوئی ایسا افسر مل جاتا ہے جس کا گریڈ کا فرق ہے لیکن وہ اس کام کو بڑے احسن طریقے سے کر سکتا ہے۔ تو اس قانون میں گنجائش رکھی گئی ہے کہ اس کار خیر کے لیے اس اچھے کام کے لیے اچھے سے اچھے آدمی کو حکومت منتخب کر کے مینجنگ ڈائرکٹر مقرر کرے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ میرے فاضل بھائی نے جو ترمیم پیش کی ہے یہ کسی لحاظ سے بھی قابل پذیرائی نہیں۔ اس میں حکومت نے جو اپنے ذمے اختیار رکھا ہے اس میں حکومت انشاء اللہ بہترین آدمی چن کر بطور مینجنگ ڈائرکٹر لگائے گی۔ یہ ترمیم قابل پذیرائی نہیں ہے' اس کو مسترد فرمایا جائے۔

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment moved and the question is-

That for sub-clause (1) of Clause 5 of the Bill, as recommened by the Standing Committee on Health, the following be substituted; namely:-

"(1) the Government shall appoint a Doctor or Officer of Grade 20 of the Health Department, Punjab to be Managing Director of the Foundation."

(The motion was lost)

MR DEPUTY SPEAKER: Next amendment has been received in it from Rana Sana Ullah Khan. He may move it.

RANA SANA ULLAH KHAN: Mr Speaker Sir, I beg to move-

That for sub-clause (1) of Clause 5 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health,

the following be substituted, namely:-

"(1) the members of the Board shall elect from amongst themselves a Managing Director by majority of votes."

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment moved is-

That for sub-clause (1) of Clause 5 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the following be substituted, namely:-

"(1) the members of the Board shall elect from amongst themselves a Managing Director by majority of votes."

LAW MINISTER: I oppose it Sir.

MR DEPUTY SPEAKER: Minister for Law opposes the amendment. Rana Sana Ullah Khan would you like to say something.

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس امنڈمنٹ کے ذریعے میں نے یہ تجویز کیا ہے کہ ہیلتھ فاؤنڈیشن کے یہ جو کروڑوں اور اربوں روپے کے فنڈ ہیں' انہیں استعمال کرنے کے لیے---- جناب سپیکر! یہاں پر ایک پارلیمانی سیکرٹری صاحب آ کر بیٹھ گئے ہیں۔ انہیں اپنی سیٹ پر بجھوائیں تاکہ میں بہتر انداز میں اپنی امنڈمنٹ پر بات کر سکوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! آپ اپنی بات جاری رکھی۔ میں آپ کی بات سن رہا ہوں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ یہاں پر آ کر کہہ رہے ہیں کہ بھوک لگی ہوئی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

رانا ثناء اللہ خان: یہ کہہ رہے ہیں کہ چھٹی کرنی ہے۔ تو جناب سپیکر! یا تو پھر ان کی بات مان لیں۔ آپ چھٹی کر دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تو آپ پھر اپنی امنڈمنٹ واپس لے لیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں واپس نہیں لیتا۔ یہ اگلے دن پر ہو جائے گی یا لاء منسٹر صاحب کو چاہیے کہ وہ اپنے پارلیمانی سیکرٹری کو اپنے پاس بٹھائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! آپ وقت ضائع نہ کریں۔ آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں نے تو یہ گزارش کی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ملک اقبال احمد خان لنگڑیال صاحب سے کہیں کہ وہ ان سے گزارش کریں کہ وہ اپنی سیٹ پر چلے جائیں۔

رانا ثناء اللہ خان: ٹھیک ہے جی۔ میں ان سے پھر گزارش کر لیتا ہوں۔

میاں شہباز احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' فرمایئے۔

میاں شہباز احمد: جناب سپیکر! ابھی رانا ثناء اللہ خان صاحب نے یہ اعتراض اٹھایا ہے کہ ایک پارلیمانی سیکرٹری ان کے پاس آ کر بیٹھ گئے ہیں اور وہ پارلیمانی سیکرٹری وہاں پر صرف اس لیے گئے ہیں کہ آج کل پی ڈی اے والے جو جمہوری اداروں کو تباہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انہوں نے ان سے کہا ہے کہ وہ اس کوشش سے باز رہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! تشریف رکھیں۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ یہ غیر متعلقہ بات ہے۔ جی فرمایئے' رانا صاحب۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! ہم پر تو یہ الزام لگا رہے ہیں کہ ہم جمہوری اداروں کو تباہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے تو ٹی وی کو تباہ کر دیا ہے۔ یہ صرف رضائیاں ہی ٹی وی پر دکھا رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے ان کا پوائنٹ آف آرڈر غیر متعلقہ قرار دے دیا ہے' اب اس پر جواب دینے کی ضرورت نہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: روزانہ وہ رضائیاں کبھی ٹرک پر لاد رہے ہیں کبھی اتار رہے ہیں کبھی بھیج رہے ہیں کبھی منگوا رہے ہیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: فیصل آباد بھی بھیج دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! اب ان کی بات کا جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ اپنی بات کو جاری رکھیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ disturbance ہو رہی ہے۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب اس لیے یہاں پر آ کر بیٹھے ہیں کہ میں اپنی بات نہ کر سکوں۔

میاں شہباز احمد: جناب سپیکر! میرے متعلق بات کی گئی ہے' میں اس کا جواب دینا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! آپ تشریف رکھیں' پلیز۔

میاں شہباز احمد: میں یہ دعا کرتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ ان کو بھی رضائیاں بانٹنے کی توفیق دے۔ اگر یہ نہیں بانٹ سکتے تو مجھے حکم کریں' میں ان کے حلقے میں بھی بھیج دیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' شکریہ' شکریہ۔ جی' رانا صاحب!

رانا ثنٰء اللہ خان: جناب سپیکر! میری صرف یہ گزارش ہے کہ ساری رضائیاں ایک ہی دن بھیج دیں۔ یہ روزانہ ہی ٹی وی پر جو رضائیاں بھیجتے ہیں یہ بھی بڑی زیادتی کی بات ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب رانا صاحب! اس پر cross talk نہیں ہونی چاہیے۔ آپ اپنی بات کو جاری رکھیں۔

میاں شہباز احمد: جناب سپیکر! ہمیں اللہ تعالیٰ نے اتنی توفیق دی ہے کہ ہم روز ہی رضائیاں بانٹتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! آپ تشریف رکھیں' .no cross talk please جی رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ بانٹ کر دوبارہ واپس بھی لے لیتے ہیں۔ یہ بھی بڑی مصیبت ہے۔ (قہقہے)

میاں شہباز احمد: آپ لے کر دیکھیں۔ ہم واپس نہیں لیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں معزز ممبران سے یہ درخواست کروں گا کہ براہ کرم اپنی سیٹوں پر تشریف فرما ہوں۔ یہ پریکٹس اچھی نہیں ہے۔ اس سے نہ آپ اپنی عزت میں اضافہ کر رہے ہیں' بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ ایوان کی عزت بھی اس سے مجروح ہو رہی ہے۔ آپ تشریف رکھیں no cross talk please جی فرمایئے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! ہمیں بھی ان چیزوں سے واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ ان رضائیوں کی قیمت بھی دس گنا زیادہ ہے۔ (قہقہے)

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! پلیز آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ اتنی مالیت بڑھا کر کروڑوں روپے میں بتا رہے ہیں۔ (قہقہے)

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! آپ اپنی امنڈمنٹ کے حوالے سے بات کریں۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! ان کے پاس کرنے کی کوئی مدلل بات ہی نہیں۔ ان کے دانے مک

گئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! پلیز آپ تشریف رکھیں۔ میاں صاحب! آپ پلیز تشریف رکھیں۔

میاں شہباز احمد: جناب سپیکر! انہوں نے میرے متعلق بات کی ہے۔ میں اس کا جواب ضرور دوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی آپ تشریف رکھیں۔ آپ کے بارے میں انہوں نے بات نہیں کی۔ آپ تشریف رکھیں پلیز۔ جی' رانا صاحب۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں ایک دفعہ پھر آپ سے گزارش کروں گا کہ پارلیمانی سیکرٹری صاحب کو یہاں سے اٹھالیں تو مناسب رہے گا یا پھر ان سے تھوڑا سا فاصلہ کروا دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں مغل صاحب سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنی سیٹ پر واپس تشریف لے آئیں۔

رانا ثناء اللہ خان: شکریہ' جناب سپیکر!

جناب ایم لطیف مغل: جناب سپیکر! ملک اقبال صاحب مجھے جانے ہی نہیں دے رہے۔ یہ دیکھ لیں انہوں نے مجھے پکڑا ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اس سیٹ سے نہیں بول سکتے۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ اپنی سیٹ پر تشریف لے آئیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ ہیلتھ فاؤنڈیشن جو کہ کروڑوں اور اربوں روپے کا منصوبہ ہے اور اس کروڑوں اربوں روپے کو خرچ کرنے کے لیے اور ترجیحات کا تعین کرنے کے لیے ایک بورڈ آف ڈائرکٹرز ہے۔ اب اس بورڈ آف ڈائرکٹرز میں ہم اگر کہتے ہیں کہ جناب' آپ منتخب نمائندوں کو شامل کرلیں تو یہ کہتے ہیں کہ نہیں۔ ہم اگر کہتے ہیں کہ جناب! اس میں آپ فلاں فلاں چھ آدمیوں کو مقرر کردیں تو یہ کہتے ہیں کہ نہیں۔ ہم اگر کہتے ہیں کہ جناب اس بورڈ آف ڈائرکٹرز میں جس کی اتنی اہم ذمہ داریاں ہیں اس میں آپ کم از کم یہی کرلیں کہ اس کے ممبران کی تعداد مقرر کردیں تو یہ کہتے ہیں کہ نہیں۔ ہم اگر ان سے یہ گزارش کرتے ہیں کہ چلو' آپ نے کچھ بھی نہیں کرنا تو اتنا ہی کردیں کہ ان ممبران کی کوئی کوالیفکیشن ہی مقرر کردیں تو یہ کہتے ہیں کہ نہیں۔ اگر کوئی امنڈمنٹ آتی ہے کہ اگر آپ نے کچھ بھی نہیں کرنا تو چلو ایسا ہی کرلیں کہ کوئی گریڈ 20 کا آدمی اس بورڈ کا منیجنگ ڈائرکٹر بنا دیں تو کہتے ہیں کہ نہیں۔ یہ بھی نہیں کرنا۔ پھر اس کے بعد یہ کہتے ہیں کہ ہم ان

فنڈز کو بہتر طور پر اور عوام کی سہولت کے لیے استعمال کریں گے۔

جناب سپیکر! جو absolute authority ہے وہ absolute corruption کو جنم دیتی ہے۔ جب یہ absolute authority چاہتے ہیں تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ absolutely corruption نہیں کریں گے؟ یہ سب کچھ اس لیے ہو رہا ہے کہ یہ absolutely corruption کرنی چاہتے ہیں۔ کسی قسم کی کوئی بات یہ نہیں چاہتے کہ اس پر ہمیں کسی قسم کی کوئی قدغن لگ جائے۔ ویسے تو یہ تسلیم کرتے ہیں کہ نہیں' ہم یہ بھی کریں گے۔ ہم اچھا آدمی بھی لائیں گے۔ ہم منتخب ممبران کو بھی لائیں گے۔ تو بھئی اس لیجسلیشن میں کیوں نہیں لاتے؟ اس بات کا تو آپ کو پتہ ہے کہ جمہوری دور میں عوامی نمائندوں کو' منتخب نمائندوں کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن کیا آپ کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ جمہوری دور میں لیجسلیشن بھی جمہوری ہی ہوتی ہے؟ اس طرح سے مارشل لاء کے آرڈیننس قسم کی چیزیں نہیں لائی جاتیں۔ اور اس کے بعد اپنے زور پر "ہاں" "ہاں" نہیں کروائی جاتی۔

جناب سپیکر: اب میں نے اس امنڈمنٹ کے ذریعہ سے یہ عرض کی ہے کہ بورڈ آف ڈائرکٹرز کا بنانا تو آپ نے منظور کروالیا۔ ان کی کس قسم کی کوالیفکیشن بھی آپ نے مقرر نہیں ہونے دی۔ اس میں کسی قسم کے آدمی کو لانے یا نہ لانے کی پابندی بھی آپ نے قبول نہیں کی۔ اب جو وہ نہلے دہلے آپ اس بورڈ میں اکٹھے کریں گے۔ اب کم از کم ان نہلوں دہلوں کو یہ اختیار دے دو کہ وہ اپنے میں سے کسی کو منیجنگ ڈائرکٹر قائم کر دیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! محترم رانا صاحب مسلسل غیر سنجیدہ ہیں۔ انہیں اس ایوان کا وقار اور اس کی عزت کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔ میں معزز چیئر سے گزارش کروں گا کہ انہیں relevant کرے اور ایسے جملے وہ استعمال کریں جو ان کے وقار میں اضافہ کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' وہ relevant ہیں۔ لیکن میں یہ بھی رانا صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ اپنی تقریر میں اچھے الفاظ استعمال کریں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں نے بڑے اچھے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! انہوں نے واقعی الفاظ اچھے استعمال کیے ہیں۔ کیونکہ ان کا تعلق ہی نہلے دہلوں سے ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! پلیز آپ تشریف رکھیں۔ ایسی بات نہیں ہونی چاہیے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: پوائنٹ آف آرڈر۔
جناب ڈپٹی سپیکر: جی' فرمایئے۔
جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر! اس سے پہلے میں نے محترم طاہر رشید صاحب کی دو تین باتوں پر اعتراض کیا تھا اور اس وقت پوائنٹ آف آرڈر پر میں جو بات کرنا چاہ رہا ہوں وہ یہ ہے کہ مجھے ان کی اس طرح مسلسل مداخلت پر اعتراض ہے۔ جناب سپیکر! کیا کسی معزز ممبر کو یہ حق حاصل ہے کہ irrelevant پوائنٹ آف آرڈر raise کرے اور چیئر اس کو مسلسل یہ کہے۔ آپ صبح سے پوری کارروائی دیکھ لیں کہ تم تشریف رکھیں آپ کا پوائنٹ آرڈر relevant نہیں ہے۔ پھر بھی وہ کرتا رہے۔ جناب سپیکر! اس پر میں آپ کی رولنگ چاہوں گا کہ کوئی کسی معزز ممبر کو تقریر کے دوران اس طرح disturb کر سکتا ہے؟
جناب ڈپٹی سپیکر: یہ اچھی بات نہیں ہے کہ کوئی معزز رکن تقریر کر رہے ہوں تو خواہ مخواہ ان کو interrupt کیا جائے۔ تو جہاں تک ان کے پوائنٹ آف آرڈر کا تعلق تھا اس کے بارے میں' میں نے فیصلہ کر دیا ہے۔ میں معزز ممبر سے درخواست کروں گا کہ آپ تشریف رکھیں۔ اب اس پر مزید بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ جی' رانا صاحب!
رانا ثناء اللہ خان: شکریہ' جناب سپیکر!
جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا اور حوالوں سے میں نے یہ بات ثابت کی تھی کہ اس بورڈ میں نہلوں اور دہلوں کو ڈالا جائے گا تو جناب سپیکر! پورے ایوان نے وہ بات سنی لیکن چور کی داڑھی میں تنکے والی بات ہے کہ شیخ طاہر رشید صاحب----
شیخ محمد طاہر رشید: جناب والا میں کچھ وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔
جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ اس طرح سے تو بحث بہت لمبی ہو جائے گی۔ میں بار بار کہہ رہا ہوں کہ آپ تشریف رکھیں۔
شیخ محمد طاہر رشید: جناب والا! رانا ثناء اللہ خان صاحب نے جو چور کی داڑھی میں تنکے والی بات کی ہے----
جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں۔ آپ کا شمار ان میں سے نہیں ہوتا ہم جانتے ہیں۔ آپ ماشاء اللہ بڑے سنجیدہ اور پرانے پارلیمنٹرین ہیں اور پڑھے لکھے بندے ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔
شیخ محمد طاہر رشید: شکریہ۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب والا! شاید ان کی داڑھی میں تنکا آگیا ہو۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ملک صاحب! آپ تشریف رکھیں---- جی' رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ نے جن الفاظ کو استعمال کر کے میرے بھائی طاہر رشید صاحب کو بات کرنے سے روکا ہے میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے ان الفاظ کے ساتھ زیادتی کی ہے۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب والا! فاضل رکن مسلسل غیر سنجیدہ ہو رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تو آپ ہی سنجیدہ ہو جائیں۔ ----- جی' رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! فاضلانہ اور سنجیدہ جیسے الفاظ جب اس طرح سے استعمال ہونے لگیں تو پھر جناب سپیکر! ڈکشنری میں جو ان کے معنی ہیں ان کو تبدیل کرنا پڑے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! آپ نہایت ہی مہذب اور اچھے انسان ہیں اور میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ relevant رہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! میں اس طرف آ رہا ہوں۔

جناب والا! جو بورڈ آف ڈائرکٹرز ہے وہ کروڑوں' اربوں روپے کو تقسیم کرے گا ان کی ترجیحات کا تعین کرے گا تو جناب سپیکر! اس سے ہر شہری اور ہر معزز رکن کے ذہن میں یہ بات آتی ہے یہ جو اتنا بااختیار ادارہ ہو گا جس نے صحت جیسی بہت ہی اہمیت کے حامل ادارے سے ڈیل کرنا ہے اس کے ممبران کے متعلق نہ تو کوئی تعلیمی معیار مقرر کیا گیا نہ ہی ان کے متعلق کوئی الیکٹرول کالج مقرر کیا گیا کہ وہ کہاں سے آئیں گے اور وہ لوگ کون ہو سکتے ہیں۔ تو جناب والا! یہ تمام کی تمام چیزیں ہوا میں چھوڑ دی گئی ہیں۔ اور جناب سپیکر! آپ یہ دیکھیں کہ انہوں نے جو اپنے نہلے دہلے' چمچے اور کڑچھے اس بورڈ آف ڈائرکٹرز میں مقرر کرنے ہیں ان کو بھی یہ اختیار نہیں کہ وہ اپنے میں ہی سے کسی کو اس کا منیجنگ ڈائرکٹر بنا دیں تاکہ وہ ہی یہ سمجھ لے کہ انہوں نے مجھ پر یہ احسان کیا ہے اور میں ان کا نمائندہ ہوں اور میں بہتر انداز میں کام کر سکوں۔ اس کو انہوں نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے کہ نہیں' ہم ہی اسے مقرر کریں گے اور اس کے ساتھ ساتھ جناب سپیکر! میں اپنے معزز بھائیوں کی توجہ اس جانب مبذول کراؤں گا کہ وہ اس بات کا بھی جائزہ لے لیں کہ کلاز 9 کی سب کلاز (2) میں یہ بھی درج ہے کہ:

No act or proceedings of the Board shall be invalid on the ground of the existence of any vacany in or

any defect in the constitution of the Board.

یعنی اتنا اہم ادارہ جو قوم کے وسائل کا کسٹوڈین ہو گا۔ اس میں جناب سپیکر! اس قسم کی قانون سازی لانا کہ جو defect ہو گا تب بھی کوئی بات نہیں' کوئی اسامی خالی ہو گی تب بھی کوئی بات نہیں۔ جن کو اس ادارے میں مقرر کرنا ہے۔ تب بھی کوئی بات نہیں اور پھر ان ممبران کو یہ بھی اختیار نہیں کہ وہ اپنے میں سے کسی کو منیجنگ ڈائرکٹرز بنا دیں۔ تو پھر جناب سپیکر! اس کے بعد یہ کہنے اور یہ سمجھنے سے بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ لوٹ مار کا پروگرام ہے۔ یہ قبضہ گروپ کی صحت کو بہتر بنانے کا پروگرام ہے اور یہ ایک ایسا جاسوسی ادارہ بنائیں گے جو تلاش کرے گا کہ کہاں کہاں پر پلاٹ موجود ہیں اور پھر ان پلاٹوں کی نشان دہی کی جائے گی پھر ان پلاٹوں کو الاٹ کرانے کے لیے اس بورڈ کے اختیارات میں یہ بات شامل ہے کہ یہ assist کرے گا۔ میرے محترم بھائی' کیا یہ ملاحظہ فرمائیں گے کہ۔

(f) lease or sell plots or assist in getting plots and land from Government----

یہ اس بورڈ کے فنکشنز میں شامل ہے یہ اس کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے کہ۔

in getting plots and land from Government, Development Authorities and Housing Agencies controlled by the Goverment.

یعنی انہوں نے گورنمنٹ کی کوئی زمین رہنے نہیں دینی۔ یعنی یہ ہر جگہ پر اپنا ہاتھ صاف کریں گے۔ تو جناب سپیکر! اگر یہ اسی قسم کی قانون سازی کرنا ہی چاہتے ہیں' میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس ایوان کے ساتھ بھی زیادتی ہے۔ انہیں یہ چاہیے کہ کم از کم اس ایوان کو یہ بخشیں ان اداروں کو بخشیں۔ اگر یہ سمجھتے ہیں کہ یہ جمہوری عمل ہے اور جناب والا! اگر یہ جمہوری عمل رہے گا تو منتخب نمائندوں کی قدر ہو گی اور جمہوری عمل میں قانون سازی کے انداز کو بھی کم از کم جمہوری کریں۔ اب جناب سپیکر! تھوڑی دیر کے بعد جو "ہاں" یا "ناں" ہونی ہے اس کے متعلق میں یہ عرض کروں گا کہ۔

گرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذان لا الہ الا اللہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' وزیر قانون صاحب!

وزیر قانون: جناب سپیکر! ہمارے فاضل رکن نے جو اپنی ترمیم پیش کی ہے اس میں انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ جو بورڈ آف ڈائرکٹرز کے ممبر ہوں۔ وہ منیجنگ ڈائرکٹر اپنے آپ میں سے منتخب کر لیں۔ جناب والا! یہ کسی بھی ادارے میں ایسے نہیں ہوتا نہ ہی یہ بات قابل عمل ہے۔ منیجنگ ڈائرکٹر گورنمنٹ ملازم ہو گا اور اس کا ہمہ وقتی کام ہو گا اور اس پر جو کنٹرول کرتے ہیں وہ ہمیشہ چیئرمین یا وائس چیئرمین ہوتے ہیں اور یہ عام طور پر ایکٹڈ ہوتے ہیں اور یہ یا تو چیف منسٹر صاحب ہوں گے یا وزیر صحت صاحب ہوں گے۔ تو جناب والا! overall control یا supervision ان کی ہو گی۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات بالکل ہی ناقابل عمل ہے۔ جس منیجنگ ڈائرکٹر کو بورڈ آف ڈائرکٹرز کے ممبران منتخب کریں گے وہ تو پھر ہمہ وقتی نہیں ہو گا اور یہ فاؤنڈیشن کے ان تقاضوں پر تو پورا نہیں اترے گا۔ اس لحاظ سے یہ ترمیم ناقابل عمل ہے۔ لہٰذا اسے مسترد فرمایا جائے۔

MR DEPUTY SPEAKER: Motion moved and the question is-

That for sub-clause (1) of Clause 5 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the following be substituted, namely:-

"(1) The members of the Board shall elect from amongst themselves a Managing Director by majority of votes."

(The motion was lost)

MR DEPUTY SPEAKER: Next amendment has been received from Rana Sana Ullah Khan. He may move his amendment please.

RANA SANA ULLAH KHAN: I beg to move-

That in sub-clause (1) of Clause 5 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the full-stop appearing at the end be replaced by a column and the following Proviso be added and

sub-clauses (2) and (3) be deleted, namely:-

"Provided that the term of Office of the Managing Director shall be three years and in case of earlier removal, or office becomes vacant, there shall be re-election as provided in sub-section (1) of Section 5."

MR DEPUTY SPEAKER: The motion is-

That in sub-clause (1) of Clause 5 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the full-stop appearing at the end be replaced by a column and the following Proviso be added and sub-clauses (2) and (3) be deleted, namely:-

"Provided that the term of Office of the Managing Director shall be three years and in case of earlier removal, or office becomes vacant, there shall be re-election as provided in sub-section (1) of Section 5."

MINISTER FOR LAW: I oppose it, Sir.

MR DEPUTY SPEAKER: Rana Sana Ullah Khan.

میاں منظور احمد موہل: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! آج صبح وزیر قانون صاحب نے اعتراض کیا تھا' یہ ترمیم بھی اسی سے hit ہوتی ہے۔ اب رانا صاحب خود سمجھ دار ہیں' کیونکہ ان کی جو ترمیم کلاز 5(1) میں تھی وہ ابھی نامنظور ہو چکی ہے۔ اب انہوں نے یہ دیا ہے کہ۔

That for sub-clause (1) of Clause 5-----

پہلے ان کی جو ترمیم 9 تھی اس میں یہ لکھا تھا کہ:

That for sub-clause (1) of Clause 5 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the following be substituted----

آپ نے اس بارے میں ووٹ لے لیا۔

That the members of the Board shall elect from amongst---

یعنی ان کا الیکشن ہو گا اسے اسمبلی نے نامنظور کر دیا ہے۔ اس نے اپنا ووٹ دے دیا ہے کہ یہ نہیں ہو گی۔ اب انہوں نے یہاں پر "provided" کیا ہے۔ اس میں یہ لکھا ہے کہ:

"Re-election as provided in sub-section (1) of Section (5).

یعنی اگر وہ منظور ہو جاتی تو پھر تو یہ ٹھیک بات تھی۔ اب تو ایوان نے اس کے خلاف ووٹ دے دیا ہے اور وہ نامنظور ہو چکی ہے' لہٰذا اب اس کی بقایا کوئی ضرورت نہیں رہتی کہ اس پر بحث کی جائے کیونکہ یہ inconsistent ہے۔ یہاں پر بھی دو ٹنگ ہوئی ہے۔ آگے ان کی جو بات ہے کہ جناب اس کا عہدہ تین سال کا ہو یا وہ ہو یا دو اور تین کو حذف کر دیا جائے۔ وہ حذف نہیں ہو گی' کیونکہ انہوں نے کوشش کی تھی کہ ایک فقرے میں ساری بات کو کر دیا جائے اور 2 اور 3 کو ویسے حذف کر دیا جائے۔ لیکن ان کی جو پہلی ترمیم تھی وہ چونکہ ضائع گئی اور رائیگاں گئی اب تو الیکشن کا تصور ہی نہیں ہے۔ الیکشن ہو نہیں سکے گا۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ یہ inconsistent ہے۔ اور رول 173 کے بعد بھی آپ کو اختیار ہے اور یہ 173 ہے کہ

173 - The Speaker may put amendments in such order as he may think fit:

Provided that the Speaker may refuse to put an amendment which, in his opinion, is frivolous, inconsistent or meaningless or which has become infructuous.

اب یہ لاحاصل اور infructuous ہو گئی ہے۔ اب اس ترمیم کا کوئی فائدہ نہیں' کیونکہ ووٹ اسمبلی نے دے دیا ہے کہ الیکشن نہیں ہو گا۔ جب الیکشن نہیں ہو گا تو یہ ترمیم زیر بحث آ نہیں سکتی۔ 2 اور 3 کو یہ حذف کرنا چاہتے ہیں' اس لیے میرے نقطۂ نظر میں یہ ترمیم اب ایوان میں زیر بحث نہیں لائی جا سکتی۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: میاں منظور احمد موہل صاحب نے نشان دہی کی ہے اگر انہی کی بات کو اسی انداز سے لیا جائے کہ جس انداز سے یہ بتانا چاہ رہے ہیں۔ میں نے ایک ترمیم جو کلاز 1 میں دی تھی کلاز 2 میں اس کا ذکر کرتے ہوئے صرف ایک لفظ کے ساتھ یہ کہا تھا کہ اگر یہ کلاز 2 حذف ہو جاتی ہے تو اس سے کلاز 1 کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ تو چیئر نے اس پر یہ فیصلہ دیا تھا کہ جب تک کلاز پر بحث پوری نہیں ہو جاتی تب تک آپ اس کلاز کی کسی سب کلاز کے بارے میں فیصلہ نہیں کر سکتے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی موجودگی میں جناب میاں صاحب نے اپنے مؤقف کو دہرایا ہے۔ میں اپنی بات یہ کہہ کر مکمل کرتا ہوں کہ چونکہ بل پڑھا نہیں جاتا' اس لیے ہم اس میں غیر ضروری کلاز شامل کرتے ہیں۔ جب ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کلاز ضروری ہیں تب ہی وہ اس میں شامل کی جاتی ہے اور جب وہ شامل ہوتی ہیں تو اس پہ جب ہم clause by clause ذکر کرتے ہیں تو ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ مجلس قائمہ سے ہو کر آیا ہے اور اس نے یہ ضروری سمجھا ہے کہ یہ سب کلاز اسی طرح اس میں شامل ہونی چاہئیں۔ اس لیے میں میاں منظور احمد موہل صاحب سے گزارش کروں گا کہ چونکہ ہم clause-wise اس پر بات کر رہے ہیں۔ یہ کلاز ضروری سمجھی گئی تھی اس لیے یہ بل میں لائی گئی ہے اور اس پہ ہم نے ترامیم دی ہیں۔ اس لیے نہ ہی ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ غیر ضروری ہے اور نہ ہی ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ متعلقہ نہیں ہے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب والا! میں کورم کی نشان دہی کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: گنتی کی جائے۔ گنتی کی گئی کورم موجود ہے۔

میاں شہباز احمد: میں ملک صاحب سے کہوں گا کہ کورم کی نشان دہی سے پہلے گنتی کر لیا کریں۔ میں ان کے اس رویے کے خلاف بطور احتجاج واک آؤٹ کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! کورم کا پوائنٹ آؤٹ کرنا ہر معزز رکن کا حق ہوتا ہے' وہ کورم پوائنٹ آؤٹ کر سکتا ہے۔ موہل صاحب! جہاں تک مجھے بتایا گیا ہے کہ اس سے پہلے فیصلہ ہو چکا ہے' سپیکر صاحب نے ان کو ترامیم پیش کرنے کی اجازت دے دی تھی۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! وہ بات میں نے ہی صبح پوائنٹ آؤٹ کی تھی۔ یہ سیکرٹری صاحب جو مشورہ دے رہے ہیں اس میں یہی بات تو ہے کہ یہ بات کو سمجھ نہیں سکے کہ بات کیا ہے۔ میں نے یہ کہا تھا کہ کلاز پر بات ہونی ہے' اس پہ ووٹ لینا ہے۔ یہ تو ایک رخ بند ہوا ہے۔ میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ تھا کہ انہوں نے جو الیکشن کی بات کی ہے کہ ڈائرکٹر کا الیکشن' وہ منیجنگ ڈائرکٹر

کرائیں گے۔ یہ ان کی ترمیم ہے۔ اگر ان کی یہ ترمیم منظور ہو جاتی ہے پھر یہ ترمیم وہ یہاں رکھ سکتے تھے۔ اب جناب والا! ایوان نے اس پہ تو ووٹ دے دیا ہے کہ یہ نہیں ہو سکتی اور ایوان نے specifically کہہ دیا ہے کہ یہ نہیں ہو گی۔ وہ ان کی ترمیم خارج ہو گئی۔ یہ کلاز 1 کیسے آ جائے گی؟ اس بات سے میری یہ بات مختلف ہے۔ وہ اور بات کی رولنگ تھی۔ ابھی specific بات ہوئی نہیں تھی' ابھی اور ترمیم تھی۔ میں نے کہا تھا کہ ابھی ساری کی بات نہیں ہوئی۔ ابھی کلاز نمبر 4 رہتی ہے۔ یہاں بات وہ نہیں ہے یہاں انہوں نے خاص طور پر کہا ہے کہ کلاز 5-1 کے تابع re-election ہو۔ اگر ان کی یہ ترمیم کامیاب ہو جاتی تو پھر الیکشن ہوتا۔ جناب والا! اس پہ تو ان کو ووٹ ملا ہی نہیں ہے وہ ترمیم اسمبلی نے خارج کر دی ہے۔ جب وہ نہیں ہو سکتی تو یہ کیسے ہو سکتی ہے؟ میں اپوزیشن سے بھی یہ کہوں گا کہ وہ سمجھیں کہ میری بات ٹھیک ہے۔ ہمیں ہر بات ایمان داری سے کرنی چاہیے' کیونکہ ہم نے آنے والی نسلوں کے لیے مثالیں قائم کرنی ہیں کہ اس پہ کیا فیصلہ ہوا تھا اور کیا نہیں ہوا تھا۔ یہاں یہ نہیں کرنا چاہیے کہ یہ مخالف گروپ ہے' یہ اور گروپ ہے۔ میں دیانت داری سے کہتا ہوں کہ میں ہمیشہ وہی بات کرتا ہوں جو اپنی عقل اور اپنے خیال میں ٹھیک تصور کرتا ہوں۔ میں نے وزیر قانون کی اسی لیے مخالفت کی تھی کہ انہوں نے اس نکتے پہ بیان دیا' میں نے کہا یہ ٹھیک نہیں ہے اور سپیکر نے اس پہ رولنگ دی۔ اب جناب والا! وہ سپیچ نہیں ہے' اس پہ specifically reject کر دی ہے۔ اس لیے میں نے پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا تھا۔ اب رانا صاحب کی یہ ترمیم بنتی نہیں ہے۔

**ڈاکٹر محمد افضل اعزاز:** موبل صاحب نے جو نکتہ اعتراض اٹھایا ہے کہ کوئی معزز رکن کسی ایک کلاز کے بارے میں ترمیم پیش کرتا ہے اور پھر دوسری جگہ جا کر دوسری ترمیم پیش کرتا ہے تو اس صورت میں تو وہ مسترد ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر آپ غور سے دیکھیں تو سیریل نمبر 9 پہ رانا ثناء اللہ صاحب نے جو کچھ کہا ہے اس کے بعد سیریل نمبر 10 پہ جو کچھ کہا ہے وہ بالکل مختلف ہے۔ اس میں ساتھ انہوں نے proviso لگایا ہے اور اس میں سب کلاز کے بارے میں بھی انہوں نے ترمیم پیش کی ہے۔ اگر ایک ہی ترمیم کلاز 1 کے بارے میں دی گئی دوسری سب کلاز میں شامل ہوتی تو موبل صاحب کا نکتہ اعتراض جائز ہوتا۔

**جناب ڈپٹی سپیکر:** میں آپ سے معذرت کے ساتھ عرض کروں گا کہ ان کا پوائنٹ یہ ہے کہ۔

"---there shall be re-election as provided in sub-section

(1) of Section 5."

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: آپ آگے دیکھیے۔

"--- following Proviso be added and sub-clause (2) and (3) be deleted---"

اس میں انہوں نے ساتھ شامل کیا ہے۔ اگر وہیں تک رہتے تو پھر مومل صاحب کا پوائنٹ ٹھیک تھا۔ لیکن proviso کے ساتھ سب کلاز (2) اور (3) بھی آئی ہے۔

راجہ محمد بشارت: میں مومل صاحب کی بات کی تائید کرتے ہوئے عرض کروں گا کہ اگر ان دونوں ترامیم کو واضح طور پر پڑھ لیا جائے تو پھر مومل صاحب کی بات درست ثابت ہوتی ہے۔ پہلی ترمیم جو ایوان میں مسترد ہوئی ہے اور اس میں لکھا ہوا ہے کہ۔

"The members of the Board shall elect from amongst themselves a Managing Director by majority of votes.

اور جو اگلی ترمیم دی گئی ہے اس میں یہ لکھا ہے کہ۔

"Provided that the term of Office of the Managing Director shall be three years----"

اب جبکہ منیجنگ ڈائرکٹر الیکشن ہو کر منتخب ہی نہیں ہو گا تو اس کی terms of office کی بات کیسے ہو سکتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جناب وزیر قانون صاحب! آپ کا کیا ارشاد ہے؟

وزیر قانون: جناب والا! منظور مومل صاحب اور راجہ بشارت صاحب کا point of view صحیح ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب والا! اس میں میری گزارش یہ ہے کہ یہ جو Proviso ہے اس میں:

"Provided that the term of Office of the Managing Director shall be three years------ "

یہ تو آپ کا جو بل ہے اس میں دیا ہوا ہے۔ اس بل میں آپ دیکھیے اس بل میں اس کی terms تین سال ہے اس کے بعد دو سال مزید اضافہ کرنے کے لیے کہا گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ کہا گیا ہے کہ:

"Provided that the term of Office of the Managing Director shall be three years and in case of earlier removal or office becomes vacant, there shall be re-election as provided in sub-section (1) of Section 5.".

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تین سال کے لیے تو انہوں نے Bill original میں دیا ہے۔ راجہ صاحب! کیا original Bill میں Managing Director کی term تین سال ہے؟

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: اس میں الیکشن کا ذکر نہیں ہے۔ یہ جو original Bill ہے اس میں تین سال کی tenure ہے اور اسی کے بارے میں یہاں ذکر کیا گیا ہے۔

میاں منظور احمد موہل: جناب میں عرض کرتا ہوں کہ:

"..... in case of earlier removal, or office becomes vacant there shall be re-election as provided in sub-section (1) of Section 5."

الیکشن تو ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ Section 5 (1) تو ہم نے drop کر دیا ہے پھر وہ کہتے ہیں کہ اس کے مطابق وہ الیکشن ہو گا۔ تین سال کی بات نہیں ہے۔ یعنی اگر کسی وجہ سے اس کا آفس ختم ہو جاتا ہے یا کسی اور وجہ سے وہ remove ہو جاتے ہیں تو پھر کیا بات بنے گی؟ وہ کہتے ہیں کہ پھر ان کا الیکشن ہو گا۔ لیکن اس کو تو ہم نے ختم کر دیا ہے اس کے خلاف ووٹ دے دیا ہے۔ لہٰذا اس پر بحث نہیں ہو سکتی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جس point پر آپ زور دے رہے ہیں وہ یہی آخر والا ہے۔ اس کی اگر تھوڑی سی وضاحت ڈاکٹر صاحب یا قائد حزب اختلاف فرما دیں رہ نمائی کے لیے تو زیادہ مناسب ہو گا۔

رانا اکرام ربانی: جناب والا! mover نے جو ترمیم پیش کی ہے اگر انہیں یہ موقع فراہم کیا جائے کہ وہ اپنی ترمیم کی وضاحت کر سکیں تو بہتر ہو گا۔ اور اس سے پہلے جیسا کہ میں سمجھ سکا ہوں کہ سپیکر صاحب کی موجودگی میں کوئی understanding اس قسم کی ہوئی تھی کہ یہ amendments take up کی جائیں گی۔ لہٰذا میرے خیال میں یہی مناسب ہو گا کہ mover خود ہی اس کی وضاحت کر دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اصل میں یہ ایک technical point ہے اور میں اس بارے میں آپ کی رہ

نمائی چاہتا ہوں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! جو اصل معاملہ ہے اسے کوئی بھی نہیں سمجھ سکا۔ معاملہ یہ ہے کہ میرے محترم بھائی منظور موہل صاحب نے آج صبح صبح وزیر قانون صاحب کی ایک واضح بات کو negate کر دیا۔ اب آخر انہوں نے بھی واپس گھر جانا ہے' اس لیے انہیں اتنا موقع ملنا چاہیے تھا۔ ان کی بات ہو گئی ہے۔ اس کے بعد اب وہ اطمینان سے بیٹھے ہیں لہٰذا مجھے اجازت دی جائے کہ میں اس پر بات کروں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! آپ تھوڑی سی اس کی وضاحت بھی فرما دیں جو انہوں نے point out کیا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! انہوں نے point out تو یہ کیا ہے کہ ہمیں مثالیں قائم کرنی ہیں اور ایک مثال انہوں نے بھی قائم کی ہوئی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں' ایسا نہیں ہے۔ انہوں نے جس نکتہ کو اٹھایا ہے اگر آپ تھوڑا سا اس کا جواب بھی دیں تو مناسب ہو گا۔

رانا ثناء اللہ خان: میرے محترم بھائی جس انداز سے میری طرف دیکھ رہے ہیں اس کو دیکھتے ہوئے میں بات زیادہ آگے نہیں بڑھانا چاہتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اگر وہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں تو آپ بھی ان کو کوئی اشارہ کر دیں تاکہ وہ بھی مطمئن ہو جائیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میرے خیال میں وہ مطمئن ہیں۔ اگر وہ مطمئن نہ ہوتے تو اٹھ کھڑے ہوتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اگر موہل صاحب مطمئن ہیں تو آپ ارشاد فرمائیے۔

رانا ثناء اللہ خان: شکریہ' جناب سپیکر۔ جناب سپیکر! اس amendment کے ذریعے سے میں نے یہ گزارش کی ہے' یہ تجویز کیا ہے کہ اگر Managing Director کا earlier removal ہو جائے تو اس کو re-elect کیا جائے اور اس کی term of office تین سال ہونی چاہیے۔ جناب سپیکر! یہ درست ہے کہ اس سے پہلے الیکشن سے متعلقہ ایک amendment پر ایوان کی رائے آ چکی ہے۔ لیکن ہم مسلمان ہیں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ حق بات' جائز بات کو کہتے رہو اور بار بار کہتے رہو۔ کیونکہ کوئی پتہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کس لمحے کسی کو ہدایت دے دے۔ تو

جناب سپیکر! میں اس بات سے قطعی مایوس نہیں ہوں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں حق اور سچی بات جو ہے وہ بار بار کہنی چاہیے۔

(اس مرحلے پر رانا اکرام ربانی صاحب نے بیٹھے بیٹھے کہا "او بے ہدایتیو")۔

شیخ محمد طاہر رشید: یہ معزز قائد حزب اختلاف تھیٹر میں بیٹھے ہیں یا تھیٹر سے ہو کر آئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔

(قطع کلامیاں)

شیخ صاحب آپ تشریف رکھیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: ان کی ہدایت کے بارے میں ہمیں علم ہے یہ تو زنانہ ہدایت پر چل رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! آپ براہ کرم تشریف رکھیں۔

محترمہ بیگم فوزیہ بہرام: جناب سپیکر! مجھے اس بات پر بڑا سخت اعتراض ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ یہ زنانہ ہدایت پا رہے ہیں۔ میں عورت ہوں' یہاں بیٹھی ہوں اور میں نے تو کبھی بھی ان کو یہ نہیں کہا کہ وہ اس قسم کی بات کریں۔ البتہ وہ ہاؤس سے باہر کسی سے زنانہ ہدایت پا رہے ہوں تو میں نہیں کہہ سکتی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بیگم صاحبہ' آپ تشریف رکھیں۔ رانا ثناء اللہ صاحب' آپ ارشاد فرمائیے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں پھر وہی بات کروں گا کہ میں نے بات تو کی تھی ہدایت کی۔ جناب سپیکر! بے ہدایتو والی بات پر پھر وہی چور کی داڑھی میں تنکا کسی کو اس پر اعتراض نہیں ہوا لیکن ان کو اس پر اعتراض ہوا۔ جہاں تک آپ نے فرمایا ہے کہ وہ قائد حزب اختلاف کی عزت کریں' تعظیم کریں۔ جناب والا! انہوں نے تو کبھی اپنے بڑوں کی عزت نہیں کی۔ قائد حزب اختلاف کی وہ کیا عزت کریں گے؟ جناب سپیکر! میں اور میرے باقی دوست اور ساتھی قطعاً اس بات میں مایوس نہیں ہیں اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ حق بات' جائز بات کو بار بار' بار بار کرتے رہیں کیونکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اور اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق یہ کسی وقت بھی اثر کر سکتی ہے۔ جناب والا! یہ انسانی رویے ہیں اور یہ جو ضمیر ہے یہ کسی وقت بھی جاگ سکتا ہے۔ اس پر قطعاً کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں نہ وقت کی اور نہ ہی کسی جبر کی۔ جناب سپیکر! ایسا ہوا ہے کہ بہت سے لوگوں کا ایک لمبے عرصے تک استحصال ہوتا رہا اور غلط بات پر انہیں مجبور کیا جاتا رہا۔ لیکن پھر ایک دم انہیں اللہ تعالیٰ نے طاقت دی اور انہوں نے اپنے ضمیر کے مطابق بات کی۔ تو میں پھر یہی کہوں گا

کہ یہ کروڑوں اور اربوں روپے کا معاملہ ہے۔ یہ اس قوم کی بہتری اور صحت سے متعلقہ اہم معاملہ ہے۔ اس فاؤنڈیشن یا ان فنڈز کو reguiate کرنے کے لیے' چلانے کے لیے جو ادارہ ہے جسے بورڈ آف ڈائرکٹرز کہا جاتا ہے اس میں ان کی مرضی کے nominate کیے ہوئے لوگ نہیں آنے چاہئیں۔ ایسا کرنے سے لوٹ کھسوٹ ہو گی' ایسا کرنے سے قومی نقصان ہو گا بہتر یہی ہے کہ اس کا Managing Director بھی الیکشن کے ساتھ آئے۔ اگر removal ہو تو پھر اس کا re-election ہو۔ اور بورڈ کے ممبران بھی جس طریقے سے ہم نے عرض کیا ہے اسی طریقے سے elect ہو کر آئیں تاکہ وہ ذمہ دار لوگ ہوں اور وہ پیچھے اپنے حلقے میں' اپنے ضلع میں' اپنے ڈویژن میں کسی کو جواب دہ اور یہاں آ کر وہ اپنی بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کر سکیں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی لاء منسٹر صاحب:

وزیر قانون: جناب سپیکر! جیسا کہ منظور مومل صاحب نے بھی اس بارے میں فرمایا ہے کہ یہ contradiction ہے۔ تین سال کی مدت میں جو آفس خالی ہو گا پھر اس کا الیکشن ہو گا۔ الیکشن والی بات تو پہلی ترمیم میں ختم ہو چکی ہے۔ منظور مومل صاحب اور راجہ بشارت صاحب کی بات ٹیکنیکلی درست تھی' لہٰذا یہ کسی بھی لحاظ سے قابل پزیرائی نہیں۔ اس کے لیے تین سال کی مدت رکھی گئی ہے اور ایک سال کی مدت extension کی رکھی گئی ہے اور زیادہ سے زیادہ اس کی مدت پانچ سال رکھی گئی ہے اور ان کی جو تجویز ہے کہ الیکشن کرایا جائے۔ چونکہ یہ پہلے مسترد ہو چکی ہے لہٰذا اس پر مزید ترمیم کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس لیے اسے مسترد فرمایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ایوان کی کارروائی کا وقت پانچ منٹ بڑھایا جاتا ہے۔

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment moved and the question is :-

> That in sub-clause (1) of Cluase 5 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the full-stop appearing at the end be replaced by a colon and the following Proviso be added and sub-clause (2) and (3) be deleted, namely:-
>
> "Provided that the term of Office of the Managing

Director shall be three years and in case of earlier removal, or office becomes vacant, there shall be re-election as provided in sub-section (1) of Section 5."

(The motion was lost)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب اجلاس کی کارروائی کل صبح 9 بجے تک کے لیے ملتوی کی جاتی ہے۔

# صوبائی اسمبلی پنجاب

## (صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس)

جمعرات 29۔ اکتوبر 1992ء

(پنج شنبہ 2۔ جمادی الاول 1413ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں صبح 9 بج کر 47 منٹ پر منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝

سورۃ المطففین آیات 4 تا 13

کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ اٹھائے بھی جائیں گے ○ (یعنی) ایک بڑے (سخت) دن میں ○ جس دن (تمام) لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے ○ سن رکھو کہ بدکاروں کے اعمال سجین میں ہیں ○ اور تم کیا جانتے ہو کہ سجین کیا چیز ہے ○ ایک دفتر ہے لکھا ہوا ○ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے ○ (یعنی) جو انصاف کے دن کو جھٹلاتے ہیں ○ اور جھٹلاتا وہی ہے جو حد سے نکل جانے والا گناہ گار ہے ○ جب اس کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے یہ تو اگلے لوگوں کے افسانے ہیں ○

وما علینا الا البلاغ ○

# مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر: تحریک استحقاق نمبر11 جو چودھری محمد حنیف صاحب کی ہے کافی عرصے سے مؤخر چلی آ رہی ہے' وزیر مال صاحب آج ایک ذاتی مجبوری کی وجہ سے نہیں آ سکے ان کے عزیزوں میں سے کسی کی فوتیدگی ہو گئی ہے۔ اجلاس کا علم نہیں ہے کہ کب تک جاری رہتا ہے یا تو آج گورنمنٹ اس اجلاس کو prorogue کرنا چاہے گی یا پھر اس week end کے بعد شاید قانون سازی کے لیے دو چار روز گورنمنٹ چاہے کہ اس اجلاس کو چلایا جائے۔ اس دوران اگر اجلاس prorogue ہو جاتا ہے تو پھر یہ 11 نمبر تحریک استحقاق lapse نہیں کرے گی' یہ مؤخر رہے گی کیونکہ وزیر موصوف کے تشریف نہ لانے کی وجہ سے اس کو dispose of نہیں کیا جا سکتا لہٰذا میں اس تحریک استحقاق کو مؤخر رکھتا ہوں۔

میاں منظور احمد موہل: جناب سپیکر! جیسا کہ آپ نے ابھی ابھی فرمایا ہے کہ ابھی اجلاس کا پتہ نہیں ہے کہ شاید آج prorogue ہو جائے گا یا اگلے ہفتے prorogue ہو گا۔ جناب والا! اس سلسلے میں میری استدعا یہ ہے اور میں نے اپنے ساتھ ہی بھائیوں کی sense بھی دیکھی ہے وہ یہ چاہتے ہیں کہ اجلاس آج ہی prorogue ہو جانا چاہیے اور میرے خیال میں جو قانون سازی کا بزنس ہے وہ بھی میرے خیال میں آج ختم ہو جائے گا۔ Tenancy Bill میں کسی کی ترمیم ہی نہیں ہے یہ بھی پاس ہو جائے گا۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب سے بھی میری بات ہوئی ہے وہ بھی اس بات کے حق میں ہیں کہ دور دراز جا کر پھر دو یا تین روز کے لیے آنا ممبران کے لیے بڑا مشکل ہوتا ہے۔

جناب سپیکر: درست ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب والا! اس سلسلے میں میری رائے یہ ہے کہ اگر اسمبلی کے پاس بزنس ہے پھر تو جواز بنتا ہے کہ اس اجلاس کو prolong کیا جائے اور دو تین دن کے لیے اجلاس بڑھا دیا جائے۔ لیکن جہاں تک قانون سازی کا تعلق ہے آج ہیلتھ فاؤنڈیشن بل بھی پاس ہو جائے گا اور اس کے بعد Tenancy Bill ہے اس میں ایک چھوٹی سی ترمیم ہے وہ بھی انشاء اللہ آج پاس ہو جائے گا۔ لہٰذا اس کے بعد کوئی قانون سازی بھی نہیں ہے اور ایسا کوئی خاص بزنس بھی نہیں جس کے لیے صرف دو دن کے لیے اجلاس کو بڑھا دیا جائے۔

آوازیں: کو آپریٹو بل موجود ہے۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! ایسی بات نہیں ہے کہ ہمارے پاس بزنس موجود نہیں ہے۔ بزنس ہمارے پاس اور بھی ہے آج کی لسٹ آف بزنس میں ہے۔

The Punjab Undesirable Cooperative Societies (Dissolution) Bill, 1992.

لسٹ آف بزنس میں موجود ہے لہٰذا ایسی بات نہیں ہے کہ ہمارے پاس بزنس موجود نہیں ہے لیکن اس کے باوجود یہ معزز ایوان کی رائے پر منحصر کرتا ہے ان کی رائے کیا ہے اگر آپ کی رائے ہو کہ آج اس کو prorogue ہو جانا چاہیے تو پھر میں بھی گورنمنٹ کو مشورہ دوں گا کہ آج ہی اجلاس prorogue ہو جائے اور اگر آپ چاہتے ہیں کہ ابھی اجلاس کو مزید چلایا جائے تو اس کو مزید اگلے ہفتے چلایا جا سکتا ہے۔ لیکن جیسا کہ میاں منظور احمد موہل صاحب نے کہا ہے اور میں نے بھی یہ محسوس کیا ہے کہ ممبرز کی یہ رائے ہے کہ اجلاس کافی لمبا ہو گیا ہے اور ابھی تک ان کے حلقہ جات میں relief measures بھی جاری ہیں' سیلاب کے بعد rehabilitation کا کام بھی جاری ہے اور پھر خریف کی فصل بھی تیار ہے' جو لوگ rural areas سے آئے ہیں ان کی دہان کی فصل' کپاس کی فصل یہ ساری ابھی برداشت ہو رہی ہے۔

by and large معزز اراکین واپس اپنے گھروں کو جانا چاہتے ہیں۔ اسی سلسلے میں' میں نے یہ بات کی تھی۔ آپ کا اندازہ درست ہے کہ غالب امکان یہ ہے کہ جو قانون سازی آج ایجنڈے پر ہے یہ آج نکل جائے۔ تحریک استحقاق نمبر 19 چودھری محمد حنیف صاحب کی ہے' یہ وزیر اطلاعات ملک سلیم اقبال صاحب اور چودھری محمد حنیف صاحب کے مابین ہے۔ انہوں نے کہا تھا کہ ہم اس مسئلے کو resolve کر لیں گے' مجھے امید ہے کہ

By this time they might have resolved the issue.

چودھری اصغر علی گجر صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 35 ہے۔ وہ تشریف نہیں رکھتے ہیں کل بھی وہ اصرار کر رہے تھے کہ میری تحریک استحقاق کو ٹیک اپ کیا جائے۔ لیکن آج وہ تشریف نہیں لائے۔ پھر آج تو یہ lapse کر جائے گی اب اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس کے بعد میاں محمود الرشید صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 43 ہے۔ اس کو میاں صاحب بعد میں ٹیک اپ کر لیں گے کیونکہ وزیر قانون صاحب تشریف نہیں رکھتے۔

میاں محمود الرشید: ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: ابھی میرے خیال میں وہ آ جائیں گے اس کے بعد اس کو ٹیک اپ کر لیں گے۔ ملک اقبال احمد خان لنگڑیال صاحب کی بھی ایک تحریک استحقاق ہے۔ ملک صاحب تشریف رکھتے ہیں؟ (تشریف نہیں رکھتے) رانا صاحب ملک صاحب کی تحریک استحقاق تو پھر آج lapse کر جائے گی۔

رانا اکرام ربانی: جناب والا! ملک اقبال احمد خان لنگڑیال صاحب اپنی اس تحریک استحقاق کو ہاؤس میں پیش کرنے کے لیے بڑے سنجیدہ تھے ضرور کوئی خاص بات ہو گی جو ابھی تک وہ ہاؤس میں تشریف نہیں لائے۔

جناب سپیکر: جی ہاں' تھوڑی دیر دیکھ لیتے ہیں شاید وہ اس دوران ہاؤس میں تشریف لے آئیں۔

رانا اکرام ربانی: ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: ملک سلیم اقبال صاحب! آپ کی وجہ سے ہم نے آج بھی چودھری محمد حنیف صاحب کی تحریک استحقاق کو مؤخر کیا ہے۔ آپ کے اور ان کے درمیان کوئی معاملات طے ہو گئے ہیں؟

وزیر اطلاعات و ثقافت: جناب والا! اس سلسلے میں بات چیت تو ہو گئی ہے آپ نے اس دن فرمایا تھا کہ میں بھی موجود ہوں گا تو اس مسئلے کو حل کریں گے۔ آج تو میں نے بھی اپنے حلقے میں جانا ہے تو پھر اس کو اتوار کو دیکھیں گے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ لیکن اس تحریک استحقاق کو تو آج one way or the other اس کو آج decide کرنا ہو گا' کیونکہ اس بات کا امکان ہے کہ اجلاس آج غیر معینہ عرصے کے لیے ملتوی ہو جائے۔

وزیر اطلاعات و ثقافت: جناب والا! میں پھر اس سلسلے میں ابھی رابطہ قائم کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! آپ کا کیا خیال ہے؟

چودھری محمد حنیف: ٹھیک ہے جی مل کر ہم اسے حل کر لیں گے۔

وزیر اطلاعات و ثقافت: جناب والا! جیسا بھی ہوا ہم آپس میں بیٹھ کر اس مسئلے کو حل کر لیں گے۔

جناب سپیکر: ملک صاحب! اس تحریک استحقاق کو ہم accordingly disposed of تصور کریں؟ پھر اس کو dispose of تصور کرتے ہیں اور آپ آپس میں بیٹھ کر معاملات کو طے کر لیں۔

وزیر اطلاعات و ثقافت: ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: تو یہ تحریک استحقاق جو ہے اس کو پھر accordingly disposed of تصور کرتے

ہیں۔ اور آپ آپس میں بیٹھ کر معاملات کو طے کر لیں۔ ڈاکٹر ممتاز علی چودھری صاحب کی تحریک استحقاق نمبر45 ہے۔

ڈاکٹر ممتاز علی چودھری: جناب والا! شاید منسٹرار یگیشن تشریف نہیں لائے۔

جناب سپیکر: یہ منسٹرار یگیشن سے متعلق ہے۔

ڈاکٹر ممتاز علی چودھری: ہاں جی۔ جناب والا! اجازت ہے؟

جناب سپیکر: جی' ڈاکٹر صاحب! آپ پیش کریں۔

## ایم پی اے کی مداخلت کے باوجود محکمہ واپڈا کی طرف سے شہریوں کو پینے کا پانی مہیا کرنے والے لفٹ پمپ کی بجلی کاٹنے کا نوٹس

ڈاکٹر ممتاز علی چودھری: جناب والا! میں مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا۔ میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں۔ جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ میرے حلقہ نیابت پی پی 156 میں ون اے ایل (1AL) نہر جو کہ چالیس دیہات کو سیراب کرتی ہے۔ اور اس سے پینے کے لیے پانی بھی مہیا ہوتا ہے۔ اور لاکھوں انسان اس نعمت سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔ اس پر بجلی کے پمپ نصب ہیں۔ جن سے پانی لفٹ کر کے مہیا کیا جاتا ہے۔ جس کا سالانہ 84 لاکھ روپے بجلی کا بل محکمہ آب پاشی کے ذمہ واجب الادا ہے۔ بل ادا نہ کرنے کی وجہ سے محکمہ واپڈا نے disconnection کے نوٹس جاری کیے ہیں۔ اور دو دفعہ محکمہ واپڈا کے آدمی عملی طور پر کنکشن کاٹنے کے لیے آئے ہیں۔ مگر بروقت پتا چل جانے کی وجہ سے میں نے ان کو ذاتی طور پر کنکشن منقطع نہ کرنے کے لیے کہا مگر قوی خدشہ ہے کہ میری عدم موجودگی میں کسی وقت بھی وہ اس کنکشن کو منقطع کر سکتے ہیں۔ جناب والا! اس کنکشن کے منقطع ہونے کے باعث نہ صرف ہزاروں ایکڑ اراضی متاثر ہو گی بلکہ لاکھوں انسان بھی پینے کے پانی سے محروم ہو جائیں گے۔ اور علاقہ میں ایک افراتفری کا عالم برپا ہو جائے گا۔ لوگوں نے ابھی سے مجھ پر کئی ایک اعتراضات کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ اگر خدانخواستہ انتظامی نااہلی کے باعث کنکشن کاٹ دیا گیا تو میری حیثیت بطور ایم پی اے کافی متاثر ہو گی۔ لہٰذا اس تحریک کو فوری طور پر استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے جو مکمل تحقیقات کر کے دو ماہ کے اندر اپنی رپورٹ تیار

کر کے ایوان میں پیش کرے۔

جناب سپیکر: تو ڈاکٹر صاحب! کیا آپ اس پر مختصر بیان دینا چاہتے ہیں؟

ڈاکٹر ممتاز علی چودھری: جناب والا! میں نے یہ عرض کیا ہے کہ میرے حلقہ میں واپڈا کا ایک لفٹ سسٹم ہے جو کہ نہر پر پمپ کی صورت میں نصب ہے۔ اس سے میرے علاقہ کے لوگوں کو پانی مہیا کیا جاتا ہے۔ واپڈا کو بجلی کا بل ادا نہ کرنے کی صورت میں میرے حلقہ کے لوگ پانی کی نعمت سے محروم ہو جائیں گے۔ اس سے انسان اور جانور پانی پیتے ہیں۔ میں نے محکمہ واپڈا سے عرض کیا تو انہوں نے میری درخواست پر دو ماہ کے لیے کنکشن نہیں کاٹا۔ لیکن اب مجھے انہوں نے اگلے دن ہی دوبارہ نوٹس دیا ہے کہ محکمہ آب پاشی بجلی کا بل ادا نہیں کرتا۔ اس لیے یہ اب محکمہ کی طرف سے پریشرائز ہو گیا ہے اور ہم یہ کنکشن کاٹنے پر مجبور ہیں۔ میں نے اس سلسلے میں ایک دو مرتبہ محکمہ انہار کے افسران سے رابطہ کیا۔ لیکن انہوں نے کسی قسم کا کوئی response نہیں دیا۔ میری استدعا ہے کہ اس کو فوری طور پر ٹیک اپ کیا جائے۔

جناب سپیکر: تو یہ محکمہ واپڈا سے اور ارگیشن سے متعلق ہے؟

ڈاکٹر ممتاز علی چودھری: یہ ارگیشن سے متعلق ہے۔

جناب سپیکر: تو منسٹر ارگیشن آج تشریف نہیں لائے ہیں۔

ڈاکٹر ممتاز علی چودھری: یہ پارلیمانی سیکرٹری ارگیشن تشریف لائے ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر: جی' پارلیمانی سیکرٹری ارگیشن!

پارلیمانی سیکرٹری ارگیشن: جناب والا! ابھی اس پر جواب موصول نہیں ہوا' جب جواب موصول ہو گا تو جواب دے دیا جائے گا۔

جناب سپیکر: تو پھر یہ جواب اگلے سیشن میں موصول ہو گا۔

پارلیمانی سیکرٹری ارگیشن: سیلاب کی وجہ سے مصروفیت رہی ہے۔

جناب سپیکر: یہ آخری تحریک استحقاق ہے۔ سارے اجلاس کی کارروائی کے آخر میں یہ تحریک استحقاق نمبر 45 ہے۔

آوازیں: جواب بھی آخری ہے۔

جناب سپیکر: جواب بھی آخری ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری ارگیشن: تھوڑا سا موقع دیں جی' جواب بھی آجائے گا۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں انتصار حسین بھٹی صاحب ہمارے ایسے پارلیمانی سیکرٹری صاحب ہیں کہ انہوں نے کبھی کبھار یہ بات کی ہے ان کی بات کا احترام کرنا چاہیے۔ کیوں' ڈاکٹر صاحب؟ یہ مسئلہ منسٹرار یگیشن' بھٹی صاحب' آپ اور میں بیٹھ کر ہم اس مسئلے کو حل کر لیں گے۔ تو اب بھٹی صاحب کی بات کو honour کریں۔

ڈاکٹر ممتاز علی چودھری: اسے اتوار تک پینڈنگ کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: تو ٹھیک ہے جیسے آپ فرماتے ہیں۔ اتوار تک اس کو پینڈنگ کر لیتے ہیں اور مسئلہ حل کر لیتے ہیں۔

ڈاکٹر ممتاز علی چودھری: مہربانی' جناب والا!

جناب سپیکر: ویسے اس دوران مسئلہ حل ہو جائے گا۔ تو میاں محمود الرشید صاحب کی تحریک استحقاق کو ٹیک اپ کر لیں۔

## تحریک التوائے کار کے جواب میں وزیر کی جانب سے غلط معلومات کی فراہمی

میاں محمود الرشید: بسم اللہ الرحمٰن الرحیمO میں حال ہی میں وقوع ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں۔ جو اسمبلی کی فوری دخل انداز کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ میں نے اسمبلی میں تحریک التوائے کار نمبر31 فیصل ٹاؤن میں سرکاری افسران کی محفل رقص و سرور کے بارے میں ایوان میں مورخہ 1992ء۔10۔11 کو پیش کی تھی۔ جس کے جواب میں وزیر قانون نے 1992ء۔۔10۔14 کو یہ کہا تھا کہ یہ معاملہ subjudice ہے۔ حالانکہ حقائق اس کے بالکل برعکس ہیں۔ وزیر قانون نے جان بوجھ کر اسمبلی میں صحیح جواب نہ دیا ہے۔ اور ان اوباش اور عیش و عشرت کے دلدادہ افسران کے نام صیغہ راز میں رکھے ہیں۔ جس سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ میری استدعا ہے کہ میری یہ تحریک منظور کر کے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب والا! شہر لاہور میں بہت عرصے کے بعد 17 اکتوبر 1992ء کو بڑے بڑے سرکاری افسر read handed پکڑے جاتے ہیں۔ اور وہاں پر 17 بوتل شراب' 6 رقاصائیں' ناچنے گانے والی عورتیں' 11 سی ایس پی پولیس کیڈر کے افسران'

جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ کی اس تحریک استحقاق کا subject matter یہ ہے کہ لاء منسٹر

صاحب نے درست بات نہیں کی۔ تو اس کے بارے میں آپ بات کیجئے کہ لاء منسٹر کے خلاف آپ تحریک استحقاق کو پریس کرنا چاہتے ہیں۔

میاں محمود الرشید: گزارش یہ ہے کہ بات صرف اتنی ہے کہ لاء منسٹر صاحب کو اس انداز سے defend کرنا ہی نہیں چاہیے تھا۔ میں تو انہیں احساس دلوانا چاہتا ہوں کہ ایک معاملہ جب ہاؤس میں آتا ہے۔ اور عوام کا ایک معزز نمائندہ وہ معاملہ یہاں پر لے کر آتا ہے۔ اور وہ ان culprits کے بارے میں اپنے آپ کو سرکاری افسران کہتے ہیں اور پاکستان کو لوٹ کر کھا گئے ہیں۔ وہ بیوروکریٹس' ان کا اصل چہرہ عوام کے سامنے آنا چاہیے۔ معاملہ تو اتنا تھا' کہ وہ گندے لوگ' جو زانی تھے' شرابی تھے' بدکار تھے' اور وہ رات بھر وہاں پر رہے۔ فیصل ٹاؤن اے بلاک محلے کے پانچ سو آدمیوں نے اس کوٹھی کو گھیرے میں رکھا۔ اس بارے میں میں چاہتا تھا کہ یہ ان افسران کے نام بتا دیں۔ یا یہ اتنا بتا دیں کہ حکومت اس کے بارے میں کتنی سنجیدہ ہے اور کیا ایکشن لیا جا رہا ہے۔ لیکن وزیر موصوف نے یہ کہہ دیا کہ معاملہ subjudice ہے۔ جناب والا! میں کہتا ہوں کہ یہ اتنا جھوٹ اور زیادتی ہے۔ اتنا serious واقعہ ہے اس کے بارے میں اس طرح کی بات کہہ کر اس معاملے کو rule out کروا دیا جائے۔ بات سیدھی سی ہے۔ دو افراد' ایک امجد جو اس کوٹھی کا مالک ہے اور ایک نذر شہباز' ان کے بارے میں پرچہ کٹا۔ اور اگر معاملہ subjudice ہے بھی تو ان دو افراد کو ایف آئی آر میں pin point کیا گیا ہے۔ میں تو ان کا ذکر ہی نہیں کر رہا کہ امجد کون تھا یا نذر شہباز کون ہے اور وہ کیا ہے۔ میں تو یہ ذکر کر رہا ہوں کہ وہاں جو واقعہ ہوا اس واقعے میں ڈی سی لاہور کو چیف سیکرٹری نے کہا کہ اس پر فوری طور پر رپورٹ تیار کی جائے اور انکوائری کی جائے۔ اے سی ماڈل ٹاؤن نے انکوائری رپورٹ تیار کی۔ اس میں ان تمام افسران کے' ان کالی بھیڑوں کے نام درج ہیں اور اس میں ان کا موجودہ status اور سروس وغیرہ سب کچھ درج ہے۔ تو وزیر موصوف کو یہ کہنے کے بجائے ان culprits کے نام یہاں ایوان میں بتانے چاہیے تھے کہ یہ وہ کالی بھیڑیں ہیں اور ان کے بارے میں حکومت بڑی سنجیدہ ہے اور ہم ایکشن لے رہے ہیں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے جی' لا منسٹر صاحب!

وزیر قانون: جناب سپیکر! میرے فاضل بھائی میاں محمود الرشید صاحب کی طرف سے ایک تحریک التواء اس ایوان میں آئی۔ میں نے اس پر ان کی خدمت میں یہ گزارش کی تھی کہ اس سلسلے میں باقاعدہ کیس رجسٹر کیا گیا ہے۔ تفتیش کے بعد جو لوگ ملزم پائے گئے ان کے چالان عدالت میں بھیج

دیے گئے ہیں اور اس لحاظ سے یہ معاملہ subjudice ہے۔ جناب والا! میں اس سلسلے میں یہی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ میرے فاضل بھائی نے یہ فرمایا ہے کہ میں نے اس سلسلے میں حقائق کی کوئی پردہ پوشی کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن وہ خود فرما رہے ہیں کہ اس سلسلے میں چیف سیکرٹری صاحب کوئی انکوائری کروا رہے ہیں۔ خود ہی اپنے فرمان کی تھوڑی سی contradiction بھی فرما رہے ہیں۔ جن لوگوں کے خلاف criminal cases بنتے تھے ان کا چالان عدالت میں چلا گیا۔ وہ خود ہی فرما رہے ہیں کہ اس کا نوٹس لیا گیا اور اس کی انکوائری ہو رہی ہے۔ جناب والا! تحریک التوائے کار کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ایک رونما واقعے کو حکومت کے نوٹس میں لانا ہے۔ وہ خود ہی فرما رہے ہیں کہ criminal case بھی رجسٹر ہوا ہے اور اس کی انکوائری بھی ہو رہی ہے۔ اس کے علاوہ مزید یہ کیا چاہتے ہیں؟ میں تو سمجھتا ہوں کہ اس سلسلے میں حکومت cognizant ہے۔ حکومت نے اس سلسلے میں criminal side پر جو کارروائی ہونی تھی وہ بھی کی ہے اور ایڈمنسٹریٹو سائیڈ پر جو مناسب کارروائی تھی وہ بھی حکومت کر رہی ہے۔ میں فاضل بھائی کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ وہ مہربانی کریں گے اور اپنی اس تحریک استحقاق کو پریس نہیں فرمائیں گے۔ ان کا نقطہ نظر کافی حد تک ایوان کے نوٹس میں آ چکا ہے اور ان کے حلقہ انتخاب کے عوام کے نوٹس میں بھی آ چکا ہے کہ اس معاملے کو انہوں نے انتہائی سنجیدگی سے لیا ہے۔ شکریہ۔

**میاں محمود الرشید:** جناب سپیکر! میں وزیر موصوف کی اس یقین دہانی پر اس کو پریس نہیں کروں گا۔ اس بارے میں انہوں نے جو بھی یقین دہانی ایوان میں کروائی ہے گو اب بھی وہ مصر ہیں اور وہ نام نہیں بتا رہے کہ وہ کون لوگ ہیں۔ میرا معاملہ بالکل اور ہے۔ میں یہی کہہ رہا ہوں کہ جب انکوائری رپورٹ آ گئی تو وہ رپورٹ ہاؤس میں لانے میں حرج کیا ہے؟ اگر پنجاب کے عوام کے سب سے مقتدر ادارے کے سامنے ان لوگوں کے نام نہیں آ سکتے تو پھر کون سا امر رپورٹ پیش کرنے یا ان کے نام پیش کرنے میں مانع ہے؟ یا تو وہ افسران اتنے power ful ہیں کہ پوری حکومت کو انہوں نے روک دیا ہے کہ ان کا نام سامنے نہ آئے۔ وہ علاقہ پڑھے لکھے لوگوں کا ہے۔ وہاں بہت زیادہ بے چینی ہے اور اس معاملے پر حکومت کے بارے میں ناپسندیدگی ہے۔

**جناب سپیکر:** شکریہ۔ اب آپ نے فرما دیا ہے کہ وزیر قانون صاحب کی یقین دہانی پر آپ اس کو پریس نہیں کرتے۔

**میاں محمود الرشید:** ان کی اس یقین دہانی پر کہ ان افسران کو قرار واقعی سزا دلوائی جائے گی اور ان

کے خلاف سخت ترین کارروائی کی جائے گی۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ تو میاں صاحب اس کو پریس نہیں فرماتے۔ ملک اقبال احمد خان لنگڑیال صاحب تشریف نہیں لائے۔ ان کی تحریک استحقاق lapse کر جائے گی---- (اس مرحلہ پر ملک اقبال احمد خان لنگڑیال ایوان میں تشریف لے آئے) ہے۔ اگرچہ آپ کی عدم موجودگی میں ابھی ایک سیکنڈ پہلے میں نے کہا ہے کہ یہ lapse کر جائے گی لیکن میں اس کو revise کرتا ہوں۔ اس لیے کہ یہ آپ کی آخری تحریک استحقاق ہے۔ شاید آج ہاؤس prorogue ہو جائے۔ آپ کی تحریک استحقاق کو ٹیک اپ کرنے کی اجازت ہے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: شکریہ' بہت مہربانی۔

جناب عادل شریف گل: نکتہ وضاحت۔

جناب سپیکر: ارشاد فرمایئے۔

جناب عادل شریف گل: جناب سپیکر! جناب اقبال لنگڑیال صاحب تشریف نہیں لائے تھے اور آپ نے کہا تھا کہ جب ہاؤس میں آ جائیں تو اپنی تحریک پیش کریں۔ ابھی وہ ہاؤس میں موجود تھے' آپ کی نظر ان پر نہیں پڑی اور آپ نے کہا کہ ان کی تحریک lapse ہو جائے گی اور آپ نے lapse قرار دے دی۔ اس کے بعد آپ نے کہا کہ میں اس کو revise کرتا ہوں۔ میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ آپ اپنے فیصلے کو revise کر سکتے ہیں؟

جناب سپیکر: جی' کیوں نہیں کر سکتا؟

جناب عادل شریف گل: شکریہ' جناب سپیکر!

جناب سپیکر: ملک صاحب ہاؤس میں آ چکے تھے۔ جیسے عادل شریف گل صاحب نے فرمایا کہ میں نے پہلے کہا تھا کہ اس کو پینڈنگ کرتے ہیں۔ اسی دوران میں ملک صاحب آ جاتے ہیں تو اس کو ٹیک اپ کر لیں گے۔ وہ ہاؤس میں آ گئے لیکن میں نے انہیں نہیں دیکھا۔ اور روٹین میں میں نے کہا کہ ٹھیک ہے' ملک صاحب تشریف نہیں لائے اس لیے یہ lapse کر جائے گی۔ لیکن وہ ہاؤس میں آ چکے تھے۔ جو ایک حقیقت ہو اس کو تو تسلیم کرنا چاہیے۔ اور فراخ دلی سے تسلیم کرنا چاہیے۔ اگر ایک حقیقت ہو اور اپنے فیصلے کو فراخ دلی سے revise بھی کرنا پڑے تو اس کو revise کرنا چاہیے۔ جی ملک صاحب!

رانا اکرام ربانی: میں آپ کے فیصلے سے بہت خوش ہوں۔

جناب سپیکر: ملک اقبال احمد خان لنگڑیال!

## ایم پی اے کے تجویز کردہ دیہاتوں کو بجلی کے عدم فراہمی

**ملک اقبال احمد خان لنگڑیال:** میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ محکمہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ حکومت پنجاب کی طرف سے مجھے مطلع کیا گیا تھا کہ میں اپنے حلقے پی پی 184 میں واقع دیہاتوں کے لیے بجلی کی فراہمی کے لیے تجاویز دوں۔ چنانچہ میں نے مورخہ 1992ء-3-17 کو چک نمبر ایل-30/14 اور ایل - 31/14 کے لیے بجلی کی فراہمی کی تجاویز بھیج دیں۔ مگر متذکرہ چکوک کو بجلی فراہم نہیں گئی جبکہ ان چکوک کے آس پاس کے دیہاتوں کو تو بجلی فراہم کر دی گئی ہے۔ مگر میرے تجویز کردہ دیہاتوں کو غالباً" اس لیے بجلی فراہم نہیں کی گئی کہ میرا تعلق حزب اختلاف سے ہے۔ حکومت کے اس رویہ سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہٰذا اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر! یہاں وزیر قانون صاحب موجود ہیں۔ یہ ہمیشہ بڑی مہربانی کرتے ہیں اور بڑی شفقت سے کہتے ہیں کہ ہم نے بہت بڑا اپوزیشن پر احسان کیا کہ انہیں ہم نے ترقیاتی فنڈ دیے' ان کو دیہاتوں میں بجلی کے لیے کوٹا دیا۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ انہوں نے واقعی بہت شفقت کی۔ لیکن آپ خود ہی اندازہ لگا لیجیے کہ 7 مارچ کو میں نے اپنے یہ گاؤں دیے تھے اور اب لوگ بار بار پوچھتے ہیں کہ ہم نے جو گاؤں دیے تھے وہ کہاں چلے گئے؟ وہ بجلی کہاں گئی؟ حالانکہ ہمارے ساتھ کے علاقے کے جتنے گاؤں ہیں وہاں پر بجلی لگائی جا رہی ہے اور کام شروع ہو چکے ہیں اور کئی جگہوں پر تو بجلی چالو بھی ہو گئی ہے۔ لیکن جو گاؤں میں نے دیے تھے ان کا سوائے اس کے کہ وہاں سروے کیا گیا اور ان لوگوں کی اشک شوئی کی گئی لیکن اس کے بعد کچھ نہ ہوا۔ جب میں نے یہ واپڈا والوں سے اور ان کے چیف انجینئر سے پتا کیا تو وہ کہنے لگے کہ ہم نے تو منظوری بھیج دی ہے۔ اس میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ لیکن آگے جب گئے تو پتا چلا کہ کچھ بھی نہیں ہوا۔ وہاں کے لوگ آج تک پریشان ہیں کہ شاید یہ اپوزیشن والوں نے ہم نے واقعی جھوٹ بولا تھا یا ہم سے غلط بیانی کی۔ جناب سپیکر! اگر ایسی غلط باتیں یا غلط افواہیں چلائی جائیں تو میرے خیال میں صرف میرا ہی نہیں بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوتا ہے۔ یا تو بجلی دی نہ جاتی' اگر دی جاتی تو آج تک کم از کم وہاں کچھ نہ کچھ کام

شروع ہونا چاہیے تھا۔

جناب سپیکر: بجلی کے بارے میں' وزیر آب پاشی صاحب تشریف نہیں رکھتے۔

ملک اقبال خان لنگڑیال: جناب والا! یہ معاملہ تو پی اینڈ ڈی والوں سے متعلقہ ہے اور جناب لاء منسٹر یہاں موجود ہیں۔

جناب سپیکر: جی' یہ منسٹر پی اینڈ ڈی سے متعلقہ ہے۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! یہ جو ویلج الیکٹریفکیشن کا پروگرام ہے originally محکمہ ارریگیشن تیار کرتا ہے۔ اس کے بعد بذریعہ پی اینڈ ڈی یہ سکیمیں واپڈا کو جاتی ہیں۔ اس سلسلہ میں ہم نے واپڈا سے دریافت کیا ہوا ہے کہ فاضل رکن کے دیہات کو بجلی کیوں نہیں دی گئی جبکہ دور دراز علاقوں کو بجلی دے دی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں ابھی تک ہمیں واپڈا والوں سے رپورٹ نہیں ملی ہے۔ تو جونہی رپورٹ ملے گی اور وہ مثبت رپورٹ ہو گی تو میں اپنے فاضل بھائی کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم اس کو expedite کریں گے۔ اس میں اگر انہوں نے کسی قسم کی problem کا ذکر کیا تو اس بارے میں میں آپ نے فاضل بھائی کو آگاہ کر کے اس کا بھی کوئی حل نکالنے کی کوشش کروں گا اور انشاء اللہ اس مسئلے کو مثبت انداز میں کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔ ان حقائق کے پیش نظر میں توقع کروں گا اور جیسا کہ پہلے بھی کئی دفعہ جناب بھی quote فرما چکے ہیں کہ یہ کسی بھی لحاظ سے ٹیکنیکل استحقاق کا پہلو اس تحریک سے نہیں نکلتا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کی جائز تکلیف کو ہم مثبت انداز میں حل کرنے کے لیے پوری کوشش کریں گے اور اس پر عمل درآمد کرنے کے لیے میں اپنا ذاتی اثر رسوخ بھی استعمال کروں گا۔ میں توقع کرتا ہوں کہ فاضل رکن اب اس کو مزید پریس نہیں فرمائیں گے۔ شکریہ جناب سپیکر!

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب سپیکر! جو بات وزیر قانون صاحب نے نہیں کرنی ہوتی اس کو کہتے ہیں کہ یہ ٹیکنیکلی بنتی ہی نہیں ہے۔ جناب والا! یہاں ہاؤس کے فلور پر اگر یہ بات کہی جائے کہ ارکان اسمبلی کو کوٹا دیا جائے گا اور اس میں کسی قسم کی رعایت کسی سے نہیں برتی جائے گی اور جو بات کہی جائے گی وہ ٹھیک کہی جائے گی تو اس کے بعد پھر یہ بات نہیں بنتی کہ اگر آپ یہاں ہاؤس کے فلور پر ایک بات کر دیتے ہیں اور وعدہ کے مطابق وہ بات پوری نہیں کی جاتی' اصول کے مطابق تو پھر جناب والا! اس ہاؤس کا استحقاق نہیں بنتا کہ کوئی غلط بیانی کرے۔ یا محکمہ اس پر عمل نہ کرے۔ یا محکمہ اس پر روگردانی کرے۔ یا محکمہ لیت و لعل کرے اور اس پر عمل نہ کرے اور پھر اس کے ساتھ

ساتھ میں یہ بھی انہیں یاد دلانا چاہتا ہوں کہ وہ کہتے ہیں کہ ایک دیہات آپ کا electrify نہیں کرتے بلکہ ہم آپ کا ڈیڑھ دیہات electrify کریں گے۔ آدھا دیہات دوسرا کریں گے۔ یہ کہاں کی منطق ہے؟ کہ ایک گاؤں کو بجلی پوری دے دیں گے اور دوسرے گاؤں کے لیے کہتے ہیں کہ آدھے کو بجلی ملے گی۔ میرے پاس لیٹر موجود ہے انہوں نے مجھے لکھا ہے کہ جناب اب آپ کے دو گاؤں نہیں بن سکتے۔ اب آپ کا ایک گاؤں بنے گا۔ تو اس سلسلے میں بھی جناب وزیر قانون وضاحت فرما دیں۔ لگتا ایسے ہے کہ لاء منسٹر صاحب نے اسے نہ تو دیکھا ہے اور نہ ہی میری تحریک استحقاق کے سلسلے میں کوئی سوچنے کی کوشش کی ہے اور نہ اس کے متعلق کوئی پتا کرنے کی کوشش کی ہے۔ ورنہ وہ پندرہ منٹ انتظار نہ کرتے اور میری تحریک استحقاق نہ پڑھتے۔ جناب والا! انہوں نے تحریک پڑھ کر اس کے حوالے سے بات کی ہے۔ انہوں نے ان کی رپورٹ کے مطابق یہاں کوئی بات نہیں کی۔ شکریہ۔

**جناب سپیکر:** ملک صاحب! اب آپ کیا چاہتے ہیں؟ آپ جو ارشاد فرما رہے تھے اس سلسلے میں لاء منسٹر صاحب نے آپ کو یقین دہانی کرائی ہے کہ یہ مسئلہ حل کریں گے۔ اور انہوں نے آپ سے یہ استدعا کی ہے کہ آپ اس کو پریس نہیں کریں گے۔ تو اس بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

**ملک اقبال احمد خان لنگڑیال:** جناب والا! میں تو اسے پریس کروں گا۔ اس کو بے شک pending کریں۔ یہ تو لاء منسٹر صاحب کا اپنا محکمہ ہے اور انہوں نے رپورٹ تک نہیں منگوائی۔ میں ان کی یہ یقین دہانی تو مان لوں گا کہ یہ یقین دہانی کراتے ہیں لیکن میں یہ ضرور گزارش کروں گا کہ جب تک یہ عمل نہ کرا دیں اس وقت تک اسے pending رکھ لیا جائے۔ اور یہ عمل کرا دیں گے تو پھر ٹھیک ہے۔ معاملہ ختم ہو جائے گا۔

**وزیر قانون:** جناب والا! اجازت ہے؟

**جناب سپیکر:** جی' لاء منسٹر صاحب!

**وزیر قانون:** جناب والا! دیہات میں بجلی مہیا کرنے کے لیے ایک criteria مقرر ہے۔ اس criteria کے مطابق ان پر عمل درآمد ہوتا ہے۔ فاضل رکن کی جو سکیم ہے وہ 92-1991ء کی سکیم ہے۔ اور انہوں نے 17 مارچ 1992ء کو اس کی نشان دہی کی ہے اور مسئلہ 92-1991ء کا ہے اور اس کی implementation واپڈا نے کرنی ہے۔ یہ بھی مرکزی حکومت کے انڈر آتا ہے۔ تو ان سارے حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے گزارش کی ہے کہ یہ کسی لحاظ سے تحریک استحقاق نہیں

بنتی۔ لیکن اس کے باوجود بھی میں نے فاضل رکن سے استدعا کی ہے کہ واپڈا سے رپورٹ آئے گی تو دیکھنا پڑے گا کہ اگر criteria پر پورا اترتا ہے تو ٹھیک ہے۔ اگر criteria پر پورا نہیں اترتا تو پھر criteria کی تو relaxation نہیں ہو سکتی۔ پھر ہم ان کو گزارش کریں گے کہ اس کا کوئی alternative village ہمیں دیں۔ تو یہ ساری چیزیں مدنظر رکھتے ہوئے میں نے فاضل بھائی کی خدمت میں گزارش کی ہے کہ اگرچہ یہ تحریک استحقاق کسی لحاظ سے نہیں بنتی اس کے باوجود بھی ہم کوشش کریں گے کہ ان کا مسئلہ حل ہو اور انشاء اللہ میں توقع کرتا ہوں کہ اگر یہ criteria پر پوری اترتی ہو گی تو اس کو ہم فوری طور پر ان کو کہیں گے کہ اس پر عمل درآمد کریں۔ بصورت دیگر اگر وہ village criteria پر پورا نہیں اترتا ہو گا تو پھر اس کی لیے کوئی alternative ہمیں کرنا پڑے گا۔ بہر صورت میرا ان کو بھرپور تعاون حاصل رہے گا۔ میں ان کا مشکور ہوں کہ انہوں نے اپنی تحریک استحقاق پریس نہیں فرمائی۔ شکریہ۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب والا! اگر وزیر موصوف یقین دہانی کراتے ہیں کہ یہ اس پر عمل کریں گے تو پھر ٹھیک ہے میں اپنی تحریک کو پریس نہیں کرتا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ ملک صاحب! اس کو پریس نہیں کرتے ہیں۔ یہ آخری تحریک استحقاق نمبر46 میاں محمود الرشید صاحب کی طرف سے ہے اور وہ تشریف نہیں رکھتے ہیں۔ لہٰذا یہ lapse کر جائے گی۔ ساری تحاریک استحقاق یعنی سو فیصد تحاریک استحقاق dispose of ہو گئیں۔ ایک بھی تحریک استحقاق ہمارے پاس pending نہیں ہے۔

## تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اب ہم تحاریک التوائے کار کو take up کرتے ہیں۔ چودھری محمد فاروق صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر64 ہے۔ انہوں نے استدعا کی ہے کہ اسے pending رکھا جائے۔ لہٰذا اسے pending کیا جاتا ہے۔

اگلی تحریک التوائے کار نمبر69 رانا اکرام ربانی خان صاحب اور غلام سرور خان صاحب کی طرف سے ہے۔ رانا صاحب! اسے آپ take up کرنا پسند کریں گے۔

## اعلیٰ افسر کی مداخلت پر بچوں کے ساتھ زیادتی کے مرتکب ملزم کی عدم گرفتاری

رانا اکرام ربانی: میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ راولپنڈی میں محکمہ پولیس کے ایک قاری صاحب جو مسلسل ایک سال تک تین نو عمر بچوں کو جو ان کے پاس قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے آتے تھے غیر فطری فعل کا نشانہ بنایا۔ عدالت نے بھی اس کی گرفتاری کے احکام جاری کیے لیکن ایک ایسے اعلیٰ افسر کی مداخلت اور دباؤ پر جو خود بھی ایک لاکھ 65 ہزار روپے کے غبن میں ملوث رہے ہیں' چھوڑ دیا گیا۔ تفصیلات کے مطابق یہ "مولانا" محلہ راجہ سلطان میں ایک دینی مدرسہ میں تعلیم دینے پر مامور تھے ان بچوں کو جو ناظرہ قرآن مجید پڑھنے آتے تھے اپنی وحشیانہ فطرت کا نشانہ بناتے رہے اور ساتھ ہی بچوں کو دھمکاتے رہے کہ اگر انہوں نے کسی کو بتایا تو اچھا نہیں ہو گا۔ لیکن ایک بچے نے اپنے والد سے حقیقت حال بیان کر دی۔ جس پر بنی پولیس اسٹیشن پر مقدمہ درج کرا دیا گیا لیکن اس اعلیٰ افسر کی مداخلت پر اسے گرفتار نہیں کیا گیا۔ مولانا صاحب نے ایڈیشنل سیشن جج کی عدالت سے ضمانت قبل از گرفتاری کرا لی جو بعد میں منسوخ ہو گئی یہی "مولانا" پہلے آر اے بازار اور پھر خیابان سرسید کے مدرسوں سے انہی حرکات کی بناء پر نکالے جا چکے ہیں۔

سب والدین کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے بچے دینی تعلیم کی دولت سے بھی مالا مال ہوں۔ لیکن ایسے لوگوں کی موجودگی میں نہ صرف دینی تعلیم سے محروم رہ جاتے ہیں بلکہ دین اسلام کے خلاف باتیں بنانے والوں کو بھی موقعہ مل جاتا ہے۔ ایسے افراد کسی رو رعایت کے مستحق نہیں اور ان کی سرپرستی کرنے والوں کے ساتھ بھی پوری سختی سے نپٹا جانا چاہیے۔ ایک اسلامی ملک میں نفاذ اسلام کے دعوے دار حکومت کی موجودگی میں ایسا ہونا ایک ایسا واقعہ ہے جس سے نہ صرف حکومت کی پول کھلتی ہے۔ نہ صرف دین اسلام سے ان کی جھوٹی وابستگی کا علم ہوتا ہے۔ نہ صرف ہمارے سرکاری اہل کاروں کے کردار سے آگہی ہوتی ہے بلکہ سب سے برا پہلو یہ ہے کہ ایسے واقعات کے حوالے سے دشمنان دین کو باتیں بنانے کا موقعہ ملتا ہے۔ اس واقعہ سے صوبے بھر کے عوام میں بے چینی' اضطراب اور غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ متذکرہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر کے اسے فوری طور پر زیر بحث لایا جائے۔

پارلیمانی سیکرٹری ہوم (ملک محمد عباس خان کھوکھر): جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں یہ گزارش کروں گا کہ اس قاری کا پولیس کے محکمے سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ پولیس کا قاری نہیں ہے۔ اس کے

بعد یہ مقدمہ مسمی حبیب الرحمان کے بیان پر زیر دفعہ 377 کے تحت درج ہو چکا ہے اور اس کی تفتیش کی جا رہی ہے۔ کیمیکل ایگزامینر کی طرف سے نیگیٹو رپورٹ موصول ہوئی ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس کی مزید تفتیش ڈی آئی جی صاحب کے حکم کے تحت کرائم برانچ راولپنڈی کو دے دی گئی ہے۔ وہ اس کی تفتیش کر رہے ہیں اور اس کو میرٹ پر ڈسپوز آف کیا جائے گا۔ اس قاری کا محکمہ پولیس سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی وہ ملازم سرکار ہے یہ جس طرح رانا صاحب نے اپنی اس تحریک میں دیا ہے۔ وہ ایک عام شہری ہے۔ اس کے خلاف پرچہ درج ہو چکا ہے اور قانونی کارروائی کی جا رہی ہے۔ اس کے علاوہ بھی یہ مسئلہ امن عامہ پر بحث کے دوران بھی اٹھایا جا سکتا تھا۔ رولز کے تحت بھی یہ منظور نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا یہ تحریک التوا نہیں بنتی کیونکہ وہ متعلقہ آدمی سرکاری ملازم نہیں۔ اس کو ڈسپوز آف کیا جائے۔

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! میں اس میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ ایک پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے فرمایا ہے کہ امن و امان پر بحث کے دوران اس پر بات کی جا سکتی تھی۔ غالباً انہوں نے میری تحریک التوا کا جو آخری پیرا ہے۔ اسے یا تو غور سے پڑھا نہیں اور اگر پڑھا ہے تو پھر انہیں میری سمجھ نہیں آئی کہ میں اس میں کیا چیز سامنے لانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر! اس دور میں جس وقت ہمیں ایک عام خدشہ محسوس ہو رہا ہے کہ دنیا بھر میں اسلام اور دین اسلام کے ماننے والوں کو ایک خاص حوالے سے victimise کیا جا رہا ہے یا ان کے خلاف پلاننگ ہو رہی ہے۔ اس صورت حال میں ایسا چھوٹے سے چھوٹا واقعہ بھی exploitation کا باعث بن سکتا ہے اور یہ بنا ہوا ہے۔ سارے اخباروں میں اس کی تفصیلات چھپی ہوئی ہیں۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب کے علم میں یہ بات ہے کہ میں نے لا اینڈ آرڈر پر ایک بات کی تھی کہ اس واقعہ کے بارے میں ایک کمیٹی بنائی جائے۔ یہاں پر لاء اینڈ آرڈر کو وائنڈ اپ کرتے وقت اس ایوان کا کافی وقت ضائع کیا گیا اور جو میں نے تجاویز دی تھیں ان کی طرف قائد ایوان آئے ہی نہیں تھے۔

جناب سپیکر! میں یہی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس پر کوئی واضح طور پر بتایا جائے کہ پولیس اس پر کیا ایکشن لے رہی ہے اور اس ایکشن کے بارے میں جو پیش رفت ہو وہ اس کے ساتھ کم از کم بتائی جائے کہ بطور محرک مجھے یہ اطمینان ہو سکے کہ ہاں اس آدمی کے خلاف واقعی اس قسم کا ایکشن لیا جائے گا جس سے آئندہ لوگوں کو جو قرآن پاک کی تعلیم دینے سے متعلق ہیں دوبارہ یہ جرات نہیں ہو گی کہ وہ اس قسم کے اقدامات کریں جن سے نہ صرف وہ بلکہ پورے مسلمانوں کے سر جھکیں۔ تو

ان دو تین لفظوں میں، میں نہیں سمجھتا کہ اس کو اس طریقے سے hush up کرنا ہمارے لیے اور اس ایوان کے لیے کسی لحاظ سے بھی مناسب ہو گا۔

**پارلیمانی سیکرٹری ہوم:** جناب سپیکر! میں نے امن عامہ کی بحث کے علاوہ بھی اس کا جواب دے دیا ہے کہ وہ ایک عام شہری ہے۔ اس کے خلاف مقدمہ درج ہو چکا ہے اور اس کے ساتھ قانونی کارروائی کی جا رہی ہے۔ وہ رپورٹ جو نیگیٹو وصول ہوئی ہے اس کے باوجود یہ تفتیش ایس پی کے سپرد کر دی گئی ہے۔ اب اگر وہ ملزم ہوا تو اس کا لازمی چالان کیا جائے گا اور اس کے خلاف لازمی کارروائی کی جائے گی۔

**جناب سپیکر:** کیس چالان ہوا ہے یا نہیں ہوا۔ ابھی کیس عدالت میں ہے یا زیر تفتیش ہے؟

**پارلیمانی سیکرٹری ہوم** جناب سپیکر! اس کیس کی ابھی ایس پی کرائمز برانچ تفتیش کر رہے ہیں کیونکہ رزلٹ بھی نیگیٹو ہے اور مزید تفتیش کے لیے ایس پی کرائمز برانچ کے پاس ہے۔ اس میں اگر وہ ملزم پایا گیا تو اس کے خلاف کارروائی ضرور کی جائے گی۔

**جناب سپیکر:** تو رانا صاحب! پارلیمانی سیکرٹری صاحب آن دی فلور آف دی ہاؤس یہ یقین دہانی کرا رہے ہیں کہ اس شخص سے کسی قسم کی رو رعایت نہیں برتی جائے گی اور اگر وہ ملزم پایا گیا تو اس کے خلاف ہر حالت میں چالان کیا جائے گا۔

**رانا اکرام ربانی:** جناب سپیکر! انہوں نے یہ جو اس بات کا فرمان جاری کیا ہے کہ اس کی جو کیمیکل ایگزامینر کی رپورٹ نیگیٹو آئی ہے۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب! اس ایوان میں جتنے لوگ موجود ہیں اس سب سے بہتر یہ سمجھنے اور جاننے کی پوزیشن میں ہیں کہ ایسے سرٹیفکیٹس اور ایسی اور جو دستاویزات ہیں وہ کیسے پچھلی تاریخوں میں بن سکتی ہیں اور بنائی جاتی ہیں۔

جناب والا! اس سے مجھے یہ خدشہ ہے کہ اس کو بھی اس ایگزامینر کی آڑ میں دبانے کی کوشش کی جائے گی۔ لیکن اگر یہ سمجھیں کہ اس کیمیکل ایگزامینر کی رپورٹ کی بنیاد پر صرف اس معاملے کو ختم نہیں کیا جائے گا بلکہ اس سے آگے بھی اس کی تفتیش کی جائے گی کہ اگر نیگیٹو رپورٹ لی ہے وہ بھی کوئی ملی بھگت سے تو نہیں حاصل کی گئی تو پھر میں اس کی روشنی میں یہ کہہ سکوں گا کہ میں اس پر زور نہیں دیتا ہوں اور اس توقع پر کہ انہوں نے جو کچھ کہا ہے اس پر عمل درآمد بھی کیا جائے گا۔

**جناب سپیکر:** جی، ملک صاحب! رانا صاحب کا خیال یہ ہے کہ کیمیکل ایگزامینر کی رپورٹ کے بارے میں آپ کے علم میں بھی ہے کہ وہ رپورٹس کیسے بن جاتی ہیں۔ تو ان کا خیال یہ ہے کہ صرف اس

رپورٹ کی روشنی میں اس کو ڈسپوز آف نہیں کیا جائے گا بلکہ میرٹ پر اور حقائق کی روشنی میں اس کو ڈسپوز آف کیا جائے گا۔

**پارلیمانی سیکرٹری ہوم:** جناب سپیکر! میں پہلے یہ گزارش کر چکا ہوں کہ وہ رپورٹ ویسے نیگیٹو آئی ہے۔ اگر وہ ملزم پایا گیا تو اس کے خلاف اس کے علاوہ بھی کارروائی کی جائے گی۔ ایگزامینر کی جو رپورٹ آئی ہے وہ تو میں نے گزارش کی ہے کہ نیگیٹو ہے۔ لیکن یہ ہے کہ رپورٹ کیسے بن جاتی ہے؟ کیسے نہیں بنتی؟ یہ لیڈر آف دی ہاؤس کے علم میں ہو گا ہمارے علم میں تو نہیں کہ اگر کوئی رپورٹ پازیٹو ہو تو اس کو نیگیٹو کر دیا جائے۔ بہرحال میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ اس رپورٹ کے علاوہ بھی اس کی تفتیش ہو رہی ہے اور اگر وہ ملزم پایا گیا تو اس کا ضرور چالان کیا جائے گا۔

**جناب سپیکر:** جی' شکریہ! تو اب محترم لیڈر آف دی اپوزیشن اس پر زور نہیں دیتے ہیں۔ تحریک التوائے کار نمبر71' رانا اکرام ربانی خان صاحب اور علی حسن رضا قاضی صاحب کی طرف ہے۔

## سرکاری اراضی کی غیر مستحق افراد کو الاٹ منٹ

**رانا اکرام ربانی:** میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے گرد و نواح میں حکومتی افراد کی ملی بھگت سے نہایت قیمتی سرکاری اراضی غیر مستحق افراد کے نام الاٹ کر کے مارکیٹیں اور رہائشی پلاٹ بنا کر بیچی جا رہی ہیں۔ متاثرین اور پاکستان کا احساس رکھنے والے افراد نے متعلقہ اداروں سے رجوع بھی کیا لیکن اس کے باوجود ایک شخص کیپٹن نصیر احمد نے تقریباً 650 کنال رقبہ غیر مستحق افراد کے نام الاٹ کروانے کے بعد اپنے اہل خانہ کے نام منتقل کروا لیا اور اب باقاعدہ نقشے بنوا کر رہائشی کالونی اور مارکیٹیں بنا کر فروخت کی جا رہی ہیں۔ اگر یہ اراضی فروخت کرنا مقصود تھی تو منافع حکومت کے لیے حاصل کیا جا سکتا تھا جو بعد میں عوام کے لیے تعمیر و ترقی کے منصوبہ جات پر صرف ہو سکتا تھا۔ کروڑوں روپے کی یہ سرکاری اراضی ملی بھگت سے چند افراد کے نام اونے پونے دام منتقل کر دینا ایسا واقعہ ہے جس سے صوبہ بھر کے عوام میں بے چینی' اضطراب اور غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ متذکرہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر کے اسے فوری طور پر زیر بحث لایا جائے۔

**وزیر قانون:** جناب والا! فاضل قائد حزب اختلاف نے جس مسئلے کی طرف توجہ مبذول کرائی ہے

یہ individual incidence ہے اس میں پبلک importance کی بات نہیں میں اس کی اطلاع کے لیے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں اور یہ میرے پاس تفصیل ہے۔ جناب والا! صورت حال یہ ہے کہ سمیان محمد شیر ولد محمود احمد' اللہ بخش ولد اللہ دین' شریف ولد نواز سیال' شیر محمد ولد ستار محمد سید خادم حسین شاہ ولد خیر محمد شاہ کو زرعی رقبہ ان کے سابقہ الاٹ شدہ زیر سکیم Grow More Food بے دخل شدہ مزارعین سکیم جو کہ ضبط ہو گیا تھا کے عوض بطور متبادل الاٹ ہوا ہے اسی طرح سمیان سردار محمد ولد نتھو مساۃ بی بی بیوہ مختار احمد مساۃ آموں بیوہ احمد بخش کو ان کے سابقہ رقبہ مزارعات کی متبادل جہاں پر ان کو بے دخل کیا گیا تھا یہ رقبہ الاٹ کیا گیا ہے۔ تمام الاٹی اور مزارعین نے حقوق ملکیت حاصل کر لیے ہیں اور ان کے نام انتقالات بھی منظور ہو گئے ہیں۔ جیسے جیسے حقوق ملکیت مزارعان کو حاصل ہوئے اس کے ساتھ ہی ڈاکٹر نصیر احمد نے---- جناب والا! یہاں میں ایوان کی اطلاع کے لیے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ کیپٹن نصیر احمد نہیں یہ ڈاکٹر نصیر احمد صاحب ہیں ان کے اپنے پسران توقیر احمد' مبشر احمد اور ایک دختر مبشرہ اور اپنی بیگم کے نام رقبہ خرید کر یہ انتقالات منظور کروا لیے ماسوائے ایک رقبہ تعدادی پچاس کنال جو کہ شیر محمد مزارع کے نام تھا اس نے ایک دیگر پارٹی غلام محمد وغیرہ کے نام فروخت کر دیا۔ اس طرح کل رقبہ تعدادی 638 کنال 15 مرلے نصیر احمد کے اہل و عیال کے نام منتقل ہوا اور پچاس کنال رقبہ غلام محمد وغیرہ کے نام منتقل ہوا۔ کل متعلقہ رقبہ 688 کنال 15 مرلے ہے اس وقت ڈپٹی کمشنر ٹوبہ ٹیک سنگھ متذکرہ بالا متبادل الاٹ شدہ کے متعلق اور اس کے آگے منتقلی کے بارے میں چھان بین کر رہے ہیں اور اس کی رپورٹ آنے پر حسب ضابطہ کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔

جناب والا! یہ مسئلہ حکومت کے نوٹس میں ہے تفصیلی رپورٹ میں نے ایوان کی خدمت میں اور رانا صاحب کی خدمت میں عرض کر دی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وضاحت کے بعد وہ اپنی اس تحریک التوائے کار کو پریس نہیں فرمائیں گے۔ کیونکہ یہ مسئلہ حکومت کے نوٹس میں ہے اور اس پر مناسب کارروائی کی جا رہی ہے۔ شکریہ۔

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! وزیر قانون صاحب نے جو انکوائری کی بات کی ہے میں اسے پریس نہیں کرتا۔ میرے پاس جو documents ہیں اور جو مجھے بھجوائے گئے تھے ان کے مطابق یہ صورت حال اس سے ذرا مختلف تھی۔ لیکن اگر یہ معاملہ طے ہو گیا ہے۔ جس طرح سے یہ تحریک التوا کو پیش کرنے کا مقصد تھا۔ یہ تفصیلی بیان درست ہے تو ٹھیک ہے ورنہ تو وزیر قانون صاحب کو

تحریک استحقاق بھگتنی پڑے گی۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: تو رانا اکرام ربانی صاحب! اس کو پریس نہیں کرتے ہیں۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 72 رانا اکرام ربانی صاحب اور قاضی علی حسن رضا صاحب کی ہے۔ کیا رانا صاحب اسے Take up کرنا چاہیں گے؟

رانا اکرام ربانی: جناب والا! میں اس کو Take up نہیں کرنا چاہتا کیوں کہ اس کے بارے میں میرے پاس کوئی documents نہیں ہیں اور میں جانتا ہوں کہ جو وزیر قانون صاحب فرمائیں گے۔

جناب سپیکر: تو پھر اگلی تحریک التوائے کار نمبر73 کو Take up کر لیتے ہیں اور اس کو مؤخر کر لیتے ہیں۔

رانا اکرام ربانی: جی ہاں! اسے مؤخر فرمالیں۔ اور اگلی Take up کرلیں۔ میں تحریک التوائے کار نمبر73 کو Take up کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی' کریں۔

## اسلام پورہ میں مسجد پر قبضہ کرنے کی کوشش میں مختلف مسالک کے گروپوں میں تصادم

رانا اکرام ربانی: میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ 1977ء میں آئینی اور قانونی حکومت کا تختہ الٹنے کے بعد سے عوام کو مسلسل دبا کر رکھنے کی کوشش میں پورے ڈھانچہ کو تباہ کر کے رکھ دیا گیا۔ معاشرے کو تقسیم در تقسیم کیا گیا۔ لسانی طور پر صوبائیت کے پرچار کے ذریعہ فرقہ واریت کا زہر پھیلا کر اور ہم سب نے مختلف مذہبی لسانی تنظیمیں بنتی اور امربیل کی طرح پھیلتی دیکھیں۔ تشدد کے رجحان کو جان بوجھ کر فروغ دیا گیا۔ سرکاری "مولانا' علماء اور مشائخ" پیدا کیے گئے جو ملت اسلامیہ کو کوئی حقیقی چیلنج درپیش ہونے پر ایسے انڈر گراونڈ ہو جاتے ہیں کہ تیل تلاش کرنے والی (RIG) مشین کے ذریعہ بھی برآمد نہیں ہوتے۔ ان کی ملی بھگت سے فسادات کرائے جاتے ہیں تاکہ دھن و دھونس اور دھاندلی کی پیداوار موجودہ حکومت کے لیے عوام اکٹھے ہو کر خطرہ نہ بن سکیں۔ حکومتی کوششوں کے نتیجہ میں اسلام پورہ کے علاقہ میں واقع ایک

مسجد پر قبضہ کرنے کی کوشش میں دو مختلف مسلک سے تعلق رکھنے والے گروپوں میں تصادم ہو گیا۔ جس کی نتیجے میں دونوں گروپوں کے 119 افراد زخمی ہو گئے۔ جن میں دو کی حالت نازک ہے۔ تصادم کے دوران مسجد میں ہاکیوں' لاٹھیوں اور گھونسوں کا آزادنہ استعمال کیا گیا۔ اس واقعے کے باعث مسجد میں مغرب اور عشاء کی نماز بھی نہ ہو سکی۔ اس سے صوبہ بھر کے عوام میں بے چینی اور اضطراب اور غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ متذکرہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر کے اسے فوری طور پر زیر بحث لایا جائے۔

**پارلیمانی سیکرٹری ہوم برائے مقامی حکومت و دیہی ترقی (ملک محمد عباس کھوکھر):** جناب سپیکر! یہ معاملہ دو مسلک کے لوگوں کے قبضہ میں ایک مسجد کے بارے میں اٹھایا گیا چنانچہ مسمی ظفر اقبال شیخ کے بیان پر مورخہ 29-9-1992 کو ایک مقدمہ درج کیا گیا اور اس کے بعد مسمی عبدالغفار کے بیان پر ایک کراس مقدمہ درج کیا گیا۔ مسئلہ یہ ہے کہ مسمی محمد رفیق شیخ مرحوم جو ظفر اقبال کے والد تھے انہوں نے سات سال پہلے ایک مسجد بنوائی تھی-----

**رانا اکرام ربانی:** پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! ایوان میں زیادہ گفتگو ہونے کی وجہ سے میں پارلیمانی سیکرٹری صاحب کا جواب سمجھ نہیں سکا۔

**جناب سپیکر:** رانا صاحب! آپ نے کیا فرمایا؟

**رانا اکرام ربانی:** جناب والا! ایوان میں کچھ زیادہ ہی گفتگو ہو رہی تھی اور میں ان کی بات نہیں سمجھ سکا تھا۔

**جناب سپیکر:** جی' پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

**پارلیمانی سیکرٹری ہوم:** چنانچہ یہ مقدمے درج ہوئے ہیں۔

جناب والا! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ مسمی محمد رفیق شیخ جو مدعی ظفر اقبال کے والد تھے۔ انہوں نے سات آٹھ سال پہلے اپنے محلے میں ایک مسجد بنوائی۔ مولوی عبدالغفار صاحب نے ان کو کہا کہ میں سنی عقیدت کا مولوی ہوں اور مجھے اس مسجد میں امام مسجد رکھ لیا جائے چنانچہ اس کے کہنے پر اس کو امام مسجد رکھ لیا گیا مگر کچھ دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ وہ اہل حدیث ہیں جس پر شیخ صاحب نے کہا کہ آپ نے غلط بیانی کی ہے لہٰذا میں آپ کو اس مسجد میں امام مسجد نہیں رہنے دوں گا۔ چنانچہ شیخ صاحب ایک اور مولوی لے کر عصر کی نماز کے وقت وہاں گئے اور انہوں نے عصر کی نماز پڑھائی اور اس کے بعد جب شام کی نماز کا وقت ہوا مولوی عبدالغفار اور ان کے کچھ اور ساتھی ڈنڈوں اور

سوٹھوں سے مسلح ہو کر آ گئے اور وہاں پر یہ جھگڑا ہوا دونوں فریقین کے درمیان لڑائی ہوئی جس پر مقدمے درج ہو چکے ہیں اور دونوں فریقوں کے آدمی چالان ہو کر رہا ہو چکے ہیں اور اب دونوں فریقوں میں صلح بھی ہو چکی ہے ان کا اب آپس میں راضی نامہ بھی ہو گیا ہے۔

جناب والا! یہ عمومی نوعیت کا جھگڑا تھا جو نمٹا دیا گیا ہے۔ اب اس میں کوئی مسئلہ باقی نہیں رہا لہٰذا میں گزارش کروں گا کہ یہ تحریک التوائے کار نہیں بنتی۔ یہ پہلے بھی امن عامہ کے تحت زیر بحث آ سکتی تھی رولز کے مطابق بھی یہ تحریک التوائے کار نہیں بنتی اور میں رانا صاحب سے گزارش کروں گا کہ چونکہ اس پر کارروائی ہو چکی ہے لہٰذا وہ اسے پریس نہ کریں۔

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! جیسا کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ فریقین کے درمیان صلح بھی ہو گئی ہے اور وہاں پر کوئی جھگڑا بھی نہیں ہے تو میں اس توقع کے ساتھ اور اس ایوان کی وساطت سے اور اپنے علمائے کرام کو ایک اپیل کے ساتھ عرض کروں گا کہ اگر سارے ملک میں افہام و تفہیم اور صلح صفائی کی یہی فضا قائم ہو جائے تو نہ ایسی تحریکوں کی ضرورت پڑے اور نہ ہی اس حوالے سے جو ہمارے خلاف پروپیگنڈہ ہوتا ہے کہ اہل حدیث اور اہل سنت میں خدانخواستہ کوئی اختلاف تھا---- ان کی وضاحت کے بعد میں اپنی تحریک پر زور نہیں دیتا۔

جناب سپیکر: رانا صاحب اس کو پریس نہیں کرتے۔ اب اگلی تحریک التوائے کار نمبر 74 ٹیک اپ کرتے ہیں۔ یہ بھی انہی کی طرف سے ہے۔ رانا اکرام ربانی!

## باب پاکستان کی تعمیر کے نام پر لوٹ کھسوٹ

رانا اکرام ربانی: میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ لاہور میں باب پاکستان کی تعمیر کے نام پر لوٹ مار کا ایک نیا باب کھول دیا گیا ہے۔ حالانکہ مختلف حوالوں سے اس حقیقت کا انکشاف ہوتا رہا ہے۔ لیکن حکومت کی طرف سے ہمیشہ اس کی تردید کی جاتی رہی۔ "میں نہ مانوں" میں نہ مانوں کی رٹ میں بھی ایک زبردست دھاندلی اور مالی بے قاعدگی سامنے آئی ہے۔ جس سے ایک مقدس تحریک کے نام پر ایک ناپاک عزائم کی تکمیل کا منصوبہ سامنے آیا ہے۔ باب پاکستان کی تکمیل میں استعمال ہونے والے ٹینٹوں اور کرسیوں کا 32 لاکھ 83 ہزار روپے کا بل ایک سال بعد منظور کر لیا گیا ہے۔ اس قدر تاخیر سے بل کی منظوری کی وجہ کارپوریشن

کے بعض افسروں کی جانب سے یہ اعتراضات ہیں کہ مذکورہ تقریب میں اس قدر ٹینٹ اور کرسیاں استعمال نہیں ہوئیں جتنی کاغذات میں ظاہر کی گئیں۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر اتنا سامان زیادہ تھا تب بھی بل زیادہ سے زیادہ گیارہ لاکھ بنتا ہے۔ تاہم یہ بھی پتا چلا ہے کہ وزارت بلدیات کے ایک اعلیٰ افسر کی ذاتی تقریب میں اسی کمپنی کی جانب سے فراہم کردہ سامان۔/50,000 روپے کا بل تھا جو کہ مذکورہ کمپنی نے نہیں لیا لیکن اس کے ساتھ ہی کمپنی نے اس اعلیٰ افسر سے درخواست کی تھی کہ اس کے ساتھ انصاف کیا جائے۔ اور اس کے بل کی ادائیگی کرائی جائے۔ اس افسر کی سفارش پر پنجاب کی ایک اعلیٰ شخصیت نے کارپوریشن کو 32 لاکھ 83 ہزار روپے کا بل دینے کے احکامات جاری کر دیے اور اس طرح سرکاری خزانے پر تقریباً 19 لاکھ روپے کا اضافی بوجھ ڈال دیا گیا۔ اس سے صوبہ بھر کے عوام میں بے چینی، غم و غصہ و اضطراب پایا جاتا ہے متذکرہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر کے اسے فوری طور پر زیر بحث لایا جائے۔

پارلیمانی سیکرٹری (جناب ایم لطیف مغل): جناب سپیکر! میرے دوست کی یہ تحریک التوائے کار حقیقت پر مبنی نہ ہے۔ اصل صورت حال یہ ہے کہ اس تقریب کو منانے کے لیے حکومت نے valid charge declare کیا تھا۔ جہاں تک اس میں انہوں نے یہ کہا ہے کہ اس میں دھاندلی ہوئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ جو انہوں نے بل پیش کیا اسے لاہور میٹرو پولیٹن کارپوریشن میں چیک کیا گیا، ان کا جو اصل بل تھا اس میں پچاس ہزار کی کمی کر کے 32,85,280 روپے کی ادائیگی کے لیے سفارش کی گئی ہے، ابھی تک اس کی ادائیگی نہیں ہوئی۔ جہاں تک انہوں نے تحریک التوائے کار میں سامان کے بل کی ادائیگی کا ذکر کیا ہے۔ اس میں تقریباً 58 لاکھ روپے کا بل تھا جس میں سے صرف 30 لاکھ روپے کی جزوی ادائیگی کی گئی ہے۔ اس میں کوئی ایسی چیز نہیں کہ جس سے تحریک التوائے کار بنتی ہو۔ باقاعدہ آڈٹ ہونے کے بعد اور مجسٹریٹ کی ڈیوٹی لگائی گئی اس نے جا کر چیک کیا اور ابھی تک فائنل بل ادا نہیں ہوا۔ ابھی تک صرف 30 لاکھ روپے کی جزوی ادائیگی ہوئی ہے۔ اس میں ایسی کوئی چیز نہیں کہ جو تحریک التوائے کار کی بنیاد بنتی ہے۔

جناب سپیکر: جناب رانا اکرام ربانی!

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! میں پارلیمانی سیکرٹری صاحب کی وضاحت کو پارلیمانی روایت کے مطابق کہ اسے صحیح اور سچ سمجھا جائے۔ میں اس پہ زور نہیں دیتا لیکن اتنا حق محفوظ رکھتا ہوں کہ میرے پاس جو اطلاعات ہیں۔ اس کے مطابق یہ درست نہیں ہے کہ جو انہوں نے فرمایا، لیکن میں

ان کی وضاحت کے بعد اس پہ زور نہیں دیتا' لیکن اگر یہ وضاحت درست نہ ہوئی تو تحریک پیش کرنا میرا حق ہے۔ میں ان کی وضاحت کے بعد اس کو پریس نہیں کرتا۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! اس تحریک التوائے کار پر زور نہیں دیتے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 75 بھی انہی کی ہے۔

## جنرل ہسپتال راولپنڈی میں ایک حساس ادارے کے اہل کار کا عملہ کو فحش کلمات سے نوازنا

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کا مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ راولپنڈی جنرل ہسپتال میں ایک حساس ادارے کے ملازم مسٹر منہاس نے مبینہ طور پر ایک لیڈی ڈاکٹر کو فحش گالیاں دیں اور وارڈ میں میں خوف و ہراس کی کیفیت پیدا کر دی۔ جبکہ ڈیوٹی افسر ڈاکٹر زار پر ڈنڈے برسا کر اغوا کر لیا۔ سٹاف کے آنے پر ملزم قتل اور سنگین نتائج کی دھمکیاں دیتا ہوا فرار ہو گیا۔ کسی بھی ادارہ کے اہلکاران کو اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ اپنی شخصیت کے زعم میں قوم کی ماں بہنوں اور بیٹیوں سے اس قسم کا سلوک کرے۔ ایسے واقعات میں حکومت پنجاب کے بے حسی شدید ترین الفاظ میں قابل مذمت ہے۔ جو اپنے ملازمین کو خصوصاً خواتین کو تحفظ مہیا کرنے میں بے بس ہے۔ لیکن جہاں مجبوراً کوئی ان کے قابو میں آ جاتا ہے تو ایک اردلی سے لے کر چیف منسٹر تک قانون بن جاتے ہیں۔ ایک ذمہ دار ادارے کے غیر ذمہ دار افسر کی جانب سے اس غیر ذمہ دارانہ حرکت پر صوبہ بھر کے عوام میں بے چینی اضطراب اور غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ متذکرہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسمبلی کی کارروائی کو ملتوی کر کے اسے فوری طور پر زیر بحث لایا جائے۔

جناب سپیکر: ملک صاحب' آپ اس پہ کچھ فرمائیں گے؟

پارلیمانی سیکرٹری (ملک محمد عباس کھوکھر): جناب سپیکر! ایک کرنل (ریٹائرڈ) کلب عباس کسی عزیز کی تیمارداری کے لیے جنرل ہسپتال راولپنڈی میں گئے تو وہاں ان کو نرس نے کہا کہ وقت زیادہ ہو گیا ہے اس لیے آپ چلے جائیں' ڈاکٹر صاحب بھی راؤنڈ پر آ رہے ہیں چنانچہ انہوں نے ان سے تھوڑی سی

تلخ کلامی کی۔ اس کے بعد ڈاکٹر رندھاوا صاحب کو اطلاع دی گئی تو ان سے بھی ان کی تلخ کلامی اور تھوڑی سی مڈبھیڑ بھی ہوئی۔ جس سے ان کی رپورٹ پر مقدمہ درج ہو گیا۔ جس کی وجہ سے ڈاکٹر صاحبان نے بعد میں دو دن کی ہڑتال کر دی۔ لیکن مقدمہ درج ہونے کے بعد انہوں نے ضمانت قبل از گرفتاری کرالی۔ اس ضمانت قبل از گرفتاری کے بعد پھر ہڑتال ہوئی چنانچہ ان کو بلا کر یہ فیصلہ کیا کہ کرنل صاحب ڈاکٹر صاحب سے معذرت کر کے معافی مانگیں۔ چنانچہ کرنل صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے معافی مانگ لی۔ لیکن مقدمے میں بھی ان کے خلاف کارروائی کی گئی اور ان کے معافی مانگنے پر ڈاکٹر صاحبان نے ان کو معافی بھی دے دی۔ لہٰذا میں گزارش کروں گا کہ رانا صاحب اس پر زور نہ دیں' قانونی طور پر بھی اور ویسے بھی یہ معاملہ طے ہو چکا ہے اور ان کی آپس میں صلح ہو چکی ہے۔

**رانا اکرام ربانی:** جناب والا! تحریک التوائے کار پیش کرنے کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ ایسے واقعات اور معاملات حکومت کے نوٹس میں آ جائیں اور ساری کارروائی جو ملک صاحب نے بتائی ہے ہو چکی ہے اور متعلقہ مائیں بہنیں جن کے ساتھ انہوں نے بدسلوکی کی تھی' انہوں نے معاف کر دیا ہے تو میں اس کو پریس نہیں کرتا۔

**جناب سپیکر** یہ درست بات ہے کہ بلاشبہ تحاریک التوائے کار کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ حکومت کے نوٹس میں معاملات آ جائیں اور ان پر جلدی عمل درآمد ہو جائے اور مسئلہ حل ہو جائے۔ رانا صاحب اس کو پریس نہیں کرتے۔

**وزیر جنگلات و ماہی پروری:** جناب سپیکر! سوالات نمبر 1260 اور 1787 پر جناب والا نے کچھ احکامات دیے تھے اگر آپ اجازت دیں تو میں ان کو ایوان کی میز پر رکھ دوں؟

**جناب سپیکر:** ٹھیک ہے' راجہ صاحب! آپ ایوان کی میز پر رکھ دیں۔ تو تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے' تو اب اراکین کی رخصت کی درخواستیں لی جاتی ہیں۔

## مجلس قائمہ برائے صنعت و معدنی ترقی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

**جناب غلام صابر انصاری:** جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"مسودہ قانون صنعتی ترقیاتی بورڈ پنجاب مصدرہ 1992ء مسودہ قانون نمبر 19' بابت 1992ء کے بارے

میں مجلس قائمہ برائے صنعت و معدنی ترقی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31۔ دسمبر 1992ء تک توسیع کر دی جائے۔

جناب سپیکر: میں نے چھٹی کی درخواستوں کو take up کرنے کے لیے کہہ دیا تھا۔ لیکن حاجی غلام صابر انصاری صاحب کھڑے ہو گئے اور انہوں نے یہ تحریک پیش کی ہے کہ:

"مسودہ قانون صنعتی ترقیاتی بورڈ پنجاب مصدرہ 1992ء مسودہ قانون نمبر 19' بابت 1992ء کے بارے میں مجلس قائمہ برائے صنعت و معدنی ترقی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31۔ دسمبر 1992ء تک توسیع کر دی جائے۔

(توسیع کی گئی)

وزیر خوراک (دیوان سید عاشق حسین بخاری): جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی' دیوان صاحب! فرمایئے۔

وزیر خوراک: جناب سپیکر! آپ کے حکم کے مطابق محکمہ خوراک سے متعلقہ سوال 376 کا جز (الف) کا تفصیلی جواب ٹیبل کر دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: جی! فوڈ منسٹر دیوان عاشق حسین بخاری مطلوبہ جواب ایوان کی میز پر رکھتے ہیں۔

## اراکین اسمبلی کی رخصت

جناب سپیکر: اب اراکین کی رخصت کی درخواستیں لی جائیں گی۔

## ڈاکٹر محمد شفیق چودھری

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب ڈاکٹر شفیق چودھری رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

"میں 25 تا 27 اکتوبر تین دن ضروری کام کی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکا۔ مہربانی فرما کر تین یوم کی رخصت منظور فرمائیں۔"

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

## جناب شوکت علی لالیکا

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب شوکت علی لالیکا رکن' صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

"میں مورخہ 27 اکتوبر 1992ء کو اسمبلی کے اجلاس میں شرکت نہ کر سکا۔ لہٰذا مہربانی فرما کر مذکورہ یوم کی رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

## شیخ روحیل اصغر

جناب اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست شیخ روحیل اصغر رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

Sir,

I am not available for the session going on from 27-10-1992 onword.Please grant me leave.

I shall be highly obliged.

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

## محترمہ سمیرا ربانی کھر

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست محترمہ سمیرا ربانی کھر رکن' صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

"گزارش ہے کہ بوجہ ناسازی طبع 26 اور 27 اکتوبر 1992ء کو اجلاس میں شرکت نہ کر

سکوں گی۔ مہربانی فرما کر مذکورہ رخصت منظور فرمائی جائے۔ شکریہ"

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

## محترمہ بیگم فوزیہ بہرام

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست محترمہ بیگم فوزیہ بہرام رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

"بوجہ ضروری کام مورخہ 21 اور 22 اکتوبر 1992ء کو اجلاس میں شرکت نہ کر سکی۔ براہ مہربانی مذکورہ دو یوم کی رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

## محمد سجاد حسین بخاری

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب محمد سجاد حسین بخاری رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

"میں 3' 10 اور 13 ستمبر کے اجلاس میں شرکت نہ کر سکا۔ ازراہ کرم میری چھٹی منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

## جناب شوکت داؤد

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب شوکت داؤد رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے

موصول ہوئی ہے۔

"میں مورخہ 28 اکتوبر 1992ء کو ضروری کام کی وجہ سے اسلام آباد جا رہا ہوں۔ اس لیے اجلاس میں شرکت نہ کر سکوں گا۔ لہٰذا 92-10-28 کی رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

## سردار عاشق حسین گوپانگ

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب سردار عاشق حسین گوپانگ رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

"گزارش ہے کہ بوجہ ناسازی طبع میں مورخہ 1992-8-30، 1992-8-31، 1992-9-1، 1992-9-9 اور 1992-9-13 کو اجلاس attend نہ کر سکا۔ لہٰذا چھٹی منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"

(تحریک منظور ہوئی)

## چودھری خادم حسین

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست چودھری خادم حسین رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

"میری والدہ کا چہلم 1992-10-26 کو ہو گا اس لیے میں 26 اور 27 اکتوبر کو اجلاس میں شرکت نہ کر سکوں گا۔ رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: رانا اکرام ربانی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! رانا ثناء اللہ خان آپ کی غیر موجودگی میں اجلاس کی صدارت کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنی sitting کے دوران کچھ الفاظ کہے تھے۔ جن کو آپ نے بعد میں کارروائی سے حذف کرا دیا۔ میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ تھا کہ کیا chair کی طرف سے کہے جانے والے الفاظ کارروائی سے حذف کرائے جا سکتے ہیں؟ اور آپ نے اس پوائنٹ آف آرڈر پر اپنا فیصلہ pending کیا تھا اب جیسا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ شاید آج اجلاس prorogue ہو جائے لہٰذا میں اس پوائنٹ آف آرڈر کے بارے میں پوچھنا چاہتا تھا۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! میں چاہتا ہوں کہ اس معاملے کو پوری طرح چھان بین کے بعد بات کروں۔ میں نے ابھی اس کو examine نہیں کیا۔ اگر یہ اجلاس آج prorogue ہو بھی جائے تو اگلے اجلاس میں اس پر بات کر لیں گے۔

میاں منظور احمد موہل: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: میاں منظور موہل صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ کل اس معزز ہاؤس میں ہیلتھ فاؤنڈیشن بل زیر بحث رہا اور ہم اس کی پانچویں کلاز تک پہنچے تھے باقی کلاز آج زیر بحث آنی ہیں لیکن ہمارے اخبارات جن کی میں بڑی قدر کرتا ہوں انہوں نے اس کی رپورٹنگ صحیح نہیں کی ہے۔ پریس گیلری میں اخبارات کی طرف سے ہمارے جو دوست آتے ہیں ان کی رپورٹنگ قطعاً ٹھیک نہیں ہے لہٰذا میں آپ کی وساطت سے یہ استدعا کروں گا کہ پنجاب اسمبلی میں رپورٹنگ کے لیے مالکان اخبار کو ان رپورٹر حضرات کو بھجوانا چاہیے جو کچھ اسمبلی بزنس کے بارے میں sense رکھتے ہوں' ذہن رکھتے ہوں اور وہ اس کے اہل ہوں۔ جناب والا! آپ ملاحظہ فرمائیے یہ "پاکستان" اخبار ہے اور اس میں heading ہے کہ "پنجاب اسمبلی میں ہیلتھ فاؤنڈیشن بل اپوزیشن کی سخت مخالفت کے بعد منظور اور تمام ترامیم مسترد" اور اسی طرح جناب والا بہت سی جگہ پر میں نے لکھا ہوا پڑھا ہے کہ "ترمیمی بل" جبکہ یہ ترامیم تھیں بل اس میں تھا ہی نہیں۔ جناب والا! میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ اس بارے میں بھی ضرور نوٹس لیں اور ان اخبارات کے مالکان سے کہیں کہ یہاں ہماری پریس گیلری' اسمبلی کی پریس گیلری میں جو رپورٹر صاحبان آئیں۔ وہ باخبر ہونے چاہئیں کہ یہ کیا ہے اور پھر

اخبار نے آگے لکھا ہے کہ بڑی سخت کلامی ہوئی جبکہ جناب والا! کل یہاں پر کوئی سخت کلامی نہیں ہوئی۔ اور پھر انہوں نے لکھ دیا ہے کہ بل منظور ہو گیا۔ جبکہ بل تو انشاء اللہ تعالیٰ آج منظور ہو گا۔ لہٰذا آپ اس کا نوٹس لیں۔

جناب سپیکر: بلاشبہ یہ پوائنٹ آف آرڈر بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ کہ اسمبلی کی کارروائی کی رپورٹنگ اسی انداز میں' اسی صورت میں درست ہو سکتی ہے جب ہمارے محترم رپورٹرز حضرات پارلیمانی رپورٹنگ سے واقف ہوں۔ اور پارلیمانی رپورٹنگ کے ساتھ ساتھ ان کو Rules of Procedure سے بھی واقفیت ہونی چاہیے۔ اور ان کو پارلیمانی روایات سے واقفیت ہونی چاہیے۔ ہمارے قومی اخبارات کے وہ رپورٹرز جو اسمبلی گیلری میں بیٹھ کر رپورٹنگ کرتے ہیں ان کو تو legislators کی طرح پارلیمانی آداب او روایات سے واقفیت ہونی چاہیے۔ ان کو رولز سے پوری طرح واقفیت ہونی چاہیے۔ مجھے امید ہے کہ میاں منظور احمد موہل صاحب کے پوائنٹ آف آرڈر کو مثبت انداز میں لیا جائے گا اور ہمارے قومی اخبارات اس بات کا نوٹس لیں گے۔

(اس مرحلے پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسیٔ صدرات پر متمکن ہوئے)

## مسودات قانون

مسودہ قانون' دی پنجاب ہیلتھ فاؤنڈیشن' مصدرہ 1992ء (جاری)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب ہم قانون سازی کو لیتے ہیں۔ یہ ترمیم ڈاکٹر محمد افضل اعزاز صاحب اور چودھری محمد حنیف صاحب کی طرف سے ہے میں ان سے درخواست کروں گا کہ وہ اسے پیش کریں۔

### Clause-5

CH MUHAMMAD HANIF: I beg to move-

That in sub-clause (3) of Clause 5 of the Bill, as recommonded by the Standing Committee on Health, for the words "five years" occurring in line 2 the words "two years" be substituted.

MR DEPUTY SPEAKER: The motion moved is-

That in sub-clause (3) of Clause 5 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, for the words "five years" occurring in line 2 the words "two years. be substituted.

MINISTER FOR LAW: I oppose the motion.

میاں منظور احمد موہل: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ پیچھے تمام کلاز ز پاس ہو چکی ہیں۔ اسمبلی اپنا ووٹ دے چکی ہے۔ ڈائرکٹر کی بھی تین سال ہے۔ یہاں بھی وہی ہے اس کو بھی آپ نے پاس کر دیا ہے۔ اب انہوں نے کہا ہے۔

"No person shall hold office of the Managing Director for a total peried of more than five years."

کیونکہ تین سال ایک دفعہ اور آگے ایک سال یعنی پانچ سال سے وقت زیادہ قطعاً نہیں ہو گا اب یہ کہہ رہے ہیں کہ اس کی بجائے دو سال کر دیں یہ mockery بن جائے گی باقی ڈائرکٹر تین سال کے لیے ہوں گے۔ اب یہ کہہ رہے ہیں کہ منیجنگ ڈائرکٹر کے لیے دو سال رکھ دیں تو جناب والا! ہم نے جو ووٹ دیے ہیں اور اسمبلی نے پاس کیا ہے ان کے بالکل الٹ ہے۔ میں رول 173 کا حوالہ دوں گا۔

"The Speaker may put amendments in such order as he may think fit:

Provided that the Speaker may refuse to put an amendment which, in his opinion, is frivolous, inconsistent or meaningless or which has become infrustuous."

جو لا حاصل ہو جائے اب یہ تو لا حاصل ہو گئی ہے پیچھے ہم نے ڈائرکٹر کے لیے بھی اتنے ہی وقت کی بات کی ہے۔ انہوں نے پیچھے بھی یہی صورت حال بنائی ہے اور اب یہاں بھی کہہ رہے ہیں۔ پانچ سال کے بجائے دو سال کر دیں۔ جو ہم نے ابھی ہاؤس میں ووٹ دے کر پاس کیا ہے اس کی بالکل الٹ ہے تو میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس پہ بحث نہیں ہونی چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: موہل صاحب! انہوں نے ترمیم دی ہے اور جہاں تک آپ نے سپیکر کے

اختیارات کا ذکر فرمایا ہے۔ سپیکر نے ہمیشہ معزز ممبرز کی عزت کی ہے' قدر و منزلت کی ہے اور کوشش کی ہے کہ ان کی جو بات بھی رولز اور پروسیجر کے مطابق ہو اس کو ہاؤس میں ضرور put کیا جائے' جی چودھری صاحب! آپ فرمایئے۔

چودھری محمد حنیف: شکریہ' جناب سپیکر! ہم نے جو یہ ترمیم دی ہے کہ ایم ڈی کے لیے پانچ سال کی بجائے دو سال کا عرصہ رکھا جائے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ دو سال کی مدت نہایت ہی مناسب ہے اور ادارے کے معاملات کو سمجھنے اور ان کو چلانے کے لیے اور ان کے بارے میں فیصلہ کرنے کے لیے یہ عرصہ ایک فرد کو جانچنے اور پرکھنے کے لیے کافی ہوتا ہے کہ وہ اپنے معاملات کو کس انداز سے چلاتا ہے۔ اس کے بعد اس کی تبدیلی ایک مثبت قدم ہو گی اس کے بعد جتنی بھی خامیاں یا کمزوریاں ہیں اس کی وجہ سے اس شخص کو replace کر دیا جائے۔

جناب سپیکر! آپ بڑی بڑی multiple companies اور جتنے ادارے بھی آپ دیکھ لیں کہ وہ اپنی کارکردگی کے لیے کسی بھی آدمی کو دو سال کے لیے ایم ڈی لگاتے ہیں دو یا تین سال سے زیادہ کبھی بھی نہیں لگاتے اور پھر میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کے پاس گنجائش ہے کہ اگر وہ شخص اہم ہو تو اس کا عرصہ بڑھایا بھی جا سکتا ہے لیکن ہم یہ چاہتے ہیں کہ قانون اور آئین کے نقطۂ نظر سے جو ہم نے ترمیم دی ہے کہ اس میں عرصہ کم سے کم رکھا جائے تاکہ بددیانتی' رشوت اور دھاندلی کے راستے کو روکا جا سکے۔ اگر ایک شخص ایک ہی سیٹ پر زیادہ عرصے تک بیٹھا رہتا ہے تو وہ فرعون بن جاتا ہے وہ اپنی من مانی کرنے لگتا ہے۔ یہاں تو معاملہ مالی معاملات کا بھی ہے اور پلاٹس کی الاٹمنٹ کا بھی معاملہ ہے تو ایک شخص کو اتنی زیادہ پاورز دینا اور ایک ہی جگہ پر اتنا زیادہ عرصہ رکھنا یہ کسی بھی لحاظ سے مناسب نہیں ہو گا اور پھر معلوم نہیں کہ اس سیٹ پر کون سا فرد آتا ہے کیا ٹیکنیکل فرد آتا ہے نان ٹیکنیکل؟

یہاں پر حکومت کے پسندیدہ لوگ آئیں گے ان کے اندر کوئی خوبی ہو یا نہ ہو وہ کسی صلاحیت کے مالک ہوں یا نہ ہوں وہ یہاں پر تعینات ہوں گے۔ اس لیے مدت تھوڑی رکھی جائے تاکہ اگر بددیانت یا غلط فرد اس سیٹ پر آجائے تو اسے تھوڑے عرصے کے لیے برداشت کیا جا سکے۔

جناب سپیکر! اگر ایک شخص ایک ہی سیٹ پر زیادہ وقت تک بیٹھا رہتا ہے تو اس کی ڈیلنگ اور اس کے دوسرے معاملات درست نہیں رہتے اس لیے کئی جگہوں پر قانون موجود ہے کہ ایک فرد کو تین سال سے زیادہ کسی جگہ پر بھی نہیں ٹھہرنے دیا جاتا۔ ایک ایسی فاؤنڈیشن بنائی جا رہی ہے کہ جس

کا بنیادی مقصد صحت کو فروغ دینا ہے۔ لوگوں کو طبی سہولتیں فراہم کرنا ہے۔ مختلف اداروں کو امداد دینا ہے کہ وہ ہسپتال اور دیگر چیزیں لوگوں کے لیے بنائیں تو اس اہم ادارے میں ایک فرد کو اتنے عرصے کے لیے بٹھانا کسی طور پر بھی مناسب نہیں ہو گا اگر اس طرح کے فیصلے کیے گئے تو پھر وہی ہو گا جیسے وفاقی وزیر کے ساتھ ہوا کہ انہوں نے خون دیا کہ اس کی رپورٹ دی جائے۔ لیکن انہیں ایکس رے کی رپورٹ دی گئی اور ممکن ہے کہ دریشک صاحب کے ساتھ بھی کئی بار ایسا ہوا ہو۔ جناب والا! جب ایک فرد ایک ہی سیٹ پر اتنا عرصہ بیٹھا رہے گا۔ تو اس سے آپ ایسی ہی توقعات رکھ سکیں گے شکریہ' جناب والا!

وزیر قانون: جناب والا! جیسا کہ میرے بھائی منظور احمد موہل صاحب نے پوائنٹ آف آرڈر کیا ہے کہ یہ کلاز (2) سے متضاد ہے۔ انہوں نے پچھلی کلاززمیں ترمیم پیش کی تھی کہ کلاز (3) میں یہ مدت ایک سال سے بڑھا کر دو سال کر رہے تھے ہم نے جو ٹوٹل مدت رکھی ہے۔ وہ پانچ سال ہے۔ ایم ڈی کی پہلی term تین سال کی ہو گی۔ اگر اس کا کام تسلی بخش ہوا تو ایک سال مزید بڑھا دیا جائے گا پھر بھی اس کا کام تسلی بخش ہوا تو ایک سال مزید بڑھا دیا جائے گا تو ہم نے زیادہ سے زیادہ پانچ سال کا tenure رکھا ہے۔ اس کے بعد اس میں مزید extension کی کوئی گنجائش نہیں رکھی تو جناب والا! اگر دو سال ہوں تو دو سال تو اسی فاؤنڈیشن کے کام کو سمجھاتے لگ جائیں گے اور اس کی term پوری ہو جائے گی اور وہ کسی قسم کا solid and substantial contribution نہیں کر سکے گا۔ ان حالات کے پیش نظر یہ ترمیم قابل پذیرائی نہیں ہے اس لیے اس کو مسترد کیا جائے۔

MR DEPUTY SPEAKER: Motion moved and the question is-

That in sub-slause (3) of Clause 5 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health for the words "five years" occurring in line 2, the words "two years. be substituted.

(The motion was lost)

MR DEPUTY SPEAKER: Next amendment has been received from Rana Sana Ullah Khan. As the Member is not present, it will be considered as withdrawn.

The question is-

That Clause 5 do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

## Clause-6

MR DEPUTY SPEAKER: Now Clause 6 of the Bill is under Consideration, Three amendments have been received in this Clause. First one is from Mr Irshad Hussain Sethi.

سیٹھی صاحب! اس ترمیم میں ایک technical fault ہے کہ یہ deletion of whole clause ہے۔ اس لیے فنی طور پر آپ کی یہ ترمیم پیش نہیں ہو سکتی۔ آپ اس سلسلے میں رول (3)172 پڑھیں۔ اس کے تحت یہ پیش نہیں ہو سکتی۔

میاں منظور احمد موہل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب والا! میرا اس میں یہ بھی پوائنٹ آف آرڈر ہے کہ کلاز نمبر6 میں سیٹھی صاحب نے 13 نمبر ترمیم پیش کی ہے' پھر اس کے آگے جو ترمیم نمبر14 ہے وہ فرید احمد پراچہ' محمد افضل اعزاز' اور ارشاد حسین سیٹھی صاحب کی ہے یعنی آگے بھی ان کی ترمیم ہے اور یہاں یہ کہہ رہے ہیں کہ اس کو delete کر دیا جائے' وہاں ہم نے may لکھا ہے۔ لیکن یہ کہتے ہیں اسے shall کر دیا جائے۔ اس لیے یہ دونوں باتیں متضاد ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: موہل صاحب! ابھی ترمیم نمبر13 زیر بحث ہے۔ اس کے بارے میں آپ ارشاد فرمائیں۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! یہی تو میں کہہ رہا ہوں کہ یہ تیرہ میں رہنا چاہتے ہیں یا چودہ میں رہنا چاہتے ہیں؟ یعنی ایک آدمی بیک وقت دو مؤقف اختیار کیے بیٹھا ہے ایک جگہ کہہ رہے ہیں کہ اسے سرے سے ختم ہی کر دیا جائے۔ اگلی ترمیم میں یہ بڑی ٹھوس بات کر رہے ہیں' ہم نے اس میں may لکھا ہے----

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے' ہم آپ کی بات کو درست مان لیتے ہیں لیکن ابھی ترمیم نمبر14 کی باری نہیں آئی' جس وقت اس کی باری آئے گی اس وقت آپ اپنا نکتہ اٹھائیں۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! میں اب کوئی الفاظ نہیں کہہ سکتا رول نمبر172 آپ پڑھیں

آپ کے اختیارات ہیں؟ آپ کے یہ اختیارات ہیں۔

Rule 172 (7)-

"In respect of any motion or in respect of any Bill under consideration in the Assembly, the Speaker shall have the power to select one or several identical or substantially identical amendments to be proposed."

آپ سارے کو بھی دیکھ سکتے ہیں یہ نہیں کہ اندھے کی طرح لکیر کا فقیر بن کر یہ کہیں کہ چودہ پر بات ہی نہیں ہو سکتی۔ جب میں نے یہ گزارش کر دی ہے کہ تیرہ اور چودہ دو ہیں۔ پہلے تو ان سے یہ پوچھیں کہ یہ کس پر آنا چاہتے ہیں؟ اگر یہ ترمیم نمبر14 پر آنا چاہتے ہیں تو تیرہ تو ویسے ہی delete ہے۔ اور delete کا تو آپ نے بھی کہہ دیا ہے اس پر رولنگ بھی دے دی ہے کہ وہ negative vote بنتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جناب! میں نے تو ان سے عرض کر دی ہے۔ سپیکر کے اختیارات کے متعلق سپیکر کو علم ہوتا ہے۔ آپ کی نشان دہی کا شکریہ۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب والا! موبل صاحب ویسے ہی غصے میں آ رہے ہیں۔ ہم نے تو ایسی کوئی بات نہیں کی لیکن اگر وہ غور سے یہ ساری ترامیم پڑھتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ چودہ اور پندرہ میں سیٹھی صاحب کا نام نہیں ہے۔

وزیر قانون: چودہ میں ان کا نام ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: درست ہے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب والا! دونوں کے اندر میرا نام ہے' میں ترمیم نمبر تیرہ پر بات کرنا چاہتا ہوں اس پر مجھے بات کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے آپ سے گزارش کی ہے کہ قانونی طور پر آپ کی یہ ترمیم پیش نہیں ہو سکتی۔ میں نے متعلقہ رولز کا بھی آپ کو حوالہ دیا ہے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب والا! پھر یہ جو غیر قانونی طور پر بل ایوان میں لایا جا رہا ہے یہ بھی نہیں آ سکتا۔ یہ پورا بل بھی قانونی طور ایوان میں نہیں آ سکتا۔ پچھلے دو سال میں اس ایوان میں جتنے

بل پیش کیے گئے ہیں۔ کسی ایک بل میں بھی اپوزیشن ممبران کی کسی اچھی تجویز کو منظور نہیں کیا گیا۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ یہ بوگس کارروائی بھی پھر نہیں ہو سکتی' کل بھی اس مسئلے پر بات ہوئی تھی کہ اکثریت کے بل بوتے پر قابلیت کے بل بوتے پر نہیں' اکثریت کے بل بوتے پر جب کسی ترمیم کو مسترد کیا جا رہا ہو تو وہ کارروائی صحیح نہیں ہو سکتی۔ رانا صاحب نے بھی یہ کہا تھا اور میں نے بھی کہا تھا کہ شاید ان کا ضمیر بیدار ہو جائے اور اٹھ کر یہ کہہ دیں کہ اس سارے بل کو ہی ختم کر دیا جائے۔ اس لیے میں بطور ممبر یہ سمجھتا ہوں کہ یہ جو میں نے ترمیم دی ہے اس پر بات کرنے کا مجھے حق حاصل ہے تاکہ میں اپنی بات کی وضاحت کر سکوں کہ کس طرح سے میں نے اس کو delete کرنے کا کہا ہے۔ اس لیے جناب سپیکر! میری آپ سے یہ گزارش ہو گی کہ آپ مجھے اپنی ترمیم پیش کرنے کی اجازت دیں تاکہ اس کے بارے میں اظہار خیال کر سکوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سیٹھی صاحب! اس کے بارے میں تو فیصلہ بھی ہو چکا ہے اس کے بعد آگے بھی آپ کی ترامیم آ رہی ہیں' اگر آپ کے خیال کے مطابق کوئی بات رہ گئی ہے' تو آپ اس پر اظہار خیال فرما سکتے ہیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب والا! دو جگہ پر میرا نام ہے۔ چلیں میں تیرہ نمبر پر بول لیتا ہوں اور چودہ پر نہیں بولتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ترمیم نمبر 14 میں بھی آپ کا نام ہے۔ آپ چودہ پر بول لیں۔ اور قانون کے مطابق بول لیں آپ کی باری ہو گی۔ آپ اس پر بات بھی کر سکتے ہیں کوئی ایسی بات نہیں اور قانون کے مطابق بول لیں آپ کی باری ہو گی۔ آپ اس پر بات بھی کر سکتے ہیں کوئی ایسی بات نہیں۔

Next amendment has been received in it from Mr Farid Ahmad Piracha Dr Muhammad Afzal Fzaz, Mr Irshad Hussain Saithi and Malik Muhammad Din. Mr Farid Ahmad Piracha may move it.

MR FARID AHMAD PIRACHA: I beg to move -

> That in Clause 6 of the Bill, as recommeded by the Standing Committee on Health, for the word "may" occurring in line 1, the word "shall" be substituted.

MR DEPUTY SPEAKER: The amandment moved is -

That in Clause 6 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, for the word "may", occurring in line 1, the word "shall" be substituted.

MINISTER FOR LAW: I oppose the motion.

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! یہاں ہماری طرف سے جتنی بھی ترامیم دی جا رہی ہیں وہ بل کے ان نقائص کو درست کرنے کے لیے ہیں' جن کا عملی مشاہدہ ہمیں وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا ہے۔ یہ وہ نقائص ہیں کہ جن کی بنیاد پر افسران یا غلط مقاصد رکھنے والے افراد اپنے مقاصد پورے کرتے رہتے ہیں اور اس سلسلے میں ہم نے یہ ترامیم دی ہیں۔ مثلاً اس میں جو بورڈ کی کارروائی یا بورڈ کے اجلاس ہیں' ان کے بارے میں بل میں یہ کہا گیا ہے کہ بورڈ کے اجلاس اس طور پر منعقد ہوں گے اور کارروائی اس طریقے سے ہو گی اور ایسے طریق کار کے مطابق ہو گی' جس کی تصریح کی جائے گی اور ایسے امور تصریح کیے جانے تک ایسے طریق کار کے مطابق چلائے جائیں گے جس کا تعین بورڈ کرے گا۔ جناب سپیکر! یہ ساری مبہم باتیں ہیں' یہ سارے وہ راستے ہیں کہ جن کے ذریعے سے احتسابی کردار کو' بورڈ کے احتسابی کردار کو ختم کیا جاتا ہے۔ مثلاً اس میں یہ طے ہونا چاہیے تھا کہ بورڈ کے اجلاس کب ہوں گے؟ میں بے شمار ایسے بلز یا ایکٹس کی مثال پیش کر سکتا ہوں جن میں یونیورسٹی کا ایکٹ شامل ہے ان میں ایجوکیشن فاؤنڈیشن ایکٹ بھی شامل ہے' اس کے علاوہ بے شمار ایسے ایکٹس ہیں۔ جن میں اس تصریح کے' یا اس وضاحت کی عدم موجودگی کی وجہ سے' وہ اجلاس جنہیں منعقد ہونا چاہیے وہ سالہا سال تک منعقد نہیں ہوتے۔ ایل۔ ڈی۔ اے ایکٹ کے اندر یہ بات موجود نہیں ہے' چنانچہ تین تین سال گزر گئے ہیں اور اس کا اجلاس منعقد نہیں ہوا جب اجلاس ہی نہیں ہو گا تو اس میں ایجنڈا کہاں سے آئے گا؟ جب ایجنڈا نہیں ہو گا تو اس پر غور کہاں سے ہو گا؟ جب غور نہیں ہو گا تو پھر من مانی کارروائیاں ہوتی رہیں گی۔ پھر جس طرح سے ایل۔ ڈی۔ اے میں پلاٹوں کی لوٹ مار ہوئی ہے' جس طرح سے وہاں پر خورد برد ہوا۔ جس طرح سے سیاسی رشوتیں دی گئیں' جس طرح سے نوازا گیا' یہی معاملہ پھر ہیلتھ فاؤنڈیشن میں بھی ہو گا۔ یہی معاملہ دوسری جگہوں پر بھی ہو گا۔ چنانچہ جناب سپیکر! ہم نے اس میں یہ طے کیا ہے کہ اس ترمیم کے ذریعے سے حکومت کی توجہ دلائی ہے کہ اس میں "may" کی بجائے "shall" کا لفظ شامل کیا جائے کہ یہ اجلاس لازمی

طور پر ہوں گے اس میں کوئی ایسی بات مبہم نہ رہے کہ جب ان کی اپنی مرضی ہو تو جب بھی چاہیں وہ اجلاس بلا لیں جب چاہیں اجلاس نہ کریں' جس طرح چاہیں اجلاس کے بارے میں کارروائی کریں۔ چنانچہ ہم نے یہ ترمیم پیش کی ہے کہ اس میں لازمی کر دیا جائے۔ یہ کوئی ایسی ترمیم نہیں جس سے وریٹک صاحب کی صحت پر فرق آتا ہو' یا وزیر صحت کی صحت پر کوئی فرق واقع ہو' کوئی ایسی بات نہیں اگر "may" کی بجائے "shall" آ جائے گا تو اس طرح یہ لازمی ہو جائے گا کہ اجلاس منعقد کیا جائے۔ اس میں کون سی ایسی بات ہے' جس کو تسلیم نہ کیا جائے۔ جناب سپیکر! میں اختصار سے کام لیتے ہوئے اس بات پر زور دوں گا کہ میری اس ترمیم کو منظور کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر محمد افضل اعزاز صاحب!

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب والا! جو کلاز نمبر 6 ہے میں اسے پہلے پڑھتا ہوں۔

The Board may constitute such financial, technical and advisory committees as may be deemed necessary for carring out the purposes of this Act.

جناب سپیکر! اس میں ہم یہ چاہتے ہیں کہ اگر وہ اپنے تمام مقاصد پورے کرنا چاہتے ہیں تو بورڈ خود technical, financial and advisory committees مقرر کرے گا۔ اور یہ کمیٹیاں اس وقت عام نوعیت کی ہیں کہ اگر آپ کو وہاں تکنیکی آدمیوں کی ضرورت پڑتی ہے تو ان میں سے آپ ٹیکنیکل افراد چن لیں۔ تاکہ ٹیکنیکل کمیٹی بنے۔ اور آپ کو جتنی سہولتیں بہم پہنچانے کے لیے' ان کے قواعد و ضوابط بنانے کے لیے وہاں کی تمام latest ٹکنیکس بتانے کے لیے وہ مشینری' وہ کمیٹی عمل میں آئے۔ اسی طرح فنانس کے خوردبرد کو روکنے کے لیے اگر دس کروڑ روپے کا حساب کتاب ہے تو وہ آپ کو پوری طرح بتانے کے لیے کہ فنانس کمیٹی ہو گی جو اس کی نگرانی کرے گی اور بروقت دیکھا کرے گی' چیک کیا کرے گی۔ اس لیے اگر یہ کہا جائے کہ یہ بورڈ تو پوری طرح اتھارٹی ہو گی کہ وہ ٹیکنیکل ایڈوائزری کمیٹی بنائے یا نہ بنائے' فنانس کمیٹی تشکیل دے یا نہ دے' اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سارا سال ساری مدت کے دوران اگر وہ کمیٹیاں نہیں بناتے' تو ان کو کوئی چیک کرنے والا نہیں ہو گا۔ آپ یہ کمیٹیاں بنائیں یا نہ بنائیں ان کی اپنی مرضی اور صوابدید ہے۔ اگر وہ فاؤنڈیشن یہ سمجھتی ہے کہ کمیٹیاں ضروری ہیں تو شاید وہ کسی کے کہنے پر بنا دیں۔ اگر کمیٹیوں کی ضرورت ہی نہیں اس کی اہمیت ہی نہیں تو پھر وہ کمیٹیاں نہیں بنائی جائیں گی۔ اس لیے میری گزارش یہ ہے کہ

"may" کی جگہ "shall" لگایا جائے۔ اور اس ہیلتھ بورڈ کو مجبور کیا جائے' پابند کیا جائے کہ وہ اتنی اہم نوعیت کی جو کمیٹیاں ہیں اس کو پوری طرح تشکیل دے اور اس کے تقاضے پورے کرے۔ تاکہ ہم یہ کہہ سکیں کہ فنانس کے معاملے میں' ٹیکنیکل کے معاملے میں' اور اس کے بعد ایڈوائزری کمیٹیاں اپنا رول اچھی طرح' مثبت انداز میں' مفید انداز میں سرانجام دیں گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ارشاد حسین سیٹھی صاحب!

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب والا! یہ جو ترمیم نمبر6 پیش کی گئی ہے اس پر جو میں نے پہلے ترمیم دی تھی۔ اس میں میں نے کہا تھا کہ اسے delete کر دیا جائے جبکہ دوسرے دوستوں کی طرف سے اس پر جو ترمیم تھی اس کے بارے میں بھی انہوں نے اظہار خیال کیا ہے۔ جناب والا! اگر اس ترمیم کو بنظر غائر دیکھا جائے اور اس کا جائزہ لیا جائے اور اس کو کلاز 7 اور 8 کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے۔ تو جناب والا! میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہماری سٹینڈنگ کمیٹی سے ہونے کے بعد آج یہ بل اس ہاؤس میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اس میں کون کون سے ایسے راستے نکالے گئے ہیں یا جن کو چھوڑا گیا ہے کہ جس کی بنیاد پر میں نے اس ترمیم کو delete کرنے کے بارے میں کہا ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ بورڈ ایسی مالیاتی تکنیکی اور مشاورتی مجالس تشکیل دے سکتا ہے جو قانون ہذا کے مقاصد کو روبہ عمل لانے کے لیے ضروری متصور ہوں۔ جبکہ جناب والا! اس کے ساتھ ہی اس میں اس کی مزید وضاحت اس انداز سے سامنے آتی ہے کہ ہم اس کی ضرورت کیوں محسوس نہیں کرتے۔ اس میں یہ ہے کہ افسران وغیرہ کی تقرری ہو گی۔ فاؤنڈیشن مصرحہ طریق اور مصرحہ شرائط و قیود پر ایسے افسران' مشیروں' صلاح کاروں اور ملازمین کا تقرر کر سکتی ہے جنہیں وہ اس کے کارہائے منصبی کو مؤثر سرانجام دینے کے لیے ضروری خیال کرے۔ تو جناب سپیکر! اب آپ یہ دیکھیے کہ ایک طرف تو مشاورتی کمیٹیاں تشکیل دی جا رہی ہیں اور دوسری طرف یہ ہے کہ صلاح کاروں اور مشیروں کا باقاعدہ تقرر کیا جا رہا ہے۔ کیونکہ ایک ہی وقت میں یہ اپنی ترمیم جس کو یہ لانا چاہ رہے ہیں۔ جناب والا! اس کی علی الرغم ایک طرف تو مشیروں اور صلاح کاروں کی تقرریاں کی جا رہی ہیں' میں نہیں سمجھتا کہ یہ مشیر اور صلاح کار کس مقصد کے لیے رکھے جائیں گے' ان سے کیا کام لیا جائے گا؟ جناب والا! میں نے کل بھی یہ نشان دہی کی تھی کہ یہ مشاورتی بورڈ جیسے ہیں' اور اسی طرح کا معاملہ کیا جائے گا۔ اور جو مشاورتی بورڈوں کے افراد ہیں' جو کہ آج باہر سے چن چن کے نمبر2 لیے جا رہے ہیں' جناب والا! ان مشاورتی بورڈوں میں جو کھوٹے سکے شامل کیے جا رہے ہیں'

اسی طرح یہ مشاورتی کمیٹیاں جو ہیں اور اس کی جو مالیاتی کمیٹیاں ہوں گی' جو تکنیکی کمیٹیاں ہوں گی' ہم نے کل یہی تو اس ایوان میں عرض کیا تھا کہ اس بات کو پہلے ہی طے کر لینا چاہیے کہ کون سے لوگ جو آفیشل ہوں گے ٹیکنو کریٹس ہوں گے' کون سے افراد نان ٹیکنیکل ہوں گے۔ میں اسی لیے کہوں گا یہ جو تکنیکی کمیٹیاں بنانے کا مقصد ہے یہ حکومت اپنے ان لوگوں کو جن کو یہ اپنے ساتھ لے کر چلنا چاہتے ہیں کہ ہم ان کو یہاں ممبر بنائیں گے۔ پھر ان کے اعزازیے مقرر کریں گے' پھر ان سے کام لیں گے۔ اور فاؤنڈیشن پر ایک بوجھ مزید ڈالا جائے گا۔ پھر جناب والا! اس کی کارکردگی یہ ہو گی کہ بورڈ آف ڈائرکٹر اپنے سارے کے سارے کام ان کمیٹیوں کے سپرد کر دیں گے' اور یہ کمیٹیاں ایسی ہی رپورٹیں بھجوائیں گی کہ جس انداز سے آج سٹینڈنگ کمیٹی کی طرف سے اس ایوان میں بل لائے جاتے ہیں۔ جن کو پڑھے بغیر ہی اس ایوان کو واپس دے دیا جاتا ہے کہ جناب اس کو منظور کر لیا جائے۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ جس طرح مشاورتی بورڈوں کا حال ہوا ہے اس بل میں اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے' حکومت کی اسی ذہن کو مدنظر رکھتے ہوئے' حکومت کی اس پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے' حکومت کے انہیں گھپلوں کو مزید جلا دینے کے لیے' حکومت کی لوٹ مار میں اس طرح اضافہ کرنے کے لیے اور اپنے انہی سیاسی نمائندوں کو' جن کو یہ لوگ oblige کرنا چاہتے ہیں' ان کو شامل کرنے کے لیے اور ان کو اپنی لوٹ مار میں حصہ دار بنانے کے لیے یہ ترمیم لائی جا رہی ہے کہ یہ کمیٹیاں وجود میں آنی چاہئیں۔ جناب والا! مجھے یہ بتایئے کہ جب پہلے ہی اس قدر بوجھ آج ان اداروں پر ڈالا جا رہا ہے' آج ان کی کارکردگی پر زبان زد و عام تبصرے کیے جاتے ہیں' آج اس ایوان کے بارے میں ایک عام ریڑھی والا کھڑا ہو کر یہ سوال کرتا ہے کہ ان ایوانوں کی کارروائی کیا ہے؟ اس لیے جناب والا! میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس ساتویں اور آٹھویں ترمیم کی موجودگی میں جس میں واضح طور پر بورڈ کے افراد کا' مشیروں کا' صلاح کاروں کا طریقہ رکھا ہے' میں نہیں سمجھتا کہ ان سے کیا کام لیا جائے گا۔ جناب والا! جب یہ ایک صلاح کار بورڈ آف ڈائرکٹرز کے علاوہ' ملازمین کے علاوہ' عملے کے علاوہ' مشیر اور صلاح کار کا بھی انہوں نے اس میں ذکر کیا ہے کہ ہم ان کی باقاعدہ تقرری کریں گے' وہ الاؤنسز لیں گے' وہ اخراجات بڑھائیں گے۔ اس کے بعد میں نہیں سمجھتا کہ جب یہ مشاورتی تکنیکی کمیٹیاں بنائیں گے تو ان میں یہ افراد کو تنخواہیں نہیں دیں گے' ان کو یہ اپنے گھپلوں میں شامل نہیں کریں گے۔ اس لیے جناب والا! میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس ترمیم کو کسی صورت میں بھی منظور نہیں کیا جانا چاہیے۔ اور اس کو اس انداز کے ساتھ کہ جس طرح میں نے اپنی ترمیم نمبر

13 دی ہے کہ اس کو ختم کیا جانا چاہیے۔ کیوں کہ اس کا ختم ہونا ہی اس کی اصل روح ہے' اور وہ اصل مقصد کو پورا کرتی ہے۔ اس لیے جناب والا! میں یہ کہوں گا کہ جناب لاء منسٹر صاحب جبکہ یہ کہتے ہیں کہ ہم آپ کے مشورے کے ساتھ' ہم آپ کے تعاون کے ساتھ یہاں پر چلنا چاہتے ہیں۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ خدارا! عوام پر ان چیزوں کا بوجھ تو نہ ڈالیے جن کے آج عوام متحمل نہیں ہو سکتے۔ اس لیے فاؤنڈیشن کے ڈائرکٹر' فاؤنڈیشن کا عملہ' اس کے ملازمین' مشیر اور صلاح کار جو آپ بھرتی کر رہے ہیں ان کے علاوہ ان تکنیکی اور مالیاتی کمیٹیوں کی کوئی ضرورت نہیں یہ کام تو ان سے بھی لیا جا سکتا ہے۔ اس لیے میں چاہوں گا کہ یہ حزب مخالف کی طرف سے ترمیم لائی جا رہی ہے اس کو من و عن منظور کیا جانا چاہیے اور اس کی مخالفت نہیں ہونی چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' لاء منسٹر صاحب۔

وزیر قانون: جناب والا! بورڈز میں کمیٹیاں تشکیل کرنے کی گنجائش موجود ہے۔ اگر بورڈ چاہے تو ٹیکنیکل کمیٹیاں مقرر کر سکتا ہے۔ اور اگر بورڈ نے ضرورت محسوس کی تو ضرور ٹیکنیکل کمیٹی تشکیل دے گا۔ اب یہ ہمارے بھائی صاحبان لاء میں provide کروانا چاہتے ہیں۔ کہ لاء میں آپ ٹیکنکل کمیٹیوں کو چاہے ضرورت ہو یا نہ ہو ان کو ضرور incorporate کیا جائے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ قانون میں پہلے ہی گنجائش موجود ہے کہ بورڈ وہ کمیٹیاں مقرر کر سکتا ہے' اس ترمیم کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے فاضل بھائی جناب ارشاد حسین سیٹھی صاحب نے آج یہ بات کی میں سوچ رہا تھا کہ آج رانا صاحب تشریف نہیں رکھتے تو آج ہمیں لوٹ مار' ضمیر والی بات سے ہمیں بخشش ملے گی۔ لیکن سیٹھی صاحب نے آج ہمیں ان کی کمی محسوس نہیں ہونے دی۔ تو میں ان کی خدمت میں صرف ایک شعر پیش کرنا چاہتا ہوں:

جن پتھروں کو ہم نے عطا کی تھی بندگی
ان کو زبان ملی تو ہمیں پر برس پڑے

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب والا! لاء منسٹر صاحب شعر کی اصلاح کر لیں۔

جن پتھروں کو ہم نے عطا کی تھی زندگی
ان کو زبان ملی تو ہمیں پر برس پڑے

جناب ڈپٹی سپیکر: سیٹھی صاحب نے شعر کی اصلاح کی ہے لاء منسٹر صاحب سے درخواست ہے کہ

وہ ذرا تصحیح فرمالیں۔ "بندگی" کی بجائے "زندگی" کا لفظ ہے۔

MR DEPUTY SPEAKER: Now, the motion moved and the question is :

That in Clause 6 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, for the wrod "may" occurring in line 1, the word "shall" be substituted.

(The motion was lost)

MR DEPUTY SPEAKER: Next amendment has been received in it from Rana Ikram Rabbani, Malik Iqbal Ahmad Khan Langrial, Mr Ghulam Sarwar Khan and Mr Ali Hassan Raza Qazi. Rana Ikram Rabbani may move the amendment.

RANA IKRAM RABBANI : Sir, I move :

That in Clause 6 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, between the words "Committee" and "as" occurring in line 2, the words "consisting of Professional Experts and Specialists" be inserted.

MR DEPUTY SPEAKER : The amendment moved is :

That in Clause 6 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, between the words "Committee" and "as" occurring in line 2, the words "consisting of Professional Experts and Specialists" be inserted.

MINISTER FOR LAW : Opposed.

جناب ڈپٹی سپیکر: جی رانا صاحب!

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر یہ میں جو پہلے original Cluase as recommended by the S.C. وہ پڑھنا چاہتا ہوں تاکہ اس کے بعد جب میں اپنی ترمیم پہ اظہار خیال کروں تو اس ہاؤس کے honourable members کو پتا ہو کہ original Clause کیا ہے اور اس میں' میں کیا ترمیم پیش کرنا چاہتا ہوں۔

The Board may constitute such financial technical adivsing committees as may be deem necessary for carrying out the purpose of the act.

یعنی اس بورڈ کو جو فاؤنڈیشن کے تحت بن رہا ہے اگر ضرورت پڑے تو وہ معاشی' تکنیکی اور مشاورتی کمیٹیاں بنا سکیں۔ جناب سپیکر! میں نے جو ترمیم پیش کی ہے اس کے ذریعے اس کی تحریر اس طرح پڑھی جائے گی۔

The Board may constitute fiancial, technical and adivsing committees consisting of professional experts and specialists.

جناب والا! میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس ترمیم کی مخالفت کی جائے گی۔ جناب سپیکر! جو legislation کا بل یہاں پیش کیا جاتا ہے ہم اس کی ایک ایک لائن کو پڑھتے ہیں اور اپنی ذمہ داری کو ادا کرنے کے خیال سے جہاں جہاں پہ ہم ضرورت محسوس کرتے ہیں اس بل کو کم از کم اپنی دانست میں ایسا بنا کے اس ہاؤس سے نفاذ کے لیے باہر بھیجتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس میں کم از کم clauses ہوں اور جو کو اپنے مخصوص مقاصد حاصل کرنے کے لیے حکومت کے پاس کم از کم گنجائش ہو۔ جناب والا! میں نے اس میں صرف یہ تجویز پیش کی ہے کہ اگر کمیٹیاں بنانے کی ضرورت پڑ جائے تو اس میں وہ لوگ شامل کیے جائیں جو اپنے اپنے شعبہ میں مہارت رکھتے ہوں۔ اب جب اس بل کی مخالفت کی گئی۔ جناب والا! اس ترمیم کی مخالفت اس بات کا ثبوت ہے کہ ہمارے خدشات درست ہیں اور اس بل کو پیش کرنے کا حکومت کا مقصد درست نہیں ہے یہ بل نیک نیتی پر مبنی نہیں ہے۔ اور اس clause کے ذریعے صوبے میں لوٹ مار کا سلسلہ جاری رکھنا چاہتے ہیں اور اب تو ماشاء اللہ یہ سلسلہ پاکستان کی سطح تک چلا گیا ہے ان commitees میں جن کو چاہیں اپنی مرضی سے شامل کر لیں۔ جناب سپیکر! یہ legislation کا طریقہ نہیں ہے۔ یہاں پر سیلاب کی بات ہوئی' یہاں پہ Law and Order کی بات ہوئی ہم نے جتنی ہمارے پاس لاہور کی لائبریریوں میں کتابیں تھیں ان

کو consult کرنے کے بعد اس صورت حال کو بہتر بنانے کے لیے ہم نے باقاعدہ یہاں پہ تجاویز پیش کیں کہ legislation کا یہ طریقہ کار ہونا چاہیے۔ training کا یہ طریقہ کار ہونا چاہیے۔ promotion کا یہ طریقہ کار ہونا چاہیے۔ جو لوگ جیل جاتے ہیں ان کو rehabilitation کے بارے میں اس قسم کی چیزیں بنی چاہئیں اور یہاں پر جناب والا! یہ ہوا کہ صرف ایک سیاسی تقریر ہم نے سنی جو اتفاق برادرز کے سٹیٹ آفیسر نے کی تھی۔ جناب سپیکر! ان کمیٹیوں کو یہ کیسے justify کرتے ہیں' ان کمیٹیوں میں اپنی مرضی کے لوگ ڈال کر پھر ان کو اعزازیے دیے جائیں گے پھر ان کو consultation fees دی جائے گی۔ ہم نے اس بل میں صرف یہ ترمیم پیش کی ہے کہ اس کمیٹی میں وہ لوگ شامل کیے جائیں جن سے اگر کسی technical چیز کے بارے میں مشورہ کیا جائے تو وہ لوگ جو اس شعبہ میں مہارت رکھتے ہوں۔ اگر ڈاکٹرز کو شامل کرنا ہے تو وہ لوگ شامل کیے جائیں جو اپنے اپنے شعبہ میں specialist ہوں۔ اس clause کے ذریعے جناب سپیکر! اس میں یہاں یہ ایک قرار داد پیش ہوئی تھی کہ اراکین اسمبلی کے لیے تعلیم کا ایک معیار مقرر کر دیا جائے۔ سب سے زیادہ اس قرار داد سے خطرہ قائد ایوان نے محسوس کیا۔ پتا نہیں یہ تعلیم سے ڈرتے کیوں ہیں۔ یہ ان لوگوں کو کمیٹیز میں شامل کرنے سے ڈرتے کیوں ہیں جو اپنے اپنے شعبہ میں مہارت رکھتے ہیں۔ جناب والا! میری اس ایوان سے بڑی مؤدبانہ استدعا ہے کہ یہ اس ترمیم میں may be specified 'May be detarmined' یہ May be کے الفاظ کو چھوڑ کر ہم اس اہلیت کا ثبوت دیں کہ ہم اتنے اہل ہیں جو قانون Law department کی طرف سے بنا کر یہاں بھیجا گیا ہے اس میں ہم اس قسم کی ترامیم کر سکیں جو واقعی عوام کے مفاد میں ہوں جس کے ذریعے لوگوں کو نوازنے کے راستے میں کوئی رکاوٹ پیدا کی جا سکے۔ لوگوں کو Government exchequer کے سرمائے سے جو taxes کے ذریعے وصول کیا جاتا ہے اس کو لٹانے سے روکا جا سکے آج اگر ہم ایسی ترامیم کو بھی پاس نہیں کرتے کہ ضرور کمیٹیاں بنائیں کمیٹی بنانے کے اختیار کو چیلنج نہیں کیا گیا۔ کمیٹی بنانے کے اختیار کو محدود نہیں کیا گیا۔ میں نے جناب سپیکر! اس ترمیم کے ذریعے صرف یہ گزارش کی ہے کہ کمیٹیاں اگر بنانی پڑیں تو ان کمیٹیوں میں وہ لوگ رکھے جائیں جو اپنے اپنے شعبہ میں مہارت رکھتے ہوں میری اس ایوان سے استدعا ہے کہ اس ترمیم کو منظور کیا جائے تاکہ اس clause کے ذریعے جو chances مجھے تو جناب سپیکر یقین ہے کہ اس مخالفت کے بعد لیکن اگر یہ سمجھتے ہیں کہ کچھ chances ہیں تو ان chances کو بھی اگر بالکل

روکا نہیں جا سکتا تو کم از کم کیا جائے اس foundation کو کم کرنے کا جو مقصد یہاں بیان کیا گیا ہے کسی حد تک تو پورا ہو سکے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لنگڑیال صاحب آپ بولیں گے؟---- جی فرمایئے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب سپیکر! یہ جو ہم نے ترمیم دی ہے اس بورڈ میں جو کمیٹیاں بنائی گئی ہیں اور بورڈ میں کمیٹیوں کے اندر بھی تین کمیٹیاں ایک تو بورڈ بذات خود یہ نامزد کریں گے اور اس کے بعد پھر یہ کمیٹیاں بنائیں گے اور یہ ترمیم ہم نے دی ہے کہ ان میں specialists experts اور professional لوگوں کو مواقع دیا جائے۔ جناب سپیکر! اگر دیکھا جائے تو یہ جو فاؤنڈیشن بل ہے یہ تو بالکل pure ان لوگوں کے لیے ہونا چاہیے جو یہ مہارت رکھتے ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ کس طریقے سے صحت کی بہتری کے لیے وہ کام کر سکتے ہیں۔ اگر جناب والا! یہ بورڈ کے اندر بھی کمیٹیاں بنا دی جائیں اور ان کمیٹیوں میں بھی specialist کا نام تک نہ آئے اور ان کو پتا نہ ہو کہ ہم نے یہاں کیا کرنا ہے' ہماری ذمہ داری کیا ہے' ہم صحت کے معاملات کو کچھ جان سکتے ہیں یا نہیں جان سکتے تو پھر اس بل کا مدعا ہی ختم ہو جاتا ہے اور بل کی بات ہی ختم ہو جاتی ہے۔ اس بل کے اندر جو کمیٹیاں بنائی گئی ہیں ان میں بھی کسی ایسے بندے کا ذکر نہیں ہوا' کسی ایسے specialist کا ذکر نہیں ہوا کہ جو ایسے معاملات کو جان سکے۔ جناب سپیکر! ہمیں یہ کہنا پڑے گا کہ جس طرح سے حکومت نے اپنا طریق کار بنایا ہوا ہے کہ اپنے وہ لوگ جو شکست خوردہ ہیں جو الیکشن ہار چکے ہیں جو بلدیات کے الیکشن ہار چکے ہیں جناب سپیکر! یہ حکومت کی نیت اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ اگر وہ یہ بورڈ بناتے ہیں اور ان کے اندر کمیٹیاں بناتے ہیں اور ان کمیٹیوں میں یہ ان لوگوں کو شامل کرنا چاہتے ہیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' فرمایئے؟

شیخ محمد طاہر رشید: جناب والا! محترم لنگڑیال صاحب کی خدمت اقدس میں صرف ایک شعر پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شعر پوائنٹ آف آرڈر پر ہو سکتا ہے؟

شیخ محمد طاہر رشید: جناب والا! ہونا تو چاہیے۔ جناب سپیکر! بر موقع ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! تشریف رکھیے۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! بر موقع ہے۔

دوسروں پر اگر تبصرہ کیجیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! میں نے آپ کو اجازت تو نہیں دی۔ موبل صاحب ہی اس سلسلے میں ہماری راہ نمائی فرماسکتے ہیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! اتنی دیر میں تو میں تین شعر پڑھ دیتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ ہمیشہ کتاب کا حوالہ دیتے ہیں۔ رولز کا حوالہ دیتے ہیں۔ آپ سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ سپیکر کی اجازت کے بغیر شعر پڑھنا شروع کر دیں۔ میں ان کی تقریر کے بعد آپ کو اجازت دوں گا کہ آپ کا شعر ضرور سنیں گے۔ ذرا آپ تشریف رکھیں۔ آپ وقت ضائع نہ کریں۔ مہربانی کر کے تشریف رکھیں۔ جی' فرمایئے۔

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! اس وقت یہ ایوان جس مرحلے سے گزر رہا ہے ان ایوانوں کو منتخب کرنے کا مقصد ہی قانون سازی ہوتا ہے۔ میری آپ سے استدعا ہو گی کہ کم از کم قانون سازی کے مرحلے پر جو ایوان کا وقت ضائع کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اسے discourage کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ آپ درست فرما رہے ہیں۔ میں نے شیخ صاحب سے یہ استدعا کی ہے کہ آپ پڑھے لکھے ایک معزز ممبر ہیں اور آپ نے ہمیشہ قانون اور رولز آف پروسیجر کا حوالہ دیا ہے۔ آپ اس سلسلے میں ہماری راہ نمائی فرمائیں گے۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! یہی ہدایت آپ رانا ثناء اللہ خان صاحب کو فرما دیتے تو یہ قانون کل ہی پاس ہو جاتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! تشریف رکھیں۔ جی فرمایئے۔

ملک اقبال احمد خاں لنگڑیال: جناب سپیکر! میں یہ کہہ رہا تھا کہ جو یہ بورڈ کے اندر بھی کمیٹیاں بنوائی گئیں اور کمیٹیوں میں سپیشلسٹ لوگوں کو نظرانداز کر دیا گیا۔ تو جناب والا! لگتا یوں ہے جیسے میں مثال دینے لگا تھا کہ ضلع لیول پر مشاورتی کمیٹیاں بنائی گئی ہیں۔ اگر ان میں دیکھیں تو ان میں بھی للوں پلوں کی بھرتی کی گئی ہے۔ تو جناب سپیکر! ان کمیٹیوں میں سپیشلسٹ نہ رکھنا ایسے لگتا ہے کہ حکومت یہاں بھی انہی لوگوں کو نوازے گی۔ انہی لوگوں کو رکھے گی۔ اور پھر اس کے ساتھ ساتھ یہ دیکھنا ہو گا کہ یہ جو کمیٹیاں بنائی گئی ہیں ان میں لوگوں کو صرف اس طرح نوازنا ہی نہیں بلکہ ان کے دفاتر بنائے جائیں گے۔ پھر ان کو ٹی۔ اے' ڈی اے دیا جائے گا۔ کاریں دی جائیں گی۔ جس سے یہ

عیش و آرام کریں گے اگر حکومت واقعی اس بات پر سنجیدہ ہوتی تو ان کمیٹیوں کے اندر سپیشلسٹ لوگوں کو لاتی اور ایسے لوگوں کو کبھی نظرانداز نہ کرتی۔ جناب سپیکر! یہ سپیشلسٹ لوگ ہماری قوم کا' ملک کا سرمایہ ہیں۔ اور ایسے حالات میں جبکہ ہم نئی قانون سازی کر رہے ہوں' نئے بورڈ بنائے جا رہے ہوں۔ ہیلتھ فاؤنڈیشن بل پاس کروا رہے ہوں تو اس وقت بھی ان سپیشلسٹ لوگوں کو نظرانداز کیا جائے تو اس کے بعد کون سی بات رہ جاتی ہے کہ ان لوگوں کو اس معاشرے میں یا حکومت ان لوگوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ تو جناب سپیکر! لگتا یوں ہے کہ حکومت ان لوگوں کی بالکل ہی حوصلہ شکنی کرنا چاہتی ہے جبکہ ہم ایک اہم بل پاس کر رہے ہیں۔ اس میں بھی ان کو نظرانداز کیا جا رہا ہے۔ جناب والا! میری یہ گزارش ہو گی کہ یہ جو میں نے ترمیم دی ہے اسے پاس کیا جائے اور سپیشلسٹ لوگوں کو نظرانداز نہ کیا جائے اور اس کو اس میں رکھا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون: جناب سپیکر! موجودہ قانون کے مطابق بورڈ کو مالیاتی اور ٹیکنیکی اور مشاورتی کمیٹیاں تشکیل دینے کا اختیار حاصل ہے۔ ٹیکنیکل کمیٹیوں میں تو ظاہر ہے کہ جو پروفیشنل ایکسپرٹس ہوں گے وہی ہوں گے۔ جو چیز یہ ترمیم کے ذریعے کرنا چاہتے ہیں اس کی گنجائش ہمارے بنیادی قانون میں پہلے ہی موجود ہے۔ اس وجہ سے جناب والا! یہ ترمیم غیر ضروری ہے لہٰذا اسے مسترد کیا جائے۔

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment moved and the question is:

> That in Clause 6 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, between the words "Committee" and "as" occurring in line 2, the words "consisting of Professional Experts and Specialists" be inserted.

(The motion was lost)

MR DEPUTY SPEAKER: The question is :

> That Clause 6 of the Bill do stnad part of the Bill.

(The motion was carried)

## Clause -7

MR DEPUTY SPEAKER: Now Clause 7 of the Bill is under considration, since there is no amendment in it, the question is;

That Clause 7 of the Bill do stnad part of the Bill.

(The motion was carried)

## Clause -8

MR DEPUTY SPEAKER: Now Clause 8 of the Bill is under considration, since there is no amendment in it, the question is;

That Clause 7 of the Bill do stnad part of the Bill.

(The motion was carried)

## Clause -9

MR DEPUTY SPEAKER: Now Clause 9 of the the Bill is under considration, Two amendments have been received in it. First amendment is from Farid Ahmad Piracha, Ch. Mhod, Munir, Dr Mohd Afzal Ezaz, Mr Irshad Hussain Saithi, Dr Afzal Ezaz may move it.

Dr Afzal Ezaz: I move:

> That in sub Clause (1) of Clause 9 of the Bill, as recommended by the standing committee on Health, for the words "in such manner" occurring in line 2, the words "after every three months" be substituted.

MR DEPUTY DPEAKER: The amendment moved is :

> That in sub Clause (1) of Clause 9 of the Bill, as

recommended by the standing committee on Health, for the words "in such manner" occurring in line 2, the words "after every three months" be substituted.

MINISTER FOR LAW: opposed.

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب سپیکر! اس ہیلتھ فاؤنڈیشن بل میں سارے اختیارات گورنمنٹ نے اپنے پاس رکھے ہوئے ہیں۔ آپ اگر اس کا مطالعہ کریں اور اس کی اہمیت کا اس بات سے جائزہ لیں کہ ممبران اسمبلی نے اس بل میں اتنی زیادہ ترامیم دی ہیں کہ شاید ہی کسی اور بل میں اتنی زیادہ ترمیم پیش کی ہوں۔ اس بل میں چالیس ترامیم پیش کی گئی ہیں۔ وہ ساری ترامیم اہم نوعیت کی ہیں اور وہ اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ یہ بل بہت اہم ہے۔ جس کے مقاصد پورے کرنے کے لیے ممبران پوری طرح ذوق و شوق سے حصہ لینا چاہتے ہیں۔ اس کلاز نمبر9 میں یہ کہا گیا ہے۔

The meetings and the business of the Board shall be conducted in such manner and according to such procedure as may be prescribed and until these matters are preseribed, as may be determined by the Board.

اس میں آپ دیکھیے کہ بورڈ کو پوری طرح اختیار دیا گیا ہے کہ اگر وہ اصول وضع نہ کیے جائیں تو بھی ان کو پورا اختیار ہو گا کہ جو چاہیں وہ کریں ان کو پوری پوری چھٹی ہو گی۔ چاہے وہ میٹنگ کریں یا نہ کریں۔ چھ مہینے کے بعد کریں تو ان کی اپنی مرضی۔ اگر سال کے بعد وہ میٹنگ منعقد کرتے ہیں تو ان کی اپنی مرضی۔ اور اگر اس کے بعد سارا سال یعنی سارے tenure میں ایک میٹنگ بھی نہیں ہوتی تو کوئی ایسا ضابطہ یا قانون نہیں جس کی بنیاد پر ہم انہیں روک ٹوک کر سکیں کہ جناب میٹنگ منعقد کریں۔ بڑے اہم امور ہیں۔ جن کو ہم یہاں زیر بحث لانا چاہتے ہیں۔ یہ سارے کا سارا اختیار ان کی determination پر ہے۔ اگر منیجنگ ڈائرکٹر ہے تو وہ گورنمنٹ کا اپنا ذاتی آدمی ہے۔ ان کی اپنی صوابدید کے مطابق ان کی اپنی qualifications کیا ہوں گی۔ ٹیکنیکل آدمی ہو گا یا نہیں ہو گا؟ کس گریڈ کا ہو گا؟ کتنا اس کا تجربہ ہیلتھ میں ہو گا؟ ایسی بات بالکل نہیں ہے۔ یعنی گورنمنٹ جس کو چاہے پکڑ کر اس کو منیجنگ ڈائرکٹر بنا سکتی ہے اور منیجنگ ڈائرکٹر کے ساتھ ساتھ بورڈ آف ڈائرکٹر کے

ممبران کو بھی گورنمنٹ اپنی صوابدید کے مطابق جس کو چاہے گی اسے بنا دے گی۔ اب میٹنگ تک کے لیے یہاں کوئی ایسا اصول وضع نہیں کیا گیا کہ ان میٹنگز کو منعقد کرنے کے لیے ہم یہ کہیں کہ تین مہینے کے بعد یا کم از کم چھ مہینے کے بعد اس کی میٹنگ منعقد کریں گے۔ تاکہ جو امور التوا میں پڑے ہوئے ہیں اور کافی عرصے سے ان کو زیر بحث نہیں لایا گیا اور وہ urgent nature کے ہیں۔ ان کو کم از کم ہم بیٹھ کر میٹنگ میں طے کر سکیں۔ یہاں میں اس بات کی مخالفت کرتا ہوں اور پورے طریقے سے یہ پیش کرتا ہوں کہ اس میں ہر تین مہینے کے بعد میٹنگز اور بزنس کو conduct کرنے کے لیے قواعد و ضوابط کو لازمی قرار دیا جائے تاکہ ہم وہ تمام امور طے کر سکیں جن سے یہ مقاصد حل ہوتے نظر آتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پراچہ صاحب! آپ بات کرنا چاہتے ہیں؟

جناب فرید احمد پراچہ: جی! نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں۔ اور کوئی صاحب بھی نہیں ہیں؟ جی لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون: جناب والا! اس ترمیم کے ذریعہ یہ تجویز کیا گیا ہے کہ بورڈ کی میٹنگ تین مہینے میں ایک دفعہ ضرور ہو اور جو موجودہ قانون ہے اس میں یہ ہے کہ قواعد و ضوابط کے مطابق بورڈ کی میٹنگز ہوا کریں گی۔ اس میں تین مہینے میں اگر ضرورت پڑی تو ایک سے زیادہ میٹنگز ہو سکتی ہے۔ بورڈ کا کوئی کام میٹنگ کرنے اور فیصلے کرنے کے بغیر تو چل ہی نہیں سکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کہنا مناسب نہیں ہے کہ بورڈ کی میٹنگ بالکل ہو گی ہی نہیں۔ اگر بورڈ کی میٹنگ نہیں ہو گی تو پھر اس کا کوئی کام کر ہی نہیں سکیں گے۔ تو اس لحاظ سے اس میں یہ گنجائش موجود ہے کہ تین مہینے میں میٹنگ ہو۔ پھر اگر ضرورت پڑے تو تین مہینے میں دو میٹنگز بھی ہو سکتی ہیں، تین میٹنگز بھی ہو سکتی ہیں اور اگر نہ ضرورت پڑے تو زیادہ وقفے سے میٹنگ ہو سکتی ہے۔

جناب والا! اس لحاظ سے اس ترمیم کی ضرورت نہیں ہے۔ لہٰذا اس کو مسترد کیا جائے۔

MR DEPUTY SPEAKER: The motion moved and the question is -

That in sub-clause (1) of Clause 9 of the Bill, as recommeded by the Standing Committee on Health, for the words "in such manner" occurring in line 2, the

words "after every three months" be substituted.

(The motion was lost)

MR DEPUTY SPEAKER: The next amendment has been received in it from Mr Farid Ahmad Piracha, Ch Muhammad Hanif, Dr Muhammad Afzal Ezaz, and Mr Irshad Hussain Sethi. Mr Farid Ahamd Piracha may move it. MR FARID AHMAD PIRACHA: I beg to move -

That in sub-clause (2) of Clause 9 of the Bill, as recommended by the standing Committee on Health, the full-stop appearing at the end be replaced by a colon and the following Proviso be added, namely:-

"Provided that the number of vacant posts is not more than 20 percent and the period of vacancies has not exceeded three months."

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment moved is -

That in sub-clause (2) of Clause 9 of the Bill, as recommended by the standing Committee on Health, the full-stop appearing at the end be replaced by a colon and the following Proviso be added, namely:-

"Provided that the number of vacant posts is not more than 20 percent and the period of vacancies has not exceeded three months."

LAW MINISTER: It is opposed Sir.

MR DEPUTY SPEAKER: Minister for Law opposes the amendment Mr Farid Ahamd Piracha, would you like to say something?

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ وہ نقائص جو اس بل میں موجود ہیں۔ اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ یہ اسمبلی یا یہ ایوان ان کی اصلاح کا کام کرے۔ ہمارے سامنے جب بل پیش کیا جاتا ہے تو اس میں یہ ہمارا حق بھی ہے' اور ہمارا فرض بھی ہے کہ وہ کمی' ایسی فروگزاشت یا ایسی خامیاں جو اس مسودے میں رہ گئی ہیں ان کی اصلاح کریں اور اپنے ارباب اختیار کو یہ توجہ دلائیں کہ آپ کے اس اقدام سے یا آپ کی اس کلاز سے کیا کیا نقصانات ہو سکتے ہیں۔

جناب سپیکر! اب اس میں کلاز 9 کی جو سب کلاز 2 ہے اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ بورڈ کی کارروائیاں اور کوئی اقدام محض بورڈ میں کسی خالی نشست کی موجودگی سے یا اس بورڈ میں کسی نقص کی وجہ سے بے ضابطہ نہ ہوں گی یعنی مراد یہ ہے کہ بورڈ کی تشکیل میں جو ممبر نامزد کیے جاتے ہیں یا جن کو اس میں ex-officio ہونا ہے' ان میں اگر کوئی کمی واقع ہو جاتی ہے تو ہوتی رہے۔ بورڈ کے اگر 60% یا 70% یا 80% ممبروں کی رکنیت ختم ہو بھی جاتی ہے تو تب بھی کوئی حرج نہیں۔ بس یہ ہے کہ ارباب اقتدار یا جو بورڈ کے ارباب اختیار ہیں جو جو فیصلہ کر لیں جس طرح سے چاہیں کر لیں' جو من مانی چاہیں کر لیں بس اس کے بعد اس بنیاد کے اوپر کہ بورڈ کی تشکیل میں کوئی کمی ہے۔ ان کی کوئی کارروائی بے ضابطہ نہیں ہو گی۔ جناب! یہی وہ چیزیں ہیں کہ جن سے مختلف جگہوں پر فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور اس کے بعد ممبر شپ نہیں رہتی تو پھر بھی اس کے باوجود چلتے رہتے ہیں' اس کے باوجود کمیٹیاں چلتی رہتی ہیں اور اس اختیار کی وجہ سے ان کی وہ غلط کارروائیاں جنہیں بورڈ کی میٹنگ میں آنا چاہیے اور جن لوگوں کا احتساب کرنا چاہیے وہ کارروائیاں جائز قرار دی جاتی ہیں۔ جناب! ہم نے اس ترمیم کے ذریعہ سے یہ کہا ہے کہ یہ جو خالی نشستیں ہیں' بورڈ کی تشکیل میں جو بھی نشستیں خالی رہ جائیں ان کی تعداد 20% سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے۔ یعنی کم از کم آپ اس کا مارجن رکھ لیں۔ ہو سکتا ہے کہ کسی وقت ان کی نشستیں کسی وجہ سے خالی رہ جائیں۔ ہو سکتا ہے کہ کسی وقت اگر اسمبلی کا وجود نہیں ہے یا اسمبلی کے ممبران نہیں ہیں تو اس کی وجہ سے تو اتنی گنجائش اس میں رہے۔ لیکن یہ ہے کہ اس سے زائد کا یا اس کے بغیر تشریح کیے ہوئے یا غیر تصریح یافتہ صورت میں ہو تو اس سے کوئی بھی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اس طرح اس کی مدت کا تعین کیا ہے کہ یہ زیادہ سے

زیادہ تین مہینے ہو۔ تین مہینے کے اندر اس کو پر کر لیا جائے۔ اب یہ تو نہیں ہے کہ ایک نشست خالی ہوئی ہے تو وہ سال' دو سال' تین سال چلتی رہے اور یہ عملی مشاہدات ہیں جن کی بنیاد پر ہم نے یہ کیا ہے۔ ہم نے مختلف جگہ اس کو دیکھا ہے اور اس کا اندازہ کیا ہے کہ بعض اوقات سالہا سال تک نشستیں خالی رہتی ہیں اور ان کو پُر نہیں کیا جاتا اور اس کلاز کا فائدہ اٹھایا جاتا ہے کہ بس اب اس کے بعد کوئی کارروائی بے ضابطہ تو نہیں ہو گی اس لیے اب جس طرح سے چاہیں کر لیں۔

جناب سپیکر! ہماری گزارش ہے کہ اس ترمیم کو تسلیم کیا جائے اور اس کے مطابق اس مسودہ قانون میں امنڈمنٹ کی جائے۔ اس سے کوئی نقصان واقع نہیں ہو گا۔ اس سے فی الواقعہ فائدہ ہو گا اور اس سے بورڈ کی کارکردگی بڑھے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی لاء منسٹر صاحب۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! اس قسم کی موشگافی سے اس چیز کا احتمال ہے کہ بورڈ کی کارکردگی اور اس کے کام میں شروع سے ہی رکاوٹ ہو گی۔

جناب علی حسن رضا قاضی: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! ہاؤس میں کوئی 45 ممبران موجود ہیں۔ کورم پورا نہیں ہے۔ گنتی کرائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی! گنتی کریں۔

(اس مرحلہ پر گنتی کی گئی)

معزز اراکین لابی سے ہاؤس میں تشریف لے آئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' کورم پورا ہے۔

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! میں اجلاس کی کارروائی کو درست کرنے کے لیے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ کورم کو لینے گئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' رانا صاحب! گنتی ہو رہی ہے۔ جس وقت گنتی ہو جائے گی اس کا رزلٹ سامنے آنے پر اس بارے میں فیصلہ کیا جائے گا۔

(گنتی مکمل ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: کورم پورا ہے۔

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! اجلاس کی کارروائی کے ریکارڈ کو درست رکھنے کے لیے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کورم پورا ہو گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس وقت کورم پورا ہے--- وزیر قانون صاحب! آپ بات کر رہے تھے۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! یہ ایوان مبارک باد کا مستحق ہے۔ جناب والا! کل بھی انہوں نے قانون سازی کے دوران رکاوٹ ڈالی۔ انہوں نے یہاں یہ کیا کہ رانا ثناء اللہ خان صاحب کی بے تکی باتوں کے دوران منہ نیچے کرتے ہنستے رہے۔ پھر منہ اوپر اٹھا کر ہنستے رہے اور اس وقت اپوزیشن لیڈر صاحب نے ان کو منع نہیں کیا اور متعدد بار کورم کو پوائنٹ آؤٹ کرکے قانون سازی کے وقت کو ضائع کرتے رہے۔ آج پھر وہ یہی پریکٹس کر رہے ہیں۔ یہ ایوان مبارک باد کا مستحق ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔

جناب سہیل ضیاء بٹ: جناب والا! انگریز جو پہناوا ہمارے یہاں چھوڑ گیا تھا وہ انہوں نے خود پہن لیا ہے۔ یہ بڑے نوجوان ہیں اور یہ ہماری قیادت ہے اور انہوں نے اسلام کے نام پر بڑا نام بنایا ہے لیکن میں ان سے یہ پوچھوں گا کہ اسمبلی میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو کبھی سوٹ پہن کر آجاتے ہیں۔ کبھی وہ ٹائی لگا کر آجاتے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگ پنجاب کی ثقافت کرتے ہوئے دوہتی کے ساتھ بھی آتے ہوں۔ لہٰذا میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کل کو کوئی اگر نیکر پہن کر آگیا تو اس بارے میں کیا پالیسی ہو گی؟

جناب ڈپٹی سپیکر: بٹ صاحب! آپ ذرا خیال کریں باقی لوگوں کی تو خیر ہو گی۔

جناب سہیل ضیاء بٹ: جناب والا! یہ بھی واضح کر دیا جائے کہ ہماری اسمبلی کا صحیح لباس کیا ہے؟ اگر یہ شیروانی ہے تو اس کے لیے بڑا کپڑا لگے گا۔ اور مجھے اور میر بادشاہ خاں صاحب کو اس بارے میں سوچنا پڑے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کے لیے تو نیکر کا کپڑا بھی کافی درکار ہو گا۔

اب میں وزیر قانون صاحب سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنی بات کو مکمل کریں۔

وزیر قانون: تو جناب سپیکر! میں گزارش کر رہا تھا کہ یہ بجا طور پر توقع کی جا سکتی ہے کہ بورڈ کے ممبران اپنی حاضری کو بھی یقینی بنائیں گے اور جب یہ اسامی خالی ہو گی تو اس کو فوری طور پر پُر کرنے کے لیے مناسب اقدامات کیے جائیں گے تو اس صورت میں یہ ترمیم غیر ضروری ہے لہٰذا اسے مسترد فرمایا جائے۔

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment moved and the question is-

That in sub-clause (2) of Clause 9 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the full-stop appearing at the end be replaced by a colon and the following Proviso be added, namely:-

"Provided that the number of vacnat posts is not more than 20 percent and the period of vacancies has not exceeded three months."

(The motion was lost)

The question is;

That Clause 9 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

## Clause 10

MR DEPUTY SPEAKER: Now Clause 10 of the Bill is under consideration. Fifteen amendments have been received in it. The first amendment is from Rana Ikram Rabbani, Malik Iqbal Ahmad Khan Langrial, Mr Ghulam Sarwar Khan, and Mr Ali Hassan Raza Qazi.

Rana Ikram Rabbani may move it.

RANA IKRAM RABBANI: I beg to move.

That in sub-clause (1) of Clause 10 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, between the brackets and figures "1" and the word "The" occurring at the beginning of line 1, the words "to provide free service to the poor and needy"" be inserted.

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment moved is -

That in sub-clause (1) of Clause 10 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, between the brackets and figures "1" and the word "The" occurring at the beginning of line 1, the words "to provide free service to the poor and needy"" be inserted.

LAW MINISTER: It is opposed Sir,

MR DEPUTY SPEAKER: Minister for Law opposes the amendment. Rana Ikram Rabbani, would you like to say somthing?

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! میں نے جو ترمیم پیش کی ہے اس کے بعد جو الفاظ آتے ہیں کہ۔

The Foundation shall take all measures which it deems necessary for the promotion, development and financing of health services in the private sector.

جناب سپیکر! میں نے اس میں جو اضافہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ

To provide free services to the poor and needy.

اس کا اردو میں آسان ترجمہ یہ ہے اس فاؤنڈیشن کا قیام عمل میں لایا گیا ہے کہ پرائیویٹ سیکٹر کی حوصلہ افزائی کی جائے کہ وہ طبی شعبے میں ڈویلپمنٹ اور فنانس کے لیے آگے آئیں اور اس کے لیے حکومت بھی ان کی مدد کرے۔ جناب والا! میں نے اس میں صرف ایک تجویز پیش کی ہے اور یہ اس معزز ایوان کے سامنے پیش کی ہے کہ اس بل میں ایک لفظ کا اضافہ کر دیا جائے کہ غریب اور مستحق لوگوں کو مفت طبی امداد مہیا کرنے کے لیے یہ فاؤنڈیشن پرائیویٹ سیکٹر کو welcome کرتی ہے کہ وہ آگے آئیں گورنمنٹ ان کو assistance اور incentive جو ممکن ہو ان کو دے سکے گی۔ تاکہ اس ملک میں' اس صوبے میں خاص طور پر طبی شعبے میں سہولیات میں اضافہ کیا جائے۔ جناب سپیکر! اس بارے میں ہمیں اکثر یہ شکایت ہوتی ہے کہ جی! لوگ اس بارے میں کوئی صحیح تاثر نہیں رکھتے

اس ایوان کو وہ بوگس سمجھتے ہیں۔ اس کی کارروائی کو بوگس سمجھتے ہیں۔ جناب والا! اگر اس میں یہ ایک جملے کا اضافہ کر دیا جائے تو اس سے کل کو یہ ہو گا کہ ان غریب اور مستحق لوگوں کو طبی امداد مل سکے گی یا نہیں مل سکے گی۔ وہ لوگ اپنے منافع کے لیے مزید ایسی چیزوں کا اضافہ کر لیں گے جن سے پھر بھی وہ فائدہ اٹھالیں گے۔ لیکن یہ ایوان اپنی اخلاقی' سیاسی اور جو پنجاب کے عوام کی صحیح ذمہ داری ہے اسے پورا کر سکے گا۔ جناب والا! جو لوگ برداشت کر سکتے ہیں اور جن لوگوں کو حکومت کی نوازشات حاصل ہیں وہ تو اپنا علاج کروانے کے لیے ولایت چلے جاتے ہیں' ان کے لیے یہاں پر اچھے اچھے ہسپتال موجود ہیں۔ اچھے اچھے ڈاکٹرز موجود ہیں' جن کے پاس وہ جانا برداشت کر سکتے ہیں۔ جناب والا! اگر پنجاب کے عوام کے سرمائے سے چلنے والی یہ فاؤنڈیشن جس سے لوگوں کو قرض بھی دیا جائے گا' اور زمین بھی دی جائے گی اگر اس میں اس جملے کا اضافہ کر دیا جائے کہ "غریب اور مستحق لوگوں کو مفت طبی امداد مہیا کی جائے گی" تو اس سے کیا کیا فرق پڑے گا؟ جناب والا! مجھے سمجھ نہیں آتی کہ اگر اپوزیشن کی طرف سے کوئی اچھی ترمیم دی جائے اسے کیوں نہیں منظور کر لیا جاتا۔ جناب والا! ویسے مجھے امید ہے کہ یہ ضرور اس چیز کو محسوس کرتے ہوں گے اور مجھے یقین ہے۔ جناب والا! اگر ان کے دل میں پنجاب کے عوام کا تھوڑا بہت درد ہے تو یہ ضرور محسوس کرتے ہوں گے کہ ہمارے جو غریب لوگ واقعی یہ برداشت نہیں کرتے ہوں گے کہ وہ کسی اچھے ڈاکٹر کے پاس جائیں۔ ویسے اچھے ہسپتال میں جانا اور باہر جانا تو بڑے دور کی بات ہے تو جناب والا! میں اس ایوان کے سامنے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ میری اس ترمیم کو منظور کیا جائے تاکہ ایوان کی طرف سے یہ message convey کیا جائے کہ واقعی ہم یہ چاہتے ہیں کہ غریب اور مستحق لوگوں کو طبی امداد ملے اور یہ ایوان نہیں چاہتا کہ صرف سرمایہ دار کا اس ملک میں hold رہے۔ یہ ایوان نہیں چاہتا کہ صرف امیر آدمی کو طبی سہولتیں ملیں۔ یہ ایوان نہیں چاہتا کہ غریب آدمی مسلسل طبی سہولتوں سے محروم رہے۔ یہ ایوان نہیں چاہتا کہ غریب کے بچے اپنی زندگی کے بنیادی حق سے محروم رہ جائیں۔ جناب سپیکر! وہ مالی طور پر وہ اچھے طبی امداد کو برداشت نہیں کر سکتے۔ میری اس ایوان کے سامنے گزارش ہو گی جو قائد ایوان کی جو اس وقت نمائندگی فرما رہے ہیں اور جو اس وقت کارخانہ داروں کی نمائندگی فرما رہے ہیں ان کی تابع داری کو ایک منٹ کے لیے چھوڑ کر اور اس احسان کو کہ وہ اس کے ذریعے سے وہ یہاں پہنچے ہیں' سے بھول کر اس صوبے کے غریب اور مستحق لوگوں کے لیے بھی یہ چھوٹی سی ترمیم بھی اس میں شامل کر لیں۔ شکریہ' جناب والا!

جناب ڈپٹی سپیکر: ملک اقبال احمد خان لنگڑیال!

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب سپیکر! اس بل میں ہم نے یہ تجویز دی ہے کہ وہ لوگ جن کی اتنی رسائی نہیں کہ وہ اچھے اچھے ہسپتالوں تک پہنچ سکیں یا وہ اپنی صحت کے لیے کوئی اچھا انتظام کر سکیں۔ تو جناب والا! ہم نے اس لحاظ سے یہ ترمیم دی ہے تاکہ ان کا نام اس ہیلتھ فاؤنڈیشن میں درج کیا جائے۔ جو لوگ یہ مراکز بنائیں گے ان کو اتنی مراعات دی جا رہی ہیں تو اس میں غریب اور مستحق لوگوں کو بھی شامل کر دیا جائے تو اس میں کیا اعتراض ہے؟ یہاں یہ کہا جاتا ہے کہ اپوزیشن صرف تنقید برائے تنقید کرتی ہے۔ لیکن جناب سپیکر! اگر اچھی تجویز دی جائے تو اس پر بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ اچھی تجویز کیوں آئی ہے؟ اگر یہ غریبوں کے لیے بنائی جا رہی ہے تو اس کے لیے ان کا نام بھی لکھ دیا جائے تو ان میں ان کو کیا اعتراض ہے؟ آج کل آپ نے دیکھا ہو گا کہ وزیر اعظم غریبوں کے لیے خود کیچڑ اٹھاتے ہیں اور دیواریں بناتے ہیں اور اگر ہم کہتے ہیں کہ غریبوں کا نام بھی اس میں لکھ دیا جائے تو پھر وزیر قانون اس میں کیوں اعتراض کرتے ہیں؟ جناب والا! میری گزارش ہو گی کہ اس بل میں یہ ترمیم منظور کی جائے تاکہ جو ہیلتھ فاؤنڈیشن غریبوں کے لیے قائم کی جا رہی ہے اس کے لیے یہ لازمی قرار دیا جائے کہ وہ ان لوگوں کا بھی خیال رکھے کہ جو زیادہ مستحق ہیں یا جن کو طبی امداد کی ضرورت ہے۔ جناب سپیکر! یہ دیکھنے میں آیا کہ وہ دیہات جہاں بی ایچ یو یا آر ایچ یو بنائے گئے ہیں وہاں دوائی ہوتی ہے تو ڈاکٹر نہیں ہوتا اور ڈاکٹر ہوتا ہے تو دوائی نہیں ہوتی۔ دیہی علاقے جہاں ہماری آبادی کا 70 فی صد حصہ رہتا ہے اور یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ وہاں ہیلتھ سنٹر آج بھی بے کار پڑے ہیں۔ وہاں نہ کوئی ڈاکٹر ہوتا ہے اور نہ دوائیاں ہوتی ہیں۔ اسی طرح سے آج جو ہم ہیلتھ فاؤنڈیشن بل پاس کر رہے ہیں اس کا بھی یہی حال نہ ہو کہ ہیلتھ فاؤنڈیشن کے ذریعے حکومت کے خزانے سے پیسہ نکلوا لیا جائے اور پھر اس کو کھا پی لیا جائے اور اس پر عمل کچھ نہ ہو۔ جناب والا! اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ اگر وہ تھوڑا بہت کام کرنا چاہتے ہیں تو اس نیت سے کریں کہ وہ غریبوں کی اور ان لوگوں کی جن کے پاس وسائل نہیں ہیں۔ جن کی پہنچ نہیں۔ ان کی بہتری کرنے کے لیے کام کرے۔ یہ نہ سوچیں اس فاؤنڈیشن کے ذریعے ہم پیسہ اکٹھا کر لیں' ہڑپ کر لیں اور گھپلا کر لیں۔ جناب والا! میری یہ گزارش ہو گی کہ اس بل میں جو ہم نے یہ ترمیم دی ہے اس کو منظور فرمایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جناب وزیر قانون!

وزیر قانون: جناب سپیکر! یہ جو موجودہ قانون ہے اس کا مقصد ہی غریبوں اور مستحق لوگوں کے لیے صحت کی سہولیات فراہم کرنا ہے۔ اور اس میں ہم نے خاص طور پر یہ رکھا ہے کہ یہ جو بلا نفع و نقصان کی بنیاد پر جو ہیلتھ سنٹر بنانا چاہیں گے ان کو یہ امداد دی جائے گی۔ ان الفاظ کے جن کو ایزاد کرنے کی ترمیم کی گئی ہے اگر ان کو ایزاد کر دیا جائے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ہر اقدام سے پہلے یہ تسلی و تشفی کرنی پڑے گی کہ کون غریب اور ضرورت مند ہے اور کون نہیں ہے؟ اس طرح سارے قانون کی negation ہو جائے گی اور پھر یہ قابل عمل ہی نہیں ہو گا۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ پہلے سے ہی اس قانون کا مقصد ہی یہ ہے کہ غریبوں اور ضرورت مندوں کے لیے جو بلا نفع و نقصان کی بنیاد پر ادارے قائم ہوں گے ان کی ہی امداد کی جائے گی۔ اس لیے اس ترمیم کو مسترد فرمایا جائے۔

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment moved and the question is -

That in sub-clause (1) of Clause 10 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, between the brackets and figures "1" and the word "The" occurring at the beginning of line 1, the words "to provide free service to the poor and needy" be inserted.

(The motion was lost)

MR DEPUTY SPEAKER: The next amendment has been received in it from Rana Ikram Rabbani, Malik Iqbal Ahamd Khan Langrial, Mr Ghulam Sarwar Khan, and Mr Ali Hassan Raza Qazi.

Rana Ikram Rabbani may move it.

RANA IKRAM RABBANI: I beg to move-

That in sub-clause (1) of Clause 10 of the Bill, as

recommended by the Stnading Committee on Health, between the word "sector" and the full-stop appearing at the end, the words "in rural areas and small towns" be inserted.

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment moved is -

That in sub-clause (1) of Clause 10 of the Bill, as recommended by the Stnading Committee on Health, between the word "sector" and the full-stop appearing at the end, the words "in rural areas and small towns" be inserted.

LAW MINISTER: It is opposed Sir.

MR DEPUTY SPEAKER: Minister for Law opposes the amendment. Rana Ikram Rabbani, would you like to say something.

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! میں اس ترمیم کے ذریعے یہ چاہتا ہوں اور وزیر قانون کو بھی اس بات کا احساس ہو گا کہ پہلی دفعہ ایک اچھی تجویز جو اس بل میں دی گئی ہے کہ اصل بل جو ایوان میں پیش کیا گیا تھا اس میں بھی یہ الفاظ موجود تھے اور میں سمجھتا ہوں کہ مجلس قائمہ نے جو بل منظور کر کے اس ایوان میں بھیجا ہے اس میں ان الفاظ کو حذف کیا گیا ہے کہ جو چھوٹے قصبوں اور رورل ایریاز کے ساتھ بڑی زیادتی ہے۔ اس میں "health services in the private sector" کہ چھوٹے شہروں اور قصبوں میں طبی سہولیات فراہم کرنے اور انہیں مزید بہتر بنانے کے لیے ان تین چار الفاظ کے جملے کو اس میں ایزاد کر دیا جائے۔ جناب سپیکر! اس ایوان میں موجود ممبران کی اکثریت چھوٹے قصبوں شہروں اور دیہات سے تشریف لائی ہوئی ہے۔ ہمیں یہ فی الحال طبی سہولت حاصل ہے کہ جب تک ہم اس ایوان کے ممبر ہیں۔ ہمیں وی آئی پی علاج کی سہولیات فراہم ہوں گی۔ سروسز ہسپتال' میو ہسپتال یا جو اچھے ڈاکٹر ہیں ان سے علاج کروائیں یا مہنگے ڈاکٹروں سے علاج کروائیں اس کا بل بھی اسمبلی کو ادا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن ان اراکین کو اپنا حق نمائندگی یاد نہیں' اگر

میرے بھائیوں اور بہنوں کو اپنے وہ چھوٹے علاقے' دیہات اور قصبے یاد نہیں تو اس چیز کا ہی اعتراف کریں کہ یہاں ہم نے کون سا ہمیشہ بیٹھے رہنا ہے۔ یہ ترمیم ان کی اپنی بہتری کے لیے ہے کہ جب یہ اس ایوان کے رکن نہیں رہیں گے' چونکہ یہ ایک مسلسل عمل ہے۔ خدانخواستہ انہیں بھی اس ترمیم کی ضرورت پڑ سکتی ہے کہ اس ترمیم کے ذریعے سے کہ جو پرائیویٹ سیکٹر کو incentive دینا چاہتے ہیں کہ وہ آگے آئیں اور طبی سہولیات کو بہتر بنانے کے لیے پنجاب میں کام کریں تو اس ضمن میں میری یہ گزارش ہے کہ لاہور اور بڑے شہروں میں تو پہلے ہی بڑے ہسپتال موجود ہیں' اچھے ڈاکٹر موجود ہیں' پرائیویٹ ڈاکٹر ہیں لیکن اس کے ذریعے سے اس رجحان کو بھی روکا جا سکتا ہے کہ چھوٹے شہروں کے ڈاکٹر اپنے معاشی حالات بہتر بنانے کے لیے بڑے شہروں کا رخ کرتے ہیں۔ تمام دنیا میں ایک مسلسل عمل کے ذریعے یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ آبادی کے بہاؤ میں اسی لیے اضافہ ہوتا ہے کہ یہاں پہ بہتر معاشرتی ذرائع حاصل ہوتے ہیں۔ چھوٹے شہروں سے بڑے شہروں کی طرف جو بہاؤ ہے اس کو روکنے کے لیے تمام دنیا میں کوششیں ہو رہی ہیں۔ اور میں حیران ہوں کہ سٹینڈنگ کمیٹی کے ممبران نے اس کے کسی پہلو کو مدنظر نہیں رکھا۔ اگر سٹینڈنگ کمیٹی سے یہ بھول ہوئی ہے تو میں ایوان کے ممبران کو دوبارہ یا سہ بار یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ان کی اکثریت جن علاقوں سے آئی ہوئی ہے اس ترمیم کے ذریعے ان طبی سہولیات کو ان علاقوں میں واپس پہنچانا ہے اگر یہ اپنی ذمہ داری پوری نہیں کرتے تو یہ ان کے حلف سے بھی روگردانی ہے' اپنے حلقے کے رائے دہندگان سے بھی زیادتی ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ایوان پنجاب کے ان چھوٹے شہروں' دیہات اور ان چھوٹے قصبوں اور پنجاب کے دیہات کے غریب عوام کی قسمت میں یہ 1992ء میں یہ لکھ دینا چاہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے طبی سہولتوں سے محروم رہیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' وزیر قانون صاحب! آپ ارشاد فرمائیں۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! صحت کے بارے میں حکومت کی جو ذمہ داری ہے وہ شہروں میں بھی اتنی ضروری ہے جتنی دیہاتوں یا چھوٹے شہروں میں ہے۔ جناب والا! یہ تفریق کسی لحاظ سے بھی مناسب نہ ہو گی کہ ہم چھوٹے شہروں اور دیہاتوں کو تو یہ بنیادی سہولت جو کہ ایک اہم ترین ضرورت ہے اس سے مستفید کریں۔ لیکن بڑے شہروں کو اس سے محروم کریں۔ اس طرح کی قانون سازی کسی لحاظ سے بھی مستحسن نہ ہو گی۔ لہٰذا میں ان حقائق کے پیش نظر گزارش کرتا ہوں کہ یہ ترمیم کسی لحاظ سے بھی قابل پذیرائی نہیں ہے۔ اس کو مسترد کیا جائے۔

MR DEPUTY SPEAKER: Motion moved and the question is-

That in sub-clause (1) of Clause 10 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, between the wrod "sector" and the full-stop appearing at the end, the words "in rural areas and small towns" be inserted

(The motion was lost)

MR DEPUTY SPEAKER: Next amendment has been recived from Mr. Farid Ahmad Piracha, Dr. Muhammad Afzal Ezaz, Dr. Syed Waseem Akhtar and Mr. Irshad Hussain Sethi. Please move your amendment.

DR MUHAMMAD AFZAL EZAZ: I beg to move -

That in sub-clause (1) of Clause 10 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the following be added at the end:-

"However already established Basic Health Units, Rural Health Centres, Hospitals, Dispensaries, Ambulance Service, Blood Bank or any other Institution regarding Health Services shall not be handed over to the private sector."

DEPUTY SPEAKER: The motion is -

That in sub-clause (1) of Clause 10 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the following be added at the end:-

"However already established Basic Health Units, Rural

Health Centres, Hospitals, Dispensaries, Ambulance Service, Blood Bank or any other Institution regarding Health Services shall not be handed over to the private sector."

MINISTER FOR LAW: Opposed.

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب سپیکر! اس ہیلتھ فاؤنڈیشن کے اس بل میں جو مقاصد بیان کیے گئے ہیں۔ اس میں یہ ہے کہ صحت اور صحت سے متعلق تمام بنیادی سہولتیں شہروں اور دیہاتوں میں پھیلائی جائیں گی اور غریب لوگوں کو اس میں خصوصی طور پر شامل کیا جائے گا۔ اب اس کی بنیاد یہ ہے اور حکومت یہ claim کرتی ہے کہ اس کے وسائل محدود ہیں' جبکہ مسائل بہت زیادہ ہیں' اس لیے ہم اس میں پرائیویٹ سیکٹر کو شامل کرنے کے بعد ایک ہیلتھ فاؤنڈیشن بنانا چاہتے ہیں جس میں تمام ڈاکٹرز کو یا جو بھی پرائیویٹ ہسپتال بنانا چاہتے ہوں ان کو ہم قرضے دیں گے' جگہ دیں گے' گرانٹ دیں گے اور ان کی امداد کی جائے گی تاکہ یہ لوگ اس قسم کے ادارے بنا سکیں اور غریب لوگ اس سے استفادہ حاصل کر سکیں۔ لیکن جناب والا! اس میں خدشہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں جو پرائیویٹائزیشن کی مہم چل رہی ہے' اس مہم میں تمام بڑے بڑے صنعتی' معاشی' طبی ادارے' ٹرانسپورٹ اور تعلیم کے اداروں کو بھی حکومت شاید پرائیویٹ سیکٹر میں دینا چاہتی ہے اور حکومت اپنی تمام ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونے کے بعد free اور بری الذمہ ہونا چاہتی ہے۔

جناب والا! اس سے سب سے بڑا نقصان یہ ہو گا کہ یہ جو ہماری بنیادی سہولتیں ہیں جو کہ ہم غرباء کو فراہم کرتے ہیں اور اگر یہ سب پرائیویٹ سیکٹر میں چلے جاتے ہیں اور پھر اس پر کوئی قید یا پابندی نہیں لگائی جاتی تو خطرہ یہ ہے کہ پھر کوئی غریب آدمی کسی پرائیویٹ ادارے میں' کسی پرائیویٹ ہسپتال' کسی specialist کے پاس نہیں جا سکے گا۔ اور اگر اسے ان پرائیویٹ ہسپتالوں میں جانا پڑتا ہے تو وہاں پر آپریشن وغیرہ کے فیس اتنی زیادہ ہو گی کہ وہ ادا نہیں کر سکے گا کیونکہ اس کے پاس تو مالی وسائل نہیں ہیں' لہٰذا اسے تکلیف اٹھانا پڑے گی' دقت پیش آئے گی۔ لہٰذا ان پرائیویٹ اداروں سے یہ اپنی تمام طبی سہولتیں حاصل نہیں کر سکے گا۔ اسی لیے ہم نے یہ ایک ترمیم پیش کی کہ حکومت کی طرف سے ایک ایسی پابندی عائد کی جائے کہ ان تمام صحت کے اداروں کو جو اس ملک میں چل رہے ہیں۔ کسی پرائیویٹ سیکٹر میں منتقل نہیں کیا جائے گا' نہ ہی ان کو فروخت کیا

جائے گا تاکہ یہ اپنی ذمہ داریوں کو نبھاتے ہوئے غریب اور مستحقین لوگوں کو علاج فراہم کر سکیں۔ اس وقت حکومت پوری طرح نہیں تو کسی حد تک غرباء کو یہ سہولتیں فراہم کر رہی ہے۔ اگر یہ سہولتیں مفقود ہو جائیں' ختم کر دی جائیں تو اس کا سب سے بڑا نقصان یہی ہو گا کہ غریب نہ تو پرائیویٹ سیکٹر کے پاس جا سکیں گے اور نہ ہی کوئی بیمار یا غرض مند اپنے دکھ درد کے لیے ان کے پاس جا سکے گا۔ اس لیے میں یہ ترمیم پیش کرتا ہوں کہ ان بنیادی مراکز صحت کو پرائیویٹ سیکٹر میں نہ دیا جائے۔ اور اس بارے میں اخبارات میں بھی آتا رہا ہے کہ بنیادی مراکز صحت کو حکومت پرائیویٹ سیکٹر میں' پرائیویٹ ڈاکٹرز کے حوالے کرنا چاہتی ہے۔ اس خدشے کے پیش نظر' رورل ہیلتھ سنٹرز' ڈسپنسریز' ایمبولینس سروس اور بلڈ بنک جو کہ انسان کی زندگی کے لیے بنیادی سہولتیں فراہم کرتے ہیں ان بلڈ بنکوں کو free ہونا چاہیے۔ لیکن اگر یہ پرائیویٹ سیکٹر میں چلے گئے تو پھر پرائیویٹ سیکٹر کی وجہ سے یہ سہولتیں free مہیا نہیں ہو سکیں گی' علاج معالجہ بہت مہنگا ہو جائے گا۔ اس کے پیش نظر ہم نے یہ ترمیم پیش کی ہے۔ اس ترمیم کی اہمیت کے پیش نظر میں وزیر قانون سے یہ کہوں گا کہ وہ اس کی مخالفت نہ کریں بلکہ اس کو پوری طرح تسلیم کریں اور اس کے حق میں ووٹ دیں۔

**جناب ڈپٹی سپیکر:** جی' پراچہ صاحب! آپ ارشاد فرمایئے؟

**جناب فرید احمد پراچہ:** جناب سپیکر! اس بارے میں گزارش یہ ہے کہ یہ ایک اہم ترمیم ہے اور اس پر اظہار خیال میں اس لیے ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ اس بنیادی مقصد کی حمایت میں ہے جس کے لیے یہ فاؤنڈیشن قائم کی جا رہی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ اگر پرائیویٹ سیکٹر کو آپ کسی شعبے میں شامل کر رہے ہیں' اس کو سہولتیں دے رہے ہیں یہ ایک لحاظ سے ایک ضروری تقاضا ہے اور اس وقت ہمارے صوبے کی صورت حال کو مد نظر رکھتے ہوئے اس اقدام کو اٹھانا چاہیے۔ لیکن اگر اس میں حسن تدبیر نہ ہو اور اگر اس میں ایسے اقدامات کیے جائیں یا ان کی گنجائش رکھی جائے تو پھر اس کا یہ نتیجہ نکلے گا کہ لوگوں کو جو بنیادی سہولتیں میسر ہیں وہ بنیادی سہولتیں بھی میسر نہیں رہیں گی۔ اب اس وقت صورت یہ ہے کہ جو مختلف دیہاتوں میں بنیادی مراکز صحت یا رورل ہیلتھ سنٹر ہیں ان کے بارے میں بھی اس ترمیم میں ایک گنجائش رکھی گئی ہے اور ایسے اقدامات طے کیے جا رہے ہیں کہ شاید ان کو بھی حکومت پرائیویٹ سیکٹر میں دے دے۔ اور جو کچھ پرائیویٹ سیکٹر میں ہو رہا ہے اس پر حکومت کا کوئی چیک نہیں ہے۔ وہ جو چاہیں فیسیں وصول کریں' جس طرح کی وہ چاہیں طبی سہولتیں دیں اس پر حکومت کی طرف سے کوئی نگرانی کا کام نہیں ہے جس سے شہریوں کو صحیح طور پر اور

معقول معاوضے کے عوض سہولتیں میسر آئیں۔ اس وقت جو پرائیویٹ ہسپتال قائم ہیں ان میں بے انتہا فیسیں ہیں۔ اور یہ ہسپتال اپنے کمرے کا ایک دن کا کرایہ ایک فائیو سٹار ہوٹل سے بھی زیادہ وصول کرتے ہیں اور ہمارے پاس کوئی ایسا نظام نہیں کہ ان کو اس سے روکا جا سکے۔ اور یہاں پر ایسی ایمبولینس سروس موجود ہیں جو کہ 12 روپے فی کلومیٹر کے حساب سے سروس چارجز لیتے ہیں جبکہ ان کی گاڑیوں کی حالت بہت بوسیدہ ہوتی ہے۔ مجھے ذاتی طور پر اس کا تجربہ ہوا کہ میں اپنے چچا کو حالت مرض میں سرگودھا سے یہاں لے کر آیا جس ایمبولینس میں ان کو لے کر آیا اس کے دونوں ٹائر راستے میں پنکچر ہو گئے۔ پھر اس ایمبولینس میں آکسیجن موجود نہیں تھی۔ اور اس کا کرایہ 12 روپے فی کلومیٹر تھا۔ جناب والا! یہاں پر ایسا نظام موجود ہے اور آپ نے کھلی چھٹی دی ہوئی ہے کہ جو چاہے کریں جس طرح سے چاہیں لوٹیں' سہولت دیں یا نہ دیں آپ کو اس سے کوئی پرواہ نہیں بلکہ اپ ان کو پلاٹ بھی دیتے ہیں سہولتیں بھی دیتے ہیں اور آپ کے پاس ایسا کوئی نظام موجود نہیں وہاں اس بات کا تعین کرنا ضروری ہے تاکہ ہم یہ کہہ سکیں کہ آپ نے جو بیسک ہیلتھ یونٹ قائم کیا ہوا ہے اس میں بھی ہزاروں خامیاں ہیں ہم ان کی بھی نشان دہی کر چکے ہیں اور جو رورل ہیلتھ سنٹر ہیں ان کے اندر بھی خامیاں ہوں گی۔ لیکن پھر بھی ایک غریب آدمی کے لیے سرکار کی طرف سے کم از کم ایک ادارہ تو موجود ہے۔ لیکن اگر یہ بھی آپ پرائیویٹ سیکٹر میں دیں گے تو پھر اس کے بعد دیہاتوں میں رہنے والے غریب لوگوں کا کیا مداوا ہو گا بجائے اصلاحی اقدام کے کہ آپ رورل ہیلتھ سنٹروں کو بہتر کریں بجائے اس کے آپ بیسک یونٹ ہیلتھ سنٹر کو بہتر کریں اس کی بجائے اگر آپ ان کو بھی پرائیویٹ سیکٹر میں دے دیں گے تو اس کے بعد تو صحت کا اللہ ہی حافظ ہے۔ میں ایک بار پھر شدت سے زور دوں گا کہ اس ترمیم کو تسلیم کیا جائے اور اس کی وضاحت کر دی جائے کہ already established ادارے پرائیویٹ سیکٹر میں نہیں دیے جائیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحب! آپ بھی بولنا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! ہم نے جو ترمیم دی ہے اس خدشے کے پیش نظر کہ جس طرح پرائیویٹائزیشن کے ذریعے سے بہت سارے ادارے نجی ہاتھوں میں دے دیے گئے ہیں اور وہ ہاتھ بھی مخصوص ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ اس سیشن کے دوران میرے بھائی ارشاد حسین سیٹھی صاحب نے سیمنٹ کی قیمتوں کے حوالے سے ایک تحریک التوائے کار پیش کی تھی جس میں یہ بتایا گیا تھا کہ پرائیویٹائزیشن کے بعد سیمنٹ کی فیکٹریاں ان لوگوں نے خریدی ہیں جو موجودہ حکم رانوں کے

پروردہ ہیں اس لیے ان پر کوئی کنٹرول نہیں ہے سرکاری ریٹ کچھ ہے اور اس سے بہت زیادہ ریٹ پر سیمنٹ مل رہا ہے اور بلیک ہو رہا ہے اس کی کوئی پکڑ دھکڑ نہیں۔ اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ترمیم اس بل کے اندر incorporate کی جائے تاکہ یہ راستہ ہی بند ہو۔ چونکہ جو بیسک ہیلتھ یونٹ اور رورل سنٹر پہلے سے موجود ہیں اگر یہ بھی اسی طرح پرائیویٹائز کر دیے گئے تو پھر غریب بے چارے کو جو اسپرین کی گولی مل جاتی ہے اس سے بھی محروم ہو جائے گا۔

جناب سپیکر! کل بھی میں نے اس بارے میں بات کی تھی کہ دو دنوں سے ہم اس بل پر بحث کر رہے ہیں اس پر حزب اختلاف کی طرف سے بہت ہی مثبت تجاویز' ترمیموں کی صورت میں دی گئیں۔ لیکن دو دنوں کی بحث کے بعد بھی اس بل کے کسی ایک لفظ کے اندر کوئی تبدیلی واقع نہیں ہو گی اور جب اس اسمبلی کے اندر بے مقصد بحث ہوتی ہے تو یہ بات اسمبلی میں نہیں رہتی بلکہ پریس کے ذریعے سے عوام کے پاس جاتی ہے تو عوام کو پتا چلتا ہے کہ ہمارے دیے ہوئے ٹیکسز سے جو ممبران اسمبلی بھاری ٹی اے' ڈی اے وصول کرتے ہیں اور وہاں پر بے مقصد بحث کرتے ہیں اور جو کچھ بھی بیورکریسی بنا کر دیتی ہے اس پر حکومتی ارکان آنکھیں بند کر کے ٹھپہ لگواتے ہیں اور ہمارے وزیر قانون پتہ نہیں کیا چیز کھاتے ہیں کہ ان کے گلے سے بڑی زور سے yes اور no کی آواز نکلتی ہے اور ہمارے بھائی یہاں گپ شپ میں مصروف ہوتے ہیں یا سو رہے ہوتے ہیں چونکہ جب اس بے مقصد بحث میں حصہ لینے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا تو ارکان کی کوئی دلچسپی نہیں ہوتی اس لیے بار بار کورم پوائنٹ آؤٹ ہوتے ہیں وزرا کی دوڑیں لگتی ہیں اور پارلیمانی سیکرٹری صاحبان کی ڈیوٹیاں لگتی ہیں۔ اس لیے اگر اس ساری بحث کو بامقصد بنایا جائے اور سرکاری 'بنچز' کو بھی اجازت دی جائے کہ وہ بھی حق بات کا یہاں پر اظہار کریں کہ جو لابیز میں بیٹھ کر یا ڈرائنگ روم کی میٹنگز میں جو تبصرے کرتے ہیں وہ یہاں پر کھلے دل سے ایوان میں بھی کریں تو اس سے ہمارے ایوان کا وقار بلند ہو گا۔ شکریہ' جناب سپیکر!

**رانا اکرام ربانی:** جناب سپیکر! کورم نہیں ہے۔

**جناب ڈپٹی سپیکر:** رانا ثناء اللہ خان صاحب تشریف فرما تھے آپ نے کیوں زحمت کی۔

گنتی کی گئی؟ کورم نہیں ہے پانچ منٹ کے لیے گھنٹیاں بجائی جائیں' گھنٹیاں بجائی گئیں۔

**جناب ڈپٹی سپیکر:** گنتی کی جائے؟ گنتی کی گئی (کورم پورا ہے)

**شیخ محمد طاہر رشید:** پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب والا! میں اپوزیشن کی خدمت اقدس میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ

واعظ سلام لے کر چلے میکدے سے وہ
فردوس گمشدہ کا پتہ یاد آ گیا

جناب والا! دیکھیں کورم پورا ہے' حزب اقتدار بیٹھی ہے اور حزب اختلاف کا حال دیکھ لیجیے جو ترامیم پیش کر رہے ہیں ایوان کے اندر وہ موجود نہیں ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وزیر قانون و پارلیمانی امور!

وزیر قانون: جناب والا! جس خدشے کا اظہار فاضل اراکین حزب اختلاف نے کیا ہے اور جس کو cover کرنے کے لیے انہوں نے یہ ترمیم پیش کی ہے' میں یہ عرض کروں گا کہ ان کا خدشہ حقیقت پر مبنی نہ ہے۔ جناب والا! ہیلتھ فاؤنڈیشن کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ پرائیویٹ سیکٹر کے ذریعے صحت کی سہولتوں کو supplement کرنا ہے' نہ کہ ہمارے بیسک ہیلتھ یونٹوں کو ان کی تحویل میں دینا ہے۔ اس سلسلے میں کوئی ایسی سکیم حکومت کے زیر غور ہے اور نہ ہی ہمارا اس قسم کا کوئی ارادہ ہے۔ بلکہ ہم تو صحت کی سہولتوں کو supplement کرنے کے لیے پرائیویٹ سیکٹر کو encourage کر رہے ہیں۔ لہٰذا ان کا خدشہ حقیقت پر مبنی نہیں' اس لیے اس ترمیم کی ضرورت نہیں ہے۔ شکریہ۔

MR DEPUTY SPEAKER: Motion moved and the question is-

That in sub-clause (1) of Clause 10 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the following be added at the end:-

"However already established Basic Health Units, Rural Health Centres, Hospitals, Dispensaries, Ambulance Service, Blood Bank or any other Institution regarding Health Services shall not be handed over to the private sector."

(The motion was lost)

MR DEPUTY SPEAKER: Next amendment has been received from Mr. Irshad Hussain Sethi. The amendment stands

withdrawn.

Next amendment has beeen received from Dr. Muhammad Afzal Ezaz and Ch. Muhammad Haneef. This amendment also stands withdrawn.

Next amendment has been give notice of by Rana Sana Ullah Khan. Please move your amendment.

جناب فرید احمد پراچہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر! قانون سازی کے عمل کو اگر آج ہی مکمل کرنا ہے تو شیخ طاہر رشید صاحب کو کنٹرول میں رکھیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب سے یہ خاص طور پر درخواست ہو گی کہ وہ وقت کا خاص طور پر خیال رکھیں۔

RANA SANA ULLAH KHAN: I beg to move -

That in para (b) of sub-clause (2) of Clause 10 of the Bill, as recommended by the Stnading Committee on Health, for the words "on non-commercial basis" occurring in lines 1-2, the words "on no profit no loss basis" be substituted.

جناب سپیکر! اس سے پہلے کہ آپ اس موشن کو ایوان میں پیش کریں اور وزیر قانون صاحب میری اس ترمیم کا جواب دیں۔ میں ان کی خدمت میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے فلور آف دی ہاؤس میں اس کلاز میں جب سیٹھی صاحب کی طرف سے ترمیم پیش کی گئی تھی اس کا جواب دیتے ہوئے دو مرتبہ کہا ہے کہ ہم ان اداروں کو no profit no loss basis پر قائم کر رہے ہیں تو یہ اپنی اس commitment پر اور فلور آف دی ہاؤس پر کی گئی بات کا بھی خیال رکھیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ آپ نے اپنی ترمیم پیش کر دی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جی ہاں۔

MR DEPUTY SPEAKER: The motion moved is -

That in para (b) of sub-clause (2) of Clause 10 of the Bill, as recommended by the Stnading Committee on Health, for the words "on non-commercial basis" occurring in lines 1-2, the words "on no profit no loss basis" be substituted.

MINISTER FOR LAW: I oppose the motion.

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا ثناء اللہ خان۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! میں نے تو یہ پہلے بھی عرض کیا تھا کہ وزیر قانون صاحب اپنی فلور آف دی ہاؤس پر کی ہوئی بات کو پیش نظر رکھیں گے' ابھی انہوں نے ایک ترمیم پر بات کرتے ہوئے دو مرتبہ یہاں پر یہ فرمایا کہ ہم ان اداروں کو no profit no loss basis پر قائم کریں گے۔ جناب سپیکر! یا تو کمرشل basis ہے یا پھر no profit no loss basis ہے یا تو ایک ادارہ منافع کمانے کے لیے کمرشل بنیادوں پر چلایا جا سکتا ہے یا پھر ادارہ لوگوں کی فلاح و بہبود کے اور free service کے لیے no profit no loss basis پر قائم کیا جا سکتا ہے۔ جناب سپیکر! اگر آپ ہیلتھ فاؤنڈیشن بل کا جائزہ لیں کلاز نمبر (2) 10 کے پیرا (بی) میں یہ بات درج ہے کہ

"give grants to health institutions operating on non-commercial basis for the purchase of land, construction of buildings, purchase of equipment, furniture and for other allied projects:"

یعنی ایک آدمی گھر سے بالکل خالی جیب نکلتا ہے' جیسے 1985ء میں غیر جماعتی بنیادوں پر الیکشن ہوئے تھے اور بعض آدمی 1700 ووٹ لے کر اس ایوان میں پہنچ گئے اور اس دن وہ ویگن میں بیٹھ کر آئے تھے۔ لیکن بعد میں ان کے نیچے پجارو آ گئی۔ تو یہ آدمی جو بالکل جیبیں جھاڑ کر خالی ہاتھ آئے گا اسے زمین کے لیے بھی گورنمنٹ پیسہ دے گی' اسے بلڈنگ کے لیے بھی گورنمنٹ پیسہ دے گی' اسے فرنیچر کے لیے بھی گورنمنٹ پیسہ دے گی' اسے ہسپتال کے لیے ساز و سامان خریدنے کے لیے بھی گورنمنٹ پیسہ دے گی اور پھر اس پر یہ پابندی بھی نہیں لگائی جا سکتی کہ وہ اس ادارے کو no profit no loss basis پر چلائے گا۔ جناب والا! اگر تو صرف پرائیویٹ اداروں کی بات

کرنی ہے تو وہ پہلے ہی بہت چل رہے ہیں اور اس وقت جتنے بھی پرائیویٹ ہیلتھ سنٹر چلائے جا رہے ہیں ان میں سے ایک ایک کا کرایہ 24 گھنٹے کا 2 ہزار روپے ہے یعنی 10 x 9 کا جو چھوٹا سا کمرہ ہے اس کا چوبیس گھنٹے کا کرایہ دو ہزار روپے ہے۔ جناب سپیکر! اگر اس طرح کے مزید ادارے انہوں نے بنانے ہیں تو پھر یہ وہی بات ہے کہ یہ لوگوں کو لوٹ مار کا راستہ دکھا رہے ہیں اور کچھ لوگ جن کو یہ راتوں رات امیر بنانا چاہتے ہیں۔ جن کی جیبیں بھرنا چاہتے ہیں ان کو یہ نوازیں گے اور ان کو یہ زمینیں بھی لے کر دیں گے' قرضہ بھی دیں گے' سامان بھی دیں گے اور اس کے بعد ان سے کہیں گے کہ تم یہاں پر بیٹھ کر غریب عوام کو لوٹو۔ جناب والا! جیسا کہ اس بل کی جو دوسری کلاز ز ہیں ان میں نہ تو بورڈ آف ڈائرکٹر کی کوئی qualification ہے نہ تو بورڈ آف ڈائرکٹرز کا کوئی نمبر ہے کہ اس میں کتنے آدمی ہوں گے اور نہ ہی اس کا کوئی طریقہ کار طے کیا گیا ہے۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس ہیلتھ فاؤنڈیشن کو غریب عوام کی فلاح و بہبود کے کے لیے استعمال کرنا ہے تو پھر خدارا! کم از کم اتنا تو کر دو کہ جن لوگوں کو تم سب کچھ دو گے اس انسٹی ٹیوشن کو بنانے کے لیے ہر چیز گورنمنٹ کی طرف سے مہیا کی جائے گی۔ تو وہ پیسہ کہاں سے آئے گا یہ فنڈز کا جو خانہ ہے اس میں یہ لکھا ہے کہ گرانٹ جو وفاقی اور صوبائی حکومت دے گی وہی اس ہیلتھ فاؤنڈیشن کے فنڈز ہوں گے۔ ہیلتھ فاؤنڈیشن اپنے طور پر کہیں سے پیسہ نہیں لائے گا اور صوبائی حکومت نے اور وفاقی حکومت نے کہاں سے پیسہ دینا ہے۔ غریبوں کا پیسہ دینا ہے جو ٹیکسوں کی ذریعے انہوں نے اکٹھا کیا ہے۔ تو غریب عوام کا پیسہ' لوگوں کا پیسہ تو ایک شخص کو کتنا دے دو گے کہ وہ گھر سے خالی جیب آئے اور وہ اتنا بڑا پلازہ' اتنا بڑا انسٹی ٹیوشن جو ہے وہ ہیلتھ سنٹر قائم کرے۔ اس کے بعد اس پر یہ بھی پابندی نہ ہو وہ جس غریب عوام کے پیسے سے اس کو بنایا ہے ان کے لیے تم no profit and no loss basis پر' کمشنری basis پہ تم کام کرو۔ میری وزیر قانون سے یہ گزارش ہو گی کہ وہ ضد میں نہ آئیں۔ انہوں نے خود بھی on the floor of the House دو مرتبہ یہ بات کہی ہے کہ ہم ان اداروں کو no loss اور no profit basis پہ چلائیں گے۔ تو اس لیے اس ترمیم کو منظور کریں اور ان اداروں کو بنانے والے لوگوں پر جس آدمی نے پرافٹ کمانا ہے اور کوئی اور کام کر لے۔ وہ کوئی شوگر مل لگا لے۔ زکوٰۃ فنڈ سے بھی انہوں نے قرضے لیے ہیں۔ یہ ایک اس ملک کی بڑی اہم شخصیت ہے اس نے سات فی صد پر قرضہ لے کر شوگر ملیں بنائی ہیں۔ سب کو پتہ ہے۔ تو اگر کسی آدمی نے پرافٹ کے نقطۂ نظر سے کام کرنا ہے تو پھر ٹھیک ہے وہ کوئی اور کام کر لے اس طرف وہی لوگ آئیں جن کا مشنری جذبہ

ہو۔ جو لوگوں کی خدمت کرنا چاہتے ہوں پھر تو ٹھیک ہے۔ لوگوں کا پیسہ' عوام کا پیسہ' حکومت ان کو freely دے' فرنیچر کے لیے' بلڈنگ کے لیے اور لینڈ کے لیے بھی دے اور جو آدمی اس مقصد کے لیے میاں چنوں سے لاہور آئے تو اس کو وہاں سے آنے کا کرایہ بھی دے۔ لیکن اس پر کم از کم یہ پابندی ضروری لگائیں کہ no profit and no loss basis پر ادارے کو چلائے شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون: جناب سپیکر! اب میرے فاضل بھائی نے فرمایا ہے کہ no profit and no loss basis پہ یہ ترمیم لانا چاہتے ہیں۔ خود ہی فرما رہے ہیں نان کمرشل basis یا no loss and no profit basis میں فرق ہی کیا ہے' ایک ہی چیز ہے۔ نان کمرشل basis کا مطلب بھی یہی ہے کہ no profit and no loss basis پہ ہم یہ کرنا چاہ رہے ہیں۔ تو اس میں اس ترمیم کی قطعی طور پر کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ پہلے ہی جو law میں produce کیا گیا ہے۔ نان کمرشل basis پہ جو ادارے چلیں گے ان کو ہم یہ امداد فراہم کریں گے۔ اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ no profit and no loss basis پر ہم ان اداروں کو یہ امداد فراہم کریں گے۔ تو جناب والا! اس لحاظ سے یہ ترمیم غیر ضروری ہے۔ اسے مسترد کیا جائے۔

MR DEPUTY SPEAKER: Now, the amendment moved and the question is: -

> That in para (b) of sub-clause (2) of Clause 10 of the Bill, as recommended by the Stnading Committee .on Health, for the words "on non-commercial basis" occurring in lines 1-2, the words "on no profit no loss basis" be substituted.

(The motion was lost)

MR DEPUTY SPEAKER: Next amdendment has been received in it from Rana Ikram Rabbani, Malik Iqbal Ahmad Khan Langrial, Mr Ghulam Sarwar Khan, and Mr Ali Hassan Raza Qazi. Rana Ikram Rabbani may move the amendment.

RANA IKRAM RABBANI: Sir, I move:-

That in para (b) of sub-clause (2) of Clause 10 of the Bill, as recommended by the Stnading Committee on Health, between the word "land" and comma appearing in line 2, the words "in rural areas and small towns" be inserted.

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment moved is :-

That in para (b) of sub-clause (2) of Clause 10 of the Bill, as recommended by the Stnading Committee on Health, between the word "land" and comma appearing in line 2, the words "in rural areas and small towns" be inserted.

MINISTER FOR LAW: Opposed.

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' رانا صاحب!

رانا اکرام ربانی: جناب والا! میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ یہ جو اوریجنل بل لاء ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے اس ہاؤس میں متعارف کیا گیا تھا۔ اس میں یہ الفاظ موجود تھے کہ یہ جو فاؤنڈیشن ہے ہر اس مقصد کے لیے قائم کی جائے گی کہ اس کی ذریعے سے زمین' فنڈز' آلات چھوٹے شہروں' علاقوں اور دیہی قصبوں کے لیے رقوم مہیا کی جائیں گی۔ جناب والا! میں پہلے بھی اپنی اس قسم کی ترمیم پر اپنی بات کر چکا ہوں۔ لیکن اب دوبارہ اراکین کی یاد دہانی کے لیے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ بڑے شہروں میں پہلے بھی ہسپتال موجود ہیں' ڈاکٹر موجود ہیں' میڈیکل کی ہر قسم کی سہولت موجود ہے۔ اور comparitively بڑے شہروں میں رہنے والے لوگوں کی paying capacity زیادہ ہوتی ہے۔ ان کے لیے اتنا زیادہ مشکل نہیں ہے۔ طبی سہولت کا حصول جتنا چھوٹے شہروں' قصبوں اور دیہی علاقوں کے لیے ہے۔ جناب والا! میں ایک مرتبہ پھر ان ممبران کو یاد کروانا چاہتا ہوں کہ میری یہ ترمیم ان کے اپنے فائدے میں بھی ہے۔ جس وقت اس ملک میں منصفانہ اور آزادانہ انتخابات ہوں گے تو ہاؤس میں ہماری آج جو تعداد موجود ہے ان میں سے اکثریت نہیں آ سکے گی۔ میری یہ ترمیم

پھر ان کو یاد آئے گی اور یہ ان کے فائدے میں آئے گی۔ کیونکہ پھر یہ وی آئی پی بھی نہیں ہوں گے ان کو جو آج یہاں پر سہولت میسر ہے پھر نہیں ہو گی۔ یہ ان کے اپنے فائدے میں ہے۔ ان کے اپنے علاقوں سے جہاں یہ کلیم کرتے ہیں کہ ہم منتخب ہو کر آئے ہیں۔ ان کے فائدے میں بھی ہے کہ اس ترمیم کو منظور کیا جائے اور اس فاؤنڈیشن کو پابند کیا جائے۔ انہوں نے سہولت کے لیے یہ جو چیزیں ہیں یعنی رقوم' فرنیچر اور دوسری چیزیں وغیرہ جو انہوں نے ان انسٹی ٹیوشنز کو دینی ہیں ان کو پابند کیا جائے کہ وہ چھوٹے شہروں' قصبوں اور دیہات پر توجہ کریں اور اس ایک ٹیسٹ کے ذریعے سے جناب والا! وہ لوگ جو اپنی معاشی حالت کو بہتر بنانے کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو اس ملک کا بھی مقروض سمجھتے ہیں۔ صرف وہی لوگ آگے آئیں گے جو سمجھتے ہیں کہ ہم اس دھرتی کا قرض اتارنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اس دھرتی کا قرض اتارنا چاہیے۔ اور 80 فی صد سے زیادہ اس آبادی کے لیے طبی سہولت مہیا کرنی چاہیے جن کو آج یہ سہولیات میسر نہیں ہیں۔ شکریہ۔

میاں منظور احمد موہل: آپ نے بات ختم کر دی ہے۔

رانا اکرام ربانی: نہ بھی ختم کی ہو آپ پوائنٹ آف آرڈر پہ اٹھ کر ہر وقت بات کر سکتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: انہوں نے اپنی ترمیم کے حق میں جو بات کرنی تھی وہ انہوں نے ختم کی ہے۔ کوئی اور صاحب بولنا چاہیں گے۔ جی' لاء منسٹر صاحب۔

وزیر قانون: جناب والا! یہ چھوٹے شہروں اور دیہی علاقوں کے سلسلے میں جو ترمیم ہے جو کہ رانا اکرام ربانی صاحب نے پیش کی ہے اور یہ پہلے بھی پیش کی تھی جسے یہ ایوان مسترد کر چکا ہے اس بارے میں میں پہلے بھی وضاحت پیش کر چکا ہوں کہ شہروں میں بھی بنیادی صحت کی سہولتوں کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی کہ دیہاتوں اور چھوٹے شہروں میں ہے۔ اس لحاظ سے اس قسم کی discrimination کسی لحاظ سے بھی مستحسن اقدام نہیں ہو گا۔ اور یہ کوئی اچھی قانون سازی نہیں ہو گی۔ یہ ترمیم غیر ضروری ہے اس کو مسترد کیا جائے۔

MR DEPUTY SPEAKER: Now, the amendment moved and the question is: -

> That in para (b) of sub-clause (2) of Clause 10 of the Bill, as recommended by the Stnading Committee on Health, between the word "land" and comma appearing

in line 2, the words "in rural areas and small towns" be inserted.

(The motion was lost)

MR DEPUTY SAPEAKER: Next amendment has been received is it from:-

1. Mr Farid Ahmad Piracha.
2. Mr Afzal Ezaz.
3. Mr Syed Wasim Akhtar.
4. Ch Muhammad Aslam Kaira.
5. Mr Irshad Hussain Sethi.

Mr Farid Ahmad Piracha may move it.

That for pase (s) of sub- clause (2) of Clause 10 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, "The following be substituted.

(C) Give interest free loan, on the basis of Mutharba to Health Is institutions."

MR DEPUTY SPEAKER: The amendent moved is

That for pase (s) of sub- clause (2) of Clause 10 of the Bill, as the comended by the Standing Committee an Health, "The following be sub stituted.

(C) Give interest free loan, an the basis of Mutharba to Health Institutions."

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! اس بارے میں گزارش یہ ہے کہ اس سے پہلے تعلیمی فاؤنڈیشن کا ایک بل بھی اسی اسمبلی نے پاس کیا اور اس میں یہ بات تحریر کی گئی کہ تعلیمی اداروں کے قیام کے لیے بلا سود قرضے فراہم کیے جائیں گے۔ جب ایک جگہ آپ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ

آپ بلاسود قرضے دیں گے تو دوسری جگہ ہیلتھ فاؤنڈیشن کو قائم کرنے کے لیے آپ کیوں نہیں دے رہے؟ جب کہ اسلام اور آئین کے نقطہ نظر سے یہ بات ضروری ہے اور اس بارے میں حکومت کو اپنی ذمہ داریاں ادا کرنی چاہئیں۔ اگر یہ ایک لفظ اس میں زیادہ ہو جاتا ہے کہ بلا سود قرضے دیئے جائیں گے' مضاربہ کی بنیاد پر آپ بے شک شریک ہوں۔ لیکن قرضے سود کے بغیر ہوں تو اس سے اس بات کو یقینی بنانے میں مدد ملے گی کہ جو لوگ بھی یہ خدمت انجام دینا چاہتے ہیں جو ہیلتھ فاؤنڈیشن سے استفادہ کریں گے وہ رزق حلال کما سکیں گے۔ ہماری حکومت کو اس بات پر اصرار رہتا ہے کہ وہ لوگوں کو لازمی حرام کا لقمہ کھلائے۔ اس کے لیے ایسی کوئی گنجائش اگر موجود ہو کہ رزق حلال کوئی کما سکے تو ان کو اس بات سے عداوت ہے کہ رزق حلال کے دروازے ہم نے بند کرنے ہیں اور لازمی طور پر رزق حرام کمانے کے لیے ہی لوگوں کو گنجائش رکھنی ہے۔ اگر قرضے بلا سود ہوں گے۔ اگر مضاربہ کی بنیاد پر جس کو خود وفاقی شرعی عدالت نے تسلیم کیا اور جس کے لیے باقاعدہ اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنی سفارشات دی ہیں اس مضاربہ کی بنیاد پر اس کو رکھا جائے اور اس میں اس بات کی وضاحت کر دی جائے کہ یہ تمام کے تمام قرضے بلا سود ہوں گے تاکہ اچھے اور باصلاحیت لوگ اور قرضے واپس کرنے والے لوگ اس میں آ سکیں اور صحیح طور پر وہ خدمت سرانجام دے سکیں۔ اس سے ایسی گنجائش پیدا نہ ہو کہ وہی افراد جو لوٹ مار کرنے والے ہیں اور ہیلتھ کے نام پر لوگوں کو لوٹنے والے ہیں وہی یہ قرضے حاصل کریں اور وہ لوگ کہ جو صحیح معنوں میں خدمت کرنے والے ہیں وہ صرف قرضے میں سود کی ملاوٹ کی وجہ سے اس طرف توجہ نہ کر سکیں۔ میں اس پر گزارش کروں گا کہ اس ترمیم کو تسلیم کیا جائے اور اس کو ایوان میں منظور کرے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اور کوئی صاحب اظہار خیال کرنا چاہیں گے؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! پراچہ صاحب نے بڑی تفصیل سے اس پر روشنی ڈالی ہے۔ میں نے تو صرف وزیر قانون سے اتنا پوچھنا ہے کہ ہم نے اس میں جو ترمیم دی ہے یہ کوئی بہت منفی ترمیم ہے؟ قرآن و حدیث کے احکامات کے مطابق جب کہ ہم مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اپنے ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھتے ہیں اور اب یہ باتیں بھی کر رہے ہیں کہ اسلام سپریم لاء ہو گا تو پھر یہ ایک ترمیم جو انتہائی مثبت ہے اور جو ہمارے ایمان کا تقاضا ہے وہ جب یہاں پیش ہوتی ہے تو وزیر قانون صاحب no کر دیتے ہیں۔ میں ان سے صرف یہی پوچھنا چاہتا ہوں۔ مزید کوئی دلائل نہیں دینا چاہتا کہ آیا یہ ترمیم مثبت ہے یا منفی ہے۔ اور اس میں کیا مشکل ہے کہ اس میں سے

سود کو نکال دیا جائے اور اس کو بلا سود کر دیا جائے تو بہت سے وہ لوگ جو کہ فی الحقیقت غریب ہیں اور اپنے دینی تقاضوں کو بھی پورا کرنا چاہتے ہیں' ورنہ یہ جو بڑے بڑے قبضہ گروپ ہیں امیر لوگ ہیں انہیں تو ان ترامیم کی کوئی ضرورت نہیں۔ تو میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ مثبت ترمیم کو قبول کریں اور اس کو بل کے اندر آنے دیں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چودھری محمد حنیف! آپ نہیں بولیں گے؟ اچھا لاء منسٹر صاحب۔

وزیر قانون: جناب والا! موجودہ قانون میں یہ تجویز کی گئی ہے ہیلتھ انسٹی ٹیوشنز کو فاؤنڈیشن قرضے دے گی۔ جہاں تک بلاسود قرضوں کا تعلق ہے' یہ ایک ملک گیر مسئلہ ہے اور اس میں ملک گیر قانونی ہم آہنگی کی ضرورت ہے۔ اگر ملکی سطح پر موجود نہیں رہے گا تو اس چیز کا امکان پیدا ہو جائے گا کہ ان انسٹی ٹیوشنز کو بھی بلا سود قرضے ملیں گے۔ صرف اس قانون میں بلاسود قرضے کا ذکر کرنا مناسب نہیں ہو گا اور فاؤنڈیشن میں اپنی طرف سے پوری کوشش کریں گے کہ اگر بغیر سود کے قرضے اس کو مل جائیں تو وہ بغیر سود کے قرضے فراہم کرے۔ اس مرحلے پر اس ترمیم کی ضرورت نہیں ہے' اس لیے اس کو مسترد فرمایا جائے۔

MR DEPUTY SPEAKER: Now the amendment moved and question is:-

That for para (c) of sub-clause (2) of Clause 10 of the Bill, as recommended by the standing committee on Health, the following shall be substituted:-

"(c) give interest free loans on the basis of Mutharba to health institutions."

(The motion was lost)

MR DEPUTY SPEAKER: Next amendment has been received in it from Rana Sana Ullah Khan.

RANA SANA ULLAH KHAN: Sir, I move:-

That in para (c) of sub-clause (2) of Clause 10 of the Bill, as recommended by the standing committee on

Health, between the word "institution" and semi colon at the end, the words "upto the limit of five lac rupees" be inserted.

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment moved is:-

That in para (c) of sub-clause (2) of Clause 10 of the Bill, as recommended by the standing committee on Health, between the word "institution" and semi colon at the end, the words "upto the limit of five lac rupees" be inserted.

MINISTER FOR LAW: I Oppose it.

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! کلاز۔10 کی سب کلاز۔2 کا پیرا (سی) جس میں یہ کہا گیا ہے: Give loans to health institutions اس میں کوئی حد مقرر نہیں کی گئی کہ یہ قرضہ جات کس حد تک فراہم کیے جائیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کسی بھی اور ایکٹ میں ایسا نہیں ہے کہ بالکل free hand دے دیا جائے کہ بورڈ آف ڈائرکٹر یا اس سلسلے میں متعلقہ اتھارٹیوں کے لیے قرضہ منظور کرتے وقت کوئی limit ہی نہ ہو اور جتنا ان کا جی چاہے وہ قرضہ منظور کر لیں۔ تو میری اس میں یہ تجویز ہے کہ آپ نے جن ہیلتھ انسٹی ٹیوشنز کو---- کیونکہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ دو ہیلتھ انسٹی ٹیوشنز ہیں جو پہلے ہی کام کر رہے ہیں اور انہیں کوئی financial aid کی ضرورت ہے۔ تو ایسے انسٹی ٹیوشنز کے لیے آپ کوئی حد مقرر کریں کہ آپ نے اس حد تک ان کو قرضہ دینا ہے۔ اب ایسا نہ ہو کہ ایک غریب آدمی یا ایک ایسا آدمی جس کی کوئی otherwise سفارش نہیں ہے وہ تو بیٹھا رہے اور اسے کوئی قرضہ نہ ملے' اور اس کے لیے یہ سمجھیں کہ پچاس ہزار روپیہ اس کے لیے کافی ہے' ایک لاکھ روپیہ کافی ہے۔ اگر حکم ران طبقوں سے تعلق رکھنے والا کوئی فرد ہو اور اس کا کوئی ہیلتھ انسٹی ٹیوشن ہو اور اسے یہ ایک کروڑ روپیہ دے دیں۔ اور اس ایک شخص کو اتنا بڑا قرضہ دینے سے بیسیوں لوگوں کا حق مارا جائے۔ اس لیے میری یہ گزارش ہے کہ اس سب کچھ کے باوجود کہ اس پورے بل میں انہوں نے قطعاً کسی قسم کی کوئی limitation کسی بھی معاملے میں مقرر کی نہیں' لیکن کم از کم انہیں یہ چاہیے کہ جن انسٹی ٹیوشنز کو یہ امداد دینا چاہتے ہیں ان کی کوئی limit ہونی چاہیے

کہ اس حد تک ان کو قرضہ دیا جانا چاہیے۔ اور میری یہ گزارش ہے کہ یہ حد پانچ لاکھ روپے تک ہونی چاہیے۔ شکریہ۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! فاؤنڈیشن لاء میں ہم نے یہ provide کیا ہے کہ فاؤنڈیشن ہیلتھ انسٹی ٹیوشنز کو قرضے فراہم کریں گے۔ اس میں یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے۔ بعض فاؤنڈیشن کو پانچ لاکھ روپے سے زیادہ قرضے کی ضرورت ہو۔ تو اس لحاظ سے اس حد کے مقرر کے بعد قانون بالکل riged ہو جائے گا اور اس میں کسی قسم کی گنجائش نہیں رہے گی کہ دس ہزار کس کو دینا ہے پچاس ہزار کس کو دینا ہے تو مقصد حل ہو سکتا ہے۔ اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ فاؤنڈیشن کے مفاد میں اور اس لاء کو قابل عمل بنانے کے لیے اس پر کسی قسم کی پابندی ضروری نہیں ہے۔ لہٰذا اس ترمیم کو مسترد کیا جائے۔

MR DEPUTY SPEAKER: The motion moved and the question is :-

> That in para (c) of sub-clause (2) of Clause 10 of the Bill, as recommended by the standing committee on Health, between the word "institution" and semi colon at the end, the words "upto the limit of five lac rupees" be inserted.

(The motion was lost)

MR DEPUTY SPEAKER: Next amendment has been received in it from Mr Farid Ahmad Piracha, Dr Muhammad Afzal Ezaz, Dr Syed Waseem Akhtar, Ch Muhammad Aslam Kaira, Mr Irshad Hussain Sethi, Ch Muhammad Hanif.

CH MUHAMMAD HANIF: Sir, I move:-

> That for para (d) of sub-clause (2) of Clause 10 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the following be substituted, namely:-

(d) Provide interest free loans but on the basis of Mutharba to Doctors for opening Clinics;".

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment moved is:-

That in para (d) of sub-clause (2) of Clause 10 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the following be substituted, namely:-

(d) Provide interest free loans but on the basis of Mutharba to Doctors for opening Clinics;".

MINISTER FOR LAW: Opposed.

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' چودھری محمد حنیف صاحب!

چودھری محمد حنیف: جناب سپیکر! اس ترمیم کے سلسلہ میں مجھے اتنا ہی عرض کرنا ہے کہ ہمارا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ لوگوں کو صحیح معنوں میں طبی سہولتیں ملیں۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے اور ابھی لاء منسٹر صاحب نے بھی کہا ہے کہ ہم بلا سود قرض دینے کی کوشش کریں گے۔ جناب سپیکر! یہ بہت ہی دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ جس چیز کو آئین نے بھی تحفظ دیا ہو۔ آئین کے آرٹیکل 227 میں یہ واضح طور پر درج ہے کہ ہمارا قانون اور جتنے بھی ہمارے دین سے متعلق معاملات ہیں ان کو صحیح معنوں میں اسلامی سانچے میں ڈھالنا اس کی بنیاد ہے۔ تو اس پر کتنے دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ اس پر کوشش کا لفظ کہا جائے۔ جناب سپیکر! بڑے واضح احکامات موجود ہیں۔ قرآن پاک میں صاف طور پر لکھا ہے کہ اللہ نے سود کو حرام اور بیع کو حلال کیا ہے۔ بالکل واضح طور پر اس کے احکامات موجود ہیں اور پھر کتنی بڑی بات ہے جو کہا گیا ہے کہ جو لوگ سود لینے سے باز نہ آئیں اور اس پر اصرار کریں' ان کے خلاف اللہ کا اعلان جنگ ہے۔ جناب سپیکر! غور کرنے کی بات ہے کہ اللہ کا اعلان جنگ ہے یعنی کون جرأت کر سکتا ہے کہ اس حاکم الحاکمین کے سامنے اس کے حکم کے سامنے سرتابی کرنے کی' تو یہ کتنے دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ ہاؤس میں اس شرعی مسئلے پر بھی یہ بات کہی جاتی ہے کہ کوشش۔ نہیں۔ جناب سپیکر! یہاں جو ہم ترمیم دے رہے ہیں اس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ایک تو ہمارا دینی تقاضا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ لوگوں کو طبی سہولتیں آسان اور صحیح معنوں میں پہنچائے تو جب آپ قرضے بلا سود دیں گے تو ان کے

ریٹ بھی کم ہوں گے۔ ان کو باقاعدہ پھر پابند کیا جائے کہ وہ اس پر اتنے اتنے معاملات پر لوگوں سے فیس وصول کرے۔ یہ بہت ہی بنیادی بات ہے۔ اس کو قبول کیا جانا چاہیے۔ پھر جناب سپیکر! حدیث موجود ہے اور یہ ان ڈاکٹر صاحبان کے لیے بھی ہے کہ جو سود لیں گے جو کلینک کھولنے کے لیے آپ سے interest پر رقم لیں گے۔ ان کے بارے میں بھی اور یہ واضح حدیث ہے کہ سود لینے اور دینے کا کم از کم گناہ اس قدر ہے کہ جیسے کوئی اپنی سگی ماں سے ستر بار بدکاری کرے۔ میں آپ سے یہ کہوں گا کہ اس پر تھوڑا سا غور کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم ایک ایسے ملک میں رہتے ہیں کہ جس کا نام پاکستان ہے اور یہ اسلام کے نام پر واحد نظریاتی ملک ہے اور حاصل کرنے کے لیے بھی لاکھوں قربانیاں دی گئی تھیں۔ اور اس وقت بھی یہی سوچ اور فکر تھی کہ ہم ایک صحیح اسلامی مملکت کی طرف جا رہے ہیں۔ جس کا نظام اسلام کے مطابق ہو گا۔ جس کے قوانین اسلام کے مطابق ہوں گے۔ جس کی عدالتیں اسلام کے نام پر ہوں گی۔ جس کے ادارے اسلام کے احکام کے مطابق عمل کر رہے ہوں گے۔ جناب سپیکر! جس مقصد کے لیے ہم نے یہ ملک حاصل کیا تھا اور آج یہ جو ہیلتھ فاؤنڈیشن کا بل یہاں پیش کیا گیا ہے۔ تو میں یہ چاہوں گا کہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہے کہ یہ لفظ اس میں شامل کر دیا جائے تو یہ اس ملک کے لیے بھی بہتر ہو گا اور ان لوگوں کے لیے بہتر ہو گا جو اس سے قرضہ لیں گے۔ جناب سپیکر! یہ نہایت ہی اہم ترمیم ہے اور اس پر میں سمجھتا ہوں کہ اسے منظور کیا جانا چاہیے اور اس پر ہاؤس کے ممبران سے بھی میری یہ گزارش ہو گی کہ وہ اس پر "نہ" نہ کہیں۔ ان کے ایمان کا یہ تقاضا ہے کہ وہ اس پر یا تو خاموشی اختیار کریں یا اس پر صحیح معنوں میں کھل کر اظہار کریں۔

جناب سپیکر! ایک حدیث ہے کہ جس فرد نے اپنے ایمان کو جانچنا ہو کہ وہ کس قدر مسلمان ہے۔ اس کا ایمان کتنا پختہ اور مضبوط ہے تو اس کے اندر اگر قوت ہے تو وہ اپنے زور بازو سے اس برائی کو ختم کرے۔ اور اگر اس کا ایمان اس سے بھی کمزور ہے تو کم از کم زبان سے اس کا اظہار کرے کہ یہ برائی ہے اور اس کے لیے وہ اپنی آواز بلند کرے۔ لیکن اگر اس میں یہ بھی ہمت نہیں' تو پھر کم از کم دل سے اسے برا جانے۔ اور اب میری بھی یہی استدعا ہو گی کہ اس ترمیم کو منظور کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس پر اور کوئی صاحب نہیں بولنا چاہیں گے؟ جی' لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون: جناب والا! اس پر میں پہلے اظہار خیال کر چکا ہوں۔ یعنی اس سے ملتی جلتی ایک پہلی ترمیم میں بول چکا ہوں اور اس میں' میں مزید کوئی اضافہ نہیں کرنا چاہتا۔

MR DEPUTY SPEAKER: Now, the amendment moved and the question is:-

That in para (d) of sub-clause (2) of the Clause 10 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the following be substituted, namely:-

(d) Provide interest free loans but on the basis of Mutharba to Doctors for opening Clinics;".

(The motion was lost)

MR DEPUTY SPEAKER: Next amendment has been received in it from Rana Sana Ullah Khan. He may move the amendment.

RANA SANA ULLAH KHAN: Sir, I move:-

That in para (d) of sub-clause (2) of Clause 10 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, between the word "clinics" and semi-colon appearing at the end, the words "one lac and fifty thousand" be inserted.

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment moved is :-

That in para (d) of sub-clause (2) of Clause 10 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, between the word "clinics" and semi-colon appearing at the end, the words "one lac and fifty thousand" be inserted.

MINISTER FOR LAW: Opposed.

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس کلاز میں یہ درج ہے provide loans to doctors for opening clinics ۔ اس میں یہ کہا گیا ہے کہ ڈاکٹر صاحبان کو پرائیویٹ کلینک بنانے کے لیے قرضے دیے جائیں گے۔

جناب سپیکر! پرائیویٹ کلینکس کی جو حالت اس وقت ہے وہ سب کے سامنے ہے کہ ہسپتال غیر آباد ہیں۔ اس لحاظ سے کہ وہاں مرض کی تشخیص کے لیے کسی قسم کی کوئی مشینری نہیں۔ وہاں پر ای سی جی کی مشینیں اور دوسرا جتنا بھی قیمتی سامان ہوتا ہے وہ سارا خراب ہوتا ہے جبکہ کلینکس پر ہر چیز ٹھیک ہوتی ہے۔ اس کا مقصد صرف اور صرف یہ ہوتا ہے کہ یہ سہولیات سرکاری ہسپتالوں میں لوگوں کو میسر آئیں تو پھر وہ لوگ کلینکس کا رخ نہیں کرتے۔ انہی کو دانستہ طور پر خراب کیا جاتا ہے تاکہ وہاں پر لوگوں کو یہ سہولت میسر نہ آئے اور پرائیویٹ کلینکس کی رونق دوبالا ہو۔

جناب سپیکر! پرائیویٹ کلینکس کا یہ حال ہے کہ وہاں پر ادویات کے علاوہ صرف مریض کو دیکھنے کے لیے دو دو سو، تین تین سو روپیہ لیا جاتا ہے اور جب پہلے ہی ایسی صورت حال ہے تو یہ کوئی منطق سمجھ نہیں آتی کہ اب وہ اپنے پرائیویٹ کلینکس بنائیں پھر ان کی کوئی حد بھی مقرر نہیں ہے۔ اس سے پہلے جو سال بزنس فنانس کارپوریشن ڈاکٹروں کو پرائیویٹ کلینکس بنانے کے لیے قرضہ دیتی ہے۔ اس کی حد 75 ہزار روپے ہے تو اس میں میری تجویز یہ ہے کہ اس حد کو آپ ڈیڑھ لاکھ روپے تک کر دیں۔ یہ نہیں کہ اگر کسی منسٹر کے بیٹے نے ایم بی بی ایس کر لیا ہے اور اب وہ مال روڈ پر ایک پرائیویٹ کلینک بنانا چاہتا ہے اور اسے اس کے لیے ڈیڑھ کروڑ روپے کی ضرورت ہے تو گورنمنٹ اسے مہیا کر دے گی۔ اس کی کم از کم کوئی حد مقرر ہو اور میں سمجھتا ہوں کہ ایک پرائیویٹ کلینک بنانے کے لیے ڈیڑھ لاکھ روپیہ کافی ہے اور اگر یہ حد مقرر نہ کی گئی تو اس فنڈ سے انہی کا استحصال ہو گا اور لوگ اس سے غلط فائدہ اٹھائیں گے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون: جناب سپیکر! جیسا کہ میرے بھائی کی پہلے بھی فاؤنڈیشن کے بارے میں ایک ترمیم تھی۔ اب انہوں نے کلینکس کے بارے میں اس سے ملتی جلتی یہ ترمیم دی ہے۔ اس پر بھی میری وہی وضاحت ہے کہ ضروری نہیں ہے کلینک کے لیے ڈیڑھ لاکھ روپے کی ضرورت پڑے۔ اس میں زیادہ کی بھی ضرورت پڑ سکتی ہے تو ہم قانون کو اس قدر سخت نہیں بنانا چاہتے ہیں کہ جس میں تھوڑی سی مزید ضرورت پڑنے کی صورت میں پھر کسی دشواری کا سامنا کرنا پڑے۔ اس صورت حال

کے پیش نظر میں اس ترمیم کی مخالفت کرتا ہوں۔ لہٰذا اس کو مسترد کیا جائے۔

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment moved and the question is-

That in para (d) of sub-clause (2) of Clause 10 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, between the word "clinics" and semi-colon appearing at the end, the words "one lac and fifty thousand" be inserted.

(The motion was lost)

MR DEPUTY SPEAKER: Next amendment has been received in it from Mr Irshad Hussain Sethi.

(He is not present)

So it will be taken as withdrawn.

MR DEPUTY SPEAKER: Next amendment has been received in it from Mr Irshad Hussain Sethi.

(He is not present)

So it will be taken as withdrawn.

MR DEPUTY SPEAKER: Next amendment has been received in it from Rana Sana Ullah Khan. He may move.

RANA SANA ULLAH KHAN: Mr Speaker Sir, I move-

That in para (h) of sub-clause (2) of Clause 10 of the Bill. as recommended by the Standing Committee on Health, for the word "Government" occurring in line 1, the words "Board of Directors" be substituted.

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment moved is -

That in para (h) of sub-clause (2) of Clause 10 of the Bill. as recommended by the Standing Committee on Health, for the word "Government" occurring in line 1, the words "Board of Directors" be substituted.

MINISTER OF LAW: It is opposed Sir.

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' رانا صاحب! ارشاد فرمائیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس ہیلتھ فاؤنڈیشن کو چلانے کے لیے انہوں نے ایک تو بورڈ آف ڈائرکٹر کی پروویژن رکھی ہے۔ اس بورڈ آف ڈائرکٹرز میں اپنی مرضی سے یہ اپنے نملے دھلے رکھیں گے کیونکہ اس میں کوئی کوالیفکیشن کا ذکر نہیں اور قطعاً" کسی قسم کی کوئی ان پر پابندی نہیں کہ کس آدمی کو آپ نے مقرر کرنا ہے یا کس کو نہیں کرنا۔ اس سے متعلقہ جتنی بھی ترامیم پیش کی گئی ہیں۔ ان سب کو انہوں نے مسترد کر دیا ہے۔

جناب سپیکر! اب انہیں اس بورڈ آف ڈائرکٹرز پر بھی یقین نہیں ہے۔ یعنی یہ funds raise کرنے کی جو متعلقہ کلاز ہے۔ اس میں loan raise کرنے اور grants receive کرنے کی بات ہے تو ان کو بورڈ آف ڈائرکٹرز پر بھی یقین نہیں ہے۔ اس میں بھی یہ گورنمنٹ کو لے آئے ہیں کہ جناب گورنمنٹ سے پہلے previous approval لینی پڑے گی۔ تو یہ بات موجودہ حکم رانوں کی سمجھ ہی نہیں آتی کہ ان کا ہر کام جو ہے یعنی اگر یہ پرائیویٹائزیشن کرتے ہیں تو صرف اس لیے کرتے ہیں کہ جو اچھے اچھے یونٹ ہیں ان کی یہ بندر بانٹ کر لیں اور اگر انہیں یہ کہا جاتا ہے کہ جناب! یہ انتہائی اہمیت کے حامل یونٹ ہیں۔ ان کی آپ اس طرح سے لوٹ سیل نہ لگائیں تو آگے سے جواب دیتے ہیں کہ جناب گورنمنٹ کا کیا کام ہے؟ گورنمنٹ کا کام یہ ہے کہ وہ انڈسٹریز چلائے؟ گورنمنٹ کا کیا کام ہے کہ وہ ان انسٹی ٹیوشنز کو چلائے؟

یہ ٹھیک ہے۔ یہ پرائیویٹ سیکٹر میں جانے چاہییں اور جب ایک بات جو کہ بالکل پرائیویٹ سیکٹر کی بنتی ہے' ہیلتھ فاؤنڈیشن کی بنتی ہے تو اس میں جناب ہر جگہ پر گورنمنٹ' ہر جگہ گورنمنٹ اور بورڈ آف ڈائرکٹرز کا تقرر بھی یہی کریں گے اور پھر ان پر بھی ان کو یقین نہیں ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے جیسا بھی بورڈ آف ڈائرکٹرز اور فاؤنڈیشن کو چلانے کے لیے بنانا ہے تو اس سے جملہ تمام معاملات فاؤنڈیشن کے بورڈ کو ہی حل کرنے اور ان کے متعلق فیصلے کرنے کا اختیار ہونا چاہیے اور

اس میں گورنمنٹ کی اس طرح سے دخل اندازی نہیں ہونی چاہیے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون: جناب سپیکر! اس ترمیم میں یہ تجویز کیا گیا ہے کہ حکومت کی جگہ بورڈ آف ڈائرکٹرز کی اجازت سے یہ کام ہو۔ میں اس کی مخالفت اس لیے کر رہا ہوں کہ فاؤنڈیشن کو قرضے وغیرہ کے حصول سے زیر بار کرنے کی اجازت کا اختیار صرف حکومت کے پاس ہونا مناسب ہو گا' ورنہ احتمال اس بات کا ہے کہ اس اختیار کو غیر ضروری استعمال کیا جائے گا اور فاؤنڈیشن کو مالی نقصان اٹھانا پڑے گا۔ علاوہ ازیں حکومت کی زیر سرپرستی عطیات اور قرضوں کے بھی بہتر امکانات ہیں۔ تو اس لحاظ سے یہ ترمیم فاؤنڈیشن کے اور اس کے قانون کے مفاد میں نہیں ہے۔ لہٰذا اس کو مسترد کیا جائے۔

MR. DEPUTY SPEAKER: The amendment moved and the question is-

> That in para (h) of sub-clause (2) of Clause 10 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, for the word "Government" occurring in line 1, the words "Board of Directors" be substituted.

(The motion was lost)

MR. DEPUTY SPEAKER: Next amendment has been received in it from Rana Ikram Rabbani. He may move.

RANA IKRAM RABBANI: I beg to move-

> That after para (i) of sub-clause (2) of Clause 10 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the following new para be added as para (j) namely:-
>
> "(j) establish or Assist to establish Transplant Units in the Health Institutions.

MR. DEPUTY SPEAKER: The amendment moved is -

That after para (i) of sub-clause (2) of Clause 10 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the following new para be added as para (j) namely:-

"(j) establish or Assist to establish Transplant Units in the Health Institutions.

MINISTER FOR LAW: It is opposed Sir.

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' رانا صاحب! ارشاد فرمائیں۔

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! میں نے اس ترمیم کے ذریعہ سے ایک ایسی اہم ضرورت کے طرف توجہ دلانے کی کوشش کی ہے۔ تمام دنیا میں پہلے یہ دیکھا جا رہا تھا کہ بہت معمولی وجوہات کی بناء پر انسان یا تو اپنی زندگی سے محروم ہو جاتے تھے یا پھر اگر بچ بھی جاتے تھے تو ان کے ساتھ کچھ اس قسم کی معذوری یا مجبوری وابستہ رہتی تھی جس کی وجہ سے ان کے لیے اپنی عام زندگی گزارنا ناممکن ہو جاتا تھا اور اس اہمیت کی پیش نظر تمام دنیا میں صحت کے شعبے کے ساتھ ساتھ اگر پرائیویٹ سیکٹر کو بھی ہسپتالوں میں اجازت دی گئی ہے تو اس کے لیے یہ چونکہ یہ سپیشل شعبہ ہے۔ اس کے لیے علیحدہ define کیا گیا ہے کہ Transplant unit مہیا کیے جائیں گے۔ لوگ donate کرتے ہیں اور اگر لوگ donate نہیں کرتے تو ایکسیڈنٹ کے ذریعہ سے یا ان کے جو عزیز و اقارب ہیں وہ human organs donate کر دیتے ہیں۔ اس میں جیسے آنکھیں ہیں 'گردے ہیں' دل ہیں اور پتہ ہے تو جس طرح (جی) میں کہا گیا ہے کہ۔

(g) assist the private sector for providing necessary facilities for population welfare programme;

اس طرح سے میں یہ چاہتا ہوں کہ اس شعبے کی اہمیت کے پیش نظر کہ ہم پاکستان کے اندر بھی پاکستانیوں کو ایک نارمل زندگی گزارنے کے قابل بنا سکیں۔ اس اہمیت کے پیش نظر علیحدہ define کر دیا جائے۔ تاکہ جو لوگ اس سیکٹر میں آئیں اور جو اپنے اپنے یونٹ میں یہ سہولت مہیا کرنا چاہیں۔ ان کے لیے پابندی ہو کہ وہ جو مدد لی ہے وہ صرف اسی مقصد کے لیے استعمال کریں۔ شکریہ۔

وزیر قانون: جناب والا! فاضل قائد حزب اختلاف نے جو ترمیم پیش کی ہے جو ہم نے قانون بنایا ہے یہ اس میں پہلے ہی ہے اور یہ (آئی) (2) 10 میں ہے کہ۔

10 (2) (i) perfrom such other functions as may be assigned to it by the Govt:

تو جناب والا! فاؤنڈیشن کو وہ تمام کام کرنے کا اختیار دیا گیا ہے جو otherwise تحریر نہ کیے گئے ہوں۔ اس اختیار کے ساتھ فاؤنڈیشن transplant units بھی نصب کروا سکتی ہے تو اس وجہ سے میں سمجھتا ہوں کہ اس ترمیم کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment moved and the question is-

That after para (i) of sub-clause (2) of Clause 10 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the following new para be added as para (j) namely:-

"(j) establish or assist to establish Transplant Units in the Health Institutions.

(The motion was lost)

MR DEPUTY SPEAKER: The question is:

That Clause 10 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

## Clause 11

MR. DEPUTY SPEAKER: Now Clause 11 of the bill is under Consideration. Four amendments have been received in it.The first amendment is from Rana Sana Ullah Khan. He may move it.

RANA SANA ULLAH KHAN: Mr Speaker Sir, I beg to move-

That for sub-clause (2) of Clause II of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health,

the following be substituted, namely:-

"(2) The funds of the Foundation shall be kept in a Scheduled Bank in the name of Managing Director and three members of the Boards."

MR DEPUTY SPEAKER: The motion moved is-

That for sub-clause (2) of Clause II of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the following be substituted, namely:-

"(2) The funds of the Foundation shall be kept in a Scheduled Bank in the name of Managing Director and three members of the Boards."

MINISTER FOR LAW: It is opposed Sir.

MR DEPUTY SPEAKER: Minister for Law opposes the amendment. Rana Sana Ullah Khan. would you like to say something.

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! کلاز (2)11 میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ۔

11 (2) The fund shall be kept in such custody and shall be utiliazed and regulated in such manner as may be prescribed.

اور اس سے جو آگے ہیں اس میں کہا گیا ہے کہ۔

(3) The Foundation may invest in Government saving Schemes, fixed deposits with banks approved by the Government or in other manner as may be prescribed.

جناب سپیکر! یہ فنڈز کا معاملہ ہے اور اس میں یہ کہنا کہ۔

In such manner as may be prescribed.

یہ اس بات کی طرف نشان دہی کرتا ہے کہ ان فنڈز کو غلط طور پر استعمال کیا جائے گا۔ اگر جناب والا! یہاں پر یہ درج ہو کہ جو ہیلتھ فاؤنڈیشن کے فنڈز ہیں وہ کسی شیڈول بنک میں رکھے جائیں گے اور وہ منیجنگ ڈائرکٹر اور بورڈ کے تین ممبروں کے نام پر ہوں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ زیادہ محفوظ ہوں گے اگر وہ اس طرح سے نہیں رکھے جائیں گے تو ہمارے ملک میں کرپشن اور لوٹ مار کا جو بازار گرم ہے ان فنڈز کو بھی غلط طور پر استعمال کیا جائے گا۔ اس لیے مناسب ہو گا کہ یہ فنڈز منیجنگ ڈائرکٹر اور بورڈ کے تین ممبروں کے نام پر رکھے جائیں تاکہ وہی ان کو بہتر طور پر استعمال کر سکیں۔

اور جہاں تک اس معاملے کا تعلق ہے کہ۔

as may be prescribed ----

اس سے مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ کسی کو آپریٹو سوسائٹی میں رکھ دیں یا پھر کسی ایسی جگہ پر ان فنڈز کو رکھیں۔ جہاں پر ان فنڈز کا استعمال غلط انداز سے ہو۔ شکریہ۔

وزیر قانون: جناب والا! یہ جو فاؤنڈیشن کے رولز بنتے ہیں۔ اس میں اس چیز کی گنجائش موجود ہے اور اس میں یہ provide کیا جا سکتا ہے کہ یہ رقم شیڈول بنک میں رکھی جائے اور ان چیکوں پر کسی طریقہ کار سے دستخط ہوتے ہیں۔ جناب والا! میرے فاضل بھائی نے جو ترمیم پیش کی ہے اسے لاء میں provide کرنے کی تو ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ قواعد میں اس قسم کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ اس لیے میں اس ترمیم کی مخالفت کرتا ہوں۔

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment moved nad the question is-

> That for sub-clause (2) of Clause 11 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the following be substituted, namely:-
>
> "(2) The funds of the Foundation shall be kept in a Scheduled Bank in the name of Managing Director and three members of the Boards."

(The motion was lost)

MR DEPUTY SPEAKER: The next amendment has been received in it from Rana Sana Ullah Khan. He may move it.

RANA SANA ULLAH KHAN: I beg to move-

That sub-clause (3) of Clause 11 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, be deleted.

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment moved is-

That sub-clause (3) of Clause 11 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, be deleted.

MINISTER FOR LAW: It is opposed Sir.

MR DEPUTY SPEAKER: Mininter for Law opposes the amendent. Rana Sana Ullah Khan, would you like to say something.

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! میری پہلی ترمیم پر تو آپ نے زبردستی مخالفت کروائی ہے۔ وزیر قانون صاحب تو اس کی مخالفت نہیں کرنا چاہتے تھے۔

جناب سپیکر! محترم وزیر قانون صاحب کی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جب وہ ہماری کسی ترمیم پر اپنا اظہار خیال کرتے ہیں دل سے اسے تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہاں! یہ بات ٹھیک ہے لیکن اس کی گنجائش موجود ہے جب اس کی ضرورت محسوس ہوئی ہم اس طرح سے کرلیں گے اور ہمارا ارادہ بھی یہی ہے۔ جناب والا! میں یہ عرض کرتا ہوں کہ جب ان کا ارادہ بھی یہی ہے اور یہ سمجھتے بھی ہیں کہ یہ صحیح ہے تو پھر اسے قانون سازی میں لانے میں کیا حرج ہے۔ یہ اس بات کو obligatory کیوں نہیں کرتے۔ یہ اس بات کو کیوں نہیں اس انداز میں لے آتے۔ اس طرح سے کیوں نہیں لے آتے کہ کل کو اگر کوئی آدمی otherwise ضرورت محسوس کرے۔ تو وہ نہ کرسکے۔ بلکہ اس پر یہ پابندی ہو کہ ایسے ہی کرنا ہے۔ جناب والا! اس کلاز میں یہ کہا گیا ہے کہ۔

The Foundation may invest money in Govt, saving Schemes.

اور جناب سپیکر! ایک طرف تو یہ ہے کہ ہیلتھ فاؤنڈیشن ہے اور صحت کی سہولتوں کو بہم پہچانے

کے لیے ان فنڈز کو استعمال کیا جائے گا۔ ہمارے ملک میں صحت کی سہولتوں کی حالت کے پیش نظر میں نہیں سمجھتا کہ یہ فنڈز کس طرح سے فالتو بچیں گے اور ان کو یہ سیونگ سکیمز میں رکھیں گے۔ پھر جناب والا! اس کے بعد یہ fixed deposits بھی کروانا چاہتے ہیں اور یہ ہے کہ۔

with banks approved by the Government or-----

جناب سپیکر! ان کی اصل واردات یہاں سے پکڑی جاتی ہے یعنی 1985ء سے یہ ٹولہ وارداتیں کرتے کرتے اتنا ہوشیار ہو گیا ہے کہ پہلے تو یہ بات کچھ اچھے طریقے سے لے آتے ہیں اور پھر اس کے بعد لے جا کر "or" کا لفظ ڈال دیں گے آگے یہ ہے کہ۔

in such other manner as may be prescribed-----

تو یہ ہے جناب سپیکر! قابل اعتراض بات۔ اور یہ ان فنڈز کو غلط طور پر خرچ کرنے والی بات ہے اور یہ کرپشن والی بات ہے۔ جب انہوں نے ان تینوں چیزوں کا ذکر کر دیا ہے کہ فاؤنڈیشن کے پاس جو surplus پیسہ بچے گا اس کو ہم گورنمنٹ کی سیونگ سکیموں میں خرچ کریں گے۔ اس کو فکسڈ ڈیپازٹس بنک میں رکھیں گے تو پھر جناب والا! اس کی علاوہ اور کیا ہے اور or in any other manner والا! جو معاملہ ہے وہ تو پھر وہی ہے جس طرح سے پہلے انہوں نے کوآپریٹو سے قرضے لیے۔ ان قرضوں سے انہوں نے اپنی شوگر ملیں بنائیں اس کے بعد ان کوآپریٹو کا بیڑا غرق کر دیا۔ اور وہ غریب یتیم اور جو سرکاری ملازم تھے۔ ان سب کو انہوں نے بھوکا مار دیا اور اب تک انہیں کچھ نہیں مل رہا۔ اسی طرح سے زکوٰۃ فنڈ ہے یعنی ملک میں لوگوں کو کھانے کے لیے میسر نہیں۔ اتنے غریب لوگ ہیں۔ زکوٰۃ فنڈ سے اس ملک کے دو خاندانوں نے اربوں روپیہ قرض لے کر اپنی ملیں لگوائیں۔ تو جناب والا! یہ جو انہوں نے گنجائش رکھی ہے or other manner یہ صرف اسی مقصد کے لیے ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ مخلص ہیں اور قوم کی بہتری کے لیے یہ روپیہ استعمال کرنا چاہتے ہیں تو اس کلاز کو حذف ہونا چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جناب وزیر قانون!

وزیر قانون: جناب سپیکر! موجودہ ترمیم میں یہ کہا گیا ہے کہ فاؤنڈیشن اپنی فنڈز سے کسی سرکاری سکیم میں سرمایہ کاری کر سکے گی۔ اس ترمیم میں اس شق کو حذف کرنے کے لیے کہا گیا ہے۔ جناب والا! اس شق کو ختم کرنا فاؤنڈیشن کے مفاد میں نہ ہو گا۔ سرکاری سکیموں میں سرمایہ کاری سے فاؤنڈیشن کے فنڈز محفوظ بھی رہیں گے اور ان سے فاؤنڈیشن کو معقول منافع بھی حاصل ہوتا رہے

گے۔ یہ جو قانون ہم بنا رہے ہیں یہ فاؤنڈیشن کے مفاد میں ہے' اس شق کو حذف کرنا اس کے مفاد میں نہیں ہو گا اس لیے اس ترمیم کو مسترد فرمایا جائے۔

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment moved and the question is-

That sub-clause (3) of Clause II of the Bill, as recommended by the Standing committee on Health, be deleted.

(The motion was lost)

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! وزیر قانون نے پہلی دفعہ انگریزی میں "نو" کا لفظ استعمال نہیں کیا۔

وزیر قانون: بڑی خوشی کی بات ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: اس لیے اس ترمیم کو منظور کیا جائے۔

MR DEPUTY SPEAKER: The next amendment has been received in it from Mr Irshad Hussain Sethi.

Since the Hon'ble Member is not present in the House and the amendment is not moved, so it will be taken as withdrawn.

The next amendment has been received in it from Rana Ikram Rabbani, Malik Iqbal Ahmad Khan Langrial, Mr Ghulam Sarwar Khan, and Mr Ali Hassan Raza Qazi. Rana Ikram Rabbani may move it.

RANA IKRAM RABBANI: I beg to move-

That in sub-clause (3) of Clause 11 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the words "or in such other manner as may be prescribed" occurring in lines 2-3 be deleted.

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment moved is -

That sub-clause (3) of Clause 11 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the words "or in such other manner as may be prescribed" occurring in lines 2-3 be deleted.

MINISTER FOR LAW: I oppose it Sir.

MR DEPUTY SPEAKER: Minister for Law opposes the amendment. Rana Ikram Rabbani, would you like to say something.

رانا اکرام ربانی: جناب والا! ان کے فرمان کے مطابق یہ بل ایک اچھی نیت سے پیش کیا گیا تھا لیکن جب ہم اس بل کی تفصیلات میں جاتے ہیں تو اس میں آغاز میں ہی ہمیں شبہ ہونا شروع ہوتا ہے کہ اس صوبے کا خزانہ یا اس صوبہ میں جہاں کہیں سرکاری زمینیں پڑی ہیں اس کو ہضم کرنے کے لیے یہ سارے منصوبے اور سارے طریقے ہیں۔ اور اس کے بعد جوں جوں ہم اس کی کلاز بائی کلاز خواندگی میں جاتے ہیں تو اس کے ساتھ ساتھ ہمارے اس خدشے کو تقویت ملتی ہے اور جس وقت ہم آخر پر پہنچتے ہیں تو ہمارا شبہ یقین میں تبدیل ہو جاتا ہے کہ تمام ان اقدامات کا سوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ جو پیسہ کسی بھی ذریعے سے خورد برد ہونے سے بچ گیا ہے' کوئی زمین جو نظر سے بچ گئی ہے اس کو بھی ان طریقوں سے ہضم کر لیا جائے۔

The Foundation may invest money in the Government Saving Schemes, fixed deposits with banks approved by the Government.

یہاں تک تو ٹھیک ہے لیکن

or in such other manner as may be prescribed, may be specified

may be determine. یہ may سے سارا معاملہ گڑبڑ کر دیتے ہیں۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ ہمارے معاشی وسائل بڑے محدود ہیں۔ لوگوں کے اوپر مزید ٹیکسوں کا بوجھ ڈالا جا رہا ہے۔ کچھ

پیسے بیت المال کے ذریعے سے کھا پی لیے گئے۔ اب جو رہتے ہیں وہ ان فاؤنڈیشن کو دیے جائیں گے اور فاؤنڈیشن اپنی مرضی سے اس کی سرمایہ کاری کرے گی۔ جس میں investment کرے گی تو بعد میں اس کو دیوالیہ قرار دے دیا جائے گا اور وہ رقم اس طرح ڈوب جائے گی جس طرح آج پنجاب کے اٹھارہ اضلاع کے لوگ جعلی سیلاب کے ذریعے ڈوبے ہوئے ہیں۔ ایک طرف صورت حال یہ ہے کہ ٹیلی وژن پہ پکی دیواریں بنائی جا رہی ہیں دوسری طرف جب ہم یہ کوشش کرتے ہیں کہ جن غریبوں کی دیواریں بنائی جا رہی ہیں ان کے لیے بھی ان بلوں میں کچھ رکھیں۔ پھر جواب دے دیا جاتا ہے کہ کچے علاقوں میں رہنے والے یہ لوگ اس قابل نہیں ہیں کہ ہم ان کے لیے طبی سہولیات بہتر بنانے کی طرف کوئی توجہ دیں۔ میں پھر یہ گزارش کرتا ہوں کہ Government Schemes and Banks تک تو ٹھیک ہے لیکن جیسا کہ اس ایوان نے تجربہ کیا ہے کہ بہت سے ایسے چہرے جو اس ایوان میں موجود ہوتے تھے آج نظر نہیں آ رہے وہ بھی اس میں ملوث پائے گئے۔ میں اس لیے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پنجاب کے حال پر رحم کھائیں' اپنے مستقبل پر رحم کریں اور یہ

or in such other manner as may be prescribed.

والی لائن کو نکال دیں اور جو منظور شدہ سرکاری بنک ہیں اور ان میں سرمایہ کاری کی حد تک فاؤنڈیشن کو اجازت دے دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اور کوئی صاحب اس پہ بات کرنا چاہیں گے؟----- جی' وزیر قانون۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! یہ ایک پرووِیژن رکھی گئی ہے کہ سرکاری اداروں کے علاوہ بھی یہ فاؤنڈیشن سرمایہ کاری کر سکتی ہے۔ اس کا باقاعدہ فاؤنڈیشن کو حساب رکھنا پڑے گا اور اس صورت میں یہ ان اداروں میں سرمایہ کاری کرے گی جب سرکاری اداروں میں اس کو کم منافع ملتا ہو گا۔ اس میں کسی قسم کے نقصان کا احتمال نہیں ہو گا۔ تب ہی اس قسم کے اقدامات کیے جائیں گے۔ یہ جو پرووِیژن رکھی گئی ہے یہ فاؤنڈیشن کے مفاد میں رکھی گئی ہے۔ اس لحاظ سے یہ ترمیم غیر ضروری ہے۔

شیخ انوار الحق پراچہ: جناب سپیکر! کورم نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: گنتی کی جائے۔

(گنتی کی گئی ایوان میں کورم پورا نہیں تھا)

جناب ڈپٹی سپیکر: پانچ منٹ کے لیے گھنٹیاں بجائی جائیں۔

(گھنٹیاں بجائی گئیں)

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ انوار الحق پراچہ صاحب نے جس وقت کورم پوائنٹ آؤٹ کیا تھا اس وقت وہ اپنی نشست پر تشریف فرما نہیں تھے۔ اگر وہ اپنی نشست پر تشریف فرما ہوتے اور پھر کورم کو پوائنٹ آؤٹ کرتے تو ان کا point valid تھا چونکہ وہ اپنی نشست پر تشریف نہیں رکھتے اس لیے میں ان کے اس پوائنٹ کو rule out کرتا ہوں۔ اور اب میں سوال کو put کرتا ہوں۔

Motion moved and the question is-

That sub-clause (3) of Clause 11 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the words "or in such other manner as may be prescribed" occurring in lines 2-3 be deleted.

(The motion was lost)

MR DEPUTY SPEAKER: The question is-

That Clause 11 do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

جناب ڈپٹی سپیکر: اجلاس کا وقت آدھے گھنٹے کے لیے بڑھایا جاتا ہے۔

(اس مرحلہ پر اجلاس کا وقت آدھا گھنٹہ کے لے بڑھا دیا گیا)

## Clause 12

MR DEPUTY SPEAKER: Now Clause 12 is under consideration. Four amendment have been recived in it. The first one is from Rana Ikrarm Rabbani. Please move your amendment.

RANA IKRAM RABBANI: I beg to move-

That in Clause 12 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, for the words "audited in such manner as may be prescribed" , occurring in

line 2, the words "audited by the Auditor General" be substituted.

DEPUTY SPEAKER: The motion moved is-

That in Clause 12 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, for the words "audited in such manner as may be prescribed" , occurring in line 2, the words "audited by the Auditor General" be substituted.

MINISTER FOR LAW: Opposed.

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! یہ جو کلاز 12 ہے یہ بجٹ کو deal کرتی ہے۔

"The budget of the Foundation shall be approved and its accounts shall be maintained and audited in such manner as may be prescribed."

جناب والا! میں نے پہلے بھی یہ ایک گزارش کی تھی کہ جہاں بھی انہوں نے may be کا خانہ رکھا ہے اسی کا حوالہ دے کر انہوں نے اس کا خانہ خراب کیا ہے۔ یہاں پر جتنی بھی legislation کی proposals آتی ہیں۔ جناب والا! یہ ایک ترقی یافتہ دور ہے۔ کیا یہ کسی چیز کو ایکٹ کی شکل میں لانے سے پہلے اس کو مکمل طور پر پابند نہیں کر سکتے کسی چیز کے لیے بھی؟ یہ اس کی اتنی provision کیوں رکھتے ہیں؟ کہ may be, may be, may be again and again.

جناب والا! میں اس ترمیم پر اس لحاظ سے بھی زور دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ آج تک ہر حوالے سے' جہاں بھی انہیں موقع ملا ہے without any exception انہوں نے مال نکالنے کی کوشش کی ہے۔ اور جب کسی چیز پر یہ اپنے آپ کو پابند کرنے کی کوشش نہیں کرتے تو یہ بات ان کی نیت کو اور زیادہ واضح کر دیتی ہے۔ اور اس فاؤنڈیشن کے بجٹ میں بھی ان کا پروگرام لوٹ مار کا ہے اگر ان کا لوٹ مار کا پروگرام نہیں تو یہ اپنے آپ کو پابند کریں۔ جیسے ضیاء صاحب نے ریفرینڈم کرایا تھا کہ اگر تم مسلمان ہو تو میں پانچ سال کے لیے صدر ہوں اور تم مسلمان نہیں ہو تو پھر معاملہ اور ہے۔ تو مجبوراً انہیں پانچ سال کہنا پڑا وہ بھی بہت کم لوگوں کو۔ تو جناب سپیکر! میں ان کو بھی پابند کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ان کی نیت میں کوئی فتور نہیں' اور جو مقاصد بیان کیے گئے ہیں یہ فاؤنڈیشن انہی مقاصد

کے لیے قائم کی جا رہی ہے تو پھر میری اس ترمیم کو منظور کیا جائے اور اس فاؤنڈیشن کو بھی پابند کیا جائے کہ اس کا آڈٹ بھی ایڈیٹر جنرل آف پاکستان کرے۔ جناب سپیکر! اس کی وجہ یہ ہوتی ہے جب کہ آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی طرف سے آڈٹ ہوتا ہے تو پھر اس کی رپورٹ اس ایوان میں پیش ہو گی۔ جناب والا! ان کو جو اصل خطرہ ہے کہ پھر اس کی رپورٹ اس ایوان میں لائی جانی ضروری ہوتی ہے۔ اور اسی رپورٹ میں پھر اس فاؤنڈیشن کی لوٹ مار کا ذکر بھی ہو گا۔ اور اس کے documentary evidence آنے والے وقت کے لیے بھی پڑے رہیں گے۔ کہ ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے نام پر' ہیلتھ فاؤنڈیشن کے نام پر یا کسی اور اچھے اور بہتر نام کو استعمال کر کے جو اقدامات کیے گئے ان کا اصل مقصد یہ تھا کہ یہ جو کچھ پیسے باقی رہ گئے ہیں یا سرکاری زمینیں خاص طور پر بڑے شہروں میں اگر کچھ باقی رہ گئی ہیں تو اپنے دائیں بائیں تقسیم کر دی جائیں۔ جیسے کہ آج ہمارے ایک سوال کے جواب میں کہا گیا ہے کہ حسن پیر زادہ صاحب بھوربن کے ریسٹ ہاؤس میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ یہ ساری لوٹ مار اور لاہور کے جتنے بھی پلاٹ ہیں یہ بھی سارے پیر زادوں' شریف زادوں میں تقسیم ہو جائیں گے میں اور کوئی لفظ استعمال نہیں کرتا کیونکہ پھر یہ اعتراض اٹھائیں گے کہ یہ غیر پارلیمانی الفاظ ہیں۔ لیکن جناب سپیکر! میری یہ گزارش ہو گی کہ یہ ایوان اس ترمیم کو منظور کرے اور اس فاؤنڈیشن کو بھی پابند کیا جائے کہ اس کا آڈٹ بھی آڈیٹر جنرل آف پاکستان کرے۔ تاکہ پھر اس کے حوالے سے اس کی رپورٹ ایوان میں آئے اور اس ایوان کی بالادستی حکومت کے تمام اداروں پر directly or indirectly برقرار رہے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' جناب وزیر قانون صاحب! آپ فرمایئے۔

وزیر قانون: جناب والا! موجودہ قانون میں یہ کہا گیا ہے کہ فاؤنڈیشن کے فنڈز کا آڈٹ قواعد و ضوابط کے مطابق ہو گا۔ جناب والا! ترمیم میں کہا گیا ہے کہ آڈیٹر جنرل اس کا آڈٹ کرے گا۔ ترمیم اس لحاظ سے غیر ضروری ہے کہ

PAKISTAN AUDIT AND ACCOUNTS ORDER, 1973

کے تحت پہلے ہی آڈیٹر جنرل کو فاؤنڈیشن جیسے اداروں کے آڈٹ کا اختیار حاصل ہے۔ چنانچہ آڈیٹر جنرل اس کا پہلے سے ہی آڈٹ کر سکتا ہے۔ دراصل اس کلاز کا مقصد آڈیٹر جنرل کے اختیارات کو ختم کرنا نہیں بلکہ دوہرے آڈٹ کا نظام قائم کرنے کا ہے یہ کلاز internal آڈٹ سے تعلق رکھتی ہے۔ اس لحاظ سے یہ ترمیم غیر ضروری ہے لہٰذا اس کو مسترد کیا جائے۔

MR DEPUTY SPEAKER: Motion moved and the question is -

That in Clause 12 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, for the words "audited in such manner as may be prescribed" occurring in line 2, the words "audited by the Auditor General" be substituted.

(The motion was lost)

MR DEPUTY SPEAKER: Next amendment has been received from Rana Ikram Rabbani, Malik Iqbal Ahmad Khan Langrial, Mr. Ghulam Sarwar Khan and Mr. Ali Hassan Raza Qazi. Rana Ikram Rabbani may move the amendment.

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! یہ وہی amendment ہے جس پر میں نے ابھی بات کی ہے غالباً It is a case of misunderstanding پہلے میں نے 37 دی تھی اور پھر اس کو withdraw کرنے کے بعد میں نے دوسری amendment دی تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تو آپ 38 کو move نہیں کر رہے ہیں؟

رانا اکرام ربانی: جی نہیں۔

MR DEPUTY SPEAKER: Not moved. Next amendment has been move from Rana Sana Ullah Khan Sahib.

RANA SANA ULLAH KHAN: I beg to move-

That in Clause 12 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, for the words "in such manner as may be prescribed" occurrring in line 2, the words "in such manner as may be prescribed by the Board" be substituted.

میاں منظور احمد موہل: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' فرمایئے؟

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ کلاز 11 منظور ہو چکی ہے اور یہ ترمیم کلاز 12 پر ہے آپ ان کی ترمیم نمبر 33' 34 اور 31 کو ملاحظہ فرمالیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ as may be preseribed جو ہے وہ بند کر دیا جائے۔ اس کی جگہ یہ کیا جائے۔ گورنمنٹ کی جگہ بورڈ کیا جائے۔ جناب والا! تمام اسمبلی نے ووٹ کے ذریعے اس کو refuse کر دیا ہے۔ اب یہ چاہتے ہیں کہ جو کلاز 12 ہے کہ۔

> The budget of the Foundation shall be approved and its accounts shall be maintained and audited in such manner as may be prescribed.

اور آگے یہ کہتے ہیں کہ بورڈ جب آگے ہر کلاز میں ہم نے گورنمنٹ کو treat کیا ہے اور بورڈ کو ہم نے negate کیا ہے' اس کے خلاف ووٹ دیا ہے جب ہر کلاز میں گورنمنٹ کا لفظ approve ہوا ہے تو یہاں اگر بورڈ آئے گا تو پھر اس کی خلاف ورزی ہو گی۔ اس لیے یہ move ہی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ (4) 172 کے تحت hit ہوتی ہے' inconsistent بن جاتی ہے۔ اس لیے میں یہ کہوں گا کہ یہ move نہیں ہو سکتی اور اس پر بحث نہیں ہو سکتی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: قائد حزب اختلاف اس سلسلے میں کیا راہنمائی فرمائیں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!

جناب ڈپٹی سپیکر: میں رانا اکرام ربانی صاحب سے پوچھ رہا تھا کہ وہ اس سلسلے میں ہماری کیا راہ نمائی فرمائیں گے؟

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! منظور احمد موہل صاحب نے جس طرف توجہ دلائی ہے۔

Rule 172 (4)-

> "An amendment on a question shall not be inconsistent with the previous decision on the same question at the same stage of a Bill or matter."

یہ same question اور same stage تو ہے سیکنڈ ریڈنگ ہے لیکن جناب والا! آپ دیکھیں کہ اگر بجٹ کے بارے میں گورنمنٹ کو بااختیار بنا دیا جاتا ہے تو اس کے مختلف function

کے معاملے میں بورڈ کو بااختیار بنایا جا سکتا ہے اور اسی طرح اگر کسی جگہ پر بورڈ کو آخری فیصلہ کرنے کا حق دیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ وہ گورنمنٹ کی طرف سے آتی۔ یہ ساری کلاز مختلف ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ میاں صاحب نے جو رولز کی وضاحت فرمائی ہے وہ اس ترمیم کو hit نہیں کرتی۔

**جناب ڈپٹی سپیکر:** جی' رانا صاحب! آپ اس کو پیش کریں۔

**رانا ثناء اللہ خان:** جناب سپیکر! میں نے اسے پیش کر دیا ہے۔

MR DEPUTY SPEAKER: The motion moved is -

> That in Clause 12 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, for the words "in such manner as may be presoribed" occurring in line 2 the words "in such manner as may be prescribed by the Board" be substituted.

MINISTER FOR LAW: Opposed.

**رانا ثناء اللہ خان:** جناب سپیکر! یہ کلاز 12' ہیلتھ فاؤنڈیشن کے بجٹ کے متعلق ہے' آپ اس میں ملاحظہ فرمائیں کہ اس میں کتنا ابہام پایا جاتا ہے اور یہ ابہام concerned functionaries کو کرپشن کا راستہ مہیا کرتا ہے اب اس میں لکھا ہے کہ

> "The budget of the Foundation shall be approved and its accounts shall be maintatined and audited in such manner as may be prescribed."

جناب سپیکر! بجٹ کے متعلق تو انہوں نے لکھ دیا کہ shall be approved لیکن اسے کون approve کرے گا اس کو گورنمنٹ approve کرے گی اس کو بورڈ آف ڈائرکٹر approve کرے گا' اس کو لاء منسٹر صاحب approve کریں گے اس کو اسمبلی approve کرے گی۔ اسے کون approve کرے گا۔ اس سے متعلق یہاں پہ کوئی ذکر نہیں ہوا۔ آگے یہ بات ہے کہ اس کے اکاؤنٹ mainatin کیے جائیں گے اور آڈٹ کرایا جائے گا۔ آڈٹ کس سے کرایا جائے گا اس سے متعلق بھی درج نہیں اور صرف وہی ایک ہی بات کہ as may be prescribed اب میرے بھائی منظور احمد موہل صاحب اس بات پر اعتراض کرتے ہیں کہ پہلے بھی may be prescribed

تھا تو اگر آپ ہر کلاز میں ابہام لائیں گے اور ہر جگہ پر may be prescribed ہو گا تو پھر ہمیں ہر جگہ پر ترامیم دینی پڑیں گی۔ بجٹ کے معاملے میں cearly اور واضح طور پر یہ بات ہونی چاہیے کہ بجٹ کون approve کرے گا اور اس کے اکاؤنٹ کو maintain کرنے اور آڈٹ کرنے کے اختیارات بورڈ آف ڈائرکٹرز کو ہونے چاہئیں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون: جناب والا! موجودہ قانون میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قواعد و ضوابط حکومت بنائے گی یہ ترمیم کے ذریعے سے چاہ رہے ہیں کہ قواعد و ضوابط بورڈ بنائے۔ یہ اس لحاظ سے ممکن نہیں ہو گا کہ قواعد و ضوابط کے ذریعے سے فاؤنڈیشن حکومت سے guidance لے گی اور اس کی کارکردگی بہتر ہو گی ویسے بھی تمام معاملات میں اس نے پہلے ہی گورنمنٹ سے guidance لینی ہے تو اس لحاظ سے یہ ترمیم غیر ضروری ہے۔

MR DEPUTY SPEAKER: Motion moved and the question is-

That in Clause 12 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, for the words "in such manner as may be prescribed" occurrring in line 2, the words "in such manner as may be prescribed by the Board" be substituted.

(The motion was lost)

MR DEPUTY SPEAKER: Next amendment has been received from Mr. Faried Ahmad Piracha, Mr. Irshad Hussain Sethi, Malik Muhammad Din, Mr. Ahamd Khan Haral, and Mian Mahmood-ur-Rashid.

MR FARID AHMAD PIRACHA: I beg to move:-

That in Clause 12 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the existing clause 12 be re-numbered as sub-clause (1) and after sub-clause

(1) so re-numbered, the following be added as sub-clause (2) namely:-

"(2) Annual performance audit of the Foundation and of its approved Projects and Institutions shall be conducted through the Auditor General of Pakistan and the performance Audit Report be submitted to the Provincial Assembly at the commencement of next fiscal year."

MR DEPUTY SPEAKER: The motion moved is-

That in Clause 12 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the existing clause 12 be re-numbered as sub-clause (1) and after sub-clause (1) so re-numbered, the following be added as sub-clause (2) namely:-

"(2) Annual performance audit of the Foundation and of its approved Projects and Institutions shall be conducted through the Auditor General of Pakistan and the performance Audit Report be submitted to the Provincial Assembly at the commencement of next fiscal year."

MINISTER FOR LAW: Opposed.

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' پراچہ صاحب!

جناب فرید احمد پراچہ: مختصراً اتنی گزارش ہے کہ اس ترمیم کے ذریعے سے ہم نے یہ بات کی ہے کہ فاؤنڈیشن کی جو بھی کارکردگی اور اس کے اکاؤنٹ ہیں ان کا آڈیٹر جنرل سے آڈٹ کرایا جائے اور performance آڈٹ رپورٹ submit کی جائے performance آڈٹ رپورٹ ہمارے "ہاں"

نہیں ہے اس کی بہت ضرورت ہے کیونکہ آڈٹ محض کاغذات اور منصوبوں کا ہوتا ہے اس کی performence یا فزیکل آڈٹ نہیں ہوتا اس لحاظ سے اس بات کی ضرورت ہے کہ اس کی performance آڈٹ ہو اور اس کو اسمبلی کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ اسمبلی جو اس مسودہ قانون کو پاس کر رہی ہے کہ اس میں جو کچھ بھی مقاصد تھے کیا وہ مقاصد پورے ہوئے ہیں اور ہر مالی سال کے بعد ایک رپورٹ اسمبلی میں پیش کی جائے۔

جناب والا! مختصراً اتنی ہی گزارش تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ، جی لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون: جناب سپیکر! چونکہ آڈیٹر جنرل کو پاکستان آڈٹ اینڈ اکاؤنٹ آرڈر نمبر73 کے تحت پہلے ہی آڈٹ کا اختیار ہے اور وہ اپنی رپورٹ اسمبلی کو بھجواتا ہے اور اسمبلی کی کمیٹیاں PAC-I اور PAC-II اس رپورٹ کو consider کرتی ہیں۔ اس وجہ سے یہ ترمیم غیر ضروری ہے۔

MR DEPUTY SPEAKER: Motion moved and the question is-

That in Clause 12 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the existing clause 12 be re-numbered as sub-clause (1) and after sub-clause (1) so re-numbered, the following be added as sub-clause (2) namely:-

"(2) Annual performance audit of the Foundation and of its approved Projects and Institutions shall be conducted through the Auditor General of Pakistan and the performance Audit Report be submitted to the Provincial Assembly at the commencement of next fiscal year."

(The motion was lost)

MR DEPUTY SPEAKER: I will put the Clause. The question is-

That clause 12 do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

## Cluase 13

MR DEPUTY SPEAKER: Now we take up Clause 13. There is one amendment from Dr. Muhammad Afzal Ezaz, and Chaudhri Muhammad Hanif. Mr. Muhammad Hanif may move his amendment please.

CH MUHAMMAD HANIF: I beg to move-

That for Clause 13 of the Bill, as recommended by the Standing Committe on Health, the following be substituted,namely:-

"13. RESPONSIBILITY OF THE FOUNDATION AND THE EMPLOYEES.-

(1) The Managing Director and every Director, Advisor, Officer and employee of the Foundation shall be held responsible by the Foundation against all losses and expenses sustained of incurred by them in the discharge of their duties.

"(2) The Managing Director and every Director, Advisor, Officer, and employee of the Foundation would be responsible for his own deeds and actions while exercising his powers and functions under this Act and the rules and regulations made thereunder or for any loss or expense resulting to the Foundation by reason of the insufficiency or deficiency in value of, or

title to any property or security acquired or taken on behalf of the Foundation by the wrongful act of any person under a liability to the Foundation."

MR DEPUTY SPEAKER: The motion moved is -

That for Clause 13 of the Bill, as recommended by the Standing Committe on Health, the following .be substituted,namely:-.

"13. RESPONSIBILITY OF THE FOUNDATION AND THE EMPLOYEES.-

(1) The Managing Director and every Director, Advisor, Officer and employee of the Foundation shall be held responsible by the Foundation against all losses and expenses sustained or incurred by them in the discharge of their duties.

"(2) The Managing Director and every Director, Advisor, Officer, and employee of the Foundation would be responsible for his own deeds and actions while exercising his powers and functions under this Act and the rules and regulations made thereunder or for any loss or expense resulting to the Foundation by reason of the insufficiency or deficiency in value of, or title to any property or security acquired or taken on behalf of the Foundation by the wrongful act of any person under a liability to the Foundation."

MINISTER FOR LAW: I oppose the motion.

چودھری محمد حنیف: جناب سپیکر! یہ چونکہ ایک نہایت اہم مسئلہ ہے' اس لیے یہ انتہائی اہم ترمیم ہے۔اس ترمیم کے ذریعے ہم بددیانتی کے راستے کو روکنا چاہتے ہیں جناب سپیکر! اس میں ملازمین کو کھلی چھٹی دے دی گئی ہے کہ وہ اگر کوئی غلطی کریں' کوئی کوتاہی کریں' کوئی بددیانتی کریں' کسی کو غلط زمین الاٹ کر دیں' ایسے ہی کسی کو قرضہ دے دیں جو بھی کوئی کام ہے۔ اس کو اس سے بری الذمہ قرار دیا گیا ہے۔ آپ اس پر سنجیدگی سے غور کریں اور میں اپنے باقی ہاؤس کے ممبران سے بھی یہ گزارش کروں گا کہ کسی مثبت بات کو تو تسلیم کر لیا کریں' کسی ایسی بات کو جو صحیح ہو اور ہاؤس کے علم میں لایا جائے اس کو تسلیم کرنے کی جرأت تو کریں۔ کبھی تو کوئی ایسا قدم اٹھائیں جس سے لوگ بھی کہیں اور پریس والے بھی کہنے کے قائل ہو جائیں کہ واقعی آج ہاؤس میں یہ بات ہوئی ہے۔ جناب سپیکر! میں بڑے انکسار کے ساتھ یہ عرض کروں گا کہ ہر ڈائرکٹر' مشیر' افسر و ملازم کو.....

چودھری واجد علی خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب والا! ہم ہر مثبت بات کو تسلیم کرتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چودھری صاحب! تشریف رکھیں۔ اب پوائنٹ آف آرڈر سننے کی بھی کسی میں ہمت نہیں ہے۔ (قہقہے)

چودھری محمد حنیف: ماسوائے ان نقصانات کے جو وہ قصداً یا غلطی سے پہنچائے یعنی یہ ایک ایسا ذریعہ انہیں بتا دیا گیا ہے کہ آپ جتنے کیسز اٹھالیں انٹی کرپشن کے اٹھالیں' کوئی کیس بھی اٹھا کر دیکھ لیں کسی فرد نے بھی اپنی غلطی کو تسلیم نہیں کیا اس نے یہ کبھی نہیں کہا کہ میں نے یہ غلطی سے کر دیا ہے یہ مجھ سے کوتاہی ہو گئی ہے یا یہ میں نے قصداً کیا ہے۔ جناب سپیکر! اس بل میں اس ترمیم کے ذریعے سے ہم یہ چاہتے ہیں کہ .....

آوازیں: بیٹھ جائیں۔

چودھری محمد حنیف: جناب والا! آپ ہماری ترمیم کو منظور کر لیں تو میں بیٹھ جاتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ وقت ضائع نہیں ہونا چاہیے۔ چودھری صاحب! آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

چودھری محمد حنیف: تو ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہماری گورنمنٹ جو ان بددیانتیوں کو سہارا دے رہی ہے یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے راستے بند کرے۔ بلکہ جو لوگ بددیانتی کے راستے ڈھونڈتے ہیں ان کے آگے بند باندھے۔ مگر اس بل کے ذریعے تو انہوں نے انہیں کھلی چھٹی دے

دی ہے اور انہیں ایک لائسنس مہیا کر دیا ہے کہ آپ جیسے چاہیں کریں، جو چاہیں کریں، کوئی پوچھے گا نہیں، کسی قسم کی کوئی انکوائری نہیں ہو گی۔ اس لیے ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ ہماری یہ ترمیم تسلیم کریں اور جس سے جو غلطی ہو باقاعدہ اس کی جائیداد سے پیسے وصول کیے جائیں۔ یہ قوم کی امانت ہے۔ جو آپ کے سپرد کی گئی ہے۔ و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وزیر قانون۔

شیخ انوار الحق پراچہ: جناب والا! اس وقت تو سخت بھوک لگی ہوئی ہے اور کورم بھی نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کی بھوک کا بندوبست کرتے ہیں۔

وزیر قانون: جناب والا! جب کوئی ملازم good faith میں کام کرے گا۔ bonafide کام کرے گا تو اس کے خلاف ایکشن نہیں لیا جائے گا اور اگر کوئی malafide کام کرے گا تو اس کے خلاف ایکشن لیا جائے گا۔ indemnity صرف اس حد تک دی گئی ہے۔ اس لحاظ سے یہ خدشہ غیر ضروری ہے۔ لہٰذا یہ ترمیم مسترد کی جائے۔

MR DEPUTY SPEAKER: Motion moved and the question is-

That for Clause 13 of the Bill, as recommended by the Standing Committe on Health, the following be substituted, namely:-

"13. RESPONSIBILITY OF THE FOUNDATION AND THE EMPLOYEES.-

(1) The Managing Director and every Director, Advisor, Officer and employee of the Foundation shall be held responsible by the Foundation against all losses and expenses sustained or incurred by them in the discharge of their duties.

"(2) The Managing Director and every Director, Advisor, Officer, and employee of the Foundation would be responsible for his own deeds and actions

while exercising his powers and functions under this Act and the rules and regulations made thereunder or for any loss or expense resulting to the Foundation by reason of the insufficiency or deficiency in value of, or title to any property or security acquired or taken on behalf of the Foundation by the wrongful act of any person under a liability to the Foundation."

(The motion was lost)

MR DEPUTY SPEAKER: Now, I will put the Clause. The question is-

That Clause 13 do stnad part of the Bill.

(The motion was carried)

MR DEPUTY SPEAKER: An amendment has been received from Rana Ikram Rabbani, Malik Iqbal Ahmad Khan Langrial,

Mr. Ghulam Sarwar Khan, Mr, Ali Hassan Raza Qazi. Please move your amendment.

RANA IKRAM RABBANI: I beg to move-

That after Clause 13 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, The following new Clause be adeded as Clause 13-A namely:-

"13-A. If at any time it appears that the grants, loans and other assistance by the Foundation are being used in a manner detrimental to the public interest or against the purposes for which these grants, loans or

assistance were received, the Fondation shall take all necessary actions to receive the same."

MR DEPUTY SPEAKER: The motion moved is:-

That after Clause 13 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, The following new Clause be adeded as Clause 13-A namely:-

"13-A. If at any time it appears that the grants, loans and other assistance by the Foundation are being used in a manner detrimental to the public interest or against the purposes for which these grants, loans or assistance were received, the Fondation shall take all necessary actions to receive the same."

MINISTER FOR LAW: Opposed.

رانا اکرام ربانی: جناب والا! جیسے کہ میں نے اس سے پہلے بھی گزارش کی تھی کہ جب بھی موجودہ حکومت کی طرف سے کوئی تجویز جب بھی اس ایوان کے سامنے پیش کی جاتی ہے تو اس کے ساتھ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ہم نے یہ بل اچھی نیت اور اچھے مقصد کے ساتھ پیش کیا ہے۔ لیکن جناب والا! جوں جوں ہم stages سے گزرتے ہیں اور کلاز بائی کلاز جب ہم اس کی reading کرتے ہیں تو ہمارا شک بڑھتا ہی جاتا ہے کہ یہ جو مقصد بیان کیا گیا ہے یہ مقصد بالکل نہیں ہے۔ اور اس بل کو متعارف کرنے کی نیت بھی ٹھیک نہیں ہے۔ جناب والا! ہمارا تجربہ آج بہت اچھی طرح صحیح ثابت ہو رہا ہے۔ اس ترمیم کے ذریعے سے ایکٹ میں بجائے رولز کے' مجھے پتہ ہے کہ لاء منسٹر صاحب اس کی بات کریں گے کہ ہم رولز میں یہ لائیں گے یا لایا جا سکتا ہے' یہ ایکٹ میں ہی provide کیوں نہیں کر دیا جاتا کہ اگر کسی مرحلے پر یہ چیز علم میں آئے کہ جو گرانٹس' لون' systems of foundation میں کسی بھی ادارے کے لیے کلینک بنانے کے لیے' پورا ہسپتال بنانے کے لیے دی ہے وہ عوامی مفاد کے خلاف استعمال ہو رہی ہے' یا کم از کم ان مقاصد کے لیے استعمال نہیں ہو رہی جو مقاصد یہ گرانٹس لون assistants لیتے وقت بیان کیے گئے تھے۔ اور اگر

کہیں پر ایسا فاؤنڈیشن کے علم میں آ جائے تو فاؤنڈیشن اس میں تمام ضروری اقدامات' لیگل ایکشنز' دوسرے ایکشنز اور اس میں سول proceedings بھی ہیں۔ اس کو recover کرنے کے لیے اٹھا سکتی ہے۔ جناب والا! اگر حکومت کی نیت درست ہے اور یہ اپنے عزیز و اقارب میں یہ فاؤنڈیشن کا پیسہ' یا زمین بانٹنا نہیں چاہتی تو پھر انہیں اس پر کیا اعتراض ہے کہ اگر کسی stage پر یہ معلوم ہو جائے کہ یہ پیسہ' اور یہ چیزیں صحیح مقصد کے لیے استعمال نہیں ہوئیں؟ تو جناب والا! اس ایوان میں کوآپریٹو کے scandal کے وقت اسی حوالے سے اس ترمیم کو لاتے وقت اور finaly ان کو سارے خطرات کی نشان دہی کرتے رہے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ہماری بات نہیں سنی گئی۔ اور ultimately حکومت کو کوآپریٹو کے کھاتے میں یہی ترمیم جناب والا! جو میں پیش کر رہا ہوں۔

That after Clause 13 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the following new Clause be adeded as Clause 13-A namely:-

"13-A. If at any time it appears that the grants, loans and other assistance by the Foundation are being used in a manner detrimental to the public interest or against the purposes for which these grants, loans or assistance were received, the Fondation shall take all necessary actions to receive the same."

جناب والا! یہ آج ہم آغاز کر رہے ہیں اور یہی چیز اگر یہ حکومت نہیں کرے گی تو آئندہ آنے والی حکومت کو یہ کرنا پڑے گا اور جو بہت جلد آنے والی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آج جب ہم اس base کو پاس کر رہے ہیں اگر اس میں یہ provision دے دی جائے تو بجائے اس کے کہ یہ اعزاز آنے والی اسمبلی کو حاصل ہو' آنے والے نمائندگان کو حاصل ہو' یہ ایوان اس اعزاز سے کیوں محروم رہنا چاہتا ہے۔ اگر کسی stage پر یہ معلوم ہو جائے کہ کسی stage پر فنڈز میں گڑبڑ ہو رہی ہے تو فاؤنڈیشن میں اس کو واپس لینے کے لیے ایکٹ میں یہ provide کیوں نہیں کرتے۔ آپ کو ہمارا مشکور ہونے کی بجائے کہ آپ نے ہماری توجہ اس طرف دلائی ہے کہ یہ اعزاز' یہ انعام اور یہ اچھا قدم ہے اسے ایوان میں موجود ممبران کے حصے میں ڈال دیا جائے۔ پتہ نہیں یہ اچھا کام کرنے

سے تو خوف زدہ ہیں لیکن اچھا نام لینے سے بھی اس ایوان نے ڈرنا شروع کر دیا ہے۔ اپنے آپ کو تمام الزامات سے بچانے کے لیے یہ کچھ تو کریں۔ اور جناب والا! اس ترمیم کو یہ منظور کریں کہ کسی stage پر یہ معلوم ہو جائے کہ اس کو واپس لینے کا اختیار ہو گا۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی لاء منسٹر صاحب۔

وزیر قانون: قائد حزب اختلاف نے جس خدشے کا اظہار کیا ہے اس سلسلے میں رولز میں یہ گنجائش موجود ہے کہ اس قسم کا اہتمام کیا جائے کہ فاؤنڈیشن میں اس قسم کی غلطی کا موقع نہ مل سکے۔ اس لحاظ سے یہ ترمیم رولز میں cover ہو جائے گی۔ اس لیے اس کو لاء میں لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ لہٰذا اسے مسترد کیا جائے۔ شکریہ۔

MR DEPUTY SPEAKER: Motion moved and the question is-

That after Clause 13 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the following new Clause be adeded as Clause 13-A namely:-

"13-A. If at any time it appears that the grants, loans and other assistance by the Foundation are being used in a manner detrimental to the public interest or against the purposes for which these grants, loans or assistance were received, the Fondation shall take all necessary actions to receive the same."

(The motion was lost)

## Clause-14

MR DEPUTY SPEAKER: Now we take up Clause 14.

وزیر قانون: جناب والا اگر ہاؤس کی اجازت ہو تو میں یہ کلاز withdraw کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کیا اجازت ہے؟ اجازت ہے۔ یہ withdraw تصور ہو گی۔

## Clause-15

MR DEPUTY SPEAKER: Now we take up Clause 15 Since no

amendment has been recived in it, I put the Clause the question is:

That Clause 15 do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

## Clause-16

MR DEPUTY SPAEKER: Now Clause 16 is under consideration one amendment has been recived in it from Rana Sana Ullah Khan. He may move it.

RANA SANA ULLAH KHAN: I bet to move -

That in Clause 16 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the words and comma "with the previous approval of the Government" occurring in line 2, be deleted.

MR DEPUTY SPEAKER: The motion moved is -

That in Clause 16 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the words and comma "with the previous approval of the Government" occurring in line 2, be deleted.

MINISTER FOR LAW: Opposed.

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! اس ترمیم کے ذریعے سے بھی میں نے اس بات کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور میں نے یہ چاہا ہے کہ اس کلاز میں جو الفاظ ہیں with the previous approval of the government وہ delete کیے جائیں۔ کیونکہ جب اس ہیلتھ فاؤنڈیشن کو انہوں نے یہ کہا ہے کہ چلانے کے لیے ایک بورڈ آف ڈائرکٹر ہو گا۔ تو پھر یہ بات کہ ہر بات کی approval ہو گی کہ اگر بجٹ کا معاملہ ہے تو اس وقت بھی approval اگر فنڈ

raise کرنے کا معاملہ ہے تو اس وقت بھی approval کی ضرورت ہو گی۔ یہ regulation بنانے کے متعلق اس میں بھی انہوں نے کہا ہے کہ گورنمنٹ کی previous approval کی ضرورت ہے۔ اس طرح سے میں سمجھتا ہوں کہ یہ ادارہ جو ہیلتھ فاؤنڈیشن کا ہو گا جو یہ فنڈز اور یہ سب کچھ جو ہے' یہ بالکل گورنمنٹ کے ہاتھوں میں ہو گا اور اس کی کوئی independent working نہیں ہو گی۔ اس کی independent working کے لیے میں نے یہ تجویز کیا ہے کہ یہ ترمیم قبول کی جائے اور یہ جو previous approval کے الفاظ ہیں انہیں حذف کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون: جناب والا! موجودہ قانون میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ فاؤنڈیشن' ریگولیشن حکومت کی منظوری سے بنائے گی۔ ترمیم میں تجویز کیا گیا ہے کہ حکومت کی منظوری کی شرط delete کی جائے۔ ترمیم اس لحاظ سے قابل پذیرائی نہیں ہے کہ فاؤنڈیشن کی طرح کے حکومت کے کافی ادارے کافی تعداد میں کام کر رہے ہیں اور ان تمام اداروں کی نگرانی اور کارکردگی میں ہم آہنگی کے واسطے ضروری ہے کہ حکومت مرکزی کردار ادا کرے۔ اس لیے یہ پابندی کہ regulation حکومت کی منظوری سے بنائے جائیں گے ضروری ہے۔ تو میں اس ترمیم کی مخالفت کرتا ہوں' اس کو مسترد کیا جائے۔

MR DEPUTY SPEAKER: Motion moved and the question is:-

That in Clause 16 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, the words and comma "with the previous approval of the Government" occurring in line 2, be deleted.

(The motion was lost)

MR DEPUTY SPEAKER: The question is:-

That Clause 16 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

## Clause 17

MR DEPUTY SPEAKER: Now Clause 17 of the Bill is under consideration. One amendment has been received in it from

the Minister for Law and Partiamentary Affairs; he may move it.

MINISTER FOR LAW : Mr Speaker, sir I move:

That for Clause 17 of the Bill as recommended by the Standing Committee on Health, the following be substituted, namely:-

"17. Repeal. The Punjab Health Fundation Ordinance, 1992 (XXXV of 1992) is hereby repealed."

MR DEPUTY SPEAKER: The ammendment moved is:

That for Clause 17 of the Bill as recommended by the Standing Committee on Health, the following be substituted, namely:-

"17. Repeal. The Punjab Health Fundation Ordinance, 1992 (XXXV of 1992) is hereby repealed."

(The motion was not apposed)

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment moved and question is:

That for Clause 17 of the Bill as recommended by the Standing Committee on Health, the following be substituted, namely:-

"17. Repeal. The Punjab Health Fundation Ordinance, 1992 (XXXV of 1992) is hereby repealed."

(The motion was carried)

MR DUPTY SPEAKER: The question is:-

That Clause 17 of the Bill as amended do stand part

of the Bill.

(The motion was carried)

## Clause 1

MR DEPUTY SPEAKER: Now Clause 1 of the Bill is under consideration Since there is no amendment in it. The question is!.

That Clause 1 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

## Preamble

MR DEPUTY SPEAKER: Now preamble of the Bill is under considration. Amendment has been received in it from Rana Ikram Rabbani, Malik Iqbal Ahmad Khan Langrial, Mr. Gulam Sarwar Khan and Mr. Ali Hassan Raza Qazi,

Ikram Rabbani Rana May move it.

RANA IKRAM RABBANI: I move:

> That in the Preamble of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, between the words "sector" and "the" occurring in line 3, the words "rural areas and small towns of" be inserted.

MR DEPUTY SPEAKER: The amendment moved is:

> That in the Preamble of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, between the words "sector" and "the" occurring in line 3, the words "rural areas and small towns of" be inserted,

MINISTER FOR LAW : Opposed.

جناب ڈپٹی سپیکر: جی رانا صاحب!

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! جیسا کہ میں نے پہلے اپنی ترمیم پر بات کی تھی کہ اور یجنل بل جو ایوان میں متعارف کروایا گیا تھا' اس میں یہ تھا کہ جو ہیلتھ فاؤنڈیشن ہم بنا رہے ہیں' اس کا مقصد یہ ہوگا کہ چھوٹے قصبوں اور دیہی علاقوں کے لیے ہم پرائیویٹ سیکٹر کو آگے لائیں' تاکہ دیہی علاقوں میں رہنے والے عوام کے لیے بھی طبی سہولتوں کا حصول ممکن ہو سکے۔ جناب سپیکر! اس ایوان سے میری یہی استدعا ہے کہ میری اس ترمیم کو منظور کیا جائے اور اس فاؤنڈیشن کے ذریعے سے طبی سہولیات کو بہتر بنانے کے لیے پرائیویٹ سیکٹر کو دیہی علاقوں اور چھوٹے قصبوں میں کام کرنے کے لیے آگے لایا جا سکے۔ شکریہ' جناب سپیکر!

جناب ڈپٹی سپیکر: لاء منسٹر صاحب! اس پر آپ کچھ فرمانا چاہیں گے؟

وزیر قانون: مجھے اس پر کوئی بات نہیں کرنی۔

MR DEPUTY SPEAKER: The amendmend moved and the question is:

> That in the Preamble of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Health, between the words "sector" and "the" occurring in line 3, the words "rural areas and small towns of" be inserted,

(The motion was lost)

MR DEPUTY SPEAKER: The question is:

> That in the Preamble of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

## Long Title

MR DEPUTY SPEAKER: Long title is under consideration since there is no amendment in it. It becomes part of the Bill. Second reading ends.

Third reading starts: Minister for law!

MINISTER FOR LAW: Mr Speaker! sir. I move:-

That the Punjab Health Foundation Bill 1992 be passed.

**MR DEPUTY SPEAKER:** The motion moved is:-

That the Punjab Health Foundation Bill 1992 be passed.

**رانا ثناء اللہ خان:** میں اپوز کرتا ہوں۔

**جناب ڈپٹی سپیکر:** آپ کچھ فرمانا چاہیں گے؟

**رانا ثناء اللہ خان:** جناب سپیکر! میں صرف اتنی گزارش کرنی چاہوں گا کہ ہماری طرف سے بھرپور کوشش اور حق بات کہنے اور سمجھانے کے باوجود لاء منسٹر صاحب اس ملک میں جاری لوٹ مار کو قانونی شکل دینے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اس پر میں انہیں مبارک باد دیتا ہوں۔

**جناب ڈپٹی سپیکر:** آپ کچھ ارشاد فرمانا چاہیں گے؟

**وزیر قانون:** نہیں جناب والا!

**MR DEPUTY SPEAKER:** The motion moved and the question is:

That the Punjab Health Foundation Bill, 1992 be passed.

(The motion was carried).

(The Bill was passed)

(Applause by thumping of desks)

**جناب ڈپٹی سپیکر:** جی پراچہ صاحب!

**جناب فرید احمد پراچہ:** جناب سپیکر! ایک گزارش تو یہ ہے کہ طے کیا گیا تھا کہ کشمیر کے مسئلے پر ایک مشترکہ قرارداد لائی جائے گی۔ معلوم ہوا کہ اجلاس کا آج آخری دن ہے۔

**جناب ڈپٹی سپیکر:** ابھی ایک بل بقایا ہے۔

**وزیر قانون:** پراچہ صاحب! اس کو ٹیک اپ کریں گے۔

MINISTER FOR LAW: The Punjab Tenancy (Validation and Extention of Period for Payment of Compensation) (Amendment) Bill 1992 as reported by the Standing Commitee on Revenue be taken in to consideration at once.

MR DEPUTY SPEAKER: The motion moved is:

That the Punjab Tenancy (Validation and Extention of Period for Payment of Compensation) (Amendment) Bill 1992 as recommended by the Standing Committee on Revenue be taken under consideration at once.

(The motion was not opposed)

MR DEPUTY SPEAKER: The question is:-

That the Punjab Tenancy (Validation and Extention of Period for Payment of Compensation) (Amendment) Bill 1992 as recommended by the Standing Committee on Revenue be taken under consideration at once.

(The motion ws carried)

## Clause 2

MR DEUPTY SPEAKER: Now we take up the Bill Clause by Cluase. Now Clause (2) of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is;

That Clause (2) of the Bill do Stand part of the Bill.

(The motion was carried)

## Clause 1

MR DEPUTY SPEAKER: Now Clause (1) of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:-

That Clause (1) of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی رانا صاحب فرمایئے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جو Tenancy Bill اس وقت جس کی ریڈنگ جاری ہے' چونکہ یہ مزارعین کے مفاد میں ہے تو اس لیے ہم نے اس میں نہ کوئی amendment دی ہے اور نہ ہی اس کی مخالفت کی ہے۔ اس کے باوجود آپ کا یہ کہنا کہ 'I have it I have it میرا خیال ہے کہ یہ جو بل ہے unanimously ہو رہا ہے تو اس لیے اس میں تھوڑی سی ترمیم فرمالیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تو اس میں آخری question put کرلیں کہ یہ بل متفقہ طور پر پاس ہوا۔

وزیر قانون: ہمیں formality پوری کرنا ہوگی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں formality پوری کر رہا تھا۔

## Preamble

MR DEPUTY SPEAKER: Now the Preamble of the Bill is under consideration, Since there is no amendment in it, the question is;

That the Preamble of the Bill do Stand part of the Bill.

(The motion was carried)

## Long Title

MR DEPUTY SPEAKER: Now long title of the Bill is under consideration since ther is no amendment in it, it beacomes part of the Bill.

(The motion was carried)

MR DEPUTY SPEAKER: Thired reading starts; Minister for

Law.

MINISTER FOR LAW: Mr Speaker! Sir, I move:-

That the Punjab Tenancy (Validation and Extension of Period for Payment of Compensation) (Amendment) Bill 1992 be passed.

MR DUPTY SPEAKER: Motion moved is:

That the Punjab Tenancy Validation and Extension of Period for Payment of (Compensation) (Amendment) Bill 1992 be Passed.

(The motion was not opposed)

MR DUPUTY SPEAKER: The motion moved and the question is:-

That the Punjab Tenancy (Validauation Extension of Period for Payment of Compensation) (Amendment) Bill 1992 be Passed.

(The motion was carried)

The Bill was passed.

## قرارداد

جناب ڈپٹی سپیکر: جی پراچہ صاحب! فرمایئے۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! جیسے میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ ایک تو قرارداد ہے اور دوسرا یہ کہ اختتام سے پہلے یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ یہ سیشن ہمارا طویل ترین سیشن تھا' اس لیے ہمارے اسمبلی کے ملازمین کو ہمیشہ ایک زائد تنخواہ دی جاتی ہے' اس کا بھی جناب کی طرف سے اعلان کیا جائے۔ ایک یہ قرارداد ہے' جس کے بارے میں' میں نے عرض کیا تھا کہ یہ متفقہ قرارداد ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں پڑھ دیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' وزیر قانون صاحب!

وزیر قانون: جناب سپیکر! قرارداد سے میں اتفاق کرتا ہوں اور قرارداد کے دوسرے حصے سے میرا تعلق نہیں ہے' وہ جناب وزیر خزانہ سے متعلقہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' وزیر خزانہ صاحب! تشریف فرما ہیں؟

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! یہ ایک اڈوائس کی بات ہے' اس کا فنانس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ جناب سپیکر! خود ہی حکم فرما سکتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس میں جو کچھ ہے وہ تو گورنمنٹ کی طرف سے ہی allocation وغیرہ ہوگی۔

جناب فرید احمد پراچہ: اس دوران وزیر خزانہ صاحب سوچ لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تو پوری اسمبلی فنانس منسٹر صاحب سے درخواست کرتی ہے کہ وہ اسمبلی ملازمین کے بارے میں خصوصی طور پر consider کریں۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب والا! یہ درست ہے اور یہ ہمارا طویل سیشن تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ اسمبلی متفقہ طور پر اس پر اتفاق کرتی ہے۔

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! آپ نے فرمایا۔ آپ کا ارشاد سر آنکھوں پر' لیکن میں یہاں یہ کہنا چاہوں گا کہ اول تو یہ روایت نہیں ہے' بجٹ کے سیشن میں ایسا کیا جاتا ہے اور یہ ایک نئی روایت ڈالنے کے مترادف ہوگا۔

ان حالات میں جب ہم پہلے ہی مالی مشکلات کا شکار ہیں اور فلڈ سے ہم دوچار ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس کے بارے میں یعنی اسمبلی کو بھی بغور اس پر سوچنا چاہیے' لیکن یہ آپ کا فرمان ہے تو میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس پر ہم غور ضرور کریں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ! جی وزیر اوقاف صاحب!

وزیر اوقاف: جناب سپیکر! محکمہ اوقاف کا سوال نمبر 1520 اور 1676 ٹیبل کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے' ٹیبل کر دیے گئے ہیں۔

## کشمیر میں بھارت کو مظالم سے باز رکھنے اور حق خودارادیت کے حصول کے لیے اقدامات

وزیر اوقاف: شکریہ!

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں:۔

"کہ یہ ایوان مقبوضہ کشمیر میں ہونے والے بے پناہ مظالم اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی پر گہری تشویش کا اظہار کرتا ہے اور اقوام متحدہ اور دیگر بین الاقوامی اداروں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ بھارت کو ان انسانیت کش مظالم سے باز رکھنے کے لیے اپنا کردار ادا کرے۔ یہ ایوان پاکستان کے سلامتی کونسل کا رکن بننے پر اظہار مسرت کرتا ہے اور مرکزی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ اقوام متحدہ کی حق خودارادیت سے متعلقہ قراردادوں پر جلد از جلد عمل درآمد کرنے کے لیے مسئلہ کو سلامتی کونسل کے سامنے پیش کرے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے:

"کہ یہ ایوان مقبوضہ کشمیر میں ہونے والے بے پناہ مظالم اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی پر گہری تشویش کا اظہار کرتا ہے اور اقوام متحدہ و دیگر بین الاقوامی اداروں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ بھارت کو ان انسانیت کش مظالم سے باز رکھنے کے لیے اپنا کردار ادا کرے۔ یہ ایوان پاکستان کے سلامتی کونسل کا رکن بننے پر اظہار مسرت کرتا ہے اور مرکزی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ اقوام متحدہ کی حق خودارادیت سے متعلقہ قراردادوں پر جلد از جلد عمل درآمد کرانے کے لیے مسئلہ کو سلامتی کونسل کے سامنے پیش کرے۔

(قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی)

چودھری خادم حسین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی فرمایئے!

چودھری خادم حسین: جناب سپیکر! محترم وزیر خزانہ جناب شاہ محمود حسین قریشی صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ ہمارے پاس بجٹ بہت کم ہے اور مالی پریشانی ہے۔ تو میں ایک تجویز پیش کرتا ہوں کہ ہم اپنا ایک ایک دن کالی اے ڈی اے surrender کرتے ہیں اور وہ رقم اس عملے کو دے دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کے لیے تو سارے ایوان کی اجازت ضروری ہوگی۔ آپ کی خواہشات نیک ہیں۔ ہم ان کی قدر کرتے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

چودھری خادم حسین: جناب والا! میری تو صرف تجویز ہے۔ اگر ہاؤس نہیں مانتا تو اور بات ہے۔
جناب ڈپٹی سپیکر: چودھری صاحب! تشریف رکھیں۔

In exercise of the powers conferred by Article 109 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, 1973, I, Justice M. Mahboob Ahmad, Acting Governor of the Punjab, hereby prorogue the Provincial Assembly of the Punjab with effect on and from thursday, the 29th October, 1992 after the completion of the business on that day.